Courtesy www.pdfbooksfree.pk
PDFBOOKSFREE.PK
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وزیرِاعظم کی بگھی

ماریا، کنیز کو ہلاک کرنے والے حبشی غلام کے پیچھے لپکی:

حبشی غلام بے حد پھرتیلا تھا۔ پلک جھپکنے میں وہ نجانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔ ماریا واپس روم کی ملکہ کے سونے کے کمرے میں چلی گئی۔ ملکہ کو زہر دے کر مارنے کی کوشش کرنے والی کنیز خود مر چکی تھی۔ ملکہ حیران و پریشان کھڑی تھی۔ ماریا نے اس کے پاس جا کر کہا:

"اے ملکہ روم — گھبراؤ مت رب عظیم نے تم پر رحم کیا اور مجھے تمہاری مدد کے لیے آسمان سے بھیجا۔ ورنہ تمہارے دشمنوں نے تمہیں ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔"

ماریا کے نرم لہجے سے ملکۂ روم کا خوف کسی حد تک دور ہو گیا وہ بولی:

"اے آسمان کی نیک روح۔ میں تیری شکر گزار ہوں۔ مگر یہ کنیز تو میری بڑی وفادار تھی۔ پھر اس نے مجھے ہلاک کروانے کی کوشش کیوں کی۔"
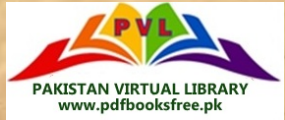
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا نے کہا:

"اے ملکہ — کچھ سازشی تمہیں ہلاک کر کے تخت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے تمہاری فوجوں کے سپہ سالار کو بھی ساتھ ملا رکھا ہے۔ اس کنیز کو شاید انہوں نے لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ یہ تمہیں زہر دے دے مگر جو دوسروں کا برا چاہتا ہے اس کا کبھی بھلا نہیں ہوتا — اس کنیز کو حبشی غلام نے مار ڈالا:"

ملکۂ روم یہ سن کر گھبرا گئی۔ ماریا نے اسے تسلی دی اور کہا:۔

"ڈرو نہیں — میں تمہاری دوست ہوں اور تمہاری مدد کروں گی۔"

ملکۂ روم بولی:

"دیوتاؤں کا شکر ہے کہ انہوں نے آسمانوں سے تمہیں میری جان بچانے کے لیے بھیجا۔"

ماریا نے کہا:

"اے ملکہ — اب تم سو جاؤ۔ میں کنیز کی لاش کو محل سے باہر پھینک آتی ہوں۔ تم کسی کو اس قاتلانہ حملے کے بارے میں نہیں بتاؤ گی۔"

ماریا نے قالین سے کنیز کو اٹھا لیا۔ ماریا کے اٹھاتے ہی کنیز کی لاش بھی ملکہ کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ ماریا کنیز کی لاش اٹھائے کمرے سے نکلی اور باہر کو چل دی۔ کنیزیں اِدھر اُدھر آ جا رہی تھیں مگر ماریا کو کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ماریا بڑے اطمینان سے چلتی ہوئی محل کے دروازے پر پہنچ گئی۔ ہتھیار بند محافظوں کا دستہ دروازے پر کھڑا تھا۔ ماریا ان کے درمیان سے گزرتی ہوئی محل سے باہر آ گئی۔

محل سے کافی دور آ کر ماریا نے کنیز کی لاش ایک گڑھے میں پھینکی اور واپس چل دی۔ ابھی وہ محل سے کچھ دور تھی کہ درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس زمین سے ایک انسانی سر نکلا۔ ماریا رک گئی۔ اب دو بازو باہر آئے اور پھر اچھل کر پورا جسم باہر آ گیا۔ چاند کی روشنی میں ماریا نے پہچان لیا۔ یہ وہی حبشی غلام تھا جس نے کنیز کو ہلاک کیا تھا۔

ماریا سمجھ گئی کہ ضرور یہاں کسی خفیہ سرنگ کا منہ ہے جو ملکہ روم کے محل کے اندر جاتی ہے۔ حبشی غلام بڑا گھبرایا ہوا تھا۔ باہر آتے ہی وہ بڑے بڑے قدم اٹھاتا ایک طرف چل دیا — ماریا اس کے پیچھے چل دی۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ یہ حبشی غلام کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔

حبشی غلام کا پیچھا کرتے ہوئے ماریا ایک بڑے محل تک پہنچی۔ حبشی غلام محل کے دروازے پر موجود محافظوں سے گفتگو کر رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حبشی غلام نے کہا :

"مَیں وزیر اعظم سے اسی وقت ملنا چاہتا ہوں"

"ٹھیک ہے۔ مجھے یہ حکم مل چکا ہے کہ تمہیں محل میں داخلے سے نہ روکا جائے" محافظوں کے سردار نے جواب دیا اور دروازہ کھول دیا۔

حبشی غلام محل میں داخل ہوگیا۔ ماریا اس کے ساتھ تھی۔ حبشی غلام ایک بڑے کمرے میں پہنچا۔ فرش پر نیلے رنگ کا خوبصورت قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک لمبا تڑنگا اور ادھیڑ عمر رومن بے چینی سے قالین پر ٹہل رہا تھا۔ ماریا سمجھ گئی کہ یہی وزیر اعظم ہے۔ کمرے میں اس کے علاوہ چار اور رومن موجود تھے جن کے قیمتی لباس بتاتے تھے کہ وہ بھی امراء میں شمار ہوتے ہیں۔

حبشی غلام کو دیکھتے ہی وزیرِ اعظم اسی کی طرف بڑھا اور بولا :

"اے غلام — جلدی سے خوش خبری سنا۔ ہم بڑی دیر سے منتظر ہیں"

حبشی غلام نے سر جھکا کر کہا :

"میرے آقا۔ غلام بہت شرمندہ ہے۔ عین وقت پر ایک روح نے ملکہ کی مدد کی اور اسے بتا دیا کہ کنیز نے شربت میں زہر ملا دیا ہے۔ میں پردے کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ اس ڈر

سے کہ کہیں کنیز ہمارا راز فاش نہ کر دے میں نے اسے ہلاک کر دیا"

وزیر اعظم غصے میں آگیا اس نے کہا :

"اوہ احمق غلام۔ تمہیں ملکہ کو ہلاک کرنا چاہیے تھا"

"میرے آقا۔ میں روح سے خوف زدہ ہوگیا تھا۔ روح ملکہ کی حفاظت کر رہی تھی"

وزیر اعظم چلایا :

"پاگل کے بچے۔ یہ تم نے روح۔ روح کیا لگا رکھی ہے۔ تم نے سارا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔"

کمرے میں موجود افراد میں سے ایک نے کہا :

"اب کیا ہوگا وزیر اعظم"

مکار وزیر اعظم نے کہا :

"فکر مت کرو میرے دوست فرڈی نینڈ — تم فوج کے سپہ سالار ہو۔ میں وزیر اعظم ہوں۔ یہ وزیر دربار بطلیموس ہے اور یہ ملکہ کے شاہی محافظ دستے کا سردار لیونارڈ ہے۔ ہم سب ساتھ ہیں تو فکر کس بات کی ہے۔ آج اگر ہم ناکام ہو گئے ہیں تو کیا ہوا۔ ہم دوبارہ کوشش کریں گے"

وزیر دربار بطلیموس نے کہا۔

"یہ تو ٹھیک ہے مگر اس روح کا کیا ہوگا جو ملکہ کی حفاظت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر رہی ہے۔"

مکار وزیرِ اعظم حبشی غلام کی طرف مڑا اور بولا:

"تم جھوٹ تو نہیں بول رہے۔ کیا تم نے روح کو دیکھا تھا:"

حبشی غلام نے کہا:

"میرے آقا۔ غلام آپ سے جھوٹ بولنے کی جرأت کیسے کر سکتا ہے۔ میں نے روح کی آواز سنی تھی وہ کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ کسی عورت کی روح تھی اس نے ملکہ سے کہا تھا کہ وہ آسمان سے اس کی مدد کے لیے آئی ہے۔"

شاہی محافظ دستے کے سردار لیونارڈ نے کہا:

"لگتا ہے۔ کوئی جادوگر ملکہ کے ساتھ ہے۔"

مکار وزیر اعظم زور سے ہنسا۔

اس نے کہا:

"اگر ایسا ہے تو میں اس جادوگر کو مزا چکھا دوں گا۔ اسے وہ سزا دوں گا کہ یاد رکھے گا۔"

ماریا یہ سب باتیں سن رہی تھی اس کے جی میں آیا کہ اس عیار وزیراعظم کو الٹے ہاتھ کا تھپڑ مارے مگر کچھ سوچ کر وہ ایسا کرنے سے باز رہی۔

مکار وزیراعظم نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"آپ سب جائیں۔ میں پہلے اس روح کا بندوبست کروں گا۔

پھر ملکہ سے نبٹ لوں گا۔"

سپہ سالار فرڈی نینڈ، وزیرِ دربار بطلیموس، شاہی محافظ دستے کا سردار لیونارڈ اور حبشی غلام چلے گئے۔ تو وزیر اعظم نے زور سے تالی بجائی اور کہا:

"کوئی ہے؟"

فوراً ایک کنیز کمرے میں داخل ہوئی اور کورنش بجا لا کر بولی:

"کنیز حکم کی منتظر ہے عالی جاہ۔"

وزیر اعظم نے کہا:

"ہمارے محافظ دستے کے سردار سے کہو کہ بگھی تیار کرے۔ ہم تیار ہو کر آتے ہیں۔"

کنیز نے سر جھکایا اور الٹے قدموں کمرے سے نکل گئی۔ ماریا بھی اس کے پیچھے چل دی۔ مختلف راہداریوں سے گزر کر کنیز ایک کمرے میں داخل ہوئی۔ کمرے میں کالا کلوٹا سانڈ ایسا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس وقت بکرے کی ایک بھنی ہوئی ران کو وحشیوں کی طرح بھنبھوڑ رہا تھا۔ اس نے لال لال آنکھوں سے کنیز کو گھورا تو وہ سہم کر بولی:

"آقا نے بگھی تیار کرنے کا حکم دیا ہے وہ کہیں جانا چاہتے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محافظ دستے کے سردار نے زور دار ڈکار لی۔ میز پر پڑا بلوری مٹکا جو پانی سے بھرا ہوا تھا اُٹھا کر منہ سے لگا لیا اور اس وقت منہ سے ہٹایا جب اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ بچا تھا۔ مٹکا واپس میز پر رکھتے ہوئے اس نے کنیز کی طرف دیکھا اور دھاڑا :

"تو ابھی تک دفع نہیں ہوئی۔"

ماریا کو اس بداخلاق انسان پر بڑا غصہ آیا مگر وہ ضبط کر گئی۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وزیر اعظم کہاں جا رہا ہے۔ کنیز خوف کے مارے تقریباً بھاگتی ہوئی کمرے سے نکلی تھی۔ کالا سردار اپنے پھولے ہوئے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کھڑا ہوا اور باہر کو چل دیا۔

بگھی تیار ہو گئی۔ وزیر اعظم کے سوار ہوتے ہی بگھی چل پڑی۔ کالے رنگ کے چار طاقت ور گھوڑے بگھی کے آگے جتے ہوئے تھے۔ کوچوان اور کالا سردار اگلے حصے میں بیٹھے تھے جب کہ وزیر اعظم بگھی میں تھا۔ ماریا بگھی کی چھت پر بیٹھی ہوئی تھی۔

بگھی شہر سے باہر جانے والی سڑک پر اُڑی جا رہی تھی۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ ماریا بگھی کی چھت پر بیٹھی یہ سوچ رہی تھی کہ مکار وزیر اعظم

کس سے ملنے جا رہا ہے۔

شہر سے باہر پہنچ کر بگھی ایک کچی سڑک پر مڑ گئی۔ یہ تنگ سا راستہ تھا۔ جو جنگل کو جاتا تھا۔ اونچا نیچا اور غیر ہموار راستہ جا بجا چھوٹے چھوٹے گڑھے تھے۔ دونوں طرف جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ دو تین فرلانگ کے بعد جنگل آ گیا۔ کالے سردار نے دو مشعلیں روشن کر لی تھیں اور ان کی روشنی میں بگھی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

جنگل گھنا ہوتا جا رہا تھا بگھی ایک فرلانگ تک آگے جا سکی۔ یہاں سے راستہ بہت تنگ ہو گیا تھا۔ بلند و بالا درخت راستے پر اس طرح جھکے ہوئے تھے کہ راستہ سرنگ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ بگھی رُکی۔ کالے سردار نے اتر کر دروازہ کھولا اور وزیر اعظم باہر نکل آیا۔

کالے سردار سے ایک مشعل لے کر وزیر اعظم نے اسے یہیں ٹھہرنے کی تاکید کی اور آگے بڑھ گیا۔ ماریا بگھی کی چھت سے اتر آئی تھی اس نے وزیر اعظم کا تعاقب شروع کر دیا۔

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا پتھر کا بت بن گئی

تنگ راستے میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

مکار وزیر اعظم مشعل کی روشنی میں جنگل کے گنجان اور کانٹے دار جھاڑیوں سے بھرے راستے پر آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ کئی فرلانگ تک چلنے کے بعد وزیر اعظم رک گیا۔

ماریا نے دیکھا۔ زمین کے اندر ایک غار سا بنا ہوا ہے۔ وزیر اعظم غار میں داخل ہو گیا۔ غار خاصی کشادہ تھی اور ہوا دار تھی۔ وزیر اعظم کچھ آگے بڑھا تو ایک زینہ آگیا۔ یہ پرانے سیاہ پتھروں کا زینہ تھا اور نیچے کو جاتا تھا۔ زینے پر وزیر اعظم نے پہلا قدم رکھتے ہی ایک دھماکہ ہوا اور روشنی ہو گئی۔

ماریا نے دیکھا۔ زینے کی دیواروں پر انسانی کھوپڑیاں ٹنگی ہوئی ہیں اور ان میں موم کی طرح کوئی سفید چیز جل رہی ہے مگر اس کا شعلہ عام موم بتی سے کئی سو گنا زیادہ روشن ہے۔ یہ عجیب شمع دان خود بخود جل اٹھے تھے۔ ماریا سمجھ گئی کہ یہ کسی جادوگر کا ٹھکانہ ہے۔

وزیر اعظم زینہ اتر رہا تھا۔ زینہ کافی نیچے تک چلا گیا تھا۔ فضا میں نم آلود بو تھی اور ہولناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ زینے کے اختتام پر ایک گول سوراخ بنا ہوا تھا۔ اس میں سے ایک آدمی جھک کر گزر سکتا تھا۔ سوراخ کے دوسری طرف ایک بڑا کمرہ تھا۔

دیواروں پر جا بجا مکڑیوں کے جالے لٹک رہے تھے۔ مکڑیوں کی سرخ آنکھیں بلبوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ ان کی ٹانگیں لمبی تھیں۔ ایک کونے میں لکڑی کا پلنگ پڑا تھا۔ بڑا بھیانک منظر تھا۔ پلنگ کے اوپر ایک بڑی چمگادڑ پر پھیلائے بیٹھی تھی۔ اس کے پنجوں میں انسانی کھوپڑیاں دبی ہوئی تھیں۔ پلنگ کے سرہانے دو الو بیٹھے تھے وزیر اعظم کو دیکھتے ہی وہ منحوس آوازیں نکالنے لگے۔ ماریا کے جسم میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔

کمرے کی دیواروں پر مختلف انسانی اعضا سجے ہوئے تھے۔ انسانی ران کی ہڈی کو کھوکھلا کر کے اس میں مشعل لگائی گئی تھی۔ کمرے کے دوسرے کونے میں آتش دان کے آگے ایک کالا بھجنگ اور ریچھ کی طرح ہٹا کٹا آدمی بیٹھا تھا۔ اس کے گلے میں ہڈیوں کی مالا اور سر پر الو کے پروں کا تاج تھا۔

یہ ابلیس جادوگر تھا۔ روم کے جادوگروں کا سردار۔ آدمی کو جانور اور پتھر بنا دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ ابلیس جادوگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے آگے مختلف جڑی بوٹیاں، الو کی کھوپڑی ہاتھی کے دانت، گدھ
کی چونچ اور بھیڑیئے کے ناخن وغیرہ پڑے تھے۔ وہ اس وقت
جادو کی کوئی خاص دوا تیار کر رہا تھا۔

گہرے سانس کے ساتھ ابلیس جادوگر کی آواز گونجی:

"شیطانِ اعظم ـــــ تمہیں بدی کی ہمت دے۔ اے وزیرِاعظم
ینی لولو ـــــ میرے دوست کے بیٹے ـــــ کیا چاہتے ہو؟"

آواز ایسے تھی جیسے کوئی گہرے کنوئیں سے بول رہا ہو۔ ابلیس
جادوگر نے وزیر اعظم کی طرف دیکھا تک نہیں تھا۔ وہ آتشدان
پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

وزیر اعظم ینی لولو نے جھک کر کہا:

"اے عظیم جادوگر ـــ سلام لعنت ـــــ میں روم کا بادشاہ
بن کر بدی کو پھیلانا چاہتا ہوں مگر آسمان کی ایک روح میرے
راستے میں آ گئی ہے۔"

یہ کہہ کر وزیر اعظم ینی لولو نے ساری کہانی سُنادی۔

ابلیس جادوگر نے گہرا سانس لیا اور کہا:

"اے ینی لولو ـــ میرے دوست کے بیٹے ـــ جاؤ ـــ
روم کا تخت تمہارا ہے اس روح کو میں قید کر لوں گا۔"

مکار وزیر اعظم خوش ہو گیا۔ اس نے کہا:

"اے عظیم جادوگر ـــ شیطانِ اعظم تم پر اپنی نوازشیں کرے۔"

یہ کہہ کر وزیرِاعظم واپسی کے لیے مڑ گیا۔ ماریا وہیں رہی وہ
دیکھنا چاہتی تھی کہ اب یہ خبیث جادوگر کیا کرتا ہے۔ ابلیس
جادوگر جھومتا ہوا اٹھا۔ پلنگ کے نیچے سے لوہے کا ایک
صندوق نکالا۔ یہ صندوق خاصا بڑا تھا۔ ابلیس جادوگر صندوق
اٹھائے آتش دان کے پاس آ گیا۔

ابلیس جادوگر صندوق کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ
گیا۔ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے اس نے جیب سے
چمکتا ہوا چاقو نکالا اور اس سے دائیں ہاتھ کی چھنگلیا کو زخم
لگا کر خون کے چند قطرے صندوق کے تالے پر ٹپکائے اور
زور زور سے کوئی منتر پڑھنے لگا۔

ماریا، جادوگر سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی یہ تماشہ
دیکھ رہی تھی۔ خون کے قطرے تالے پر پڑتے ہی صندوق ہلنے
لگا۔ پھر اس کا ڈھکن اوپر اُٹھ گیا۔ ابلیس جادوگر نے زور
سے چیخ ماری۔ اس کی چیخ ایسے تھی جیسے کئی انسانی کھوپڑیاں
زور سے آپس میں ٹکرائی ہوں۔ منحوس الو دوبارہ چلانے لگے
تھے۔ ایک بار تو ماریا بھی گھبرا گئی کہ یہ خبیث جادوگر کیا
کرنے جا رہا ہے۔

صندوق میں کالے رنگ کی ایک مورتی پڑی تھی۔ مورتی کی
شکل بڑی ڈراؤنی تھی۔ سرخ زبان باہر کو نکلی ہوئی تھی۔ آنکھیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لہو رنگ تھیں۔ مورتی کے ہاتھ میں ترشول تھا۔ اس وقت مورتی
بے جان تھی۔

ابلیس جادوگر نے بلند آواز سے منتر پڑھتے ہوئے اپنے
چوغے سے ایک موٹی لفافہ نکالا۔ اس میں سرخ رنگ کا
سفوف بھرا ہوا تھا۔ لفافہ کھول کر ابلیس جادوگر نے سفوف
آتش دان میں پھینک دیا۔ گہرے نیلے رنگ کا ایک شعلہ پیدا
ہوا اور کمرے میں تیز بدبو کے ساتھ گاڑھا دھواں پھیل گیا۔
ابلیس جادوگر آگے کو جھکتا ہوا بولا:

"چڑیلوں کی ملکہ۔ اپنے غلام کی مدد کر۔"

چڑیلوں کی ملکہ کی مورتی میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس کی
آنکھوں میں ڈیلے گھومنے لگے۔ زبان بار بار اندر باہر جانے
لگی۔ اس کے دو ہاتھ اوپر کو اُٹھے اور وہ صندوق کے کنارے
کو تھام کر اُٹھ بیٹھی۔

چڑیلوں کی ملکہ کی آنکھوں میں ڈیلے تیزی سے گھومنے
لگے تھے اور آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگی تھیں۔ پھر کمرے میں
کسی سانپ کی پھنکار سے مشابہہ آواز گونجی:

"تو نے مجھے گہری نیند سے بیدار کیا ہے۔ بول کیا
مانگتا ہے؟"

ابلیس جادوگر خوش ہوگیا۔ اپنے زرد اور گندے دانت

نکال کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا:

"تو عظیم ہے چڑیلوں کی ملکہ ___ میرے دوست کا بیٹا روم
کا وزیر اعظم یعنی لوو ایک روح کے ہاتھوں تنگ ہے میں
اس روح کو قید کرنا چاہتا ہوں۔"

چڑیلوں کی ملکہ نے قہقہہ لگایا پھر کہا:

"وہ روح نہیں ہے۔ وہ ایک غیبی عورت ہے جو پانچ ہزار
سال سے زندہ ہے۔ اس کا نام ماریا ہے۔ اس کے دو ساتھی
بھی ہیں۔ ایک کا نام عنبر ہے جو کبھی نہیں مرے گا اور ایک
ناگ ہے جسے پانچ سو سال زندہ رہنے کے بعد یہ طاقت مل
گئی ہے کہ وہ انسان یا کسی بھی جانور کی شکل اختیار کر
سکتا ہے۔"

ماریا چونک اٹھی کہ چڑیلوں کی ملکہ بدبخت اس کے بارے
میں سب کچھ جانتی ہے۔ ابلیس جادوگر غصے میں آ گیا تھا۔
اس نے کہا:

"میں غیبی عورت کو اپنے جادو سے مار دوں گا۔"

چڑیلوں کی ملکہ نے کہا:

"تم اسے نہیں مار سکو گے۔ سنو تم قیامت تک زندہ رہنے
کے لیے سالوں سے یہاں چلہ کاٹ رہے ہو۔ اب تمہاری
خواہش پوری ہونے اور تمہیں ابدی زندگی ملنے کا وقت آ پہنچا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ اس غیبی عورت کے ایک ساتھی عنبر کو جو کبھی نہ مرنے کی طاقت رکھتا ہے تم اپنے قابو میں کر لو اور اس کے سر پر مردہ الو کی کھوپڑی رکھ کر چالیس دن تک چلہ کاٹو ۔۔ تمہاری خواہش پوری ہو گی مگر پہلے تمہیں غیبی عورت کو قابو کرنا ہو گا۔"

خبیث جادوگر خوشی سے نہال ہو گیا وہ بولا:

"اے عظیم ملکہ ۔۔۔ وہ غیبی عورت کہاں ہے اور میں اسے کس طرح قابو کر سکتا ہوں؟"

چڑیلوں کی ملکہ کا سر اس طرف گھوم گیا جدھر ماریا کھڑی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ماریا کو دیکھ سکتی ہے۔ ماریا تو پہلے ہی ان دونوں خبیثوں کی گفتگو سے پریشان ہو رہی تھی۔ اب جب اسے معلوم ہوا کہ چڑیلوں کی ملکہ اسے دیکھ سکتی ہے تو وہ باہر کو دوڑی۔

چڑیلوں کی ملکہ نے کہا:

"وہ غیبی عورت اس کمرے میں ہے اور اب باہر کو بھاگ رہی ہے۔"

جادوگر اچھل پڑا۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا مگر اسے ماریا نظر نہ آئی وہ بولا:

"اے عظیم ملکہ مجھے تو نظر نہیں آ رہی۔"

چڑیلوں کی ملکہ چلائی:

"تو اسے نہیں دیکھ سکتا۔ تیرے جادو میں ابھی وہ طاقت نہیں پیدا ہوئی۔ لیکن اگر تو ہمیشہ کی زندگی چاہتا ہے تو اسے غار میں نکلنے سے پہلے قابو کرے۔"

ابلیس جادوگر گھبرا گیا اس نے کہا:

"اے عظیم ملکہ ۔۔۔ وہ مجھے نظر نہیں آتی میں اسے کس طرح قابو کروں؟"

چڑیلوں کی ملکہ کی آنکھوں سے سرخ رنگ کی تیز روشنی نکل کر اس کے ہاتھ میں موجود ترشول پر پڑی۔ ملکہ نے ترشول ابلیس جادوگر کی طرف بڑھایا اور کہا:

"اس ترشول کو دروازے کی طرف پھینک دے۔ یہ اس غیبی عورت کو ظاہر کرے گا اور اسے بے بس کر دے گا۔"

ابلیس جادوگر نے ترشول لیا اور پوری قوت سے دروازے کی طرف اچھال دیا۔ شوں کی زوردار آواز پیدا ہوئی اور چکر کھاتا ہوا دروازے سے نکل گیا۔

ماریا بھاگتی ہوئی زینے تک پہنچ چکی تھی اور اب زینہ چڑھ رہی تھی کہ شوں کی آواز کے ساتھ ترشول آ پہنچا۔ ماریا رکنے کی بجائے تیزی سے زینہ طے کرنے لگی۔ ترشول نے اس کے سر پر پہنچ کر تین چکر کھائے۔ پھر ترشول سے چنگاریاں پھوٹیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور ماریا کے اوپر گریں۔

چنگاریاں گرتے ہی ماریا جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہ گئی اس نے آگے جانے کے لیے قدم اٹھانا چاہا مگر پاؤں تو گویا زمین سے چپک گئے تھے۔ ماریا پریشان ہو گئی۔ وہ بھاگنا چاہتی تھی مگر اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہل سکی۔ وہ بے بس ہو چکی تھی۔

ترشول واپس جا چکا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ ابلیس جادوگر بھاگا چلا آ رہا تھا۔ ماریا اب ظاہر ہو چکی تھی۔ جادوگر اسے دیکھ سکتا تھا۔ اس نے زور دار قہقہہ لگایا اور کہا:

"وقت آ گیا ہے۔ اب میں لافانی بن جاؤں گا۔ تمہارا ساتھی عنبر میرے ہاتھوں سے بچ نہ سکے گا۔ چڑیلوں کی عظیم ملکہ میری مددگار ہے ہا ہا ہا۔"

ابلیس جادوگر نے ماریا کو اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا اور واپس چل دیا۔ ماریا سب کچھ دیکھ سکتی تھی۔ محسوس کر سکتی تھی سوچ سکتی تھی مگر حرکت نہ کر سکتی تھی۔ خبیث جادوگر اسے اٹھائے واپس کمرے میں پہنچا۔

چڑیلوں کی ملکہ کی مورتی اپنی جگہ کھڑی تھی۔ ترشول اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے کہا:

"اسے میرے پاس کھڑا کر دو۔"

ابلیس جادوگر نے ایسا ہی کیا۔ چڑیلوں کی ملکہ نے ایک ہاتھ اٹھا کر ماریا کے سر پر رکھ دیا۔ سردی کی ایک لہر ماریا کے پورے جسم میں دوڑ گئی۔ چڑیلوں کی ملکہ کے ہاتھ برف سے زیادہ سرد تھے۔ ماریا کو بہت سردی محسوس ہو رہی تھی۔ چند منٹ بعد سردی کا یہ احساس جاتا رہا۔

اسی وقت ماریا کا جسم پتھر کا بننا شروع ہو گیا۔ پہلے پاؤں پتھر کے بنے پھر ٹانگیں بازو دھڑ گردن اور سر بھی پتھر کا بن گیا۔ ماریا کے سننے کی اور دیکھنے کی طاقت باقی تھی مگر اس کا سارا جسم پتھر کا بن چکا تھا۔ نیلے رنگ کا لباس اور سنہری بال جو شانوں پر بکھرے ہوئے تھے پتھر کے بن چکے تھے۔

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شاہوس کی موت

ماریا پتھر کی بن چکی تھی۔

چڑیلوں کی ملکہ نے ابلیس جادوگر سے کہا:

"اسے کمرے کے کسی کونے میں رکھ دینا۔ اب یہ اس وقت تک پتھر کا مجسمہ بنی رہے گی جب تک تم زندہ ہو۔ اب میری بات غور سے سنو۔ اس کا ساتھی عنبر روم میں ہی ہے کہاں ہے اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی۔ کیوں کہ وہ میرے جادو کی حدود سے باہر ہے۔ عنبر کو تلاش کرنا تمہارا کام ہے۔ جب تم عنبر کو تلاش کر لو تو میرا ترشول اس کے سر میں مارنا:"

چڑیلوں کی ملکہ نے ترشول ابلیس جادوگر کے ہاتھ میں دے دیا اور دوبارہ کہنا شروع کیا:

"جوں ہی یہ ترشول عنبر کے سر کو لگے گا۔ عنبر کا دماغ تمہارے قبضے میں آ جائے گا۔ عنبر وہی کرے گا جو تم کہو گے۔ عنبر کو قابو کرنے کے بعد تمہیں چالیس دن کا چلا کاٹنا ہو گا۔

ان چالیس دنوں میں تم ہر رات عنبر سے قبرستان سے ایک تازہ لاش منگواؤ گے۔ عنبر کے سر پر مردہ الّو کی کھوپڑی باندھ دینا اور ہر لاش کو چیر کر اس کا دل نکالنے کے بعد اسے جلا دیا کرنا۔ ہر لاش جلانے کے بعد تم ایک کیل عنبر کے جسم میں ٹھونک دینا۔ اس طرح چالیس لاشوں کے دل نکالنا اور انہیں جلانا — اور عنبر کے جسم میں چالیس کیلیں ٹھونکنا جب تم چالیسویں کیل ٹھونکو گے عنبر پتھر کا مجسمہ بن جائے گا۔

بچو! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ عام حالت میں عنبر کا جسم نرم ہوتا ہے اور غصے کی حالت میں سخت۔

چڑیلوں کی ملکہ نے دوبارہ کہنا شروع کیا:

"چالیس لاشوں سے نکالے دل تم بیروت دیوتا کے قدموں میں ڈھیر کر دینا۔ پھر تمہیں ہمیشہ زندہ رہنے کی طاقت مل جائے گی جو اس وقت عنبر کے پاس ہے اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو عنبر اور ماریا ہمیشہ کے لیے پتھر کے بت بنے رہیں گے:"

ابلیس جادوگر نے قہقہہ لگایا اور کہا:

"اے چڑیلوں کی عظیم ملکہ — تیری مدد سے کامیابی میرے قدم چومے گی۔ میں اپنی کامیابی کے راستے میں آنے والی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہر کارڈ کے پرچے اڑا دوں گا۔ میں ہمیشہ کی زندگی حاصل کر کے رہوں گا۔"

چڑیلوں کی ملکہ نے کہا:

"خبردار۔ عنبر اور ماریا کے تیرے ساتھی ناگ سے ہوشیار رہنا۔ وہ ایک سانپ ہے مگر اسے یہ طاقت مل چکی ہے کہ انسان کے ساتھ ساتھ ہر جانور کا روپ بھی دھار سکتا ہے۔ اگر ناگ اس کمرے تک پہنچ گیا تو تمہارا سارا جادو تباہ ہو جائے گا اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔"

ابلیس جادوگر گھبرا گیا اس نے کہا:

"اے چڑیلوں کی ملکہ۔ ناگ اس وقت کہاں ہے؟"

جواب ملا:

"وہ ملک روم میں نہیں ہے۔ کہیں اور ہے۔ فی الحال تم عنبر کی فکر کرو اور اسے قابو میں کرو۔" یہ کہہ کر چڑیلوں کی ملکہ نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا۔ کمرے میں ایک شعلہ پیدا ہوا اور سامنے کی دیوار پر روشنی پھیل گئی۔ اسی روشنی میں ایک نوجوان کی تصویر ابھری یہ عنبر تھا۔

چڑیلوں کی ملکہ نے کہا:

"اسے پہچان لو یہی تمہارا شکار ہے۔"

اب چڑیلوں کی ملکہ واپس صندوق میں لیٹ گئی۔ اس کا

جسم دوبارہ کالے رنگ کی مورتی میں تبدیل ہو گیا۔ صندوق بھی خود بخود بند ہو گیا۔ ابلیس جادوگر نے صندوق پلنگ کے نیچے رکھ دیا۔

آتش دان کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے منتر پڑھنا شروع کیا۔ منتر مکمل کرنے کے بعد ابلیس جادوگر نے منہ چھت کی طرف کر کے پھونک ماری۔ اس کے منہ سے نارنجی رنگ کا شعلہ نکل کر چھت سے ٹکرایا۔ فوراً ہی کمرے میں گاڑھے سیاہ رنگ کا دھواں پھیل گیا۔ پھر یہ دھواں اکٹھا ہونے لگا۔

دیکھتے ہی دیکھتے دھواں ایک بڑے سانپ میں تبدیل ہو گیا۔ جادو کے اس سانپ کے منہ سے پھنکاریں نکل رہی تھیں۔ دو شاخی زبان لپلپا رہی تھی۔ سانپ کا منہ ہلا اور ایک منمناتی آواز آئی:

"کیا حکم ہے میرے آقا؟"

ابلیس جادوگر نے کہا:

"تم کمرے کے دروازے میں بیٹھ جاؤ۔ کوئی اندر نہ آنے پائے۔ یہاں کی حفاظت میں تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔"

جادو کے سانپ نے زبان لپلپائی اور کہا:

"میرے آقا۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابلیس جادوگر نے کہا،
"میں ایک ایسے آدمی کو پکڑنے جا رہا ہوں جو پانچ ہزار سال سے زندہ ہے اور جسے موت نہیں آئی۔ اس کا نام عنبر ہے وہ میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکے گا"

ابلیس جادوگر نے یہ کہہ کر چڑیلوں کی ملکہ کا دیا ترشول اٹھایا۔ ترشول خود بخود چھوٹا ہو گیا۔ ابلیس جادوگر نے اسے جیب میں رکھا اور کمرے سے نکل گیا۔ ماریا بت بنی یہ سب دیکھ رہی تھی مگر وہ بے بس تھی کچھ نہیں کر سکتی تھی ۔۔ جادو کا سانپ دروازے میں پھن کاڑھ کر بیٹھ گیا۔
ابلیس جادوگر عنبر کی تلاش میں نکل چکا تھا۔

O

صبح ہو گئی۔ عنبر شہر سے باہر کھیتوں میں ایک ٹیلے پر بنے مجسمے کے چبوترے پر بیٹھا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے روم میں ماریا کا سراغ لگائے، ممکن ہے وہ بھی پیچھے کے زمانے میں چھلانگ لگانے کے بعد روم میں آ گئی ہو۔ خدا کا نام لے کر عنبر اٹھا اور شہر کی طرف چل دیا۔
بازار کھل چکے تھے۔ رومن کھلی آستینوں والا لباس پہنے

گھوم پھر رہے تھے۔ بازاروں میں خوب رونق تھی۔ عنبر بازار میں چلتا ہوا ایک چوک میں پہنچا تو ایک نانبائی کی دوکان کے آگے رش دیکھ کر رک گیا۔
عنبر نے آگے بڑھ کر دیکھا چھوٹے قد کا مگر بھینسے کی طرح ہٹا کٹا ایک رومن ہنٹر سے ایک بوڑھے کو پیٹ رہا ہے۔ بوڑھے کے بال سفید تھے اور وہ بہت کمزور تھا یوں لگتا تھا جیسے اس کی ہڈیوں پر کھال منڈھی ہوئی ہو۔ وہ ہٹے کٹے رومن کی منت سماجت کر رہا تھا مگر وہ تو گویا بہرہ تھا۔
ان دونوں کے چاروں طرف گول دائرے کی شکل میں رومن شہری جمع تھے مگر وہ بجائے بوڑھے کو بچانے کے بڑی دلچسپی سے اسے پٹتا دیکھ رہے تھے عنبر نے ایک نوجوان رومن سے پوچھا،
"بھائی ۔۔۔ یہ کون ہے اور بوڑھے کو کیوں پیٹ رہا ہے؟"
رومن نوجوان نے حقارت بھری نظروں سے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر اس وقت ایک ایسا مصری نوجوان نظر آ رہا تھا جو روزی کی تلاش میں یہاں آیا ہو۔ اس نے جو کپڑے پہن رکھے تھے وہ غلاموں والے تھے۔ رومن نے نفرت سے اسے گھورتے ہوئے کہا،
"تم کون ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر نے کہا:

"میں ملک روم میں اجنبی ہوں اور ملک مصر سے آ رہا ہوں"

رومن نوجوان طنزیہ انداز میں ہنسا اور بوڑھے کو پیٹنے والے ہٹے کٹے رومن کی طرف اشارہ کر کے بولا:

"یہ شاہلوس ہے۔ یہاں کے گورنر کا بھانجا اور نامور بہادر"

عنبر نے کہا:

"یہ اس کمزور بوڑھے کو کیوں پیٹ رہا ہے۔ بہادروں کا تو فرض ہے کہ وہ کمزوروں کی حفاظت کریں"

رومن نوجوان نے جواب دینے کی بجائے منہ پھیر لیا۔ عنبر مجمع چیرتا ہوا میدان میں آ گیا اور شاہلوس کا ہنٹر پکڑ لیا۔ سارے لوگ دم بخود رہ گئے۔

چھوٹے قد کے رومن شاہلوس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ آنکھوں سے زہریلا سانپ معلوم ہوتا تھا۔ شاہلوس خاموشی سے عنبر کو گھور رہا تھا۔ اس کے دیکھنے کا انداز بڑا جارحانہ اور مقابل کو بوکھلا دینے والا تھا مگر اس احمق کو کیا معلوم تھا کہ وہ جس شخص کے سامنے کھڑا ہے وہ طاقت میں بے مثال ہے اور اس نے کسی سے مرعوب ہونا نہیں سیکھا۔

عنبر نے کہا:

"اے رومن۔ تو اس بوڑھے کو بلاوجہ کیوں پیٹ رہا ہے"

شاہلوس نے قہقہہ لگایا اور مجمع کی طرف مڑ کر کہا:

"لوگو۔ سن رہے ہو یہ بلیکی کیا کہہ رہا ہے۔ یہ شاہلوس بہادر سے وجہ پوچھ رہا ہے۔ اسے شاید معلوم نہیں کہ موت اس کے سر پر منڈلا رہی ہے"

لوگ قہقہے لگانے لگے۔ اس کے دبلے پتلے جسم کا مذاق اڑانے لگے۔ کہاں تو گینڈے کی طرح ہٹا کٹا شاہلوس اور کہاں دبلا پتلا عنبر۔ شاہلوس نے ہنٹر کو پوری قوت سے جھٹکا دیا۔ عنبر جان بوجھ کر گر گیا۔ شاہلوس نے زوردار قہقہہ لگایا۔ عنبر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے کہا:

"اے شاہلوس۔ کیا تیری کوئی اولاد ہے اگر ہے تو میں تجھے جان سے نہیں ماروں گا"

شاہلوس بھینسے کی طرح ڈکراتا آگے بڑھا اور ہنٹر گھماتے ہوئے بولا:

"اے بلیکی۔ کیا تو پاگل ہے"

شاہلوس نے کہا:

"اگر تو میرے قدموں کو چومے اور میری غلامی قبول

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرے تو میں تیری جان بخشی کر سکتا ہوں۔"

عنبر نے لاپرواہی سے کہا:

"میں حکم مانا نہیں کرتا۔ حکم منوایا کرتا ہوں۔ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے تو مجھے کبھی نہیں مار سکتا۔"

شاہلوس نے بڑی حقارت سے زمین پر تھوکا اور کہا:

"تو کیا میں تیرے باپ کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔"

عنبر اپنے باپ کے خلاف نہ سن سکا۔ اس نے آگے بڑھ کر شاہلوس کے منہ پر مکّا مارا۔ شاہلوس عنبر کا مکّا کھاتے ہی کئی فٹ دور جا گرا۔ اس کے منہ سے خون نکلنے لگا تھا۔

لوگوں کے منہ سے حیرت بھری چیخیں نکل گئیں۔ شاہلوس غصے میں دیوانہ ہو گیا۔ وہ اُٹھ کر عنبر پر جھپٹا۔ عنبر نے اپنی جگہ سے کوئی حرکت نہ کی۔ شاہلوس نے پوری قوت سے عنبر کے سر پر مکّا مارا مگر اس کے اپنے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اسے یوں لگا جیسے لوہے کی چٹان پر مکّا مارا ہو۔

اب عنبر آگے بڑھا۔ اس نے شاہلوس کو کمر میں بندھی چمڑے کی بیلٹ سے پکڑ کر اُٹھایا اور سر سے بلند کر کے چکر دینے لگا۔ شاہلوس کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخیں نکل رہی تھیں پھر اس سے پہلے کہ عنبر شاہلوس کو زمین پر پٹختا اور اس کا جسم گوشت کا لوتھڑا بن جاتا۔ شاہلوس چلا اُٹھا:

"میرا ایک بیٹا ہے تو نے کہا تھا کہ اگر میری اولاد ہوئی تو تجھے نہیں مارے گا۔"

عنبر نے بڑی آہستگی سے شاہلوس کو زمین پر ڈال دیا۔ لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عنبر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ چپ تھے۔ ان کے ہونٹوں پر تو گویا خاموشی کی مہر لگ گئی تھی۔

عنبر نے کہا:

"دفع ہو جا۔ آئندہ کسی کمزور پر ہاتھ نہ اٹھانا۔"

شاہلوس لڑکھڑاتا ہوا ایک طرف چل دیا۔ مجمع بھی بکھر گیا۔ عنبر نے بوڑھے کو اٹھایا اور دوکان کی طرف بڑھ گیا۔

بوڑھے نے کہا:

"دیوتاؤں کا شکر ہے انہوں نے تمہیں میری مدد کے لیے بھیجا۔ ورنہ ظالم شاہلوس مجھے ہلاک کر ڈالتا۔"

عنبر نے کہا:

"اے بزرگ۔ تجھے میرے ایک خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے جو زمین و آسمان کا مالک ہے جو عزت دیتا ہے ان لوگوں کو جو اس کے مستحق ہوتے ہیں اور ذلت دیتا ہے انہیں جو بُرے کام کرتے ہیں۔ پتھر کے بت جنہیں خود انسان تراشتے ہیں کسی کو کچھ نہیں دے سکتے۔ کسی کی مدد نہیں کر سکتے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بوڑھا گھبرا گیا۔ اس نے کہا:

"اے بہادر نوجوان ـــــ ایسا نہ کہو ورنہ دیوتا تجھ سے طاقت چھین لیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"اے بزرگ۔ تم غلطی پر ہو۔ پتھر سے بنے دیوتا کسی سے کچھ نہیں چھین سکتے اور نہ کسی کو کچھ دے سکتے ہیں۔ ایک خدا کی عبادت کرنے والے نہ جھوٹ بولتے ہیں نہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے، نفرت، حسد، غیبت اور دوسرے برے کاموں سے بچتے ہیں۔"

بوڑھے نے پوچھا:

"کیا تمہارے خدا کا کوئی بت نہیں ہے؟"

عنبر نے کہا:

"نہیں ـــــ میرے خدا کا کوئی بت نہیں۔ اس کے ماننے والے بت شکن ہوتے ہیں۔ وہ بتوں کو پوجتے نہیں انہیں توڑتے ہیں۔"

بوڑھے نے حیرانگی سے پوچھا:

"اچھا ـــــ تو پھر تم اپنے خدا کی عبادت کس طرح کرتے ہو؟"

عنبر نے مسکرا کر جواب دیا۔

"برے کاموں سے بچ کر، لوگوں کے دکھ دور کر کے۔ ایک

خدا کو، جو عظیم ہے رحم کرنے والا ہے اسے ماننے والے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں۔ مشکل وقت میں صرف خدا سے مدد چاہتے ہیں۔ جو دلوں کا حال جانتا ہے۔"

بوڑھا، عنبر کی باتوں سے متاثر نظر آ رہا تھا۔ وہ اس وقت دوکان میں بیٹھے تھے۔ یکایک بوڑھا اس طرح چونک اٹھا جیسے اسے کوئی بات یاد آ گئی ہو۔ وہ خوف زدہ نظر آنے لگا اس نے کہا:

"اے بہادر نوجوان ـــــ تو یہاں سے بھاگ جا ـــــ شاہطوس ضرور اپنے ماموں کے پاس گیا ہو گا۔ جو شہر کا گورنر ہے۔ رومی سپاہی آ کر تجھے پکڑ لیں گے اور ہلاک کر دیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"فکر مت کر اے بزرگ ـــــ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ بازار گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سے گونج اٹھا۔ بوڑھے نے ہانپتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں کہا:

"بھاگ جا اے بہادر نوجوان ـــــ ظالم رومی سپاہی آ رہے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر نے کہا:

"اے بزرگ — میری فکر چھوڑ۔ تو پچھلے دروازے سے نکل جا۔ میں خود ہی ان سے نبٹ لوں گا۔"

عنبر نے بوڑھے کو پچھلے دروازے سے نکال دیا اور خود دوکان کے باہر بیٹھ کر بڑے مزے سے نان کھانے لگا۔

چند لمحے بعد ظالم رومی سپاہیوں کا دستہ نمودار ہوا۔

بازار اب خالی ہو چکا تھا۔ دوکان داروں نے اپنی دکانیں بند کر لی تھیں۔ ظالم رومی سپاہی گھوڑوں پر سوار تلواریں نیزے لہراتے عنبر کے پاس پہنچ گئے۔ شاہلوس ان کے ساتھ تھا۔

اس نے چلا کر کہا:

"گرفتار کر لو اس کتے کے بچے کو۔"

عنبر کو غصہ آگیا۔ باپ کو گالی وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے کہا:

"تجھے ابھی پتہ چل جاتا ہے کہ کتے کا بچہ کون ہے۔"

عنبر نے لمبی چھلانگ لگائی اور شاہلوس پر جا گرا۔ شاہلوس گھوڑے سے گر گیا۔ عنبر نے گریبان سے پکڑ کر اسے کھڑا کیا اور پوری طاقت سے مکا شاہلوس کے سر

پر مارا۔ شاہلوس پٹخنیاں کھاتا ہوا دور جا گرا۔ اس کے حلق سے بس "قیں" کی ایک آواز نکل سکی۔

شاہلوس کا بھینسے جتنا سر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ بھیجہ منہ اور ناک کے راستے باہر نکل آیا تھا۔ وہ کسی دُم کٹی چھپکلی کی طرح زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جالینوس اور عنبر

رومی سپاہیوں نے جب یہ دیکھا کر عنبر نے شاہلوس کو مار ڈالا ہے تو وہ تلواریں سونت کر چلاتے ہوئے عنبر پر حملہ آور ہو گئے۔ ایک رومی سپاہی نے آگے بڑھ کر تلوار کا بھرپور وار کیا۔

تلوار لہراتی ہوئی عنبر کی گردن پر پڑی اور دو ٹکڑے ہو گئی۔ سپاہی کی تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ تلوار کا یہ وار کسی انسان کی گردن اڑا دیتا مگر یہاں تو معاملہ ہی اُلٹا تھا۔ تلوار کے ہی ٹکڑے ہو گئے تھے۔ سپاہی کو غش آ گیا وہ کھڑے کھڑے دھم سے زمین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

دوسرے سپاہی نے پوری طاقت سے نیزہ عنبر کے سینے پر مارا۔ نیزہ ٹوٹ گیا۔

ایک سپاہی چلایا:

"یہ کوئی جادوگر ہے اسے زنجیروں میں جکڑ کر گورنر کے پاس لے چلو۔"

اس سپاہی کا یہ کہنا تھا کہ چھ سات سپاہیوں نے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ موٹی زنجیروں سے بنا جال عنبر پر پھینکا۔ اور اسے جکڑ لیا۔

عنبر چاہتا تو بڑی آسانی سے زنجیروں کو توڑ دیتا مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ اس نے سوچا دیکھیں گورنر کیا کرتا ہے۔ سپاہی عنبر کو گھوڑے پر لاد کر چل دیئے۔

شاہلوس کی لاش زمین پر پڑی تھی۔ ظلم کرنے والے کا یہی انجام ہوتا ہے جو بُرے کام کرتا ہے۔ اس کا انجام بھی بُرا ہوتا ہے۔

سپاہی، عنبر کو ہمراہ لیے گورنر کے محل پہنچ گئے۔ محل بڑا خوبصورت تھا۔ زنجیروں کے جال میں جکڑے عنبر کو گورنر کے سامنے پیش کیا گیا۔

گورنر کا دربار بڑا شاندار تھا۔ یہ قدیم طرز پر بنا ایک بڑا ہال کمرہ تھا۔ بلند و بالا ستون شاہانہ وقار سے منقش چھت کو سہارا دیئے ہوئے تھے۔ فرش پر گہرے سبز رنگ کا پھول دار قالین بچھا ہوا تھا۔ دیواروں پر مشعلیں لگی ہوئی تھیں جن میں چربی جل رہی تھی۔

جگہ جگہ رومن سپاہی تلواریں سونتے کھڑے تھے۔ وہ بالکل خاموش اور بتوں کی طرح ساکت کھڑے تھے۔ ہال کی سامنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

والی دیوار کے ساتھ تخت تھا جو مور کی شکل کا تھا۔ تخت
میں کئی رنگوں کے ہیرے جڑے ہوئے تھے جو جگمگ جگمگ
کر رہے تھے۔

تخت پر ایک موٹا رومن بیٹھا ہوا تھا۔ وہ رومن طرز کا
کھلا لباس پہنے ہوئے تھا اس کے سر پر تاج تھا جس
میں مور کے پروں کے علاوہ ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ یہ گورنر
کے تخت کے دائیں بائیں دو غلام کھڑے تھے جن کے ہاتھوں
میں مورچھل تھے۔

تخت کے دونوں طرف دو کرسیاں تھیں ایک کرسی پر
لمبی داڑھی والا ایک بوڑھا بیٹھا تھا دوسری کرسی پر گوشت
کا پہاڑ بیٹھا تھا۔ اسے گوشت کا پہاڑ کہنا ہی مناسب ہے۔
وہ ہاتھی جیسا موٹا تازہ تھا۔ اس نے لوہے کا لباس پہن
رکھا تھا

عنبر کو گرفتار کر کے لانے والے سپاہی گورنر کے آگے
نصف جھکے پھر ایک نے کہا:

"عالی جاہ۔ اس باغی نوجوان نے آپ کے بھانجے شاموس
کو ہلاک کر دیا ہے۔"

گورنر کا چہرہ غیض و غضب کی تصویر بن گیا۔ اس نے
عنبر کو کچا چبا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا:

"اے بدبخت نوجوان۔ تو کون ہے؟"

عنبر نے اپنے بدن کو زور سے جھٹکا دیا۔ زور دار جھنکار
کے ساتھ زنجیریں ٹوٹ کر فرش پر آ رہی تھیں۔ گورنر نے
آگے کو جھک کر بڑے غور سے عنبر کو دیکھا۔

عنبر نے کہا:

"تیرے بھانجے نے مجھے گالی دی اور میں نے اسے مٹا دیا۔"

گورنر نے سرسراتی آواز میں کہا:

"تو بڑا بہادر معلوم ہوتا ہے۔ میں بہادروں کی قدر کرتا
ہوں میں تیرا امتحان لوں گا اگر تو اس میں کامیاب رہا تو
تیری جان بخشی کر دی جائے گی۔"

عنبر کے جی میں آیا کہ اس احمق گورنر سے کہے کہ تو
مجھے کیا مارے گا اپنی جان کی خیر منا۔ مگر اس نے کچھ سوچ
کر کہا:

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں"

گورنر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا:

"ابھی پتہ چل جاتا ہے کہ تو کتنا بہادر ہے۔ لیکن یہ سن
لے کہ میں بزدلوں کی کھال کھنچوا کر اس میں بھس بھروا
دیتا ہوں۔"

عنبر کچھ کہنے کی بجائے خاموش رہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گورنر، عنبر، بوڑھا اور گوشت کا پہاڑ نما شخص، سپاہیوں
کے ہمراہ محل سے ملحق ایک بڑے میدان میں پہنچے۔ اس
اس میدان میں ایک بڑا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ اکھاڑے کے
پاس ایک بہت بڑا گرز پڑا ہوا تھا۔ جو تیز دھوپ میں
چمک رہا تھا۔ گرز کے ساتھ لوہے سے بنا ایک بہت
بڑا تیر کمان پڑا تھا۔

گورنر نے گوشت کے پہاڑ نما شخص سے کہا:

"اے جالینوس۔ اس نوجوان کو اپنی طاقت کا مظاہرہ
دکھاؤ۔"

جالینوس کا بھاڑ سا منہ کھلا۔

اس نے کہا:

"جو حکم میرے آقا۔"

وہ کسی دیو کی طرح جھومتا ہوا اکھاڑے کی طرف بڑھا۔
فولاد سے بنے ٹنوں وزنی گرز پر جھک کر اس نے عنبر کی
طرف دیکھا اور دونوں ہاتھوں سے گرز اٹھا لیا اور
گھما کر پھینکا۔

فولادی گرز فضا میں گھومتا ہوا خاصے فاصلے پر گرا۔
زور دار آواز پیدا ہوئی۔ زمین کانپ اٹھی تھی۔ جہاں
فولادی گرز گرا تھا۔ وہاں ایک گڑھا سا بن گیا تھا۔ اب

جالینوس نے کمان اٹھائی۔ کمان کا چلّا موٹے رسّے سے
بھی موٹا تھا۔ اور اس میں جو تیر استعمال ہوتا تھا۔ وہ نیزے
جتنا لمبا اور موٹا تھا۔

جالینوس نے کمان کا چلا کھینچا۔ ایسا کرتے ہوئے اس
کا چہرہ ٹماٹر کی طرح سرخ ہوگیا۔ گردن کی رگیں پھول
گئیں اور بازوؤں کے پٹھے پھڑکنے لگے۔ چلا کھینچ کر جالینوس
نے تیر چڑھایا اور چھوڑ دیا۔

سنسناتا ہوا تیر، برگد کے ایک بڑے درخت کے موٹے
تنے میں لگا اور اسے چیرتا ہوا گزر گیا۔ جالینوس نے
کمان رکھ دی اور عنبر کی طرف دیکھنے لگا۔

گورنر نے کہا:

"اے نوجوان۔ گرز اٹھا کر واپس اکھاڑے تک لا اور
کمان میں دوسرا تیر چڑھا کر چلا۔"

عنبر کے لیے کیا مشکل تھی۔ عنبر بڑے اطمینان سے
گرز کی طرف بڑھا۔ گرز کے پاس پہنچ کر عنبر نے جھوٹ
موٹ ایسا کرنے لگا جیسے گرز بہت وزنی ہے اور اس
سے اٹھایا نہیں جا رہا۔ جالینوس نے یہ دیکھ کر زبردست
قہقہہ لگایا۔ یوں لگا جیسے بادل گڑگڑا بھر آئے۔ وہ عنبر
جالینوس نے کہا: وہ ہانپنے لگا تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس گرز کو اٹھانا تو کیا ہلانا بھی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"
عنبر نے یہ سنتے ہی ایک جھٹکے سے گرز اٹھا لیا اور
اسے سر کے اوپر لے جا کر ہوا میں چکر دینے لگا۔ جالینوس
کے قہقہے گم ہو گئے۔ گورنر کی آنکھیں بھی پھیل گئی تھیں۔
عنبر گرز کو ہوا میں اچھالتا ہوا اکھاڑے کے پاس آیا اور
اسے واپس اس کی جگہ پر رکھ کر کمان اٹھا لی۔

چلا کھینچ کر تیر چڑھایا اور چھوڑ دیا۔ تیر برگد کے
اسی بڑے درخت کی جڑ کے پاس لگا اور زمین میں
دھنستا چلا گیا۔ کڑ کڑ کی بھیانک آواز کے ساتھ درخت
زمین پر آ رہا تھا۔

عنبر نے کمان رکھ کر جالینوس کی طرف دیکھا اور مسکرا
دیا۔ گورنر نے کہا:

"اے نوجوان! تو واقعی بہادر ہے۔ آج سے پہلے جالینوس
کے علاوہ کوئی یہ دونوں کام نہیں کر سکا۔ اب تجھے آخری
امتحان سے گزرنا ہے۔ تم دونوں ایک، دوسرے کی کلائی
پکڑ کر اسے مروڑ کر زمین سے لگانے کی کوشش کرو گے۔
زور دار آواز گئے تو تمہیں قتل کرا دوں گا۔"
فولادی گرز گرا تھا۔ یہ سنتے ہی لوہے کا لباس اتار دیا۔ اور
لیٹ گیا۔ عنبر اس کے مقابلے میں

آ گیا۔ اکھاڑے کی بھربھری مٹی میں کہنیاں جما کر دونوں نے
ایک دوسرے کا پنجہ تھام لیا۔

عنبر کے پنجے میں پنجہ ڈالتے ہی جالینوس کو آٹے دال
کا بھاؤ معلوم ہو گیا۔ اسے یوں لگا جیسے اس کا ہاتھ
فولادی شکنجے میں آ گیا ہو۔

عنبر نے کہا:

"پہلے تم زور لگاؤ ورنہ تمہیں حسرت ہی رہے گی۔"

جالینوس نے دانت کچکچائے اور زور لگانا شروع کیا۔
گورنر اور دوسرے سپاہی بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ سپاہیوں
کا خیال تھا کہ جالینوس عنبر کو نیچا دکھا دے گا۔ اور عنبر کی
کلائی توڑ دے گا۔ مگر جالینوس کی تو جان عذاب میں آئی
ہوئی تھی۔

وہ اپنی پوری طاقت لگا رہا تھا۔ اور بلاشبہ یہ طاقت کسی
افریقی ہاتھی کو گرا سکتی تھی۔ مگر جالینوس کی بدقسمتی کہ اس کا
مقابل عنبر تھا جو پانچ ہزار سال سے زندہ تھا۔

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"اچھی طرح زور لگاؤ۔"

جالینوس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے ابھر آئے۔ وہ عنبر
کی کلائی کو ہلا تک نہیں سکا تھا۔ جب وہ ہانپنے لگا تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر نے کہا:

"لو سنبھلو۔ اب میں زور لگاتا ہوں۔"

پھر گورنر اور سپاہی یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ عنبر نے ایک ہی جھٹکے میں جالینوس کی کلائی زمین سے لگا دی۔ شکست خوردہ جالینوس کا سر جھک گیا۔

عنبر اُٹھ کھڑا ہوا۔ گورنر نے اس کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا:

"اے نوجوان تو واقعی بہادر ہے۔ آج سے تو میرا محافظِ خاص ہے۔"

جالینوس نے سر اٹھا کر عنبر کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں حسد تھا۔ پہلے وہی گورنر کا محافظِ خاص تھا۔ جالینوس نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ وہ عنبر کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
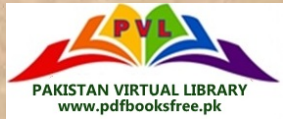
مجھے عنبر کا سر چاہیے

جالینوس نے گورنر کے محل سے واپس اپنے گھر پہنچتے ہی شاہی جلاد کو بلا بھیجا۔ جلاد اور وہ آپس میں گہرے دوست تھے۔ شاہی جلاد جالینوس کا پیغام سنتے ہی آ پہنچا۔

توے کی طرح کالا رنگ، لمبے لمبے زرد دانت، گھنگھریالے بال اور کانوں میں سونے کی بڑی بڑی بالیاں، کمر کے گرد چمڑے کی موٹی بیلٹ بندھی ہوئی تھی جس میں چمکتا خنجر لگا ہوا تھا۔ لفظ "جلاد" جتنا خوف ناک تھا حلیہ اس سے زیادہ بھیانک تھا۔

دونوں ایک کمرے کو اندر سے بند کر کے بیٹھ گئے۔

جلاد نے کہا:

"کیا بات ہے دوست۔ تم کچھ پریشان ہو؟"

جالینوس نے کہا:

"شہر میں ایک شخص عنبر آیا ہے اس نے مجھے شکست دے کر گورنر کے محافظِ خاص کا عہدہ حاصل کر لیا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جلاد نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا اور کہا:
"تمہیں شکست دے دی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے تم مذاق
کر رہے ہو۔"
جالینوس نے کہا:
"یہ حقیقت ہے جو جلد ہی سارے شہر کو معلوم ہو جائے
گی۔ ذرا سوچو اگر میں محافظِ خاص نہ ہوا تو تم جن مجرموں
کو میری مدد سے آزاد کرا کے لمبی رقمیں حاصل کرتے ہو ان
سے محروم ہو جاؤ گے۔"
جلاد بڑا لالچی شخص تھا۔ دولت کی خاطر اس نے بے شمار
لوگوں کو ہلاک کیا تھا اور کئی خطرناک مجرموں کو قید خانے سے
آزاد کرا دیا تھا۔ دولت کمانے کا راستہ بند ہوتے دیکھ کر وہ
غصے میں آ گیا اور بولا:
"میں اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"
جالینوس نے خوش ہو کر کہا:
"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ تم آج رات زہریلے خنجر سے
اسے ہلاک کر دو۔ وہ شاہی مہمان خانے میں ٹھہرا ہے۔"
یہ کہہ کر جالینوس نے گلے سے سونے کا ایک قیمتی ہار اتارا
اور جلاد کے حوالے کرتے ہوئے کہا:
"اس شخص عنبر کو مار ڈالو میں تمہیں ایسا ہی ایک اور ہار

دوں گا۔ مجھے عنبر کا سر چاہیے۔"
"میں آج رات اس عنبر کے بچے کا سر کاٹ لاؤں گا بس
تم اسے مردہ سمجھو۔"
جالینوس نے جواباً زور دار قہقہہ لگایا اسے یقین تھا کہ جلاد
جو کہہ رہا ہے اس پر عمل بھی کرے گا اور عنبر اس کے ہاتھوں
سے بچ نہ سکے گا۔
اِدھر گورنر رات گئے تک گورنر کے ساتھ رہا پھر مہمان
خانے میں چلا آیا۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ عنبر کو سونے
کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اسے بھوک پیاس لگتی ہے مگر کبھی
کبھی وہ سکون حاصل کرنے کے لیے سو جاتا ہے۔
اس رات بھی عنبر اپنے کمرے میں آ کر پلنگ پر لیٹ گیا۔
کچھ دیر لیٹا وہ ماریا اور ناگ کے بارے میں سوچتا رہا کہ
وہ کہاں ہوں گے اور کس حال میں ہوں گے پھر وہ
اُٹھا۔ کھڑکی کھول دی اور مشعل بجھا کر پلنگ پر لیٹ گیا۔
کمرے میں کھڑکی کے راستے چاند کی مدھم روشنی آنے لگی۔
عنبر کچھ دیر پلنگ پر لیٹا کروٹیں بدلتا رہا پھر اس کی آنکھ
لگ گئی۔
رات جب آدھی ہو گئی تو جلاد اپنے گھر سے نکل آیا۔
اس کی کمر سے زہر میں بجھا تیز دھار والا خنجر لٹکا ہوا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس لئے اپنے سر پر کالے کپڑے کا غلاف چڑھایا ہوا تھا۔
جس میں آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے۔

ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جلاد شاہی محل خانے پہنچ گیا۔ مہمان خانے کے باہر پہرے دار موجود تھے۔ جلاد ان کی نظروں میں آئے بغیر اندر داخل ہونا چاہتا تھا۔ اور اسی مقصد کے لیے وہ رسہ ساتھ لایا تھا۔ مہمان خانے کے پچھلے حصے میں پہنچ کر اس نے رسے کے ایک سرے پر گرہ لگا کر اسے چھت کی طرف اچھالا۔

جلاد کو اس کام میں خاص مہارت تھی۔ گرہ چھت پر لگی سلاخوں میں سے ایک میں پھنس گئی۔ جلاد نے رسہ کھینچ کر مضبوطی کا اندازہ کیا اور بندر کی طرح اوپر چڑھنے لگا۔

چھت پر پہنچ کر وہ زینے کے راستے نیچے آیا۔ اور عنبر کے کمرے کے باہر پہنچ گیا۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا جلاد نے بڑی احتیاط سے دروازہ کا ایک پٹ کھولا اور بلی کی طرح پنجوں کے بل کمرے میں داخل ہوگیا۔

سامنے پلنگ پر عنبر سو رہا تھا۔

جلاد نے کمر سے بندھا خنجر نکال لیا اور پلنگ کے پاس پہنچ گیا۔ خنجر کے دستے کو مضبوطی سے پکڑ کر جلاد نے خنجر فضا میں بلند کیا اور پوری طاقت سے نیچے لایا۔ خنجر عنبر کے

سینے میں دھنستا چلا گیا۔

عنبر کی آنکھ کھل گئی۔ جلاد نے پھرتی سے ایک وار اور کیا اور واپس بھاگ کھڑا ہوا۔ عنبر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ خنجر بھلا اس کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ اس نے اپنے سینے کی طرف دیکھا جو لباس اس نے پہن رکھا تھا وہ اس میں ایک لمبا سوراخ نظر آ رہا تھا۔ عنبر مسکراتا ہوا دوبارہ لیٹ گیا۔

اِدھر جلاد وہاں سے سیدھا جالینوس کے گھر پہنچا۔ جالینوس بے تابی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جلاد نے جب اسے بتایا کہ وہ عنبر کو ہلاک کر آیا ہے تو جالینوس کھل اٹھا۔ اس نے جلاد کو گلے سے لگا لیا اور کہا:

"تم واقعی میرے بہترین دوست ہو۔"

جلاد نے ڈینگیں مارتے ہوئے کہا:

"یہ تو کوئی کام ہی نہیں تھا تم حکم کرو تو ہزار عنبروں کو مار آؤں۔ اچھا اب دوسرا ہار نکالو۔"

جالینوس نے گلے سے ہار اتارتے ہوئے کہا:

"کسی نے تمہیں دیکھا تو نہیں تھا؟"

جلاد قہقہہ مار کر ہنسا۔

اُس نے کہا:

"دوست جالینوس۔ میں بچہ نہیں ہوں۔ سب کام دیکھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بحال کر کیا تھا۔ عنبر تو دو وار ہی سے آواز نکالے بغیر ڈھیر
ہو گیا تھا۔ تم بالکل بے فکر ہو جاؤ۔"

جالینوس نے جھینپ کر کہا:

"میں تو ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔ یہ لو ہار۔ اب تم چلے جاؤ
صبح گورنر کے محل میں ملاقات ہو گی۔"

جلاد ہار لے کر چلا آیا۔ اپنے گھر پہنچ کر اس نے خنجر
نکالا کہ اس پر لگا خون وغیرہ صاف کر دے مگر یہ دیکھ
کر وہ بڑا حیران ہوا کہ خنجر پر خون کا قطرہ تک نہ تھا۔ جلاد
احمقوں کی طرح خنجر کو دیکھتا رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں
آ رہا تھا کہ چکر کیا ہے بہرحال اس نے خنجر ایک طرف
رکھا اور سو گیا۔

اگلی صبح جالینوس اور جلاد، گورنر کے دربار میں موجود تھے
دربار لگا ہوا تھا۔ سارے عہدے دار موجود تھے۔ صرف گورنر
کے تخت کے دائیں طرف پڑی کرسی خالی تھی جس پر عنبر
کو بیٹھا ہوا ہونا چاہیے تھا۔

جالینوس تو یہی سمجھ رہا تھا کہ عنبر مر چکا ہے۔ ابھی
جب گورنر کو اس بات کی اطلاع ملے گی تو وہ دوبارہ
اسے اپنا محافظ بنا دے گا اور کرسی اسے واپس مل
جائے گی۔

وہ انہی سوچوں میں گم تھا کہ چوبدار نے عنبر کے آنے کی
اطلاع دی۔ اس کے ساتھ ہی عنبر مسکراتا ہوا ہال میں داخل
ہوا۔ جالینوس کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے جب کہ جلاد
کا تو یہ حال تھا کہ کاٹو تو لہو نہیں۔ وہ عنبر کو اس طرح
دیکھ رہا تھا جیسے وہ کسی دوسرے سیارے سے آئی ہوئی
مخلوق ہو۔

عنبر، گورنر کو تعظیم دینے کے بعد اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔
جالینوس اور جلاد کے چہروں کے اُڑے ہوئے رنگ دیکھ
کر وہ سمجھ گیا کہ رات اسے ہلاک کرنے کی کوشش کس نے
کی تھی اور کیوں کی تھی۔

دربار شروع ہونے کے تھوڑی دیر بعد جلاد تو طبیعت
خراب ہونے کا بہانہ کر کے نکل گیا۔ کچھ دیر بعد جالینوس
بھی کھسک گیا اور سیدھا جلاد کے گھر پہنچا۔

وہاں جلاد سر پکڑے بیٹھا تھا۔ جالینوس نے آگ بگولا
ہو کر کہا:

"تو نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ مجھ سے دولت اینٹھنے کے
لیے مجھ سے جھوٹ بولا۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

جلاد نے دہشت زدہ آواز میں کہا:

"میرے دوست۔ میں تجھے کس طرح دھوکہ دے سکتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوں۔ وہ عنبر کوئی بد روح ہے ___ تم جانتے ہو کہ میری ساری زندگی انسانوں کو ہلاک کرتے گزری ہے۔ میں آنکھیں بند کر کے بھی وار کروں تو نشانے پر لگتا ہے مگر عنبر خنجر کے وار کھانے کے باوجود زندہ رہا۔"

جالینوس کو جلاد کی بات پر یقین آ گیا۔

اس نے کہا:

"یہ کس طرح ممکن ہے؟"

جلاد نے کہا:

"یہ میں نہیں جانتا مگر دیوتاؤں کی قسم کھا کے کہہ سکتا ہوں کہ ایسا ہوا ہے؟"

جالینوس نے سوچتے ہوئے کہا:

"ہو سکتا ہے عنبر کوئی جادو گر ہو ___ یقیناً ایسا ہی ہے۔ ورنہ اتنے دُبلے پتلے جسم کا مالک عنبر ٹنوں وزنی لوہے کا گرز کس طرح اٹھا لیتا؟"

جلاد نے کہا:

"اب کیا ہوگا۔ اگر وہ واقعی جادو گر ہے تو ہمیں بھسم کر دے گا۔"

جالینوس نے کہا:

"گھبراؤ مت ___ میں ابھی نجومی کو بلواتا ہوں۔ وہ

عنبر کا زائچہ بنا کر بتائے گا کہ عنبر کون ہے کس طرح مر سکتا ہے۔"

جالینوس نے فوراً ایک خادم کو نجومی کی طرف روانہ کر دیا!!

◎

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

نجومی کا کمال

نجومی آ گیا۔

یہ ایک بوڑھا آدمی تھا جس نے سفید لباس پہن رکھا تھا۔ اس کی لمبی داڑھی اور سر کے بال لباس کی طرح سفید تھے۔ اس کی بغل میں لکڑی کی ایک صندوقچی دبی ہوئی تھی۔

جالینوس نے کہا:

"اے معزز راہڑ — تو علمِ نجوم کا ماہر ہے۔ مجھے ایک شخص عنبر کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ وہ کون ہے وہ اس وقت گورنر کا محافظ خاص ہے۔"

نجومی راہڑ نے صندوقچی کھولتے ہوئے کہا:

"اے بہادر جالینوس۔ دیوتا تجھ پر رحمتیں نازل کریں۔ میں کوشش کرتا ہوں۔"

نجومی نے صندوقچی سے درخت کی چھال، سیاہی کی دوات اور کبوتر کے پر کا قلم نکالا اور درخت کی چھال پہ کچھ لکھنے لگا۔ خاصی دیر تک وہ اپنے کام میں لگا رہا ——

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جالینوس نے جلاد بے چین نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر جب نجومی راہڑ نے گہری سانس لے کر سر اٹھایا تو اس کے چہرے پہ پریشانی کے آثار تھے۔ وہ بولا:

"تعجب ہے۔"

جالینوس نے بے تابی سے کہا:

"اے معزز راہڑ۔ تمہارا علم کیا بتاتا ہے؟"

نجومی راہڑ نے کہا:

"مجھے اپنے علم پر بھروسہ ہے مگر بات ایسی ہے کہ یقین نہیں آتا۔"

جلاد نے تیز لہجے میں کہا:

"اے نجومی۔ کچھ بتا بھی تو۔ بات ہے کیا؟"

نجومی راہڑ بولا:

"اے جالینوس۔ تجھے پتہ ہے کہ میرا علم مکمل ہے اور میرا علم بتاتا ہے کہ یہ شخص عنبر روئے زمین کا انوکھا انسان ہے۔ وہ فرعون عاطون کا بیٹا ہے اور پانچ ہزار برس سے زندہ چلا آ رہا ہے۔ موت اسے کبھی نہیں آئے گی۔ وہ ہمیشہ کی زندگی کا مالک ہے۔"

جالینوس اور جلاد حیرت زدہ رہ گئے۔

جالینوس کے حلق سے سرسراتی آواز نکلی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"معزز راہڑ — کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"مجھے تجھ سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا پہلے کبھی میری کوئی بات غلط ثابت ہوئی ہے؟"

جالینوس نے کہا:

"ٹھیک ہے مگر اس عنبر کے بچے کو قابو کرنے کا کوئی طریقہ بھی ہے؟"

راہڑ نجومی نے جواب دینے کی بجائے دوبارہ قلم سنبھال لیا اور درخت کی چھال پر کچھ لکھنے لگا۔ چند منٹ بعد اس نے کہا:

"عنبر کو قابو کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے کسی گہرے کنوئیں میں گرا دیا جائے۔ یہی عنبر کی کمزوری ہے کہ وہ کنوئیں سے کسی کی مدد کے بغیر نہیں نکل سکتا۔"

جالینوس نے راہڑ نجومی کو انعام دے کر اور یہ بات کسی کو بتانے کا نہ کہہ کر روانہ کر دیا۔ نجومی کے چلے جانے کے بعد جلاد اور وہ یہ سوچنے لگے کہ عنبر کو کس طرح گہرے کنوئیں میں پھینکا جائے۔

ان دونوں کو اسی فکر میں مبتلا چھوڑ کر ہم ناگ کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کہاں ہے۔

یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ ناگ بغداد میں دریائے دجلہ

کے پار ایک کچے راستے پر عنبر کے نام پیغام لکھ کر اپنے دوست گاتان ڈاکو کے ساتھ دمشق کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ ابھی وہ بغداد کی سرحد سے بھی نہ نکلے تھے کہ تاریخ نے دو سو برس پیچھے کی طرف جھٹکا کھایا اور تیز کالی آندھی چلی۔

ناگ، تیز آندھی میں تنکے کی طرح اُڑ رہا تھا۔ رات کا وقت تھا ناگ سمجھ گیا کہ تاریخ نے پیچھے کی طرف چھلانگ لگائی ہے۔ اس نے سوچا عنبر اور ماریا تاریخ کی اس چھلانگ سے نجانے کہاں کہاں پہنچ گئے ہوں گے۔

خاصی دیر کے بعد کالی آندھی تھمنے لگی۔ اور اندھیرا چھٹنے لگا۔ ناگ نے نیچے کی طرف دیکھا۔ دور تک پانی موجیں مار رہا تھا۔ ناگ انسان کے روپ میں تھا اور تیزی سے دریا کی طرف جا رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ دریا میں گرتا۔ اس نے گہری سانس لی اور سفید عقاب بن کر دریا پر اڑنے لگا۔

رات کا وقت تھا۔ چاند اور ستارے چمک رہے تھے۔ ناگ اڑتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا ابھی تک وہ یہ اندازہ نہ لگا پایا تھا کہ وہ کس ملک میں آ نکلا ہے۔

ناگ عقاب کی شکل میں پرواز کرتا چلا جا رہا تھا کہ اسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دریا کی سطح پر ایک شعلہ سا نظر آیا۔ جو ادھر اُدھر ڈول رہا تھا۔ ناگ نے غوطہ لگایا اور نیچے آگیا۔ اس نے دیکھا کہ مضبوط تنکوں سے بنا ایک بڑا ٹوکرا دریا کی لہروں پر ڈولتا ہوا۔ دریا کے بہاؤ پر چلا جا رہا ہے۔ اس ٹوکرے کے اوپر ایک لالٹین بندھی ہوئی تھی جس میں کسی جانور کی چربی جل رہی تھی۔

ناگ بڑا حیران ہوا کہ اس ٹوکرے میں کیا ہے اور یہ کہاں جا رہا ہے۔ اس نے سوچا دیکھنا چاہیے کہ معاملہ کیا ہے۔ بس یہ سوچ کر وہ گہری سانس لے کر انسان بن گیا اور دریا میں گر کر ٹوکرے کو ساتھ لیے تیرتا ہوا کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔ دریا خاصا چوڑا تھا اور بڑی آہستگی سے بہہ رہا تھا۔

ناگ ٹوکرا لیے کنارے پہنچا۔ ایک درخت کے نیچے پہنچ کر اس نے لالٹین کھول کر ٹوکرے کا ڈھکن اٹھایا اور یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ ٹوکرے میں ایک خوب صورت لڑکی بے ہوش پڑی ہے۔ اس نے سرخ رنگ کا دلہنوں والا لباس اور قیمتی زیورات پہن رکھے تھے۔ لڑکی کے ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ اس کا سر ایک طرف ڈھلکا ہوا تھا اور یوں لگتا تھا کہ وہ سو رہی ہے۔ اس کے سیاہ بال شانوں

پر بکھرے ہوئے تھے۔

ناگ نے لڑکی کو ٹوکرے سے نکالا اس کے ہاتھ پاؤں کھولے۔ اسے زمین پر لٹا کر پانی کے چھینٹے اس کے منہ پر مارے۔ لڑکی کسمسائی اور ناگ کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر خوف تھا۔ اس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تم کون ہو اور میں کہاں ہوں؟"

ناگ نے نرمی سے کہا:

"بہن۔ گھبراؤ مت تم محفوظ ہو مجھے تم اپنا بھائی سمجھو۔ میں نے تمہیں دریا سے نکالا ہے تم اس ٹوکرے میں بند تھیں"

ناگ کے نرم لہجے نے لڑکی پر بڑا اثر کیا۔ اس کا خوف کسی حد تک دور ہو گیا۔

وہ بولی:

"پانی کے دیوتا نے میری قربانی قبول نہیں کی؟"

ناگ نے تعجب سے لڑکی کی طرف دیکھا اور کہا:

"بہن — تم کیا کہہ رہی ہو۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا"

لڑکی نے کہا:

"میرا نام پشپا ہے۔ میں برہمن ہوں۔ میرا باپ بڑا دولتمند تھا۔ وہ مندر کی سیڑھیوں سے گر کر مر گیا۔ میری ماں پہلے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہی مر چکی تھی۔ میرے چچا نے مجھے اکیلا پا کر ساری دولت پر قبضہ کر لیا اور میرے ساتھ نوکروں کا سلوک کرنے لگا۔ شہر کے بڑے مندر کا سب سے بڑا پجاری ہر ماہ شہر کی لڑکیوں میں سے کسی ایک کو پانی کے دیوتا کی بھینٹ چڑھانے کے لیے چنتا ہے۔ پانی کے دیوتا کو ہر مہینے ایک لڑکی کی قربانی اس لیے دی جاتی ہے کہ وہ ناراض نہ ہو اور اپنا قہرِ سیلاب نہ نازل کرے۔

پانی کے دیوتا کے حضور قربان کرنے کے لیے جو لڑکی منتخب کی جاتی ہے اسے دلہن کا لباس پہنا کر اور ٹوکرے میں بند کر کے رات کے وقت دریا میں ڈال دیا جاتا ہے یہ دریا آگے جا کر دائیں طرف گھومتا ہے اور وہاں دریا کے کنارے بڑا مندر ہے۔ جب ٹوکرا وہاں پہنچ جاتا ہے تو مندر کے پجاری اسے نکال کر لڑکی کو ذبح کر کے اس کے خون سے پانی کے دیوتا کے مجسمے کو غسل دیتے ہیں۔

اس ماہ بڑے پجاری نے قربانی کے لیے مجھے منتخب کیا۔ میرا چچا تو بہت خوش ہوا کہ مجھ سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارہ مل جائے گا مگر شکر ہے کہ پانی کے دیوتا نے میری قربانی قبول نہ کی۔"

ناگ نے یہ سن کر کہا:

"اے میری بھولی بہن۔ یہ تمہارا وہم ہے کہ پانی کا دیوتا ہوتا ہے اور اس نے تمہاری قربانی قبول نہیں کی۔ پتھر کا جو بت انسان اپنے ہاتھ سے تراشتا ہے اور جو اپنی ناک سے مکھی نہیں اڑا سکتا وہ دیوتا کیسے ہو سکتا ہے۔"

لڑکی خوف زدہ ہو گئی اس نے لرزتی آواز میں کہا:

"ایسا نہ کہو ورنہ دیوتا تم عذاب نازل کر دیں گے۔"

ناگ نے کچھ نہ کہا۔ ویسے وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ ہندوستان میں آ پہنچا ہے اور یہاں ہندو حکومتوں میں عملی طور پر پنڈتوں اور پجاریوں کی حکومت ہے۔ وہ چاہے سیاہ کریں چاہے سفید انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ناگ نے اچانک ہی فیصلہ کیا کہ وہ مندر کے مکار بڑے پنڈت کو ضرور سزا دے گا جو جانے کتنی لڑکیوں کی موت کا ذمہ دار ہے۔

اس نے کہا:

"اے میری بھولی بہن۔ میں ٹوکرے میں بیٹھ کر جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے۔"

لڑکی گھبرا گئی۔ اس نے کہا:

"بھائی۔ ایسا مت کرنا۔ تم مارے جاؤ گے۔"

ناگ نے کہا:

"میں مسلمان ہوں اور مسلمان کا ایمان ہے کہ زندگی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ تم یہیں رہنا۔ میں صبح ہونے
سے پہلے واپس آ جاؤں گا۔ ویسے تمہاری حفاظت کے لیے
میں کسی سانپ کو محافظ مقرر کر دیتا ہوں۔"

لڑکی نے کہا:

"اوئی بھگوان سانپ ۔۔۔ وہ تو مجھے ڈس لے گا مگر۔۔
مگر یہاں سانپ ہے کہاں؟"

ناگ نے ہنس کر کہا:

"سانپ تمہیں ڈسے گا نہیں۔ میرے پاس ایسا علم ہے
کہ سانپ میرا حکم مانتے ہیں۔ تم آنکھیں بند کر دیں ابھی
سانپ کو بلاتا ہوں۔"

لڑکی نے آنکھیں بند کر لیں۔ ناگ کو یقین تھا کہ نزدیکی
علاقے میں کوئی سانپ ہو گا۔ اس نے خاموشی کی زبان میں
ایک تیز سگنل دیا۔ دریا سے چند فرلانگ کے فاصلے پر زمین
کی تہہ میں ایک خطرناک سانپ آرام کر رہا تھا کہ عظیم ناگ
دیوتا کے سگنل اس کے جسم سے ٹکرائے۔

سانپ نے اسی وقت جوابی سگنل نشر کیا:

"اے عظیم ناگ دیوتا۔ میں خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔"

گھوڑا پچھاڑ لمبا اور دھاری دار زہریلا سانپ ہوتا ہے
اور دنیا کا سب سے تیز رفتار سانپ ہے۔ جسے ڈس لے

زندہ نہیں بچتا۔ اس سانپ کے متعلق مشہور ہے کہ
کسی شہسوار کا تعاقب کرے تو گھوڑے کو آگے نہیں نکلنے
دیتا۔ اسی لیے اس خطرناک سانپ کو گھوڑا پچھاڑ سانپ
کہا جاتا ہے۔

ناگ کا سگنل پاتے ہی وہ اپنے بل سے نکل آیا تھا اور
اب پوری رفتار سے اس طرف آ رہا تھا جدھر سے سگنل
آ رہے تھے۔ چند لمحوں میں گھوڑا پچھاڑ سانپ دریا کے
کنارے پہنچ چکا تھا۔ وہ ناگ کے آگے بڑے ادب
سے سر جھکا کر بیٹھ گیا اور بولا:

"عظیم ناگ دیوتا مہربانی کہ آپ اس علاقے میں تشریف
لائے۔ حکم دیجئے غلام حاضر ہے۔"

ناگ نے کہا:

"میں چند گھنٹوں کے لیے یہاں سے جا رہا ہوں تمہیں
اس لڑکی کی حفاظت کرنا ہے۔"

گھوڑا پچھاڑ سانپ نے ادب سے کہا:

"جو حکم میرے آقا۔"

یہ کہہ کر گھوڑا پچھاڑ سانپ نے زور دار پھنکار ماری
اور پھن نکال کر جھومنے لگا۔ پھنکار سن کر لڑکی نے آنکھیں
کھول دیں۔ سانپ کو دیکھ کر اس کے منہ سے چیخ نکل گئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور وہ ڈر کر ناگ سے چمٹ گئی اور بولی:
"بھائی۔ یہ تو بڑا خطرناک سانپ ہے۔"
ناگ نے ہنس کر کہا:
"یہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ کیوں بھئی تم ایسا کرو گے؟"
گھوڑا پچھاڑ سانپ کا پھن سکڑ گیا۔ اس نے سر جھکایا اور کہا:
"عظیم دیوتا کے حکم کی حرف بحرف تعمیل ہوگی۔"
لڑکی نے سانپ کو ناگ کے آگے جھکتا دیکھا تو بڑی حیران ہوئی۔ ساتھ ہی اسے ناگ کے کہے پر یقین بھی آگیا
ناگ نے ٹوکرا اٹھایا اس پر لالٹین باندھی اور ایک طرف چل دیا۔ کچھ دور آ کر اس نے ٹوکرا دریا میں ڈالا۔ ٹوکرا لہروں پر سفر کرنے لگا۔
ناگ نے گہری سانس لی اور چڑیا بن کر اڑتا ہوا ٹوکرے میں داخل ہوگیا۔ ٹوکرے میں گھس کر وہ دوبارہ انسان بن گیا۔ ٹوکرا لہروں پر جھومتا مندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔
ادھر مندر کے مہا پجاری کے چیلے چانٹے ٹوکرے کا انتظار کر رہے تھے۔ مہا پجاری نے پانی کے دیوتا کے حضور قربانی دینے کا ڈھونگ رچا رکھا تھا ورنہ حقیقت یہ

تھی کہ وہ مندر کے تہہ خانے میں لڑکی کو قید کر کے کسی بکری کو ذبح کرتا اور اس کے خون سے بالٹی بھر کر دیوتا کے مجسمے کو نہلا دیتا۔
لڑکی کو وہ خفیہ سرنگ کے راستے نکال دیتا اور اس کے ساتھی دوسرے شہر لے جا کر لڑکی کو کسی امیر کے ہاتھ فروخت کر دیتے۔ اس طرح وہ لڑکی کے علاوہ اس کے زیورات بیچ کر رقم بھی حاصل کرتا۔ یہ پجاری بڑا بے رحم اور ظالم تھا اسے صرف دولت سے محبت تھی۔
اس وقت بھی وہ تہہ خانے میں اپنے دو ساتھی پجاریوں کے ساتھ بیٹھا تھا اور ٹوکرے کا انتظار کر رہا تھا۔ پجاری کے چیلے چانٹے دریا پر نظر جمائے بیٹھے تھے کہ انہیں ٹوکرے پر بندھی لالٹین کی روشنی نظر آئی۔ انہوں نے دریا میں چھلانگ لگائی اور تیرتے ہوئے ٹوکرے کی طرف بڑھے۔
ٹوکرا نکال کر اسے اٹھائے چیلے تہہ خانے میں پہنچے۔ پجاری کا چہرہ خوشی سے کھل پڑا اس نے ٹوکرا لے کر ایک طرف رکھا اور چیلوں کو باہر نکال کر تہہ خانے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور قہقہہ لگا کر اپنے دو ساتھیوں سے کہا:
"لو بھئی آج کا شکار آ گیا ہے۔ یہ لڑکی بہت خوبصورت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے اس کے دام زیادہ ملیں گے۔"

مہا پجاری نے قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے ٹوکرے کا ڈھکن اٹھایا تو اندر سے ناگ نکل آیا۔ مہا پجاری کی ہنسی رُک گئی۔ اس کے ساتھی بھی دم بخود رہ گئے۔

ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا:

"اس بار میں تمہاری قربانی دوں گا۔"

مہا پجاری کو غصہ آ گیا۔ اس نے گرج کر کہا:

"دھوکہ۔ میں تمہیں جلا کر بھسم کر دوں گا۔"

ناگ بولا:

"تمہاری ایسی کی تیسی۔ میں تیری چٹنی بنا دوں گا۔ ظالم آج تو بچے گا نہیں۔"

مہا پجاری نے آگ بگولا ہو کر منتر پڑھنے شروع کیے مگر ناگ پر کیا اثر ہوتا۔ اس نے گہری سانس لی اور ایک دم کالا سانپ بن گیا۔ مہا پجاری اور اس کے دونوں ساتھیوں کے رنگ اُڑ گئے۔

ناگ نے لپک کر مہا پجاری کے ایک ساتھی کی گردن پر ڈس لیا۔ اس کے سارے جسم میں آگ سی دوڑ گئی۔ اس کے ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ ناگ کے زہر سے وہ کس طرح بچ سکتا تھا۔ دوسرے پجاری اور

مہا پجاری نے بھاگنا چاہا مگر ناگ انہیں جانے کب دیتا۔

دوسرے پجاری کی ٹانگ ناگ کے نشانے میں آ گئی اور ناگ نے دانت گوشت میں گاڑ کر زہر انڈیل دیا۔ وہ چکرا کر گرا اور تڑپنے لگا۔

مہا پجاری کانپتے ہاتھوں سے تہہ خانے کا دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ناگ نے سانپ سے انسان کی شکل اختیار کی اور مہا پجاری کو گردن سے دبوچ لیا۔

مہا پجاری پسینے پسینے ہو رہا تھا۔ وہ ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا:

"اے ناگ دیوتا۔ مجھے معاف کر دے۔"

"تو نے بے شمار لوگوں کے گھر اجاڑے ہیں۔ تم ایک خون خوار درندے ہو۔ میں تمہیں ہرگز معاف نہ کروں گا۔"

پجاری رونے لگا۔ اس نے کہا:

"بھگوان کے لیے میری جان بخش دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں پھر بُرا کام نہ کروں گا۔"

ناگ نے لپک کر وہ چھرا اٹھا لیا جس سے پجاری بکری کو ذبح کرتا تھا۔ ناگ نے تیز چھرا پجاری کی آنکھوں کے سامنے لہرایا اور کہا:

میرا یہ اصول ہے کہ جو سانپ بلا وجہ انسانوں کو ڈسنے لگے اسے جلا کر بھسم کر دیتا ہوں۔ تم انسان کے روپ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایسا ہی ایک سانپ ہو۔ تمہیں تو میں عبرت ناک موت
ماروں گا۔"

پجاری کو موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ اس کی ٹانگیں
کپکپا رہی تھیں اور منہ سے سسکیاں نکل رہی تھیں۔ ناگ
جھٹ سے کالا سانپ بن گیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے مہاپجاری
کی گردن پر ڈس لیا۔

پجاری نے چیخ مارنا چاہی مگر آواز حلق میں پھنسی رہ گئی۔
اسے اپنے جسم میں گرمی کی تیز رو دوڑتی محسوس ہوئی۔ زبان
یوں اکڑ گئی جیسے لکڑی کی ہو۔ جسم کے سارے پٹھے اکڑ گئے
تھے۔ وہ دھڑام سے زمین پر آ گرا۔

ناگ فوراً انسان کے روپ میں آ گیا اور چھرا پکڑ کر
مہا پجاری کی آنکھوں کے سامنے لہراتا ہوا بولا:

"تم نے نجانے کتنی لڑکیوں کو قربانی کے بہانے ذبح
ڈالا ہے۔ اب میں تمہارے جسم سے بوٹی بوٹی اتاروں گا
تم چیخنا اور شور مچانا چاہو گے مگر تمہارے حلق سے کوئی
آواز نہ نکل سکے گی۔"

دراصل ناگ نے اپنا خطرناک زہر صرف اتنی مقدار میں
مہا پجاری کے جسم میں داخل کیا تھا کہ اس کا جسم سن ہو
کر رہ گیا تھا۔ وہ دیکھ، سن اور محسوس کر سکتا تھا مگر حرکت

نہ کر سکتا تھا۔

ناگ نے خنجر سے مہاپجاری کے سینے سے گوشت کاٹ
ڈالا۔ وہاں سے خون بہہ نکلا۔ یہ گندہ خون تھا جس کا بہہ
جانا ہی اچھا تھا۔ مہا پجاری کو شدید درد ہو رہی تھی اس
نے پوری کوشش کر کے چیخنا چاہا مگر اس کا حلق سوکھ
چکا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے گلے میں
ہزاروں کانٹوں کا جنگل اگ آیا ہو۔

ناگ نے قہقہہ لگا کر کہا:

"کیوں بچو! اب مزا آ رہا ہے نا۔ تم ایسے ظالموں کے
ساتھ یہی ہونا چاہیے۔"

مہا پجاری کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے اس نے ناگ
کی طرف ملتجانہ نگاہوں سے دیکھا اس کی آنکھیں کہہ
رہی تھیں:

"بھگوان کے لیے مجھے معاف کر دو۔ میں آئندہ کبھی
کسی پر ظلم نہیں کروں گا۔"

لیکن ناگ جانتا تھا کہ ہندو پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا
چاہیے۔ وہ منہ میں رام رام اور بغل میں چھری دبائے
ہوتا ہے۔ بزرگوں نے اسی لیے تو کہا ہے کہ ایک طرف سے
بچھو اور دوسری طرف سے ہندو حملہ کر رہا ہو تو پہلے ہندو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو مارو۔

ناگ نے خنجر لہرا کر مہا پجاری کی ٹانگ سے گوشت کاٹ لیا اور بولا:

"حرام کا مال کھا کھا کر تم سؤر کی طرح موٹے ہو گئے تھے اب میں تمہاری ساری چربی اتار ڈالوں گا۔ مہا پجاری نے جو کپڑے پہن رکھے تھے وہ خون سے بھر گئے تھے۔ مہا پجاری کو یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کا دل مٹھی میں لے کر مسل رہا ہو۔ آج اسے وہ سارے ظلم یاد آ رہے تھے جو اس نے دوسروں کے ساتھ کیے تھے۔

ناگ نے خنجر اس کے سینے میں پیوست کر دیا۔ خون کا فوارہ وہاں سے اُبل پڑا۔ مہا پجاری یہ وار برداشت نہ کر سکا وہ اپنے ہی خون میں نہا کر مر گیا۔ ہر ظالم کا یہی انجام ہوتا ہے۔ جو دوسروں سے برا سلوک کرتا ہے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے جلد یا بدیر اسے اپنے کیے کی سزا بھگتنا پڑتی ہے۔

ناگ دوبارہ سانپ بن کر تہہ خانے سے نکل آیا اور فرش پر رینگتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ رینگتا ہوا وہ ایک بڑے ہال میں پہنچا یہاں ہندوؤں کی کالی ماتا دیوی کا بڑا بُت نصب تھا۔ ایک پنڈت بُت کے آگے ڈنڈوت کر رہا تھا۔

اتفاقاً اس کی نظر سانپ پر پڑ گئی۔ وہ چلایا:

"ہے رام سانپ سانپ۔"

ساتھ ہی وہ تین خنجروں والی ترشول اٹھا کر ناگ پر حملہ آور ہوا۔ ناگ نے جلدی سے پینترا بدلا۔ ترشول اس کے پاس سے گزرتی ہوئی زمین سے ٹکرائی۔ پنڈت دوبارہ اسے مارنے کو لپکا۔ ناگ کو غصہ آ گیا یہ کم بخت پنڈت تو جان کو آ گیا تھا۔

اسی وقت ساتھ والے کمرے سے کئی پنڈت برآمد ہوئے۔ انہوں نے جب سانپ کو دیکھا تو شور مچاتے اسے مارنے کو آگے بڑھے۔ اب تو ناگ کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اس نے سوچا اگر وہ سانپ کے روپ میں رہا تو یہ بدبخت پنڈت اسے چھوڑیں گے نہیں۔

ناگ جلدی سے گہری سانس لے کر افریقی ہاتھی بن گیا اور سونڈ اُٹھا کر زور سے چنگھاڑا۔ پنڈتوں جب سانپ کی جگہ ایک لمبے دانتوں والے پہاڑ اتنے ہاتھی کو سونڈ لہراتے دیکھا تو ان کی سٹی گم ہو گئی۔ انہوں نے آنکھیں مل مل کر دیکھا پھر شور مچاتے باہر کو بھاگے۔

ایک پنڈت جو بڑا ہٹا کٹا تھا۔ اس کے ماتھے پر متعدد قشقے کھنچ رکھے تھے۔ گلے میں موٹے دانوں کی مالا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔ سور کی طرح موٹے اس پنڈت نے چلا کر کہا:

"تم ضرور کوئی جادوگر ہو۔ میں تمہیں جلا کر بھسم کر دوں گا"

یہ کہہ کر اس نے زور سے منتر پڑھ کر اپنی ترشول ناگ کی طرف پھینکی۔ ترشول فضا میں گھومتی ہوئی ناگ کی طرف آئی۔ ناگ پھرتی سے شیر بن گیا۔ ترشول اس کے جسم کے اوپر سے گزرتی چلی گئی۔ شیر منہ کھول کر دھاڑا۔ اس نے چھلانگ لگا کر پنڈت کو دبوچ لیا اور اس کا سر منہ میں دبوچ کر دھڑ سے علیحدہ کر دیا۔

پنڈت کے منہ سے ایک دل خراش چیخ نکلی اور وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ باقی پنڈت تو گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو چکے تھے۔ ناگ نے ایک سفید عقاب کا روپ دھارا اور اڑتا ہوا مندر سے نکل آیا۔

ناگ نے دیکھا سارے پنڈت گرتے پڑتے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ وہ بھوت بھوت کا شور مچا رہے تھے۔ ناگ کو بڑے زور کی ہنسی آئی۔ وہ اس طرف اڑنے لگا جہاں وہ گھوڑا پچھاڑ سانپ کو برہمن

لڑکی کو چھوڑ کر آیا تھا۔ وہاں پہنچ کر ناگ نے دیکھا کہ گھوڑا پچھاڑ سانپ مرا پڑا ہے۔

اس کے پھن میں ایک تیر پیوست ہے اور برہمن لڑکی پشپا غائب ہے!!

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آدھا انسان، آدھا گھوڑا

گھوڑا پچھاڑ سانپ کی لاش دیکھ کر ناگ کی آنکھوں میں لہو اُتر آیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ سانپ کے قاتل کو بخشے گا نہیں۔ انسان کا روپ اختیار کر کے ناگ نے زمین گڑھا کھود کر گھوڑا سانپ کی لاش زمین میں دفن کر دی کیوں کہ اگر کوئی کتا، بلی یا دوسرے جانور سانپ کی لاش کھا لے تو وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ اور جس انسان کو کاٹتا ہے وہ بھی پاگل ہو جاتا ہے۔

یہاں کی زمین نم آلود تھی۔ ناگ نے دیکھا کہ زمین پر گھوڑوں کے پاؤں کے نشان بنے ہوئے ہیں۔ ناگ پلک جھپکنے میں گھوڑا پچھاڑ سانپ بنا اور ان نشانوں پر چل دیا۔

ناگ جب گھوڑا پچھاڑ سانپ کو برہمن لڑکی پشپا کی حفاظت پر مقرر کر کے مندر چلا گیا تھا تو اس کے جانے کے کچھ دیر بعد دو ڈاکو ادھر نکل آئے تھے۔ وہ نزدیکی

گاؤں میں ڈاکہ ڈال کر آ رہے تھے۔ دریا کے کنارے گھوڑے دوڑاتے ہوئے انہوں نے جب زیورات سے لدی برہمن لڑکی پشپا کو دیکھا تو خوش ہو گئے۔

ایک ڈاکو نے نعرہ لگا کر کہا:

"آج کالی دیوی مہربان ہے اتنا عمدہ مال ہاتھ لگا ہے اسے کسی امیر کے ہاتھ سونے کے سکوں کے عوض فروخت کر دیں گے۔"

دوسرے ڈاکو نے سانپ دیکھ لیا وہ چلایا:

"خبردار۔ سانپ ہے آگے نہ جانا۔"

یہ کہہ کر اس نے بڑی تیزی سے کمان میں تیر چڑھا کر چھوڑ دیا۔ یہ ڈاکو بڑا ماہر تیر انداز تھا اس کا نشانہ بڑا عمدہ تھا۔ گھوڑا پچھاڑ سانپ پھن پھیلائے پھنکار رہا تھا۔ تیر اس کا پھن چیرتا ہوا نکل گیا۔ گھوڑا پچھاڑ سانپ تڑپنے لگا۔

ایک ڈاکو نے گھوڑے سے اُتر کر چیختی چلاتی برہمن لڑکی پشپا کو قابو کر لیا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر گھوڑے پر لاد کر خود بھی سوار ہو گیا اور آگے چل دیئے۔ یہ ڈاکو بڑے وحشی تھے۔ ان کا پورا گروہ تھا جو کسی دوسرے گاؤں ڈاکہ ڈالنے گیا ہوا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گھوڑا پچھاڑ سانپ کو جونہی تیر لگا اس نے اپنی ناگن کو
سگنل نشر کرنا شروع کر دیئے۔
"ناگن ۔ مجھے عظیم ناگ دیوتا نے ایک لڑکی کی حفاظت
پر مقرر کیا تھا مگر مجھ سے کوتاہی ہوئی۔ اب میں مر رہا ہوں۔
ڈاکو لڑکی کو اٹھا لے گئے ہیں تم ان کا پیچھا کرو اور لڑکی کو
ان سے چھڑا کر ڈاکوؤں سے انتقام لو۔"
ناگن اپنے ناگ کا سگنل پاتے ہی تڑپ کر اُٹھی اور پوری
رفتار سے گھوڑا پچھاڑ سانپ کی بُو پر یہاں پہنچ گئی۔ اس وقت
تک گھوڑا پچھاڑ سانپ مر چکا تھا۔ ناگن نے اس کی آنکھوں
میں اپنے دشمن ڈاکو کی تصویر دیکھی اور زور سے پھنکاری
جیسے کہہ رہی ہو میں تمہارے قاتلوں کو ہرگز نہ چھوڑوں گی
پھر وہ گھوڑے کے نشانوں پر چل دی تھی۔
ناگ کو یہ علم نہ تھا کہ گھوڑا پچھاڑ سانپ کی ناگن بھی ڈاکوؤں
کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ وہ پوری رفتار سے نشانوں پر سفر
کرتا آگے بڑھ رہا تھا۔
رات کا اندھیرا چھٹنے لگا تھا اور صبح کی سفیدی پھیلنے لگی
تھی جب ناگ ایک پہاڑی سلسلے کے پاس پہنچا۔ یہاں کی زمین
پتھریلی تھی اور گھوڑوں کے نشان غائب ہو گئے تھے۔
پہاڑوں کے دامن میں ایک کھنڈر سا تھا۔ ناگ اس طرف

بڑھا کہ ممکن ہے سانپ کے قاتل اور برہمن لڑکی کو اٹھانے والے
یہاں سستانے کے لیے رُک گئے ہوں۔ کھنڈر کسی پرانے مندر
کا تھا۔ اور ویران پڑا تھا۔ زمین پر زرد رنگ کی گھاس اُگی
ہوئی تھی۔ ناگ رینگتا ہوا مندر میں داخل ہو گیا۔
مندر میں داخل ہوتے ہی ناگ زور سے پھنکارا اور انسان
بن گیا۔ اس نے دیکھا۔ وہ ایک بڑے بُت کے آگے کھڑا ہے۔
بت کسی عورت کا تھا۔ جس نے تاج پہن رکھا تھا۔ بت کے
پاؤں کے قریب ایک چوکور سوراخ تھا۔ ناگ آگے بڑھا۔ اس
نے دیکھا سیڑھیاں نیچے جا رہی ہیں جن پر جمی گرد پر بنے
انسانی پاؤں کے نشان صاف نظر آ رہے تھے۔
ناگ سوراخ میں داخل ہو کر سیڑھیاں اُترنے لگا۔ وہ
ایک تکونے کمرے میں پہنچا جس میں ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔
یہ روشنی نہ جانے کہاں سے آ رہی تھی۔ تکونے کمرے کی ایک
دیوار میں لوہے کا دروازہ لگا ہوا تھا جس پر بچھو کی شبیہ بنی
ہوئی تھی۔ دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا۔
ناگ کھڑا سوچ رہا تھا کیا کرے کہ اسے کسی کے زور
سے سسکی لینے کی آواز سنائی دی۔ آواز کسی مرد کی تھی۔ اب
گہری خاموشی چھا گئی۔ ناگ چوکنا ہو گیا تھا۔ اسی وقت رونے کی
آواز اُبھری۔ آواز لوہے کے دروازے کی پرلی طرف سے آ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہی تھی اور بڑی خوف ناک تھی یوں لگتا تھا جیسے کوئی بھوت بین کر رہا ہو۔

ناگ لوہے کے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے سے گزر کر اس نے دیکھا کہ وہ ایک ہال نما کمرے میں ہے کمرے میں لکڑی کا بنا ایک بہت بڑا صندوق تھا۔ رونے کی آواز اسی سے آ رہی تھی۔ ناگ نے صندوق کی طرف قدم اٹھایا ہی تھا کہ ایک دھماکے کے ساتھ دروازہ بند ہو گیا۔

ناگ اچھل پڑا۔ اسی وقت لکڑی کے صندوق کا ڈھکن خود بخود اٹھ گیا اور اس میں سے عجیب الخلقت مخلوق نکلی۔ اس کا سارا دھڑ گھوڑے کا اور آدھا انسانی تھا۔ اس پر ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے۔

گھوڑے نے زور سے زمین پر اپنے سم مارے۔ اس پر بیٹھے ڈھانچے کے بازو ہے اور اس کے حلق سے خوشی بھری فلک شگاف چیخیں نکلنے لگیں۔ ہڈیوں کی خوف ناک کڑکڑاہٹ اس کمرے کی محدود فضا میں گونجی اور ناگ کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ڈھانچے کے حلق سے دہشت بھری غزغزاہٹ ہی نکلی جو کہہ رہی تھی۔

"اے انسان تیرا شکریہ کہ تو اس ویران مندر میں آیا۔ تیرے

ون سے نہانے کے بعد مجھے میرا گوشت واپس مل جائے گا۔ یں فرعون مصر کے زمانے کا جادوگر ہوں مگر مجھ سے ایک طا ہو گی اور جادوگروں کے شہنشاہ سامری نے سزا کے طور ر میرے جسم کا سارا گوشت غائب کر دیا اور مجھے اس مندر یں ڈال دیا اور کہا کہ جب تک تو بیس انسانوں کو چاند کی ہلی تاریخ کو سامری کے نام پر قربان نہیں کرے گا اسی حال یں یہیں قید رہے گا۔

ہزاروں سال مجھے یہ سزا برداشت کرتے گزرے ہیں۔ الوں بعد ایک آدھ بھولا بھٹکا مسافر ادھر آ نکلتا ہے اور میں سے قید کر کے چاند کی پہلی کو سامری کے نام پر قربان کر دیتا وں۔ اب تک انیس انسان قربان کر چکا ہوں۔ خدائے سامری کا کر ہے کہ اس نے بیسواں آدمی بھیجا۔

آہ۔ صرف تین دن باقی ہیں۔ پھر چاند کی یکم ہو گی تجھے ذبح ر کے میں پھر سے اپنے جسم کا گوشت حاصل کر لوں گا۔"

ناگ بے حس و حرکت کھڑا ہزاروں سال پرانے ڈھانچے ی خوف ناک آواز سن رہا تھا۔ ڈھانچے کی ہڈیوں کی بھیانک کڑکڑاہٹ کے ساتھ کمرے میں اس کا سنسنی خیز قہقہہ گونجا۔ اگ کو یوں لگا جیسے ہزاروں بد روحیں بیک وقت چلا اٹھی وں۔ ڈھانچے کی دہشت بھری غزغزاہٹ دوبارہ سنائی دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آجا اے انسان — اس صندوق میں اپنا تابوت سمجھ لے۔"

ایک بار تو ناگ بھی کانپ اٹھا۔ اس نے دل میں کہا یا خدا میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں مگر اسے یہ اطمینان تھا کہ اس خبیث ہزاروں سالہ پرانے ڈھانچے کا جادو اس پر نہ چل سکے گا۔

اس نے کہا:

"جادوگر کے بچے: میں تیرا بھی باپ ہوں۔ میں تجھے ہلاک کر کے لوگوں کو تیرے شر سے ہمیشہ کے لیے نجات دلا دوں گا"

ڈھانچے نے دل ہلا دینے والی چیخ ماری۔ گھوڑا بھی اچھلنے لگا تھا۔ اس کے انسانی چہرے پر اذیت کے آثار تھے۔ ڈھانچے نے اچھل کر چھت کو ہاتھ لگایا۔ اس کی ہڈیاں کڑکڑائیں کمرے میں غزغزاہٹ ابھری:

"اگر میرے لیے یہ ضروری نہ ہوتا کہ تجھے چاند کی پہلی رات تک زندہ رکھوں تو میں تجھے ابھی مزا چکھا دیتا"

ناگ نے کہا:

"بچو — مزا تو تجھے میں چکھاتا ہوں"

یہ کہہ کر ناگ نے گہری سانس لی اور دیو قامت بن

گیا۔ ناگ نے اپنے سینے پر دو ہتڑ مارا تو ڈھول بجنے کی آواز پیدا ہوئی۔ انسانی چہرے والا گھوڑا اب بری طرح اچھلنے لگا تھا۔ ناگ ڈھانچے کی طرف بڑھا۔ تو ڈھانچے نے ہاتھ اٹھایا اس کے ہاتھ سے شرارے نکل کر ناگ کی طرف بڑھے مگر ناگ کو چھونے سے پہلے غائب ہو گئے۔

ناگ نے ڈھانچے کی گردن دبوچ لی۔

ڈھانچے کے حلق سے بڑی ہیبت ناک چیخیں نکل رہی تھیں ناگ نے اسے گھما کر دیوار پر دے مارا۔ ڈھانچے کی ہڈی ہڈی علیحدہ ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی انسانی چہرے والا گھوڑا بھی مر گیا۔ یکدم زمین زور سے کانپی۔ ناگ نے لوہے کے دروازے کو دوہتڑ مارا تو وہ ٹوٹ کر پرے جا گرا۔

ناگ بھاگتا ہوا مندر سے نکل آیا اور انسان کے روپ میں آگیا۔ اس وقت مندر کی عمارت زور سے لرزی اور وہ ایک دھماکے کے ساتھ زمین بوس ہو گئی!!

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سانپوں کا حملہ

اِدھر گھوڑا پچھاڑ سانپ کی ناگن پہاڑی سلسلے کے درمیان
میں واقع ایک وسیع میدان میں ایک درخت سے جھول
تھی۔ اس کی سرخ دو شاخی زبان لہرا رہی تھی۔ درخت
کچھ فاصلے پر زمین پر دونوں ڈاکو بیٹھے تھے۔ برہمن لڑکی
پشپا بے ہوش پڑی تھی۔

ارد گرد کے تمام درختوں کی شاخوں سے نہایت زہر
سانپ لپٹے ہوئے تھے۔ ان سب کو ناگن نے سگنل دے
جمع کیا تھا اور سارے معاملے سے باخبر کر دیا تھا۔ اس
صبح ہو رہی تھی۔ ڈاکو سانپوں سے بے خبر سستا رہے تھے
ساری رات سفر کرتے رہے تھے۔

ناگن نے خاموش آواز میں دوسرے سانپوں کو کہا

"اب ہمیں حملہ کر دینا چاہیے"

سگنل دینے کے بعد ناگن درخت سے اُتری اور
میں رینگتی ہوئی ڈاکوؤں کی طرف بڑھی۔ دوسرے سا

بھی درختوں سے اُتر آئے تھے۔

ایک ڈاکو آنکھیں بند کیے لیٹا تھا کہ اسے اپنے عقب میں
سرسراہٹ سنائی دی وہ اچھل کر اٹھ بیٹھا پھر اس کی آنکھیں
خوف سے پھیل گئیں۔ دو گز لمبی ناگن اس سے چند فٹ کے
فاصلے پر تھی اور پھن نکالے جھوم رہی تھی اس کی دو شاخی
زبان لپلپا رہی تھی۔ ڈاکو نے کمر سے بندھی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا
تو ناگن نے زبردست پھنکار ماری اور اچھل کر اس کے گلے
میں کنڈلی ڈال کر اپنا پھن ڈاکو کے چہرے کے آگے لہرانے لگی۔

ڈاکو کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ آنکھیں باہر کو اُبل آئیں وہ تھر تھر
کانپنے لگا۔ اس کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخیں نکلنے لگی تھیں۔ اس
کی چیخیں سن کر دوسرا ڈاکو جو سویا ہوا تھا جاگ پڑا مگر اس
سے پہلے کہ وہ کوئی حرکت کرتا۔ سرخ رنگ کے سبز دھاری
والے موٹے سانپ نے اسے جکڑ لیا۔ اس کا بڑا پھن اور چمکیلی
آنکھیں دیکھ کر دوسرے ڈاکو کی تو جان ہی نکل گئی۔

دوسرے سانپ بھی پھن پھیلا کر ڈاکوؤں کے گرد چکر کاٹنے
لگے ان کی غضب ناک پھنکاروں سے ڈاکوؤں کا خون خشک
ہوا جا رہا تھا۔

ایک سانپ نے پھنکارتے ہوئے کہا:

"میں ان کا قیمہ بنا کر کھا جاؤں گا"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسرا جھومتا ہوا بولا:

"میں انہیں جلا کر راکھ کر دوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے زبردست پھنکار ماری۔ اس کے منہ سے شعلہ نکل کر گھاس سے ٹکرایا اور گھاس جل اٹھی۔ یہ اگن سانپ تھا بڑا خطرناک اور زہریلا۔

تیسرے نے دو شاخی زبان پلپا کر کہا،

"میں انہیں اپنی گرفت میں جکڑ کر فنا کر دوں گا۔"

گھوڑا پچھاڑ سانپ کی ناگن بولی:

"انہوں نے عظیم ناگ دیوتا کے مقرر کردہ سانپ کو مارا ہے انہیں میں اپنے زہر سے پانی بنا دوں گی یہ مجھ سے کبھی نہ بچ سکیں گے۔"

اناکنڈا قسم کے اژدہے نے زبان لہراتے ہوئے کہا:

"ٹھہرو مجھے عظیم ناگ دیوتا کی خوشبو آ رہی ہے۔"

اناکنڈا اژدہا کا وزن چار من کے قریب ہوتا ہے اور لمبائی بیس فٹ کے لگ بھگ۔

یہ اژدہا لمبی جھاڑیوں میں چھپا رہتا ہے اور جب کوئی ہرن یا دوسرا جانور گزرتا ہے تو منہ کھول کر سانس کھینچتا ہے اور جانور اڑتا ہوا اس کے منہ میں پہنچ جاتا ہے۔ بڑے جانوروں کو ہلاک کرنے کے لیے یہ اژدہا دوسری ترکیب سے

م لیتا ہے۔ یہ بھینسے وغیرہ کے جسم میں دانت دبا کر رسی کی طرح لپٹ جاتا ہے اور جانور کی ہڈیاں چکنا چور ہو جاتی ں۔ اس کے بعد اژدہا اپنے منہ سے عجیب قسم کا لیس دار نی چھوڑتا ہے اور جانور کی کچلی لاش کو تر کر کے نگل جاتا ہے۔ یہ اژدہا جنوبی امریکہ اور ہندوستان کے مختلف علاقوں ں پایا جاتا ہے۔

اناکنڈا اژدہا کی بات سن کر سارے سانپ چونک گئے۔ نہیں بھی ناگ کی بُو آنے لگی۔ پھر انہوں نے ناگ کو دیکھ جو پہاڑی سے اتر رہا تھا۔ سارے سانپوں نے ادب سے ردن جھکا دی۔

ڈاکوؤں پر لرزہ طاری تھا۔

ناگ نے بھی سانپوں کو دیکھ لیا تھا۔ جب وہ قریب آیا ناگن نے پھن سکیڑ کر ادب سے کہا:

"اے عظیم ناگ دیوتا۔ ان ڈاکوؤں نے تیرے مقرر کردہ فظ کو ہلاک کیا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"یہ سزا سے بچ نہ سکیں گے۔ اناکنڈا ان کی ہڈیاں دو۔"

اناکنڈا اژدہا نے سر جھکا کر کہا،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جو حکم عظیم ناگ دیوتا۔"

اژدہا دونوں ڈاکوؤں کے گرد رسی کی طرح لپٹ گیا۔ ڈاکوؤں کی ہڈیاں کڑکڑا اُٹھیں۔ ناک اور منہ سے خون جاری ہوگیا۔ جب اژدہا نے انہیں اپنی گرفت سے چھوڑا تو وہ گوشت کے لوتھڑے نظر آرہے تھے۔ ان خون خوار ڈاکوؤں نے سینکڑوں بے گناہوں کا خون کیا تھا اور آج اپنے کیے کی سزا پالی تھی۔

دونوں ڈاکوؤں کے گھوڑے ایک درخت سے بندھے ہوئے کھڑے تھے۔ ناگ نے بے ہوش برہمن لڑکی پشپا کو اُٹھا کر ایک گھوڑے پر بٹھایا۔ اور سانپوں کو خدا حافظ کہہ کر چل دیا۔

سورج اب چڑھ آیا تھا۔ ناگ گھوڑا دوڑاتا پہاڑی سلسلے سے نکل آیا تھا اور کھیتوں میں سے گزر رہا تھا۔ ایک جگہ کنواں دیکھ کر ناگ نے گھوڑا روکا۔ برہمن لڑکی پشپا کو اُتار کر زمین پر لٹایا اور پانی کے چھینٹے مارے تو اسے ہوش آگیا۔

ہوش میں آتے ہی وہ چلائی:

"بچاؤ، بچاؤ۔"

ناگ نے کہا:

"بہن۔ تم محفوظ ہو میں تمہارے پاس ہوں۔"

پشپا بولی:

"بھائی تم۔؟ وہ ڈاکو کہاں گئے انہوں نے تو تمہارے سانپ کو مار ڈالا تھا۔"

ناگ نے کہا:

"انہوں نے جو کیا تھا اس کی سزا پائی۔ اچھا اب تم بتاؤ میں تمہیں کہاں چھوڑوں؟"

پشپا نے کہا:

"ظالم چچا کے پاس تو میں جاؤں گی نہیں۔ میری ایک خالہ لاہور رہتی ہے تم مجھے وہاں چھوڑ آؤ لاہور یہاں سے نزدیک ہی ہے۔"

ناگ نے حامی بھرلی۔ گاؤں سے کھانے پینے اور سستانے کے بعد وہ لاہور روانہ ہوگئے اور تیسرے دن لاہور پہنچ گئے۔

لاہور پر اس وقت راجہ جے پال حکمران تھا۔ یہ راجہ جے پال حکومتِ غزنی کو فتح کرنے کے لیے دو بار حملہ کر چکا تھا مگر غزنی کے حکمران سبکتگین نے دونوں بار اسے شکستِ فاش دی تھی۔ سبکتگین، نامور مسلمان فاتح سلطان محمود غزنوی کا والد تھا۔ سلطان محمود غزنوی جو تاریخ میں بت شکن کے نام سے مشہور ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہلی بار پنجاب کے ہندو شاہی حکمران راجہ جے پال نے ۹۸۶ء میں غزنی پر حملہ کیا تھا مگر منہ کی کھائی اور دس لاکھ درہم پچاس ہاتھی بطور نذرانہ پیش کرنے کے بعد بعض سرحدی علاقے بھی دینے کا وعدہ کر کے سبکتگین سے صلح کر لی تھی. مگر راجہ جے پال واپس دارالحکومت (اس وقت ہندو سلطنت کا دارالحکومت لاہور تھا) پہنچ کر مکر گیا. اس کی وعدہ خلافی کی سزا دینے کے لیے سبکتگین نے حملہ کیا اور پشاور تک آیا.

راجہ جے پال دوسرے ہندو راجوں کی فوجوں سمیت لاہور سے بڑھا. مقابلہ ہوا اور راجہ جے پال کو شکست ہوئی تھی اور وہ جان بچا کر بھاگ نکلا تھا.

جس وقت ناگ برہمن لڑکی کو اس کی خالہ کے گھر پہنچانے لاہور پہنچا راجہ جے پال دوسری بار مسلمان حکمران سبکتگین سے شکست کھانے کے بعد لاہور لوٹا تھا.

اس زمانے کا لاہور آج سے بہت مختلف تھا. نہ یہ دھواں اگلتی فیکٹریاں اور کارخانے تھے. نہ بلند و بالا عمارات بادشاہی مسجد، شالا مار باغ، مقبرہ جہانگیر کچھ بھی تو نہ تھا. اس زمانے میں لاہور کی آبادی زیادہ نہ تھی. آج تو آدمی پر آدمی چڑھا نظر آتا ہے.

برہمن لڑکی پشپا کی خالہ کا گھر شہر کی گنجان آبادی میں تھا.

وہ پشپا کو دیکھ کر بڑی خوش ہوئی اور ناگ کو اپنے ہاں ٹھہرانے کی دعوت دی. مگر ناگ جانتا تھا کہ ہندو ذات پات اور مذہب کے بڑے قائل ہوتے ہیں. اور پشپا کی خالہ اوپرے دل سے دعوت دے رہی ہے حالانکہ وہ کسی مسلمان کا اپنے گھر قدم رکھنا بھی پسند نہیں کر سکتی لہذا وہ شکریہ ادا کر کے چلا آیا.

اب ناگ کے سامنے لباس کا مسئلہ تھا. اس نے جو لباس پہن رکھا تھا وہ دو سو سال پہلے کا تھا. جب لوگ لمبے لمبے کرتے پہنتے تھے اور سر پر پگڑیاں یا عربی رومال باندھتے تھے. اس لباس میں ناگ صاف پہچانا جاتا تھا. کہ وہ مسلمان ہے اور اس زمانے میں لاہور میں مسلمانوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی.

ناگ، گھوڑے پر سوار ایک سرائے کے سامنے رکا.

سرائے کے باہر چارپائی پر ایک موٹا ہندو لالہ بیٹھا تھا.

ناگ نے کہا:

"کیوں بھائی. سرائے میں ٹھہرنے کو جگہ مل جائے گی"

ہندو لالہ ناک سکوڑ کر بولا:

"چھی چھی چھی. تم ملیچھ (گندے) کو میں اپنے سرائے میں ٹھہرنے دوں. میں نے اپنا مذہب بھرشٹ (خراب) کرنا ہے."

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلو بھاگو یہاں سے۔"

ناگ کو بڑا غصہ آیا۔ وہ گھوڑے سے اُتر کر ہندو لالے کی طرف بڑھا اور بولا:

"تمہاری کیا مجال۔ مجھے سرائے میں نہ ٹھہرنے دو۔"

ناگ نے گہری سانس لی اور کالا سانپ بن گیا۔ ہندو لالے کی تو دھوتی ڈھیلی پڑ گئی۔ اس کے منہ سے نکلا:

"ہے بھگوان۔"

وہ چارپائی پر ہی ڈھیر ہو گیا۔ ناگ نے انسان کے روپ میں آ کر موٹے ہندو لالے کو ہلایا جلایا تو وہ ہوش میں آگیا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ ناگ نے کہا:

"کیوں بے چربی کے ڈرم۔ اب ٹھہرنے دے گا؟"

ہندو لالہ ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا:

"ہے مہاراج۔ میں تو آپ کا سیوک ہوں۔ بھول ہو گئی شما کر دیجیے۔ یہ ساری سرائے حضور کی ہے۔"

ناگ نے ہنس کر کہا:

"اب آیا ہے سیدھی لائن پر۔ میرے لیے سادھوؤں کا لباس منگواؤ۔"

ہندو لالہ نے کہا:

"جو آگیا مہاراج۔ ابھی منگوائے دیتا ہوں۔"

ناگ کے پاس سونے کے سکے تھے جو بغداد میں چلتے تھے۔

ناگ نے مٹھی بھر سکے ہندو لالے کی جھولی میں ڈال دیئے۔ ہندو لالے نے سکے دیکھے تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ناگ سرائے میں داخل ہو گیا۔ ہندو لالے نے اب جو سکے اُلٹ پلٹ کر دیکھے تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ وہ آنے والے زمانے کے سکے ہیں۔ بہرحال سونے کے سکے تھے۔ ہندو لالہ نے جلدی سے سمیٹ کر غلے میں ڈال دیئے۔

ملازم کو آواز دے کر ناگ کا گھوڑا اصطبل میں باندھنے کی ہدایت کی اور بازار سے سادھو کا لباس لانے کا کہا۔ ہندو لالہ ناگ کو زبردست قسم کا جادوگر سمجھ رہا تھا۔!!

◎

مکار پنڈت

شام ہو گئی۔

ناگ سادھو کے روپ میں سرائے سے نکل آیا اور گلیوں میں گھومنے لگا۔ ہر جگہ لوگ راجہ جے پال کی شکست پر باتیں کر رہے تھے۔ ناگ ٹہلتا ہوا بڑے مندر کے پاس آ نکلا۔ یہاں آ کر اسے پتہ چلا کہ راجہ جے پال کچھ دیر میں مندر آنے والا ہے۔ ناگ نے سوچا دیکھنا چاہیے شکست خوردہ راجہ کیا کرتا ہے۔

ایک ویران گوشے میں جا کر ناگ نے سانپ کی شکل اختیار کی اور مندر کی پچھلی دیوار پر رینگتا ہوا مندر میں داخل ہو گیا۔ مندر میں راجہ کے استقبال کی تیاریاں مکمل تھیں۔ کئی ہاتھوں والی پتھر کی دیوی کے گلے میں پھولوں کے ہار پڑے تھے۔ اس کے آگے لوبان اور اگر بتیاں جل رہی تھیں۔ چند پنڈت ہاتھ جوڑے بیٹھے جھوم جھوم کر مذہبی گیت گا رہے تھے۔ دیواروں پر مشعلیں لگی ہوئی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

[illegible] مچا کہ مہاراج جے پال کی سواری آگئی۔ پنڈت اُٹھ کر باہر کو بھاگے۔ مندر کے دروازے کے دونوں طرف پچاس کنواری لڑکیاں ہاتھوں میں پھولوں کی ٹوکریاں لیے کھڑی تھیں۔ یہ مندر کی داسیاں تھیں۔ راجہ جے پال آیا تو انہوں نے پھول برسانا شروع کر دیئے۔

راجہ جے پال ادھیڑ عمر تھا۔ مندر کے مہا پنڈت نے آگے بڑھ کر راجہ کے ماتھے پر تلک لگایا۔ مہا پنڈت کے ماتھے پر تین سُرخ لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ اس کے راجہ کو تلک لگاتے ہی دوسرے پنڈت گھنٹیاں اور سنکھ بجانے لگے۔ راجہ جے پال نے اندر آ کر دیوی کی مورتی کے پاؤں چھو کر آنکھوں سے لگائے اس کے بعد وہ غصّے سے بولا:

"پنڈت مہاراج۔ کیا تم نے جھوٹ بولا تھا کہ ہمیں فتح ہو گی۔ ہمیں شکست ہوئی ہے مسلمانوں نے ایسا حملہ کیا کہ ہماری تین لاکھ سینا بھی اسے نہ روک سکی۔

پنڈت نے ہاتھ جوڑ کر مکاری سے کہا:

"ہری اوم۔۔ لگتا ہے ستارے آپس میں ٹکرا گئے تھے۔ ورنہ آپ کی فتح یقینی تھی۔"

راجہ جے پال نے کہا:

"ہماری سینا جان بچانے کے لیے اپنے دیوی دیوتاؤں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بتوں کو پاؤں تلے روندتی ہوئی بھاگ نکلی۔ مسلمان کیا سوچتے ہوں گے"

پنڈت نے کہا:

"مہاراج ـــ اس بار ملیچھ مسلمان ہاریں گے"

یہ کہہ کر پنڈت نے پتھر کی دیوی کی طرف دیکھا۔ دیوی کی لال لال آنکھیں گھومنے لگیں۔ پنڈت جلدی سے دیوی کے آگے ماتھا ٹیک کر گڑگڑانے لگا۔ راجہ جے پال نے جب یہ دیکھا تو وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ مندر میں ڈھول ایسی آواز گونجی:

"اے راجہ۔ غزنی کے میدان میں دیوتاؤں کی جو بے عزتی ہوئی ہے اس پر دیوتا سخت برہم ہیں۔ فوراً ایک کنواری لڑکی کی قربانی ہمارے چرنوں میں دے ورنہ ملک میں قحط پڑ جائیگا"

راجہ جے پال نے لرزتے ہوئے کہا:

"مقدس دیوی۔ میں آج رات ہی قربانی دوں گا"

پتھر کی دیوی کی آنکھیں دوبارہ بے جان ہو گئیں۔ راجہ جے پال نے مہا پنڈت سے کہا:

"جلدی سے کسی مسلمان لڑکی کو پکڑ لاؤ اور میرے سامنے قربان کر دو"

پنڈت نے جھومتے ہوئے کہا:

"چھی چھی چھی ـــ دیوی کے قدموں میں کسی ملیچھ کا خون ـــ چھی چھی۔ دیوتا کسی ملیچھ کی قربانی قبول نہیں کریں گے۔ قربانی کے لیے خاص عمر، رنگ اور صورت کی لڑکی چاہیے۔ کل پورے چاند کی رات ہے۔ کل لڑکی کو قربان کیا جائے گا"

راجہ جے پال نے کہا:

"یہ کام جلدی ہونا چاہیے میں دیوتاؤں کی ناراضگی مول نہیں لے سکتا"

مہا پنڈت نے کہا:

"آپ بے فکر ہو کر جائیں کل پورے چاند کی رات قربانی دے دی جائے گی"

راجہ جے پال مندر سے چلا گیا۔ مہا پنڈت اُٹھا اور اندر کو چل دیا۔ ناگ بھی دیوار سے چپکا رینگتا ہوا اس کے پیچھے بڑھنے لگا۔ مہا پنڈت دالان سے گزر کر اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں ایک خفیہ دروازہ تھا۔ جو تہہ خانے کا تھا۔ یہ تہہ خانہ کافی بڑا تھا۔ دیوی کے بت کا نچلا حصہ تہہ خانے میں تھا جس میں ایک چھوٹا دروازہ بنا ہوا تھا۔

مہا پنڈت نے یہ چکر چلایا ہوا تھا کہ اس کا ایک ساتھی پنڈت اس خفیہ راستے سے دیوی کے بت میں داخل ہو جاتا اور ایک بھونپو میں بولنے کے علاوہ آنکھیں گھماتا۔ باہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیوی کے بت کے سامنے بیٹھے لوگ یہی سمجھتے کہ دیوی
میں جان پڑ گئی ہے اور وہ بول رہی ہے اس طرح ان
مکار پنڈتوں نے لوگوں کو بے وقوف بنایا ہوا تھا۔

تہ خانے میں مہا پنڈت کا ساتھی موجود تھا۔ مہا پنڈت
نے ہنستے ہوئے کہا:

"راجہ قربانی کے لیے مان گیا ہے اب تم جاؤ اور شہر
میں اعلان کرا دو کہ کل صبح ساری کنواری لڑکیاں مندر حاضر
ہوں تاکہ ان میں سے کسی کو چنا جا سکے۔"

پنڈت کے ساتھی نے کہا:

"قربانی کے لیے یا بیچنے کے لیے۔"

دونوں پنڈت قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ ناگ نے ان کی
باتیں سن لی تھیں۔ وہ کچھ سوچ کر واپس چل دیا۔ مندر سے
نکل کر اس نے انسان کی شکل اختیار کی اور سرائے کی
طرف چل دیا۔ ناگ واپس سرائے پہنچا تو ایک سپیرا سانپ
کا تماشہ دکھا رہا تھا۔

سانپ پھن پھیلائے جھوم رہا تھا۔ ناگ کے سرائے
میں داخل ہوتے ہی اسے ناگ دیوتا کی بو محسوس ہوئی۔
اس کا پھن ایک دم سکڑ گیا وہ رینگتا ہوا ناگ کی طرف
بڑھا۔ سپیرا حیران رہ گیا کہ آج سانپ کو کیا ہو گیا ہے۔ اس

نے بین بجانی بند کر دی۔

سانپ رینگتا ہوا ناگ کے سامنے آیا اور ادب سے
سر جھکا لیا۔ ناگ مسکرانے لگا۔ سانپ نے خموش زبان
میں سگنل نشر کیا:

"اے ناگوں کے عظیم دیوتا۔ یہ میری خوش قسمتی ہے
کہ آپ کے درشن ہوئے۔ میری عمر ساٹھ سال ہے، میری
سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ناگ دیوتا کو دیکھ سکوں۔
آج میری یہ خواہش پوری ہو گئی۔"

ناگ نے بھی خموش زبان میں سگنل دیا:

"اے سانپ۔ میں تجھ سے خوش ہوا۔ یہ سپیرا تمہارے
ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے؟"

سانپ نے عرض کی:

"ناگ دیوتا ـــ یہ سپیرا بڑا مہربان اور نیک دل آدمی
ہے۔ یہ مجھے روزانہ دودھ پلاتا ہے اور میرا تماشہ دکھا کر
روزی کماتا ہے۔"

ادھر سپیرے نے ساری زندگی سانپ پکڑتے گزاری تھی،
وہ سمجھ گیا کہ اس نوجوان میں ضرور خاص بات ہے جو
سانپ اس کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ اس نے بڑے غور
سے ناگ کی طرف دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ نوجوان کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنکھیں ٹھہری ہوئی ہیں وہ اپنی آنکھیں جھپکتا نہیں ہے۔

سپیرے نے اپنے باپ دادا سے ناگ دیوتا کی بےشمار کہانیاں سن رکھی تھیں۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے سامنے ناگ دیوتا، انسان کے روپ میں کھڑا ہے مگر اس نے یہ ظاہر نہ کیا اور بولا:

"سادھو جی کیا آپ کوئی ایسا منتر جانتے ہیں جس سے سانپ قابو میں آ جاتے ہیں؟"

ناگ نے کہا:

"ہاں میں نے اپنے گرو (اُستاد) سے علم حاصل کیا تھا۔ تبھی سانپ میری عزت کرتے ہیں۔"

سپیرا عاجزی سے بولا:

"سادھو جی — میری درخواست ہے کہ علیحدگی میں میری بات سن لیں۔ آپ کا مجھ پر احسان ہو گا۔"

ناگ نے کچھ سوچا پھر بولا:

"چلو۔ سرائے سے باہر چل کر بات کر لو۔"

ناگ نے خموش زبان میں سانپ کو یہیں رہنے کی تاکید کی اور سپیرے کے ہمراہ باہر آ گیا۔ باہر آتے ہی سپیرا ناگ کے قدموں میں گر پڑا اور گڑگڑایا:

"عظیم ناگ دیوتا۔ میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ میں ایک

غریب سپیرا ہوں۔ میری دو بیٹیاں ہیں جن کی مجھے شادیاں کرنا ہیں۔ مجھ پر رحم کرو۔ اور مجھے کچھ سونا دے دو مجھے کچھ سونا دے دو۔ مجھے پتہ ہے کہ زمین میں چھپے سارے خزانوں کا تمہیں علم ہے۔"

ناگ کو سپیرے پر رحم آ گیا۔ پھر سانپ نے بتایا تھا کہ سپیرا نیک دل اور مہربان ہے۔ ناگ نے سوچا اس غریب کے کام آنا چاہیے۔ اس نے اپنا رومال نکال کر اس پر زور سے پھونک ماری اور بولا:

"کل صبح جنگل میں چلے جانا اور یہ رومال سر پر باندھ کر پکارنا:

"مجھے ناگ دیوتا نے بھیجا ہے۔ میری مدد کرو۔"

کوئی نہ کوئی سانپ تمہارے پاس آئے گا تم اس سے اپنا مطالبہ کرنا وہ تمہیں دولت دے دے گا۔"

غریب سپیرا تو خوش ہو گیا۔ دونوں سرائے میں آ گئے۔

سرائے میں موجود لوگوں میں ایک ہندو غنڈہ بھی تھا جس کا نام ٹنڈن تھا۔ حرام کا مال کھا کھا کر وہ گینڈے کی طرح پھولا ہوا تھا۔ اس کی گردن سؤر کی طرح موٹی تھی۔ اس غنڈے کو سانپوں سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس نے سوچا اس نوجوان سے منتر معلوم کرنا چاہیے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ادھر ناگ نے سانپ کو واپس پٹاری میں جانے کا حکم دیا۔ سانپ حکم کی تعمیل میں رینگتا ہوا پٹاری میں سکڑ کر بیٹھ گیا۔ سپیرے نے پٹاری بند کی اور چلا گیا۔ سپیرے کے جانے کے بعد ٹنڈن غنڈہ، ناگ کے پاس آیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ مارتا ہوا بولا:

"واہ رے سادھو۔ تو بڑا کمال کا ہے۔ مجھے بھی وہ منتر بتا جس سے سانپ قابو آتے ہیں۔"

ناگ نے تو سپیرے کو ٹالنے کے لیے کہہ دیا تھا ورنہ وہ تو خود بڑا خطرناک سانپ تھا۔ ناگ نے بہانہ بناتے ہوئے کہا:

"بھائی اب تو میں منتر بھول چکا ہوں۔"

ٹنڈن غنڈہ سمجھا کر ناگ اسے منتر بتانا نہیں چاہتا۔ اسے غصہ آ گیا۔ اس نے تلوار نکالی اور گرجا:

"سادھو کے بچے۔ سیدھی طرح بتا ورنہ ابھی گردن اُتار دوں گا۔"

سرائے میں موجود دوسرے ہندو کھسکنے لگے۔ لڑائی کے آثار دیکھ کر ہی وہ خوف زدہ ہو گئے تھے۔

ناگ نے کہا:

"بھائی میں سچ کہہ رہا ہوں۔ مجھے منتر یاد ہوتا تو تمہیں

ضرور بتا دیتا۔"

ٹنڈن غنڈہ چلایا:

"بکواس مت کرو۔ تیرا تو باپ بھی منتر بتائے گا تو کس باغ کی مولی ہے۔"

اب ناگ کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا:

"تجھے ابھی منتر بتاتا ہوں۔"

ناگ گہری سانس لے کر اناکنڈا اژدہا بن گیا۔ غنڈے ٹنڈن کے تو ہوش اُڑ گئے۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ ایسا منتر تو اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ ابھی اس کے سامنے ایک سانولا نوجوان کھڑا تھا اور اب لمبا موٹا اژدہا۔ سرائے میں موجود ہندو ناگ دیوتا۔ ناگ دیوتا کے نعرے لگاتے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ ٹنڈن بھی باہر کو بھاگا مگر ناگ نے زور سے سانس کھینچا تو ٹنڈن اڑتا ہوا اس کے منہ میں آ گیا۔ ٹنڈن چیخیں مارنے لگا ناگ نے اسے چھوڑ دیا اور پھر سے انسان کی شکل اختیار کر لی۔

ٹنڈن غنڈے نے اس کے پاؤں پکڑ لیے اور گڑگڑایا:

"مجھے شماء (معاف) کر دو ناگ مہاراج۔"

ناگ نے کہا:

"جاؤ بھاگ جاؤ۔ پھر کبھی کسی کو تنگ نہ کرنا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹنڈن غنڈہ بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کی دھوتی ڈھیلی ہو گئی
تھی۔ ابھی وہ سرائے کے دروازے کے پاس پہنچا کر اس
کی دھوتی گر گئی۔ ٹنڈن غنڈہ اتنا خوف زدہ تھا کہ اس نے
دھوتی اُٹھانے کی زحمت بھی نہ کی اور بھاگتا چلا گیا۔ ناگ کو
یہ دیکھ کر بڑے زور کی ہنسی آئی۔ وہ ہنستا ہوا اپنے کمرے
میں چلا گیا۔

کچھ دیر بعد سرائے کا مالک موٹا ہندو لالہ کھانا لے کر آیا
تو اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"مہاراج۔ اگر برا نہ مانیں تو اپنی ایک بنتی (درخواست) ہے۔"

ناگ نے کہا:

"کیا بات ہے کھل کر کہو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔"

موٹے ہندو لالے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

اس نے کہا:

"حجور۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے اس کی عمر ۸ سال ہے۔
اس کو ایک سانپ ڈسنے کے لیے آتا ہے اور وہ سانپ
ہر تیسرے دن رات کو آتا ہے جس سے میرا بیٹا بے حد
خوف زدہ رہنے لگا اور بیمار ہو کر بستر سے لگ گیا ہے۔
میں نے ہر طرح کی کوشش کر لی ہے۔ مگر وہ موذی سانپ
پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اسے مارنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی۔

آپ ناگ مہاراج ہیں میری مدد کریں۔"

ناگ کو ہندو لالے پر رحم آ گیا۔ ساتھ ہی اسے اس
ظالم سانپ پر غصہ بھی آیا جو لوگوں کو تنگ کر رہا تھا وہ بولا:

"اس سانپ کی ایسی تیسی۔ میں اسے وہ سبق دوں گا
کہ یاد رکھے گا۔ تم مجھے اپنے گھر لے چلو۔"

ہندو لالہ خوش ہو گیا۔

ناگ ہندو کے ہمراہ اس کے گھر پہنچا۔ ہندو لالے کا
معصوم لڑکا ہڈیوں کا پنجر بن گیا تھا۔

ہندو لالے نے کہا:

"مہاراج۔ ایسے موذی سانپ سے نجات دلا دیں چاہے
میرا سب کچھ لے لیں۔"

ناگ نے کہا:

"تم سب کمرے سے نکل جاؤ۔ میں سانپ سے نبٹ
لوں گا۔"

ہندو لالہ اور اس کی بیوی باہر چلی گئی تو ناگ نے
دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ لڑکا سو رہا تھا۔ ناگ کو اس پر
پر بڑا ترس آ رہا تھا۔ آدھی رات کے وقت شوں شوں
کی تیز آوازیں آنے لگیں پھر کھڑکی کے راستے ایک موٹا
سانپ کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا رنگ سبز تھا اور سرخ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رنگ کی دھاریاں تھیں بڑا خوبصورت سانپ تھا۔

ناگ سانپ کو دیکھتے ہی بُری طرح چونکا۔ آنے والا سانپ بھی اسے دیکھ کر ڈرنے کی بجائے پھن پھیلا کر اسے گھورنے لگا پھر اس نے زمین پر لوٹ لگائی اور سانپ عورت بن گیا۔

یہ دراصل ناگن تھی۔ جسے ناگ کی طرح پانچ سو سال گزارنے کے بعد انسان بننے کی طاقت حاصل ہو گئی تھی۔ ناگن بہت خوبصورت عورت کی شکل میں تھی۔

اس نے کہا:

"اے ناگ۔ تو یہاں کیوں آیا ہے؟"

ناگ نے کہا:

"تم انسانوں کو بلا وجہ ستاتی ہو۔ اس لڑکے کا پیچھا چھوڑ دو۔"

ناگن بولی:

"یہ نہیں ہو سکتا۔ میں اس لڑکے کو نہیں چھوڑوں گی۔"

ناگ طیش میں آ کر بولا:

"میں تمہیں جلا دوں گا تمہیں فنا کر دوں گا تاکہ انسانوں کو تیرے شر سے نجات مل جائے۔"

ناگن نے کہا:

"میں بھی تمہارے ایسی طاقت رکھتی ہوں۔ میں تمہارا مقابلہ کروں گی۔"

ناگ کی پانچ ہزار سالہ زندگی میں پہلا واقعہ تھا کہ اسے ایک ناگن سے مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا جو پانچ سو سال زندہ رہنے کے بعد انسان بننے کی طاقت رکھتی تھی مگر ناگ معصوم بچے کو اس ناگن کے رحم پر بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ ناگن کے سامنے آ گیا اور دونوں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایک دوسرے کو گھورنے لگے۔!!

◎

- ناگ اور ناگن کے ہولناک مقابلے کا انجام کیا ہوا؟
- کیا ابلیس جادوگر عنبر کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا؟
- ماریا پر کیا گزری؟
- جالینوس اور جلاد نے عنبر کے خلاف کیا سازش کی

ناگ ناگن مقابلہ
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

ناگ، ناگن مقابلہ

اے حمید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk
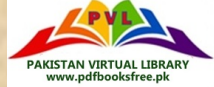
پیارے دوستو

چتر کی دلہن اور آدھا گھوڑا آدھا انسان کی پسندیدگی کے بے شمار خطوط ملے - جن کا میں فرداً فرداً جواب نہیں دے سکا - اس کے لئے معذرت خواہ ہوں - میں تمام دوستوں کا شکریہ اس صفحے کے ذریعہ ادا کر رہا ہوں - آپ کے پُرخلوص خطوط میری بڑی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور میں آپ کے لئے اچھی اور اچھی کہانی لکھنے میں محو ہو جاتا ہوں - امید ہے کہ آپ اسی طرح میری حوصلہ افزائی کرتے رہیں گے -

ناگ، ناگن، شیش ناگ کے بعد اگلی کہانی آپ "ایک آنکھ والی عورت" پڑھیں گے -

آپ کا
اے - حمید

جلال انور

قیمت چھ روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

بار اوّل :
تعداد : دو ہزار

نیا مکتبہ اقرأ — ۱۳/بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور پبلشرز
طابع : الحمد پرنٹرز، لاہور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فہرست

ناگ، ناگن مقابلہ

ناگ اور ناگن آمنے سامنے کھڑے تھے۔

دونوں کڑے تیوروں سے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے پھر ناگ نے کہا:

"اے ناگن۔ ہوش میں آؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ تم سے مقابلہ کروں کیوں کہ تم سانپ برادری سے ہو۔ اس معصوم لڑکے کا پیچھا چھوڑ دو اور چلی جاؤ۔"

ناگن غصّے سے بولی:

"ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ تم اگر عظیم ناگ دیوتا ہو تو میں عظیم ناگن دیوی ہوں۔ میں تم سے طاقت میں کم نہیں ہوں۔ آخر تمہیں اس لڑکے سے اتنی ہمدردی کیوں ہے۔ کیا تم بھول گئے ہو کہ تم ایک سانپ ہو اور انسان، سانپ کا سب سے بڑا دشمن ہے۔"

ناگ کو بڑا طیش آیا مگر وہ خود پر قابو پا کر نرم لہجے میں بولا:

"تم غلطی پر ہو۔ انسان بُرے ہی نہیں اچھے بھی ہوتے ہیں
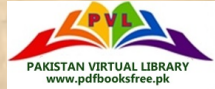
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر یہ تو ایک معصوم بچہ ہے۔"

ناگن پھنکاری:

"میں کچھ نہیں جانتی - میرے راستے سے ہٹ جاؤ ورنہ میں تمہیں اپنی طاقت سے ہٹا دوں گی۔"

ناگ اب اس بات پر مجبور ہو گیا کہ ناگن کا مقابلہ کرے اس کی پانچ ہزار سالہ زندگی میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ اسے سانپ برادری کی ایک ایسی ناگن سے مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا جو اس کی طرح جون بدلنے کی طاقت رکھتی تھی۔ ناگ نے گہری سانس لی اور خطرناک کالا سانپ بن گیا۔ اپنی دم کے بل کھڑے ہو کر ناگ نے زور دار پھنکار ماری۔

ناگن بھی سانپ کے روپ میں آ گئی اور اپنا پھن لہراتی پھنکارنے لگی۔ ناگ نے خاموش سگنل کی آواز میں کہا:

"اے ناگن۔ پہلے تو حملہ کر ورنہ تجھے حسرت ہی رہے گی۔"

ناگن بل پر بل کھا رہی تھی۔ اچانک وہ اپنی جگہ سے اچھلی اور پھنکارتی ہوئی منہ سے شعلے اگلتی ناگ پر حملہ آور ہوئی۔ ناگ پھرتی سے اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ ناگن کا پھن ٹھیک اس جگہ زمین سے ٹکرایا جہاں کچھ دیر پہلے ناگ تھا۔ زمین پر وہاں بہت بڑا سیاہ داغ پڑ گیا۔ اپنا وار خالی جاتا دیکھ کر ناگن بپھر گئی۔ اس کی دم کوڑے کی طرح لہرائی۔ ناگ فوراً چڑیا

بن کر اڑ گیا۔

ناگن عقاب بن کر اس پر لپکی۔ ناگ نے اناکنڈا اژدہا بن کر سانس کھینچی اور عقاب اس کی طرف آنے لگا۔ ناگن جھٹ زیبرا بن گئی اور اژدہے کو اپنے پاؤں سے کچلنے کے لیے اس کی طرف لپکی۔ ناگ نے ببر شیر کا روپ دھار کر زور سے دہاڑ ماری۔ پورا مکان لرز اٹھا۔

ہندو لالے اور اس کی بیوی نے جب کمرے سے شیر کی دہاڑ سنی تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ ہندو لالے کا معصوم لڑکا بھی جاگ اٹھا اس نے جب شیر تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی وہ غش کھا کر بے ہوش ہو گیا۔

ناگ نے شیر بنتے ہی زیبرے پر چھلانگ لگائی۔ ناگن ایک طرف ہٹتے ہوئے لمبے دانتوں والے خوف ناک سیاہ افریقی ہاتھی کے جون میں آ گئی۔ زور سے چنگھاڑتے ہوئے ہاتھی نے پلک جھپکنے میں شیر کو اپنی سونڈ میں جکڑ لیا اور گھما کر پوری طاقت سے دیوار پر مارا۔

دیوار مٹی کے گارے کی بنی ہوئی تھی اور خاصی پرانی تھی۔ شیر کے روپ میں ناگ دیوار سے ٹکرایا تو زبردست دھماکے ساتھ دیوار کانپ اٹھی۔ ناگ کو بھی نانی یاد آ گئی تھی۔

ہاتھی کے روپ میں ناگن چنگھاڑتی ہوئی شیر کو اپنے بڑے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور بھاری پاؤں سے کچلنے کے لیے سونڈ لہراتی آگے بڑھی۔ ناگ
جلدی سے سفید عقاب کا روپ دھار کر اڈاری مار کر اُڑ گیا۔
ناگن بھی عقاب بن کر اس پر حملہ آور ہوئی۔ ناگ روشن دان
کے راستے مکان سے باہر نکل آیا۔ ناگن اس کے پیچھے تھی۔
دراصل ناگ کو خدشہ تھا کہ ہاتھی یا کسی اور بڑے جانور کے
روپ میں اگر وہ یا ناگن دیوار سے ٹکرائے تو دیوار گر جائے گی
جس سے ہندو لالے کے بچے کی جان کو خطرہ تھا۔

دونوں ایک دوسرے کے پیچھے اُڑتے ہوئے جنگل تک
جا پہنچے۔ ناگ نے غوطہ کھایا اور زمین پر آتے ہی خوفناک
سیاہ چیتے کے روپ میں آ گیا۔ ناگن جون بدل کر بنگالی شیرنی
بن گئی اور دھاڑتی ہوئی چیتے کے سامنے آ گئی۔ ناگن نے سگنل
کی خاموش آواز میں کہا:

"اے ناگ۔ میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گی۔"

ناگ نے جواب دیا:

"تو اپنی جان کی خیر منا۔ فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔ بدی
مٹ کر رہتی ہے۔"

ناگن نے غصے میں آ کر چھلانگ لگائی۔ ناگ نے بڑی تیزی
سے بہت بڑے ہیبت ناک کنگ کانگ کا روپ بدل لیا
اور ناگن کو فضا میں ہی دبوچ لیا۔ ناگن نے جون بدلنا چاہی مگر

ناگ نے اسے مہلت ہی نہ دی۔ اس نے ناگن کو شیرنی کے روپ
میں سر سے اوپر لے جا کر زمین پر دے مارا۔

زبردست دھماکہ ہوا۔ شیرنی کے حلق سے آخری دہاڑ نکلی۔ اس کی
ہڈیاں چکنا چور ہو گئی تھیں اور وہ گوشت کا لوتھڑا سا بن گئی تھی۔
پھر دیکھتے ہی دیکھتے شیرنی کی جگہ ایک بڑی ناگن مری پڑی تھی۔ اس
کا جسم جگہ جگہ سے کچلا ہوا تھا۔

ناگ، انسان کی شکل میں آ گیا۔ ناگن سے جنگ نے اسے بُری
طرح تھکا دیا۔ اس کی پسلیاں درد کر رہی تھیں اور سر یوں چکرا رہا
تھا جیسے اس نے منوں بوجھ اٹھایا ہو۔ یہ دوسرا موقع تھا جب وہ
اپنی پانچ ہزار سالہ زندگی میں کنگ کانگ بنا تھا۔ اس سے پہلے ایک
بار اسے ایک جزیرے پر ڈاہنا سورس کا مقابلہ کرتے وقت کنگ
کانگ بننا پڑا تھا۔

ناگ جنگل میں ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور آنکھیں
بند کر کے لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ کچھ دیر بعد جب اس کی طبیعت
سنبھلی تو اس نے گڑھا کھود کر ناگن کی لاش کو دفن کیا اور واپس
چل دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہلے سانپ پھر چیونٹیاں

اگلے دن ناگ صبح سویرے ہی بڑے مندر کے باہر پہنچ گیا۔

مندر کے باہر ایک بڑا تخت پوش سا پڑا تھا۔ جس پر قالین بچھے ہوئے تھے۔ اس تخت پوش پر مندر کا مکار مہا پنڈت اپنے چیلے چانٹوں سمیت بیٹھا تھا۔ تخت پوش کے سامنے لڑکیوں کی لمبی لائن لگی ہوئی تھی۔ ان لڑکیوں کو راجہ جے پال کے سپاہی زبردستی لائے تھے تاکہ ان میں سے قربانی کے لیے ایک لڑکی منتخب کی جائے۔

ایک طرف لوگوں کا ہجوم جمع تھا۔ ان میں لڑکیوں کے والدین بھی تھے۔ ناگ بھی ہجوم میں کھڑا تھا۔ ہر لڑکی کو مہا پنڈت کے سامنے پیش کیا جاتا۔ مہا پنڈت اپنی لال لال آنکھوں سے لڑکی کو گھورتا اور ہاتھ اٹھا دیتا جس کا مطلب تھا یہ لڑکی قربانی کے لیے ٹھیک نہیں۔

باری باری لڑکیاں مہا پنڈت کے سامنے پیش ہوتی رہیں پھر ایک معصوم صورت گوری لڑکی مہا پنڈت کے سامنے آئی

لڑکی نے پرانے کپڑے پہن رکھے تھے مگر وہ بے حد خوبصورت تھی۔ اس کے بال گہرے سیاہ اور لمبے تھے۔ کالے بالوں میں اس کا سفید چہرہ یوں تھا جیسے سیاہ بادلوں میں چاند——
لڑکی سہمی ہوئی تھی۔ مہا پنڈت کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ اس نے کہا:

"اے لڑکی تیرا کیا نام ہے اور تو کس ذات سے تعلق رکھتی ہے؟"

لڑکی نے لرزتی آواز میں کہا:

"میرا نام شکنتلا ہے اور میں ذات کی ویش ہوں۔"

اس وقت ہندوؤں میں چار ذاتیں تھیں۔ برہمن، کھشتری، ویش اور شودر—— برہمن سب سے اونچی ذات تھی برہمنوں کا کام مذہب کی حفاظت تھا وہ مذہبی رسوم وغیرہ ادا کرتے تھے۔ کھشتری دوسرے نمبر کی ذات تھی۔ یہ حکومت سنبھالتے تھے۔ ان کے بعد تیسرے نمبر پر ویش آتے تھے جو کھیتی باڑی کرتے تھے یعنی عموماً کسان ہوتے تھے۔ یا تجارت کرتے تھے۔ چوتھے نمبر پر شودر تھے۔ جو سب سے نچلی ذات والے تھے۔ یہ باقی ذاتوں کے افراد کی خدمت کرتے تھے۔

شودروں کے ساتھ بڑا بھیانک سلوک کیا جاتا تھا۔ کسی شودر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو قتل کر دینا، مکھی کو مارنے کے برابر تھا۔ اگر کوئی شودر
غلطی سے مذہبی کتاب کا کوئی لفظ تک سن لیتا تو یہ بہت
بڑا جرم ہوتا تھا۔ اس شودر آدمی کے کانوں میں پگھلا ہوا
سیسہ ڈال دیا جاتا اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا۔ شودر کو
اچھوت بھی کہا جاتا تھا۔

مکار مہا پنڈت کو شکنتلا پسند آ گئی تھی۔ اس نے دل
میں سوچا یہ لڑکی کسی ہندو جاگیر دار کے ہاتھوں مہنگے
داموں بک جائے گی۔ یہ تو آپ پچھلی قسط میں پڑھ ہی
چکے ہیں کہ مہا پنڈت نے پتھر کی دیوی کے آگے لڑکی
کی قربانی دینے کا ڈھونگ رچایا ہوا تھا۔

مکار مہا پنڈت نے کھڑے ہو کر کہا:

"دیوی کے حضور قربانی دینے کے لیے اس دلیش
لڑکی کو چن لیا گیا ہے۔"

لڑکی نے یہ سنا تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ وہ
خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔ ہجوم میں سے ایک ضعیف
بوڑھا جو لڑکی کا باپ تھا روتا چلاتا نکلا اور مہا پنڈت کے
قدموں میں گر گیا اور گڑگڑایا:

"مہاراج۔ مجھ پر دیا (رحم) کریں یہ میری اکلوتی بیٹی ہے۔"

مہا پنڈت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس نے زور دار

ٹھوکر بوڑھے کے ماتھے پر ماری اور گرجا:

"تو پاپی (گناہگار) ہے۔ دیوی نے تیری بیٹی کی قربانی مانگی
ہے اور تو اسے ظلم کہتا ہے۔"

بوڑھے کے ماتھے سے خون نکلنے لگا تھا۔ وہ چلایا:

"مہاراج۔ مجھ غریب پر ترس کھائیں۔"

ظالم مہا پنڈت چلایا:

"سپاہیو۔ اسے پکڑ کر قید خانے میں ڈال دو اس نے دیوتاؤں
کی بے عزتی کی ہے۔"

بوڑھا اپنی بیٹی کی طرف دوڑا تو سپاہیوں کے سردار نے
تلوار نکال کر بوڑھے کا سر اڑا دیا۔ یہ سب اس تیزی سے
ہوا کہ ناگ دیکھتا رہ گیا۔ اس ظلم پر اس کا خون کھول اٹھا
تھا۔ ناگ نے فیصلہ کیا کہ اس مکار پنڈت اور ہندو سردار
کو معاف نہیں کرے گا۔

دلیش لڑکی شکنتلا نے جب اپنے باپ کا لاشہ تڑپتے
دیکھا تو رونے لگی۔ مہا پنڈت اس کا بازو پکڑ کر گھسیٹتا ہوا
مندر میں لے گیا۔ سپاہیوں نے لاش اٹھائی اور چل دیئے۔
کچھ دیر بعد مہا پنڈت باہر آیا اور بولا:

"اے دیوتاؤں کو پوجنے والو۔ آؤ اور دیوی کے حضور
قربان کی جانے والی لڑکی کو چھو کر اپنے گناہ دھو ڈالو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سارے لوگ ایک قطار میں کھڑے ہو کر مندر میں جانے لگے۔ ناگ بھی ان میں شامل ہو گیا۔ جب وہ مندر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھی لڑکی شکنتلا دیوی کے بُت کے قدموں میں سر جھکائے بیٹھی رو رہی ہے ناگ اسے چھونے کے لیے جھکا اور مدھم آواز میں بولا :

"رو مت بہن۔ میں تجھے رات ہونے سے پہلے نکال لے جاؤں گا:"

ویش لڑکی شکنتلا روتے روتے چپ ہو گئی۔ اس نے ایک جھٹکے سے سر اُٹھا کر ناگ کی طرف دیکھا لڑکی کے چہرے پر بے یقینی تھی ناگ نے سرگوشی کی :

"میری بات پر یقین رکھو۔ میں تمہیں بچا لوں گا:"

یہ کہہ کر ناگ مندر کے دوسرے دروازے سے باہر نکل آیا۔ اب وہ اس بے رحم ہندو سردار کو مزا چکھانا چاہتا تھا جس نے لڑکی کے بوڑھے باپ کو قتل کیا تھا۔ مندر کے باہر دروازے کے پاس چند سپاہی کھڑے تھے۔ ناگ ان کے پاس جا کر بولا :

"بچو۔ ہمیں بتا وہ سردار کہاں ہے جس نے دیوتاؤں کی توہین کرنے والے بدبخت کی گردن اُتار دی۔ ہم اس سے خوش ہوئے ہیں اور اسے انعام دینا چاہتے ہیں:"

ناگ سادھو کے بھیس میں تھا۔ سپاہی یہی سمجھے کہ یہ بڑا پہنچا ہوا سادھو ہے۔ ہاتھ جوڑ کر پرنام کرنے کے بعد ایک بولا :

"سادھو مہاراج ــــ وہ سردار پرتھوی تھے ان کا محل اگلی سڑک پر ہے۔ سُرخ محل ــــ سردار پرتھوی ابھی ابھی کسی کام سے اپنے محل گئے ہیں:"

ناگ کے لیے اتنی معلومات کافی تھیں وہ اسی وقت ہندو سردار پرتھوی کے محل کی طرف چل دیا۔ بازار میں بڑی رونق تھی۔ ہندو دھوتیاں باندھے حلوہ پوڑی کا ناشتہ کر رہے تھے۔ ناگ بازار سے گزر کر اگلی سڑک پر آ گیا۔ یہاں سڑک کے ایک طرف سرخ رنگ کا بڑا خوبصورت محل تھا۔

محل کا دروازہ بند تھا۔ اور دو پہرے دار نیزے تھامے پہرہ دے رہے تھے۔

ناگ نے قریب جا کر کہا:

"اے بچو ــــ ہم بہادر سردار پرتھوی سے ملنا چاہتے ہیں:"

ایک پہرے دار بولا :

"چلو چلو بھاگو ادھر سے۔ سردار کے پاس فضول وقت نہیں ہے:"

دوسرے پہرے دار نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے بابا۔ شکل گم کرو۔ بڑے آئے ہیں سردار پرتھوی سے ملنے۔"

پہلا پہرے دار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

ناگ نے کہا:

"اے بچّے۔ ہمارا مذاق نہ اڑا۔ جا جو کہا ہے وہ کر۔"

ایک پہرے دار نے نیزہ تان لیا اور کہا:

"ابے سادھو کے بچے۔۔۔ ٹرٹر کیے جاتا ہے ابھی پرُو دوں گا نیزے میں۔ زندگی چاہتا ہے تو یہاں سے بھاگ جا۔"

اب تو ناگ برداشت نہ کر سکا۔ ایک دم سے تڑپ کر کالا سانپ بن گیا۔ پہرے دار نے پہلے آنکھیں جھپک کر پھر زور سے آنکھیں مل کر ناگ کی طرف دیکھا۔ ایسا حیرت ناک منظر ان کے باپ نے بھی نہ دیکھا تھا۔ ایک انسان پلک جھپکنے میں سانپ بن گیا تھا۔ ان کی تو سٹی گم ہو گئی۔ رنگ اڑ گیا۔ وہ پہرے دار جس نے نیزہ تانا تھا۔ غش کھا گیا اور دھڑام سے زمین پر گر کے بے ہوش ہو گیا۔

ناگ پھر سے انسان بن گیا اور دوسرے پہرے دار سے کہا:

"کیوں بچّے۔ اب اندر جانے دے گا یا نہیں؟"

"ہے ہے ہے" پہرے دار کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔ وہ اب یوں کانپ رہا تھا جیسے سردی کا بخار

چڑھ آیا ہو۔ ناگ کو ہنسی آ گئی اس نے کہا:

"ڈر مت بچّے۔ ہم تجھے کچھ نہیں کہیں گے چل ہمیں سردار پرتھوی کے پاس لے جا۔"

"چلیے مہاراج۔"

پہرے دار نے دروازہ کھولا۔ ناگ اس کے پیچھے اندر داخل ہو گیا۔ محل اندر سے بڑا خوب صورت تھا۔ کیاریوں میں پھول تھے۔ جن کی خوشبو فضا پھیلی ہوئی تھی، پہرے دار، ناگ کو لیے ایک بڑے کمرے میں پہنچا۔

کمرے میں صندلی لکڑی کی ایک کرسی پر سردار پرتھوی بیٹھا تھا۔ ناگ نے اسے پہچان لیا۔ سردار پرتھوی کے آگے ایک میز پڑی تھی جس پر چاندی کی طشتریوں میں مختلف پھل موجود تھے۔ سردار پرتھوی اس وقت انگور کھا رہا تھا۔ پہریدار کے ساتھ ایک سادھو کو دیکھ کر اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار نظر آنے لگے وہ بولا:

"یہ کسے اٹھا لائے ہو تم"

"سرکار۔ یہ بڑے پہنچے ہوئے سادھو مہاراج ہیں" پہرے دار نے کہا اور ناگ کے سانپ بننے کا واقعہ اسے سنایا۔ کچھ سوچ کر سردار پرتھوی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ ناگ بڑے غور سے سردار پرتھوی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے سردار۔ تو نے مندر کے باہر دیوتاؤں کی توہین کرنے
والے بوڑھے کو مارا۔ جس سے ہم خوش ہوئے اور تجھے
انعام دینے آئے ہیں۔"
سردار پرتھوی خوش ہو کر بولا:
"مہاراج۔ یہ تو میری خوش قسمتی ہے۔"
ناگ نے دل میں کہا۔ بچو ابھی پتہ چلتا ہے کہ تو خوش بخت
ہے یا بدبخت۔ ناگ نے کہا:
"ہم تجھے ایسا منتر بتائیں کہ تو جو چاہے گا وہی ہو گا۔"
سردار پرتھوی اچھل پڑا اس نے بے صبری سے کہا:
"سادھو مہاراج۔ میں راجہ جے پال کی فوجوں کا سیناپتی
(سپہ سالار) بننا چاہتا ہوں۔"
ناگ نے دل میں کہا۔ بیٹا تو اب جہنمی لوگوں کا سیناپتی
بنے گا۔ وہ بولا:
"اے سردار۔ تیری خواہش پوری ہو گی۔ اس پہرے دار
کو باہر نکال کر دروازہ اندر سے بند کر دے۔"
"ابھی لیں سادھو مہاراج۔"
سردار پرتھوی نے پہرے دار کو نکال کر دروازہ بند کیا
اور ناگ کے پاس آ کر کہنے لگا:
"اب منتر بتایئے سادھو مہاراج۔"

ناگ نے سردار پرتھوی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا:
"اے بدبخت انسان۔ میں تیری موت ہوں۔ تو کمزوروں پر
ظلم ڈھاتا ہے۔ تجھے اس کی سزا ملے گی۔"
سردار پرتھوی کا منہ کھل گیا۔ وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ ناگ
اسے منتر بتانے والا ہے۔ ناگ نے زور دار سانس کے
ساتھ سانپ کا روپ بدلا اور بڑی تیزی سے سردار پرتھوی
کی آنکھوں کے درمیان ڈس لیا۔
ہندو سردار پرتھوی کو اپنے جسم میں آگ کی ایک لہر
دوڑتی محسوس ہوئی۔ اس کا جسم اکڑنے لگا تھا۔ ناگ نے
اس کے جسم میں صرف اتنا زہر داخل کیا تھا کہ وہ زندہ لاش
بن کر رہ گیا تھا۔ ہندو سردار پرتھوی اب نہ بول سکتا تھا
نہ حرکت کر سکتا۔ تھا مگر محسوس کر سکتا تھا سن سکتا تھا دیکھ
سکتا تھا۔
ناگ انسان کی شکل میں آ کر بولا:
"اے ظالم انسان۔ تجھے سانپ نوچ نوچ کر کھائیں گے۔
تو درد سے چیخنا چاہے گا مگر چیخ نہ سکے گا رونا چاہے گا
مگر آنکھوں سے آنسو نہ نکلیں گے تو سسک سسک کر
مرے گا۔"
یہ کہہ کر ناگ نے آنکھیں بند کر کے خاموش آواز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا سگنل دینا شروع کیا۔ یہ سگنل اتنے زبردست تھے کہ ارد
گرد کے علاقے میں زمین کے نیچے رہنے والے سارے
سانپ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے۔ ان میں سفید رنگ کا سانپ
بھی تھا جو ان سب سانپوں کا سردار تھا۔ ناگ نے اسے
سگنل کی خاموش آواز میں دس بارہ خطرناک سانپوں کے
ہمراہ آنے کا حکم دیا۔

سفید سانپ اسی وقت بارہ سانپوں کے ہمراہ چلا آیا اور
سر جھکا کر ادب سے سگنل کی آواز میں کہا:

"اے مقدس ناگ دیوتا۔ ہم حاضر ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی
ہے کہ آپ نے ہمیں یاد کیا؟"

ناگ نے سگنل کی آواز میں کہا:

"اے سفید سانپ۔ یہ شخص بڑا ظالم ہے تم سب
اسے نوچ نوچ کر کھا جاؤ۔"

سفید سانپ نے ہندو سردار کی طرف دیکھا اور کہا:

"جو حکم اے ناگ دیوتا۔"

سارے سانپ پھنکاریں مارتے ہندو سردار پرتھوی کی
طرف بڑھے۔ ان کی چھوٹی چھوٹی سرخ آنکھیں جن میں مقناطیسی
کشش تھی سردار کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ خوف سے
ہندو سردار کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ دہشت کے مارے

اس کا بُرا حال تھا اس نے چاہا کہ وہ پوری قوت سے
چیخے مگر حلق سے کوئی آواز نہ نکل سکی۔

سانپ رینگتے ہوئے ہندو سردار کے پاس پہنچ گئے۔
سفید سانپ سب سے آگے تھا۔ وہ دم کے بل کھڑا
ہو کر پھن پھیلانے لگا۔ سفید سانپ نے زبردست پھنکار
کے ساتھ اپنی دو شاخہ زبان لہراتے ہوئے ہندو سردار کے
رخسار پر پھن مارا۔ سانپ کے تیز دانت ہندو سردار کو اپنے
جسم میں گڑتے محسوس ہوئے۔

ہندو سردار کو یوں لگا جیسے اس کے رخسار میں مرچیں
بھر گئی ہوں۔ سفید سانپ نے ایک جھٹکے سے اپنا پھن پیچھے
ہٹایا۔ رخسار کا گوشت اس کے منہ میں آ گیا۔ لمحے بھر کے
لیے سفید ہڈی نظر آئی جو فوراً ہی خون سے سرخ ہو گئی۔
دوسرے سانپ بھی ہندو سردار پر پل پڑے۔ اور اس کے
چہرے کا گوشت نوچنے لگے۔ کمرہ ان کی تیز پھنکاروں سے
گونج رہا تھا۔

ہندو سردار کا مارے درد کے بُرا حال تھا وہ چیخنا چلانا
اور رونا چاہتا تھا مگر یہ ممکن نہ تھا۔ غضب ناک سانپوں
کے گوشت نوچنے سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے کسی
درخت کی خشک ٹہنیاں ٹوٹ رہی ہوں یا انگارے چٹخنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے ہوں — سانپ اب ہندو سردار کے سارے جسم
سے لپٹ چکے تھے۔

ٹانگیں، گردن، بازو، سینہ پھنکارتے سانپوں کی آہنی
گرفت میں تھا۔ دو شاخی زبانیں لہراتے وہ گوشت نوچ
رہے تھے۔ ہندو سردار کو اپنے جسم کی ہڈیاں ٹوٹتی محسوس
ہو رہی تھیں۔

سفید سانپ چہرے کا سارا گوشت ہڑپ کر گیا تھا۔
چہرے کی سفید ہڈیاں نظر آنے لگی تھیں۔ رخساروں اور
ٹھوڑی کی ہڈیوں کے نشیب اور ابھار بڑے خوف ناک
نظر آتے تھے۔ جبڑوں کی ہڈیوں کے درمیان سارے
دانت چمکتے نظر آ رہے تھے۔ پیشانی کے نیچے آنکھوں کی
جگہ دو گڑھے نظر آ رہے تھے۔

سفید سانپ ایک طرف ہٹ گیا۔ دوسرے سانپ بھی
اپنا کام مکمل کر چکے تھے۔ قدرت ہر انسان کی ہڈیوں پر
گوشت کا جو غلاف چڑھاتی ہے وہ ہندو سردار کے جسم
سے غائب ہو چکا تھا۔ وہ اب ہڈیوں کا پنجر تھا۔ سفید
ہڈیاں جو خون آلود تھیں۔ ہندو سردار مر چکا تھا۔ اسے
ظلم کی عبرتناک سزا ملی تھی۔

سارے سانپ اب ناگ کے آگے سر جھکائے کھڑے

تھے —

ناگ نے خموشی کی زبان میں کہا:
"تم سب کا شکریہ۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

سانپ رینگتے ہوئے چلے گئے۔ ناگ بھی چڑیا بن کر کھڑکی
کے راستے نکل گیا۔ وہ اب بڑے مندر کے مکار مہا پنڈت سے
نمٹنا چاہتا تھا اور ولیش لڑکی شکنتلا کو بچانا چاہتا تھا۔

ادھر صبح سے دوپہر ہونے کو آئی اور ہندو سردار پرتھوی
کے محافظوں کو فکر ہونے لگی۔ ابھی تک سادھو باہر نہیں آیا
تھا۔ انہوں نے کئی بار دروازے سے کان لگائے مگر اندر سے
کوئی آواز نہ آئی۔ آوازیں دیں دروازہ کھٹکھٹایا تب بھی جواب نہ
ملا تو انہوں نے دروازہ توڑ دیا۔

اندر داخل ہوتے ہی ان کے حلقوں سے دہشتناک چیخیں نکل
گئیں۔ وہ منظر ہی ایسا تھا۔ کمرے کے درمیان میں ہڈیوں کا
پنجر پڑا تھا جس پر موٹی سیاہ چیونٹیاں چمٹی ہوئی تھیں۔ یہ چیونٹیاں
باغ سے گوشت کی خوشبو سونگھ کر آ گئی تھیں۔ چیونٹیاں آنکھوں
کے حلقوں سے گھس کر پیشانی سے برآمد ہو رہی تھیں۔ ظالم ہندو
سردار پرتھوی راج مر کر بھی عذاب میں تھا۔

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سر زندہ - دھڑ مُردہ

ناگ کو دیش لڑکی شکنتلا کو بچانے کی فکر میں مبتلا چھوڑ کر ہم روم چلتے ہیں۔ جہاں ماریا، ابلیس جادوگر کے غار میں چڑیلوں کی ملکہ کے جادو کے نتیجے میں پتھر کا مجسّمہ بنی کھڑی ہے اور ابلیس جادوگر، عنبر کی تلاش میں ہے تاکہ اسے پکڑ کر چلّہ کاٹنے کے بعد ہمیشہ کی زندگی حاصل کر سکے جب کہ عنبر شہر کے گورنر کا محافظِ خاص بنا بیٹھا ہے اور گورنر کا پہلا محافظِ خاص جالینوس اپنے دوست شاہی جلّاد کے ساتھ مل کر عنبر کو کسی کنویں میں گرانے کی فکر میں ہے۔

O

نجومی راہڑ جالینوس کو یہ بتا کر چلا گیا کہ عنبر کبھی نہیں مر سکتا۔ عنبر کو قابو کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے کسی گہرے کنویں میں گرا دیا جائے جہاں سے وہ کسی

کی مدد کے بغیر نہ نکل سکے گا۔

جالینوس نے شاہی جلّاد سے کہا:

"دوست۔ اس عنبر کے بچّے سے نجات حاصل کرنے کی کوئی ترکیب سوچو۔"

شاہی جلاد نے سوچتے ہوئے کہا:

"صرف ایک ہی راستہ ہے کہ تم عنبر کے دوست بن جاؤ۔"

جالینوس بھڑک کر بولا:

"عنبر کا دوست — تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے اس نے میری ساری عزت خاک میں ملا دی اور تم کہتے ہو اسے دوست بنا لوں۔"

شاہی جلّاد نے غصّے سے کہا:

"پوری بات تو سن لو۔ تم وقتی طور پر عنبر کے دوست بن جاؤ۔ پھر اسے کسی دن شکار پر اپنے ساتھ جنگل لے جانا۔ میں جنگل میں ایک گہرا گڑھا کھدوا دوں گا اور اس کے منہ پر گھاس پھونس بچھا دوں گا تم بہانے سے عنبر کو گڑھے کی طرف لے جانا۔ وہ خود ہی گر جائے گا۔"

جالینوس اچھل پڑا:

"واہ دوست۔ یہ بہت اچھی ترکیب ہے۔"

جالینوس نے ایسا ہی کیا اور عنبر سے دوستی بڑھانے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر یہی سمجھا کہ شاید جالینوس کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ اسے کیا پتہ تھا کہ جالینوس مکاری کر رہا ہے چند دن بعد منصوبے کے مطابق جالینوس نے عنبر کو شکار پر جانے کی دعوت دی۔ جسے عنبر نے قبول کر لیا۔

عنبر، شاہی جلاد، جالینوس محافظوں اور شکاری کتوں کے ساتھ جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ جالینوس اور شاہی جلاد مکاری سے عنبر کو وہاں لے گئے جہاں گہرا گڑھا کھدا ہوا تھا۔ گڑھے کے منہ پر بانس کی باریک لمبی تیلیاں رکھ کر گھاس پھونس اس طرح بچھائی گئی تھی کہ گڑھے کی موجودگی کا پتہ ہی نہ چلتا تھا۔

عنبر کے ساتھ باتیں کرتے وہ اسے گڑھے کے کنارے لے گئے پھر جالینوس نے چونک کر کہا:

"عنبر بھائی۔ اُدھر دیکھنا کیا خوبصورت ہرن ہے۔"

عنبر نے جونہی اُدھر دیکھا جالینوس اور شاہی جلاد نے پوری قوت سے عنبر کو دھکا دیا۔ عنبر ٹھیک اس جگہ گرا جہاں گھاس پھونس کے نیچے گڑھا تھا۔ وہ اب قلا بازیاں کھاتا گہرے گڑھے میں گر رہا تھا۔ گڑھے کی تہہ میں نوکیلے پتھر پڑے تھے۔ عنبر انہی پتھروں پر گرا مگر نوکیلے پتھر عنبر کو کیا نقصان پہنچا سکتے تھے۔

جالینوس نے گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہو کر قہقہہ لگایا اور کہا:

"خبیث عنبر — اب تو ساری زندگی اسی گڑھے میں پڑا رہے گا۔"

عنبر کو جالینوس کی مکاری پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا:

"اے جالینوس۔ سن لے کہ اب میں تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ تو نے دوستی کے نام پر دھبہ لگایا ہے میں تجھے بڑی عبرتناک موت ماروں گا۔"

جالینوس اور شاہی جلاد قہقہے مارتے چلے گئے۔ عنبر گڑھے کی تہہ میں بیٹھا سوچنے لگا کہ نجانے کتنے دن اس گڑھے میں رہنا ہو گا۔ دن گزر گیا۔ گڑھے کے اندر گہرا اندھیرا چھا گیا۔ عنبر زمین پر لیٹ کر ماریا اور ناگ کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ دونوں نجانے کہاں اور کن حالات میں ہوں گے۔

اگلے دن سورج کی روشنی گڑھے میں اتری تو عنبر اُٹھ بیٹھا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ وقت گزرتا گیا۔ عنبر نے سوچا کہ وہ کب تک کنویں کا مینڈک بنا یہاں پڑا رہے گا کچھ کرنا چاہیے۔ شام کا وقت تھا عنبر نے اچھی طرح گڑھے کا جائزہ لیا۔ گڑھا خاصا کشادہ تھا۔ گڑھے کی ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیوار میں پتھر کی ایک بڑی چٹان اُبھری ہوئی نظر آ رہی تھی۔
اس چٹان کا صرف ایک کونا عنبر کو نظر آ رہا تھا۔ باقی
چٹان زمین میں پوشیدہ تھی۔

عنبر کے دل میں نجانے کیا سمائی کہ اس نے چٹان کے
کنارے اپنے فولادی پنجوں میں تھامے اور خدا کا نام لے
کر ساری طاقت صرف کر دی۔ چٹان کے کناروں سے مٹی
گرنے لگی پھر ایک دھماکے سے چٹان نے اپنی جگہ چھوڑ
دی اور ایک طرف گھوم گئی۔ عنبر حیران رہ گیا۔ چٹان کے
دوسری طرف تاریک غار تھا۔ جیسے کوئی دیو قامت درندہ
منہ پھاڑے کھڑا ہو۔ غار سے تیز بدبو آ رہی تھی۔ اس
سرنگ نما غار کے منہ پر یا تو چٹان خود بخود آ جمی تھی۔
یا پھر یہ کوئی خفیہ دروازہ تھا۔

عنبر غار میں داخل ہو گیا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا اور
بدبو ایسی کہ دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ غار اوپر کو جا رہی تھی۔
عنبر کی تیز غیر معمولی آنکھیں اندھیرے میں دیکھ سکتی تھیں۔
عنبر دوڑتا ہوا آگے بڑھتا رہا تھا۔ دیر تک دوڑنے کے
بعد عنبر رُک گیا۔ یہاں سے سرنگ دو حصوں میں بٹ گئی
تھی۔ ایک حصے میں دور ہلکی سی روشنی ہو رہی تھی۔
عنبر اس طرف بڑھا۔ اسی وقت غار میں سسکی کی دردناک

آواز گونجی۔ عنبر جیسے بہادر انسان کے بڑھتے قدم بھی لمحے
بھر کے لیے رُک گئے۔ پھر اس کے کانوں میں سسکی کے ساتھ
ایک عجیب آواز پڑی دوسری بار یہ آواز صاف تھی کوئی
کہہ رہا تھا۔

"میرا گوشت دے دو۔ میرا گوشت دے دو۔ گوش۔
ش ش۔ ت"

آگے جا کر عنبر نے دیکھا کہ غار میں کمرے سے بنے ہوئے
ہیں۔ ایک کمرے سے روشنی اور سسکیوں کی آوازیں آ
رہی تھیں۔

عنبر نے کمرے میں جھانکا پھر اس کے رونگٹے کھڑے ہو
گئے۔ کمرے میں ایک بڑے صندلی تابوت کے قریب بیٹھا
وہ بھیانک آدمی رو رہا تھا۔ وہ آدمی — اف — بڑا عجیب
اور بھیانک تھا۔ اس کا چہرہ نوجوان اور صحت مند آدمی کا
تھا مگر جسم — صرف ہڈیوں کا پنجر تھا۔ جیسے کوئی ہزاروں
برس پرانا مردہ قبر پھاڑ کر نکل آیا ہو۔ چہرے کے سوا اس
کے جسم کے کسی حصے پر گوشت کا نام و نشان تک نہ تھا۔
زرد زرد ہڈیوں کا ڈھانچہ — زندہ ڈھانچہ جو بالکل کسی
عام آدمی کی طرح زندہ تھا اور حرکت کر سکتا تھا۔ روتا ہوا وہ
بھیانک شخص جب اپنے جسم کو حرکت دیتا تو غار میں ہڈیوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی خوفناک گڑگڑاہٹ گونجی۔

کمرے میں ایک موم بتی روشن تھی جس کی مدہم روشنی نے ماحول کی پر اسراریت میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ موم بتی کا شعلہ ساکت تھا ذرا بھی نہیں لرز رہا تھا۔ اس بھیانک شخص کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ صندلی تابوت پر بار بار پیشانی مارتا۔ پھر اس کے ہونٹوں سے حسرت بھری آواز نکلی:

"میرا گوشت — میرا گوشت — ہائے۔ ہا۔ا۔ ا۔ اے۔"

اس بھیانک شخص کی سسکیاں سناٹے میں یوں گونج رہی تھیں جیسے ہزاروں بد روحیں مل کر بین کر رہی ہوں۔ عنبر دروازے میں کھڑا حیرت اور غم سے اس پر اسرار چکر کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

روتے روتے وہ بھیانک شخص اپنا سر زور زور سے تابوت پر مارنے لگا اور سینہ پیٹنے لگا۔ ہڈیاں جب ہڈیوں سے ٹکراتی تو غار میں ایسی آواز گونجتی کہ دسمبر کی یخ بستہ راتوں میں بڑے سے بڑے بہادر کے بھی پسینے چھوٹ جائیں۔ عنبر تاریخ کے بڑے بڑے بھیانک اور پر اسرار واقعات سے گزر چکا تھا اس لیے اسے خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا پھر اسے یہ تسلی بھی تو تھی کہ وہ مر نہیں سکتا۔

بھیانک شخص کے تابوت پر سر مارنے اور سینہ پیٹنے سے عنبر نے اندازہ لگایا کہ یہ کوئی مصیبت زدہ ہے اور کسی جادو کے چکر میں پھنسا ہوا ہے۔ وہ بے دھڑک کمرے میں داخل ہو گیا۔

قدموں کی چاپ سن کر اس بھیانک شخص نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا:

"تم آ گئی ہو۔ تم مجھے مار کیوں نہیں دیتی۔ میں اس عذاب سے تنگ آ گیا ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"اے شخص تو کون ہے اور تجھے اس حال میں کس نے پہنچایا ہے؟"

عنبر کی آواز سن کر وہ بھیانک شخص چونک پڑا۔ اس نے عنبر کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کروٹیں لے رہی تھی۔ اس بھیانک شخص نے کہا:

"تم یہاں کیسے آ گئے؟"

عنبر نے کہا:

"میری بات چھوڑو میں ہر جگہ آ جا سکتا ہوں تم اپنی سناؤ۔"

بھیانک شخص نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میری کیا سنو گے۔ میں قسمت کا مارا بدنصیب ہوں۔ میرا نام رونالڈ ہے۔ یہ غار ایک خون خوار جادوگرنی کا ٹھکانہ ہے۔ جو انسانی خون پیتی اور انسانی گوشت کھاتی ہے میں اس کے طلسم میں قید ہوں۔ میرا جسم دیکھ رہے ہو۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ۔ میں مکمل انسان ہوں۔ میرا گوشت اس تابوت میں بند ہے۔ وہ جادوگرنی جب چاہتی ہے میرا گوشت نکال کر مجھے مکمل انسان بنا لیتی ہے اور پھر۔ میں تمہارے سامنے ہوں نجانے اس نے مجھے کیوں قید کر رکھا ہے جب تک وہ مرے گی نہیں میں یونہی رہوں گا"

بھیانک شخص کی آنکھیں بھر آئیں۔ دو آنسو اس کی گالوں پر لڑھک آئے پھر وہ چونک کر بولا:

"تم۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔ وہ جادوگرنی قبرستان میں لاش نکالنے گئی ہے ابھی آ جائے گی پھر شاید تمہارا حال بھی میرے جیسا ہو"

عنبر نے کہا:

"تم یہاں سے بھاگ کیوں نہیں جاتے"

بھیانک شخص درد بھرے انداز میں ہنسا۔ اس نے کہا:

"میں جادو کی وجہ سے اس کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا۔ ویسے اگر نکل بھی سکتا تو اس حال میں کہاں جاتا"

عنبر نے کہا:

"گھبراؤ مت میں تمہیں یہاں سے نکالوں گا۔ میں جادوگرنی کو فنا کر دوں گا"

بھیانک شخص نے سر جھکا لیا۔ عنبر کمرے سے نکل آیا۔ اس نے دوسرے کمروں کو دیکھا۔ ایک کمرے میں انسانی ہڈیوں کا انبار لگا تھا۔ دروازے کے پاس ایک کھوپڑی تھی پیلاہٹ مائل انسانی کھوپڑی۔ غار میں جو تیز بدبو پھیلی ہوئی تھی وہ گلتے سڑتے گوشت کی تھی۔ عنبر دوسرے کمرے کی طرف بڑھا۔ اس کمرے میں جادوگری کا سامان تھا۔ دیواروں سے مختلف جانوروں کے سر لٹک رہے تھے۔

ایک طرف سیاہ پتھر کی قربان گاہ بنی ہوئی تھی جس پر خون جم کر کالا ہو چکا تھا۔ قربان گاہ کے اوپر ایک منحوس شکل والی مورتی نصب تھی جس کے قدموں میں ایک دیا روشن تھا۔ چھت سے سؤر اور گائے کی کھالوں سے بنی دو مشکیں لٹک رہی تھیں جن میں نجانے کیا بھرا ہوا تھا۔

عنبر غار میں آگے بڑھنے لگا۔ کچھ دور جا کر پتھر کی سیڑھیاں آ گئیں جو اوپر کو جا رہی تھیں۔ عنبر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک گول دروازہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا جو لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ دروازہ باہر سے بند تھا۔ عنبر نے دروازے کو زور سے ٹکر ماری تو باہر لگی کنڈی ٹوٹ گئی اور بھیانک چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ عنبر باہر نکل آیا۔

کھلی فضا میں آتے ہی عنبر نے گہری سانس لی اور ادھر اُدھر دیکھا۔ وہ جنگل میں قبرستان کے پاس کھڑا تھا۔ عنبر قبرستان میں داخل ہو گیا۔ اسے آدم خور جادو گرنی کی تلاش تھی۔

شام کی دھندلی روشنی میں دور تک پھیلی ہوئی چھوٹی چھوٹی ٹوٹی پھوٹی قبریں یوں دکھائی دیتی تھیں جیسے سینکڑوں لوگ گھٹنوں میں سر دیئے رو رہے ہوں۔ شائیں شائیں کرتی تیز ہوا چل رہی تھی۔ قبرستان کے پرانے ٹنڈ منڈ درختوں کے پتے آپس میں ٹکرا کر ایسا شور پیدا کر رہے تھے جیسے کئی خبیث چڑیلیں اپنی مکروہ آواز میں درد اور اذیت سے چلا رہی ہوں۔

عنبر قبروں کے درمیان سے گزرتا اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ زمین پر پڑے سوکھے پتے اس کے پاؤں تلے چرچرانے سے بڑی ہولناک آواز پیدا ہوتی تھی۔ اس پرانے قبرستان کے دوسرے سرے پر ایک ٹوٹا پھوٹا کمرہ تھا۔

جو شاید گورکن کے لیے بنایا گیا تھا۔

عنبر اسی کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ چلتے چلتے اس کا پاؤں پھسلا اور وہ ایک کھلی پرانی قبر میں گر گیا۔ عنبر کے قبر میں گرتے ہی پرانی ہڈیوں کے کڑکڑانے کی خوفناک آواز پیدا ہوئی۔ عنبر جلدی سے اٹھا۔ قبر میں پڑے ڈھانچے کی ہڈیاں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔ عنبر قبر سے نکل آیا اور آگے بڑھا۔

جادو گرنی ٹوٹے کمرے میں موجود تھی۔ اس کے بال کھلے ہوئے تھے۔ اس نے کالے رنگ کا چوغہ پہن رکھا تھا۔ گلے میں ہڈیوں کی مالا اور سر پر الو کے پروں کا تاج تھا۔ جادو گرنی زمین پر بیٹھی تھی۔ اس کے سامنے ایک بچے کی لاش تھی اور ہاتھ میں تیز دھار خنجر۔

کوئی منتر پڑھتے ہوئے جادو گرنی نے ہولناک چیخ ماری اور خنجر لہرا کر لاش کے سینے میں اتار دیا۔ خون نکل آیا۔ جادو گرنی نے دونوں ہاتھوں سے چلو بنا کر خون بھرا اور اپنے منہ پر مل لیا۔ خون دیکھ کر اسے بے حد مسرت ہو رہی تھی۔

جادو گرنی نے لاش کا دل اور کلیجہ نکال کر ایک طرف رکھا اور دانتوں سے گوشت کاٹ کاٹ کر کھانے لگی۔ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بھدے۔ بھدے موٹے ہونٹوں سے خون ٹپک رہا تھا۔
بڑی بڑی سرخ آنکھیں درندگی کا آئینہ دار تھیں۔ اس کا
چہرہ انتہائی دہشت ناک ہو رہا تھا جس پر خباثت اور
لعنت برس رہی تھی۔

جادو گرنی کلیجہ اور دل اٹھائے کمرے سے نکل آئی عنبر
جلدی سے ایک درخت کی آڑ میں ہوگیا۔ جادو گرنی ایک
قبر کے سرہانے بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف
اٹھا کر منتر پڑھتے ہوئے پھونکیں مارنے لگی۔ جادو گرنی کے
حلق سے پھٹے ڈھول کی سی آواز نکل رہی تھی۔

پھر عنبر کے دیکھتے ہی دیکھتے قبر پھٹ گئی اور ایک
مردہ باہر نکلا۔ جادو گرنی نے جلدی سے کلیجہ مردے کی
طرف بڑھایا۔ مردے نے کچر کچر کی کریہہ آواز کے ساتھ
کلیجہ چبا ڈالا۔ مردے کے جبڑوں کی ہڈیاں بڑی تیزی سے
حرکت کر رہی تھیں۔ کلیجہ چبانے کے بعد مردے کے منہ
سے خرخر کرتی دہشت ناک آواز نکلی:

"بول اے جادو گرنی۔ کیا چاہتی ہے؟"

جادو گرنی نے کہا:

"میں پیاسی ہوں۔ میں پیاسی ہوں۔"

قبرستان کے پر ہول اور پر اسرار سناٹے میں جادو گرنی

کی آواز کی بازگشت گونجی۔ میں پیا۔ آ۔ آ۔ آ۔ سی۔ سی۔
ہے۔ ہے۔ ہوں۔"

مردے کی خرخر کرتی آواز ابھری۔

"تیری پیاس بجھانے کے لیے میں کیا کروں۔ جلدی بتا۔
جلدی بتا۔"

جادو گرنی نے کہا:

"میری پیاس انسانی خون سے بجھے گی۔ کسی زندہ انسان
کے تازہ گرم اور نمکین لہو سے۔"

مردہ بولا:

"میں تیری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا۔"

اسی وقت عنبر درخت کی اوٹ سے نکلا اور جادو گرنی
کی طرف بڑھتا ہوا بولا:

"تیری پیاس میں بجھاؤں گا اور ایسی بجھاؤں گا کہ پھر
تجھے پیاس ہی نہ لگے گی۔"

مردے نے عنبر کو دیکھتے ہی ہولناک چیخ ماری اور قبر
میں چھلانگ لگائی۔ عنبر نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس
کی ٹانگ پکڑ کر اسے سر پر گھماتے ہوئے زمین پر دے مارا۔
مردے کی ایک ایک ہڈی علیحدہ ہوگئی۔ جادو گرنی دونوں
بازو کھول کر چلائی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے انسان ۔ میں تجھے بھسم کر دوں گی" یہ کہہ کر اس نے منتر پڑھ کر عنبر پر پھونکا مگر عنبر پر جادو گرنی کا جادو نہیں چل سکتا تھا۔ عنبر نے اس کی گردن دبوچ لی اور دوسرے ہاتھ سے جادو گرنی کے منہ پر مکا مارا۔ جادو گرنی کا ایک ڈیلا باہر نکل آیا۔

جادو گرنی عنبر کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے مچلتی ہوئی چلائی:

"اے خدائے سامری۔ میری مدد کر۔"

عنبر نے کہا:

"تیرے سامری کی ایسی تیسی۔" عنبر نے جادو گرنی کو سر سے بلند کر کے ہوا میں چکر دے کر ایک درخت کے ساتھ دے مارا۔ جادو گرنی نے ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی طرح چلائی اور تڑپتی ہوئی مر گئی۔

مرتے ہی جادو گرنی کا جسم ایک انتہائی عمر رسیدہ اور بدصورت عورت کی شکل میں تبدیل ہونے لگا۔ پھر عنبر کے دیکھتے ہی دیکھتے جادو گرنی کے جسم کا گوشت گلنے سڑنے لگا اور ہڈیاں ٹوٹنے لگیں۔ کڑکڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہڈیاں ٹوٹیں اور جلنے لگیں۔ کچھ دیر بعد زمین پر راکھ کا ایک ڈھیر پڑا تھا۔

خون خوار جادو گرنی کا خاتمہ کرنے کے بعد عنبر واپس چل دیا۔ تیز ہوا چلنا یکایک بند ہو گئی تھی۔ قبرستان میں گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ عنبر جس قبر کے پاس سے بھی گزرتا اسے ٹھنڈی سانس لینے کی آواز آتی جیسے مردے کہہ رہے ہوں اے پانچ ہزار سال سے زندہ انسان تیرا شکریہ۔ تُو نے ہمیں منحوس جادو گرنی سے نجات دلائی۔

عنبر قبرستان سے باہر نکل آیا اور جادو گرنی کے غار میں داخل ہوا جب وہ اندر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ رونالڈ خوشی سے ناچ رہا ہے۔ اس کا پورا جسم اب گوشت پوست کا تھا۔ عنبر کو دیکھتے ہی وہ اس سے لپٹ گیا اور بولا:

"اے اجنبی۔ تُو میرے لیے رحمت بن کر آیا ہے۔ بول میں تیرا کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"اسی منہ سے شکریہ ادا کر دے اب دوسرا کہاں ڈھونڈتا پھرے گا۔"

رونالڈ قہقہہ مار کر ہنس پڑا پھر یکایک اس کی ہنسی رک گئی وہ چند قدم پیچھے ہٹ کر عنبر کو گھورنے لگا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حیرت بھرے لہجے میں بولا:
"تم نے اس ظالم جادو گرنی کو کس طرح مار ڈالا؟"
رونالڈ کے سامنے تو ایک بیس سالہ دُبلا پتلا مصری نوجوان کھڑا تھا۔ اسے کیا خبر تھی کہ عنبر ہزاروں سال سے زندہ چلا آرہا ہے اور مصر کے ایک فرعون عاطون کا بیٹا ہے۔ اسے مصر کے قبرستان میں ایک پر اسرار آواز نے کہا تھا کہ "اے عنبر تم ہمیشہ کی زندگی پا چکے ہو اب تم کبھی نہیں مرو گے۔" اس وقت عنبر کی عمر بیس سال تھی اور اس کے بعد اس کی عمر میں ایک دن، ایک گھنٹہ بلکہ ایک منٹ کا اضافہ بھی نہیں ہوا تھا۔
عنبر نے کہا:
"میں مسلمان ہوں۔ ایک خدا کی عبادت کرنے والا ہوں۔ ہمارے مذہب اسلام میں جادو حرام ہے بلکہ اسلام دنیا میں جادو توڑنے اور لوگوں کو سیدھی راہ دکھانے کے لیے آیا ہے۔"
رونالڈ نے کہا:
"نیک دل انسان۔ اسلام قبول کرنے کے بعد کیا کرنا پڑتا ہے۔"
عنبر نے جواب دیا:

"ہر بُرے کام سے بچنا پڑتا ہے۔ جھوٹ، چغلی، بدزبانی، چوری یہ سب بُرے کام ہیں۔ اسلام ہمیں نیک کام کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ پتھر کے بتوں کو چھوڑ کر اس ایک خدا کی عبادت کرو جس نے زمین و آسمان بنائے۔"
رونالڈ نے متاثر ہو کر کہا:
"عنبر۔ میں ایک خدا پر ایمان لاتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ بُرے کاموں سے بچوں گا۔"
عنبر بڑا خوش ہوا۔ دونوں غار سے نکلے۔ اندھیرا پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ عنبر اندازے سے روم کے شہر کی طرف چل دیا مگر یہ اس کی غلط فہمی تھی۔ وہ اندازے کی غلطی سے روم کے نزدیک پہنچنے کی بجائے دور ہوتے جا رہے تھے۔

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پُراسرار قلعہ

جنگل بڑا گھنا تھا۔ لمبی لمبی سبز سبز گھاس کی جھاڑیاں یہاں وہاں نظر آ رہی تھیں۔ کہیں درختوں کی جڑوں نے راستہ روک رکھا تھا۔ تو کہیں درختوں کے بڑے بڑے تنے رکاوٹ بنتے۔

عنبر اور رونالڈ ایک چھوٹی سی پگڈنڈی پر چلے جا رہے تھے۔ یہ جنگلی راستہ جھاڑ جھنکاڑ سے بھرا پڑا تھا۔ درختوں کی لمبی شاخیں ایک دوسرے میں پھنسی ہوئی تھیں اور زمین کو چھُو رہی تھیں۔ ان میں سے کوئی درخت پھل دار نہ تھا۔ عنبر اور رونالڈ آگے بڑھتے رہے یوں ہی چلتے چلتے رات ہو گئی۔ گھپ اندھیرا چھا گیا۔ عنبر اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا تھا وہ رونالڈ کا ہاتھ پکڑے چلتا رہا۔ کچھ دیر بعد چاند نکل آیا اور اس کی زرد زرد روشنی پتوں سے چھن چھن کر آنے لگی۔ رونالڈ چلتے چلتے رُک گیا۔ اس نے کہا:

"عنبر بھائی۔ اب مجھ سے نہیں چلا جاتا۔ لگتا ہے ہم راستہ بھول گئے ہیں، ورنہ روم کا شہر اتنی دُور تو نہیں۔"

عنبر کو بھی اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ وہ غلط راستے پر آ گئے ہیں۔ اس نے کہا:

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہم واقعی راستہ بھول چکے ہیں۔"

رونالڈ نے کہا:

"اب کیا ہوگا۔ مجھے تو شدید بھوک اور پیاس لگی ہے، حلق خشک ہوا جا رہا ہے۔"

عنبر کو تو بھوک پیاس لگتی نہیں تھی۔ رونالڈ کا بُرا حال تھا۔ عنبر جانتا تھا کہ جنگلوں میں ایسے درخت بھی پائے جاتے ہیں جن کی جڑیں پانی اور نشاستے سے بھری ہوتی ہیں۔ وہ رونالڈ کو ہوشیار رہنے کی ہدایت کر کے کسی ایسے درخت کو تلاش کرنے لگا۔ عنبر کو زیادہ دقت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ جنگل میں ایسے درخت بے شمار تھے۔ عنبر نے ڈھیر ساری جڑیں اکٹھی کیں اور واپس چلا آیا۔ رونالڈ نے جڑیں چوسیں تو اس کی جان میں جان آئی۔ اس نے عنبر سے کہا:

"بھائی تم بھی تو لو۔"

عنبر اس پر اپنی خفیہ طاقت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس لیے جڑیں چوسنے لگا۔ رونالڈ نے بڑے غور سے اسے
دیکھتے ہوئے کہا:

"بھائی۔ تم تھکے ہوئے معلوم نہیں ہوتے پھر تمہارے
چہرے اور بازوؤں پر کانٹے دار جھاڑیوں سے کوئی خراش
نہیں آئی جب کہ مجھے بے شمار خراشیں آئی ہیں۔ اس کی
کیا وجہ ہے؟"

عنبر نے اسے ٹالنے کے لیے کہا:

"بس مجھ پر خدا تعالیٰ کی خاص رحمت ہے ان تکلیفوں کا
مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

رات خاموش اور ویران تھی۔ چاندنی میں درختوں کے
پتوں کے سائے جھاڑیوں پر یوں پڑ رہے تھے جیسے بھوت
ناچ رہے ہوں۔ کبھی کبھی کوئی الو اپنی منحوس آواز میں چیختا
تو ماحول کی پُر اسراریت اور خوف ناکی میں مزید اضافہ ہو
جاتا۔ عنبر اور رونالڈ گھاس پر بیٹھے تھے۔ عنبر نے کہا:

"بھائی ہمیں رات گزارنے کے لیے کوئی محفوظ جگہ تلاش
کرنا چاہیے یہاں سانپوں اور جنگلی درندوں کا خدشہ ہے۔"

رونالڈ نے خوف زدہ آواز میں کہا:

"ہاں۔ اس جنگل میں بڑے زہریلے سانپ پائے جاتے ہیں
چلو کوئی محفوظ جگہ ڈھونڈتے ہیں۔"

دونوں کا سفر پھر جاری ہو گیا۔ دشوار گزار گھاٹیوں اور
کانٹوں بھری جھاڑیوں سے اٹے راستوں پر گزرتے وہ آگے
بڑھتے رہے۔ رات آدھی ہو گئی تھی۔

چاند کسی گول چمک دار تھال کی طرح آسمان سے لٹکا ہوا
تھا۔ اس کے ساتھ ستاروں کی کہکشاں سجی ہوئی تھی۔ رونالڈ
اب بہت تھک چکا تھا اور ہانپ رہا تھا۔ وہ ایک ٹیلے پر
بیٹھ گیا اور درخت کی جڑ چوستا ہوا بولا:

"بس بھائی۔ اب میں چلنے سے رہا۔"

عنبر نے کہا:

"اچھا۔ میں نزدیکی علاقے میں دیکھتا ہوں شاید کوئی غار
وغیرہ ہو۔"

عنبر ٹیلے سے اتر کر آگے بڑھا ہی تھا کہ اسے رونالڈ کی زوردار
چیخ سنائی دی۔ وہ چلا رہا تھا:

"ہائے۔۔۔ سانپ نے کاٹ لیا۔ میں مرا۔ ہائے سانپ نے
کاٹ لیا۔"

عنبر دوڑتا ہوا واپس پہنچا۔ رونالڈ زمین پر لوٹ پوٹ ہوتے
ہوئے بولا:

"عنبر بھائی۔۔۔ مجھے کالے سانپ نے ڈس لیا۔ میں مر رہا
ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سانپ نے رونالڈ کی ٹانگ پر کاٹا تھا اور زہر کا اثر ہونے لگا تھا۔ عنبر نے جلدی سے اپنی قمیض پھاڑ کر رونالڈ کی ٹانگ پر کس کر پٹیاں باندھ دیں۔ ڈونالڈ کے منہ سے نیلی جھاگ نکلنے لگی تھی وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

عنبر فوراً زمین پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر سگنل نشر کرنے لگا:

"اے سانپ - میں عظیم ناگ دیوتا کا بھائی ہوں۔ تو نے میرے دوست کو ڈس لیا ہے واپس آ اور زہر چوس"

ڈونالڈ کو ڈسنے والا کالا سانپ زیادہ دور نہ گیا تھا کہ عنبر کا سگنل اس کے جسم سے ٹکرایا۔ ساتھ ہی اس کو عنبر کے جسم میں سے نکلتی عظیم ناگ دیوتا کی بو محسوس ہوئی۔ وہ تڑپ کر مڑا اور سگنل دیا۔ سانپ کے سگنل کی لہریں عنبر کے دماغ سے ٹکرا کر لفظ بن گئیں:

"عظیم ناگ دیوتا کے بھائی۔ میں آ رہا ہوں"

عنبر نے سانپ کا سگنل پاتے ہی آنکھیں کھول دیں۔ چند منٹ بعد گھنی جھاڑیوں سے چھ فٹ لمبا اور موٹا کالا سانپ نکلا۔ چاندنی میں اس کی کھال چمک رہی تھی۔ اس نے عنبر کے آگے سر جھکایا اور سگنل دیا۔

"عظیم ناگ دیوتا کے بھائی۔ میری خطا معاف کر دے۔

مجھے پتہ نہ تھا کہ یہ تمہارا دوست ہے"

عنبر نے جوابی سگنل دیا:

"جلدی سے اس کے جسم سے اپنا زہر واپس چوس لو"

کالے سانپ نے ادب سے عرض کی،

"جو حکم ناگ دیوتا کے بھائی" کالے سانپ نے آگے بڑھ کر رونالڈ کی ٹانگ کے زخم پر منہ رکھ دیا اور زہر چوسنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے اپنا منہ زخم سے ہٹایا اور اپنا سر عنبر کے قدموں میں رکھ دیا۔

عنبر نے کہا:

"چلے جاؤ اور بلا وجہ انسانوں کو مت ڈسا کرو"

کالا سانپ رینگتا ہوا جھاڑیوں میں گم ہو گیا۔ رونالڈ کے منہ سے جھاگ نکلنا بند ہو گئی تھی اور وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں اور حیرانگی سے عنبر کی طرف دیکھا اور بولا:

"میں زندہ ہوں؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"مجھے تو زندہ لگ رہے ہو"

رونالڈ بولا:

"مجھے تو کالے سانپ نے ڈس لیا تھا اور کالے سانپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا ڈسا تو زندہ نہیں بچتا۔"

عنبر نے جواب دیا:

"خدا کو تمہاری زندگی منظور تھی لہذا تم بچ گئے۔ جب تمہاری موت لکھی ہوئی ہے اس وقت تمہیں کوئی نہ بچا سکے گا موت کا فرشتہ تمہیں دبوچ لے گا۔"

رونالڈ نے کہا:

"عنبر۔ تم میں کوئی خاص بات ہے تم عام انسان نہیں۔"

عنبر ہنس دیا اور بولا:

"اچھا۔ اب میں کوئی محفوظ پناہ گاہ ڈھونڈنے جاؤں؟"

رونالڈ نے جلدی سے کہا:

"نہ بھائی۔ میں اکیلا نہ رہوں گا تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ تمہاری موجودگی میں نجانے کیوں مجھے یہ احساس رہتا ہے کہ میں محفوظ ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"جیسے تمہاری مرضی۔" دونوں پھر چل پڑے۔

چلتے چلتے عنبر رک گیا۔ گھنے درختوں کے اس پار چاند کی روشنی میں کسی قلعے کا ہیولا سا نظر آ رہا تھا۔

عنبر نے کہا:

"رونالڈ بھائی۔ تم اس قلعے کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

رونالڈ نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا:

"یہ ہم کدھر آ گئے۔ اس قلعے کے متعلق مشہور ہے کہ یہ بد روحوں کا ٹھکانہ ہے جو آتا ہے زندہ نہیں جاتا۔"

عنبر نے کہا:

"واہ۔ مزا آ گیا۔ بد روحوں سے ملاقات کر کے مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے آؤ ذرا ان کی خیریت دریافت کریں۔"

رونالڈ نے حیرانگی سے عنبر کی طرف دیکھا اور کہا:

"تم ڈرتے نہیں ہو؟"

عنبر نے کہا:

"مسلمان خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ سچے مسلمان کو کوئی بڑی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

رونالڈ بولا:

"اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم عام انسان نہیں ہو۔ تم نے جادو گرنی کو مار ڈالا۔ سانپ نے مجھے ڈسا مگر میں بچ گیا۔ اب تم بد روحوں کا ذکر سن کر گھبرانے کی بجائے خوش ہو رہے ہو۔ تم کوئی خاص طاقت رکھتے ہو۔"

عنبر نے اکڑ کر کہا:

"میں ہزاروں سال سے زندہ ہوں اور کبھی نہیں مر سکتا۔ یہی طاقت کیا کم ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا؟" رونالڈ کے حلق سے چیخ نکل گئی وہ لڑکھڑا کر پیچھے کو ہٹا:

عنبر نے جب دیکھا کہ رونالڈ خوف زدہ ہو گیا ہے تو اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا:

"واہ دوست۔ تم نے سچ مان لیا۔ میں تو مذاق کر رہا تھا بھلا کوئی انسان ہزاروں سال سے زندہ رہ سکتا ہے؟"

عنبر کی بات سن کر رونالڈ کی جان میں جان آئی۔ رات کی بڑھتی ہوئی اور گہری ہوتی ہوئی تاریکی اور ہولناک سناٹے میں وہ قلعے کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں ہر طرف عجیب سی بھیانک سوگوار خاموشی تھی۔ رونالڈ کے چہرے سے خوف اور دہشت عیاں تھی۔

قلعہ کالے رنگ کے پتھر کے بھاری اور بڑے بلاکوں سے بنا ہوا تھا۔ یہ بھاری پتھر ایک دوسرے کے اوپر تلے رکھے گئے تھے۔ حیران کن بات یہ تھی کہ قلعے کا دروازہ کوئی نہ تھا۔ چاروں طرف گولائی کی شکل میں دیواریں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔

عنبر کو یقین تھا کہ قلعے میں داخلے کا کوئی راستہ ہو گا پھر اسے راستہ مل گیا۔

◎

چھ تابوت اور چمکیلی لاشیں

گھنی جھاڑیوں میں ایک گول سوراخ تھا جس میں پتھر کی سیڑھیاں نیچے کو جا رہی تھیں۔

عنبر نے کہا:

"رونالڈ۔ ڈرو مت اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"

دونوں سیڑھیاں اترنے لگے۔ زینہ اتر کر انہیں ایک دروازہ نظر آیا جو چھوٹا تھا۔ ایک وقت میں صرف ایک آدمی اس دروازے سے گزر سکتا تھا۔ دروازے کے دوسری طرف سرنگ تھی جس میں عجیب سی سبز رنگ کی روشنی ہو رہی تھی۔ یہ روشنی دیواروں کے پتھروں سے پھوٹ رہی تھی۔ ماحول میں ناگوار بُو پھیلی ہوئی تھی جیسے مدت سے تازہ ہوا یہاں سے نہ گزری ہو۔

اس سُرنگ کے اختتام پر ایک دروازہ تھا جس سے گزر کر عنبر اور رونالڈ ایک بڑے ہال میں پہنچے۔ ہال کے خاتمے پر ایک خوبصورت گیلری بنی ہوئی تھی۔ ہال کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیواروں سے مختلف ہتھیار لٹک رہے تھے۔ ایک دیوار
میں آتش دان تھا جس میں لکڑیاں جل رہی تھیں اور
سرخ شعلے لپلپا رہے تھے۔

رونالڈ کا حلق خوف سے خشک ہونے لگا۔ عنبر بھی
حیران تھا۔ ہال کے وسط میں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا جس
پر چھ خوب صورت تابوت پڑے تھے۔ ان تابوتوں سے
سبز رنگ کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ عنبر نے آگے بڑھ کر
دیکھا تو اس پر حیرت کا ایک اور حملہ ہوا۔

تابوتوں کا بالائی حصہ شیشے کا بنا ہوا تھا اور تابوتوں
میں عجیب مخلوق کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ یہ شکل وشباہت
میں بن مانس جیسی مخلوق تھی مگر ان کا چہرہ لمبوترہ تھا۔ سارے
جسم پر لمبے لمبے بال تھے اور سر پر بالوں کے دو سینگ
بنے ہوئے تھے۔ ان کے پنجے چوڑے تھے اور لمبے لمبے
تیز ناخن تھے۔ انگلیاں لمبی ہونے کی بجائے چوڑی اور
مخروطی تھیں۔ اس عجیب مخلوق کے جسم سے سبز رنگ
کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔

رونالڈ کپکپاتی آواز میں بولا:

"عنبر بھائی۔ یہاں سے نکل چلو ورنہ مارے جائیں گے۔"

عنبر نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ

تابوتوں پر کھدی ہوئی عبارت پڑھنے لگا۔ یہ قدیم مصری
زبان تھی جسے عنبر پڑھ سکتا تھا لکھا تھا:

"جو شخص ان تابوتوں کو چھیڑے گا وہ عذاب سے نہ
بچ سکے گا۔"

عنبر چبوترے سے اُتر آیا۔ اگر اس قلعے میں آتشدان
روشن نہ ہوتا تو عنبر یقین کر لیتا کہ صدیوں سے اس
قلعے میں کسی انسان نے قدم نہیں رکھا۔

عنبر نے کہا:

"رونالڈ بھائی۔ خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔
اطمینان رکھو۔"

ابھی عنبر نے الفاظ ادا کیے ہی تھے کہ بادلوں کی
گرج اور بجلی کی خوف ناک چمک نے قلعے کو لرزا دیا۔
آتش دان میں لکڑیاں چٹخیں اور شعلے کی سرخ زبانیں
باہر کو لپکنے لگیں پھر زور دار گڑگڑاہٹ کے ساتھ تمام
تابوتوں کے ڈھکن اوپر اُٹھ گئے۔

وہ عجیب مخلوق جو اس قدیم اور ویران قلعے کے
تابوتوں میں بند تھی اُٹھ بیٹھی۔ ان کے سوجے ہوئے پپوٹوں
والی آنکھیں کھل گئیں۔ ان کے اعضاء میں حرکت پیدا
ہوئی اور وہ تابوتوں سے باہر نکل آئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈونالڈ تو چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ عنبر بے خوفی سے اس عجیب اور ہیبت ناک مخلوق کو دیکھ رہا تھا۔ اس مخلوق کے چمک دار، بالوں سے بھرے لمبوترے چہرے اور سرخ آنکھیں اتنی خوفناک نظر آ رہی تھیں کہ کمزور آدمی کے دل کی حرکت ہی بند ہو جاتی۔

وہ متحرک چمکیلی مخلوق ہاتھ پھیلائے عنبر کی طرف بڑھنے لگی۔ عنبر کے پاس آ کر وہ رک گئی۔ پھر ایک نے گہرا سانس لیا۔ اس کے منہ سے آگ کا شعلہ نکلا اور ایک بھنبھناتی آواز آئی:

"کرۂ ارض کے قدیم ترین انسان ۔ خوش آمدید۔"

عنبر نے سنبھل کر کہا:

"تم کون ہو اور میرے بارے میں کیسے جانتے ہو؟"

عجیب مخلوق نے کہا:

"اے انسان ۔ ہم تمہاری زمین سے تعلق نہیں رکھتے ہمارا سیارہ دوسرا ہے۔ آج سے آٹھ ہزار سال پہلے ہمارا سیارہ سورج کے گرد چکر لگاتا ہوا زمین کے پاس سے گزرا تھا۔ تو ہمیں ایک اڑن طشتری نے زمین پر اتار دیا تھا تاکہ ہم یہ معلوم کر سکیں کہ اس سیارے پر کوئی مخلوق بستی ہے یا نہیں۔"

ہم یہاں آئے جگہ جگہ گھومے اور ان شوں کی تیز آوازیں ہم جس سیارے سے تعلق رکھتے ہیں وہ اک نے کہا، سورج کے گرد چکر کاٹتا ہے اور ہر آٹھ ہزار سال کے بعد زمین کے پاس سے گزرتا ہے۔ اب وہ وقت آ گیا ہے۔ ممکن ہے۔ ہمارا سیارہ اسی وقت یا کل صبح یا چند دن بعد زمین کے پاس سے گزرے پھر ہم واپس اپنے سیارے پر چلے جائیں گے۔ ہمیں یہ طاقت حاصل ہے کہ ہم دوسروں کے ذہن پڑھ سکتے ہیں۔ تمہارا ذہن پڑھ کر ہی ہمیں معلوم ہوا کہ تم پانچ ہزار سال سے زندہ ہو۔"

عنبر نے پوچھا:

"تمہارا سیارہ بھی ہماری زمین کی طرح ہے؟"

عجیب مخلوق بولی:

"نہیں۔ ہمارا سیارہ زمین سے بہت مختلف ہے۔ اس پر درخت نہیں ہیں۔ صرف بڑے بڑے پہاڑ ہیں اور ہم انہی پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ ہم ترقی میں تم سے بہت آگے ہیں۔ جو سائنسی ایجادات تم ہزار سال بعد کرو گے وہ ہم بہت پہلے کر چکے ہیں پھر ہمارے سیارے پر زندگی بہت لمبی ہوتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رونالڈ تو چیخ مارکر تو انسان سو ڈیڑھ سو سال بعد مر
سے اس عجب ہمارے سیارے پر تو ایک دن تمہارے
ایک سال کے برابر ہوتا ہے۔ اور ہم تیس ہزار سال تک
زندہ رہتے ہیں۔ ہمارا سیارہ سورج سے بہت دور ہے
اس لیے شدید سردی ہوتی ہے۔ پانی بھی برف کی شکل
میں ہوتا ہے۔"

عنبر کی زندگی میں پہلا موقع تھا کہ وہ کسی دوسرے
سیارے کی مخلوق سے مل رہا تھا۔ اس نے سوچا اگر
میرے ساتھ ناگ ہوتا اور اس مخلوق کو دیکھ لیتا تو
بعد میں اس مخلوق کا روپ دھار سکتا۔ ناگ کو یہ طاقت
حاصل تھی کہ وہ جس جانور یا مخلوق کا تصور اپنے ذہن
میں لا کر گہری سانس لیتا ویسا ہی بن جاتا تھا۔

عنبر نے کہا:

"کوئی بھولا بھٹکا شخص ادھر آ نکلے تو تم اس کے
ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟"

عجیب مخلوق بولی:

"ہم اسے کچھ نہیں کہتے لیکن جو ہمارے تابوتوں کو
چھیڑتا یا یہاں کی کوئی شے باہر لے جانے کی کوشش کرتا
ہم اسے ہلاک کر دیتے تھے۔"

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شوں شوں کی تیز آوازیں
آنے لگیں۔ عجیب مخلوق چونک اٹھی پھر ایک نے کہا:

"لگتا ہے ہمارا سیارہ زمین کے قریب آ گیا ہے اور
سیارے سے اڑن طشتری آ رہی ہے۔"

ہال کی ایک نکڑ میں سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جو اوپر
جاتی تھیں۔ ان سیڑھیوں کے راستے عنبر اور دوسرے
سیارے کی مخلوق قلعے کی چھت پر پہنچے۔ چھت کے اوپر
گول روشن بہت بڑی تھالی سی گھوم رہی تھی۔ یہ اڑن
طشتری تھی۔

عجیب مخلوق نے خوشی سے کہا:

"ہمارے ساتھی آ رہے ہیں۔"

فضا میں شوں شوں کی ایسی سنسناہٹ پھیلی ہوئی تھی
جیسے کسی بڑی دیگچی میں پانی کھول رہا ہو۔ اڑن طشتری نیچے
آتی گئی۔ اس کی شکل ایسی تھی جیسے سر پر رکھنے والی کسی
ہیٹ کو اُلٹا رکھ کر اس پر دوسرا ہیٹ سیدھا رکھ
دیا گیا ہو۔

اڑن طشتری سے سبز رنگ کی تیز روشنی خارج ہو رہی تھی چکر
کھاتی ہوئی اڑن طشتری قلعے کی چھت کے نزدیک پہنچ گئی۔ پھر
اس کے نچلے حصے سے چار آہنی ٹانگیں نکل کر قلعے کی چھت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر ٹک گئیں۔ شوں شوں کی آواز اب بند ہو گئی تھی۔ یکایک اڑن طشتری کا نچلا حصّہ اندر کو دھنس گیا اور ایک سیڑھی باہر نکلی اور اسی طرح کی مخلوق اندر سے نکلی۔

قلعے کے تابوتوں والی مخلوق ان کی طرف بڑھی اور کسی اجنبی زبان میں باتیں کرنے لگی۔ اڑن طشتری سے نکلنے والے بار بار عنبر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ غالباً اس کے متعلق بات چیت ہو رہی تھی۔

پھر آنے والے نیچے چلے گئے۔ جب وہ واپس آئے تو انہوں نے تابوت اٹھا رکھے تھے۔ ایک چمکیلی مخلوق عنبر کے پاس آئی اور کہا:

"اچھا اے انسان۔ ہم جا رہے ہیں۔ ان تابوتوں میں وہ کاغذ ہیں جن پر ہماری ہزاروں سال کی تحقیقی باتیں لکھی ہیں۔"

عنبر سے ہاتھ ملا کر وہ مخلوق چلی گئی۔ اڑن طشتری کا دروازہ بند ہو گیا۔ شوں شوں کی تیز آواز پیدا ہوئی اور اڑن طشتری اوپر اٹھنے لگی۔ اس کی رفتار بے حد تیز تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک چھوٹا سا ستارہ نظر آنے لگی۔ عنبر نے سوچا خدا تعالیٰ کی بنائی کائنات کس قدر وسیع ہے کہ کوئی انسان اس مکمل کائنات کے بارے میں نہیں جان سکتا۔ یہی سوچتا ہوا عنبر سیڑھیوں سے اُتر کر ہال میں آ گیا۔ ڈونالڈ بے ہوش

پڑا تھا۔

O

اب ہم ابلیس جادوگر کی خبر لیں کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے۔ یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ ابلیس جادوگر نے ماریا کو چڑیلوں کی ملکہ کی مدد سے پتھر کا بنا کر قید کر رکھا ہے اور عنبر کی تلاش میں ہے۔

ابلیس جادوگر عنبر کو تلاش کرتا ہوا روم کے اس شہر میں آ گیا تھا۔ جہاں کے گورنر کا عنبر محافظِ خاص تھا۔ ابلیس جادوگر نے ایک بوڑھے تاجر کا بھیس بدل رکھا تھا۔ اب اسے اتفاق کہیے کہ ابلیس جادوگر اس بازار میں آ گیا جہاں عنبر نے گورنر کے بھانجے شاہوس کو بوڑھے نانبائی کو پیٹنے پر مار دیا تھا۔

بازار میں خوب رونق تھی۔ دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ ابلیس جادوگر ایک ہوٹل کے سامنے رُک گیا۔ ہوٹل سے گرم گرم کھانوں کی خوشبو آ رہی تھی۔ ابلیس جادوگر نے سوچا کھانا کھا لینا چاہیئے۔ وہ ہوٹل میں داخل ہو گیا۔

ہوٹل کے کاؤنٹر پر پکی عمر کا رومن بیٹھا تھا۔ ابلیس جادوگر نے کھانے لانے کا کہا اور خود ایک میز پر بیٹھ گیا۔ ابلیس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جادوگر جس میز پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ والی میز پر دو رومن آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

ایک رومن نے کہا:

"دوست — چند دن پہلے ہمارے شہر میں عجیب واقعہ ہوا۔ اسی بازار میں ایک نانبائی ہے جسے شہر کے گورنر کا بھانجا شاہلوس پیٹ رہا تھا۔ کہ ایک دبلے پتلے نوجوان نے شاہلوس کو خوب مارا بعد میں جب شاہلوس سپاہی لے کر آیا تو اس نوجوان نے شاہلوس کو ہلاک کر دیا۔ ایک سپاہی نے تلوار نوجوان کے سینے پر ماری مگر تلوار ٹوٹ گئی اور نوجوان کا بال بھی بیکا نہ ہوا"

ابلیس جادوگر کے کان کھڑے ہو گئے۔

دوسرے رومن نے کہا:

"ابے جاؤ کیوں مذاق کرتے ہو۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا"

پہلے رومن نے کہا:

"دیوتاؤں کی قسم — میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ تلوار اس کے جسم سے ٹکرائی تو ایسی آواز پیدا ہوئی تھی جیسے تلوار فولاد سے ٹکرائی ہو"

دوسرے رومن نے ہنس کر کہا:

"اب کہو گے کہ اس کے بعد نوجوان ہوا میں اُڑ گیا تھا۔

پہلا رومن بُرا مان کر بولا:

"تم مذاق سمجھ رہے ہو۔ اس نوجوان کو گورنر کے سپاہی پکڑ کر لے گئے تھے"

ابلیس جادوگر اب کھانا بھول چکا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ دونوں رومن عنبر کی ہی بات کر رہے ہیں۔ عنبر جس کو وہ تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اس عنبر کا سراغ مل گیا تھا۔ ابلیس جادوگر نے اسی وقت گورنر کے محل جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ کاؤنٹر پر بیٹھے رومن نے کہا:

"کیوں بڑے میاں کھانا نہیں کھاؤ گے"

ابلیس جادوگر کوئی جواب دیئے بغیر ہوٹل سے نکل آیا اور لوگوں سے پتہ پوچھ کر گورنر کے محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ چڑیلوں کی ملکہ کا دیا ترشول اس نے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ وہ تیز تیز قدموں سے گورنر کے محل کو جانے والی سڑک پر بھاگا جا رہا تھا۔

گورنر کے محل پہنچ کر ابلیس جادوگر نے اپنے جادو کے زور سے ایک پہرے دار کو قابو کیا اور اس سے عنبر کے متعلق پوچھا تو اس نے ساری کہانی سنا دی کہ عنبر،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جالینوس کے ساتھ شکار پر گیا تھا کہ ایک شیر نے اس پر حملہ کر دیا اور اسے ہلاک کر دیا۔ دراصل جالینوس نے عنبر کو گڑھے میں گرانے کے بعد یہی کہانی مشہور کر دی تھی۔

ابلیس جادوگر سمجھ گیا کہ جالینوس نے گورنر سے جھوٹ بولا ہے۔ اسے پتہ تھا کہ عنبر تو مر ہی نہیں سکتا۔ وہ فوراً جالینوس کے گھر پہنچ گیا اور جالینوس سے جادو کے زور پر ساری بات معلوم کر کے جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس وقت رات ہونے والی تھی۔

○

ادھر عنبر ڈونالڈ کو ہوش میں لانے کی تدبیر کر رہا تھا عنبر نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے تو ڈونالڈ کو ہوش آ گیا۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے چبوترے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جہاں سے تابوت غائب تھے۔ اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا:

"عنبر بھائی۔ وہ چمکیلی زندہ لاشیں کہاں گئیں؟"

عنبر نے مناسب یہ سمجھا کہ ڈونالڈ کو پوری کہانی بتانے کی بجائے ٹال دینا چاہیئے کیوں کہ خدشہ تھا کہ ساری بات کا علم ہونے کے بعد ڈونالڈ اس پر یقین نہیں کرے گا

اور اسی وقت قلعے سے بھاگ نکلنے کا کہے گا جب کہ عنبر رات گزارنے کی اتنی بہترین جگہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے حیرت سے آنکھیں جھپکا کر کہا:

"ڈونالڈ بھائی۔ تم کن چمکیلی زندہ لاشوں کی بات کر رہے ہو؟"

ڈونالڈ نے کہا:

"اس چبوترے پر چھ تابوت تھے جن سے وہ زندہ لاشیں نکل کر ہماری طرف بڑھی تھیں۔"

عنبر بولا:

"تابوت ـــ لاشیں ـ پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ ارے بھائی تم تو یہاں آتے ہی تھکن کی وجہ سے سو گئے تھے شاید تم نے کوئی بھیانک خواب دیکھا تھا۔ میں نے تو کوئی تابوت اور لاش نہیں دیکھی اور تم اکٹھی چھ لاشوں کی بات کر رہے ہو۔"

ڈونالڈ احمقوں کی طرح منہ پھاڑ کے رہ گیا۔ اس کے چہرے سے ظاہر تھا کہ عنبر کی بات کا اسے یقین نہیں آیا۔ بہرحال رات انہوں نے قلعے میں ہی گزاری اور صبح ہوتے ہی نکل آئے۔

عنبر واپس پرانے قبرستان کی طرف چل دیا کیونکہ ڈونالڈ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا کہنا تھا کہ وہاں سے روم شہر کے راستے کا پتہ چل سکتا ہے۔ دوپہر تک دونوں جنگل میں چلتے رہے۔ دن کی روشنی میں جنگل کی خوفناکی میں کافی کمی آ گئی تھی۔ کبھی کبھی ڈونالڈ بڑی عجیب سی نظروں سے عنبر کو دیکھنے لگتا تھا۔

دوپہر کے وقت وہ ایک بڑے اور پرانے درخت کے نیچے ٹھہر گئے، کیوں کہ ڈونالڈ تھک گیا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ عنبر بھی نرم نرم گھاس پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ دیر بعد اچانک کسی نے عنبر کے سر پر تھپڑ مارا۔ عنبر سمجھا کہ ڈونالڈ نے شرارت کی ہے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ڈونالڈ دوسری طرف منہ کیے سو رہا تھا۔ عنبر بڑا حیران ہوا کہ تھپڑ کس نے مارا پھر یکایک اس کے دل میں خیال آیا کہ شاید ماریا ہو۔ لیکن اگر ماریا ہے تو اس کی بُو محسوس کیوں نہیں ہو رہی۔

عنبر نے کہا:

"ماریا بہن کیا یہ تم ہو؟"

جواب میں ایک زور دار تھپڑ عنبر کے منہ پر پڑا۔ ماریا تو ایسا ہرگز نہ کر سکتی تھی۔ عنبر اُٹھ بیٹھا۔ اسی وقت

نظر نہ آنے والے دو ہاتھوں نے عنبر کی گردن دبوچ لی اور آواز آئی:

"میں اس درخت کا بھوت ہوں اور اب تم دونوں کو کھا جاؤں گا۔"

عنبر کی گردن پر نظر نہ آنے والے بھوت کی گرفت بڑی سخت تھی۔ عنبر کی جگہ کوئی اور ہوتا تو دم گھٹ جانے سے مر چکا ہوتا۔ عنبر نے بڑے اطمینان سے بھوت کے نظر نہ آنے والے ہاتھ پکڑ لیے۔ اور دوسرا ہاتھ بھوت کے جسم پر پھیرنے لگا۔ مکمل جسم تھا بس نظر نہیں آ رہا تھا

اب عنبر نے بھوت کی گردن دبوچ لی اور زور لگایا تو بھوت چلّا اٹھا:

"ابے چھوڑ۔ آئیں۔ ابے یہ کیا کر رہا ہے۔ ہائے میں مرا۔ ابے چھوڑ۔"

عنبر نے کہا:

"میں بھوتوں کا باپ ہوں سمجھا۔ تیری تو اب میں چٹنی بنا کر چھوڑوں گا۔"

بھوت کے حلق سے اب عجیب قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیسا انسان ہے جس نے اسے قابو کر لیا ہے وہ تو اس انسان کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھانے آیا تھا مگر اب اسے اپنی زندگی خطرے میں نظر آ رہی تھی۔

بھوت نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا:

"ہائے ہائے۔ ابے چھوڑ۔ میں تجھے نہیں کھاؤں گا۔ آہ۔ آہ۔ اف میں مرا۔"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"بھوت کے بچے۔ میں تو تجھے چھوڑنے والا نہیں چھڑا سکتا ہے تو چھڑا لے۔"

یہ کہہ کر عنبر نے اپنی گرفت سخت کرنا شروع کر دی۔ بھوت بڑی طرح چلانے لگا۔ شور سن کر ڈونالڈ کی آنکھ کھل گئی۔ وہ حیرت سے عنبر کی طرف دیکھنے لگا۔ بھوت کی چیخیں بڑی بھیانک تھیں۔ پھر اس نے آخری ہچکی کے ساتھ دم توڑ دیا۔ بھوت کے مرتے ہی اس کا جسم نظر آنے لگا۔

توے کی طرح سیاہ جسم، لمبے لمبے زرد دانت جن سے فٹ بھر لمبی زبان باہر کو لٹک رہی تھی۔ سرخ سرخ آنکھیں جو باہر کو ابلی ہوئی تھیں۔ عنبر نے بھوت کو پرے جھاڑیوں میں پھینک دیا اور ہاتھ جھاڑنے لگا۔ ڈونالڈ بولا:

"بب۔ بب بھائی عنبر یہ کون تھا؟"

عنبر نے کہا:

"اس درخت کا بھوت۔ جو ہمیں کھانے آیا تھا مگر میرے ہاتھوں مارا گیا۔"

ڈونالڈ نے کچھ نہ کہا۔ عنبر نے گھاس پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ ڈونالڈ کو اب عنبر سے بھی ڈر لگنے لگا تھا کہ کہیں یہ بھی بھوت نہ ہو۔ وہ کھسکتا ہوا پرے ہٹنے لگا پھر اٹھا اور دوڑ لگا دی۔ دوڑنے کی آواز سن کر عنبر نے آنکھیں کھولیں اور اٹھا تو دیکھا کہ ڈونالڈ گرتا پڑتا بھاگا چلا جا رہا ہے۔

عنبر نے آواز دی:

"ڈونالڈ بھائی۔ ڈونالڈ بھائی۔"

ڈونالڈ نے دوڑنے کی رفتار اور تیز کر دی اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ عنبر سمجھ گیا کہ ڈونالڈ اس سے ڈر گیا ہے۔ وہ ہنسنے لگا اور اکیلا ہی روم شہر کی طرف چل دیا۔

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لاش زندہ ہوگئی

شام کے وقت عنبر جنگل سے نکل آیا اور شہر کی طرف روانہ ہوگیا۔ شہر سے باہر ایک سرائے تھی عنبر نے رات اسی سرائے میں گزار کر صبح شہر جانے کا فیصلہ کیا اور سرائے میں داخل ہو گیا۔

سرائے کا مالک موٹا اور گنجا تھا۔ اس نے اپنے گول گول ڈیلوں سے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر کے کپڑے کانٹے دار جھاڑیوں میں پھنس پھنس کر کئی جگہ سے پھٹ گئے تھے۔

سرائے کا مالک بولا:

"جیب میں کرائے کے لیے پیسے بھی ہیں۔ یہ سرائے ہے خیرات خانہ نہیں سمجھے؟"

عنبر کو اس لالچی انسان پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور روم کے سکے نکالے یہ سب اسے گورنر نے دیئے تھے۔ ان کے ساتھ سچے موتیوں کا وہ ہار بھی نکل آیا جو جالینوس کو ہرانے پر گورنر نے خوش ہو کر

اسے دیا تھا۔ موٹے اور گنجے مالک نے جب اتنی بڑی رقم اور ہار دیکھا تو اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ خوشامدی انداز میں بولا:

"حضور یہ تو سرائے ہی آپ کی ہے تشریف لایئے۔"

سرائے کے مالک نے عنبر کو سب سے بہترین کمرہ دیا۔ عنبر نے اسے کپڑے منگوانے کو کہا اور خود آرام دہ مسہری پر لیٹ گیا جس پر نرم جنگلی گھاس بچھی ہوئی تھی۔

سرائے کا موٹا مالک بڑا لالچی اور بے ایمان تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ سرائے میں ٹھہرنے والے کئی مالدار مسافروں کو ہلاک کر کے ان کے مال پر قبضہ کر چکا تھا۔ عنبر کے پاس بڑی رقم اور ہار دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا تھا اور اس نے انہیں حاصل کرنے کا منصوبہ سوچنا شروع کر دیا۔

موٹے نے ایک ملازم کو اسی وقت اپنے دو ساتھی غنڈوں کو بلانے بھیج دیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ آ گئے۔

موٹے نے کہا:

"دوستو۔ بڑا تگڑا شکار آیا ہے کافی مال ہے اس کے پاس۔"

ایک غنڈے نے خوش ہو کر کہا،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آج رات ہی اسے قتل کر کے مال پر قبضہ کر لیں گے۔"
موٹے نے فکر مندی سے کہا:
"وہ نوجوان ہے۔ ممکن ہے آسانی سے قابو نہ آئے اور شور مچا دے۔ آج سرائے میں کئی مسافر موجود ہیں۔ اگر وہ جاگ پڑے تو اپنا بھانڈہ پھوٹ جائے گا۔"
دوسرے غنڈے نے کہا:
"تم ہمارے لیڈر ہو۔ تمہی کوئی ترکیب سوچو۔"
موٹا بولا:
"ترکیب تو میں سوچ چکا ہوں۔ تم دونوں کے پاس رومن سپاہیوں کی وردیاں ہیں۔ انہیں پہن کر آ جاؤ اور نوجوان کو پکڑ لو کر اس کے پاس جو ہار ہے اس نے چوری کیا ہے اور وہ چور ہے۔ سرائے کے دوسرے مسافر بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔"
غنڈہ اچھل پڑا:
"مان گئے لیڈر۔ کیا اچھی ترکیب سوچی ہے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"
دونوں غنڈے سپاہیوں کی وردیاں پہننے چلے گئے۔ اس وقت روم میں چوری کو بہت بڑا جرم سمجھا جاتا تھا اور چور کی سزا موت تھی۔ غنڈے سپاہیوں کے روپ میں

واپس آ گئے تو موٹا انہیں ساتھ لے کر عنبر کے کمرے کے باہر پہنچ گیا اور کنڈی کھٹکھٹائی۔
عنبر نے دروازہ کھولا تو ایک غنڈے نے اسے دبوچ لیا اور کہا:
"پکڑے گئے نا۔ بھاگ کر کہاں جا سکتے تھے۔"
عنبر نے کہا:
"بات کیا ہے۔ تم مجھے کیوں پکڑ رہے ہو؟"
ایک غنڈے نے قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے کہا:
"تم چور ہو۔ تم نے شہر کے ایک رئیس کا قیمتی موتیوں والا ہار چرایا ہے۔"
شور سن کر دوسرے کمروں سے بھی مسافر نکل آئے تھے اور ان کے گرد کھڑے ہو گئے تھے۔ ایک غنڈے نے جھپٹا مار کر عنبر کی جیب سے ہار نکال لیا اور چلا کر کہا:
"بھائیو۔ یہ چور ہے۔ چوری کا مال بھی برآمد ہو گیا ہے ہم بڑی دور سے اس کا پیچھا کرتے آ رہے ہیں۔"
سرائے کے موٹے عیار مالک نے کہا:
"اس چور کو پھانسی لگا دو۔ چوری کی یہی سزا ہے۔"
مسافروں نے بھی عیار موٹے کی حمایت میں نعرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لگائے۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ سب اسی موٹے کا چلایا ہوا
چکر ہے کیوں کہ اس کو علم تھا کہ عنبر کے پاس قیمتی
ہار ہے۔ عنبر خاموش رہا اس نے سوچا کر دیکھیں یہ اُلو
کے پٹھے کیا کرتے ہیں۔

غنڈوں نے اسی وقت سرائے کے باہر ایک درخت
سے رسّا باندھ کر پھندہ بنایا اور عنبر کو پھانسی پر لٹکا دیا۔
عنبر نے جان بوجھ کر اس طرح ہاتھ پاؤں مارے جیسے
بڑی تکلیف میں ہو۔ پھر دو تین ہچکیاں لے کر اس نے
گردن ایک طرف ڈال دی۔ غنڈے یہی سمجھے کہ عنبر مر
گیا ہے۔

مسافروں سے کہا:

"اس چور کی لاش کو جنگل میں ڈال دو تا کہ اس کا
گوشت گدھ نوچ کر کھا جائیں۔

غنڈے تو یہی چاہتے تھے انہوں نے عنبر کی "لاش"
کو پھندے سے نکالا اور گھوڑے پر لاد کر جنگل کی طرف
چل دیئے۔ سرائے سے دور ویران جگہ آ کر غنڈے رک
گئے۔ ایک بولا:

"لاش کو یہیں کہیں گہرے کھڈ میں گرا دیتے ہیں۔"

دوسرا غنڈہ بولا:

"ارے اس کی جیب سے رقم تو نکال لو۔ اس لاش
کو رقم کی کیا ضرورت ہے۔"

اب عنبر نے آنکھیں کھول دیں اور آواز خوفناک
بنا کر بولا:

"مجھے رقم کی نہیں تمہارے خون کی ضرورت ہے۔
میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔"

غنڈوں نے جب دیکھا کہ لاش زندہ ہو گئی ہے
تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ انہوں نے بھاگنا چاہا مگر عنبر
اب انہیں کہاں جانے دیتا۔ اس نے ان دونوں کی گردنیں
دبوچ لیں اور پوری طاقت سے ان کے سر آپس میں
ٹکرا دیئے۔ غنڈوں کے منہ سے بھیانک چیخیں نکلیں۔
دونوں کے سر تربوزوں کی طرح ٹوٹ پھوٹ گئے تھے اور بھیجہ
منہ اور ناک کے راستے باہر نکل آیا تھا۔

عنبر نے دونوں کو چھوڑ دیا۔ غنڈے مردہ چھپکلیوں کی
طرح زمین پر گر پڑے۔ عنبر نے غنڈے کی جیب سے اپنا
ہار نکالا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سرائے کی طرف چل دیا۔

گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سن کر سرائے کا موٹا مالک
سمجھا کہ اس کے ساتھی غنڈے لاش ٹھکانے لگا کر آ گئے
ہیں۔ وہ جلدی سے سرائے سے باہر نکلا تو یہ دیکھ کر اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی ٹانگیں کانپنے لگیں کہ لاش گھوڑے پر سوار چلی آ رہی ہے۔ گھوڑے سے اُترتے ہی عنبر نے عیار موٹے کی شہ رگ پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"کیوں بے موٹے آلو پلپلے تم مسافروں سے یہ سلوک کرتے ہو؟"

موٹا تو تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کی توند بُری طرح لرز رہی تھی۔ وہ عنبر کے قدموں میں گر پڑا اور بولا:

"تم دیوتا ہو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے معاف کر دو۔"

عنبر نے گردن سے پکڑ کر اسے اٹھایا اور کہا:

"ابے دیوتا کے بچے۔ تجھے اپنے کئے کی سزا ضرور ملے گی۔ نجانے کتنے بے گناہ مسافر تمہاری وجہ سے مارے گئے ہیں۔"

عنبر نے عیار موٹے کی شہ رگ پکڑ کر کھینچ لی۔ خون کا فوارہ اُبل پڑا۔ عیار موٹا کوئی آواز نکالے بغیر مر گیا۔ اسے دوسروں کے ساتھ بُرا کرنے کی سزا مل گئی تھی۔ عنبر نے اس کی لاش ایک طرف جھاڑیوں میں پھینک دی۔

عنبر نے سرائے میں ٹھہرنے کی بجائے شہر جانے کی ٹھانی۔ اب تو اسے سواری کے لیے گھوڑا مل چکا

تھا۔ رات خاصی ہو گئی تھی۔ اور چاند ستارے نکل آئے تھے۔ عنبر گھوڑا دوڑاتا شہر کی طرف چلا جا رہا تھا۔

اُدھر ابلیس جادوگر بھی ایک گھوڑے پر سوار آ رہا تھا۔ اس نے چاندنی میں دُور سے ہی دیکھ لیا کہ ایک گھوڑا سوار چلا آ رہا ہے۔ ابلیس جادوگر کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا یہ عنبر ہے کیوں کہ اسے تو جالینوس نے بھی بتایا تھا کہ وہ عنبر کو گڑھے میں گرا آیا ہے۔ جہاں سے وہ کسی کی مدد کے بغیر نہیں نکل سکے گا۔

دونوں گھوڑے بڑی تیزی سے ایک دوسرے کے نزدیک آتے جا رہے تھے پھر جوں ہی عنبر ابلیس جادوگر کے پاس سے گزر کر آگے نکلا۔ ابلیس جادوگر نے چاندنی میں اسے پہچان لیا۔ چڑیلوں کی ملکہ نے اپنے جادو کے زور سے اسے عنبر کی شکل دکھائی تھی۔

عنبر کا گھوڑا اُڑا چلا جا رہا تھا۔ ابلیس جادوگر نے جلدی سے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ کر اسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موڑا اور عنبر کا تعاقب کرنے لگا۔ ابلیس جادوگر کی آنکھیں شیطانی انداز میں چمک رہی تھیں۔ اس نے عنبر کو تلاش کر لیا تھا!!

◎

عنبر، غلام بن گیا!

عنبر نے اپنے پیچھے آنے والے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سن کر مڑ کر دیکھا۔ وہی بوڑھا گھڑ سوار جس کے پاس سے عنبر گزر کر آیا تھا۔ اس کے پیچھے آ رہا تھا۔ عنبر نے سوچا شاید اس بوڑھے کو کسی مدد کی ضرورت ہے۔ اس نے گھوڑا روک لیا۔ اور بوڑھے یعنی ابلیس جادوگر کے پاس آنے کا انتظار کرنے لگا۔

چند منٹ میں ابلیس جادوگر اس کے پاس پہنچ گیا۔

عنبر نے کہا:

"اے محترم بزرگ۔ کیا آپ کو کسی مدد کی ضرورت ہے؟"

ابلیس جادوگر نے کہا:

"ہاں — اُدھر گہرے کھڈ میں میرا اکلوتا بیٹا گر گیا ہے۔ میں بوڑھا ہوں اسے نکال نہیں سکتا۔ دیوتاؤں کا واسطہ میری مدد کرو۔"

عنبر نے جھٹ کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے محترم بزرگ میں ضرور تمہاری مدد کروں گا۔
مجھے وہاں لے چلو۔"
ابلیس جادوگر نے اپنا گھوڑا عنبر کے برابر لاتے
ہوئے کہا:
"بیٹا ــــ مجھے سخت پیاس لگی ہے تمہارے پاس پانی
تو ہوگا مجھے پلا دو۔"
عنبر نے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھا تھیلا دیکھا۔
اس میں پانی کی چھاگل بھی تھی۔ یہ اسی غنڈے کی چھاگل
تھی جسے عنبر نے اس کے ساتھی سمیت مار ڈالا تھا۔
عنبر نے جھک کر تھیلے سے چھاگل نکالنا چاہی۔ ابلیس
جادوگر کو اسی لمحے کا انتظار تھا۔ اس نے چڑیلوں کی
ملکہ کی دی ترشول ہاتھ میں لے کر ہاتھ فضا میں بلند کیا اور
ترشول پوری طاقت سے عنبر کے سر پر دے ماری۔
عنبر گھوڑے سے گر پڑا۔ ترشول عنبر کے سر میں گڑ
گئی تھی اور اس میں سے تیز گرم آگ نکل کر عنبر کی
کھوپڑی میں اترنے لگی تھی۔ عنبر کو اپنا دماغ سن ہوتا
ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اور اسے بڑے زوردار چکر آ
رہے تھے۔
ابلیس جادوگر بھی گھوڑے سے اتر آیا۔ اس نے

شیطانی قہقہہ لگایا اور کہا:
"اے عنبر ــــ اب تو میرا غلام بن چکا ہے تیرا
دماغ میرے قبضے میں ہے اب تو وہی کرے گا جو
میں کہوں گا۔"
عنبر کے لب ہلے:
"ہاں میں وہی کروں گا جس کا تم حکم دو گے۔ میں
تمہارا غلام ہوں۔"
چڑیلوں کی ملکہ کے خاص جادو نے عنبر کی دماغی قوتیں
اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم کر دی تھی۔ وہ بھول
گیا تھا کہ وہ کون ہے۔ اسے یہ بھی یاد نہ تھا۔ اس
کی بہن ماریا بھی ہے اور بھائی ناگ بھی ہے۔ اس
کی یادداشت خاص جادو سے گم ہو چکی تھی۔
ابلیس جادوگر خوشی سے نہال ہو گیا۔ اس نے قہقہہ
لگایا اور بولا:
"اب مجھے ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے سے کوئی نہیں
روک سکتا۔ میں لافانی بن جاؤں گا ہا ہا ہا۔"
ابلیس جادوگر کا لمبا اور بھیانک قہقہہ سناٹے میں گونجا
تو ایسے لگا جیسے کئی چڑیلیں رو رہی ہوں۔
ابلیس جادوگر نے عنبر سے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے میرے غلام۔ گھوڑے پر بیٹھ جا اور میرے پیچھے پیچھے آ۔"

عنبر گھوڑے پر بیٹھ گیا اور دونوں گھوڑے پوری رفتار سے شہر کی طرف دوڑنے لگے۔

عنبر، ابلیس جادوگر کا غلام بن چکا تھا۔ ماریا پہلے ہی اس کے قبضے میں تھی۔ اب ہم ناگ کے پاس چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ناگ کیا کر رہا ہے۔

لاہور کے بڑے مندر میں ویلش لڑکی شکنتلا کی قربانی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ سیاہ پتھر کی قربان گاہ کو عرق گلاب سے دھویا گیا تھا۔ لوبان اور اگربتی کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ پتھر کی دیوی کے آگے کئی پجاری اور ان کے چیلے بیٹھے بھجن اور گیت گا رہے تھے۔

مہا پنڈت اپنے ساتھی پنڈت سمیت تہہ خانے میں لڑکی کے پاس تھا۔ لڑکی شکنتلا رو رہی تھی۔ مہا پنڈت نے اپنے ساتھی سے کہا:

"رات کا اندھیرا ہوتے ہی اسے لے کر نکل جانا۔"

ساتھی پنڈت بولا:

"ایسا ہی ہو گا گرو۔ میں نے سارا انتظام کر لیا ہے۔ دو گھوڑے مندر کے پیچھے اصطبل میں تیار کھڑے ہیں۔"

ویلش لڑکی شکنتلا کو بھی علم ہو چکا تھا کہ مکار پنڈت نے اس کی قربانی نہیں کرنی بلکہ اسے کسی دوسرے شہر کے ہندو امیر کے ہاتھوں بھیڑ بکری کی طرح بیچ کر رقم حاصل کرنا ہے۔

پنڈت اور اس کا ساتھی تہہ خانے کا دروازہ لگا کر نکل گئے۔ اسی وقت ناگ ایک چھوٹے سانپ کی شکل میں مندر میں داخل ہوا تھا۔ ناگ پجاریوں کی نظروں سے بچتا دیوار کے ساتھ ساتھ رینگتا مہا پنڈت کے کمرے تک پہنچ گیا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ ناگ دروازے کے قفل کے سوراخ سے اندر داخل ہو گیا۔

کمرے کے فرش میں بنے تہہ خانے کے دروازے پر ایک موٹا تالا لگا ہوا تھا۔ ناگ نے زور دار پھنکار ماری۔ اس کے منہ سے شعلے نکل کر تالے سے ٹکرائے اور تالا پگھل گیا۔ ناگ نے انسان کے روپ میں آ کر دروازہ کھولا اور تہہ خانے میں داخل ہو گیا۔

شکنتلا زنجیروں کے ساتھ جکڑی پڑی تھی۔ ناگ کو دیکھ کر اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

ناگ نے کہا:

"دیکھا بہن۔ میں نے کہا تھا کہ تمہیں بچانے آؤں گا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں آ گیا ہوں۔"

شکنتلا نے کہا:

"بھائی — وہ مہا پنڈت ابھی ابھی گیا ہے۔ انہوں نے میری قربانی نہیں کرنی بلکہ وہ مجھے کسی دوسرے شہر لے جا کر فروخت کرنے کی باتیں کر رہے تھے۔"

ناگ نے پتھر سے اس کی زنجیر کا حلقہ توڑتے ہوئے کہا:

"گھبراؤ مت۔ میں ان مکاروں کو ایسا مزا چکھاؤں گا کہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔"

زنجیر توڑ کر ناگ نے شکنتلا کا ہاتھ پکڑا اور تہہ خانے سے نکل کر پجاری کے کمرے میں آ گئے۔ وہ دروازے کی طرف بڑھے ہی تھے کہ قدموں کی چاپ سنائی دی جو دروازے پر آ کر رُک گئی۔ پھر تالے میں چابی گھومنے کی آواز آئی۔ شکنتلا کا تو خون خشک ہو گیا۔

ناگ اور وہ دیوار سے چپک گئے۔ دروازے کا پٹ کھلا اور مہا پنڈت کا ساتھی ہاتھ میں لکڑی کا ایک ڈنڈہ لیے اندر داخل ہوا۔ اس ڈنڈے سے وہ شکنتلا کے سر پر ضرب لگا کر اسے بے ہوش کرنا چاہتا تھا۔ دروازہ بند کر کے جونہی وہ مڑا۔ ناگ اس کے سامنے آ گیا۔

پنڈت کا ساتھی ہکا بکا رہ گیا۔ ناگ نے اس کی حیرت کا پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اور ڈنڈہ اس سے چھین کر اس قوت سے اس کے سر پر مارا کہ بھیجہ باہر نکل آیا۔ وہ کوئی آواز نکالے بغیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ ناگ نے دروازہ کھول کر گردن باہر نکال کر جھانکا۔

راستہ صاف تھا۔ مہا پنڈت نے جان بوجھ کر دوسرے پنڈتوں کو ادھر آنے سے روکا ہوا تھا کہ اس کا ساتھی شکنتلا کو لے کر نکل جاتے۔ ناگ نے مدھم آواز میں کہا:

"خاموشی سے میرے پیچھے چلی آؤ کوئی آواز نہ نکالنا اور نہ ہی گھبرانا۔"

مندر کے پچھلے دروازے سے وہ نکل آئے۔ یہاں اصطبل میں دو سفید صحت مند گھوڑے تیار کھڑے تھے۔ ان پر زینیں کسی ہوئی تھیں۔ ناگ نے لڑکی شکنتلا کو ایک گھوڑے پر سوار کرایا اور خود دوسرے پر بیٹھ کر گھوڑے کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ وہ یہاں سے لڑکی کے بوڑھے باپ کے گھر گئے۔

بوڑھے نے جب اپنی بیٹی کو صحیح سلامت دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ ناگ نے اسے ساری بات سے آگاہ کیا اور کہا:

"اے محترم بزرگ۔ جتنی جلدی ہو سکے اپنی بیٹی کے ساتھ یہاں سے نکل جایئے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بوڑھا گھر سامان چھوڑ کے گھوڑے پر سوار ہو گیا اس نے کہا:

"بٹیا تم بھی ہمارے ساتھ چلو اگر تم پنڈت کے ہاتھ لگ گئے تو وہ تمہاری کھال کھنچوا دے گا!"

ناگ نے دل میں کہا کھال تو اس نے اس بندر کی اولاد کی میں کھینچوں گا۔ وہ بولا:

"میری فکر چھوڑو۔ تم جاؤ اور پشاور کے راستے غزنی پہنچ جاؤ وہاں کا مسلمان حاکم سبکتگین بڑا رحم دل اور انصاف پسند ہے وہاں تم سکھ سے رہ سکو گے!"

بوڑھا اپنی بھتیجی کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ ناگ نے گہری سانس لی اور عقاب بن کر مندر کی طرف اڑنے لگا۔ اسے ظالم پنڈت سے حساب چکانا تھا۔ جو انسانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح بیچ ڈالتا تھا!!

◎

عورت اور سانپ

اِدھر مہا پنڈت اپنے ایک راز دار چیلے کے ساتھ اپنے کمرے میں آیا تو یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ چھوٹا پنڈت مرا پڑا ہے۔ وہ بھاگم بھاگ تہہ خانے میں گیا تو زنجیر ٹوٹی اور لڑکی غائب پائی۔ مہا پنڈت کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ چیلا بھی لگا تھر تھر کانپنے۔ لڑکی کا غائب ہو جانا ان سب کے لیے بڑے خطرے کی بات تھی، کیوں کہ وہ ان کے راز سے آگاہ ہو چکی تھی اور ان کا بھانڈہ پھوڑ سکتی تھی۔

مہا پنڈت نے لرزتی آواز میں کہا:

"ہے بھگوان — یہ کیسا اینائے (ظلم) ہو گیا۔ لڑکی بھاگ نکلی۔ ارے کچھ کرو۔ وہ یہیں کہیں ہو گی۔ ہائے بھگوان ارے اس ملیچھ کو تلاش کرو۔ ہے رام کرشن۔ میں کس مشکل میں پھنس گیا۔

چیلے کے تو پسینے چھوٹ گئے تھے اس نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"گرو جی ۔ اگر وہ پاپی لڑکی راجہ جے پال کے دربار میں چلی گئی اور ساری بات کہہ ڈالی تو ہم بے موت مارے جائیں گے ۔ راجہ جے پال تو ہمیں زندہ زمین میں دفن کرا دے گا۔"

مہا پنڈت اپنے سر پر دو ہتڑ مار کر بولا:

"ارے ۔ کیوں بڑے شبھ (کلمات) منہ سے نکال رہا ہے ۔ شور مچا دے کہ لڑکی چھوٹے پنڈت کو ہلاک کر کے بھاگ گئی ہے ۔ ہم اسے راجہ جے پال کے دربار تک جانے ہی نہ دیں گے۔"

مہا پنڈت اور چیلے نے شور مچا دیا ۔ سارے پنڈت چیلے اور داسیاں شکنتلا کو ڈھونڈنے لگیں ۔ مندر کا کونا کونا چھان مارا مگر وہ ہوتی تو ملتی ۔ مہا پنڈت اپنے کمرے میں کھٹیا پر لیٹا ہائے ہائے کے نعرے لگا رہا تھا۔

ناگ سفید عقاب کے روپ میں مندر کے اوپر آگیا اور چکر کاٹنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ مندر میں ہڑبونگ مچی ہوئی ہے وہ سمجھ گیا کہ لڑکی کے فرار کا پتہ چل گیا ہے ۔ مندر کے بلند مینارے پر اتر کر ناگ نہایت زہریلے سرخ سانپ کی شکل میں آگیا اور رینگتا ہوا نیچے آنے لگا ۔

ایک جھروکے کے راستے ناگ مندر میں آگیا اور چھت

سے چمٹا مہا پنڈت کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا ۔ کمرے میں پہنچ کر دیوار پر رینگتا وہ نیچے اترنے لگا ۔ پجاری ایک چیلے کے ساتھ بیٹھا تھا ۔ ناگ زمین پر آگیا اور لہراتا ہوا مہا پنڈت کی طرف بڑھا اسی وقت چیلے نے اسے دیکھ لیا وہ چلایا:

"سانپ ۔ سانپ"

چیلے نے پاس پڑا مٹی کا پیالہ اٹھا کر دے مارا ۔ یہ تو ناگ کی خوش قسمتی تھی کہ چیلے کا نشانہ ٹھیک نہ لگا ورنہ ناگ کو لینے کے دینے پڑ جاتے ۔ مہا پنڈت نے دیوار سے لگی ترشول اٹھا لی اور ناگ کو مارنا جھپٹا ۔ ناگ بڑی تیزی سے ایک طرف پڑے ۔ سامان میں گھس گیا ۔

سامان میں گھستے ہی وہ ایک ٹکڑا بن گیا اور ایک دیوار سے چمٹ گیا ۔ مہا پنڈت اور چیلے نے سامان الٹ پلٹ دیا مگر سانپ دکھائی نہ دیا ۔

چیلا بولا:

"گرو جی ۔ یہ سانپ تو غائب ہو گیا"

مہا پنڈت نے کہا:

"بھاگ گیا سسرا ۔ ورنہ مار ڈالتا ۔ آؤ باہر چلتے ہیں"

ان کے جانے کے بعد ناگ دوبارہ سانپ کی شکل میں آگیا اور دیوار کے ذریعے چھت پر پہنچ کر ایک شہتیر سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے چمٹا ہال کی طرف جانے لگا۔ وہ اس مہا پنڈت کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ شہتیر سے چمٹا رینگتا ہوا وہ ہال میں آ گیا۔

مہا پنڈت دیوی کے بت کے آگے بیٹھا بھجن گا رہا تھا۔ ناگ نے چھلانگ لگائی اور دیوی کے بت پر گرا۔ بت کے سینے پر رینگتا وہ نیچے اترنے لگا۔ کچھ نیچے آ کر اس نے فیصلہ کیا کہ یہاں سے جست لگا کر مہا پنڈت کے ماتھے پر ڈس لے مگر اس بار بھی پنڈت کے کم بخت چیلے نے اسے دیکھ لیا اور شور مچا دیا۔

ناگ جلدی سے بت کے پچھلے حصے میں آ کر مکھی بنا اور اُڑ کر مندر کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ مہا پنڈت اب سانپ سے خوف زدہ ہو چکا تھا نجانے کیوں یہ خیال اس کے دل میں بیٹھ گیا کہ سانپ اسے ڈسنا چاہتا ہے اس نے سارے پنڈتوں اور چیلوں کو سانپ ڈھونڈنے پر لگا دیا۔

ناگ مندر سے باہر آ کر دوبارہ سانپ بن گیا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کیا جائے پھر اس کے ذہن میں ترکیب آ گئی۔ ایک ویران گوشے میں جا کر اس نے گہری سانس لی اور ایک خوبصورت عورت بن گیا۔

عورت بڑے وقار سے چلتی ہوئی مندر میں داخل ہوئی۔ مہا پنڈت نے اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ عورت یعنی ناگ نے ہاتھ جوڑ کر پنڈت کو پرنام کیا اور کہا:

"پنڈت مہاراج۔ میں آپ کی سیوک (خدمت گار) بڑی دور سے آپ کی مہان شکتی (بڑی طاقت) کے بارے میں سن کر آئی ہوں۔ میرا بیٹا سخت بیمار ہے۔ آپ ہی کے منتر سے وہ تندرست ہو سکتا ہے میں آپ کو اس کے عوض سونے کے ٹکڑے بھینٹ کروں گی۔"

مہا پنڈت کے منہ سے سونے کے ٹکڑوں کا سن کر پانی بھر آیا وہ اکڑ کر بولا:

"اے عورت۔ تیرا بچہ کہاں ہے؟"

عورت بولی:

"مہاراج وہ مندر کے ساتھ واقع باغ میں ملازموں کے ساتھ ہے اس کی طبیعت سخت خراب ہے۔ باغ کی صاف ہوا اس کے لیے مفید ہے۔"

پنڈت نے کہا:

"چلو میں ابھی اسے ٹھیک کیے دیتا ہوں۔"

ناگ نے دل میں کہا۔ "بچو تو چل۔ تجھے میں ٹھیک کر دوں گا۔ پنڈت ناگ کے ساتھ مندر سے باہر باغ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آ گیا۔ باغ ویران پڑا تھا۔

پنڈت نے ادھر اُدھر دیکھ کر کہا:

"اے عورت تیرا بچہ کہاں ہے۔ یہاں تو نظر نہیں آ رہا۔"

عورت یعنی ناگ نے کہا:

"ابے او پنڈت کے بچے — اپنی موت کو دیکھ جو تیرے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

ناگ گہری سانس لے کر عورت سے ایک بڑا کالا سانپ بن گیا۔ مہا پنڈت نے عورت کو سانپ بنتے دیکھا تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ سانپ نے بڑی تیزی سے اس کے ماتھے پر ڈس لیا۔ پنڈت کو اپنے جسم میں آگ سی اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے چیخ مارنا چاہی مگر گلا بند ہو چکا تھا۔ اس کے ناک، کان اور منہ سے خون جاری ہو گیا تھا۔ اب جب مہا پنڈت کو موت نے دبوچا تو اسے وہ سارے ظلم یاد آ گئے جو وہ لوگوں پر کرتا آیا تھا۔

اگر وہ مذہب کے نام پر لوگوں کو دھوکا نہ دیتا۔ مکاری اور عیاری کو اپنا شیوہ نہ بناتا تو شاید آج اس عبرت ناک موت سے بچ جاتا۔

ناگ، انسان کی شکل میں آ کر باغ سے نکل آیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ایک طرف چل دیا۔ وہ رات ناگ نے

ایک سرائے میں گزاری اور صبح ہوتے ہی ایک قافلے میں شامل ہو کر کاٹھیا واڑ کی طرف چل دیا۔

ابھی ناگ راستے میں ہی تھا کہ اس نے غزنی کے مسلمان حکمران سبکتگین کی وفات کی خبر سنی۔ اگست ۹۹۷ عیسوی کا مہینہ تھا۔ ناگ چونکہ تاریخ میں واپسی کا سفر طے کر رہا تھا۔ اس لیے وہ جانتا تھا کہ اب سبکتگین کا بہادر بیٹا محمود غزنوی تخت پر بیٹھے گا۔ محمود غزنوی ایشیا کے مسلمان حکمرانوں میں سے پہلا حکمران تھا جس نے 'سلطان' کا لقب اختیار کیا۔

سبکتگین کی وفات کا سن کر قافلے میں موجود ہندو تاجر بڑے خوش ہوئے کیوں کہ سبکتگین نے ہندو حکمران جے پال کو ناکوں چنے چبوا دیئے تھے۔

دن رات کا سفر کرتا قافلہ کاٹھیا واڑ پہنچ گیا۔ کاٹھیا واڑ میں سومنات کا مندر تھا۔ یہ کاٹھیا واڑ کے علاقے میں ساحل سمندر پر واقع تھا۔ سومنات کے لفظی معنی "چاند دیوتا" کے ہیں۔ یہ ہندوؤں کے ایک دیوتا شو جی کا بہت بڑا اور مشہور مندر تھا۔ شو جی کو تمام دیوتاؤں اور بتوں کا سردار مانتے تھے۔

ناگ کاٹھیا واڑ کی گلیوں میں گھومنے لگا۔ صبح کا وقت تھا۔ ناگ ایک ہندو کی دوکان میں حلوہ پوڑیاں اور مٹھائی کھانے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلا گیا۔ بازاروں میں خوب رونق تھی۔ مندروں میں گھنٹیاں
بج رہی تھیں۔ دکان کے اندر زمین پر بڑی دری بچھی ہوئی
تھی۔ ناگ دری پر بیٹھ گیا۔ ایک ملازم نے پلیٹ میں
اس کے سامنے پوڑیاں، حلوہ اور چٹ پٹا سالن رکھ دیا
جسے ہم بھاجی کہتے ہیں۔

ناگ اور عنبر جب بھی ہندوستان آتے تھے حلوہ پوری
شوق سے کھاتے تھے۔ اس وقت ناگ کو عنبر بڑی شدت
سے یاد آ رہا تھا۔ ناشتہ کرنے کے بعد ناگ نے پیسے ا
کیے اور دکان سے نکل آیا اور سومنات کے مندر کی
طرف چل دیا۔

سومنات کا مندر ایک قلعہ نما عمارت تھی۔ جو چھپن
ستونوں کے سہارے کھڑی تھی۔ ہندو اس بات کو مانتے
کہ مرنے کے بعد انسان کی روح اس مندر میں آ جاتی
سادھو کے بھیس میں ناگ مندر میں داخل ہو گیا۔

ناگ نے دیکھا بتوں کے سامنے قیمتی جواہرات لگے
پردے لٹک رہے تھے۔ مندر کی بڑی بڑی گھنٹیاں سو
کی زنجیروں سے بندھی ہوئی تھیں۔ ان کا وزن دو سو م
تھا۔ مندر کی دیواریں جواہرات سے مزین تھیں جن کی روش
سے مندر ہر طرف جگمگ جگمگ کرتا رہتا تھا۔

اس مندر کی نگرانی کے لیے ایک ہزار برہمن مقرر تھے۔
اور پانچ سو خوبصورت لڑکیاں جنہیں دیو داسیاں کہا جاتا تھا۔
شوجی کے بت کے آگے رقص کرتی تھیں۔ اس مندر کے
اخراجات کے لیے دس ہزار گاؤں وقف تھے اور بت
کو غسل دینے کے لیے روزانہ دریائے گنگا سے پانی لایا
جاتا تھا۔ اس بت کی شکل بڑی اخلاق سوز تھی۔

ناگ جانتا تھا کہ غزنی کا سلطان محمود غزنوی ۱۰۲۶ء میں
سومنات پر حملہ کر کے اسے فتح کر لے گا۔ اس موقع پر
برہمن شوجی کے بت کو بچانے کے لیے سلطان محمود غزنوی
کو بے انتہا مال و دولت کی لالچ دیں گے مگر بت شکن
سلطان فاتح یہ کہہ کر کہ میں بت شکن ہوں بت فروش
نہیں۔ شوجی کے بت کو گرز مار مار کر اس کے ٹکڑے اڑا
دے گا اور ہندوؤں کو یہ بتا دے گا کہ پتھروں کے بت
بے جان اور بے بس ہوتے ہیں۔

ناگ سومنات مندر کی سیر کے بعد باہر نکل آیا اور
گلیوں میں گھومنے لگا۔ وہ یہاں سے غزنی جانا چاہتا تھا
سلطان محمود غزنوی اور مسلمان عالم ابو ریحان البیرونی
ملاقات کر سکے جو سلطان محمود غزنوی کے درباریوں
شامل تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مندر سے نکل کر ناگ ایک ہندو دوکان کے تھڑے
پر بیٹھ گیا۔ ہندو دھوتیاں باندھے، ماتھے پر تلک لگائے
اس کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ اتنے میں ایک بوڑھا
سادھو تھڑے کے سامنے سے گزرنے لگا تو ناگ کو دیکھ
کر رک گیا۔ سادھو کے سر کے بال بڑے لمبے لمبے تھے
بدن سوکھا اور سیاہ تھا۔ اس کی ایک ایک پسلی صاف
نظر آ رہی تھی۔ اس نے صرف ایک دھوتی باندھ
رکھی تھی

ایسا لگتا تھا کہ یہ سادھو کسی ویران جگہ پر مہینوں بیٹھا
چلہ کاٹتا رہا ہے۔ پرانے زمانے کے سادھو ایسا ہی
کرتے تھے۔ ناگ نے اسے اپنی طرف گھورتے پایا تو
پوچھا:

"کیا بات ہے سادھو جی۔ مجھ سے کوئی کام ہے کیا"

سادھو نے مسکرا کر کہا:

"بالکل نہیں"

ناگ بولا:

"تو پھر مجھے اس طرح گھورے کیوں جا رہے ہو"

سادھو نے کہا:

"تم چیز ہی ایسی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم ایک سانپ

ہو اور پانچ ہزار سال سے زندہ چلے آ رہے ہو"

ناگ تھڑے سے اتر آیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ سادھو بڑے
گیان والا ہے۔ ساتھ ہی وہ گھبرا بھی گیا تھا کیونکہ اس
سے پہلے ہندو سادھو اور جوگیوں کی وجہ سے وہ کئی بار
موت کے منہ میں جاتے جاتے بچا تھا وہ بولا:

"ارے سادھو جی۔ کیوں مذاق کرتے ہو۔ میری عمر تو
انیس سال ہے۔ اچھا میں چلتا ہوں مجھے ایک ضروری کام
یاد آ گیا ہے"

سادھو منہ کھول کر ہنسا اور بولا:

"گھبرا مت اے سانپ۔ تو جو سوچ رہا ہے وہ غلط
ہے میری ذات سے تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا تو
غزنی جانا چاہتا ہے۔ بول تجھے ابھی پہنچا دوں"

ناگ سمجھ گیا کہ یہ سادھو اس کی سوچ بھی پڑھ سکتا
ہے اس نے کہا:

"سادھو جی۔ بڑی مہربانی میں چلا جاؤں گا۔ کیا آپ مجھے
یہ بتا سکتے ہیں کہ میرا بھائی عنبر اور بہن ماریا کہاں ہیں"

سادھو نے آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر بعد اس نے
آنکھیں کھولیں اور بولا:

"اے سانپ۔ تیرا لافانی بھائی عنبر اور غیبی بہن ماریا اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وقت سخت مشکل میں ہیں۔ ماریا کو روم کے ابلیس جادوگر
نے پتھر کا بت بنا دیا ہے اور عنبر اس کا غلام بن چکا ہے۔"

"غلام" ناگ چلا اٹھا۔

سادھو نے کہا:

"ہاں ۔ وہ جادوگر ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنا چاہتا ہے
اور اٹھتیس دن بعد جب ابلیس جادوگر کا چلہ پورا ہو جائے
گا تو عنبر اور ماریا ہمیشہ کے لیے پتھر کے بت بن
جائیں گے۔"

ناگ پریشان ہوگیا۔ اس نے کہا:

"سادھو جی۔ کیا آپ مجھے روم پہنچا سکتے ہیں؟"

سادھو نے نفی میں سر ہلایا اور کہا:

"یہ میری طاقت سے باہر ہے میں تمہیں کلکتے کی بندرگاہ
پر پہنچا سکتا تھا۔ پانی پر میری طاقت ختم ہو جاتی ہے۔ میری
یہ بات غور سے سن لو کر تم اپنے بھائی اور بہن کو
ابلیس جادوگر کے جادو سے اسی صورت میں آزاد کرا
سکتے ہو کہ ابلیس جادوگر کے اس کمرے میں پہنچ جاؤ
جہاں وہ چلہ کاٹ رہا ہے۔"

ناگ جوش سے بولا:

"میں اس خبیث جادوگر کو چھوڑوں گا نہیں۔ آپ مجھے

بندرگاہ تک پہنچا دیں۔"

سادھو نے کہا:

"اے سانپ اپنی آنکھیں بند کر لے۔"

ناگ نے آنکھیں بند کیں تو سادھو نے اپنا ہاتھ اس
کے سر پر رکھ دیا۔ ایک بجلی سی ناگ کی آنکھوں کے آگے
چمکی۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ
گیا کہ وہ سمندر کے کنارے ایک ویران جگہ کھڑا ہے۔ کچھ
فاصلے پر بحری جہاز کھڑے تھے۔

ناگ اس طرف چل دیا۔ وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا
کہ آج ہی ایک جہاز ملک روم کے لیے روانہ ہو رہا ہے۔
جہاز پر سامان لادا جا رہا ہے۔ یہ لکڑی کا جہاز تھا جس
ستونوں سے بادبان لپٹے ہوئے تھے۔

اس زمانے میں آج کی طرح ڈیزل سے چلنے والے لوہے
اور فولاد سے بنے تیز رفتار جہاز تو ہوتے نہیں تھے۔ بادبانی
جہاز ہوتے تھے۔ جو ہوا کے زور پر چلتے تھے۔ یہ جہاز جو روم
جا رہا تھا۔ زیادہ بڑا نہ تھا۔ اس میں صرف سو مسافروں کی
گنجائش تھی۔ اس جہاز کے دو عرشے تھے۔ ایک اوپر اور ایک
نیچے۔ مسافر انہی عرشوں پر سفر کرتے تھے۔ آج کی طرح آرام دہ
کیبن نہیں تھے۔ پورے جہاز میں صرف ایک کیبن ہوتا تھا جو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جہاز کے کپتان کے لیے دقت ہوتا تھا۔

ناگ نے ایک ملاح سے بات کی تو اس نے کہا:

"میاں — اب تو جگہ نہیں ہے۔ پہلے ہی گنجائش سے زیادہ مسافر سوار ہو چکے ہیں۔"

ناگ اسی جہاز سے روانہ ہونا چاہتا تھا تاکہ دیر نہ ہو۔ اس لیے کہا:

"بھائی کچھ تدبیر کرو۔ میرا جلد از جلد روم پہنچنا بہت ضروری ہے کہو تو دگنا کرایہ دے دیتا ہوں۔"

ملاح نے کانوں کو ہاتھ لگایا اور بولا:

"جہاز کا انگریز کپتان بڑا سخت ہے وہ تو مجھے کھلے سمندر میں پھینک دے گا۔"

ناگ نے کہا:

"میں تو اسی جہاز سے جاؤں گا دیکھوں گا مجھے کون روکتا ہے۔"

ملاح منہ بناتا چلا گیا۔ ناگ نے سوچا کہ اب جہاز کے کپتان سے ملنا چاہیئے۔ جہاز کا کپتان ٹھوس جسم کا ایک لمبا چوڑا انگریز تھا اس نے ناگ کی بات سن کر کہا:

"نو نو مسٹر — اب تم اس جہاز پر نہیں جا سکتا۔ ہم تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

ناگ کو بڑا غصہ آیا مگر وہ اپنی خفیہ طاقت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ کوئی پرندہ بن کر جہاز کے مستول پر بیٹھ جائے گا اور سفر کرے گا۔ ویسے تو ناگ سمندری سانپ بن کر جہاز سے بہت تیز رفتار سے سفر کر سکتا تھا مگر خدشہ تھا کہ کہیں وہ روم کا راستہ نہ بھول جائے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk
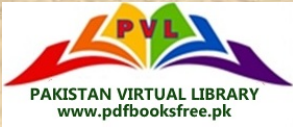
مرغ بادشاہ

جہاز اگلی صبح روانہ ہونا تھا۔

ساحل سے کچھ فاصلے پر چند سرائیں تھیں۔ ناگ نے رات سرائے میں بسر کرنے کا فیصلہ کیا اور سرائے کی طرف چل دیا۔ سرائے بڑی شاندار تھی۔ اس کا مالک ایک انگریز یہودی تھا جو بے حد کنجوس اور بے ایمان تھا۔ نئے مسافر کو دیکھ کر اس کی آنکھیں چمکنے لگیں وہ اپنے سٹول سے اُٹھ کر بولا:

"آیئے مہاراج — میری سرائے میں آپ کو ہر آرام ملے گا کوئی تکلیف نہ ہوگی:

انگریز یہودی نے ناگ کو پچھلے دروازے کے پاس ایک کمرہ دے دیا۔ کمرہ زیادہ بڑا نہ تھا مگر صاف ستھرا تھا۔ ناگ چارپائی پر لیٹ گیا اور ماریا اور عنبر کے بارے میں سوچنے لگا جب سے سادھو نے اسے ان کی مشکل کا حال بتایا تھا۔ وہ بہت بے چین تھا۔

کچھ دیر بعد ناگ اٹھا اور کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔ یہ کھڑکی سٹور کی طرف کھلتی تھی۔ سٹور میں پچاس کے قریب مرغ موجود تھے۔ ناگ کو جو شرارت سوجھی تو اس نے زور دار سانس لیا اور دوسرے ہی لمحے سفید رنگ کا خوب صورت مرغ بن گیا۔ اور لگا ککڑوں کڑوں کرنے۔

اتفاق کی بات عین اس وقت سرائے کا انگریز مالک کمرے کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ اس نے جب مرغ کی آواز سنی تو رُک گیا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس کمرے میں آنے ولے سادھو کے پاس کوئی مرغ نہیں تھا۔ یہ انگریز یہودی بڑا لالچی اور بے ایمان تھا وہ اپنے آدمیوں سے دوسری سراؤں کے سامان چرانے کے علاوہ مرغے بھی چوری کراتا تھا۔ چوری کے مرغ وہ سٹور کے پاس ایک خفیہ کمرے میں رکھتا تھا اور جوں ہی کوئی مسافر مرغ کا آرڈر دیتا انہیں ذبح کر کے پیش کر دیتا۔

انگریز یہودی کے ذہن میں فوراً خیال آیا کہ کہیں سادھو اس کے مرغ چرانے کی کوشش تو نہیں کر رہا۔ چور کو تو سارے ہی چور نظر آتے ہیں۔ انگریز یہودی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے دروازے میں موجود ایک سوراخ سے اندر جھانکا. اسے سادھو یعنی ناگ تو نظر نہ آیا البتہ سفید رنگ کا مرغ اس نے دیکھ لیا۔

انگریز یہودی سمجھا کہ ناگ کہیں باہر گیا ہوا ہے۔ اس نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوگیا۔ ناگ اس وقت کھڑکی کے راستے چھلانگ لگا کر سٹور میں موجود مرغوں کے پاس جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر وہ رُک گیا۔

انگریز یہودی کو دبے قدموں کمرے میں آتے دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ وہ کچھ چرانے آیا ہے مگر انگریز یہودی کی نظر تو مرغ یعنی ناگ پر تھی۔ اس نے جھپٹ کر اس کو پکڑا اور بغل میں دبا کر کمرے سے نکل آیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سٹور میں آگیا۔

خفیہ کمرے کے باہر انگریز یہودی کا گنجا ساتھی بیٹھا پہرہ دے رہا تھا کہ کوئی مرغ بھاگ نہ جائے۔ انگریز یہودی نے مرغ اس کے حوالے کیا اور بولا:

"اسے بھی اندر بند کر دو۔ ابھی ہاتھ لگا ہے"

گنجے نے مرغ کو پروں سے پکڑ کر دیکھتے ہوئے کہا:

"بڑا شاندار مرغا ہے استاد یہ کہاں سے تمہارے

ہتھے چڑھ گیا آس پاس کی تو کسی سرائے میں ایسا مرغ نہیں ہے"

انگریز یہودی نے ہنس کر کہا:

"درخت مت گنو صرف پھل کھانے سے غرض رکھو ویسے ہے بڑا تگڑا مرغ"

یہ کہہ کر انگریز یہودی نے اپنے مٹکے ایسے پیٹ کو ہاتھ پھیر کر ڈکار لی اور بولا:

"آج رات کے کھانے میں اسی مرغ کی یخنی پیوں گا اور گوشت بھون کر کھاؤں گا۔ ارے ہاں یاد آیا آج دو مسافروں نے مرغوں کا آرڈر دیا ہے رات کو ذبح کر کے باورچی خانے میں پہنچا دینا"

انگریز یہودی تو واپس چلا گیا اور گنجے نے کمرے کا دروازہ کھول کر ناگ کو اندر پھینک دیا۔ کمرے میں کئی مرغ موجود تھے۔ انہوں نے جو نئے مرغ کو دیکھا تو کڑکڑوں کڑوں کا شور مچانے لگے۔

ان مرغوں میں بھورے رنگ کا ایک مرغ بڑا تگڑا تھا۔ اس کی چونچ لمبی اور نوکیلی تھی۔ اس نے سینہ پھلا کر ککڑوں کڑوں کا نعرہ لگایا اور بولا:

"کیوں بے تو کدھر سے آیا ہے اور مرغوں کی کس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نسل سے تعلق رکھتا ہے۔"

ناگ دل میں خوب ہنسا کہ یہاں بھی ذات پات اور نسل کی بات موجود ہے۔ اس نے ڈرے ہوئے انداز میں کہا:

"مرغ بادشاہ ہو۔ میں تو ایک عام سا مرغ ہوں۔"

بھورے مرغا اور اکڑ گیا۔ اس کی گردن کے بال کھڑے ہو گئے اس نے کہا:

"کان کھول کر سن لے۔ میں یہاں کا بادشاہ مرغ ہوں خالص اصیل مرغ ہوں۔ سارے مرغ مجھے راشن ٹیکس دیتے ہیں اور تجھے بھی دینا ہو گا ورنہ چونچیں مار مار کر بھرکس نکال دوں گا۔"

ناگ نے کہا:

"جناب میں تو بڑا شریف مرغ ہوں۔"

ناگ نے ابھی بات مکمل نہ کی تھی کہ مرغ بادشاہ غصے میں آ کر گرجا:

"ابے تیری شرافت کی ایسی تیسی — بول راشن ٹیکس دے گا کہ نہیں۔"

سارے مرغ چپ چاپ کھڑے تھے۔ وہ اس مرغ کی طاقت سے ڈرتے تھے۔ ناگ کو اس بدمعاش مرغ

پر بڑا غصہ آیا۔ خوامخواہ اکڑنے جا رہا تھا۔

اس نے کہا:

"میں تو تمہیں راشن ٹیکس نہیں دوں گا میں بھی اپنے علاقے کے مرغوں کا سردار رہا ہوں۔"

تمام مرغے لگے ککڑوں کڑوں کا شور مچانے۔ ایک مرغی نے جو سفید اور بھوری تھی چلا کر کہا:

"بادشاہ سلامت۔ اس نافرمان کو خوب پھینٹی لگائیں۔"

بادشاہ مرغ بولا:

"اے ملکہ۔ فکر نہ کر — ہم اس گستاخ کو کڑی سزا دیں گے۔ ہم اسے چونچیں مار مار کر ادھ موا کر دیں گے۔"

بادشاہ مرغ نے ناگ پر حملہ کر دیا۔ ناگ کوئی عام "مرغ" تو تھا نہیں۔ اس نے بادشاہ مرغ کی گردن دبوچ لی اور دو تین چکر دے کر زمین پر دے مارا۔ بادشاہ مرغ کی ساری بادشاہی نکل گئی وہ آہستہ سے بولا:

"مان گیا یار — تم بڑے بہادر ہو۔ اب میری عزت رہنے دو۔ میں بھی تمہیں ایک دو چکر دیتا ہوں پھر مقابلہ برابر کر لیں گے۔ میں ایسا کرنے پر تمہیں دس دن کا راشن دوں گا اور ہم دونوں یہاں کے بادشاہ ہوں گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مرغ بادشاہ، ناگ کو رشوت کی پیش کش کر رہا تھا
ناگ نے کہا:
"ہرگز نہیں۔ ایک میان میں دو تلواریں اور ایک
سلطنت میں دو بادشاہ نہیں رہ سکتے تو ایک کمرے
میں دو مرغ بادشاہ کس طرح رہ سکتے ہیں یا تو میری
اطاعت قبول کرو یا پھر مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"
بھورے مرغ نے اپنی شکست مان لی اور ناگ
کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ سارے مرغ ناگ کے حق میں
ککڑوں کڑوں کے نعرے لگانے لگے۔ شور سن کر گنجے
پہرے دار نے اندر جھانکا اور غصے سے بولا:
"چپ رہو۔ ورنہ سب کو ذبح کر دوں گا۔"
سفید اور بھوری مرغی اب ناگ کے پاس آ کھڑی
ہوئیں اور بڑے ناز سے بولیں:
"نئے بادشاہ مجھ سے شادی کرو گے؟"
"مرغی سے شادی؟"
ناگ کو اس تصور سے ہی بڑی زور کی ہنسی آئی،
اس نے کہا:
"بھاگ جاؤ یہاں سے۔ میں پہلے سے شادی شدہ ہوں۔"
مرغی منہ بناتی ہوئی چلی گئی۔ ناگ نے سوچا ہر جگہ

چڑھتے سورج کی پوجا ہوتی ہے ابھی یہ مرغی بھورے
مرغ کو مجھے مارنے کا کہہ رہی تھی اور اب شادی کی
پیش کش کر رہی تھی۔
اب ناگ مرغوں کا بادشاہ بن گیا تھا۔ ہر نیا بادشاہ
اپنے عوام کو خوش کرنے کے لیے کچھ جھوٹے اور کچھ
سچے وعدے کرتا ہے ویسے انسانوں کے بادشاہوں کے
وعدے تو عموماً جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔
ناگ نے کہا:
"میں اعلان کرتا ہوں کہ اب غنڈہ گردی بند رہے
گی۔ تمام مرغے اپنا اپنا راشن کھائیں گے اور کوئی کسی
پر رُعب نہیں ڈالے گا میری حکومت میں کمزور اور تگڑے
مرغے ایک ہی برتن میں پانی پئیں گے۔"
سارے مرغ خوش ہو گئے۔ اب ناگ کو انگریز یہودی
کا خیال آیا۔ وہ سمجھ تھا کہ یہودی چور ہے۔ اس نے
فیصلہ کیا کہ اس مکار چور کو سزا ضرور ملنی چاہیے۔
رات ہوئی تو گنجا اندر آیا۔ اس نے سفید مرغ کو
پکڑنے کی کوشش کی مگر ناگ اچھلا اور گنجے کی چمکتی
ٹنڈ پر ٹھونگا مارا۔ گنجے کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اس
کے سر سے خون نکل آیا تھا۔ ناگ نے دوبارہ ٹھونگا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مارنا چاہا مگر گنجے نے اسے دبوچ لیا اور غصے سے بولا:

"اگر مالک نے تیری یخنی نہ پینی ہوتی تو ابھی گردن مروڑ دیتا۔ مگر فکر نہ کر۔ تجھے سسکا سسکا کر ذبح کروں گا۔"

گنجے نے دو اور مرغے پکڑے اور کمرے سے نکل آیا۔ وہ سیدھا باورچی خانے میں آیا۔ باورچی خانے میں اناج کی بوریاں رکھی تھیں۔ آگ جل رہی تھی اور ایک موٹا باورچی قہوہ تیار کر رہا تھا۔

اس نے گنجے کو دیکھ کر کہا:

"آؤ بھئی بدری پرشاد۔ یہ تمہارے سر کو کیا ہوا؟"

گنجے نے دانت پیس کر کہا:

"اس کم بخت مرغ نے ٹھونگا مارا ہے۔ حرامی کی چونچ بڑی نوکیلی ہے۔"

گنجے نے تینوں مرغوں کو جالی والے ایک ڈربے میں بند کیا اور لمبی چھری لے کر سل پر رگڑنے لگا۔ گنجا چھری تیز کر رہا تھا اور دونوں مرغ بڑی طرح ڈرے ہوئے تھے انہیں موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ اسی دوران موٹا باورچی قہوہ لے کر چلا گیا۔

ناگ نے سوچا حرکت میں آنے کا وقت آ گیا ہے۔

اس نے فوراً سانپ کا روپ دھار لیا۔ دونوں مرغوں نے جب اسے سانپ بنتے دیکھا تو غش کھا گئے۔ ناگ جالی میں سے رینگ کر باہر آ گیا اور دیوار سے چمٹ گیا۔

ادھر گنجے نے چھری تیز کرنے کے بعد ڈربے کا رخ کیا۔ مگر یہ دیکھ کر بھونچکا سا ہو کر رہ گیا کہ ڈربے کا دروازہ تو بند ہے مگر سفید مرغ غائب ہے اور دونوں مرغ گرے پڑے ہیں۔ گنجے کی سمجھ میں نہ آیا کہ سفید مرغ کس طرح نکل گیا اسے یہ فکر پڑ گئی کہ اگر سفید مرغ نہ ملا تو یہودی مالک کو کس کی یخنی دے گا۔

وہ باورچی خانے میں ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ناگ دیوار سے چمٹا یہ دیکھ رہا تھا۔ وہ فوراً انسان بن گیا۔ گنجے کا منہ دوسری طرف تھا۔ اس لیے وہ اسے انسان بنتے نہ دیکھ سکا۔

ناگ نے کہا:

"کیوں بے گنجے پاپی۔ کیا ڈھونڈ رہا ہے؟"

گنجا اچھل پڑا۔ ناگ کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کے ذہن میں فوراً سوال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابھرا یہ شخص کدھر سے آگیا۔

ناگ نے کہا:

"ابے او بدبخت گنجے۔ تو مرغ کو تلاش کر رہا ہے میں مرغ ہی تو ہوں۔"

گنجا سمجھا کر اس نے سفید مرغ چرایا ہے وہ غصے میں آگیا۔ چھری لہرا کر بولا:

"میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا بوٹی بوٹی کر کے چیلوں کے آگے ڈال دوں گا۔"

گنجا اس کی طرف لپکا جوں ہی وہ قریب آیا۔ ناگ جھٹ سے سانپ بن گیا۔ گنجے کے ہاتھ سے چھری گر پڑی۔ اس کا رنگ اڑ گیا۔ اور ٹانگیں لرزنے لگیں۔ وہ باہر کو بھاگا مگر ناگ نے لپک کر اسے ڈس لیا۔

گنجا تیورا کر گرا اور پھر اُٹھ نہ سکا۔ زہر نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ مر گیا۔

ناگ انسان کے روپ میں آکر باورچی خانے سے نکلا اور اپنے کمرے میں آکر چارپائی پر لیٹ گیا۔ کچھ ہی دیر بعد سرائے میں شور مچ گیا کہ گنجے کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ سب سانپ کو تلاش کرنے لگے مگر سانپ تو چارپائی پر آرام کر رہا تھا۔

رات گزر گئی۔

صبح ہوتے ہی ناگ انگریز یہودی کے کمرے میں جا پہنچا۔ یہودی نے اس کا استقبال کرتے ہوئے کہا:

"آیئے مہاراج۔ رات کیسی گزری۔ نیند تو ٹھیک سے آئی ــــ؟"

ناگ نے ہنس کر کہا:

"مجھے تو نیند آگئی تھی شاید خواب میں بھی سفید مرغ نظر آتا رہا ہو۔"

یہودی انگریز چونک اُٹھا۔

ناگ نے کہا:

"ابے او مکار چور۔ تو نجانے کب سے لوگوں کو نقصان پہنچا رہا ہے مگر اب تیرا وقت پورا ہو گیا۔ بُرے کام کی سزا تو مل کر ہی رہتی ہے۔"

یہودی انگریز گرج کر بولا:

"کیا بکتے ہو۔ چور تم ہو گے۔ چلو کرایہ نکالو اور چلتے پھرتے نظر آؤ ورنہ ابھی ملازموں کو حکم دے کر تمہارا کچومر نکلوا دوں گا، الو کے پٹھے مجھے ڈراتے ہو۔"

ناگ تڑپ کر سانپ بن گیا۔ موٹا یہودی تو سُن ہو کر رہ گیا۔ اس کا رنگ اڑ گیا اور ہونٹ لرزنے لگے۔ جو کچھ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے دیکھا تھا وہ ناقابلِ یقین تھا مگر جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اب اس کے سامنے ایک موٹا کالا سانپ پھن پھیلائے جھوم رہا تھا۔

سانپ نے اچھل کر موٹے یہودی کے ماتھے پر ڈس لیا۔ موٹے یہودی کے حلق سے زور دار چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگی تھی اور جسم نیلا پڑتا جا رہا تھا۔ چیخ سن کر یہودی کے ملازم بھاگے آئے مگر سانپ تو دروازے کے نیچے سے رینگ کر جا چکا تھا۔

بندرگاہ کے قریب پہنچ کر ناگ چڑیا بن گیا اور چڑیا اُڑتی ہوئی روم جانے والے جہاز کے مستول پر آ بیٹھی۔ کچھ دیر بعد جہاز کے بادبان کھل گئے لنگر اٹھا لیا گیا اور جہاز کھلے سمندر میں آ کر روم کی طرف سفر کرنے لگا۔

◎

جہازوں کا قبرستان

جہاز کھلے سمندر میں سفر کرتا آگے بڑھ رہا تھا۔

جہاز کو روانہ ہوئے آج تیسرا دن تھا۔ ناگ چڑیا کے روپ میں مستول سے چمٹے تنگ آ گیا تھا۔ اس نے سوچا نیچے اتر کر جہاز کی سیر کرنا چاہیے۔ اتنے سارے مسافر ہیں کسی کو کیا پتہ چلے گا کہ میں کون ہوں۔

ناگ اڑاری مار کر اوپر والے عرشے پر آ گیا اور ایک طرف جہاں موٹے رسوں کے ڈھیر پڑے تھے گہری سانس لے کر انسانی شکل میں آ گیا اور ادھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ جہاز اگرچہ چھوٹا تھا مگر بڑا خوبصورت اور صاف ستھرا تھا۔ ناگ سیر کرتا ہوا نچلے عرشے پر چلا گیا۔

اب اتفاق کی بات کہ اس ملاح نے ناگ کو دیکھ لیا جس کو اس نے جہاز پر چڑھانے کے لیے دگنے کرائے کی پیش کش کی تھی۔ ملاح اس کی طرف دوڑا اور اس کا بازو پکڑ کر بولا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہوں — تو تم چوری سے جہاز پر چڑھ آئے تھے۔
چلو کپتان کے پاس۔ وہ تم سے نبٹ لے گا۔"
ناگ کو کیا پروا تھی۔ وہ ملاح کے ساتھ کپتان کے
کیبن میں چلا گیا۔ انگریز کپتان ناگ کو دیکھ کر غصے
میں آ گیا اور بولا:
"تم ہماری اجازت کے بغیر جہاز میں کیسے آ گیا؟"
ناگ نے معصومیت سے کہا:
"چڑیا بن کر۔"
انگریز کپتان گرجا:
"چپ۔ تم ہم سے مذاق کرتا ہے۔ ہم تمہیں سخت
سزا دے گا۔"
ناگ نے شرارت سے ہاتھ جوڑ کر کہا:
"انگریز بہادر — ہم سچ کہتا ہے کہ ہم چڑیا بن کر جہاز
پر آیا ہے کہو تو چڑیا بن کے دکھا دے۔"
یہ کہہ کر ناگ نے زور سے سانس لی اور چڑیا کی
شکل میں آ گیا۔ انگریز کپتان اور ملاح نے دم بھر میں
ایک انسان کو چڑیا بنتے دیکھا تو ان کے ہوش اڑ گئے۔
ملاح تو غش کھا گیا۔ ناگ نے دوبارہ انسانی شکل
میں آ کر کہا:

"اب تو یقین آ گیا۔"
انگریز کپتان بڑا بہادر تھا اس نے کہا:
"تم ضرور کوئی جادوگر ہے۔ اگر تم ہمارا دوست بننا
پسند کرو تو تم ہمارے ساتھ رہو۔"
ناگ اور انگریز کپتان دوست بن گئے۔ دو دن گزر
گئے۔ تیسرے دن تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ جن سے سمندری
لہریں بپھر گئیں۔ جہاز سمندر کی دیو ہیکل موجوں پر تنکے کی
طرح ڈولنے لگا۔ یوں لگتا تھا۔ جیسے کسی بھی لمحے اُلٹ
جائے گا۔
جہاز میں ملاحوں اور مسافروں کی چیخ و پکار قیامت
کا منظر پیش کر رہی تھی۔ دل ہلا دینے والی ہواؤں کا
شور اور بپھری ہوئی سمندری لہروں کی بھیانک صدائیں۔
یوں لگ رہا تھا جیسے دوزخ کی ساری ہیبت ناک بلائیں
ناچ رہی ہوں۔
انگریز کپتان گلا پھاڑ پھاڑ کر احکامات جاری کر رہا تھا۔
ناگ اس کے ساتھ تھا۔ سارا دن طوفان رہا شام کے
وقت طوفان کا زور ٹوٹنے لگا پھر طوفان ختم گیا۔
اس سمندری طوفان نے جہاز کے انجر پنجر ڈھیلے کر
دیئے تھے۔ ایک مستول ٹوٹ گیا تھا۔ کئی مسافر ہلاک ہو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئے تھے اور کئی عرشے سے اچھل کر کھلے سمندر میں جا
گرے تھے اور خون خوار مچھلیوں کی خوراک بن گئے۔
پھر بھی یہ کیا کم تھا کہ جہاز الٹنے سے بچ گیا تھا مگر اب
وہ روم کے راستے پر نہیں تھے۔ طوفان نے جہاز کو نجانے
کہاں پہنچا دیا تھا۔ جہاز موجوں پر بہتا چلا جا رہا تھا۔
کپتان عرشے پر آگیا اور تباہی کا جائزہ لینے لگا۔ رات
کا اندھیرا گہرا ہوتا چلا گیا۔ جہاز میں موجود لیمپوں میں سے
چند لیمپ بچے تھے باقی سب تباہ ہو گئے تھے۔
کپتان نے کہا:
"اوہ مائی گاڈ۔ بڑا خوف ناک طوفان تھا۔"
ناگ نے کہا:
"خدا کا شکر ادا کرو کہ جہاز تباہ ہونے سے بچ گیا۔
ویسے اس وقت جہاز کدھر جا رہا ہے؟"
کپتان بولا:
"کچھ پتہ نہیں دوست — یہ تو صبح ہی معلوم ہو سکے گا
ویسے یہ بات یقینی ہے کہ ہم راستہ بھٹک چکے ہیں۔"
کپتان کے حکم پر جہاز کے ٹوٹے حصوں کی مرمت
شروع ہو گئی۔ کپتان خود کام کی نگرانی کر رہا تھا اور مسافروں
کو تسلی دے رہا تھا۔ رات اسی طرح گزر گئی۔

اگلی صبح جب کپتان عرشے پر گیا تو اس کے منہ سے
خوف بھری چیخ نکل گئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سامنے
دیکھ رہا تھا۔ جہاں سبزی مائل کائی دور دور تک بچھی ہوئی
تھی۔ اس کائی کے پرے ایک جزیرہ نظر آ رہا تھا۔
ناگ نے پوچھا:
"کیا بات ہے دوست — یہ تو خوشی کی بات ہے کہ
ہم کسی خشک جزیرے تک پہنچ گئے ہیں۔"
کپتان نے کہا:
"وہ کائی دیکھ رہے ہو۔ ہمارا جہاز اسی کائی کی طرف
جا رہا ہے اور اس کے اتنا نزدیک پہنچ چکا ہے کہ
جہاز کو موڑا بھی نہیں جا سکتا۔ میں نے اس خوف ناک
کائی کے بارے میں بڑی ہولناک باتیں سن رکھی ہیں۔
یہ کائی سینکڑوں گز موٹی ہے۔ اور جو جہاز اس میں پھنس
جائے اس کا نکلنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ یوں سمجھو جیسے
کسی مکڑی کے جالے میں مکھی پھنس جائے تو نکل نہیں
سکتی مکڑی اسے ہڑپ کر جاتی ہے۔ اسی طرح اس
خوف ناک کائی سے جہاز نہیں نکل سکتے اور کائی آہستہ
آہستہ انہیں نگل جاتی ہے۔ اس جگہ کو جہازوں کا قبرستان
کہا جاتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کے دیکھتے ہی دیکھتے جہاز کائی کے جال میں پھنس کر رک گیا۔ جہاز کے مسافروں کو جب حقیقت کا علم ہوا تو خوف کے مارے وہ زور زور سے رونے لگے۔ ناگ بھی پریشان ہو گیا تھا اس نے پوچھا:

"جہاز کو کائی کتنے عرصے میں نگل لیتی ہے؟"

کپتان نے جواب دیا:

"ایک ماہ میں — اس دوران جہاز آہستہ آہستہ آگے بڑھتا اور کائی میں دھنستا چلا جاتا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"سمندری طوفان وغیرہ اس کائی کو ختم نہیں کر دیتے؟"

کپتان بولا:

"میں نے بوڑھے کپتانوں سے جو سن رکھا ہے اس کے مطابق جب طوفان آئے تو یہ کائی پھٹتی نہیں ہے بلکہ یوں اتھل پتھل ہونے لگتی ہے جیسے کوئی جن کسی بہت بڑے قالین کو پکڑ کر جھٹکے دے رہا ہو۔"

ناگ نے کہا:

"کائی کے پرے جو جزیرہ نظر آ رہا ہے اس کے متعلق کچھ علم ہے؟"

کپتان بولا:

"نہیں دوست۔ آج تک کوئی انسان زندہ اس جزیرے تک پہنچ سکا۔ یہ خوفناک کائی جزیرے کے چاروں طرف گول دائرے کی شکل میں پھیلی ہوئی ہے۔"

ناگ نے کہا:

"دوست — میں جزیرے پر جا کر دیکھتا ہوں کہ وہ کیسا ہے۔"

یہ کہہ کر ناگ عقاب کی شکل بنا کر جہاز سے اڑا اور جزیرے کی طرف پرواز کرنے لگا۔ جزیرہ بہت بڑا تھا۔ اس میں گھنے جنگل تھے۔ ناگ نے جزیرے پر ایک چکر لگایا اور اتر گیا۔ انسان کی شکل میں آ کر وہ ادھر ادھر گھومنے لگا۔

جزیرے کے درخت زیادہ لمبے نہ تھے مگر بہت گھنے تھے۔ ہر طرف لمبی لمبی گھاس اگی ہوئی تھی۔ جزیرے پر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ پھر یکایک یہ خاموشی ایک بھیانک آواز سے ٹوٹ گئی۔ ٹھپ۔ ٹھپ۔ ٹھپ۔ کی یہ خوفناک آواز جنگل سے آ رہی تھی اور ایسا لگتا تھا جیسے ہزاروں ہتھوڑوں سے کسی چٹان کو ٹھوکا جا رہا ہو۔

اسی وقت ہاتھی کی زبردست چنگھاڑ سنائی دی۔ ہاتھی کی آواز سے ظاہر تھا کہ وہ خوف زدہ ہے۔ ناگ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف دوڑنے لگا۔ جنگل میں داخل ہوتے ہی اسے جو منظر نظر آیا۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

وہ بھیانک بلا دوڑتی ہوئی ایک ہاتھی کا پیچھا کر رہی تھی۔ اس کا قد پچیس فٹ کے لگ بھگ بلند رہا ہوگا۔ وہ کسی بہت بڑے پرندے کی مانند تھی۔ اس کی گردن کسی موٹے سؤر کی گردن برابر تھی جس کے آگے مڑی ہوئی چونچ تھی۔ اس کے بھاری سر میں باہر کو اُبھری ہوئی کالی کالی مردہ سی آنکھیں ٹینس کے گیندوں جتنی تھیں۔ اس کی ٹانگیں ستونوں کی طرح موٹی اور بال دار تھیں۔

اس بھیانک پرندے کے پیر عقاب کی طرح نوکیلے پنجوں والے تھے۔ وہ پھدکتا ہوا ہاتھی کے قریب پہنچتا جا رہا تھا۔ ٹھپ ٹھپ کی ہولناک آواز اس کے دوڑنے سے پیدا ہو رہی تھی۔ پھر اس پرندے نے ہولناک چیخ ماری۔ لمحہ بھر کے لیے علاقہ جیسے لرز کر رہ گیا۔

پرندے نے اپنی چونچ سے ہاتھی کی پچھلی ٹانگ دبوچ لی۔ ہاتھی کے حلق سے ایک چنگھاڑ نکلی وہ گر پڑا۔ پرندے نے اپنی چونچ کو زور سے جھٹکا دیا

اور ہاتھی کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ناگ اس عجیب اور بھیانک پرندے کی طاقت دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

وہ بھیانک پرندہ اب پچھلی ٹانگوں پر بیٹھ کر ہاتھی کے جسم سے گوشت نوچنے لگا تھا۔ ہاتھی کا بُرا حال تھا اس پرندے نے ہاتھی کو ہلاک کر دیا اور اپنی چونچ سے گوشت کھانے لگا۔ اس کی ٹینس کے گیند جتنی کالی کالی آنکھیں تیزی سے ادھر اُدھر گھوم رہی تھیں۔

ناگ ایک درخت کے پیچھے کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ بھیانک پرندہ کھاتے کھاتے آسمان کی طرف منہ کر کے چیختا تو جنگل میں بھونچال سا آ جاتا اور جب بڑے بڑے پر پھڑپھڑاتا تو مٹی کا ایک غبار اُٹھتا۔

ناگ نے سوچا کر ممکن ہے اس جزیرے میں اور بھی ایسی بلائیں ہوں۔ لہذا واپس چلنا چاہیے۔ وہ درخت کی اوٹ سے نکلا اور واپسی کے لیے قدم اٹھایا ہی تھا کہ اس بھیانک پرندے نے اسے دیکھ لیا۔ وہ چیخیں مارتا اس کی طرف لپکا۔ یہ سب اس تیزی سے ہوا کہ ناگ کے حواس گم ہو گئے۔ اپنے پر پھڑپھڑاتا وہ پرندہ ناگ کے سر پر آ پہنچا۔

بھیانک پرندے کا لمبا سر ناگ کے اوپر موت کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کسی مینار کی طرح گھوم رہا تھا۔ اس کی بڑی بڑی گیند ایسی گول آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔ اس نے زور سے پَر پھڑ پھڑا کر ہولناک چیخ ماری اور اپنی مڑی ہوئی چونچ کھول کر ناگ کو دبوچنے کے لیے جھکا!!!
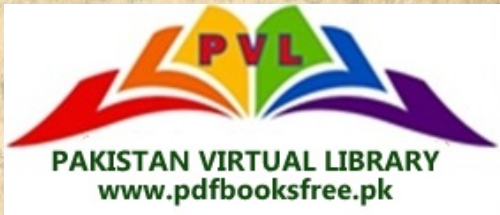
PDFBOOKSFREE.PK
PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

پیارے دوستو

آپ نے ناگ ناگن ناول پڑھ لی۔ کیسی رہی
آپ کو ضرور پسند آئی رہی۔
"ایک آنکھ والی عورت" کو بھی آپ میری دوسری
کہانیوں کی طرح بڑی دلچسپ پائیں گے۔ آپ
یہ کہانی پڑھیں تب آپ کا [illegible] جو آپ اس کے بعد کہانی
پڑھیں گے اُس کا نام بتا دوں "فرعون کی شہزادی"
ہے [illegible] ہوں۔ یہ کہانی بھی ایک منفرد دلچسپ
کہانی ہوگی۔ بس ذرا انتظار کریں۔

آپ کا
اے۔ حمید

سرورق [illegible]
جلال انور

قیمت چھ روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

بار اوّل :
تعداد : دو ہزار

نیا مکتبہ اقرأ ۔ ۳۰/ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: الجدہ پرنٹرز ۔ لاہور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فہرست

موت کا جزیرہ

بھیانک پرندہ اس تیزی سے ناگ کے سر پر آ پہنچا تھا کہ ناگ کو سنبھلنے کی فرصت ہی نہ ملی تھی۔ بھیانک پرندہ اپنی گول گول ٹینس کے گیند جتنی کالی کالی آنکھوں سے ناگ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا لمبا سر اور کھلی ہوئی نوکیلی چونچ ناگ کے سر کے اوپر گھوم رہی تھی پھر اس نے ناگ کو دبوچنے کے لیے اپنی گردن جھکائی۔

ناگ بڑی پھرتی سے اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ پرندے کی چونچ کسی بھاری گرز کی طرح درخت سے ٹکرائی۔ زور دار دھماکا ہوا اور بھاری درخت زمین پر آ رہا تھا۔ بھیانک پرندے کے حلق سے لرزا دینے والی وحشت ناک چیخ نکلی۔ وہ اپنا وار خالی جاتا دیکھ کر بپھر گیا تھا۔

اس نے زور سے اپنے پر پھڑپھڑائے اور ناگ پر دوبارہ حملہ آور ہوا۔ ناگ نے گہرا سانس لے کر عقاب کا روپ بدلا اور اڈاری مار کر ہوا میں اڑ گیا۔ بھیانک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پرندے کی گردش کرتی کالی آنکھیں لمحہ بھر کے لیے رُک گئیں
جیسے وہ حیران رہ گیا ہو کہ ایک انسان پلک جھپکنے میں
عقاب کیسے بن گیا ہے مگر دوسرے ہی لمحے جنگل بھیانک
پرندے کی دہاڑ سے گونج اُٹھا۔ وہ دوڑتا ہوا اپنے پَر
پھڑ پھڑانے لگا۔

دوڑتے دوڑتے بھیانک پرندے نے زور سے پَر پھڑپھڑائے
اور ہوا میں اُڑ گیا وہ ہیبت ناک آوازیں نکالتا ہوا عقاب
کی طرف جھپٹا۔ ناگ یعنی عقاب بڑا سٹ پٹایا کہ اب کیا
کرے یہ خونی پرندہ تو جان کو آ گیا تھا۔ ناگ اوپر بادلوں
کی طرف اُٹھنے لگا۔ بھیانک پرندے کے پروں کے
پھڑ پھڑانے کی خوف ناک آواز سنائی دے رہی تھی وہ چیخیں
مارتا عقاب کا پیچھا کر رہا تھا اور اس کے نزدیک آتا
جا رہا تھا۔

اب ناگ کو غصہ آ گیا۔ اس نے بھیانک پرندے
کی شکل ذہن میں لا کر گہرا سانس لیا اور اسی جیسا بھیانک
پرندہ بن گیا۔ بھیانک پرندہ ایک بار پھر چکرا گیا کہ اس
جیسا خونی پرندہ کدھر سے آ گیا۔ ادھر ناگ نے لمبا غوطہ
کھایا اور بھیانک پرندے سے نیچے آ گیا۔

ناگ کو پتہ تھا کہ اس پرندے کی بیرونی کھال بے حد

سخت ہو گی چنانچہ اس نے پرندے کے پچھلے حصے یعنی
پیٹ پر جہاں پھیپھڑے اور آنتیں وغیرہ ہوتی [illegible] حملہ
کرنے کا فیصلہ کیا۔ نیچے آ کر اوپر کو اُٹھتے ہوئے ناگ
نے دل ہلا دینے والی چیخ ماری اور اپنی لمبی چونچ پرندے
کے پیٹ میں گھسیڑ دی۔

بھیانک پرندے نے انتہائی تکلیف کے عالم میں اپنے
پنکھ لہرائے مگر ناگ حملہ کر کے دوسری طرف نکل چکا تھا۔
پرندے کے پیٹ کی آنتیں باہر نکل آئی تھیں اور خون
فوارے کی شکل میں نیچے گر رہا تھا۔ بھیانک پرندہ لرزہ خیز
چیخیں مارتا بڑی تیزی سے اُترنے لگا۔

جزیرے کے ایک کھلے میدان میں اترتے ہی پرندہ اپنی
ستونوں جیسی ٹانگوں پر گول دائرے کی شکل میں چکر کھانے لگا
تکلیف اور غصے سے وہ دیوانہ ہو رہا تھا۔ ناگ اس کے
اوپر اُڑ رہا تھا پھر اس نے ہولناک چیخ مارتے ہوئے غوطہ
کھایا اور بڑے بڑے پنجے پھیلا کر بھیانک پرندے پر حملہ آور
ہوا۔ پرندے نے اپنی بڑی چونچ کھولی مگر ناگ نے اس
کی آنکھوں پر حملہ کیا تھا۔ اس کی ٹینس کے گیند جتنی کالی
آنکھوں کو پنجوں سے نوچتا ہوا ناگ اوپر اُڑ گیا۔

پرندے کے حلق سے چنگھاڑتی ہوئی ایک آواز بلند ہوئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کی دونوں آنکھیں پھوٹ گئی تھیں اور ان سے سبز رنگ کا گاڑھا مادہ بہنے لگا تھا۔ بھیانک پرندہ اب اندھا ہو چکا تھا اور زور زور سے اپنا سر زمین پر مار رہا تھا۔

ناگ کچھ فاصلے پر اُتر کر انسان کی شکل میں آگیا۔ بھیانک پرندہ کچھ دیر تڑپتا رہا پھر ٹھنڈا ہو گیا۔ ناگ زندگی میں پہلی مرتبہ ایسا بھیانک پرندہ بنا تھا اس لیے اس کا سر چکرا رہا تھا۔ کچھ دیر وہ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھا رہا پھر اٹھا اور چل دیا۔

ابھی ناگ زیادہ دور نہ گیا تھا کہ اسے نرم زمین پر قدموں کے نشان دکھائی دیئے۔ ناگ چونک اٹھا کیونکہ یہ نشان انسانی قدموں کے تھے۔ ننگے پیروں کے یہ نشان کئی تھے۔ جیسے بہت سے انسان یہاں سے گزرے ہوں۔ ناگ سوچ میں پڑ گیا۔ موت کے اس جزیرے پر جہاں خوف ناک پرندے پائے جاتے ہیں انسان کدھر سے آ گئے۔ پھر اس کے ذہن میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی مسافر جہاز کائی میں پھنس کر جزیرے تک پہنچ گیا ہو اور اس میں سوار مسافر جنگل میں چھپ کر رہنے لگے ہوں۔

بس یہ خیال آتے ہی ناگ انسانی قدموں کے نشانوں پر چل پڑا۔ جزیرے پر اب عجیب قسم کی خاموشی چھا گئی تھی۔

کسی جانور یا پرندے کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ جزیرے کی ہر شے کو موت نے نگل لیا ہے۔ بڑے بڑے قد آور درخت خاموش کھڑے تھے۔ یہ درخت بھی بڑے عجیب اور بدصورت قسم کے تھے۔ ان کے پتے گول گول اور شاخیں زمین پر اس طرح جھکی ہوئی تھیں جیسے جھاڑیوں کو اکھاڑ کر اوپر اٹھا لے جانا چاہتی ہوں۔

ناگ انسانی قدموں کے نشانات پر چلتا ہوا گھنے جنگل میں داخل ہو گیا۔ درختوں کے پتوں نے آپس میں مل کر ایک چھت سی بنا رکھی تھی۔ دن کے وقت بھی ہلکا ہلکا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ درختوں کے تنوں سے گرگٹ نما بڑی بڑی چھپکلیاں چمٹی ہوئی تھی جو بار بار اپنی زبانیں باہر نکالتیں اور چھوٹے چھوٹے کیڑوں اور پتنگوں کو زبان میں لپیٹ کر منہ میں ڈال لیتی تھیں۔

خاصی دیر تک چلتے رہنے کے بعد درختوں کا گھنا پن چھٹنے لگا۔ ناگ اب سبز رنگ کی لمبی لمبی گھاس کے میدان میں آگے بڑھ رہا تھا۔ گھاس کے میدان کے دونوں طرف اونچے نیچے ٹیلے تھے جن پر چھوٹے چھوٹے درخت اُگے ہوئے تھے۔ ان درختوں کے پتے بڑے موٹے اور لمبے کانٹوں سے بھرے ہوئے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس میدان سے گزر کر ناگ ایک نہر کے کنارے پہنچا۔
نہر بڑی چوڑی تھی اس کا پانی گہرا سیاہ تھا اور بڑی تیزی
سے بہہ رہا تھا۔ اس کالے پانی میں کہیں کہیں چھوٹی چٹانیں
اُبھری ہوئی تھیں۔

ناگ نے سوچا نہر پار کرنے سے پہلے اس جزیرے
پر رہنے والے کسی سانپ کو بلا کر معلومات حاصل کی جائیں۔
یہ سوچتے ہی اس نے زبردست سگنل سانپ کو بلانے کے
لیے بھیجا۔

کچھ فاصلے پر ایک ٹیلے کے نیچے بنی کھوہ میں اس
جزیرے کا سب سے زہریلا سبز سانپ سویا ہوا تھا۔ ناگ
کے سگنل اس کے جسم سے ٹکرائے تو وہ تڑپ کر اُٹھ بیٹھا۔
اس نے فوراً جوابی سگنل نشر کیا:

"اے عظیم ناگ دیوتا۔ تیرا غلام آ رہا ہے۔"

سگنل نشر کرنے کے بعد وہ بڑی تیزی سے رینگتا ہوا
نہر کے کنارے پہنچ گیا اور ناگ کے سامنے اپنا پھن جھکا دیا
اور کہا:

"اے ناگوں کے بادشاہ۔ آپ کا اس جزیرے پر آنا
میری خوش قسمتی ہے حکم کیجئے غلام کو کیسے یاد فرمایا؟"

ناگ نے سگنل کی خاموش زبان میں کہا:

"اے سبز سانپ۔ کیا اس جزیرے پر انسان رہتے ہیں۔"

سبز سانپ نے عرض کی:

"ناگ دیوتا۔ نہر کے اس پار آدم خور وحشیوں کی
بستی ہے۔ وہ اس حد تک ظالم ہیں کہ اپنے ہی قبیلے کے
بیماروں اور بچوں کو ذبح کر کے بھون کر یا اُبال کر کھا
جاتے ہیں۔ اگر کوئی بدنصیب جہاز کائی میں پھنس کر
جزیرے سے آ لگے تو اس کے مسافر بھی ان آدم خوروں
سے نہیں بچتے۔"

سبز سانپ نے مزید کہا:

"یہ جزیرہ "موت کا جزیرہ" کہلاتا ہے یہاں عجیب و غریب
خوفناک جانور پائے جاتے ہیں۔ ان میں بہت بڑی بڑی
چمگادڑیں بڑی خطرناک ہیں جو خون پیتی ہیں۔"

ناگ نے کہا:

"اے سبز سانپ۔ تیرا شکریہ۔ تو جا سکتا ہے۔"

سبز سانپ نے پھن جھکا کر سلام کیا اور رینگتا ہوا
چلا گیا۔

اس وقت نہر کے کالے پانی میں زبردست ہلچل ہوئی
اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک مگرمچھ سطحِ آب پر نمودار ہوا۔ اس
کا لمبوترہ منہ کھلا ہوا تھا اور آرے جیسے لمبے لمبے دانت نظر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہر کے نزدیکی علاقے میں نرم زمین پر قدموں کے نشان ملے تھے۔ آگے جا کر ایک ڈھلان تھی جس سے نیچے اتر کر اونچی گھاس میں یہ نشان گم ہو گئے تھے۔ یہاں سے جنگل دوبارہ شروع ہو جاتا تھا۔ اس جنگل میں کثرت سے پھل دار درخت تھے۔ ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی کبھی کوئی خشک ٹہنی ناگ کے قدموں تلے آ کر ٹوٹ جاتی تو چٹاخ کی آواز سے جنگل کی خاموشی لمحہ بھر کے لیے ٹوٹ جاتی۔ ناگ تیز تیز قدم اٹھاتا چلا جا رہا تھا پھر یکایک جنگل کا سناٹا دور ہو گیا۔ دور سے ڈھول بجنے کی آواز آنے لگی تھی۔

ناگ سمجھ گیا کہ اب آدم خور وحشیوں کی بستی نزدیک ہی ہے۔ ڈھول کی آواز نزدیک آتی جا رہی تھی۔ آدم خور وحشی جنگل میں ادھر ہی آ رہے تھے۔ ناگ ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ کچھ دیر بعد لمبی لمبی گھاس سے وحشی نمودار ہونے لگے آگے آنے والے چار وحشیوں نے لکڑی کا ایک صندوق اٹھایا ہوا تھا۔

وحشیوں نے چیتے کی کھال کا لباس پہن رکھا تھا۔ ہاتھوں میں لمبے نیزے اور بھالے تھے۔ سروں پر مختلف پرندوں کے رنگ برنگے پروں کی ٹوپیاں اور گلے میں انسانی دانتوں

ر رہے تھے۔ کنارے کی طرف آتے ہوئے مگرمچھ اپنے پچھلے دھڑ کو اٹھا کر پانی میں زور زور سے مار رہا تھا جس سے شڑاپ شڑاپ کی آواز پیدا ہو رہی تھی۔ پانی میں اتھل پتھل ہونے لگی اور جگہ جگہ سے خونخوار مگرمچھ منہ کھولے نمودار ہونے لگے۔

سارے مگرمچھ کنارے کے اس طرف آ رہے تھے جہاں ناگ کھڑا تھا۔ پھر سب سے اگلا مگرمچھ نہر سے نکل کر کنارے کی ریتلی زمین پر آ گیا اور ناگ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کا منہ بار بار کھلنے اور بند ہونے لگا تھا۔ اپنے بھاری بھرکم جسم کو گھسیٹتا ہوا خونخوار مگرمچھ جونہی ناگ کے پاس آیا۔ ناگ نے گہری سانس لے کر عقاب کا روپ بدلا اور اڈاری مار کر ہوا میں اڑنے لگا۔

مگرمچھ نے منہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا جیسے حیران ہو رہا ہو کہ انسان عقاب کیسے بن گیا ہے لیکن اگلے ہی لمحے اس کی سوچ پر درندہ پن غالب آ گیا وہ اپنا پچھلا دھڑ اٹھا کر زور زور سے زمین پر مارنے لگا۔ شکار ہاتھ سے نکل جانے پر وہ برہم ہو رہا تھا۔ ناگ نہر کے دوسری طرف جا کر زمین پر اتر آیا اور انسان کی شکل میں آ کر آگے بڑھنے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ہار پڑے تھے۔ ایک وحشی نے گلے میں چھوٹی چھوٹی کھوپڑیوں
کا ہار پہن رکھا تھا۔ اس کا کالا جسم تانبے کی طرح چمک رہا
تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی اور سرخ تھیں یوں لگتا تھا۔ جیسے
اس کی آنکھیں کسی اندرونی آگ میں دہک رہی ہوں۔ یہ
وحشیوں کا سردار تھا۔

سردار نے آسمان کی طرف منہ کر کے زوردار چیخ ماری
اور ڈھول بجنا بند ہو گئے۔ لکڑی کا صندوق زمین پر رکھ
کر سارے وحشی گول دائرے کی شکل میں اس کے گرد جمع
ہو گئے۔ سردار گھٹنوں کے بل زمین پر گر کر دونوں ہاتھ
اٹھائے کچھ بڑبڑانے لگا۔ سارے وحشی دم سادھے اس کی
طرف دیکھ رہے تھے۔

سردار کچھ دیر بڑبڑاتا رہا پھر اٹھا اور چیخ مار کر ناچنے
لگا۔ ڈھول دوبارہ بجنے لگے۔ سردار سینے پر ہاتھ مارتا ناچتا
رہا۔ ڈھول کے شور سے جنگل کا سکون تباہ ہو چکا تھا۔
جنگلی بندرے خوف زدہ آوازیں نکالے درختوں پر چکر
کاٹ رہے تھے۔ خاصی دیر تک وحشیانہ رقص جاری رہا
پھر تھم گیا۔

اسی وقت لکڑی کے صندوق کے اندر سے ایک بھیانک
چیخ نکلی۔ اور گڑگڑاتی آواز آئی:

"سردار — مجھ پر رحم کرو۔ دیوتا کے لیے مجھے صندوق
سے نکالو!"

سردار نے وحشیانہ قہقہہ لگایا اور کہا:

"اے سفید فام۔ مقدس پجارن نے دیوتا کے آگے
تیری قربانی کا کہا ہے۔ ہم نے اس دن کا ایک سال
تک انتظار کیا ہے۔ آج تجھے دیوتا کی بھینٹ چڑھا کر ہمیں
اپنے ساتھیوں کو بھون کر کھانے کی اجازت مل جائے گی۔"

سردار نے یہ کہتے ہوئے زور سے چٹخارہ لیا اور نعرہ
لگا کر کہا،

"سفید فاموں کا گوشت بہت مزے دار ہوتا ہے آج
مدت بعد ایسی شاندار دعوت ہو گی۔"

دوسرے وحشی بھی خوشی سے نعرے لگانے لگے۔ صندوق
میں قید شخص رونے لگا۔ سردار نے اپنے جسم پر لپٹی کھال
میں اڑسی ہوئی شیشے کی ایک بوتل نکالی۔ اس بوتل میں
سرخ رنگ کا سیال بھرا ہوا تھا۔ سردار نے سیال صندوق
پر ملا اور سارے وحشی قہقہے لگاتے چلے گئے۔

ناگ نے محسوس کیا کہ فضا میں ایک خاص قسم کی بُو
پھیلنے لگی ہے پھر ناگ کو جو ہولناک منظر نظر آیا اسے دیکھ
کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ آس پاس کے درختوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے تنوں میں بنے سوراخوں سے سرخ رنگ کے بے شمار چیونٹے نکل آئے۔ یہ چیونٹے جسامت میں عام چیونٹیوں سے تین گنا بڑے تھے اور قطاروں میں صندوق کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ناگ سمجھ گیا کہ یہ خونی چیونٹے گوشت خور ہیں اور وحشیوں کے سردار نے بوتل سے جو سرخ سیال نکال کر صندوق پر ملا ہے اس کی خوشبو سے باہر نکل آئے ہیں اور صندوق میں بند شخص کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا جائیں گے۔ ناگ نے فوراً صندوق میں بند شخص کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ دوڑتا ہوا صندوق کی طرف بڑھا۔ اس کے کنڈے میں پھنسی لکڑی نکال کر ڈھکن اٹھا دیا۔ اندر ایک انگریز رسیوں سے جکڑا گٹھڑی بنا پڑا تھا۔ ناگ کو دیکھتے ہی وہ کپکپاتی آواز میں بولا:

"مجھے نکالو مجھ پر رحم کرو۔ مجھے ایسی اذیت ناک موت نہ مارو۔"

ناگ بولا:

"گھبراؤ مت۔ میں ان وحشیوں کا ساتھی نہیں ہوں تم مجھے اپنا دوست سمجھو۔"

یہ کہہ کر ناگ نے جلدی جلدی اسے رسیوں سے آزاد کیا۔ انگریز صندوق سے نکل آیا۔ گوشت خور سرخ چیونٹے اس دوران صندوق کے پاس آ چکے تھے۔ انگریز نے انہیں دیکھا تو اس کے حلق سے خوف بھری چیخ نکل گئی۔ ناگ اور وہ وہاں سے ہٹ آئے۔

ناگ نے پوچھا:

"تم کون ہو اور ان وحشیوں کے قابو کیسے آ گئے؟"

انگریز آہ بھر کر بولا:

"اے نیک دل انسان — آج سے ایک سال پہلے کی بات ہے جب ہمارا جہاز بھٹک کر خونی کائی میں آ پھنسا تھا۔ جہاز کائی میں دھنستا ہوا آگے کھسکتا رہا اور جزیرے کے ساحل سے آ لگا۔ میں جہاز کا کپتان تھا اور میرے سمیت چھبیس مسافر زندہ اس جزیرے تک پہنچے مگر یہ جزیرہ 'موت کا جزیرہ' ہے۔ یہاں عجیب و غریب اور خونخوار جانور بکثرت پائے جاتے ہیں۔ کئی مسافر تو ان جانوروں کے ہتھے چڑھ کر زندگی گنوا بیٹھے۔

ہم پندرہ آدمی بمشکل مگرمچھوں والی نہر پار کر کے یہاں پہنچے اور ان وحشیوں نے ہمیں گرفتار کر لیا اور اپنی بستی لے گئے۔ ان وحشیوں کی ایک مقدس پجارن ہے۔ وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک بوڑھی خبیث عورت ہے۔ اور جادوگر ہے۔ سارے وحشی اور سردار اس کا حکم مانتے ہیں۔ اس نے کہا کہ اگلے پورے چاند کو ان میں سے ایک شخص کو دیوتا کے آگے قربان کر کے باقی کو بھون کر کھایا جائے گا جو یہ حکم نہ مانے گا اس پر قہر کے دیوتا کا عذاب نازل ہو گا۔

انگریز نے جھرجھری لے کر کہا:

"کسی وحشی میں یہ ہمت کہاں کہ اس خبیث جادوگرنی کا حکم نہ مانے۔ ہم سب کو ایک قید خانے میں ڈال د
گیا۔ یہ قید خانہ ایک گہرا کنواں تھا۔ جس سے رسّی کے بغیر نہیں نکلا جا سکتا۔ ہمیں اس قید خانے میں ایک ما
ہوا تھا کہ ایک مسافر جیرالڈ بیمار ہو گیا۔ وحشیوں نے بوڑھی جادوگرنی سے اسے بھون کر کھا جانے کی اجاز
حاصل کر لی۔

انگریز کی آواز میں خوف پیدا ہو گیا اس نے کہا:

"میں نے اپنی زندگی میں بڑے ہولناک مناظر دیکھے ہیں۔ سمندری طوفانوں کا مقابلہ کیا ہے۔ بحری قزاقوں
پنجہ لڑایا ہے مگر اس رات جو خوف ناک منظر میں
دیکھا ہے اسے ساری زندگی نہیں بھلا سکتا۔ ان آدم خ
وحشیوں نے بیمار جیرالڈ کو ہمارے سامنے ذبح کیا۔ ا

کی گردن سے اُبلتے خون کے فوارے سے منہ لگا کر خون پینے کے بعد سارے وحشی خنجر لیے جیرالڈ کے جسم پر ٹوٹ پڑے اور بوٹی بوٹی بھون کر کھا گئے۔ ہڈیاں بھی نہ چھوڑیں انہیں بھی چبا گئے۔"

اسی طرح ایک سال گزرنے تک چھ مسافر ان وحشیوں کی بھینٹ چڑھ گئے اور آج چاند کی چودھویں تاریخ ہے۔ بوڑھی پجارن کے حکم سے مجھے صندوق میں بند کر کے یہاں پھینک دیا گیا۔ ان وحشیوں کا عقیدہ ہے کہ سرخ چیونٹے جس چیز کو کھا جاتے ہیں وہ دیوتا تک پہنچ جاتی ہے۔ مگر میری خوش قسمتی ہے کہ تم آ گئے اور مجھے اذیت ناک موت سے بچا لیا۔ مگر تم کون ہو بھائی اور موت کے جزیرے پر کیسے آ گئے؟"

ناگ نے اسے ساری کہانی سنا دی اور کہا:

"اس کا مطلب ہے کہ آج رات کو باقی مسافروں کو یہ آدم خور وحشی بھون کر کھا جائیں گے۔"

انگریز نے کہا:

"ہاں —— آج رات وحشیوں کی بستی میں جشن منایا جائے گا۔ اس کے بعد بوڑھی پجارن سارے قیدیوں کو اپنے ہاتھوں ذبح کرے گی اور گوشت وحشیوں میں تقسیم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر دے گی۔"

ناگ نے کہا:

"فکر نہ کرو۔ میں اس خبیث جادوگرنی سے نمٹ لوں گا اب وہ موت سے نہ بچ سکے گی۔"

انگریز نے ناگ کی طرف اس طرح دیکھا جیسے وہ پاگل ہے۔

ناگ یہ دیکھ کر ہنس دیا اور بولا:

"میں بھی جادوگر ہوں مگر میں نے اپنے جادو کو کبھی دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لیے استعمال نہیں کیا۔"

انگریز نے کانپ کر کہا:

"وہ بوڑھی پجارن بڑی زبردست جادوگرنی ہے وہ بھیڑیا بن جاتی ہے۔"

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"میں شیر بن سکتا ہوں۔ تمہیں اس وقت تک یقین نہ آئے گا جب تک مجھے آنکھوں سے نہ دیکھ لو۔ میں ابھی تمہیں شیر بن کر دکھاتا ہوں۔"

ناگ نے شیر کی شکل ذہن میں لا کر گہری سانس لی۔ اور یہ دیکھ کر انگریز کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ اب اس کے سامنے انسان کی جگہ کئی فٹ لمبا ببر شیر کھڑا ہے۔

ببر شیر منہ کھول کر زور سے دھاڑا۔ انگریز کی تو خوف کے مارے ٹانگیں کانپنے لگیں۔ ناگ نے جب اسے خوفزدہ ہوتے دیکھا تو جھٹ سے انسان کی شکل میں آگیا اور بولا:

"کیوں دوست۔ اب تمہیں یقین آگیا؟"

انگریز بولا:

"مان گیا۔ تم بہت بڑے جادوگر ہو۔"

ناگ بولا:

"تو پھر میرے ساتھ وحشیوں کی بستی تک چلو آج یہ آدم خور وحشی بچ نہ سکیں گے۔"

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آدم خور وحشیوں کی تباہی

شام کا وقت تھا جب ناگ اور انگریز آدم خور وحشیوں کی بستی کے قریب پہنچے ۔ یہاں جنگل کا گھن چھٹنے لگا تھا۔ وحشیوں نے درخت کاٹ کر جنگل میں ایک میدان سا بنا یا تھا جس میں جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں ۔ ننگ دھڑنگ وحشی جنہوں نے کمر کے گرد جانور کی کھال لپیٹ رکھی تھی جشن منانے کی تیاری کر رہے تھے ۔

میدان کے درمیان میں لکڑیوں کا ایک ڈھیر جمع تھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر چار ڈھول پڑے تھے اور ان سے ذرا پرے ہٹ کر درختوں کے ساتھ وہ قیدی بندھے ہوئے تھے ۔ جنہیں بھون کر کھانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں قیدیوں میں دو عورتیں اور چھ مرد شامل تھے ۔ خوف کے مارے ان کا بڑا حال تھا۔

آدم خور وحشی پتھروں پر اپنے چاقو اور کلہاڑے تیز کر رہے تھے اور قیدیوں کی طرف دیکھ کر قہقہے لگا رہے

تھے۔ وحشیوں کا سردار اور بوڑھی پجارن غالباً اپنے جھونپڑوں میں تھے ۔

ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلنا شروع ہو چکا تھا ۔ ناگ نے جزیرے کے تمام سانپوں کو بلانے کے لیے زبردست سگنل بھیجا یہ سگنل اتنا زبردست تھا کہ زمین کی تہہ میں چھپے سارے سانپ اٹھ پڑے اور اپنے بلوں سے نکل کر ناگ دیوتا کی بو سونگھتے ہوئے تیزی سے ادھر آنے لگے ۔

سب سے پہلے زہریلا کالا سانپ ناگ کے پاس آیا ۔ انگریز نے سانپ کو دیکھا تو اچھل کر ناگ کے پیچھے ہو گیا اور بولا :

"سانپ ۔ سانپ "

ناگ نے کہا :

"گھبراؤ مت ۔ یہ تمہیں کچھ نہ کہے گا ۔ یہ ہمارا دوست ہے اور ابھی دوسرے دوست بھی آنے والے ہیں "

زہریلے کالے سانپ نے پھن جھکا کر ناگ کو سلام کیا اور کنڈلی مار کر ایک طرف بیٹھ گیا ۔ کچھ ہی دیر میں جزیرے کے سارے سانپ ناگ کے گرد جمع ہو چکے تھے ۔ ان کے پھن جھکے ہوئے تھے ۔

ان میں اڑنے والے سانپ ، سبز سانپ جن کا رنگ بالکل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سبز ہوتا ہے مگر اس کا زہر اس قدر خطرناک ہوتا ہے کہ
ہاتھی کو بھی ڈس لے تو آناً فاناً موت واقع ہو جائے، رٹیل
سانپ، جس کی دم سے کھڑ کھڑ کی آواز آتی ہے، تھوک
اڑانے والا سانپ جو پھنکار مارتے ہوئے زہر کی پچکاری چھوڑتا
ہے اور جس انسان پر تھوک کے چھینٹے پڑ جائیں وہ اندھا
ہو جاتا ہے۔

ان زہریلے سانپوں کے علاوہ کئی گز لمبے اور کئی فٹ
موٹے اژدہے بھی آئے تھے جو منہ سے شعلے اُگل کر آگ
لگا سکتے تھے۔ سارے سانپ سگنل کی خموشش زبان میں
کہہ رہے تھے:

"اے ناگ دیوتا۔ تیرے غلام حاضر ہیں حکم کر۔"

ناگ نے سگنل کی زبان میں کہا:

"تم سب ان آدم خور وحشیوں کی بستی کے ارد گرد پھیل
جاؤ۔ اور جونہی میرا سگنل ملے حملہ کر دو۔ ایک بھی وحشی
زندہ نہ بچ پائے مگر درختوں کے ساتھ بندھے قیدیوں کو
ہلاک مت کرنا۔"

سانپوں نے کہا:

"ایسا ہی ہو گا ناگ دیوتا ___ کوئی وحشی نہ بچ سکے گا۔"

سارے سانپ لمبی جھاڑیوں میں غائب ہو گئے۔

انگریز نے کہا:

"دوست۔ تم تو بڑے زبردست قسم کے جادوگر ہو سارے
سانپ تمہارے غلام ہیں۔"

ناگ مسکرا دیا۔ اس نے سوچا اگر اس انگریز کو پتہ چل
جائے کہ میں سانپ ہوں اور پانچ ہزار سال سے زندہ چلا
آ رہا ہوں تو شاید یہ دہشت سے ہی مر جائے۔

رات کا اندھیرا گہرا ہوتا چلا جا رہا تھا۔ وحشیوں نے لکڑیوں
کو آگ لگا دی تھی۔ اور الاؤ کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ وہ
سب خاموش اور ساکن بیٹھے تھے۔

انگریز نے کہا:

"یہ سب چاند کے نکلنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان وحشیوں
کا جشن چاند کے طلوع ہونے کے بعد ہی شروع ہو گا۔"

ہلکی ہلکی ہوا چلنے لگی تھی۔ رات کی پر ہول خاموشی اور
بھیانک سناٹے میں یوں لگ رہا تھا جیسے ہوا بین کر رہی
ہو۔ درختوں کے پتے تالیاں بجا رہے ہوں پھر چاند نکل آیا۔
چاند کے طلوع ہوتے ہی سارے وحشی کھڑے ہو گئے اور
نعرے لگانے لگے۔

اسی وقت بستی کے ایک بڑے جھونپڑے سے وحشیوں کا
سردار اور بوڑھی پجارن نکلی۔ پجارن کا چہرہ اس قدر بدصورت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا کہ دنیا کا بدصورت ترین انسان بھی اس کے مقابلے میں خوب صورت نظر آتا۔ سرخ آنکھیں جیسے دو لال بلب جل رہے ہوں۔ ہونٹوں سے رال ٹپک رہی تھی۔ اور پیلے پیلے دانت جھانک رہے تھے۔ سارے وحشی سجدے میں گر گئے۔ سردار اور پجارن آگ کے الاؤ کے پاس بنے ایک چبوترے پر بیٹھ گئے۔

پجارن نے اپنا ہاتھ اٹھا کر کہا:

"سورج دیوتا کے پجاریو! اٹھو جاؤ۔ دیوتا کو ایک انسان کی قربانی دینے کے بعد اجازت مل گئی ہے کہ تم سارے قیدیوں کو بھون کر کھا جاؤ لیکن ان قیدیوں کا خون پینے کی اجازت صرف مجھے اور سردار کو ملی ہے تم صرف گوشت کھا سکتے ہو۔"

سارے آدم خور کھڑے ہو کر نعرے مارنے لگے۔ پھر چار آدم خور ڈھول بجانے لگے اور باقی سارے آگ کے گرد گھومتے ہوئے ناچنے لگے۔ ڈھول زور زور سے پیٹے جا رہے تھے اور وحشی آدم خور سر ہلا ہلا کر تیزی سے ناچ رہے تھے۔ وہ سارے منہ اٹھا کر نہایت بھیانک آوازیں نکال رہے تھے۔

الاؤ کی آگ کے پس منظر میں کالے کالے انسانی سائے

یوں لگ رہے تھے جیسے بھوت رقص کر رہے ہوں۔ ان کے رقص میں تیزی آتی جا رہی تھی۔ بوڑھی پجارن اور سردار چبوترے پر بیٹھے جھوم رہے تھے۔ شعلوں کی گھٹتی بڑھتی روشنی میں آدم خور بڑے خوفناک نظر آ رہے تھے۔

پھر یہ رقص ختم ہوگیا۔ ڈھول بجنا بند ہوگیا اور پہلے کی طرح گہرا سناٹا چھا گیا۔ بوڑھی پجارن نے چبوترے پر کھڑے ہو کر سارے آدم خوروں پر نظر ڈالی اور چیخ کر کہا:

"قیدیوں کو درختوں سے کھول کر یہاں لے آؤ۔"

آدم خور وحشی نعرے مارتے قیدیوں کی طرف لپکے۔ اب ناگ کے حرکت میں آنے کا وقت آگیا تھا۔ اس نے عنبر کو درخت پر چڑھنے کا کہا اور خود تیزی سے میدان کی طرف بڑھا۔

ناگ نے چلا کر کہا:

"رک جاؤ۔"

ناگ کی آواز سن کر درختوں کی طرف بڑھتے آدم خور رک گئے۔ ان سب کی نظریں ناگ کی طرف گھوم گئیں۔ بوڑھی پجارن نے زوردار چیخ ماری اور بولی:

"پکڑ لو اسے۔"

آدم خور وحشی نعرے مارتے ناگ کی طرف لپکے۔ ناگ نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گہری سانس لی اور ہاتھی بن گیا۔ وحشیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو کئی کے ہاتھ سے نیزے گر گئے۔ وہ چیخیں مارتے واپس بھاگے۔ ناگ فوراً انسان کی شکل میں آ گیا اور بوڑھی پجارن کی طرف بڑھا۔ سارے آدم خور ایک طرف سمٹ گئے تھے۔

ناگ نے قریب جا کر کہا:

"میں چاند دیوتا کا بیٹا ہوں میرا کہا مانو ورنہ میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔"

ننھے دوستو! یہ تو آپ کو پتہ ہی ہے کہ ناگ، ماریا اور عنبر دنیا کی ساری زبانیں بول اور سمجھ سکتے ہیں۔ بوڑھی پجارن کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا وہ سر پر دو ہتڑ مار کر چلائی:

"میں تجھے فنا کر دوں گی۔"

بوڑھی پجارن کی سانسیں تیز ہو گئیں۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی چبوترے پر لوٹ پوٹ ہونے لگی۔ سارے وحشی دم بخود کھڑے تھے۔ بوڑھی پجارن کے منہ سے نکلنے والی کراہیں تیزی سے کسی درندے کی غراہٹ میں بدلتی جا رہی تھیں پھر اچانک ہی اس کے کان لمبوترے ہو گئے۔ گردن لمبی ہو گئی۔ اس کے بازو آگے کی سمت ڈھلک

گئے اور ان پر لمبے کالے بال اُگ آئے۔ ہاتھوں نے پنجوں کی شکل اختیار کر لی۔ اس کا منہ کھل گیا اور لمبا ہونے لگا اس کی آنکھیں اوپر چڑھ گئیں۔ بوڑھی پجارن اب بھیڑیا بن گئی تھی۔ لمبے تیز دانتوں اور خوفناک پنجوں والا بھیڑیا۔

بھیڑیئے کے منہ سے تیز غراہٹیں نکل رہی تھیں وہ اپنی لال لال آنکھوں سے ناگ کو گھورے جا رہا تھا پھر اس نے لمبی جست بھری اور ناگ پر حملہ آور ہوا۔ ناگ جلدی سے افریقی ہاتھی بن گیا۔ اس نے بھیڑیئے کو فضا ہی میں دبوچ لیا اور سونڈ میں جکڑ کر پوری طاقت سے زمین پر دے مارا۔

بھیڑیئے کے حلق سے ایسی بھیانک چیخ نکلی جیسے سینکڑوں خبیث روحیں چلائی ہوں۔ ہاتھی یعنی ناگ نے اپنا بھاری پاؤں بھیڑیئے کے جسم پر رکھ دیا اور اسے کچل دیا۔ یہ سب چند منٹ کے اندر اندر ہو گیا۔ زمین پر اب بھیڑیئے کی بجائے بوڑھی پجارن کی کچلی ہوئی لاش پڑی تھی۔

وحشیوں کے سردار نے یہ دیکھا تو چیخ کر کہا:

"یہ کوئی جادوگر ہے اسے مار ڈالو۔ زندہ نہ چھوڑو۔"

سارے آدم خور وحشی چیخیں مارتے، نیزے، بھالے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور کلہاڑے ہلاتے ہاتھی یعنی ناگ کی طرف لپکے ناگ فوراً
عقاب بن کر اڑ گیا اس نے سانپوں کو حکم دیا کر حملہ
کر دیا جائے۔

سانپ تو پہلے سے تیار تھے۔ وہ پھنکاریں مارتے نکل
آئے پھر تو آدم خور وحشیوں کی شامت آگئی۔ سانپوں نے
انہیں گھیرے میں لے لیا تھا اور انہیں ڈستے جا رہے
تھے۔ آگ اگلنے والے اژدہوں نے آدم خور وحشیوں کی
جھونپڑیوں کو آگ لگا دی تھی اور آدم خور وحشیوں کو
زندہ نگل رہے تھے۔

ناگ نے جو عقاب بنا میدان کے اوپر اڑ رہا تھا
وحشیوں کے سردار کو مزا چکھانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے
غوطہ کھایا اور تیز پنجے سردار کے شانے میں گاڑ دیے
اور لمبے لمبے پر پھڑپھڑاتا ہوا عقاب اپنی مڑی چونچ سے
سردار کے چہرے کا گوشت نوچنے لگا۔ سردار نے اپنا چہرہ
دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور چیختا ہوا دوڑا۔

ناگ فوراً سانپ بن گیا اور سردار کے گلے کے گرد
لپٹ کر اپنا پھن اس کے چہرے کے آگے لہرانے
سردار کا چہرہ لہو لہان ہو رہا تھا۔ اس نے چیخ مارنے
کے لیے منہ کھولا تو ناگ نے لپک کر اس کے منہ

کے اندر ڈس لیا۔ ناگ عام طور پر اپنے شکار کے جسم
میں اپنے زہر کا چوتھا حصہ داخل کرتا تھا مگر اس ظالم
آدم خور کے جسم میں ناگ نے اپنا سارا زہر انڈیل
دیا تھا۔

آدم خوروں کے سردار کی چیخ گلے میں ہی گھٹ کر
رہ گئی۔ اس کے ناک، منہ اور کانوں سے خون
جاری ہو گیا تھا۔ وہ دھڑام سے زمین پر گرا اور ایڑیاں
رگڑنے لگا۔ اب اس کے جسم کا ہر مسام خون اگلنے لگا
تھا وہ سرتاپا سرخ لاش بن گیا تھا۔

اس دوران سانپوں نے آدم خور وحشیوں کا
خاتمہ کر دیا تھا۔ میدان میں ہر طرف ان کی لاشیں
بکھری پڑی تھیں جنہیں سانپ نوچ نوچ کر کھا رہے
تھے۔ ناگ نے انسان کے روپ میں آ کر قیدیوں
کو درختوں سے آزاد کیا۔ قیدی بری طرح سہمے ہوئے
تھے۔ ناگ نے انہیں تسلی دی اور جیرالڈ کو آواز دے
کر بلایا۔

جیرالڈ آتے ہی ناگ سے لپٹ گیا اور بولا:

"دوست تم نے کمال کر دکھایا — ایک بھی آدم
خور وحشی زندہ نہیں بچا ہے تم بڑے زبردست جادوگر ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے خاموش زبان کے سگنل میں سارے سانپوں کو واپس جانے کا حکم دیا۔ سانپ اور اژدھوں نے باری باری ناگ کے پاس آکر پھن جھکا کر سلام کیا اور اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے!!

◎

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

سات منہ والا اژدھا

وہ رات، ناگ، جیرالڈ اور دوسرے انگریزوں نے الاؤ کے پاس ہی بسر کی اور صبح ہوتے ہی وہاں سے چل دیئے۔ جیرالڈ نے وحشیوں کے سردار کے جلے ہوئے جھونپڑے کے اندر سے وہ جنگل بوٹی نکال لی تھی جسے کالے پانی کی نہر میں ڈال دینے سے مگرمچھ پرے بھاگ جاتے تھے۔ مگرمچھ اس بوٹی کی بُو سے گھبراتے تھے۔

جیرالڈ نے وحشیوں کی قید میں ایک سال کے دوران صرف وحشیوں کی زبان سیکھ لی تھی بلکہ پہرے داروں سے باتوں باتوں میں کئی مفید باتیں معلوم کر لی تھیں جو اب فائدہ مند ثابت ہو رہی تھیں۔ مگرمچھوں والی نہر پار کر کے یہ مختصر قافلہ بڑی تیزی سے جزیرے کے اس طرف بڑھتا چلا گیا جدھر جہاز کائی میں پھنسا ہوا تھا۔ جب وہ جزیرے کے کنارے پہنچے تو یہ دیکھ کر خوشی کے مارے ان کی چیخیں نکل گئیں کہ ایک جگہ سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کائی درمیان سے پھٹی ہوئی ہے اور سمندر کا نیلا پانی صبح کی روشنی میں چمک رہا ہے۔ ناگ کا جہاز بھی کائی کے پھندے سے نکل چکا تھا اور کھلے سمندر میں کھڑا ہلکی ہلکی لہروں میں جھوم رہا تھا۔

یہ ایک غیبی امداد تھی۔ بات اصل میں یوں تھی کہ برسوں بعد کبھی کبھار سمندر کے نیچے چٹانوں میں سے تیل کے فوارے اُبل پڑتے اور جب بھی ایسا ہوتا کائی اتنی جگہ سے پھٹ جاتی جتنی جگہ تیل کے فوارے اُبل رہے ہوتے اور اس بار بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ جزیرے سے کھلے سمندر تک ایک چوڑی نہر سی بن گئی تھی جس کے دونوں طرف خونی کائی تھی۔

ناگ عقاب بن کر اڑا اور جہاز پر پہنچ گیا۔ انگریز کپتان نے ابھی کے انتظار میں جہاز نہ چلایا تھا۔ ناگ نے اسے معاملے سے آگاہ کیا اور جہاز سے چھوٹی کشتی بھجوا کر جیرالڈ اور اس کے ساتھیوں کو بلا لیا۔

ان کے آتے ہی انگریز کپتان نے جہاز کے لنگر اٹھا دیئے اور جہاز کا سفر شروع ہو گیا۔ طوفان کی وجہ سے جہاز روم کے راستے سے بھٹک چکا تھا لہٰذا ناگ نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے پرانے دوست سمندر کے شیش ناگ

سے مدد لے۔ ناگ خود بھی تیز رفتار سمندری سانپ بن کر لہروں پر سفر کر سکتا تھا مگر اس میں خطرہ یہ تھا کہ کہیں وہ راستہ نہ بھول جائے اور روم کی بجائے کہیں اور جا نکلے۔

یہ فیصلہ کرتے ہی ناگ نے انگریز کپتان سے کہا:

"لو دوست۔ مجھے تو اب اجازت دو میں تو اُڑتا ہوا روم پہنچ جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر ناگ کبوتر بن کر اڑ گیا۔ جہاز سے دور آ کر کبوتر نے غوطہ کھایا اور سمندر کی سطح پر آتے ہی سمندری سانپ بن گیا جونہی ناگ سمندر میں آیا۔ اس کے دوست سمندر کے شیش ناگ نے اس کی بُو سونگھ لی۔ سمندر کا شیش ناگ بہت بڑا اژدہا سانپ تھا جس کے سات منہ تھے۔

وہ ناگ کی بُو کے سہارے سے پانی کے اندر برق رفتاری سے سفر کرتا ہوا ناگ کے پاس آ گیا۔ ناگ نے بھی اپنے دوست سمندر کے شیش ناگ کی بُو سونگھ لی تھی۔ شیش ناگ سمندر کی سطح پر آ گیا۔ ناگ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا دونوں دوست عرصے بعد ملے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سمندر کے شیش ناگ نے ناگ کو اپنے سر پر بٹھا لیا اور بولا:

"پیارے دوست کیا حال ہے۔ تمہارا بھائی عنبر اور بہن ماریا کیسے ہیں؟"

سمندر کے شیش ناگ نے ایک بار ماریا کی مدد کی تھی وہ عنبر کو بھی جانتا تھا۔ عنبر کے بارے میں اسے ماریا ہی نے بتایا تھا۔

ناگ نے جواب دیا:

"دوست۔ عنبر اور ماریا بڑی مصیبت میں پھنس چکے ہیں۔ روم کے ایک مکار جادوگر نے انہیں قابو کر رکھا ہے۔ میں اس جادوگر مزا چکھانے ہی روم جا رہا ہوں"

سمندری شیش ناگ نے کہا:

"یہ تو بڑی افسوس ناک بات ہے۔ میری مدد کی ضرورت ہو تو مجھے آواز دے لینا۔ فوراً آ جاؤں گا"

ناگ نے کہا:

"بہت بہت شکریہ اے دوست۔ تم سناؤ تمہاری سمندری سلطنت کا کیا حال ہے؟"

پڑھیے۔ سانپ کی آواز۔ قسط نمبر ۹

سمندری شیش ناگ ہنس کر بولا:

"سب ٹھیک ہے۔ سارے سانپ خوشحال ہیں"

دونوں پرانے دوست باتیں کرتے روم کے ساحل کی طرف چلے جا رہے تھے۔ سات منہ والے اژدہا سانپ کی رفتار بہت تیز تھی۔ چند ہی گھنٹوں میں وہ ناگ کو لیے روم کے ساحل پر آگیا اور بولا:

"لو دوست تمہاری منزل آگئی۔ میں اب واپس نہیں جاؤں گا بلکہ یہیں ساحل کے نزدیک پانی میں رہوں گا۔ اگر تمہیں مدد کی ضرورت ہو تو مجھے سگنل بھیج دینا میں فوراً پہنچ جاؤں گا"

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"دوست ہو تو تم ایسا۔ اچھا خدا حافظ"

سمندری شیش ناگ سلام کر کے سمندر میں اتر گیا۔

ناگ اس وقت روم کے ایک ساحلی گاؤں سے کچھ فاصلے پر موجود تھا۔ ساحل ویران پڑا تھا۔ چند فرلانگ دور ایک پرانے قلعے کے کھنڈر نظر آ رہے تھے۔ ناگ ابھی تک سانپ کی شکل میں ہی تھا۔ انسان کی شکل میں آکر وہ پرانے قلعے کے کھنڈر کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے سوچا کر کچھ دیر آرام کے بعد کبوتر بن کر اڑتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوا گاؤں میں چلا جاؤں گا اور روم شہر کا پتہ پوچھ کر
آگے روانہ ہو جاؤں گا۔"

ابھی ناگ پرانے قلعے کے کھنڈرات کے پاس پہنچا
ہی تھا کہ اسے کسی لڑکی کی چیخ سنائی دی۔ ناگ چونک
اٹھا اور فوراً سانپ کی شکل میں آکر اس طرف رینگنے
لگا جدھر سے چیخ کی آواز آئی تھی۔ اسی وقت لڑکی دوبارہ
چیخی اور ساتھ ہی ایسی آواز آئی جیسے کسی نے زبردستی
لڑکی کا منہ بند کر دیا ہو۔

ناگ تیزی سے اس طرف بڑھا۔ پرانے قلعے کی دیوار
کے پاس دو گھوڑے بندھے ہوئے تھے اور چند فٹ
کے فاصلے پر دو خون خوار قسم کے ڈاکو ایک کمسن خوبصورت
لڑکی کے سر پر کھڑے تھے۔ انہوں نے لڑکی کے منہ میں
کپڑا ٹھونس دیا تھا۔

لڑکی بڑی طرح خوف زدہ تھی اس کی آنکھوں سے
آنسو بہہ رہے تھے۔ خوف ناک چہرے والا ایک ہٹا
کٹا ڈاکو ہاتھ میں تلوار لیے کھڑا تھا۔ یہ بڑا خطرناک قاتل
قسم کا ڈاکو تھا اس نے کہا:

"یار۔ یہ کم بخت تو بڑا شور مچا رہی ہے۔"

دوسرا ڈاکو ہنس کر بولا:

"اپنا کیا لیتی ہے مچانے دے شور۔ یہاں ویرانے میں
کون آنے والا ہے؟"

پہلا ڈاکو اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر بولا:

"ارے کوئی آ بھی جائے تو کیا فکر ہے۔ جان سے مار
دوں گا اسے۔"

ڈاکوؤں کی گفتگو سے پتہ چلا کہ وہ لڑکی ایک رومن
تاجر کی بیٹی تھی۔ ڈاکو اسے اٹھا لائے تھے تاکہ تاجر سے
روپیہ بٹور سکیں۔ یہ ڈاکو بڑے ظالم تھے۔ کم سن بچوں
اور لڑکیوں کو اغوا کر لاتے۔ ان کے والدین سے روپیہ
بٹورتے اور بچے واپس کرنے کی بجائے انہیں بیچ ڈالتے
اس لڑکی کو بھی ڈاکو اسی مقصد کے لیے اٹھا کر لائے تھے۔

مونچھوں والے ڈاکو نے کہا:

"میں اس کے باپ سے رقم لینے جاتا ہوں تم خیال
رکھنا۔"

دوسرے ڈاکو نے کہا:

"ارے اطمینان سے جاؤ۔ یہاں کون سا کوئی آنے
والا ہے۔"

مونچھوں والا ڈاکو کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اس کی نظر
ناگ پر پڑ گئی اس نے فوراً تلوار نیام سے نکال لی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سانپ ۔ سانپ کا شور مچاتا آگے بڑھا اور حملہ کر دیا۔
ناگ تڑپ کر ایک طرف ہٹ گیا ورنہ ڈاکو کی تلوار اس
کے دو ٹکڑے کر دیتی۔
بدبخت ڈاکو وار پر وار کیے جا رہا ہے۔ ناگ کو اپنی
جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ ڈاکو بڑا ماہر تیغ زن تھا
ناگ اپنی جان بچانے کے لیے پتھروں میں گھس گیا۔
مونچھوں والے ڈاکو نے چلا کر اپنے ساتھی سے کہا:
"ارے یہاں آ کر اس سانپ کے بچے کو تلاش کرو
اگر اس نے لڑکی کو ڈس لیا تو سارے کیے کرائے پر پانی
پھر جائے گا۔"
دونوں ڈاکو سانپ کی تلاش میں لگ گئے۔ ناگ پتھروں
میں رینگتا ہوا قلعے کے پچھلی طرف آ گیا اور سوچنے لگا
کہ ان کم بخت ڈاکوؤں سے کیسے نپٹے۔ ڈاکو کچھ دیر
اسے تلاش کرتے رہے پھر تھک ہار کر انہوں نے
تلاش کا سلسلہ بند کر دیا۔ ادھر ناگ کے ذہن میں ایک
ترکیب آ گئی۔ اس نے گھوڑے کا روپ بدلا اور زور
سے ہنہناتے ہوئے قلعے کے اس طرف دوڑنے لگا جدھر
ڈاکو موجود تھے۔
ڈاکوؤں نے جب سفید رنگ کا شاندار گھوڑا دیکھا تو

خوش ہو گئے ایک بولا:
"بچ کر نہ جانے پائے۔ بڑا خوب صورت گھوڑا ہے
خوب مہنگا بکے گا۔"
گھوڑا یعنی ناگ ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ مونچھوں
والا ڈاکو اسے پکڑنے کے لیے آگے بڑھا۔ گھوڑا چپ
چاپ کھڑا رہا مگر جونہی مونچھوں والا ڈاکو پاس آیا۔ گھوڑے
نے اچھل کر اسے دولتی ماری۔ ڈاکو پٹخنیاں کھاتا ہوا پرے
جا گرا اور ہائے ہائے کرنے لگا۔
مونچھوں والا ڈاکو ہمت کر کے اٹھا۔ لالچ اس کے
سر پر سوار تھی وہ گھوڑے کو پکڑنے دوبارہ بڑھا۔ اس
بار گھوڑے نے ایسی دولتی جھاڑی کہ مونچھوں والے ڈاکو کا
بھیجا باہر آ گیا وہ وہیں گر کر مر گیا۔ دوسرے ڈاکو نے جب
یہ دیکھا تو اپنے ساتھی کی موت پر اس کی آنکھوں میں
خون اتر آیا وہ تلوار سونت کر گھوڑے کی طرف لپکا۔
ناگ فوراً سانپ بن گیا۔ ڈاکو نے جب گھوڑے کو
سانپ بنتے دیکھا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔
وہ بھوت بھوت کا شور مچاتا بھاگا مگر ناگ اسے کہاں
جانے دیتا۔ ناگ نے لپک کر اس کی پنڈلی پر
ڈس لیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈاکو کے جسم میں ایک گرم لہر دوڑ گئی۔ اس نے چیخنا چاہا مگر سانپ کے زہر نے اثر دکھا دیا تھا۔ اس کا گلا بند ہو چکا تھا۔ وہ دھڑام سے زمین پر گرا۔ اس کے ناک اور منہ سے خون جاری ہو گیا۔ جسم اکڑنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ مر گیا۔ دونوں ظالم ڈاکو اپنے انجام کو پہنچ چکے تھے۔

انسان کی شکل میں آکر ناگ دیوار کے دوسری طرف بڑھا۔ جہاں لڑکی بندھی پڑی تھی۔ ناگ نے اس کے منہ سے کپڑا نکالتے ہوئے کہا:

"ننھی بہن ـــ ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے اپنا بھائی سمجھو۔ وہ دونوں بے رحم ڈاکو اپنے کیے کی سزا پا چکے ہیں"

لڑکی کے ہاتھ پاؤں کھولنے کے بعد ناگ نے اسے تسلی دی تو اس کا خوف دور ہوا۔

ناگ نے کہا:

"ننھی بہن ـــ تم کہاں رہتی ہو۔ میں تمہیں تمہارے گھر پہنچا دوں گا"

لڑکی نے کہا:

"میرا نام ہیلنا ہے۔ میرا باپ کپڑے کا تاجر ہے

روم شہر میں ہماری کپڑے کی سب سے بڑی دکان ہے۔ ڈاکو مجھے گھر سے اٹھا لائے تھے مگر دیوتاؤں نے میری مدد کے لیے تمہیں بھیج دیا۔"

ناگ اور لڑکی ڈاکوؤں کے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور شہر کی طرف چل دیئے!!

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک آنکھ والی عورت

عین اس وقت جب سات منہ والے سمندری شیش ناگ نے ناگ کو روم کے ساحل پر اتارا۔ ابلیس جادوگر کے کمرے میں وہ صندوق خود بخود ہلنے لگا جس میں چڑیلوں کی ملکہ کی مورتی بند تھی۔

ابلیس جادوگر نے جلدی جلدی صندوق نکال کر اپنی چھنگلیا پر چاقو سے زخم لگا کر خون کے قطرے تالے پر ٹپکائے تو تالا کھل گیا۔ چڑیلوں کی ملکہ کی مورتی اٹھ بیٹھی اس کے حلق سے منمناتی آواز نکلی:

"اے میرے غلام ابلیس جادوگر۔ ہوشیار ہو جا خطرہ سر پر آ پہنچا ہے۔"

ابلیس جادوگر نے جھک کر کہا:

"اے چڑیلوں کی عظیم ملکہ۔ تیرا سایہ ہمیشہ میرے سر پر رہے۔ تم کس خطرے کی بات کر رہی ہو؟"

چڑیلوں کی ملکہ نے کہا:

"تو بھول گیا ہے۔ میں نے تجھے کہا تھا کہ ماریا اور عنبر کا ایک بھائی ناگ ہے جو اصل میں سانپ ہے مگر اسے طاقت حاصل ہے کہ وہ جب چاہے انسان یا جانور کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔"

ابلیس جادوگر گھبرا کر بولا:

"ہاں اے عظیم ملکہ۔ تو نے مجھے بتایا تھا۔"

چڑیلوں کی ملکہ نے کہا:

"تجھے اسی سانپ سے خطرہ ہے۔ یاد رکھ کہ اگر وہ اس کمرے میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا تو تیرا سارا جادو ختم ہو جائے گا اور تو مر جائے گا۔"

ابلیس جادوگر کے منہ سے ایک شعلہ نکلا وہ چیخ کر بولا:

"میں اپنے جادو سے اس سانپ کو بھسم کر دوں گا۔ میں اسے فنا کر دوں گا۔"

چڑیلوں کی ملکہ نے کہا:

"اس سانپ پر تیرے جادو کا اثر نہیں ہو سکے گا۔ اس سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اسے تلوار سے کاٹ کر ٹکڑے کر دیا جائے یا پھر وہ اس کمرے تک نہ پہنچ سکے۔"

ابلیس جادوگر غصے میں آ گیا اس نے دونوں بازو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فضا میں لہراتے ہوئے ہولناک چیخ ماری۔ اس چیخ نے کمرے
کو ہلا دیا۔ وہ بولا:

"چڑیلوں کی عظیم ملکہ — میں اس سانپ کو زندہ نہیں
چھوڑوں گا۔ میں اس کا قیمہ بنا دوں گا۔ شیطانِ اعظم کی
قسم۔ میں ہمیشہ کی زندگی حاصل کر کے رہوں گا اور جو
بھی میرے راستے میں آئے گا اسے کچا چبا جاؤں گا۔

"اے عظیم ملکہ۔ میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔ اس
سانپ کو ختم کرنے میں میرا ساتھ دے۔ میں عہد کرتا ہوں
کہ ہمیشہ بدی کو پھیلانے کا مشن آگے بڑھاؤں گا:"

چڑیلوں کی ملکہ نے پھنکار کر کہا:

"اے میرے غلام — میں تیری جتنی مدد کر سکتی ہے
وہ کر دی۔ ناگ روم میں داخل ہو چکا ہے۔ اس کو خ
کرنا یا اس سے بچنا تیرا کام ہے؟"

چڑیلوں کی ملکہ صندوق میں لیٹ گئی اور دوبارہ پہ
کی مورتی بن گئی۔ ابلیس جادوگر نے صندوق بند کر کے
پلنگ کے نیچے رکھ دیا اور بے چینی سے کمرے میں
ٹہلنے لگا۔ اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔

کمرے میں ماریا کے بت کے علاوہ عنبر بھی ایک کو
میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔ عنبر کا دماغ ابلیس جادوگر کے قب

میں تھا اور اسے کچھ یاد نہ تھا کہ وہ کون ہے۔ ماریا اور
ناگ کیا ہیں؟ — ماریا البتہ سب کچھ دیکھ، سن اور محسوس
کر سکتی تھی مگر حرکت نہ کر سکتی تھی۔

اس نے ابلیس جادوگر اور چڑیلوں کی ملکہ کی گفتگو
سن لی تھی اور دعا کر رہی تھی کہ ناگ اس خبیث جادوگر
کو ختم کر کے انہیں جادو سے آزاد کرانے میں کامیاب
ہو جائے۔

ابلیس جادوگر ٹہلتا ہوا، ماریا کے بت کے آگے رک
گیا اور چیخ کر بولا:

"تیرا بھائی ناگ مجھے مارنے آ رہا ہے لیکن میں اسے
نہس نہس کر دوں گا۔ میں نے ہمیشہ کی زندگی کا راز پا
لیا ہے اور اب اسے مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا میں
نے سالوں چلے کاٹنے کے بعد بڑی زبردست طاقتیں
حاصل کی ہیں۔ میں ان طاقتوں سے ناگ کو کچل دوں
گا۔ اسے مٹا دوں گا۔"

ابلیس جادوگر نے اپنے پلنگ کے اوپر پر پھیلائے
ہوئے چمگادڑ کی طرف دیکھا اور منتر پڑھ کر پھونکا۔
چمگادڑ حرکت میں آ گئی۔ اس نے بڑے بڑے پر پھڑپھڑائے
جس میں ٹھپک ٹھپک کی خوفناک آواز پیدا ہوئی پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چمگادڑ کا منہ ہلا اور سیٹی کی طرح آواز آئی:

"کیا حکم ہے میرے آقا؟"

ابلیس جادوگر نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا:

"اے خونی چمگادڑ — میرا ایک دشمن روم میں آیا ہے وہ سانپ ہے مگر انسان کی شکل میں ہے۔ جا اسے تلاش کر اور اس کا خون پی جا"

چمگادڑ نے پر پھڑپھڑائے اور اڑتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ اب ابلیس جادوگر زمین پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر کے زور زور سے کوئی منتر پڑھنے لگا۔ منتر پڑھنے کے بعد اس نے زمین پر پھونک ماری زمین پھٹی اور اس میں سے ایک عورت نکلی۔

اس عورت کے چہرے پر صرف ایک آنکھ تھی جو ماتھے کے درمیان میں تھی اور اس سے تیز شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ عورت کے بال سنہری اور لمبے تھے۔ اس کی اکلوتی آنکھ بڑی تیزی سے گردش کر رہی تھی۔ ابلیس جادوگر نے کہا:

"اے ایک آنکھ والی بد روح - میں مشکل میں ہوں مدد کر"

بد روح کی گردش کرتی آنکھ ابلیس جادوگر کے چہرے پر ٹھہر گئی۔ اس کے حلق سے پھٹے ڈھول کی سی آواز نکلی:

"میں ضرور تیری مدد کروں گی۔ بول تو کیا چاہتا ہے؟"

ابلیس جادوگر خوش ہو کر بولا:

"اے بد روح — میرا ایک دشمن ناگ ہے۔ وہ انسان اور ہر جانور کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ مر جائے یا پھر اس کمرے تک نہ آسکے تاکہ میں چلا مکمل کر کے لافانی بن جاؤں"

ایک آنکھ والی بدروح بولی:

"سرنگ کے دروازے پر طلسمی پتلے بٹھا دے۔ کاغذوں پر ہر جانور کی شکل بنا کر پتلوں کو دے دے اور انہیں یہ حکم دے کہ کوئی انسان یا جانور سرنگ میں داخل نہ ہو پائے جو بھی آئے اسے تلوار سے ہلاک کر دیں۔ اس طرح تیرا دشمن اس کمرے تک نہ پہنچ سکے گا۔ یاد رکھ طلسمی پتلے صرف وہی کریں گے جس کا تو حکم دے گا۔ تو جن جانوروں اور کیڑوں کی شکلیں بنا کر تو انہیں دکھائے گا صرف انہی کو طلسمی پتلے ماریں گے لہذا کسی جانور کو بھول نہ جانا"

ابلیس جادوگر اچھل پڑا وہ بولا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے بدروح تیرا شکریہ۔ تو نے بڑی اچھی ترکیب بتائی ہے۔"

بد روح دوبارہ زمین میں چلی گئی۔ ابلیس جادوگر نے جلدی جلدی موم کے دو پتلے تیار کیے۔ ان پر خون کا ایک ایک قطرہ ڈالنے کے بعد منتر پڑھا تو موم کے پتلے انسانی قد جتنے بڑے ہو گئے اور فولاد کے بن گئے طلسمی پتلوں نے سر جھکا کر کہا:

"آقا — ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

ابلیس جادوگر نے ایک کاغذ پر تمام جانوروں اور کیڑوں کی شکلیں بنا کر کاغذ طلسمی پتلوں کے حوالے کر دیا اور کہا:

"اے طلسمی پتلو! یاد رکھو کہ کوئی انسان اور کاغذ پر بنے جانوروں اور کیڑوں میں سے کوئی اس سرنگ میں داخل نہ ہو پائے جو بھی آنا چاہے اس کا تلوار سے قیمہ بنا دو۔"

طلسمی پتلے بولے:

"ایسا ہی ہو گا آقا!"

یہ کہہ کر طلسمی پتلے سرنگ کے دروازے کی طرف چلے گئے۔ ابلیس جادوگر نے چھت کی طرف منہ کر کے قہقہہ

لگایا اور بولا:

"مجھے کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ میں ہمیشہ کی زندگی حاصل کر کے رہوں گا۔ شیطان اعظم میرے ساتھ ہے۔ اگر ناگ مجھ سے ٹکرایا تو میں اسے فنا کر دوں گا۔ اس کی بوٹی بوٹی کر دوں گا ہا ہا ہا۔"

ابلیس جادوگر بھول رہا تھا کہ اس نے کاغذ پر جن جانوروں اور کیڑوں کی تصاویر بنا کر طلسمی پتلوں کو دی ہیں ان میں چوہا نہیں ہے اور طلسمی پتلے صرف انہی جانوروں کو سرنگ میں داخلے سے روک سکیں گے جن کی تصاویر ان کے ذہنوں میں ہوں گی۔

O

ناگ اور رومن لڑکی ہیلنا گھوڑے دوڑاتے روم شہر پہنچ گئے۔ ہیلنا کے باپ کی شاندار حویلی شہر کے بارونق علاقے میں تھی۔ اپنی اکلوتی بیٹی کی گمشدگی پر باپ بے حد پریشان تھا۔ اس نے جب ہیلنا کو صحیح سلامت دیکھا تو خوشی سے ناچنے لگا۔

ہیلنا نے کہا:

"اس نوجوان نے مجھے خون خوار ڈاکوؤں سے نجات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دلاتی ہے۔"

ہیلنا کے باپ نے ناگ کو انعام کے طور پر ہیرے جواہرات دینا چاہے مگر ناگ کو ہیرے جواہرات کی کیا کمی تھی وہ حکم دیتا تو زمین کے اندر موجود خزانوں پر پہرہ دینے والے سانپ سارے خزانے اس کے آگے ڈھیر کر دیتے پھر ناگ نے کسی لالچ یا انعام کی توقع میں لڑکی کی مدد نہ کی تھی اس نے انکار کر دیا اور اجازت لے کر چلا آیا۔

روم کے بازاروں میں خوب رونق تھی مگر لوگوں میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ وہ ٹولیوں کی صورت میں اِدھر اُدھر بکھرے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ ناگ نے ایک دکان دار سے پوچھا تو پتہ چلا کہ وزیر اعظم نے سازش کر کے ملکہ کو تخت سے ہٹا دیا ہے اور زبردستی روم کا حکمران بن بیٹھا ہے۔ ملکہ کو قید خانے میں ڈال دیا گیا ہے۔

ناگ گھوڑے پر سوار بازار میں گھومنے لگا۔ ناگ کو ہندوستان میں سومنات کے مندر کے سامنے سادھو نے صرف یہ بتایا تھا کہ عنبر اور ماریا روم کے ابلیس جادوگر کی قید میں ہیں۔ ابلیس جادوگر کے ٹھکانے کا

ناگ کو علم نہ تھا۔ اس وقت شام ہونے والی تھی ناگ نے فیصلہ کیا کہ رات کسی سرائے میں گزار کر صبح ابلیس جادوگر کو تلاش کیا جائے۔

بازار میں ایک عالی شان سرائے تھی۔ اس سرائے کا مالک ایک کنجوس اور کانا یہودی تھا جس میں لالچ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس نے جب ہندوستانی سادھوؤں کے لباس میں ناگ کو سرائے میں داخل ہوتا دیکھا تو چلایا:

"ابے کالے۔ منہ اٹھائے کدھر گھسا آ رہا ہے۔"

ناگ کو کانے یہودی کی بد اخلاقی پر بڑا غصہ آیا مگر ضبط کر کے بولا:

"میں آج رات سرائے میں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔"

کانے یہودی نے ہاتھ نچا کر کہا:

"ہے ہے۔ شکل دیکھی ہے کبھی شیشے میں۔ یہ سرائے ہے بھک منگوں کا اڈہ نہیں ہے۔ چل پھوٹ ادھر سے۔ ورنہ مار مار کے بھرکس نکال دوں گا۔"

ناگ نے کہا:

"میرے پاس پیسے ہیں میں تمہیں کرایہ ادا کروں گا۔"

کانے یہودی نے قہقہہ لگایا اور بولا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بچہ ایسے کنگلوں کو اپنی سرائے میں قیام کرنے دوں تاکہ میری سرائے کی شہرت خراب ہو۔ یہ سرائے مالدار تاجروں کے لیے ہے۔ چلو بھاگو یہاں سے۔ کسی گندے جوہڑ کے پاس سو جانا۔ پیسے بھی بچ جائیں گے۔"

ناگ چپ چاپ سرائے سے نکل آیا۔ اس نے کانے کنجوس یہودی کو اس بداخلاقی کا ایسا مزا چکھانے کا فیصلہ کیا کہ ساری عمر یاد کرتا رہے۔ سرائے سے دور نکل کر ناگ ایک پرانے محل کے کھنڈرات میں آگیا۔ یہاں ہر طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔

ناگ نے گھوڑے کو درخت سے باندھ کر خاموش زبان کا سگنل جاری کیا۔ یہ ناگ دیوتا کا سگنل تھا۔ اس پرانے محل کے کھنڈر میں زمین کے نیچے سفید سانپ رہتا تھا۔ جو اس علاقے کے سانپوں کا بادشاہ تھا۔ اس کے جسم سے جب ناگ کے سگنل ٹکرائے تو وہ اپنے بل سے نکل آیا۔ ناگ دیوتا انسانی شکل میں اس کے سامنے کھڑا تھا۔

سفید سانپ نے ادب سے سر جھکا کر کہا:

"مقدس ناگ دیوتا۔ حکم کیجئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

ناگ نے کہا:

"اے سانپ۔ اس علاقے میں کوئی خزانہ ہے؟"

سفید سانپ نے ادب سے کہا:

"ہاں اے مقدس ناگ دیوتا۔ جہاں آپ کھڑے ہیں۔ اس کے نیچے زمین میں ایک پرانے رومن وزیر کا خزانہ ہے۔ میں اسی خزانے پر پہرہ دیتا ہوں۔ حکم کریں تو ابھی خزانہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔"

ناگ نے خموشی کی زبان میں سگنل دیا:

"تم مجھے خزانے سے چند قیمتی ہیرے لا دو۔"

سفید سانپ فوراً خزانے سے چار ہیرے نکال لایا جن سے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ ناگ نے ہیرے لیے اور واپس چل دیا۔ شہر آکر ناگ ایک جوہری کی دکان میں گھس گیا۔ جوہری نے جب اتنے قیمتی ہیرے دیکھے تو اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ ناگ کے پرانے کپڑے دیکھ کر وہ سمجھا کہ یہ نوجوان کہیں سے ہیرے چرا کر لایا ہے۔

یہ جوہری بڑا کمینہ اور پکا بے ایمان تھا۔ اس کا ایک بھانجہ رومن فوج میں کیپٹن تھا۔ اپنے بھانجے کی مدد سے وہ کئی لوگوں کے زیورات ہڑپ کر چکا تھا۔

اس نے کہا:

"یہ ہیرے تو خاصے قیمتی ہیں صاف صاف بتا دو کہ تم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے کہاں سے چرائے ہیں؟"

ناگ نے کہا:

"یہ میرے ہیں۔ میں چور نہیں ہوں اگر تم نے ہیرے خریدنے ہیں تو بات کرو ورنہ میں کسی اور دکان پر چلا جاتا ہوں۔"

جوہری نے مکاری سے کام لیتے ہوئے کہا:

"اوہو ناراض کیوں ہوتے ہو۔ میں ان ہیروں کو خریدے لیتا ہوں مگر میں ان کے دو ہزار رومن سکے دے سکتا ہوں"

ناگ جانتا تھا کہ صرف ایک ہیرے کی قیمت دو ہزار رومن سکوں سے زیادہ ہے مگر اس نے بحث کرنے کی بجائے کہا:

"مجھے منظور ہے نکالو رقم"

اب تو جوہری کو پورا یقین ہو گیا کہ ہیرے چوری کے ہیں ورنہ کون انہیں اتنا سستا فروخت کرتا۔ اس نے سوچا ضرور اس نوجوان کے ہاتھ کوئی خزانہ آگیا ہے۔ اس کے پاس اور بھی ہیرے ہوں گے۔ مکار جوہری نے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ چاہے کچھ بھی خزانہ حاصل کر کے رہے گا۔ یہ سوچ کر اس نے ناگ کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ناگ کو دو ہزار رومن سکوں کی تھیلی

اسے دی۔

ناگ سکوں کی تھیلی لیے دکان سے نکل آیا۔ جوہری نے بھی اپنے نوکر کو دکان کا خیال رکھنے کا کہا اور ناگ کے تعاقب میں چل پڑا۔ ناگ نے کپڑوں کی ایک دکان سے اعلیٰ کپڑے خریدے اور ایک حمام میں نہا کر نئے کپڑے پہن کر کنجوس کانے یہودی کی سرائے کی طرف چل دیا۔

جوہری ناگ کا پیچھا کر رہا تھا۔

سرائے کے یہودی مالک نے جب قیمتی لباس میں ملبوس امیر کو دیکھا تو بھاری کرایہ ملنے کی امید میں خوش ہو گیا اور بولا:

"آیئے آیئے تشریف لایئے۔ اس سرائے میں آپ کو مکمل آرام ملے گا"

ناگ نے کہا:

"میرا تجارتی قافلہ کل صبح تک شہر پہنچ جائے گا۔ میں نے دیوتاؤں کے حضور منت مانگی تھی کہ اگر میرا تجارتی قافلہ ڈاکوؤں سے محفوظ روم تک پہنچ گیا تو میں چار ہزار رومن سکوں کا کھانا پکوا کر غریبوں میں تقسیم کراؤں گا"

کنجوس یہودی کی تو رال ٹپک پڑی۔ اس کی اکلوتی آنکھ خوشی سے پھڑکنے لگی۔ اس نے فوراً دل میں منصوبہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بنا لیا کہ ایک ہزار رومن سکوں کا کھانا پکوا کر چار ہزار وصول کروں گا۔ تین ہزار رومن سکوں کا نفع۔ کانا یہودی تو ناگ کے قدموں میں بچھا جا رہا تھا۔ اس نے خوشامدی لہجے میں کہا:

"حضور — جب تک آپ کا یہ غلام زندہ ہے فکر نہ کیجئے میں ابھی کھانا پکواتا ہوں۔ آپ سرائے کے سب سے آرام دہ کمرے میں آرام کیجئے۔"

ناگ کو دل میں یہ سوچ کر بڑی ہنسی آ رہی تھی کل صبح جب یہ لالچی یہودی مجھے غائب پاتے گا تو اس کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔

ناگ نے رعب ڈالتے ہوئے کہا،

"ابے او کانے۔ کھانا بالکل ٹھیک ہونا چاہیے۔"

یہودی نے جھک کر کہا:

"حضور — میں اپنی نگرانی میں کھانا پکواؤں گا آپ فکر نہ کیجئے۔"

ناگ کمرے میں چلا گیا۔ تو یہودی نے فوراً سارے باورچیوں کو کھانا پکانے کا حکم دیا اور اپنی سیٹ پر بیٹھ کر تین ہزار سکوں کا خواب دیکھنے لگا۔

ادھر مکار جوہری نے جب ناگ کو سرائے میں قیام

کرتے دیکھا تو فوراً اپنے فوجی کیپٹن بھانجے کی طرف روانہ ہو گیا۔ رومن کیپٹن اس وقت غدار وزیر اعظم کا خاص ساتھی تھا جس نے سازش کر کے ملکہ کو قید کر کے تخت پر قبضہ کر لیا تھا۔ رومن کیپٹن کو قید خانے کا انچارج بنا دیا گیا تھا۔

جس وقت جوہری، رومن کیپٹن کے پاس پہنچا وہ بکرے کی بھنی ہوئی ران کھا رہا تھا۔ رومن کیپٹن سانڈ کی طرح پھولا ہوا تھا۔ اس کی گینڈے جیسی موٹی گردن تھی۔ آنکھیں سرخ اور خوفناک مونچھیں خوب بڑی بڑی اور بچھو کے ڈنک کی طرح اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں۔

اس نے بھنی ران کو دانتوں سے بھنبھوڑتے ہوئے کہا:

"کہو ماموں۔ کیسے آئے ہو؟"

جوہری نے کہا:

"بھانجے ایک مال دار شکار تاک کر آیا ہوں۔ جوان لڑکا ہے لگتا ہے کوئی خزانہ اس کے ہاتھ لگ گیا ہے۔"

جوہری نے اپنے بھانجے کو ساری کہانی سنا دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیپٹن کی آنکھیں چمکنے لگیں وہ بولا:
"میں اس نوجوان کے فرشتوں سے بھی خزانے کا پتہ معلوم کر لوں گا"

جوہری اور رومن کیپٹن سپاہیوں کے ہمراہ اسی وقت سرائے کی طرف روانہ ہو گیا!!
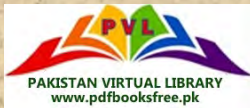
ناگ، قید خانے میں

ادھر سرائے کے باہر دیگیں پک کر تیار ہو چکی ہیں۔

ناگ کے حکم سے غریبوں میں کھانا تقسیم ہو رہا تھا۔ ایک لمبی لائن لگی ہوئی تھی اور غریب لوگ کھانا کھاتے ہوئے ناگ کو دعائیں دے رہے تھے۔ دعائیں تو کانا یہودی بھی دے رہا تھا تین ہزار سکوں کا نفع جو ملنا تھا۔ وہ ٹھینی مرغ کی طرح گردن اکڑائے اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا۔

اسی وقت جوہری، رومن کیپٹن اور سپاہی آ پہنچے۔

کیپٹن نے کڑک کر کہا:

"ابے یہودی۔ تم اپنی سرائے میں حکومت کے باغیوں اور چوروں کو پناہ دیتے ہو؟"

یہودی نے کانپتی آواز میں کہا:

"سرکار۔ میں تو حکومت کا وفادار ہوں۔ میری سرائے میں کسی باغی کا کیا کام"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیپٹن نے تلوار لہرائی اور گرج کر بولا:

"بکواس کرتے ہو۔ چند گھنٹے پہلے تمہاری سرائے میں جو امیر آکر ٹھہرا ہے وہ شاہی خزانے کا چور ہے۔"

کانے یہودی کا تو رنگ اڑ گیا۔ اس نے تین ہزار سکے کمانے کا جو خواب دیکھا تھا چکنا چور ہو گیا بلکہ اب تو الٹا ایک ہزار سکوں کا نقصان ہونے کا خیال کر کے کانے یہودی کو ہول آ رہے تھے۔ وہ سر پر دو ہتھڑ مار کر بولا:

"ہائے میں لٹ گیا۔ ارے لوگو۔ میں مارا گیا۔ ہائے میرے ایک ہزار سکے۔"

رومن کیپٹن نے گھوڑے سے اتر کر یہودی کے منہ پر زور دار تھپڑ مارا اور کہا:

"چپ۔ شور مچا کر چور کو بھگا دینا چاہتے ہو؟"

یہودی کا تو وہی حال تھا کہ سانپ کے منہ میں چھچھوندر نہ اگلے بنے نہ نگلے۔ ایک تو اس کا نقصان اوپر سے رونے کی اجازت بھی نہیں ـــ رومن کیپٹن، جوہری اور سپاہی سرائے میں گھس گئے۔

ناگ بڑے آرام دہ بستر پہ لیٹا ہوا تھا کہ دروازہ دھڑام سے کھلا اور رومن کیپٹن سپاہیوں سمیت اندر داخل ہوا۔ اس نے چیخ کر کہا:

"گرفتار کر لو اس چور کو۔"

سپاہیوں نے اس پھرتی سے ناگ کو جکڑ لیا کہ ناگ بھی حیران رہ گیا۔

اس نے کہا:

"میں چور نہیں ہوں۔ تم لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

جوہری نے آگے بڑھ کر کہا:

"اچھا ـــ تو پھر وہ ہیرے کہاں سے لائے تھے بچو، جب قید خانے میں مار پڑے گی تو سب بتا دو گے۔"

رومن سپاہی ناگ کو گرفتار کر کے چل دیئے۔ وہ سرائے سے باہر نکلے تو کانا یہودی رومن کیپٹن کے قدموں میں گر گیا اور دہائی دینے لگا۔

"حضور ـــ میرا کیا ہو گا میں تو لٹ گیا۔ ہائے میرے ایک ہزار سکے۔"

رومن کیپٹن نے زور دار لات یہودی کے منہ پر ماری اور تلوار لہرا کر بولا:

"بک بک مت کرو۔ ورنہ ابھی گردن اتار دوں گا۔"

کانا یہودی سہم کر چپ ہو گیا مگر جب رومن کیپٹن اور سپاہی ناگ کو ساتھ لیے چلے گئے تو یہودی سینہ پیٹ پیٹ کر رونے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ کو شہر سے باہر پہاڑوں میں بنے قید خانے میں لے جایا گیا۔ یہ قید خانہ پہاڑوں کے درمیان میں اس طرح بنایا گیا تھا کہ باہر سے نظر نہ آتا تھا۔ قید خانے کے دروازے کے باہر پانچ رومن سپاہی تلواریں تھامے پہرہ دے رہے تھے۔ چربی کی مشعل جل رہی تھی اور پھیکی روشنی میں پہرے داروں کی شکلیں بڑی ڈراؤنی لگ رہی تھیں۔

رومن کیپٹن کو دیکھتے ہی سپاہیوں نے دروازہ کھول دیا رومن کیپٹن نے کڑک کر کہا:

"اس چور کو کوٹھڑی میں ڈال دو صبح اس سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔"

ناگ کو ایک تنگ کوٹھڑی میں ڈال دیا گیا۔ کوٹھڑی کے طاق میں ایک چھوٹا سا دیا جل رہا تھا جس کی مدہم زرد روشنی نے ماحول کو بڑا پراسرار اور ڈراؤنا بنا دیا تھا۔ دیئے کا انگلی کی طرح اٹھا ہوا شعلہ جب لرزتا تو کوٹھڑی کی دیواروں پر مہیب سائے بھوتوں کی طرح ناچنے لگتے۔

اس کال کوٹھڑی میں گھاس پھونس اور گندگی پڑی ہوئی تھی۔ موٹے موٹے چوہے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے۔ چیں

چیں کی آوازیں نکالتے وہ بڑی بے فکری سے کوٹھڑی میں بھاگ رہے تھے۔ ناگ ایک نکڑ میں پڑی گھاس پر لیٹ گیا۔ اسی وقت ساتھ والی کوٹھڑی سے کسی عورت کے سسکنے کی آواز آئی۔

ناگ اٹھ بیٹھا — عورت اب رونے لگی تھی۔ وہ بڑی غمگین معلوم ہوتی تھی۔ ناگ بے چین ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ اس عورت کا دکھ معلوم کرنا چاہیے۔ سانپ کی شکل میں آکر وہ سلاخوں کے نیچے سے رینگتا ہوا کوٹھڑی سے نکل آیا اور ساتھ والی کوٹھڑی کی طرف بڑھا۔

سلاخوں کے پیچھے سے ناگ نے دیکھا کہ کمرے میں ایک خوب صورت مگر اداس چہرے والی رومن عورت بیٹھی رو رہی ہے۔ اس کے سنہری بال کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ناگ سلاخوں کے نیچے سے رینگ کر کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔

سرسراہٹ سن کر اس عورت نے نظر اٹھائی اور سانپ کو دیکھتے ہی اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ ناگ فوراً انسان کی شکل میں آ گیا اور نرم لہجے میں بولا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے خاتون ۔ ڈرو نہیں ۔ میں تمہارا ہمدرد ہوں ۔ میرے
پاس ایک جادو ہے جس سے میں سانپ بن سکتا ہوں ۔
مجھے بتاؤ تم کون ہو اور یہاں کیوں قید کی گئی ہو؟"
رومن عورت سانپ کو انسان بنتا دیکھ کر خوف زدہ
ہو گئی تھی مگر ناگ کے نرم لہجے نے اسے تسلی دی وہ
سسکی لے کر بولی:
"میں روم کی ملکہ ہوں ۔ وزیر اعظم نے غداری کی اور
تخت پر قابض ہو گیا ۔ مجھے وزیر اعظم پر بہت اعتماد تھا
مگر وہ مکار نکلا پہلے اس نے مجھے زہر دلوا کر ہلاک
کرنے کی کوشش کی مگر آسمان کی ایک دیوی کی روح
نے میری مدد کی اور میں زندہ بچ گئی مگر اب..."
ناگ چونک اٹھا:
"دیوی کی روح"
ملکہ نے سر ہلایا اور بولی:
"ہاں وہ بڑی نیک روح تھی ۔ میں اسے نہیں دیکھ
سکتی تھی مگر اس کی آواز سن سکتی تھی وہ جو چیز بھی
اٹھاتی وہ غائب ہو جاتی تھی ۔ وہ مجھے زہر دینے کی کوشش
کرنے والی کنیز کی لاش کو باہر پھینکنے گئی مگر پھر نہ آئی"
ناگ کو یقین ہو گیا کہ ملکہ جس نیک روح کی بات کر

رہی ہے وہ ماریا کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ
ماریا جس چیز کو زمین سے اوپر اٹھا لیتی وہ غائب
ہو جاتی تھی ۔
ناگ نے کہا:
"وہ آسمانی روح میری بہن تھی وہ تمہارے پاس
واپس اس لیے نہ آ سکی کہ وہ ایک خبیث جادوگر کے
پھندے میں پھنس گئی ہے ۔ اس جادوگر کا نام ابلیس
جادوگر ہے میں اسے ہلاک کرنے روم آیا ہوں"
ملکہ کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی ۔ اس نے لرزتی
آواز میں کہا:
ابلیس جادوگر ۔ وہ تو بڑا ظالم جادوگر ہے اور
وزیر اعظم کا دوست ہے"
ناگ اچھل پڑا ۔
"کیا تمہیں ابلیس جادوگر کے ٹھکانے کا پتہ ہے"
ملکہ نے کہا:
"ہاں ۔ وہ اسی شہر سے باہر واقع گھنے جنگل میں رہتا
ہے وہ بڑا خون خوار جادوگر ہے"
ناگ نے سوچا خدا جو بھی کرتا ہے ۔ اس میں بہتری
ہوتی ہے اگر رومن سپاہی اسے گرفتار نہ کرتے اور وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قید خانے نہ پہنچتا ملکہ سے نہ مل پاتا تو اسے ابلیس جادوگر
کے ٹھکانے کا پتہ چلانے کے لیے نجانے کتنا وقت لگتا۔
اس نے رات آرام کرنے پر لعنت بھیجی اور اسی وقت
ابلیس جادوگر کے ٹھکانے کی طرف روانہ ہونے کا
فیصلہ کر لیا۔

اس نے کہا:

"اے ملکہ۔ غدار وزیر اعظم کو کیے کی سزا ضرور ملے
گی لیکن پہلے مجھے اپنی بہن اور بھائی کو ابلیس جادوگر
کے جادو سے نجات دلانا ہوگی۔"

ملکہ نے حیرت سے کہا:

"تمہارا بھائی بھی ابلیس جادوگر کی قید میں ہے کیا
وہ بھی کوئی روح ہے!"

ناگ نے کہا:

"نہیں ـــ وہ ہماری طرح کا انسان ہے مگر اسے
ایک پُر اسرار طاقت حاصل ہے کہ وہ کبھی نہیں مر سکتا۔
وہ فرعونِ مصر کا بیٹا ہے اور پانچ ہزار سے زندہ
چلا آ رہا ہے۔"

ملکہ دنگ رہ گئی۔ اس نے سانپ کو انسان بنتے
اور غیبی عورت کی آواز سنی تھی چنانچہ اسے ناگ کی با

کا یقین آ گیا تھا۔

ناگ بولا:

"میرے پاس بھی جادو ہے جس سے میں سانپ بن
سکتا ہوں۔ میں باہر جا رہا ہوں تاکہ پہرے داروں
سے نبٹ سکوں۔"

اس نے سانپ کا روپ بدلا اور سلاخوں کے نیچے
سے رینگتا کوٹھڑی سے نکل آیا۔ تیزی سے زمین پر رینگتا ہوا
ناگ دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کے پاس ایک سپاہی
لیٹا اونگھ رہا تھا۔ جب کسی قوم کے سپاہی راتوں کو پہرے
پر چاک و چوبند ہونے کی بجائے اونگھنا شروع کر دیں تو
اس قوم پر زوال آ جاتا ہے اور انقلاب آنے لگتے ہیں۔
روم میں بھی یہی ہو رہا تھا۔

ناگ نے سپاہی کی ٹانگ پر ڈس لیا۔ سپاہی کو یوں
محسوس ہوا جیسے کسی مچھر نے کاٹا ہے وہ کروٹ بدل کر لیٹ
گیا مگر فوراً ہی اُٹھ بیٹھا۔ اسے اپنے جسم میں خون کی جگہ
آگ گردش کرتی محسوس ہونے لگی تھی۔ ناگ کے خطرناک
زہر نے اثر شروع کر دیا تھا۔ سپاہی نے کھڑا ہونا چاہا
مگر اس کا جسم زور سے کانپا اور ناک، منہ اور کانوں
سے خون بہنے لگا وہ دھڑام سے گرا اور مر گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تین پہرے دار دروازے کے دوسری طرف بنے کمرے میں کرسیوں پر بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ ان کی تلواریں زمین پر پڑی تھیں۔ ناگ نے ان تینوں کو باری باری ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔

پانچواں اور آخری پہرے دار سپاہی دروازے سے کچھ دور لکڑیاں جلائے بیٹھا تھا۔ ناگ نے اب اس کی طرف رینگنا شروع کیا مگر سپاہی نے اسے دیکھ لیا اور سانپ۔ سانپ کا شور مچاتے ہوئے تلوار سے وار کیا۔ ناگ خوش قسمت نکلا کہ وار ذرا ٹیڑھا پڑا ورنہ اس کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔

سپاہی سانپ سانپ کا شور مچاتے جا رہا تھا مگر اس کی پکار کون سنتا۔ باقی چار سپاہی تو موت کی نیند سو چکے تھے۔ پہاڑوں میں بنا یہ خفیہ قید خانہ تھا جس کا علم صرف وزیر اعظم اور اس کے خاص آدمیوں کو تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں صرف پانچ سپاہی پہرے پر مقرر تھے۔ سپاہی مسلسل وار کیے جا رہا تھا ناگ نے سوچا کہ اگر وہ سانپ کی شکل میں رہا تو مارا جائے گا لہذا کسی ایسے جانور کا روپ بدلنا چاہیے جسے تلوار کا ایک آدھ ہاتھ پڑ بھی جائے تو زیادہ زخمی نہ ہو۔ ایسا جانور ہاتھی ہی ہو سکتا تھا لہذا

ناگ پلک جھپکنے میں سانپ سے ہاتھی بن گیا۔

سپاہی نے وار کرنے کے لیے تلوار سر سے اوپر اٹھائی ہوئی تھی۔ اس نے جب لمبے دانتوں والے خوف ناک کالے ہاتھی کو اپنے سامنے دیکھا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اس نے آنکھیں مل کر دیکھیں کہ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا مگر یہ حقیقت تھی۔ ہاتھی زور سے چنگھاڑا اور سپاہی کو سونڈ میں لپیٹ کر دیوار پر دے مارا۔

سپاہی کے حلق سے زور دار چیخ نکلی۔ اس کے جسم کی ساری ہڈیاں چکنا چور ہو گئی تھیں۔ ناگ نے پھر سے سانپ کی شکل میں آ کر واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ ملکہ کی کوٹھڑی سے بڑا تالہ لٹک رہا تھا۔ ناگ نے پھنکار ماری اور تالہ پگھل گیا۔ ناگ انسان کی شکل میں آ گیا اور بولا:

"اے ملکہ — میں نے پانچوں سپاہیوں کو ختم کر دیا ہے۔ اب یہاں سے نکل چلیے۔ آپ کا کوئی ایسا وفا دار وزیر ہے جس کے پاس آپ چند دن روپوش رہ سکیں؟"

ملکہ نے کہا:

"ان حالات میں میں کسی وزیر پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔ ہاں شہر میں میرے مرحوم والد کے ایک دوست لیپاسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہتے ہیں۔ وہ مجھے بیٹی کی طرح چاہتے ہیں۔ وہ میری ضرور مدد کریں گے۔"

ناگ نے اصطبل سے دو گھوڑے نکالے۔ یہ گھوڑے ان سپاہیوں کے تھے جو اب جہنم رسید ہو چکے تھے ملکہ اور ناگ گھوڑوں پر سوار ہو کر لیپاسی کے گھر کی طرف چل دیئے۔ لیپاسی ایک بوڑھا آدمی تھا۔ وہ ملکہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور ناگ کو یقین دلایا کہ ملکہ اس کے پاس بالکل محفوظ رہے گی۔

ملکہ کی طرف سے مطمئن ہو کر ناگ جنگل کی طرف چل دیا۔ رات خاموش اور ویران تھی۔ اس زمانے میں آج کی طرح ریل گاڑیوں، موٹروں، ہوائی جہازوں کا شور تو ہوتا نہیں تھا اور نہ ٹیلی ویژن تھا کہ لوگ رات تک دیکھتے رہتے۔ نہ ہی آج کی طرح آبادی بہت زیادہ تھی لہذا سورج ڈوبتے ہی ہر طرف سناٹا چھا جاتا تھا۔

گھوڑا سرپٹ دوڑتا جنگل کے نزدیک پہنچ گیا۔ ناگ نے گھوڑے کو ایک درخت سے باندھا اور جنگل میں ہو گیا۔ جنگل میں قبر کی سی تاریکی تھی، تیز ہوا چلنے سے درختوں کے پتے آپس میں بج رہے تھے اور ایسی آواز

پیدا ہو رہی تھی۔ جیسے جہنم کی بے شمار خبیث روحیں چیخ رہی ہیں۔

ناگ اندھیرے میں دیکھ رہا تھا۔ وہ ادھر ادھر گھومتا ابلیس جادوگر کا ٹھکانہ تلاش کرنے لگا۔ جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ سارے درخت ٹھنڈی سانسیں لے رہے ہیں۔ تلاش میں مصروف ناگ جنگل میں موجود اس قبرستان میں آ پہنچا جہاں سے روزانہ آدھی رات کو عنبر ابلیس جادوگر کے حکم سے ایک قبر کھودتا تھا اور لاش نکال کر لے جاتا تھا۔

چاند کی زرد روشنی میں قبرستان کا ہولناک ماحول بے حد پُراسرار نظر آ رہا تھا۔ ہر طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس بھیانک خاموشی میں ایک بار تو ناگ بھی گھبرا اٹھا۔ دور تک زمین کی سطح پر ابھری ٹوٹی پھوٹی قبریں اور عجیب بے ڈھنگے درخت نظر آ رہے تھے۔ ان درختوں کی شاخیں اس طرح نیچے کو جھکی ہوئی تھیں جیسے ماتم کر رہی ہوں۔ ماحول پر عجیب سی نحوست چھائی ہوئی تھی۔

ناگ قبرستان میں چلتا ہوا اس کھنڈر کی طرف بڑھا جو کسی زمانے میں گورکن کا گھر رہا ہو گا۔ ناگ قبروں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ کئی قبریں ٹوٹی ہوئی تھیں اور ان میں پڑے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مُردوں کے پیلے پیلے ڈھانچے صاف نظر آ رہے تھے۔
اگر ناگ کی جگہ کوئی عام آدمی ہوتا تو دہشت سے ہی مر جاتا مگر ناگ تو اپنے پانچ ہزار سالہ سفر میں بڑے بڑے پُراسرار حالات و واقعات سے گذرا تھا۔ قبروں سے گزرتا ناگ کھنڈر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ دو آنکھیں اس کی ہر حرکت کو دیکھ رہی ہیں اور یہ دو آنکھیں اس خونی چمگادڑ کی تھیں جسے ابلیس جادوگر نے ناگ کو ڈھونڈ کر اس کا خون پی جانے پر مقرر کیا تھا!!

خونی چمگادڑ

خونی چمگادڑ ایک درخت کی شاخ سے چمٹا ہوا تھا۔
اس نے ناگ کے جسم سے نکلنے والی سانپ کی مخصوص بُو سونگھ لی تھی۔ اور اسے پتہ چل گیا تھا کہ یہ انسان اصل میں سانپ ہے اور ابلیس جادوگر نے اسے اس انسان نما سانپ کا خون پی جانے کا کہا تھا۔ درخت سے چمٹا خونی چمگادڑ بڑا خوش ہو رہا تھا کہ اس نے اپنے دشمن کو تلاش کر لیا ہے۔
ناگ اب کھنڈر کے ایک چبوترے پر بیٹھا سستا رہا تھا۔ خونی چمگادڑ درخت سے اڑا اور ٹچک ٹچک کی آواز کے ساتھ پر پھڑپھڑاتا اس درخت کے اوپر آ بیٹھا جو چبوترے کے عین اوپر تھا۔ ناگ نے پھڑپھڑاہٹ کی آواز سن لی تھی مگر اس نے خاص توجہ نہ دی تھی کیونکہ قبرستانوں اور ویرانوں میں چمگادڑ ہوتے ہی ہیں۔
چبوترے کے اوپر والے درخت پر بیٹھتے ہی چمگادڑ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اس کے منہ سے نہایت باریک نالی نما۔تار نکلنے لگی جس کے سرے پر نوکیلی سوئی لگی ہوئی تھی۔تار ناگ کے سر پر پہنچ گئی۔ خونی چمگادڑ نے بڑی صفائی سے تار کی انتہائی باریک نوکیلی سوئی کی نوک ناگ کی گردن میں پیوست کر دی۔

ناگ کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی چیونٹی نے اس کی گردن پر کاٹا ہے اس نے سر کو جھٹکا دیا اور دوبارہ سوچ میں گم ہو گیا۔ درخت پر بیٹھا خونی چمگادڑ بڑا خوش ہوا کہ دشمن اس کے پھندے میں آ چکا ہے۔ اس نے اپنا سانس کھینچنا شروع کر دیا۔ نلکی کے راستے ناگ کا خون چمگادڑ کے منہ میں آنے لگا۔

خونی چمگادڑ کئی زہریلے سانپوں کو زندہ کھا چکا تھا لہذا اسے پروا نہ تھی کہ وہ ناگ کا زہریلا خون پی رہا ہے۔ مگر خونی چمگادڑ کی بدقسمتی کہ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ جس سانپ کا خون وہ پی رہا ہے وہ کوئی معمولی سانپ نہیں بلکہ سانپوں کا مقدس دیوتا ہے اور آج سے پانچ ہزار سال قبل مصر کے دلدلی علاقے میں پیدا ہوا تھا اور تب سے زندہ چلا آ رہا ہے۔

ناگ کے زہریلے خون کے چند گھونٹ ہی چمگادڑ

کے جسم میں پہنچے تھے کہ اس کا دماغ گھومنے لگا۔ اس نے جلدی سے سوئی ناگ کی گردن سے نکال لی اور نالی نما تار واپس منہ میں کھینچ لی مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ ناگ کے زہر نے اپنا کام دکھانا شروع کر دیا۔

خونی چمگادڑ درخت سے گر پڑا۔ اس کی بھیانک اور مکروہ چیخوں سے قبرستان کا سناٹا مجروح ہونے لگا۔ خونی چمگادڑ بری طرح تڑپ رہا تھا۔ ناگ بڑی حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے کیا پتہ تھا کہ اس کے زہریلے خون نے چمگادڑ کو موت کے منہ میں پہنچا دیا ہے دیکھتے ہی دیکھتے چمگادڑ مر گیا۔

ناگ نے چمگادڑ کی لاش اٹھا کر پرے پھینک دی اور سوچنے لگا کہ ابلیس جادوگر کا ٹھکانہ کہاں ہو سکتا ہے۔ ناگ انہی سوچوں میں گم تھا کہ اچانک اسے زمین پر گرے سوکھے پتوں پر کسی کے چلنے کی آواز آئی۔ ناگ چوکنا ہو گیا اور جھٹ سے ایک ٹوٹی دیوار کے پیچھے چھپ گیا۔

سوکھے پتوں کے چر چرانے کی آواز قریب آتی گئی پھر ناگ نے دیکھا کہ ایک سایہ اس طرف چلا آ رہا ہے۔ ناگ نے غور سے دیکھا تو خوشی سے اچھل پڑا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ عنبر تھا۔

عنبر نے ایک کدال اٹھا رکھی تھی اور وہ قبروں پر بکھرے سوکھے پتوں پر آہستہ آہستہ چلتا اسی طرف آ رہا تھا۔ عنبر کے سر پر مردہ الّو کی کھوپڑی بندی تھی اور جسم میں کئی موٹی کیلیں ٹھونکی ہوئی تھیں۔

ناگ دیوار کی اوٹ سے نکل آیا اور چلّایا:

"عنبر — میرے بھائی!"

ناگ کی آواز سن کر عنبر رُک گیا۔ اس نے آہستہ سے سر گھما کر ناگ کی طرف دیکھا۔

ناگ نے کہا:

"عنبر — میں تمہارا بھائی ناگ ہوں۔ مجھے پہچانو!"

عنبر نے آسمان کی طرف منہ کر کے دل ہلا دینے والی چیخ ماری اور کدال اٹھا کر ناگ پر حملہ کر دیا۔

ناگ نے جلدی سے پینترا بدل کر خود کو بچایا اور بولا:-

"عنبر بھائی — یہ تم کیا کر رہے ہو۔ مجھے پہچانو میں ناگ ہوں تمہارا دوست!"

عنبر مسلسل حملے کیے جا رہا تھا۔ ناگ جلدی سے چڑیا بن کر ایک درخت پر بیٹھ گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ

عنبر اس وقت جادو کے اثر میں ہے۔ اپنے عزیز دوست کی یہ حالت دیکھ کر ناگ افسردہ ہو گیا۔

عنبر کچھ دیر کھڑا رہا پھر آگے چل پڑا۔ ایک تازہ قبر کے سرہانے جا کر عنبر رُک گیا اور کدال سے قبر کھودنے لگا۔ عنبر بے پناہ تاریخی طاقت کا مالک تھا۔ اس نے چند منٹوں میں قبر کھود کر صندلی تابوت باہر نکال لیا۔

ناگ درخت پر بیٹھا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ چاند کی روشنی میں صندلی رنگ کا تابوت صاف نظر آ رہا تھا۔ اس کے دونوں طرف کنڈے لگے ہوئے تھے۔ عنبر اپنے فولادی ہاتھوں سے تابوت میں لگی کیلیں اکھاڑنے لگا۔ کیلیں اکھاڑنے کے بعد عنبر نے تابوت کھول دیا۔

قبرستان میں مشک کافور کی تیز بُو پھیل گئی۔ ناگ کو ایسے محسوس ہوا جیسے وہ کسی تازہ مُردے کے کفن میں گھس گیا ہے۔ عنبر نے اب تابوت سے لاش نکال لی تھی اور تابوت واپس قبر میں پھینک کر مٹی ڈال رہا تھا۔

لاش ایک نوجوان مرد کی تھی۔ اس کا سفید چہرہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاند کی زرد روشنی میں بڑا خوف ناک لگ رہا تھا.
عنبر نے لاش کو کندھے پر ڈالا۔ اور واپس چل
دیا۔ عنبر آہستہ آہستہ یوں چل رہا تھا جیسے وہ
آج کی دنیا کا کوئی مشینی انسان ہو۔ خشک پتے
اس کے قدموں تلے آکر کچلے جا رہے تھے اور
سناٹے میں چر چراہٹ کی یہ آواز ایسے لگ رہی
تھی۔ جیسے قبروں کے دل دھڑک رہے ہوں۔

ناگ چڑیا کے روپ میں عنبر کے اوپر اڑ رہا تھا.
کچھ ہی دیر میں وہ ابلیس جادو گر کے ٹھکانے
تک پہنچ گئے۔ عنبر زمین میں بنے غار میں داخل
ہو گیا۔

ناگ زمین پر آکر کالا سانپ بن گیا اور سرنگ
کی طرف رینگنے لگا۔

وہ غار کے دہانے پر پہنچا اور اندر داخل ہونا ہی
چاہتا تھا کہ ایک دم زمین پھٹ گئی اور دو فولادی
پتلے ابھر کر باہر آئے۔

یہ وہی طلسمی پتلے تھے جنہیں ابلیس جادوگر نے
ایک آنکھ والی عورت کے مشورے پر یہاں پہریدار
مقرر کیا تھا۔ اور ہدایت کی تھی کہ کسی انسان یا جانور

کو اندر نہ آنے دیں۔ سوائے عنبر کے۔

طلسمی پتلوں کے ہاتھوں میں خم دار تلواریں تھیں۔
انہوں نے سانپ پر حملہ کر دیا۔ ناگ بال بال
بچا اس نے بڑی تیزی سے چھلانگ لگائی اور
ایک درخت کی شاخ سے چمٹ گیا۔ طلسمی پتلے دوبارہ
زمین میں غرق ہو گئے!!

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابلیس جادوگر کی موت

ناگ سمجھ گیا کہ یہ فولادی پتلے جادو کے ہیں اور ابلیس جادوگر نے انھیں غار کی نگرانی پر مقرر کر رکھا ہے۔ فوراً ہی ناگ کے ذہن میں خیال آیا کہ ہو نہ ہو ابلیس جادوگر اس سے واقف ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو طلسمی پتلے اسی وقت ناگ پر حملہ کرتے جب وہ انسان کی شکل میں ہوتا۔ یہ بات ناگ کے جی کو لگی اس نے سوچا جو جادوگر عنبر اور ماریا کو بے بس کر سکتا ہے اس کے لیے میرے بارے میں معلوم کرنا کیا بڑی بات ہے۔

ناگ محتاط ہو گیا۔ اس نے عقاب کی شکل میں غار میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا اور جھٹ سے عقاب بن کر اڑتا ہوا غار کی طرف بڑھا۔ اس بار بھی وہ غار میں داخل ہونے ہی لگا تھا کہ زمین پھٹی اور دونوں طلسمی پتلے باہر نکل آئے۔ زمین پھٹتے دیکھ کر ہی ناگ

آسمان کی طرف اُٹھ گیا تھا اور یہی حرکت اسے بچا گئی ورنہ طلسمی پتلے اس کو مار ڈالتے۔

اب تو ناگ بڑا سٹ پٹایا کہ کیا کرے۔ یہ طلسمی پتلے تو جان کو آ گئے تھے۔ اسی وقت ناگ کو اپنے دوست سمندری شیش ناگ کا خیال آیا جو روم کے ساحل کے ساتھ سمندر میں تھا۔ ناگ نے سات منہ والے سمندری شیش ناگ سے مدد لینے کا فیصلہ کیا۔ اور اسے بلانے کے لیے ایک نہایت طاقت ور سگنل روانہ کیا۔

سگنل کا پیغام یہ تھا:

"اے میرے دوست — مجھے تیری مدد کی ضرورت ہے"

ناگ کا سگنل زمین کے اندر سفر کرتا ہوا سمندر تک پہنچ گیا اور سمندری شیش ناگ کے جسم سے ٹکرایا۔ سات منہ والا اژدہا سانپ اس وقت سو رہا تھا۔ ناگ کا زبردست سگنل اس کے جسم سے ٹکرایا تو وہ فوراً اُٹھ بیٹھا — اس نے فوراً جوابی سگنل نشر کیا:۔

'دوست — میں آ رہا ہوں'

سمندری شیش ناگ بڑی طاقت کا مالک تھا۔ ناگوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے شہنشاہ مہا شیش ناگ نے سات منہ والے سمندری
شیش ناگ کو بڑی طاقتیں بخش دی تھیں۔ وہ جہاں
چاہتا چند منٹ میں پہنچ سکتا تھا اور کسی قسم کا جادو
اسے بے بس نہ کر سکتا تھا — کچھ ہی دیر میں وہ
ناگ کے پاس پہنچ گیا۔

اژدہا سانپ کے ساتوں منہ شعلے اگل رہے تھے۔
اور نتھنوں سے دھواں نکل رہا تھا۔

اس نے کہا:

'میرے دوست — میں حاضر ہوں بتاؤ میں تمہاری
کیا مدد کروں؟'

ناگ نے اسے طلسمی پتلوں کی ساری کہانی سنا دی۔
سمندری شیش ناگ نے آنکھیں بند کر لیں پھر جب اس
نے آنکھیں کھولیں تو اس کے ساتوں منہ سے شعلے
نکلنا بند ہو گئے اس نے کہا:

'میرے دوست۔ ابلیس جادوگر کے اس طلسم کو
صرف تم تباہ کر سکتے ہو۔ میں نے آنکھیں بند کر کے
مہا شیش ناگ کی رانی کلاوتی دیوی سے بات کی تھی
اس نے بتایا ہے کہ تم چوہے کی شکل میں غار میں
داخل ہو سکتے ہو۔ جونہی تم اس غار کے اندر ابلیس

جادوگر کے کمرے تک پہنچو گے اس کا سارا طلسم برباد
ہو جائے گا۔'

ناگ اسی وقت گہری سانس لے کر چوہا بن گیا
اور غار کے دہانے کی طرف بڑھا۔ اس مرتبہ نہ تو
زمین پھٹی اور نہ ہی طلسمی پتلے باہر نکلے۔ ناگ غار
میں داخل ہو گیا۔

غار کے اندر قبر کا سا اندھیرا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں
سجھائی دیتا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ ساری تاریکیاں یہاں
اُمنڈ آئی ہیں۔ ناگ غار میں آتے ہی کالا سانپ بن
گیا تھا۔ اور دیوار پر چڑھ کر بڑی تیزی سے ابلیس جادوگر
کے کمرے کی طرف رینگ رہا تھا۔

رینگتا ہوا ناگ اس چوکور سوراخ تک پہنچ گیا جس
کے دوسری طرف ابلیس جادوگر کا کمرہ تھا۔ کمرے کا
دروازہ کھلا تھا اور مشعل کی روشنی میں اندر کا منظر نظر
آ رہا تھا۔ ناگ کو ماریا اور عنبر کی بڑی تیز بُو محسوس
ہونے لگی تھی۔

ابلیس جادوگر نے لاش کی گردن کاٹ دی تھی اور اس
وقت بیروت دیوتا کے بت کو خون سے نہلا رہا تھا۔
اس کا پورا جسم خون میں لتھڑا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ بڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوف ناک ہو گیا تھا۔ بیروت دیوتا کے بت کو خون میں نہلانے کے بعد ابلیس جادوگر نے شیطانی قہقہہ لگایا اور بولا:

"چند دن بعد میں ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لوں گا۔ چالیس لاشوں کے دل بیروت دیوتا کے قدموں میں ڈال کر میں لافانی بن جاؤں گا ہا ہا ہا۔"

ابلیس جادوگر قہقہے لگا رہا تھا حالانکہ موت اس کے سر پر آ پہنچی تھی ناگ رینگتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔ ابلیس جادوگر کے بستر کے سرہانے بیٹھا الو پر پھڑپھڑاتے ہوئے اپنی مکروہ آواز میں چیخنے لگا۔ کمرے میں تیز سنسناہٹ پھیل گئی۔ ابلیس جادوگر نے سانپ کو دیکھ لیا تھا وہ چیخیں مارتا اسے مارنے کے لیے لپکا مگر فضا میں نجانے کہاں سے ایک لمبی تلوار نمودار ہوئی اور ابلیس جادوگر کے جسم میں دھنس گئی۔

ابلیس جادوگر کے حلق سے لرزہ خیز چیخ نکلی۔ اس کے سینے سے گاڑھے کالے خون کا فوارہ ابل پڑا تھا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا کمرے میں چکرانے لگا۔ اس وقت وہ ایک ایسی خون خوار چمگادڑ کی مانند نظر آ رہا تھا جس کے پر کاٹ دیئے گئے ہوں۔ دیکھتے ہی دیکھتے

ابلیس جادوگر مر گیا۔ کالے جادو کا اثر الٹا ہو گیا تھا۔

ابلیس جادوگر کے مرتے ہی عنبر کے سر پہ بندھی مردہ الو کی کھوپڑی خود بخود ٹوٹ گئی۔ عنبر چڑیلوں کی ملکہ کے زبردست جادو سے نکل آیا تھا۔ ناگ فوراً انسانی شکل میں آ گیا۔ اس نے کمرے کے کونے کی طرف دیکھا جہاں کچھ دیر پہلے ماریا کا بت موجود تھا مگر اب غائب ہو چکا تھا۔

ناگ سمجھ گیا کہ ماریا جادو کے اثر سے نکل آئی ہے اور دوبارہ انسانی شکل میں آ کر غیبی عورت بن گئی ہے۔ عنبر ناگ کی طرف دیکھ کر حیرانی سے بولا:

"میں یہاں کیسے آ گیا۔ ارے یہ کون مرا پڑا ہے۔ ماریا کہاں ہے؟"

ماریا کی چہکتی آواز آئی:

"عنبر بھائی میں تمہارے پاس ہوں۔ ہم دونوں ایک ظالم جادوگر کے قبضے میں آ گئے تھے۔"

ناگ نے کہا:

"خدا کا شکر ہے کہ تم دونوں اپنی اصلی حالت میں آ گئے۔ ماریا تم بالکل ٹھیک ہو نا؟"

ماریا نے ہنس کر کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں بھائی — میری کھوئی ہوئی بے پناہ طاقت واپس آگئی ہے۔"

عنبر بولا:

"اے بھائی۔ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ کچھ بتاؤ تو سہی۔"

ناگ نے کہا:

"عنبر بھائی۔ تم ابلیس جادوگر کی خاطر قبریں کھود کر لاشیں چرانے کا کام کرتے تھے۔ تم نے تو جادو کے اثر میں مجھے ہلاک کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔"

عنبر نے سر پکڑ لیا اور ہاتھ اٹھا کر بولا:

"اے خدائے بزرگ و برتر — مجھے معاف کر دے مجھ سے جو گناہ ہوئے ہیں انہیں معاف فرما دے۔"

اسی وقت ابلیس جادوگر کے بستر کے نیچے پڑا صندوق ہلنے لگا اور خود بخود باہر نکل آیا۔ ناگ، ماریا اور عنبر بڑے غور سے صندوق کو دیکھنے لگے۔ صندوق کا ڈھکنا ایک دھماکے سے کھلا اور چڑیلوں کی ملکہ کی مورتی ہوا میں بلند ہو گئی۔ اس کا منہ عنبر کی طرف گھوم گیا پھر کمرے میں منمناتی آواز اُبھری:

"اے عنبر — مجھے شکست ہو گئی ہے مگر میں اپنے غلام جادوگر ابلیس کی موت کا تم سے ضرور

انتقام لوں گی۔ میں اس وقت تم تینوں کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ میں شیطانِ اعظم کی خدمت میں جا رہی ہوں۔ میں وہاں سے بدی کی ساری طاقتیں لے کر آؤں گی اور تم سب سے بھیانک انتقام لوں گی۔"

عنبر نے ایک قدم آگے بڑھا کر کہا:

"اسلام تم جیسی بدی کی طاقتوں کو مٹانے کے لیے ہی دنیا میں آیا ہے۔"

عنبر نے کلمہ پڑھ کر چڑیلوں کی مورتی کی طرف پھونک ماری تو ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ مورتی کے جسم میں آگ سی لگ گئی وہ چیخیں مارتی کمرے میں چکر کاٹتی ہوئی غائب ہو گئی۔

اچانک ناگ کو زمین میں ہلکی ہلکی لرزش محسوس ہوئی وہ چلایا:

"غار تباہ ہونے لگا ہے۔ بھاگ نکلو۔"

عنبر، ناگ اور ماریا باہر کی طرف بھاگے۔ جونہی وہ غار سے نکلے ایک زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ زمین کانپی اور غار تباہ ہو گیا۔ سات منہ والا سمندری شیش ناگ عنبر اور ماریا کو دیکھ کر خوش ہو گیا اس نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نئی زندگی مبارک ہو۔"

ناگ بولا:

"یہ میرے دوست اژدہا سانپ کی مدد کا نتیجہ ہے کہ میں تمہیں آزاد کرانے میں کامیاب ہو سکا۔"

اژدہا سانپ سارے منہ کھول کر ہنسا۔ اس کے منہ سے شعلے نکل کر خشک جھاڑیوں سے ٹکرائے تو ان میں آگ لگ گئی۔

سمندری شیش ناگ نے ہنستے ہوئے کہا:

"دوست۔ کیسی باتیں کرتے ہو۔ عنبر اور ماریا میرے بھائی بہن بھی ہیں۔ اچھا اب مجھے اجازت دو۔"

سمندری شیش ناگ کے جانے کے بعد ناگ، عنبر اور ماریا روم شہر کی طرف چل دیئے۔ ناگ نے انہیں روم کی ملکہ کا تخت الٹنے کا سارا قصہ سنا دیا اور کہا کہ اب وہاں غدار وزیر اعظم کی حکومت ہے۔

ماریا بولی:

"میں اس مکار وزیر اعظم کو چھوڑوں گی نہیں۔ اس کی وجہ سے ہم مصیبت میں پھنسے تھے۔"

عنبر نے کہا:

"ہاں ماریا بہن۔ ظالم اور دھوکے باز انسان کو

سزا ضرور ملتی ہے اور وزیر اعظم بھی سزا سے نہ بچ سکے گا۔"

آپس میں باتیں کرتے وہ اس درخت کے پاس آ گئے جہاں ناگ نے اپنا گھوڑا باندھا تھا۔ گھوڑا انہیں دیکھ کر زور سے ہنہنانے لگا۔ عنبر اور ناگ گھوڑے پر سوار ہو گئے پھر جونہی ماریا گھوڑے پر بیٹھی گھوڑا غائب ہو گیا اب وہ کسی کو نظر نہیں آ سکتا تھا۔ گھوڑا شہر کی طرف دوڑنے لگا۔

رات کا آخری پہر تھا۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے اور ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جس وقت وہ شہر میں داخل ہوئے۔ پو پھٹنے لگی تھی۔ ہلکا ہلکا اُجالا ہر طرف پھیل رہا تھا۔ روم کے لوگ جاگ اُٹھے تھے۔ گھوڑا اب ڈلکی چال چل رہا تھا۔ اس وقت وہ شہر کی ایک گلی سے گزر رہے تھے۔

سامنے سے ایک موٹا رومن آ رہا تھا۔ اس نے جب گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنی تو رُک گیا۔ اس پر خوف چھا گیا کہ گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز تو سنائی دے رہی ہے مگر گھوڑا نظر نہیں آ رہا۔ دہشت سے موٹے رومن کی توند لرزنے لگی۔ ایسا لگتا تھا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کے وجود میں زلزلہ آ گیا ہے۔

ماریا کو جو شرارت سوجھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر موٹے رومن کے سر پر تھپڑ مارا اور خوف ناک آواز بنا کر بولی :

"اے موٹے۔ میں خونی چڑیل ہوں۔ تیرا خون پی جاؤں گی۔"

موٹا تو تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کے منہ سے عجیب و غریب مضحکہ خیز آوازیں نکلنے لگیں۔

ناگ کو مذاق سوجھا اس نے کہا :

"میں چڑیل کا بھائی بھوت ہوں ہا ہا ہا۔"

عنبر کب پیچھے رہتا۔ اس نے ڈراؤنی آواز بنا کر کہا :

"میں بھوتوں کا سردار ہوں۔ بھاگ جاؤ ورنہ کچا چبا جاؤں گا۔"

موٹا رومن تو چیخیں مارتا وہاں سے بھاگ نکلا۔ عنبر، ماریا اور ناگ ہنسنے لگے۔ گلی سے نکل کر وہ بازار میں آ گئے۔ دن چڑھ آیا تھا۔ بازار کھل گئے تھے ایک چوک میں ایک گنجا نانبائی گرم قیمے والے نان لگا رہا تھا۔ فضا میں خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ دوکان پر خاصا رش تھا۔

ماریا کی بھوک چمک اٹھی وہ بولی :

"میں ابھی نان لے کر آتی ہوں۔"

ماریا گھوڑے سے اتر گئی۔ اس کے اترتے ہی گھوڑا ظاہر ہو گیا۔ پرے ایک دوکان پر بیٹھا بوڑھا رومن ادھر ہی دیکھ رہا تھا اس نے جب ایک گھوڑے کو نمودار ہوتے دیکھا تو اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ گھوڑا زمین سے نکلا ہے یا آسمان سے ٹپکا ہے۔ اس نے آنکھیں مل مل کر غور سے دیکھا۔ گھوڑا بدستور موجود تھا۔ بوڑھے رومن نے سوچا شاید اسے غلط فہمی ہوئی ہے اور گھوڑا پہلے سے کھڑا ہے۔

ادھر ماریا نے آگے بڑھ کر تنکوں سے بنے بڑے ٹوکرے سے چار نان اٹھا لیے۔ گنجے نانبائی نے یہ دیکھا تو ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے شور مچا دیا۔

"ارے یہ میرے نان کون لے گیا۔ ہائے میرے چار نان۔"

ماریا نان لیے عنبر اور ناگ کے پاس آ گئی۔

عنبر نے کہا :

"ماریا۔ یہ اچھی بات نہیں ہے تم نے اس نانبائی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو پیسے دیئے بغیر نان اٹھا لیے۔"

ناگ بولا:

"ماریا بہن ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا یہ لو پیسے اور نانبائی کے آگے پھینک آؤ۔"

ماریا نے پیسے لیے اور دہائی مچاتے نانبائی کے آگے پھینک دیئے۔ نانبائی نے جب غیب سے رومن سکے گرتے دیکھے تو حیران رہ گیا۔ ماریا واپس آ کر گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ اس کے سوار ہوتے ہی گھوڑا پھر غائب ہو گیا۔ پرے دوکان پر بیٹھے بوڑھے رومن نے یہ دیکھا تو اسے غش آ گیا۔

نان کھاتے ہوئے عنبر نے کہا:

"کسی سرائے میں ٹھہرتے ہیں اور مکار وزیر اعظم سے نبٹنے کی ترکیب سوچتے ہیں۔"

ناگ اور ماریا نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور وہ سرائے تلاش کرنے لگے۔ بازار میں ایک بوڑھی عورت کی پرانی سرائے تھی۔ سرائے چھوٹی سی تھی اور اس میں زیادہ سہولتیں نہ تھیں اس لیے لوگ اس سرائے میں نہ ٹھہرتے تھے حالانکہ بوڑھی عورت بڑی ایماندار اور با اخلاق تھی۔

ناگ اور عنبر جب اس سرائے میں داخل ہوئے تو بوڑھی عورت بہت خوش ہوئی۔ خاصے عرصے بعد اس کی سرائے میں دو گاہک آئے تھے۔ ناگ نے بڑے قیمتی کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس لیے بوڑھی عورت نے سوچا کہ اسے خوب رقم ملے گی۔

اس نے کہا:

"بیٹو! میری سرائے ہے تو پرانی مگر تمہیں مکمل آرام ملے گا۔"

عنبر نے کہا:

"ماں جی — آپ اتنی عمر میں کام کرتی ہیں آپ کا کوئی بیٹا نہیں ہے؟"

بوڑھی عورت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی:

"بیٹا —— میرا بھی تم لوگوں کی طرح ایک جوان بیٹا تھا۔ وہ فوج میں تھا اور ملکہ کا وفادار تھا۔ وزیر اعظم نے جب تخت پر قبضہ کیا تو بے شمار فوجیوں کے ساتھ اسے بھی قتل کرا دیا۔ اب میں بوڑھی تنہا ہوں۔ تم ہی بتاؤ اگر کام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہ کروں تو کھاؤں کہاں سے ؟"

عنبر، ناگ اور ماریا کو بڑا افسوس ہوا انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وزیر اعظم کو زندہ نہ چھوڑیں گے !!

◎
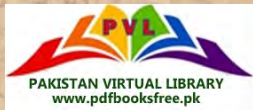
عنبر جادوگر

ادھر صبح جب رومن کیپٹن قید خانے پہنچا۔ تو پہرے دار سپاہیوں کی لاشیں نظر آئیں۔ رومن کیپٹن غصّے سے باؤلا ہو گیا۔ اس نے اسی وقت اپنے ساتھ آنے والے سارے سپاہیوں کو حکم دیا:

"شہر کے کونے کونے میں پھیل جاؤ۔ ملکہ اور وہ نوجوان بچ کر نہ جانے پائیں۔ شہر کی ساری سرائے چھان مارو وہ ضرور کسی سرائے میں چھپے ہوں گے"

سپاہی چلے گئے تو کیپٹن غصّے کی حالت میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔

اس کے ماموں جوہری نے کہا:

"بھانجے وہ نوجوان بھی نکل گیا اب خزانہ کہاں سے ڈھونڈیں گے"

کیپٹن نے تلوار کھینچ لی اور چیخ کر کہا:

"بکواس بند کرو۔ تمہیں خزانے کی پڑی ہے اور مجھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنی جان خطرے میں نظر آتی ہے۔ اگر وزیر اعظم کو ملکہ کے فرار کا پتہ چل گیا تو وہ مجھے زمین میں زندہ دفن کرا دے گا۔"

جوہری نے بگڑ کر کہا:

"مجھ پر غصہ کیوں نکال رہے ہو۔ ایک تو تم نے خزانے کی کنجی گنوا دی اوپر سے رعب ڈالتے ہو۔"

رومن کیپٹن تو غصے سے کانپنے لگا۔ اس نے تلوار سونت لی اور چلایا:

"او بڈھے کھوسٹ۔ تیری یہ مجال۔ مجھے آنکھیں دکھاتا ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

جوہری گھبرا گیا۔ اس نے کہا:

"بھانجے میں نے تو مذاق کیا تھا تم بڑا مان گئے۔"

رومن کیپٹن کے سر پر جنون سوار تھا۔ اس نے ایک ہی وار میں جوہری کی گردن تن سے جدا کر دی۔ جوہری کا لاشہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ کیپٹن کا غصہ اب بھی ٹھنڈا نہ ہوا تو اس نے کٹے ہوئے سر کو زور سے ٹھوکر ماری۔ سر فٹ بال کی طرح لڑھکتا ہوا دیوار سے ٹکرایا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ بے ایمان جوہری اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا۔

ادھر ناگ، عنبر اور ماریا سرائے سے نکل آئے اور وزیر اعظم کے محل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ناگ اس وقت سانپ کی شکل میں تھا اور ماریا کے گلے سے لپٹا ہوا تھا۔ عام لوگوں کو تو صرف عنبر ہی نظر آ رہا تھا۔

وزیر اعظم کے محل کے باہر سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ دروازے کے ساتھ بنے کمرے میں پہرے داروں کا کمانڈر بھنے ہوئے مرغ کی ٹانگ چبا چبا کر کھا رہا تھا۔

عنبر نے سپاہیوں سے کہا:

"میں ملک مصر سے آیا ہوں۔ میرا نام عنبر جادوگر ہے میں وزیر اعظم کو اپنے جادو کے کمالات دکھانا چاہتا ہوں۔"

سپاہی اسے کمانڈر کے پاس لے گئے۔ کمانڈر جنگلی سور کی طرح موٹا تھا۔ اس نے اپنی لال لال آنکھوں سے عنبر کو گھورا اور ڈکار مارتا ہوا بولا:

"تم الو کی دم — جادوگر نہیں بلکہ حکومت کے باغی ہو اور وزیر اعظم کو مارنا چاہتے ہو۔"

عنبر نے کہا:

"نہیں حضور۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میں مصری جادوگر ہوں۔"

کمانڈر نے میز کو لات مار کر الٹا دیا اور نیام سے کے کھینچ کر چیخا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ابے او گدھے۔ اگر تو سچا ہے تو میں کیا جھوٹا ہوں۔ میں تیری گردن اتار دوں گا۔"

سپاہیوں نے یہ سن کر قہقہے لگائے۔ ایک سپاہی خوشامدی انداز میں بولا:

"کمانڈر صاحب — اس کا بغیر سر کا دھڑ بڑا پیارا لگے گا۔"

ناگ اور ماریا یہ گفتگو سن رہے تھے اگر عنبر نے انہیں منع نہ کر رکھا ہوتا تو وہ ابھی اس بدتمیز کمانڈر کو مزا چکھا دیتے۔ کمانڈر نے تلوار کا بھرپور ہاتھ عنبر کی گردن پر مارا۔ عنبر کھڑا مسکراتا رہا۔ اس کی گردن تو کیا کٹتی کمانڈر کی تلوار ٹیڑھی ہو گئی۔ کمانڈر اور سپاہی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عنبر کو دیکھنے لگے۔

کمانڈر نے چیخ کر کہا:

"اسے قتل کر دو۔"

سارے سپاہی تلواریں لہراتے عنبر پر ٹوٹ پڑے۔ ان کی تلواریں عنبر کے جسم پر پڑنے لگیں مگر عنبر کو خراش تک نہ آئی وہ اسی طرح مسکراتا رہا۔ سپاہیوں کی تلواریں ٹوٹ گئیں تو وہ ہانپتے ہوئے ایک طرف ہو گئے۔

عنبر نے کہا:

"اے کمانڈر — تو قیامت تک بھی مجھ پر تلوار چلاتا رہے تو مجھے مار نہ سکے گا۔ تیری آنے والی نسلیں بوڑھی ہو جائیں گی مگر میں زندہ رہوں گا۔ مجھے موت نہیں آئے گی۔"

کمانڈر حیران تھا کہ یہ کیسا انسان ہے جس پر کوئی ہتھیار کارگر ثابت نہیں ہوتا۔ اس نے سوچا اس سے دوستی کر لینا چاہیے اور اس کے زبردست جادو سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ وہ عنبر کے کندھے پر ہاتھ مار کر بولا:

"مان گئے عنبر جادوگر۔ تم واقعی بڑے جادو کے مالک ہو میں وزیر اعظم سے تمہاری ملاقات کراؤں گا مگر ایک شرط ہے جو انعام ملے وہ آدھا آدھا ہو گا۔"

عنبر نے کہا:

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔"

کمانڈر، عنبر کو ساتھ لیے محل میں چلا گیا۔ ماریا اور ناگ ان کے ساتھ تھے مگر وہ کسی کو نظر نہ آ سکتے تھے۔ وزیر اعظم اپنے کمرے میں بیٹھا انگوروں کا رس پی رہا تھا۔ اس کے دائیں بائیں دو حبشی ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے۔ ایک کنیز مورچھل ہلا رہی تھی۔ وزیر اعظم نے عنبر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو دیکھ کر نخوت سے کہا:

"کمانڈر ۔ یہ تم کس جنگلی کو اُٹھا لائے ہو"

عنبر نے دل میں کہا بیٹا میں تیری موت ہوں ۔ تو نے مجھے جنگلی کہا ہے میں جنگلیوں کی طرح ہی تیری چیر پھاڑ کروں گا مگر اوپر سے وہ جھکتا ہوا بولا:

"حضور انور ۔۔ غلام کا نام عنبر جادو گر ہے ۔ مصر سے آیا ہوں"

وزیر اعظم نے گھور کر عنبر کو دیکھا ۔ اس کے سامنے سانولے رنگ کا بیس سالہ خوبصورت نوجوان کھڑا تھا ۔ یہ تو آپ پچھلی قسطوں میں پڑھ ہی چکے ہیں کہ عنبر کو مصر کے پرانے قبرستان میں جس وقت ہمیشہ کی زندگی کی دعا یا بد دعا دی گئی تھی اس وقت اس کی عمر بیس سال تھی اور اس وقت سے عنبر کی زندگی میں ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ کا بھی اضافہ نہ ہوا تھا ۔

وزیر اعظم نے کہا:

"اگر تم جادو گر ہو تو اس میز پر پڑے گلاس کو غائب کر کے دکھاؤ"

عنبر نے جھٹ کہا:

"حضور ۔۔ یہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے"

عنبر نے گلاس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا ۔ ساتھ ہی ماریا نے بھی ہاتھ آگے کیا پھر جونہی عنبر کی انگلیوں نے گلاس کو چھوا ۔ ماریا نے اسے اٹھا لیا ۔ گلاس ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گیا ۔

وزیر اعظم اور کمانڈر آگے کو جھک آئے ۔ گلاس میز سے غائب تھا ۔

عنبر نے کہا:

"کوئی اور حکم ۔ حضور"

وزیر اعظم دل چسپی لیتا ہوا بولا:

"واہ عنبر جادو گر ۔ اب یہ صراحی غائب کر کے دکھا"

عنبر کے صراحی کو ہاتھ لگاتے ہی ماریا نے صراحی اُٹھا لی ۔ صراحی بھی غائب ہو گئی ۔

وزیر اعظم نے کہا:

"اب ان چیزوں کو واپس لاؤ"

عنبر نے فضا میں ایسے ہاتھ لہرائے جیسے کوئی منتر پڑھ رہا ہو پھر اس نے میز کی طرف منہ کر کے زور سے پھونک ماری ۔ عنبر کے پھونک مارتے ہی ماریا نے گلاس اور صراحی میز پر رکھ دی اور دونوں چیزیں دوبارہ نظر آنے لگیں ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمانڈر بولا:
"حضور۔ عنبر جادوگر کے پاس ایسا علم ہے کہ تلوار
اس پر اثر ہی نہیں کرتی۔ یہ کہتا ہے کہ میں کبھی نہیں
مر سکتا۔"
وزیر اعظم بولا:
"یہ کس طرح ممکن ہے۔ موت تو سب کو آنا ہے۔ کیوں
عنبر جادوگر۔ اگر ہمارا حبشی غلام تمہاری گردن پر تلوار
سے وار کرے تو کیا تم زندہ بچ سکتے ہو؟"
حبشی غلام نے اکڑ کر کہا:
"حضور۔ میری تلوار کا وار تو لوہے کو بھی کاٹ دے گا۔"
عنبر کو حبشی غلام کی شیخی پر بڑا غصہ آیا۔ جو مفت
میں موت کو آواز دے رہا تھا۔ حبشی غلام ویسے بھی بڑا
خون خوار قسم کا قاتل لگتا تھا۔ اس نے وزیر اعظم کے
حکم پر بے شمار بے گناہوں کو ہلاک کیا تھا۔
عنبر نے کہا:
"حبشی غلام۔ میری گردن پر وار کرے مگر ایک شرط
ہے۔ اگر یہ مجھے نہ مار سکا تو میں بھی ایک جوابی وار
کروں گا۔"
وزیر اعظم نے خوش ہو کر کہا:

"ٹھیک ہے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ میرے حبشی غلام
زمرد کی تلوار تیری گردن کاٹ دے گی۔"
حبشی زمرد اکڑتا ہوا تلوار سونت کر عنبر کی طرف بڑھا۔
دو قدم پیچھے ہٹ کر اس نے تلوار لہرائی اور پوری
طاقت سے عنبر کی گردن پر ماری۔ کھٹاک۔ حبشی غلام کی
تلوار دو ٹکڑے ہو گئی۔
وزیر اعظم اٹھ کھڑا ہوا اس نے حیرت سے عنبر
کی طرف اور پھر تلوار کے ٹکڑوں کی طرف دیکھا اور بولا،
"عنبر جادوگر — تم واقعی بہت بڑے جادوگر ہو۔
اب تم وار کرو۔"
حبشی زمرد کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں موت
اسے سامنے نظر آ رہی تھی وہ عنبر کے قدموں میں
گر پڑا اور بولا:
"اے عظیم جادوگر۔ میری خطا معاف کر دے۔"
عنبر کو اس پر رحم آ گیا۔ اس نے کہا:
"جا میں نے تجھے معاف کیا۔ لیکن آئندہ کے لیے یہ
بات پلے باندھ لے کہ شیخی نہیں کرو گے۔"
وزیر اعظم عنبر کے پاس آ گیا اور بولا:
"عنبر جادوگر۔ تم اگر مجھے بھی یہ جادو سکھا دو تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں تجھے مالا مال کر دوں گا۔ تجھے ہیرے جواہرات میں تول دوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ کبھی نہ مروں ہمیشہ زندہ رہوں۔"

عنبر نے دل میں کہا بیٹا موت تو تیرے سر پر منڈلا رہی ہے مگر اوپر سے بولا:

"میں حضور کو یہ جادو ضرور بتاؤں گا مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ تنہائی ہو۔ یہ جادو میں آپ کو اکیلے میں بتا سکتا ہوں۔"

وزیر اعظم کو موت سے گلے ملنے کی بڑی جلدی تھی۔ اس نے کمانڈر اور غلاموں سے کہا:

"یہاں کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔"

کمانڈر، حبشی غلام اور کنیز کمرے سے نکل گئے۔ وزیر اعظم نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور کہا:

"اب بتاؤ وہ جادو۔"

عنبر نے اس کی گردن دبوچ لی اور ہنس کر کہا:

"بیٹا — اب تو جہنم کے داروغہ سے ہمیشہ زندہ رہنے کا جادو پوچھنا — ارے ماریا تم نے ابھی تک وزیر اعظم کی خیریت نہیں پوچھی۔ چھی چھی — کتنی بری بات ہے۔"

ماریا بولی:

"عنبر بھائی — ابھی اس کی خیریت دریافت کرتی ہوں۔"

وزیر اعظم نے جب غیبی آواز سنی تو اس پر کپکپی طاری ہو گئی وہ چیخا:

"ارے بچاؤ — ہائے میں مر گیا۔"

ماریا نے زور سے وزیر اعظم کے منہ پر لات ماری وزیر اعظم الٹ کر پرے جا گرا۔ ناگ بھی ماریا کے گلے سے اتر کر فرش پر آ گیا۔ ماریا کے جسم سے علیحدہ ہوتے ہی ناگ نظر آنے لگا۔ ناگ نے زور سے سانس لی اور انسان کی شکل میں آ گیا۔

اس نے کہا:

"ابھی تو مجھے بھی وزیر اعظم صاحب سے خیریت پوچھنا ہے۔"

وزیر اعظم تو تھر تھر کانپ رہا تھا۔ پہلے غیب سے سانپ کو نمودار ہوتے اور پھر اسے انسان بنتے دیکھ کر وزیر اعظم کے ہوش اڑ گئے تھے وہ ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا:

"مجھے مت مارو۔ میری ساری دولت لے لو۔ مگر مجھ پر رحم کرو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے اسے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا:

"خبیث انسان — تو معافی کے قابل نہیں ہے۔ تو نے کئی ماؤں کے بیٹوں کو ہلاک کر کے ان کے سہارے چھین لیے۔ رحمدل اور نیک ملکہ کو دھوکہ دیا جس تھالی میں کھاتے تھے اسی میں سوراخ کیا — تو ایک بچھو ہے جسے دودھ پلاؤ مگر وہ ڈنک مارنے سے باز نہیں آتا۔"

ماریا نے وزیر اعظم کو گردن سے دبوچ کر کھڑا کیا اس کے منہ پر مکا مارا۔ وزیر اعظم کے سارے دانت باہر آ گئے۔

ماریا نے کہا:

"یہ اس سرائے والی بوڑھی عورت کی طرف سے ہے جس کا نوجوان بیٹا تو نے مروا دیا۔"

ناگ فوراً اناکنڈہ اژدہا بن گیا اور وزیر اعظم کے جسم کو اپنی گرفت میں لے کر دبانے لگا۔ وزیر اعظم کے منہ سے فلک شگاف چیخیں نکلنے لگیں۔ اس کی ساری ہڈیاں ٹوٹنے لگی تھیں۔ اژدہے کا پھن وزیر اعظم کے چہرے کے آگے جھوم رہا تھا۔ اس کی دو شاخہ سرخ زبان لہرا رہی تھی۔

اژدہے نے وزیر اعظم کے کھلے ہوئے منہ میں ڈس لیا اور اپنی گرفت سخت کر کے اس کی ساری ہڈیاں توڑ دیں۔ وزیر اعظم گوشت کا ایک بدشکل لوتھڑا بن گیا۔ ظالموں کا یہی انجام ہوتا ہے۔"

ناگ انسان کی شکل میں آ گیا۔ کمرے کا دروازہ بڑی زور سے کھٹکھٹایا جا رہا تھا۔ وزیر اعظم کی چیخیں سن کر پہرے دار سپاہی آ گئے تھے۔

عنبر نے دروازہ کھول دیا۔

پندرہ سپاہیوں کا جتھہ تلواریں لہراتا کمرے میں آ گیا۔ انہوں نے جب وزیر اعظم کی لاش دیکھی تو عنبر اور ناگ پر حملہ کر دیا۔ ناگ تو فوراً چڑیا بن کر کمرے میں اڑنے لگا۔ ماریا اور عنبر نے سپاہیوں کو ٹھکانے لگانا شروع کر دیا۔ ماریا نے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا تاکہ کوئی سپاہی بچ کر نہ نکلے۔

تلواریں دھڑا دھڑ عنبر کے جسم پر پڑ رہی تھیں مگر عنبر پر کیا اثر ہوتا۔ اس نے ایک سپاہی سے تلوار چھین کر انہیں ہلاک کرنا شروع کر دیا۔ ان سپاہیوں میں وہ کمانڈر بھی تھا جو عنبر کو محل میں لایا تھا۔ وہ دروازے کی طرف بھاگا مگر دروازے میں ماریا کھڑی تھی۔ اس نے کمانڈر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی گردن دبوچ لی اور کہا:
"تو عنبر کو ملنے والے انعام میں آدھے کا حصہ دار تھا
یہ لے اپنا حصہ۔"
ماریا نے کمانڈر کو اٹھا کر دیوار پر دے مارا۔ اس کا
بھیجہ منہ اور ناک کے راستے باہر آگیا وہ کوئی آواز نکالے
بغیر مر گیا۔ باقی سپاہی عنبر کے ہاتھوں جہنم واصل ہوگئے۔
ناگ فوراً روم کی ملکہ کی طرف روانہ ہو گیا جو اپنے
والد کے دوست لیپاسی کے گھر چھپی ہوئی تھی۔ ناگ اسے
اپنے ہمراہ لایا۔ ملکہ کو دوبارہ تخت پر بٹھا لیا گیا اور
سارے باغیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ روم کے
لوگ تو ظالم وزیر اعظم کے خلاف تھے انہوں نے ملکہ
کے دوبارہ تخت پر بیٹھنے کی خوب خوشیاں منائیں۔
اس روز سرکاری طور پر ملکہ کی تاج پوشی ہوئی تو
عنبر، ناگ اور ماریا نے اجازت چاہی ملکہ نے کہا:
"اب میں آپ لوگوں کو کہیں نہ جانے دوں گی۔"
ناگ بولا:
"اے ملکہ۔ ہم سیاح ہیں اور ایک جگہ ٹک کر نہیں
رہتے ہمیشہ سفر کرتے رہتے ہیں۔"
ملکہ کا چہرہ اُتر گیا اس نے کہا،

"آپ کہاں جائیں گے؟"
عنبر بول پڑا:
"ہم تاریخ میں واپسی کا سفر طے کر رہے ہیں ہم فرعونِ
مصر کے دور میں واپس جائیں گے۔"
لیپاسی قریب بیٹھا یہ گفتگو سن رہا تھا۔ وہ چونک پڑا
اس نے حیرت سے عنبر کی طرف دیکھا۔ پھر ناگ کو
ایک طرف لے جا کر بڑے راز دارانہ لہجے میں بولا:
"میاں ناگ۔ لگتا ہے تمہارے بھائی پر ابھی تک
ابلیس جادوگر کے جادو کا اثر ہے تبھی تو بہکی بہکی باتیں
کر رہا ہے بھلا کوئی فرعون کے دور میں واپس جا سکتا
ہے ——؟"
ناگ کو یہ سن کر بڑے زور کی ہنسی آئی۔
دراصل ملکہ نے لیپاسی کو کچھ نہ بتایا تھا کیوں کہ
ناگ نے منع کر دیا تھا۔ ملکہ سمجھ گئی کہ لیپاسی ناگ
کو کیا کہہ رہا ہے وہ ہنستے ہوئے بولی:
"اے محترم بزرگ —— یہ ناگ اصل میں جادوگر
ہے اور اس کا بھائی عنبر بڑی پراسرار قوتوں کا
مالک ہے اور ۵ ہزار سال سے زندہ چلا آ رہا ہے۔
ان دونوں کی ایک بہن بھی ہے جو کسی کو نظر نہیں آتی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیپاسی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے کہا:

"کسی کو نظر نہیں آتی۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ بھئی میں نہیں مان سکتا۔"

ماریا پاس ہی کھڑی یہ گفتگو سن کر مسکرا رہی تھی اس نے اپنا ہاتھ لیپاسی کے کندھے پر رکھ دیا لیپاسی نے چونک کر کندھے کی طرف دیکھا جہاں دباؤ پڑا تھا۔ اسے کچھ نظر نہ آیا۔ ماریا ہولے سے ہنسی۔ لیپاسی گھبرا کر کھڑا ہو گیا اس نے ملکہ سے کہا:

"یہ ابھی تم ہنسی تھیں؟"

ماریا نے لیپاسی کی نیام سے تلوار کھینچ لی۔ اب تو لیپاسی گرتے گرتے بچا۔ حیرت کے باعث اس کے چہرے کے نقوش بگڑ گئے تھے۔ وہ احمقوں کی طرح نیام کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ چکر کیا ہے۔ تلوار خود بخود نیام سے نکل کر غائب ہو گئی تھی۔

عنبر، ناگ اور ملکہ مسکرا رہے تھے۔

عنبر نے کہا:

"ماریا ___ اب یہ شرارتیں چھوڑو اور محترم لیپاسی کو تنگ نہ کرو۔"

ماریا نے ہنس کر کہا:

"عنبر بھائی۔ میں تو انہیں یہ یقین دلا رہی تھی کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔"

لیپاسی غیبی آواز سن کر بھونچکا رہ گیا۔

ملکہ نے کہا:

"کیوں محترم بزرگ۔ اب تو آپ مان گئے نا۔"

لیپاسی نے سر ہلا کر کہا:

"حیرت ہے مگر ماننے کے علاوہ کوئی راستہ بھی نہیں۔ یہ ناگ کی بہن کوئی روح ہے کیا۔ جو ہمیں نظر نہیں آتی۔"

ناگ نے کہا:

"نہیں۔ ماریا پر پانچ ہزار سال پہلے ایک جادوگر نے جادو کیا تھا اسی جادو کے اثر سے وہ غائب ہے اور نظر نہیں آتی ورنہ حقیقت میں وہ ہماری طرح گوشت پوست کا انسان ہے۔"

لیپاسی سر ہلا کر رہ گیا۔

ملکہ نے کہا:

"ناگ بھائی۔ تم چند دن کے لیے تو میرے ہاں مہمان رہو۔ دیکھو تمہیں میری یہ بات ماننا پڑے گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملکہ کے اصرار پر ناگ نے چند دن قیام کرنے کی حامی بھر لی۔ ملکہ نے ان کے لیے ایک بڑے اور خوب صورت کمرے کا انتظام کروا دیا۔ تینوں اپنے کمرے میں آ گئے۔

عنبر نے کہا:

"ناگ بھائی ـــ تم اور ماریا یہاں آرام کرو مجھے ایک ضروری کام سرانجام دینا ہے میں کل تک آ جاؤں گا۔"

دراصل عنبر کو جالینوس یاد آ گیا تھا۔ یہ تو آپ گزشتہ قسطوں میں پڑھ چکے ہیں کہ جالینوس نے دوست بن کر عنبر کو دھوکا دیا تھا۔ اور شکار کے بہانے جنگل میں لے جا کر گہرے گڑھے میں گرا دیا تھا۔

ماریا بولی:

"عنبر بھائی۔ ایسا کون سا ضروری کام ہے کہ تم ہمیں ساتھ نہیں لے جانا چاہتے؟"

عنبر نے انہیں جالینوس کی ساری کہانی سنا دی اور بولا:

"میں جالینوس کو اس کی مکاری کی سزا دینا چاہتا ہوں۔ اس نے بزدلوں کی طرح پشت سے وار کیا اور دوستی کے نام پر بٹہ لگایا۔"

ناگ بولا:

"جالینوس کو ضرور اپنے کیے کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ میں بھی چلوں تمہارے ساتھ ـــ میں جالینوس کے جسم میں اپنا سارا زہر انڈیل دوں گا۔"

ماریا نے کہا:

"نہیں ـــ میں اس کے سر پر مکے مار مار کر اس کی کھوپڑی پلپلی کر دوں گی۔"

عنبر ہنس کر بولا:

"اسی لیے تو میں تم دونوں کو ساتھ نہیں لے جا رہا۔ میں خود ہی جالینوس سے نپٹوں گا۔"

دوپہر کے وقت عنبر، ملکہ سے اجازت لے کر محل سے نکل پڑا۔ کالے رنگ، کے شاندار گھوڑے پر بیٹھ کر وہ ساتھ والے شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہاں جالینوس رہتا تھا۔ جس وقت عنبر شہر میں داخل ہوا شام ہو رہی تھی۔ بازاروں میں خوب رونق تھی۔ دوکانوں پر مگر مچھ کی چربی والی مشعلیں جل رہی تھیں۔ رومن اپنے مخصوص ڈھیلے ڈھالے لباسوں میں اِدھر اُدھر آ جا رہے تھے۔ عنبر کا گھوڑا مختلف بازاروں سے گزرتا ہوا جالینوس کے گھر کے سامنے پہنچ گیا۔ عنبر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے گھوڑے سے اُتر کر دروازے پر دستک دی۔
جالینوس اس وقت گھر میں تھا۔ مگر اس نے دروازہ نہ کھولا کیوں کہ اس نے انقلاب میں مکار وزیر اعظم کا ساتھ دیا تھا اسے ہر وقت یہ خدشہ رہتا تھا کہ کہیں مارا نہ جائے۔ اس نے دروازہ کھولے بغیر کہا:
"کون ہے؟"
عنبر نے کہا:
"مجھے گورنر صاحب نے بھیجا ہے دروازہ کھولو۔ تمہارے لیے ایک خاص پیغام ہے۔"
جالینوس بڑا ہوشیار اور مکار تھا۔ اس نے اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود عنبر کی آواز پہچان لی۔ جالینوس کے ذہن میں خیال آیا شاید اسے غلط فہمی ہوئی ہے اور ممکن ہے آنے والے کی آواز عنبر کی آواز سے ملتی ہو۔ اپنا شک دور کرنے کے لیے اس نے دروازے میں بنے ایک سوراخ سے باہر جھانکا۔ مدہم روشنی کے باوجود اس نے عنبر کو پہچان لیا۔
اسے تو اپنی فکر پڑ گئی کہ یہ بلا کہاں سے آ گئی۔ وہ تو اپنی طرف سے عنبر کو مرا ہوا سمجھ چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ابلیس جادوگر نے عنبر کو مار ڈالا ہوگا۔

موت کو سامنے دیکھ کر جالینوس کے ہاتھ پاؤں پھول چکے تھے۔ اسے یقین تھا کہ عنبر اسے ہرگز زندہ نہ چھوڑے گا۔ جالینوس بھاگ کر اندر گیا۔ اور قیمتی سامان ایک صندوق میں بند کرنے لگا۔ اس نے پچھلے دروازے سے بھاگ جانے کا پروگرام بنا لیا تھا۔
ادھر جب دروازہ نہ کھلا تو عنبر بھانپ گیا کہ جالینوس نے اس کی آواز پہچان لی ہے۔ عنبر نے دروازے کو پوری قوت سے ٹکر ماری۔ عنبر کی تاریخی طاقت کے آگے دروازہ کہاں ٹھہر سکتا تھا۔ ایک دھماکے سے دروازے کی کنڈی ٹوٹی اور دونوں پٹ کھل گئے۔
عنبر گھوڑے سمیت مکان میں داخل ہو گیا۔
اس وقت جالینوس قیمتی سامان صندوق میں بند کر چکا تھا۔ اور صندوق سمیت گھوڑے پر بیٹھ کر پچھلے دروازے سے نکل رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور پوری رفتار سے گھوڑا بھگانے لگا۔
عنبر نے اسے فرار ہوتے دیکھ لیا تھا۔ وہ اس کا پیچھا کرنے لگا۔ جلد ہی وہ آبادی سے باہر نکل آئے۔ جالینوس نے ایک ہاتھ سے دولت سے بھرا صندوق

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور دوسرے ہاتھ سے گھوڑے کی لگام تھام رکھی تھی۔

وہ بار بار مڑ کر دیکھ لیتا تھا۔ عنبر اور اس کے درمیان فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ عنبر نے حلق پھاڑ کر کہا:

"جالینوس ___ تم مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتے ___ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم ایک جھوٹے اور دھوکے باز انسان ہو۔"

عنبر کی آواز سناٹے میں گونجی اور پہاڑوں سے ٹکرا کر پلٹی تو ہر طرف سے یہی صدا آنے لگی۔

جالینوس کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ بلاشبہ وہ بہت طاقت ور تھا مگر ظالم، لالچی اور جھوٹا بھی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر ایک بار عنبر کے ہتھے چڑھ گیا تو پھر بچ نہ پائے گا۔

فاصلہ کم ہوتا چلا گیا۔

عنبر کا گھوڑا، جالینوس کے گھوڑے کے برابر آ گیا۔ عنبر نے جالینوس کی طرف جھک کر اسے کمر سے دبوچ لیا۔ گھوڑے زور سے ہنہنائے۔ جالینوس کے منہ سے زور دار چیخ نکل گئی۔ وہ گھوڑے سے گر گیا۔

عنبر فوراً گھوڑا روک کر نیچے اُتر آیا۔

جالینوس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر عنبر اسے کہاں جانے دیتا۔ موت سامنے دیکھ کر جالینوس کی ساری بہادری ہوا ہو گئی۔ اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا:

"عنبر مجھ سے غلطی ہوئی۔ دیوتاؤں کے لیے مجھ پر رحم کرو۔ مجھے مت مارو۔"

عنبر نے اسے گردن سے پکڑ کر اُٹھاتے ہوئے کہا:

"جالینوس مسلمان ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جا سکتا۔ ایک بار تم سے غلطی ہوئی میں نے معاف کیا مگر تم مکاری سے باز نہ آئے۔ تم نے دوست بن کر مجھ سے دغا کیا۔ تمہیں اس کی سزا ضرور ملے گی۔"

جالینوس کا جسم پسینے میں بھیگ گیا۔ وہ لرزنے لگا۔ عنبر نے پوری طاقت سے اس کے سر پر مارا۔ جالینوس کا سر تربوز کی طرح پھٹ گیا۔ اس کے حلق سے زور دار چیخ نکلی۔ اس کا بھیجہ باہر نکل آیا تھا۔ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا ___!

مکار جالینوس کو موت نے دبوچ لیا۔ اسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مکاری کی سزا مل گئی تھی ۔

عنبر نے وہ رات شہر واپس آ کر سرائے میں گزاری اور اگلی صبح واپس ملکہ روم کے محل کی طرف روانہ ہو گیا ۔ دوپہر کو جب وہ پہنچا تو ناگ اور ماریا اسے دیکھ کر خوش ہو گئے !!!

مکار وزیر اعظم کا ایک بھتیجا تھا وہ اس دن دوسرے شہر گیا تھا ۔ واپسی پر جب اسے اپنے چچا کی موت کی اطلاع ملی تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا ۔ وزیر اعظم کے بھتیجے کا نام الپتن تھا ۔ وہ بھی بڑا ظالم اور خونخوار تھا ۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنے چچا کے قاتلوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا ۔

اسے پتہ چل گیا تھا کہ یہ سب ایک مصری جوان عنبر کا کیا دھرا ہے ۔ اس نے بچھو کے زہر میں بجھا خنجر لیا اور آدھی رات کے وقت ملکہ کے محل کی طرف روانہ ہو گیا جہاں عنبر، ناگ اور ماریا ٹھہرے ہوئے تھے ۔

رات کے کالے کفن نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا ۔ ایک ہزار سال پہلے آج کی طرح سڑکوں پر سٹریٹ لائیٹس تو لگی نہیں ہوتی تھیں ۔ شام ہوتے ہی لوگ گھروں میں گھس جاتے تھے لہذا راتیں تاریک

اور ویران ہوتی تھیں ۔ ایسی گہری خاموشی ہر طرف چھائی ہوئی تھی کہ سوئی گرنے کی آواز بھی سنی جا سکتی تھی ۔

الپتن رسے کی مدد سے محل میں داخل ہو گیا ۔ محل کے اندر سناٹا تھا ۔ سب سوئے پڑے تھے ۔ الپتن دبے قدموں چلتا ہوا مہمان خانے کی طرف آ گیا ۔

ایک بڑے کمرے میں تین پلنگ تھے ۔ ناگ ، ماریا اور عنبر کو نیند کی ضرورت تو نہیں ہوتی تھی مگر کبھی کبھی وہ سکون حاصل کرنے کے لیے سو جاتے تھے ۔ اس رات بھی تینوں سو رہے تھے ۔ قاتل الپتن کمرے میں آ گیا ۔ وہ ناگ اور عنبر کو تو دیکھ سکتا تھا مگر ماریا اسے نظر نہیں آ سکتی تھی ۔

قاتل الپتن نے دن کے وقت عنبر کو دیکھ لیا تھا ۔ اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے عنبر کے ساتھی یعنی ناگ کو ہلاک کر دیا جائے وہ ناگ کے پلنگ کی طرف بڑھا ۔ درمیان میں ماریا کا پلنگ تھا ۔ قاتل الپتن اس کے پاس سے گزرا تو یہ دیکھ کر چونک گیا کہ تکیہ درمیان سے دبا ہوا ہے ۔

قاتل الپتن کو ماریا نظر نہیں آ رہی تھی ۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ تکیہ کس بوجھ سے دبا ہوا ہے ۔ اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنا ہاتھ بڑھایا تو وہ ماریا کے چہرے سے ٹکرا گیا۔ قاتل
الپتن نے جلدی سے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا مگر ماریا جاگ
چکی تھی۔ اس نے جب ایک بدشکل آدمی کو خنجر پکڑے
خود پر جھکے دیکھا تو اٹھ بیٹھی۔

قاتل الپتن نے دیکھا کہ تکیے کا دباؤ ختم ہو گیا ہے
وہ گھبرا گیا کہ نجانے کیا چکر ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ
جلدی جلدی اپنا کام کر کے واپس جانا چاہیے۔

وہ خنجر فضا میں بلند کر کے ناگ کی طرف بڑھا۔
ناگ بے خبر سو رہا تھا۔ ماریا جلدی سے کھڑی ہو گئی۔
پلنگ چرچرایا تو قاتل الپتن نے مڑ کر دیکھا مگر اسے
کچھ نظر نہ آیا۔ اس نے خنجر اٹھا کر ناگ پر وار کرنے
کے لیے جھکایا۔ اسی وقت ماریا نے اس پر چھلانگ
لگائی تھی۔

ماریا کو دیر ہو چکی تھی، قاتل الپتن کا خنجر انسانی شکل
میں موجود ناگ کے سینے میں دھنس گیا۔ ناگ تڑپ
کر جاگ اٹھا۔ جاگتے ہی وہ سانپ کی شکل میں آ
گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔
قاتل الپتن نے ناگ کو قتل کر دیا تھا۔ اب ماریا کے
سامنے سانپ کی لاش تھی جو درمیان سے دو ٹکڑے

ہوئی تھی۔

ماریا نے اپنے بھائی ناگ کی لاش دیکھی تو اس
کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے چیخ مار کر قاتل
الپتن کو اٹھایا اور دیوار سے دے مارا۔ قاتل الپتن کی
کھوپڑی تربوز کی طرح پھٹ کر ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔
عنبر بھی جاگ اٹھا۔ اور یہ دیکھ کر تو اس کی جان ہی نکل
گئی کہ اس کے سامنے ناگ کی دو ٹکڑوں میں تقسیم لاش
پڑی تھی!!

◎

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فہرست
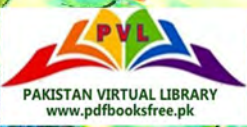
ہائے بھوت
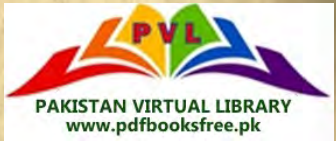
ناگ کی لاش بستر پر پڑی تھی۔
قاتل الپتن نے اسے قتل کر دیا تھا۔ تاریخ میں واپسی کے اس سفر میں یہ حادثہ دوسری بار پیش آیا تھا۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ واپسی کے اس سفر میں ایک بار جب ناگ، عنبر کے ساتھ نقاب پوش سمندری جادوگروں کے محل میں ایک لڑکی عمارہ کو بچانا چاہتا تھا تو ایک نقاب پوش نے تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے۔[۱]

اب پھر ناگ پر یہی مصیبت آن پڑی تھی اور ناگ اسی صورت میں دوبارہ زندگی پا سکتا تھا کہ اسے ہندوستان میں ہمالیہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع جھیل مانسرور کے ناگ مندر میں لے جایا جائے۔ ناگ کی لاش کو صندل کی لکڑی کی صندوقچی میں بند کر کے ناگ مندر کے تالاب میں رکھ دیا

۱؎: پڑھیے۔ ناگ کا قتل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جائے۔ ناگ کی لاش کے ٹکڑے صرف ناگ دیوتا کے مندر میں موجود تالاب کے مقدس پانی سے ہی جڑ سکتے تھے۔ اور لاش کے ٹکڑے آپس میں جڑنے کا عمل چھ ماہ میں پورا ہوتا پھر ناگ کو نئی زندگی مل جاتی۔

قاتل ایلتن نے جب ناگ پر خنجر سے حملہ کیا تھا ناگ انسانی شکل میں سو رہا تھا۔ خنجر لگتے ہی ناگ جاگ اُٹھا تھا اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا تھا مگر مکمل بے ہوش ہونے سے پہلے وہ گہری سانس لے کر سانپ کی شکل میں آگیا تھا کیوں کہ اگر وہ انسانی شکل میں رہتا تو عنبر اور ماریا کے لیے اسے ہمالیہ کے ناگ مندر تک لے جانا اور تالاب میں پہنچانا مشکل ہوجاتا۔ عنبر کا تو سر چکرا گیا وہ بولا:

"ماریا۔ یہ کیسے ہوگیا؟"

ماریا نے غم زدہ آواز میں کہا:

"اس بدبخت نے ناگ بھائی کو قتل کر دیا۔ نجانے یہ کون ہے؟"

اسی وقت دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور شاہی محافظ کمرے میں گھس آئے۔ محافظوں کا سردار بولا:

"چیخ کس نے ماری تھی۔ ارے یہ کس کی لاش ہے۔

ارے یہ سانپ کہاں سے آگیا؟"

عنبر اور ماریا سمجھ گئے کہ مرتے وقت قاتل ایلتن کے حلق سے جو چیخ نکلی تھی اسے سن کر ہی محافظ آئے ہیں۔ اس سے پہلے کہ عنبر کوئی جواب دیتا۔ روم کی ملکہ محافظوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ بستر پر ناگ کو سانپ کی شکل میں دو ٹکڑوں میں تقسیم دیکھ کر اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ بولی:

"عنبر بھائی۔ یہ کیا ہوگیا۔ میرے ناگ بھائی کو کس نے مار ڈالا؟"

ماریا نے اسے ساری کہانی سنا دی۔ محافظوں نے جب ماریا کی آواز سنی تو گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ ماریا تو انہیں نظر آ نہیں سکتی تھی۔

عنبر بولا:

"اے ملکہ بہن — صبح ہوتے ہی ہم روم سے چلے جائیں گے تاکہ جلد از جلد ہمالیہ پہاڑ ہندوستان پہنچ جائیں۔ وہیں ناگ کا علاج ہو سکتا ہے اور اسے نئی زندگی مل سکتی ہے۔"

ملکہ بولی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرا دل تو تم سے جدا ہونے کو نہیں چاہتا مگر ناگ بھائی کی زندگی کا معاملہ ہے۔ دیوتاؤں نے چاہا تو ناگ بھائی بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔"

ماریا نے کہا:

"اے ملکہ — یہ بدبخت ہے کون — جس نے ناگ بھائی کو قتل کر ڈالا۔"

روم کی ملکہ نے آگے بڑھ کر دیکھا پھر چونک کر بولی:

"یہ تو الپتن ہے۔ مکار وزیر اعظم کا بھانجا — لگتا ہے یہ تم سے انتقام لینے آیا تھا۔ میں اس کے سارے خاندان کو ہاتھیوں سے کچلوا دوں گی۔ کسی کو زندہ نہ چھوڑوں گی۔"

عنبر بولا:

"اے ملکہ بہن — ایسا کرنا غلط ہو گا۔ اس کے خاندان والوں کی کوئی خطا نہیں۔ الپتن کی غلطی تھی جس کی سزا اسے مل گئی۔"

روم کی ملکہ خاموش ہو گئی۔

وہ رات انہوں نے جاگ کر کاٹی۔ عنبر نے ناگ کی لاش ایک موٹے رومال میں لپیٹ کر رومال کمر کے گرد باندھ لیا تھا۔ صبح ہوتے ہی عنبر اور ماریا نے روم

کی ملکہ سے اجازت مانگی۔ ملکہ نے بہتیرا کہا کہ وہ ہندوستان جانے کے لیے خاص جہاز انہیں دے دیتی ہے مگر عنبر اور ماریا نہ مانے۔ ملکہ نے انہیں تحفے دیئے اور وہ محل سے نکل آئے۔

بازار میں خوب رونق تھی۔ دکانوں کے باہر سنگِ مرمر کے تخت پڑے تھے اور رومن ناشتہ کر رہے تھے۔ عنبر اور ماریا بازار میں چلتے ہوئے چوک میں آ گئے۔ یہاں ایک بگھی کھڑی تھی جس کے آگے دو سیاہ گھوڑے جتے ہوتے تھے۔ گھوڑے بڑے شاندار اور صحت مند تھے اور اپنے چمکیلے سم زمین پر مار رہے تھے۔ ان کی گردن کی خوب صورت ایالیں لہرا رہی تھیں۔ بگھی کے پاس ہی کوچوان کھڑا تھا۔

عنبر نے اس سے کہا:

"کیوں بھئی۔ بندرگاہ چلو گے؟"

کوچوان نے جب اپنے سامنے قیمتی لباس میں ملبوس نوجوان لڑکے کو کھڑے دیکھا تو جھک کر بولا:

"ضرور چلوں گا آقا۔ تشریف رکھیے۔"

کوچوان بگھی کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔ عنبر نے جان بوجھ کر اپنی جیبیں ٹٹولنا شروع کر دیں تاکہ اس عرصے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا بگھی میں سوار ہو جائے۔ ماریا یہ بات سمجھ گئی تھی۔ اس نے بگھی کے پائیدان پر پاؤں رکھا اور بگھی میں داخل ہو گئی۔ پائیدان پر ماریا کا بوجھ پڑا تو وہ چرچرایا۔ کوچوان نے حیرت سے پائیدان کی طرف دیکھا مگر اس کے پلے کچھ نہ پڑا۔

عنبر چرچراہٹ کی آواز سن کر سمجھ گیا کہ ماریا بگھی میں بیٹھ چکی ہے۔ وہ مسکراتا ہوا بگھی میں سوار ہو گیا۔ کوچوان نے اگلی سیٹ سنبھالی اور لگامیں تھام کر چابک لہرایا۔ گھوڑے زور سے ہنہنائے اور دوڑنے لگے۔ گھوڑے بجلی کی سی تیزی سے بگھی کو کھینچے لیے جا رہے تھے۔ پتھریلے راستے پر گھوڑوں کی ٹاپیں گونج رہی تھیں۔ گھوڑے طوفانی رفتار سے دوڑتے رہے حتیٰ کہ بندرگاہ آ گئی۔

کوچوان نے باگیں کھینچ لیں۔ گھوڑوں کی رفتار کم ہونے لگی اور وہ رُک گئے۔ عنبر دروازہ کھول کر نیچے اُترا۔ اس کے پیچھے ماریا بھی اُتر آئی۔ عنبر نے کوچوان کو کرایہ دیا اور ساحل کی طرف بڑھا جہاں کی بادبانی جہاز لنگر ڈالے کھڑے تھے۔ ماریا اس کے پیچھے چل دی۔ کوچوان دروازہ بند کر کے مڑا اور عنبر کی طرف دیکھا۔ اسی وقت کوچوان کو ریت پر خود بخود قدموں کے نشان بنتے دکھائی

دیے۔

کوچوان تو گرتے گرتے بچا۔ اسے پائیدان کی چرچراہٹ یاد آ گئی۔ اس نے سوچا ضرور یہ نوجوان کوئی جادوگر ہے جس نے کسی غیبی روح کو اپنے طلسم میں گرفتار کر رکھا ہے یہ سوچتے ہی کوچوان نے بگھی دوڑا دی کہ کہیں غیبی روح اس کے پیچھے نہ پڑ جائے۔

سمندر میں ہندوستان جانے والا جہاز لنگر ڈالے کھڑا تھا۔ ساحل پر لکڑی کی ایک میز اور سٹول پڑا تھا۔ سٹول پر جہاز کا کپتان بیٹھا تھا۔ میز کے سامنے ایک لمبی قطار لگی تھی۔ یہ سب وہ مسافر تھے جو ہندوستان جانا چاہتے تھے اور کپتان کو کرایہ ادا کر رہے تھے۔

کپتان کے سامنے پڑی میز پر ایک طرف رومن سکوں کا ڈھیر اور دوسری طرف لوہے کے گول ٹوکن پڑے تھے۔ کرایہ لے کر کپتان مسافر کو ایک ٹوکن دے دیتا۔ یہ ٹوکن گویا جہاز میں سوار ہونے کا ٹکٹ تھا۔ کپتان کے پاس ہی لمبے قد کا ایک بدصورت حبشی کھڑا تھا۔ اس نے ملاحوں والا بوسیدہ لباس پہن رکھا تھا۔ بڑی بڑی خوف ناک آنکھیں اور بھنویں گھنی اور گہری سیاہ تھیں۔ اس کے چہرے سے وحشی پن ٹپک رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر بھی لائن میں لگ گیا۔ لائن سرکتی رہی اور عنبر
کی باری آ گئی۔
اس نے کہا:
"میں ایک پورا کیبن کرایہ پر لینا چاہتا ہوں۔"
کپتان بولا:
"کرایہ چھ سو رومن سکے ہوگا۔ منظور ہو تو نکالو۔ ابھی
کیبن تمہارے نام کیے دیتا ہوں"
عنبر کے پاس پیسوں کی کون سی کمی تھی اس نے جیب
میں ہاتھ ڈالا اور مٹھی بھر رومن سکے نکالے تو ان کے
ساتھ سچے موتیوں کا وہ ہار بھی نکل آیا جو روم کی ملکہ
نے عنبر کو تحفہ دیا تھا۔ ہار دیکھتے ہی کپتان اور حبشی کی
آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ عنبر نے لاپرواہی سے ہار
واپس جیب میں ڈالا اور سکے میز پر پھینک کر بولا:
"گن لو۔ ہزار سے زیادہ ہی ہوں گے۔"
کپتان چاپلوسی سے بولا:
"حضور۔۔ آپ غلط تو نہیں کہہ سکتے۔ یہ لیجئے ٹوکن۔
جہاز آج شام کو روانہ ہوگا۔"
عنبر اس بڑی کشتی کی طرف بڑھ گیا جو مسافروں کو سمندر
میں کھڑے جہاز تک پہنچا رہی تھی۔ عنبر کے جاتے ہی

حبشی نے آگے کو جھک کر کپتان کے کان میں کہا:
"آقا۔۔ بڑا موٹا شکار ہے خوب مال ہاتھ آئے گا۔"
کپتان اپنی مونچھوں کو تاؤ دے کر بولا:
"میں کب مال چھوڑنے والا ہوں۔ آج رات ہی اس
چھوکرے کا حساب صاف کر دینا۔"
حبشی اپنے بڑے بڑے زرد دانت نکال کر ہنسنے لگا۔
اس حبشی کا نام مولر تھا۔ یہ بڑا بے رحم اور جلاد صفت
شخص تھا۔ کپتان اس کا ساتھی تھا۔ دونوں مل کر جہاز
پر سوار ہونے والے بہت مال دار شخص کو ہلاک کر کے
اس کے مال پر قبضہ کر لیتے تھے۔ یہ دونوں اب تک
کئی بے گناہوں کو دولت کے لالچ میں ہلاک کر چکے تھے۔
شام ہوئی تو تیز ہوا چلنے لگی۔
کپتان کے حکم سے جہاز کے بادبان کھول دیئے گئے۔
لنگر اٹھا لیا گیا۔ بادبانوں میں ہوا بھری تو جہاز حرکت
میں آ گیا اور ساحل سے دور ہونے لگا۔ عنبر اور ماریا
اپنے کیبن میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ انہیں ناگ کی
کمی بڑی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔
عنبر نے کہا:
"ماریا بہن۔۔ کبھی کبھی خیال آتا ہے۔ کہ کم از کم میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور ڈاگ تو تمہیں دیکھ سکتے۔"

ماریا نے جواب دیا:

"میں بھی اس غیبی زندگی سے تنگ آ چکی ہوں مگر کیا کروں۔ یہ میرے بس کی بات تو ہے نہیں۔"

عنبر بولا:

"چلو۔۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم تمہاری بُو سونگھ کر تمہاری موجودگی کا احساس کر لیتے ہیں۔"

اسی طرح باتیں کرتے رات ہوگئی۔ عنبر نے ایک ملازم کو کھانے لانے کا کہا۔ یہ ملازم بھی کپتان اور حبشی مولر کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ وہ جب کھانا لے کر آیا تو دروازہ بند تھا اور اندر سے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ملازم بڑا حیران ہوا کہ عنبر کس کے ساتھ باتیں کر رہا ہے پھر اس کے کانوں میں ماریا کی آواز پڑی۔ اس نے سوچا شاید کسی دوسرے کیبن سے عنبر کے جاننے والی کوئی خاتون آئی ہوئی ہے۔

ملازم نے دروازے پر دستک دی۔ عنبر نے دروازہ کھولا تو ملازم جھک کر بولا:

"آقا۔۔ کھانا حاضر ہے۔"

عنبر نے ملازم سے کھانے کا طشت لے لیا۔ اس

دوران ملازم بڑی ہوشیاری سے کیبن کا جائزہ لے چکا تھا اور یہ دیکھ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ کیبن میں کوئی عورت نہیں ہے پھر عورت کی آواز کہاں سے آ رہی تھی۔ ملازم بڑا چالاک تھا وہ اپنی حیرت چھپا گیا۔

عنبر نے طشت لے کر دروازہ بند کیا۔ ملازم واپس جانے کی بجائے دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا اور کان دروازے سے لگا دیئے۔ اندر سے عنبر کی آواز آئی:

"آؤ ماریا بہن۔۔ کھانا کھا لو۔"

ملازم نے دروازے میں بنے چابی لگانے والے سوراخ سے اندر جھانکا تو دیکھا کہ طشت قالین پر رکھا ہے۔ ایک طرف عنبر بیٹھا کھا رہا ہے اور دوسری طرف سے پھل خود بخود غائب ہو رہے ہیں۔ ملازم کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ کپتان کے کیبن کی طرف بھاگا۔ کپتان اور حبشی مولر کیبن میں موجود تھے۔

انھوں نے ملازم کو گھبرایا ہوا دیکھا تو حبشی نے مذاق سے کہا:

"کیا بات ہے۔ کوئی بھوت دیکھ لیا ہے کیا۔ جو جان نکلی جا رہی ہے۔"

"بھبھ۔۔ بھبھ۔۔ بھوت" ملازم تو حبشی کے گلے لگ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور کانپنے لگا۔ دونوں گرتے گرتے بچے۔ کپتان نے یہ دیکھا تو غصے سے بولا:

"آخر ہوا کیا؟ تم تو بڑے بہادر تھے یہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

ملازم نے کپکپاتی آواز میں کہا:

حبشی نے ملازم کو خود سے علیحدہ کرتے ہوئے گرج کر کہا:

"ابے کون سا بھوت — اور کہاں ہے بھوت — کچھ بتاؤ بھی تو؟"

ملازم نے کہا:

"اس مسافر عنبر کے ساتھ بھوت ہے جو عورت ہے۔ میں نے خود اس کی آواز سنی ہے" یہ کہہ کر ملازم نے ساری بات کہہ ڈالی۔

کپتان اور حبشی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ کپتان نے ملازم کو تو بھیج دیا پھر سوچتا ہوا بولا:

"اس چھوکرے کے ساتھ بھوت ہے: ماننے والی بات تو نہیں مگر میرے ملازم نے کبھی کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے"

حبشی مولر سر کھجاتا ہوا بولا:

"پھر اب کیا کیا جائے۔ وہ ہار بھی تو بہت قیمتی ہے"

کپتان نے کہا:

"ہار تو ہر قیمت پر ہمیں حاصل کرنا ہے۔ اب پہلے ہم یہ پتہ چلاتے ہیں کہ واقعی کوئی بھوت ہے یا میرے ملازم کو وہم ہوا ہے"

حبشی نے کہا:

"مگر استاد — بھوت تو کسی کو نظر نہیں آتا پھر ہم کیسے معلوم کریں گے"

کپتان نے ہنس کر مونچھوں کو تاؤ دیا اور اکڑ کر بولا:

"میں نے ساری عمر گھاس نہیں کاٹی ہے۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکا ہوں۔ ملازم نے بتایا کہ وہ بھوت کھاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ کوئی بھوت نہیں بلکہ انسان بلکہ غیبی عورت ہے۔ تم ایسا کرو سٹور سے پسا ہوا چونا لے کر عنبر کے کیبن کے دروازے کے باہر اس کی باریک تہہ بچھا دو پھر میں اور تم سامنے والے کیبن میں چھپ جاتے ہیں جو خالی ہے۔ آج چاندنی رات ہے۔ اکثر مسافر چاندنی میں سمندر کا نظارہ کرنے عرشے پر چلے جاتے ہیں۔ عنبر اور غیبی عورت بھی عرشے پر جائیں گے تو جونہی غیبی عورت چونے پر سے گزرے گی ہم اس کے قدموں کے نشان دیکھ لیں گے"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حبشی مولر نے خوش ہو کر بولا:

"ولو — استاد مان گئے ہیں۔ غضب کا دماغ پایا ہے تم نے۔ میں ابھی جا کر چونا بچھا دیتا ہوں۔"

حبشی مولر پسا ہوا چونا لے کر عنبر کے کیبن کے باہر پہنچ گیا اور اس صفائی سے فرش پر چونے کی تہہ بچھا دی کہ باآسانی نظر نہ آتی تھی۔ اس کے بعد کپتان اور حبشی سامنے والے کیبن میں چھپ گئے۔ کپتان نے عنبر کو آخری کیبن دیا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے شکار کو اسی کیبن میں ٹھہراتا تھا تاکہ مرتے وقت وہ چیخ مارے یا شور مچائے تو دوسروں کو پتہ نہ چل سکے۔

ادھر عنبر اور ماریا آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ انہیں کیا پتہ تھا کہ عیار کپتان نے ان کے خلاف جال بچھا دیا ہے۔

باتیں کرتے کرتے ماریا نے کہا:

"عنبر بھائی — میں تو بند کیبن میں بے زاری محسوس کر رہی ہوں، چاندنی رات ہے۔ آؤ عرشے کا ایک چکر لگا آئیں۔"

عنبر نے کہا:

"میں تو آرام کرنا چاہتا ہوں تم ہو آؤ۔ مگر کوئی شرارت مت کرنا۔"

ماریا بولی:

"نہیں بھائی — میں کوئی شرارت نہیں کروں گی تم بے فکر رہو۔" یہ کہہ کر ماریا اٹھی اور دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔

کپتان اور حبشی نے دروازہ کھلتے اور بند ہوتے دیکھا تو ہوشیار ہو گئے۔ ماریا چلتی ہوئی اس جگہ پہنچی جہاں چونا بچھا ہوا تھا۔ کپتان اور حبشی نے دیکھا کہ چونے پر پاؤں کے نشان ابھرنے لگے ہیں۔ وہ سمجھ گئے کہ غیبی عورت گزر رہی ہے۔ ماریا ان تمام باتوں سے بے خبر راہ داری سے گزر کر سیڑھیوں کے راستے عرشے پر چلی گئی۔

کپتان نے کہا:

"میرا ملازم سچا تھا۔ یہ چھوکرا ضرور کوئی جادوگر ہے جس نے کسی عورت کو غائب کر کے اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔"

حبشی مولر نے کہا:

"اب کیا کیا جائے۔ عنبر اکیلا ہے حملہ کر کے اسے قتل کر دیتے ہیں اور سارا مال سمیٹ لیتے ہیں۔"

کپتان نے سر کھجاتے ہوئے کہا:

"نہیں — وہ جادوگر ہے۔ آسانی سے قابو نہ آئے گا۔ ایسا نہ ہو کہ لینے کے دینے پڑ جائیں۔ تم ایسا کرو میرے کیبن میں جا کر بے ہوشی کی گیس والا غبارہ لے آؤ۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حبشی مولر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے
ہاتھ میں ایک بڑا غبارہ تھا۔ اس میں بے ہوشی کی تیز
گیس بھری ہوئی تھی۔ کپتان مسافروں کو اس گیس سے بیہوش
کر کے ہلاک کرتا تھا۔ کپتان نے غبارہ کی ڈوری کھول کر
منہ چٹکی سے پکڑ لیا اور بولا:

"مولر — تم سیڑھیوں میں چلے جاؤ اور چونا بچھا کر ایک
طرف چھپ جاؤ۔ اگر وہ غیبی عورت ادھر آنے لگے تو فوراً
مجھے خبر کرو — میں اس جادوگر کے بچے سے نبٹتا ہوں۔"

حبشی مولر، چونے والا لفافہ لے کر سیڑھیوں کی طرف
چلا گیا۔ کپتان نے بے ہوشی کی گیس والے غبارے کا منہ
عنبر کے کیبن کے دروازے میں موجود چابی والے سوراخ سے
لگا دیا اور گیس چھوڑنے لگا۔

عنبر اس وقت کیبن میں بستر پر آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔
اسے ناگ کے قتل کا بڑا افسوس تھا۔ اِدھر عیار کپتان بڑی
ہوشیاری سے بے ہوشی کی گیس کمرے میں داخل کر رہا تھا۔
گیس بڑی تیزی سے کیبن میں پھیل رہی تھی۔ عنبر پر غنودگی
طاری ہونے لگی۔ وہ سمجھا کہ نیند آ رہی ہے حالانکہ گیس اثر
کر رہی تھی۔

کپتان کو جب یقین ہو گیا کہ عنبر بے ہوش ہو چکا ہوگا

تو اس نے غبارے پر ڈوری لپیٹ دی اور ناک پر رومال
رکھ کر دروازہ کھول اندر داخل ہو گیا۔ عنبر سامنے بستر پر
پڑا تھا۔ کپتان نے اسے ہلا جلا کر دیکھا وہ بے ہوش پڑا
تھا۔ کپتان نے کیبن کی کھڑکی کھول دی تاکہ گیس نکل جائے۔
اب کپتان عنبر کی جیب سے موتیوں کا ہار اور سارے ہیرے
نکالنے لگا۔

ہار نکالتے ہوئے کپتان کا ہاتھ عنبر کی کمر کے گرد بندھے
رومال سے ٹکرایا۔ کپتان نے دیکھا کہ رومال میں کچھ بندھا ہوا
ہے۔ کپتان یہ سوچ کر خوش ہو گیا کہ رومال میں ضرور کوئی
قیمتی شے ہے ورنہ عنبر اسے اتنی حفاظت سے کیوں
رکھتا۔ اتنا وقت نہ تھا کہ کپتا رومال کھول کر دیکھتا کیونکہ
خطرہ تھا کہ غیبی عورت یعنی ماریا واپس نہ آ جائے۔ کپتان
نے رومال لپیٹ کر جیب میں رکھ لیا اور کیبن سے باہر
نکل آیا۔

حبشی مولر، سیڑھیوں کے پاس چھپا کھڑا تھا۔ کپتان کو دیکھ
کر وہ سامنے آ گیا اور بولا:

"کیسا رہا اُستاد؟"

کپتان نے ہنس کر کہا:

"مال اپنے قبضے میں ہے آؤ کیبن میں چلتے ہیں اب یہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہرہ دینے کی ضرورت نہیں۔"

حبشی مولر خوش ہوگیا اس نے کہا،

"اس جادوگر کو تو ختم کر دیا ہے۔"

کپتان نے کہا،

"نہیں — اس کی کیا ضرورت ہے پھر اتنا وقت کب تھا کہ اسے مارتا۔ اس غیبی عورت کے آ جانے کا خطرہ تھا۔"

حبشی چلتے چلتے رک گیا۔ اس نے کہا،

"یہ تو گڑبڑ ہوگئی۔ وہ کم بخت جادوگر ہے اگر اس نے جادو سے پتہ چلا لیا کہ اس کا مال کس نے چرایا ہے تو پھر بڑی مشکل پڑ جائے گی۔"

کپتان پریشان ہوگیا اس نے کہا،

"تم جاؤ۔ اور اس جادوگر کے بچے کو قتل کر آؤ۔ جلدی کرو کہیں وہ غیبی عورت نہ آ جائے۔"

حبشی مولر نے ہچکچا کر کہا،

"اگر وہ غیبی عورت آ گئی تو میں مارا جاؤں گا۔"

کپتان جھنجلا کر بولا،

"مرے کیوں جاتے ہو۔ میں اس غیبی عورت کا خیال رکھوں گا۔ جلدی سے کام کر آؤ۔"

حبشی مولر نے خنجر نکالا اور عنبر کے کیبن کی طرف دوڑا۔

مولر بے ہوش پڑا تھا۔ مولر نے خنجر کو ہاتھوں میں تولا اور فضا میں بلند کر کے پوری قوت سے نیچے کیا۔ خنجر عنبر کے سینے میں دھنس گیا۔ حبشی مولر پر غیبی عورت کا خوف اس بری طرح سے سوار تھا کہ اس نے یہ بھی نہ دیکھا کہ عنبر کے جسم سے خون نہیں نکلا ہے۔ وہ خنجر عنبر کے سینے میں ہی چھوڑ کر باہر کو بھاگ گیا۔

کپتان اس کا انتظار کر رہا تھا دونوں اپنے کیبن میں آ گئے۔

کپتان نے کہا،

"عنبر مر گیا تھا نا۔"

حبشی مولر نے سینہ پھلا کر کہا،

"میرے وار سے تو ہاتھی بھی نہیں بچ سکتا۔ وہ تو عام آدمی تھا اس کے منہ سے تو کوئی آواز تک نہ نکل سکی۔"

حبشی مولر کو کیا پتہ تھا کہ عنبر عام آدمی نہیں۔ اس پر موت حرام ہے۔ وہ پانچ ہزار سال سے زندہ چلا آ رہا ہے۔ اس پر خنجر، تلوار کسی ہتھیار کا اثر نہیں ہو سکتا۔

کپتان نے جیب سے رومن سکے اور ہار نکالا۔ دونوں کی آنکھیں لالچ سے چمک رہی تھیں۔ سکے حبشی مولر نے اور ہار کپتان نے لے لیا۔ اب کپتان کو یہ بے چینی ہو رہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی کہ آخر اس رومال میں کیا ہے جسے عنبر نے اپنے سینے
سے باندھ رکھا تھا۔ کپتان نے اس بارے میں اپنے حبشی
ساتھی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ اسے امید تھی کہ رومال سے کوئی
قیمتی شے نکلے گی اور وہ اس میں حبشی کو حصے دار نہیں
بنانا چاہتا تھا۔

اب کپتان یہ چاہتا تھا کہ حبشی جلد از جلد کیبن سے چلا
جائے مگر حبشی تھا کہ باتیں کیے جا رہا تھا۔ ادھر ماریا عرشے
سے گھوم پھر کر واپس کیبن کی طرف جا رہی تھی۔

◎

لاش گم ہو گئی!

کپتان نے حبشی مولر کو بہانے سے باہر بھیج دیا۔ مولر
کے باہر جاتے ہی کپتان نے اندر سے کیبن کی کنڈی
چڑھائی اور اپنی جیب سے رومال نکال لیا اور بے تابی
سے کھولا۔ رومال کھولتے ہی اسے ناگ کی لاش نظر آئی۔
کپتان تو یہ سمجھ رہا تھا کہ رومال سے کوئی قیمتی شے برآمد
ہو گی مگر اس کے سامنے ایک کٹا ہوا سانپ پڑا تھا۔

کپتان کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے ناگ کی لاش کو دوبارہ
رومال میں باندھ دیا اور سوچنے لگا کہ آخر عنبر نے اس
مردہ سانپ کو اتنی حفاظت سے کیوں رکھا ہوا تھا پھر
اس کے ذہن میں خیال آیا کہ شاید عنبر اس سانپ سے
کوئی خاص جادو تیار کرنا چاہتا ہے۔ کپتان نے فیصلہ کیا
کہ سانپ کو سمندر میں پھینک دینا چاہیے۔

رومال جیب میں ڈال کر وہ کیبن سے نکلا اور عرشے
پر آ گیا۔ چاندنی رات میں دور تک جھلملاتا پانی بڑا خوبصورت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

معلوم ہوتا تھا۔ بادبانی جہاز پوری رفتار سے سمندر کا سینہ چیرتا آگے بڑھ رہا تھا۔ مسافروں کی خاصی تعداد عرشے پر جمع تھی۔ کپتان اس طرف بڑھ گیا جدھر رسیوں کے ڈھیر اور ترپالیں پڑی تھیں۔ اس نے جیب سے رومال نکالا اور سمندر کی طرف اچھال دیا۔

"چھپاک"

ہلکی سی آواز پیدا ہوئی اور رومال میں بندھی ناگ کی لاش سمندر میں ڈوبتی چلی گئی۔ کپتان کچھ دیر کھڑا سمندر کی طرف تکتا رہا پھر واپس اپنے کیبن کی طرف چل دیا۔

ادھر ماریا واپس آئی تو دیکھا کہ عنبر بے سدھ پڑا ہے۔ اور اس کے سینے میں ایک خنجر دستے تک پیوست ہے۔ ماریا گھبرا گئی۔ یہ تو وہ جانتی تھی کہ عنبر کو موت نہیں آ سکتی مگر عنبر کو اس طرح بے ہوش پڑا دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی تھی۔ اس نے عنبر کے سینے سے خنجر نکالا اور اسے جھنجھوڑ کر ہوش میں لائی۔

عنبر نے ہوش میں آتے ہی حیرانگی سے ادھر ادھر دیکھا اور بولا:

"ماریا کیا یہ تم ہو؟"

ماریا بولی:

"ہاں عنبر بھائی — مگر تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ تمہارے سینے میں ایک خنجر پیوست تھا مگر تم بے خبر سو رہے تھے۔" یہ کہہ کر ماریا نے خنجر عنبر کے سامنے پھینک دیا۔ عنبر بڑا حیران ہوا۔ اتنی گہری نیند تو اسے کبھی نہ آئی تھی۔ اس نے اپنی جیب ٹٹولی تو معاملہ اس کی سمجھ میں آگیا۔ موتیوں کا ہار اور سارے سکے غائب تھے۔

عنبر نے ناک سکوڑ کر زور سے سانس لی اور بولا:

"معلوم ہوتا ہے کسی چور نے کمرے میں بے ہوشی کی گیس پھیلا کر مجھے بے خبر کر دیا اور مال لے اڑا۔"

ماریا کو غصہ آگیا وہ بولی:

"ایک تو یہ چور ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے۔"

عنبر نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ اسے احساس ہوا کہ اس کی کمر کے گرد اس رومال کی گرفت نہیں ہے جس میں ناگ کی لاش تھی۔ عنبر نے جلدی سے کمر ٹٹولی اور یہ دیکھ کر اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے کہ رومال واقعی غائب ہے۔ عنبر پریشان ہو گیا اس کے بھائی ناگ کی لاش کہاں گئی۔ وہ بولا:

"ماریا بہن — غضب ہو گیا۔ وہ رومال غائب ہے جس میں ناگ کی لاش بندھی تھی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا بھی پریشان ہو گئی اس نے کہا:

"یہ ضرور اسی چور کی کارستانی ہے جس نے ہار وغیرہ چرایا ہے۔ ہو سکتا ہے چور یہ سمجھا ہو کہ جس رومال کو تم نے حفاظت سے کمر کے گرد باندھ رکھا ہے۔ اس میں ہیرے جواہرات ہوں گے۔"

عنبر نے کہا:

"بہن - تم ٹھیک کہتی ہو۔ خدا خیر کرے۔ کہیں اس کم بخت چور نے رومال کھول کر سانپ کے ٹکڑے دیکھنے کے بعد رومال سمندر میں پھینک دیا تو کوئی مچھلی یا مگرمچھ اسے کھا جائے گا اور پھر ناگ ہمیشہ کے لیے مر جائے گا۔"

ماریا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ غصے بھری آواز سے بولی:

"میں ابھی چور کا پتہ لگاتی ہوں وہ مجھ سے نہیں بچ سکے گا۔"

عنبر سوچتا ہوا بولا:

"جہاز میں سینکڑوں مسافر ہیں۔ کیسے پتہ چلے گا کہ چور کون ہے اور ــــ"

الفاظ ابھی عنبر کے منہ ہی میں تھے کہ زور دار دھماکہ ہوا اور جہاز بڑی طرح ڈولا۔ عنبر بستر سے اچھل کر فرش پر آ گرا

اور چلایا:

"ماریا بہن - جہاز پر کوئی آفت آ گئی ہے جلدی سے اوپر عرشے پر چلی جاؤ۔ میں بھی آتا ہوں۔"

ماریا اور عنبر عرشے پر آ گئے۔ جہاز پر قیامت کا سا سماں تھا۔ عورتیں اور بچے بڑی طرح چیخ و پکار کر رہے تھے۔ عرشے پر آتے ہی عنبر کو جو منظر نظر آیا اسے دیکھ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ جہاز کو خونی وہیل مچھلیوں نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ ان کے ساتھ منارہ مچھلیاں بھی تھیں۔

جہاز کے کپتان نے توپچیوں کو حکم دیا کہ مچھلیوں پر گولہ باری کی جائے۔ ڈرتے ہوئے توپچی جلدی جلدی توپوں میں گولے بھرنے لگے۔

عنبر ان وہیل مچھلیوں کے بارے میں کافی جانتا تھا۔ یہ مچھلیاں جسامت میں کئی ہاتھیوں کے برابر ہوتی ہیں اور انسان کو زندہ نگل جاتی ہیں۔ وہیل مچھلی کی عمر ۵۰۰ سال تک ہوتی ہے۔ اس کے دانت دو دو گز تک لمبے ہوتے ہیں۔ وہیل مچھلیوں کے ساتھ منارہ مچھلیاں بھی تھیں۔ منارہ مچھلی سمندر میں کسی مینار کی طرح سیدھی کھڑی ہو کر جہاز پر گرتی ہے اور اس کے ٹکڑے اڑا دیتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔

عنبر نے کہا:

"ماریا بہن — اب اس جہاز کو تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ تم فضا میں تیرتی ہوئی نکل جاؤ۔ جہاز اب تباہ ہونے ہی والا ہے۔"

عنبر نے یہ کہا ہی تھا کہ ایک وہیل مچھلی نے پوری طاقت سے جہاز کو ٹکر ماری۔ دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ جہاز تنکے کی طرح ڈول گیا۔ ایک بڑا ستون ٹوٹ کر نیچے آ رہا تھا۔ اسی وقت ایک منارہ مچھلی سمندر میں سیدھی کھڑی ہونے لگی۔ اس دوران توپوں میں گولے بھرے جا چکے تھے۔ توپچیوں نے گولے پھینکنے شروع کر دیئے۔ کئی گولے منارہ مچھلی کو لگے مگر وہ اور بھی بپھر گئی۔ منارہ مچھلی نے دم کے بل مینار کی طرح کھڑے ہو کر خود کو جہاز پر گرا دیا۔ زبردست تڑاخا ہوا جہاز درمیان سے ٹوٹ گیا۔ زخمیوں اور مرتے ہوئے انسانوں کی چیخ و پکار نے زمین آسمان ایک کر دیا۔ توپچی، توپوں کے نیچے دب کر مارے گئے۔

عنبر چلایا:

"ماریا بہن — تم جا چکی ہو نا؟"

کوئی جواب نہ ملا۔ عنبر سمجھ گیا کہ ماریا چلی گئی ہے۔ سمندر بھی بپھر چکا تھا۔ رات کی تاریکی میں یوں لگ رہا تھا۔ جیسے دوزخ کی ساری بلائیں کوئی ہیبت ناک ناچ ناچ رہی ہیں۔ جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ بے شمار مسافر سمندر میں گر گئے تھے۔ وہ بچنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے مدد کے لیے چیخ رہے تھے مگر ان کی مدد کون کرتا۔ خونخوار مچھلیاں بڑی تیزی سے انہیں نگلتی جا رہی تھیں۔

جہاز بڑی تیزی سے ڈوب رہا تھا۔ اسی وقت تیز بارش شروع ہو گئی بجلی کڑک دار اور دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ چمکنے لگی۔ غضب ناک سمندری لہریں اور بپھری ہوئی مچھلیاں — رات کی پُر ہول سیاہی میں موت کا دیوتا قہقہے لگا رہا تھا۔ زندگی کا خوفناک کھیل جاری تھا۔

عنبر ایک ستون سے چمٹا ہوا تھا۔ ساتھ والے ستون سے حبشی مولر چمٹا ہوا تھا۔ بجلی زور سے چمکی تو حبشی مولر نے عنبر کو دیکھ لیا۔ مولر کے تو ہوش اڑ گئے۔ وہ تو اپنی طرف سے عنبر کو ہلاک کر چکا تھا۔ اسی وقت ایک زبردست لہر نے جہاز کے اس حصے کو ہلا دیا۔ گھبراہٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں مولر کے ہاتھ سے ستون نکل گیا ۔ اس کے حلق سے دلخراش چیخ نکلی اور وہ کسی تنکے کی طرح اڑتا ہوا ایک وہیل مچھلی کے کھلے منہ میں گم ہو گیا ۔ جہاز کا یہ حصہ اب لمحہ بہ لمحہ پانی میں ڈوبتا جا رہا تھا کہ ایک وہیل مچھلی نے زور دار ٹکر ماری ۔ ٹکر اس قدر زبردست تھی کہ جہاز کا یہ ڈوبتا حصہ ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا ۔ عنبر بھی فضا میں اچھل گیا تھا اور اب تیزی سے نیچے وہیل مچھلی کے کھلے ہوئے منہ کی طرف جا رہا تھا ۔

وہیل مچھلی کا غار جیسا منہ کھلا تھا ۔ لمبے لمبے نوکیلے دانت چمک رہے تھے ۔ غڑاپ سے عنبر وہیل مچھلی کے کھلے منہ میں جا گرا ۔ مچھلی کے منہ میں جاتے ہی عنبر کو یوں لگا جیسے وہ نرم گدیلے ایسی پھسلن والی سڑک پر لڑھکتا جا رہا ہے ۔ جلد ہی اس سفر کا اختتام ہو گیا اور عنبر ایک دھماکے سے تاریک کنویں میں گر گیا ۔

یہ کنواں درحقیقت وہیل مچھلی کا معدہ تھا ۔ جس میں پہلے سے کئی انسان موجود تھے جن کے جسموں سے گوشت پوست مچھلی کے معدے کے تیزابوں نے ہضم کر دیا تھا اور اب ہڈیاں بھی تیزی سے گلتی جا رہی تھیں ۔ یہاں اس قدر بدبو تھی کہ عنبر کا دماغ پھٹا جا رہا تھا ۔

اس کا پورا جسم لیس دار مادے میں لتھڑ گیا تھا ۔

سخت اندھیرا تھا مگر عنبر کی تیز غیر معمولی آنکھیں اندھیرے میں ہر شے دیکھ سکتی تھیں ۔ اس کی ساری تاریکی طاقتیں ابھر آئی تھیں ۔ مچھلی کے معدے کے تیز تیزاب عنبر پر کوئی اثر نہ کر سکتے تھے ۔ عنبر سیدھا کھڑا ہو گیا ۔ اس کے پاؤں ٹخنوں تک معدے کے گوشت میں دھنسے ہوئے تھے ۔

عنبر نے خنجر نکال لیا اور دونوں ہاتھوں میں تھام کر مچھلی کے معدے کے گوشت میں داخل کیا ۔ پھر خنجر اس طرح گوشت میں گھومنے لگا جیسے خربوزے میں چھری گھومتی ہے ۔

گاڑھا سرخ خون دھارے کی شکل میں بہنے لگا ۔ عنبر کا جسم خون سے نہا گیا مگر وہ بدستور اپنے کام میں لگا رہا ۔ مچھلی کو جب معدے میں درد ہوا تو وہ بڑی طرح تڑپنے اور اچھلنے لگی ۔ اس کا غار جیسا منہ بار بار کھلنے اور بند ہونے لگا ۔ مچھلی کو کیا پتہ تھا کہ اس نے کس مصیبت کو نگل لیا ہے ۔ عنبر بار بار پھسل کر گر پڑتا مگر پھر اٹھ کر خنجر گھمانے لگتا ۔

مچھلی کی جان عذاب میں آئی ہوئی تھی وہ درد سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ترپتی سمندر میں پوری رفتار سے تیرتی جا رہی تھی۔ تنگ
آکر مچھلی نے معدے کو سکیڑا اور سب کچھ منہ کے
راستے اگل دیا۔ عنبر بھی باہر نکل آیا۔ کھلے سمندر میں آتے
ہی عنبر نے سکون کی سانس لی اور تیرتا ہوا اوپر
آنے لگا۔

عنبر کو قدرت نے یہ صلاحیت دے رکھی تھی کہ
پانی میں گرتے ہی اس کے ناک کی جھلی بند ہو جاتی
تھی اور پانی پھیپھڑوں میں نہیں جا سکتا تھا اور وہ پانی
میں ڈوبا ہونے کے باوجود ٹھیک رہتا تھا۔ تیرتا ہوا عنبر
سمندر کی سطح پر آ گیا۔ مچھلی عنبر کو جہاز کے ڈوبنے کے
مقام سے نجانے کتنا دور لے آئی تھی۔ یہاں سمندر
پُرسکون تھا۔ ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ عنبر لہروں
کے ساتھ بہتا چلا جا رہا تھا۔

رات ختم ہو گئی۔ دن چڑھ آیا۔ لہروں پر سفر کرتا
عنبر ایک جزیرے تک پہنچ گیا۔ جزیرے پر پہنچ کر عنبر
نے اطمینان کی سانس لی۔ ساحل سنسان پڑا تھا۔ کچھ
فاصلے پر گھنے درختوں کا ایک طویل سلسلہ چلا گیا تھا
اور انہی درختوں کے پاس گھاس پھونس کی ایک جھونپڑی
بنی ہوئی تھی۔

عنبر کو کچھ پتہ نہ تھا کہ یہ جزیرہ کون سا ہے مگر وہ
ویرانے میں جھونپڑی دیکھ کر بڑا حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ اس
ویرانے میں کون رہتا ہو گا۔ عنبر جھونپڑی کی طرف بڑھا۔ جھونپڑی
کا دروازہ بند تھا۔ عنبر نے دروازہ کھٹکھٹانے کے لیے ہاتھ اٹھایا
ہی تھا کہ جھونپڑی کے اندر سے ایک آواز آئی:

"آ جا اے لافانی انسان۔ میں تیرا دو برس سے انتظار کر
رہا ہوں۔ اس ویرانے میں تیری راہ دیکھ رہا ہوں۔ میرے علم نے
مجھے بتایا تھا کہ تو آئے گا اور تو آ گیا ہے۔ میرا علم سچا ہے
اس نے مجھے کبھی دھوکہ نہیں دیا۔ جھونپڑی میں آ جا۔ آ جا۔"

عنبر ٹھٹھک گیا۔ اندر سے دوبارہ آواز آئی:

"اے دنیا کے سب سے انوکھے انسان۔ تو ہمارا نجات دہندہ
بن کر آیا ہے۔ ہماری مشکلیں دور کرنے آیا ہے۔ میرے علم نے
بتایا تھا کہ تو سمندر سے اُبھرے گا۔

"آہ! آج وہ دن آ گیا ہے جس کا مجھے دو برس سے انتظار
تھا آ جا۔ جھونپڑی میں آ جا۔"

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عفریت محل

عنبر جھونپڑی میں داخل ہوگیا۔

جھونپڑی میں ایک ٹوٹی پھوٹی چارپائی پڑی تھی جس پر ایک بے حد بوڑھا شخص لیٹا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر جھریوں کا ایک جال سا بچھا ہوا تھا۔ سر، پلکوں اور بھنوؤں کے بال جھڑ چکے تھے۔ چہرے کے نقوش مسخ ہو گئے تھے۔ وہ ایک ایسی لاش کی مانند نظر آ رہا تھا جو گلنے سڑنے کی بجائے اکڑ گئی ہو۔

عنبر کو دیکھ کر بوڑھے کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔ اس کا پوپلا منہ ہلا اور آواز نکلی:

"خوش آمدید۔ تم آ گئے ہو اب میں سکون سے مر سکوں گا۔ اب "عفریت محل" تباہ ہو جائے گا۔"

عنبر کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا وہ بولا:

"اے بزرگ تم کون ہو اور کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کون سا جزیرہ ہے؟"

بوڑھا زور سے ہنسا اس نے کہا:

"میں پیڈرڈ ہوں۔ ایک ستارہ شناس اور میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہارا نام عنبر ہے۔"

عنبر بھونچکا رہ گیا۔

بوڑھا کہہ رہا تھا:

"تم پانچ ہزار سال سے زندہ ہو اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کر چکے ہو۔ موت تم سے بھاگتی ہے۔ کسی ہتھیار کا تمہارے جسم پر اثر نہیں ہوتا۔ تم اتنی طاقتیں رکھنے کے باوجود مغرور نہیں ہو، مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہو۔"

عنبر بڑی حیرانی سے بوڑھے پیڈرڈ کی باتیں سن رہا تھا بوڑھا اٹھا۔ اس نے چارپائی کے نیچے سے لوہے کا ایک صندوقچہ نکالا جس پر گرد جمی ہوئی تھی۔ بوڑھے نے صندوقچہ کھولا اور چمڑے کا ایک لمبا ٹکڑا نکالا جس پر سفید رنگ کی عجیب سی سیاہی سے عبارت لکھی ہوئی تھی بوڑھے نے ٹکڑا عنبر کی طرف بڑھایا اور بولا:

"اسے پڑھو۔ لو عنبر۔"

عنبر نے عبارت پڑھنا شروع کی لکھا تھا:

"میرا نام پیڈرڈ ہے۔ میں سلطنت نائیلہ کے شہنشاہ پیلا طوس کا شاہی نجومی ہوں۔ سلطنت نائیلہ پر ان دنوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خونی بلا مسلط ہے ۔ یہ بلا اصل میں چمگادڑ ہے مگر انسان
کا روپ دھار کر ہر روز شہر سے ایک شخص اُٹھا لے
جاتی ہے اور دوسرے روز اس کی لاش ملتی ہے اور وہ
بھی اس حالت میں کہ اس کے جسم میں خون کا ایک
قطرہ نہیں ہوتا ۔ یہ خون خوار عفریت انسانی خون
پیتی ہے ۔

شہنشاہ پیلا طوس نے اس سے نجات حاصل کرنے
کی بڑی کوشش کی مگر اسے ناکامی ہوئی ۔ یہ چمگادڑ بلا
شہر سے باہر واقع پرانے قبرستان کے پاس محل میں رہتی
ہے جسے "عفریت محل" کہا جاتا ہے ۔

ایک شہنشاہ نے مجھ سے پوچھا :

"اے عظیم نجومی پیڈرڈ ۔۔۔ بتا اس خونی بلا سے ہمیں
کب نجات ملے گی ؟"

سو میں نے حساب لگایا اور بتایا :

"اے عظیم شہنشاہ ۔۔۔ ایک اجنبی ہماری مدد کو آئے
گا ۔ وہ سمندر سے اُبھرے گا ۔ اس پر موت حرام ہے ۔
آگ اسے جلا نہیں سکتی ۔ پانی اسے ڈبونے سے قاصر
ہے ۔ وہی اس خونی عفریت کو مار سکے گا ۔"

تب شہنشاہ نے خوش ہو کر پوچھا :

"جلدی بتا اے پیڈرڈ ۔ وہ اجنبی کب آئے گا ؟"

سو میں نے حساب لگایا اور کہا :

"وہ آئے گا ۔ مگر کئی چاند گزرنے کے بعد ۔ وہ ضرور
آئے گا اور ہماری مدد کرے گا ۔"

تب شہنشاہ نے حکم دیا :

"اے پیڈرڈ تو سمندر کے کنارے چلا جا ۔ اور اس
کا انتظار کر ۔ میرے سپاہی ہر روز تجھ سے اجنبی کا
پوچھنے آئیں گے ۔ میں جانتا ہوں تیرا علم سچا ہے تو
جھوٹ نہیں کہتا ہے ۔"

عنبر نے پوری عبارت پڑھنے کے بعد بوڑھے کی طرف
دیکھا اور بولا :

"تیرا علم واقعی سچا ہے ۔ میں تمہاری مدد کروں گا ۔"
بوڑھا خوش ہو گیا ۔

عنبر نے کہا :

"اے بزرگ ۔۔۔ میرے دو ساتھی ہیں ایک کا نام
ناگ ہے اور دوسری میری بہن ماریا ہے ۔ تمہارا حساب
اس بارے میں کیا بتا سکتا ہے ؟"

بوڑھے نے صندوقچے سے سلیٹ نکالی اور ایک
پتھر سے اس پر لکیریں ڈالنے لگا پھر وہ ایک دم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چونک پڑا۔ ایک نظر عنبر پر ڈالی اور سلیٹ کو گھورنے
لگا پھر وہ بولا:
"اے عنبر — تیرے ساتھی بھی تیری طرح انوکھے ہیں۔
ماریا — تیری بہن کسی کو نظر نہیں آ سکتی۔ ناگ تیرا بھائی
— جو اصل میں سانپ ہے جو ہر روپ دھار سکتا
ہے۔ آہ ٹھہرو — یہ ستارے کیا بتا رہے ہیں —
ارے ناگ کسی مصیبت کا شکار ہے۔ اوہ۔ وہ مر چکا
ہے اس کی لاش سمندر کے پانیوں میں ہے۔"
عنبر جلدی سے بولا:
"اے بزرگ۔ کیا تو بتا سکتا ہے میرے بھائی ناگ
کی لاش سمندر میں کس جگہ ہے؟"
پیڈرڈ نے نفی میں سر ہلایا اور بولا:
"مجھے افسوس ہے۔ میرا علم اتنا وسیع نہیں ہے۔ اس
بارے میں میرا علم خاموش ہے۔"
عنبر سر ہلا کر رہ گیا اس نے دل میں اللہ تعالیٰ سے
دعا مانگی کہ ناگ کسی طرح ہمالیہ پہاڑ پر موجود ناگ
مندر کے تالاب میں پہنچ جائے اور پھر سے زندہ ہو جائے۔
اسی شام شہنشاہ پیلا طوس کے پاس آئے۔ عنبر اور
بوڑھا پیڈرڈ ان کے ہمراہ گھوڑوں پر بیٹھ کر چل دیئے۔

جنگل کے اس پار پہاڑوں کے دامن میں ایک خوبصورت
بستی تھی۔ بازار کھلے تھے رونق تھی مگر عنبر نے نوٹ کیا کہ
سب لوگ خوف زدہ ہیں۔ گھبرائے ہوئے ہیں۔
سپاہی ان دونوں کو لیے شہنشاہ پیلا طوس کے محل میں
آگئے۔ پیلا طوس کا دربار لگا ہوا تھا۔ مگرمچھ کی چربی سے
بنی مشعلیں روشن تھیں۔ عنبر کو دیکھتے ہی پیلاطوس تخت
سے اُٹھ کھڑا ہوا۔
پیڈرڈ نے کہا:
"اے شہنشاہ اعظم — جس اجنبی کے آنے کی اطلاع
میں نے تجھے دی تھی وہ آگیا ہے۔"
پیلاطوس کے سامنے ۱۲ برس کا دبلا پتلا نوجوان مصری
لڑکا کھڑا تھا۔
وہ حیرت سے بولا:
"اے پیڈرڈ — میں مانتا ہوں تیرا علم سچا ہے مگر یہ
لڑکا — یہ خونی عفریتوں کا مقابلہ کرے گا؟"
سارے درباری ہنسنے لگے۔ عنبر کو غصہ آ گیا۔ اس نے
دربار میں ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ دربار کے ایک
کونے میں منوں وزنی سنگِ مرمر کی سل پڑی تھی جس
میں کیلیں ٹھکی ہوئی تھیں اور مختلف ہتھیار لٹکائے گئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے۔ عنبر کچھ بولے بغیر اس سل کی طرف بڑھ گیا۔
گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عنبر نے سل کو کناروں سے
تھام لیا۔ سارے درباری اور پیلاطوس بڑی دلچسپی سے
عنبر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عنبر نے اپنی صدیوں کی
تاریخی قوت استعمال کی اور سل اٹھا کر سر سے بلند کر
لی۔ درباریوں کے منہ سے حیرت بھری چیخیں نکل گئیں۔

عنبر بولا:

"اب تو تمہیں یقین آگیا ہوگا؟"

پیلاطوس نے کہا:

"مجھ سے غلطی ہوئی اے نوجوان۔ پیڈرڈ سچا ہے۔"

عنبر نے سل واپس رکھ دی۔ پیلاطوس نے اسے تخت
پر اپنے برابر بٹھایا اور باتیں کرنے لگا۔ پیلاطوس نے بتایا
کہ روزانہ کی طرح آج بھی ایک آدمی کو قبرستان بھیجا جائے
گا تاکہ خونی عفریت اپنی پیاس بجھا سکے۔

عنبر بولا:

"فکر مت کرو۔ اس چمگادڑ کا آخری وقت آگیا ہے۔ آج
قبرستان میں مَیں جاؤں گا۔"

رات ذرا گہری ہوئی تو عنبر گھوڑے پر سوار ہو کر قبرستان
کی طرف چل دیا۔ ہر طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس

سناٹے میں گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز ایسے لگتی تھی جیسے
ڈھول پر ضرب لگائی جا رہی ہو۔ رات ویران اور پُرہول
تھی۔ جونہی عنبر قبرستان کے پاس پہنچا۔ گھوڑا خوف سے ہنہنانے
لگا۔ عنبر گھوڑے سے اُتر آیا اور قبرستان میں داخل
ہو گیا۔

ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔ زرد چاندنی درختوں کے پتوں
سے چھن کر قبروں تک پہنچ رہی تھی۔ یہ درخت بھی
بڑے عجیب تھے یوں لگتا تھا جیسے مردے قبروں سے نکل
کر کھڑے ہیں۔ چاندنی میں دور سے عفریت محل کا ہیولا
سا نظر آ رہا تھا جیسے کوئی جن بوتل سے آزاد ہو کر اکڑوں
بیٹھا ہوا ہو۔

قبرستان میں ویرانی اور وحشت برس رہی تھی۔ بڑی بڑی
کانٹے دار جھاڑیاں ہر قبر پر اُگی ہوئی تھیں۔ اور ان کے سائے
بڑے خوف ناک لگ رہے تھے۔ اسی وقت الّو کی ہولناک
آواز گونجی جس سے ماحول مزید ڈراؤنا ہو گیا ساتھ ہی دُور سے
کسی گیدڑ کے رونے کی آواز سنائی دی۔

عنبر ادھر اُدھر دیکھتا عفریت محل کی طرف بڑھتا جا رہا
تھا۔ عفریت محل گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ خوف کی
فضا ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھی۔ کبھی کبھی ہوا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا تیز جھونکا آتا تو درختوں اور جھاڑیوں میں سرسراہٹ سے
قبرستان کی خموشی ٹوٹ جاتی۔ عنبر کالے پتھر سے بنے عفریت
محل کے دروازے پر پہنچ گیا دروازہ بند تھا۔ عنبر نے زور
سے دھکا دیا تو بھیانک چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھلتا چلا
گیا۔ ساتھ ہی ایک بہت بڑی چمگادڑ چیختی ہوئی باہر نکلی۔
چمگادڑ کے پر پھڑ پھڑانے سے ٹیک ٹیک کی بڑی خوفناک
آواز پیدا ہو رہی تھی۔ وہ عنبر کے سر کے اوپر اُڑنے لگی۔
عنبر نے اتنی بڑی چمگادڑ پہلے کبھی نہ دیکھی تھی چمگادڑ کی
سرخ سرخ ڈراؤنی آنکھیں اور پنجے نوکیلے تھے۔ چمگادڑ کی
پھڑپھڑاہٹ سے ماحول کی ہولناکی میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔
چمگادڑ کچھ دیر عنبر کے سر پر چکر کھاتی رہی پھر فضا
میں بلند ہو کر ایک طرف گم ہو گئی۔ عنبر محل میں داخل
ہو گیا۔ سامنے ہی ایک چمگادڑ کا مجسمہ تھا۔ کالے پتھر سے
بنے اس مجسمے کا منہ کھلا تھا۔ اور لمبی سرخ زبان باہر کو
لٹکی ہوئی تھی۔ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ایسے لگتا تھا کہ جیسے
کوئی زندہ چمگادڑ حملے کے لیے پر تول رہی ہے۔
عنبر مجسمے کے پاس سے گزرتا ہوا عفریت محل کے ہال
میں داخل ہو گیا۔ ہال میں زرد رنگ کی روشنی پھیلی ہوئی
تھی۔ کئی انسانی ڈھانچے دیواروں سے لگے ہوئے تھے۔ ڈھانچوں

کی سفید سفید چمکتی ہڈیاں۔ اُف۔ بڑا ڈراؤنا منظر تھا۔ ہال
کے درمیان سے سیڑھیاں اوپر کو جا رہی تھیں۔
عنبر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر جانے لگا۔ یہاں ایک لمبی
راہداری تھی جس کے اختتام پر ایک کمرہ تھا۔ اس سے
کمرے نیلے رنگ کی روشنی باہر آ رہی تھی۔ عنبر کمرے میں
داخل ہو گیا۔
کمرے کے درمیان میں کالے چمک دار پتھر سے بنا
تابوت پڑا تھا۔ تابوت کے ارد گرد مختلف جانوروں کے
مجسمے پڑے تھے۔ بڑا مگرمچھ اپنا منہ کھولے بیٹھا تھا۔ کئی
فٹ لمبا دھاری دار شیر اس انداز میں جھپٹ رہا تھا۔
جیسے کمرے میں داخل ہونے والے ہر انسان کو ہڑپ کر
جائے گا۔ کالے رنگ کے چمکیلے پتھر سے بنے یہ مجسمے
دیکھ کر خوف طاری ہوتا تھا۔ نیلی روشنی میں ماحول بڑا
پُر اسرار لگ رہا تھا۔
اسی وقت زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ تابوت کا
ڈھکن اٹھ گیا۔ عنبر جلدی سے شیر کے مجسمے کی اوٹ
میں ہو گیا۔ اس نے دیکھا۔ تابوت کے کنارے پر لمبے
نوکیلے اور تیز ناخنوں والا ایک ہاتھ نمودار ہوا جس
پر بڑے بڑے کالے بال اُگے ہوئے تھے پھر عجیب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مخلوق اُٹھ بیٹھی۔

اس ہیبت ناک مخلوق کو دیکھ کر ایک بار تو عنبر کو بھی جھرجھری آ گئی۔ بھیانک شکل، لمبوترا چہرہ، باہر کو لٹکی ہوئی سرخ زبان۔ ناک کی جگہ ایک گڑھا، انگاروں کی طرح دہکتی آنکھیں اور ہونٹوں سے باہر نکلے لمبے دانت جن پر خون لگا ہوا تھا۔

اس بھیانک عفریت کے شانوں پر چمگادڑ کی طرح دو بڑے بڑے لگے ہوئے تھے، جو آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ یہ انسان نما چمگادڑ تابوت سے باہر نکل آئی۔ اس کے پیر بھی پنجوں کی طرح تھے اور پیچھے کو مڑے ہوئے تھے۔

انسان نما چمگادڑ تابوت سے نکل کر دروازے کی طرف بڑھی۔ عنبر اس کے پیچھے چل پڑا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ عفریت کہاں جا رہی ہے۔ انسان نما چمگادڑ سیڑھیاں اتر کر محل سے باہر قبرستان میں آ گئی۔ اور ایک طرف بڑھنے لگی۔ عنبر درختوں کے پیچھے چھپتا ہوا اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

قبرستان کا سناٹا مزید ہیبت ناک ہو گیا تھا۔ ٹیڑھے میڑھے درختوں کے پتے اس طرح لٹکے ہوئے تھے جیسے خوفزدہ ہوں۔ عنبر نے دیکھا کہ انسان نما چمگادڑ جس قبر کے پاس

ے گزرتی ہے اس میں سے گہری سانس لینے کی آواز آتی ہے ڈ کا سیاہ لبادہ لہرا رہا تھا۔

انسان نما چمگادڑ ایک قبر کے سرہانے رک گئی۔ اس نے اپنے لمبے ناخنوں سے اپنے بازو پر گہری خراشیں ڈالیں اور اس کا کالا لہو دھار کی شکل میں قبر پر گرنے لگا۔ عنبر کچھ فاصلے پر ایک درخت کے پیچھے چھپا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ چاند کی پھیکی پھیکی زرد روشنی درختوں کے پتوں سے چھن کر قبر پر پڑ رہی تھی۔ ایک قبر کی مٹی تھرتھرائی اور قبر درمیان سے شق ہو گئی۔

انسان نما چمگادڑ نے دونوں ہاتھ سینے پر مار کر دل ہلا دینے والی چیخ ماری۔ چیخ ایسی ڈراؤنی تھی کہ ایک بار تو عنبر ایسے بہادر کا دل بھی دہل گیا۔ قبرستان میں جیسے بھونچال آ گیا۔ الو اور گیدڑ اپنی منحوس آوازوں میں رونے لگے۔

قبر میں ایک مریل سی بوڑھی کی لاش تھی۔ چمگادڑ کا سیاہ خون اب اس بڑھیا کے جسم پر گر رہا تھا۔ بڑھیا کی مری چوہیا جیسی لاش سر سے پیر تک خون میں نہا گئی۔ اکڑی ہوئی مکروہ بدہیئت لاش اب بہت دہشت ناک ہو گئی تھی۔ انسان نما چمگادڑ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

پھر اس نے گھٹنوں کے بل جھک کر قبر کی طرف زور دار پھونک ماری۔ اس کے منہ سے شعلہ نکل کر لاش سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹکرایا اور لاش کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس کے زرد ڈیلے بڑی تیزی سے حلقوں میں حرکت کرنے لگے۔ اس کے دونوں ہاتھ بلند ہوئے اور قبر کی منڈیر پر جم گئے۔ لاش اٹھ بیٹھی۔

انسان نما چمگادڑ نے قہقہہ لگایا۔ ڈراؤنا قہقہہ۔ لاش کا کالا رنگ مزید کالا ہو گیا اور وہ قبر میں کھڑی ہو گئی۔!!

◎

مُردوں کی شہزادی

انسان نما چمگادڑ نے کہا:

"اے قبرستان کے مُردوں کی شہزادی بتا مجھے کب روپ بدلنے کی طاقت حاصل ہو گی۔ تمہارے کہنے کے مطابق میں دو سال سے مسلسل ہر روز ایک انسان کا خون پیتا آ رہا ہوں۔"

خوف ناک کڑکڑاہٹ کی آواز کے ساتھ لاش کا جبڑا ہلا اور خرخراتی آواز نکلی:

"بہت جلد تجھے یہ طاقت مل جائے گی تو ایک چمگادڑ تھا۔ دو سال میں تمہارا جسم انسان جیسا ہو گیا ہے۔ صرف پَر باقی رہ گئے ہیں۔ چند دن بعد تیرے یہ پر بھی خودبخود ٹوٹ جائیں گے ناک بھی نکل آئے گی۔ پھر تو جب چاہے گی انسان اور جب چاہے گی چمگادڑ بن سکے گی۔"

اچانک لاش نے گہری سانس لی۔ اس کی گردن چاروں طرف تیزی سے گھومنے لگی۔ لاش قبر میں ساکت کھڑی تھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی مگر اس کی گردن گھوم رہی تھی۔ انسان نما چمگادڑ چونک اٹھی۔ اس نے کہا:

"اے مُردوں کی شہزادی۔ کیا بات ہے؟"

لاش کے حلق سے خرخراہٹ کی آوازیں نکل رہی تھیں اس نے چیخ مار کر کہا:

"اے چمگادڑ۔۔ میں خطرے کی بُو سونگھ رہی ہوں۔ خطرہ نزدیک ہی ہے۔ یہیں کہیں ہے۔"

انسان نما چمگادڑ نے گھبرائی آواز میں کہا:

"خطرہ۔ کیسا خطرہ۔ اس قبرستان پر تمہاری حکمرانی ہے۔ کسی کی کیا مجال کہ یہاں پر بھی مار سکے۔"

لاش کی گردن بڑی تیزی سے گھوم رہی تھی پھر گردن ایک جھٹکے سے رُک گئی۔ اس کا رخ اس درخت کی طرف تھا جس کے پیچھے عنبر چھپا ہوا تھا۔ لاش کا جبڑا زور سے کڑکڑایا۔

اس نے کہا:

"اے چمگادڑ خطرہ اس درخت کے پیچھے ہے۔"

یہ کہہ کر لاش نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا۔ اس کی پانچوں انگلیوں سے نارنجی رنگ کی تیز شعاعیں نکلیں اور درخت پر پڑیں۔ ایک دھماکے سے درخت ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

عنبر اچھل کر درخت کی اوٹ سے باہر نکل آیا۔ لاش عنبر کو دیکھ کر غضب میں آ گئی اس نے چیخ کر کہا:

"اے چمگادڑ۔ اسے مار دے۔ اس کا خون پی جا۔ ہڈیاں چبا جا۔"

چمگادڑ نما انسان کا ہونٹ اوپر چڑھ گیا اور لمبے دانت پوری طرح باہر نکل آئے۔ اس نے زوردار قہقہہ لگایا اور دونوں بازو پھیلا کر عنبر کی طرف بڑھتے ہوئے بولی:

"آ۔ میرے پاس آ۔۔ میں پیاسا ہوں۔ میں پیاسا ہوں۔"

رات کی سیاہی اور پُر ہول ماحول یوں لگا جیسے قبرستان کے ہر گوشے اور ہر قبر سے "میں پیاسا ہوں" کی صدائیں آ رہی ہیں۔

عنبر اپنی جگہ بالکل چپ اور ساکت کھڑا رہا۔ انسان نما چمگادڑ فلک شگاف قہقہے لگاتی، دونوں بازو پھیلائے اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کی شکل انتہائی خوفناک ہو گئی تھی۔ قریب آتے ہی اس نے جھپٹ کر عنبر کو دبوچ لیا اور اپنے لمبے نوکیلے دانت عنبر کی گردن میں پیوست کرنا چاہے اسے یوں لگا جیسے اس نے لوہے پر دانت مارے ہوں۔ اس نے حیرت سے عنبر کی طرف دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔

انسان نما چمگادڑ نے غصے میں آ کر عنبر کو اٹھا کر پوری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طاقت سے زمین پر دے مارا۔ زبردست دھماکا ہوا۔ انسان نما چمگادڑ کا خیال تھا کہ عنبر کی ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی مگر عنبر کپڑے جھاڑتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا:

"تجھ میں یہ طاقت نہیں کہ مجھے مار سکے۔ مجھ پر موت حرام کر دی گئی ہے۔"

قبر میں کھڑی مردوں کی شہزادی نے یہ سُنا تو اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ اس نے قبر میں کئی فٹ اچھل کر ہولناک چیخ ماری اور حلق سے ڈراؤنی آواز نکال کر کہا:

"اے چمگادڑ۔ ایک طرف ہٹ جا۔ میں اسے زندہ نہ چھوڑوں گی۔ میں اسے فنا کر دوں گی۔"

لاش نے زور سے سانس لیا پھر اس کے منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکلنے لگیں۔ عنبر سمجھ گیا کہ لاش کوئی منتر پڑھ رہی ہے۔ منتر پڑھتے پڑھتے لاش نے ساتھ والی قبر پر پھونک ماری۔ زبردست گڑگڑاہٹ سے قبر کی مٹی تھرتھرائی۔ مٹی کے چند بڑے ڈھیلے لڑھکتے ہوئے گر پڑے۔

لاش نے دوسری پھونک ماری۔ قبر کی اینٹیں اور پتھر تنکوں کی طرح اُڑ گئے۔ قبر ننگی ہو گئی۔ سامنے سرخ رنگ کی لکڑی سے بنا تابوت تھا۔ لاش دونوں ہاتھ سینے پر مار کر چلائی:

"اے میرے ساتھی۔ باہر آ کر میری مدد کر۔ اس انسان کو ختم کر دے۔"

تابوت کا ڈھکن اُٹھ گیا اور ایک مردہ باہر نکلا۔ اس مردے کا گوشت کئی جگہ سے گل سڑ چکا تھا اور ہڈیوں سے لپٹا لٹک رہا تھا۔ اس کی کھوپڑی اور چہرے پر کھال بالکل نہیں تھی۔ ناک اور منہ کی جگہ سوراخ تھے مگر اس کی مردہ کھوپڑی میں دو زندہ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ بڑی بڑی کالی آنکھیں۔

رات کی سیاہی میں یہ آنکھیں مشعل کی طرح روشن نظر آ رہی تھیں۔ مردے نے کلیجہ ہلا دینے والی ہیبت ناک آواز میں کہا:

"اے مردوں کی شہزادی۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟"

لاش نے قبر میں اچھل کر چنگھاڑتی آواز میں کہا:

"اے میرے دوست مردے۔ تجھے شیطانِ اعظم کی قسم۔ اس انسان کے ٹکڑے اڑا دے اسے کچا کھا جا۔"

مردے کے منہ کے سوراخ سے شعلے نکلنے لگے۔ ہڈیاں کڑکڑانے لگیں۔ مردے کی کھوپڑی کے جبڑے میں سے ایک دہشت ناک آواز نکلی اس نے کہا:

"اے مُردوں کی ملکہ —— میں ابھی اس انسان کو ختم کر دیتا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مردہ قبر سے نکل کر عنبر کی طرف بڑھا۔ عنبر اپنی جگہ پتھر کی طرح جما کھڑا تھا۔ یہ جادو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ مردے نے قریب آکر اپنا پورا منہ کھولا۔ اور زور سے پھنکار ماری۔ آگ کا شعلہ عنبر کے جسم سے ٹکرایا مگر عنبر پر اس کا کیا اثر ہوتا۔ آگ تو اسے جلانے سے قاصر تھی۔

مردے کی زندہ آنکھوں میں حیرت ابھر آئی۔ وہ عنبر سے چمٹ گیا اور اپنے لمبے ناخنوں سے اس کے جسم پر خراشیں ڈالنے کی کوشش کرنے لگا مگر ناکام رہا۔ اب عنبر نے اچھل کر مردے کی گردن پکڑ لی اور دبائی تو مردہ چلا اٹھا:

"ہائے میں مرا۔ ارے چھوڑو مجھے۔ ہائے ہائے۔"

قبر میں کھڑی لاش کے ڈیلے تیزی سے گھومنے لگے اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیسا انسان ہے۔ عنبر نے مردے کی گردن دباتے ہوئے قہقہہ لگا کر مسخرے پن سے کہا:

"مردوں کی مہارانی جی۔ یہ مردہ صاحب تو پھنس گئے کسی اور کو بھیجیے۔"

لاش بڑے زور سے چنگھاڑی۔ اس نے دائیں طرف والی قبر پر پھونک ماری۔ ہولناک آواز کے ساتھ قبر پھٹ گئی اور ایک چڑیل باہر نکلی۔ چڑیل کے چار ہاتھ تھے۔ اس نے ہاتھ لہراتے ہوئے کہا:

"کیا حکم ہے مردوں کی شہزادی۔"

لاش نے عنبر کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"اسے مار ڈالو۔ اس کا خون پی جاؤ۔ یہ میرا دشمن ہے۔ یہ بچ کے جانے نہ پائے۔"

چڑیل قبر سے نکل کر چیخیں مارتی عنبر کی طرف لپکی۔ اس کی بھیانک چیخوں سے قبرستان میں طوفان سا آگیا۔ الو اور گیدڑ رونے لگے۔ جونہی چڑیل عنبر کے پاس آئی عنبر نے اس کی گردن بھی دبوچ لی۔ چڑیل اپنی شیطانی طاقتیں عنبر پر آزمانے لگی۔ مگر عنبر کوئی عام انسان تو تھا نہیں۔ چڑیل نے جب دیکھا کہ عنبر پر اس کا کوئی بس نہیں چلتا تو وہ دہائی مچانے لگی۔

عنبر نے قہقہہ لگایا اور بولا:

"مہارانی۔ یہ چڑیل صاحبہ بھی پھنس گئی۔ اب آپ خود آ جائیے۔"

لاش غضب ناک آواز میں چلائی:

"اے انسان۔ تو جادوگر لگتا ہے۔ مگر میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گی۔ میں دیوی کے پاس جا رہی ہوں۔ دیوی تجھے تباہ کر دے گی۔"

لاش کھڑی کھڑی قبر میں دھنسنے لگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر نے کہا:

"اسے جانے سے پہلے اپنے چیلوں کا انجام تو دیکھتی جاؤ"

عنبر نے اپنی تاریکی طاقت سے چڑیل اور مردے کے سر آپس میں ٹکرا دیئے۔ چٹاخ کی آواز سے ان کی کھوپڑیاں ٹکڑوں میں بکھر گئیں اور لاشے بکھر گئے۔ مردوں کی شہزادی لاش قبر میں غائب ہو چکی تھی۔ انسان نما چمگادڑ نے یہ دیکھا تو بھاگی مگر عنبر اسے کب جانے دیتا۔ عنبر نے اسے دبوچ لیا۔

انسان نما چمگادڑ نے چیخ ماری اور کہا:

"اے چمگادڑو۔ میری مدد کرو۔ میں مر رہا ہوں اسے مجھے بچاؤ۔ بچاؤ۔"

فضا میں کئی بڑی اور خون خوار چمگادڑیں نمودار ہو گئیں۔ وہ بڑے بڑے پر پھڑ پھڑاتی، چیخیں مارتی، عنبر کے سر پر اڑنے لگیں چمگادڑوں کی چیخیں کیا تھیں ایسا لگتا تھا کہ سینکڑوں بد روحیں رو رہی ہیں۔ ایک بڑی چمگادڑ اپنے تیز پنجے پھیلاتی ہوئی عنبر پر جھپٹی۔

اس کے نوکیلے پنجے عنبر کے منہ سے ٹکرائے۔ عنبر نے دوسرے ہاتھ سے چمگادڑ کو پکڑ کر سر سے اوپر لے جا کر دو چکر دیئے اور درخت پر دے مارا۔ چمگادڑ کے پر ٹوٹ

گئے وہ چیخیں مارتی تڑپنے لگی۔ فضا میں چکر کاٹتی چمگادڑیں جو عنبر پر حملے کے لیے پر تول رہی تھیں اوپر اٹھ گئیں۔

عنبر نے انسان نما چمگادڑ کی شہ رگ پکڑ کر باہر کھینچ لی۔ کالے خون کا فوارہ وہاں سے ابل پڑا۔ انسان نما چمگادڑ چیخیں مارتا چکر کھانے لگا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا گلا پکڑ رکھا تھا۔ جہاں سے کالا خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ اس خونی چمگادڑ کا سارا طلسم تباہ ہو گیا تھا۔ اسے اپنے سر میں دھماکے ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ اس کا جسم باہر سے سلامت تھا۔ مگر اندر سے پھٹ رہا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے چمگادڑ زمین پر گر پڑی۔ اس کے حلق سے ایسی بھیانک چیخ نکلی کہ قبرستان تھرا اٹھا یہ اس کی آخری چیخ تھی۔ انسان نما خونی چمگادڑ مر چکی تھی۔ مرتے ہی چمگادڑ کا جسم بڑی تیزی سے سکڑنے لگا۔ ہاتھ۔ پیر اور منہ بدلنے لگا۔ اور وہ اپنے اصلی روپ میں آ گئی۔ اب عنبر کے سامنے ایک کالی چمگادڑ مری پڑی تھی۔ جس کی سرخ آنکھیں باہر کو ابلی ہوئی تھیں۔

انسان نما چمگادڑ کے مرتے ہی فضا میں چکر کھاتی چمگادڑیں یوں چیخنے لگیں جیسے رو رہی ہوں۔ اپنی سردار چمگادڑ کی موت پر بین کر رہی ہوں۔ عنبر مردوں کی شہزادی لاش کی قبر کی طرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑھا۔ قبر میں ایک طرف گول سوراخ تھا۔

عنبر قبر میں اتر کر سوراخ میں داخل ہو گیا۔ اندر گہرا اندھیرا تھا۔ عنبر اپنی تیز آنکھوں سے دیکھ سکتا تھا۔ یہ ایک تنگ کچی سرنگ سی تھی۔ اس سرنگ میں مردوں کے کفن پر چھڑکے جانے والے مشک کافور کی تیز بو پھیلی ہوئی تھی۔ سرنگ بڑی پر اسرار اور خاموش تھی۔ بہادر سے بہادر انسان بھی خوف کھا جاتا۔ مگر عنبر ایک خدا پر ایمان رکھتا تھا۔ جو ساری دنیا کا مالک ہے جو انسان کو اچھے اعمال پر عزت اور بُرے اعمال پر ذلت دینے والا ہے۔

جو انسان صرف خدا سے ڈرتا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت خوفزدہ نہیں کر سکتی اور جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ ہر شیطانی طاقت سے خوف کھاتا ہے۔ عنبر نے خدا کا نام لیا اور سرنگ میں داخل ہو گیا!!

◎

خون کا غسل

سرنگ کیا تھی ایک لمبی تاریک قبر تھی۔

عنبر تیز تیز قدم اُٹھاتا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ اُدھر مردوں کی شہزادی کی لاش اپنے منتر میں مصروف تھی۔ وہ اس وقت ایک چھوٹے سے کمرے میں موجود تھی۔ کمرے میں ہلکی ہلکی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سامنے چبوترے پر کالے رنگ کا مجسمہ پڑا تھا۔

یہ کالی مائی کا مجسمہ تھا۔ جو شیطانی طاقتوں کی مالک تھی اس کے ایک ہاتھ میں انسانی سر اور دوسرے ہاتھ میں ترشول تھی۔ سرخ زبان آدھی سے زیادہ باہر کو لٹکی ہوئی تھی۔ مردوں کی شہزادی لاش چبوترے کے گرد چکر کھاتی تیز تیز آواز میں منتر پڑھ رہی تھی پھر وہ رُک گئی۔

اس نے چبوترے کے نیچے پڑے پٹارے کو اُٹھا کر چبوترے پر رکھا۔ پٹارے کے اندر سے خوفناک پھنکار کی آواز آئی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ پٹارے میں سانپ ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مردوں کی شہزادی لاش نے کالی مٹی سے بنا پیالہ پٹارے
کے پاس رکھا اور ہاتھ میں چھری پکڑ کر پٹارے کا ڈھکن
اُٹھا دیا۔

کالے رنگ کا لمبا سانپ پٹارے سے نکل کر جھومنے
لگا۔ مردوں کی شہزادی لاش نے اسے پکڑنے کے لیے
ہاتھ بڑھایا تو سانپ نے پھنکار کر اس کے ہاتھ پر ڈس
لیا مگر مردوں کی شہزادی پر کوئی اثر نہ ہوا اس نے
سانپ کو پھن سے پکڑ لیا اور پیالے میں ڈال کر
چھری چلا دی۔

سانپ کا خون پیالے میں جمع ہو گیا۔ مُردوں کی
شہزادی نے مردہ سانپ کو ایک طرف پھینک دیا اور
خون کا پیالہ ہاتھ میں اٹھا کر چبوترے پر چڑھ آئی اور
چیخ مار کر منتر پڑھتی ہوئی مجسمے کے گرد چکر لگانے لگی پہلا
چکر لگانے کے بعد اس نے بائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیاں
سانپ کے خون میں بھگو کر کالی مائی کے مجسمے پر چھینٹے
مارے اور دوبارہ چکر کاٹنے لگی۔

دس بار چکر کاٹ کر مردوں کی شہزادی نے خون سے بھرا
پیالہ مجسمے پر الٹ دیا۔ مجسمہ خون میں نہلا گیا۔ یہ خون کا غسل
تھا۔ مردوں کی شہزادی، ہاتھ باندھ کر مجسمے کے سامنے کھڑی

ہو گئی۔ اس کے حلق سے خرخراتی آواز نکلی۔
"اے شیطانی قوتوں کی مالکہ۔ میں تیری مدد چاہتی ہوں۔ میں
نے تیری بھینٹ چڑھا دی ہے تجھے کالے سانپ کے خون
کا غسل دے دیا ہے۔ اب میری مدد کر۔"

ایک زبردست کڑاکا ہوا۔ کمرہ لرز اٹھا۔ کالی مائی کے مجسمے
کے گرد بجلیاں سی کوندنے لگیں جو مجسمے کو چاروں طرف سے
گھیرے میں لیے ہوئی تھیں۔ کالی مائی کے منہ سے دھواں نکل
کر کمرے میں پھیلنے لگا تھا۔ مردوں کی شہزادی لاش چبوترے
پر اوندھی لیٹی تیزی سے جنتر منتر پڑھ رہی تھی۔

اسی وقت مجسمے میں حرکت پیدا ہوئی۔ کالی مائی کی سرخ
زبان تیزی سے اندر باہر آنے جانے لگی۔ اس کے ہاتھ
میں موجود انسانی سر سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔ کالی مائی
کے لبوں سے بھی تازہ خون ٹپک رہا تھا اور آنکھیں شیطانی
انداز میں چمک رہی تھیں۔

اس نے کہا:

"اٹھ اے مردوں کی شہزادی۔ بتا تو مجھ سے کیا چاہتی
ہے۔ تو میری خاص کنیز ہے میں تیری مدد کروں گی۔"

مردوں کی شہزادی لاش یہ سن کر اٹھ بیٹھی۔ اس کی آنکھیں
خوشی کے عالم میں تیزی سے حرکت کرنے لگی تھیں۔ اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈیلے کبھی بائیں طرف جاتے تو کبھی دائیں طرف اور کبھی سیدھے کالی مائی پر جم جاتے۔ وہ خوشی سے اچھل کر چنگھاڑی "کالی مائی۔ قبرستان میں ایک پر اسرار طاقت والا انسان گھس آیا ہے میں اسے مرا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں"۔

کالی مائی نے آنکھیں بند کر کے کھولیں اور بولی:

"وہ انسان اِدھر ہی آ رہا ہے۔ اسے آنے دے میں اسے بھون کر ہڑپ کر جاؤں گی"۔

ادھر عنبر چلا آ رہا تھا۔ سرنگ کی چھت اس کے سر سے ایک دو فٹ اونچی تھی۔ اس لیے وہ بڑے آرام سے چل رہا تھا۔ آگے جا کر نجانے کہاں سے سرنگ میں پانی آ گیا۔ اس پانی کا رنگ بھی عجیب تھا۔ "کالا پانی" جو ٹخنوں تک تھا۔ کچھ اور دور گیا تو کالے پتھر کی سیڑھیاں آگئیں جو اوپر کو جا رہی تھیں۔

عنبر سیڑھیاں چڑھا تو اسے سرخ رنگ کی روشنی کی دھند سی لہر نظر آنے لگی۔ روشنی کی یہ لہر سامنے سے آ رہی تھی عنبر اس طرف بڑھنے لگا حتیٰ کہ اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں کالی مائی اور مردوں کی شہزادی لاش موجود تھی۔ کالی مائی نے عنبر کو دیکھ کر قہقہہ لگایا اور اپنا ترشول فضا میں اچھال دیا۔

ترشول گھومتا ہوا عنبر کے جسم سے ٹکرایا اور ٹوٹ گیا۔ کالی مائی کے قہقہے کو بریک لگ گئے اس نے چیخ مار کر اپنے دونوں ہاتھ لہرائے۔ فضا میں ایک چمکیلی ہانڈی نمودار ہوئی جس سے شعلے نکل رہے تھے۔ ہانڈی فضا میں ناچ رہی تھی۔ اس کے ناچنے سے گھوں گھوں کی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ عنبر کی طرف بڑھی اور عنبر کے اوپر آ کر اُلٹ گئی۔ آگ کے شعلے عنبر پر گر پڑے مگر عنبر کو کچھ نہ ہوا۔

کالی مائی چیخی:

"تو بھی کوئی پر اسرار طاقت رکھتا ہے۔ لے میرے اس وار سے بچ سکتا ہے تو بچ"۔

کالی مائی نے چھت کی طرف سے منہ کر کے پھونک ماری۔ ایک شعلہ اس کے منہ سے نکل کر چھت سے ٹکرایا اور چھت سے زہریلے سانپوں کا ایک گچھا نیچے گر پڑا۔ سانپ پھنکاریں مارتے عنبر کی طرف لپکے اور اسے ڈسنے لگے۔ عنبر نے ایک ایک کر کے سارے سانپوں کی گردنیں مروڑ دیں اور بولا:

"اے شیطانی طاقت۔ مجھ پر تیرا بس نہ چلے گا۔ اب میں تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گا"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر نے آگے بڑھ کر کالی مائی پر حملہ کر دیا۔ عنبر نے پوری طاقت سے کالی مائی کے سر پر مکا مارا۔ کالی مائی فوراً پتھر کا مجسمہ بن گئی۔ عنبر نے مجسمے کو اٹھا کر دیوار سے دے مارا۔ زور دار دھماکے سے مجسمہ سیکڑوں ٹکڑوں میں بکھر گیا۔

مردوں کی شہزادی لاش کا جبڑا تین بار کڑ کڑایا۔ وہ دروازے کی طرف دوڑی۔ عنبر نے چھلانگ لگا کر اسے قابو کر لیا اور اس کی گردن دبانے لگا۔ مردوں کی شہزادی لاش تڑپنے لگی۔ اس کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی اور وہ مر گئی۔

مرتے ہی اس کا جسم بھر بھری مٹی کی طرح زمین پر بکھر گیا۔ زبردست دھماکے سے سرنگ بیٹھ گئی۔ کمرے کی چھت گر پڑی۔ عنبر ملبے تلے دب گیا مگر فوراً ہی اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بیلچے کا کام لیتے ہوئے ملبہ ہٹایا اور باہر نکل آیا۔

عنبر اب قبرستان میں کھڑا تھا۔ اس شیطانی قبرستان کا طلسم ختم ہو چکا تھا۔ ساری قبریں پھٹ چکی تھیں اور ان میں مردے کھڑے تھے۔ عنبر نزدیکی قبر کی طرف بڑھا۔ عنبر کے قبر کے پاس پہنچتے ہی مردے کا جسم تڑخ گیا اور وہ خود بخود بھرنے لگا۔ اور وہ بھر بھری مٹی کا ڈھیر بن گیا۔ سب مردوں کا یہی انجام ہوا۔

عنبر عفریت محل کی جانب بڑھا۔ اس نے دیکھا محل میں موجود مردوں کے ڈھانچے، تابوت اور دوسرے مجسمے ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں اور محل میں جا بجا مکڑی کے جالے لگے ہوئے ہیں۔ مردوں کی شہزادی لاش اور انسان نما چمگادڑ کی موت کے بعد یہاں کا طلسم بھی ختم ہو گیا تھا۔

قبرستان کے درختوں کی لٹکتی شاخیں بھی اب اپنی اصلی حالت میں آ چکی تھیں۔ عنبر قبرستان کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ قبرستان کی فضا میں چھائی ہولناکی ختم ہو چکی تھی اب نہ تو الو اپنی منحوس آواز میں چیخ رہے تھے اور نہ گیدڑ رو رہے تھے۔

عنبر قبرستان سے نکل آیا اور بستی کی طرف چل دیا۔ اس کا گھوڑا تو واپس بھاگ گیا تھا۔ اس لیے عنبر پیدل ہی جا رہا تھا۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ماریا کا حال معلوم کیا جائے۔ یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ سمندر میں جب وہیل مچھلیوں نے جہاز پر حملہ کیا تھا تو عنبر نے ماریا کو چلے جانے کا کہا تھا۔ ماریا میں یہ طاقت تھی کہ وہ —— اُڑ سکتی تھی۔

ماریا نے جہاز کے مستول پر چڑھ کر چھلانگ لگائی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فضا میں اڑتی ہوئی خطرے سے باہر نکل آئی۔ پھر جونہی
اس کے قدم سمندر کے پانی سے ٹکرائے ماریا نے دوبارہ
چھلانگ لگائی اور اڑنے لگی۔ اس طرح وہ جہاز سے بہت
دور نکل آئی۔ اس نے مڑ کر جہاز کو تباہ ہوتا دیکھ
لیا تھا۔

عنبر کے بارے میں تو وہ جانتی تھی کہ موت اسے
نہیں آسکتی مگر ناگ کی فکر اسے کھائے جا رہی تھی۔
اس کی لاش گم ہو چکی تھی۔ ماریا اپنی خیالوں میں گم تھی
کہ اسے سمندر کی لہروں پہ ایک چوڑا تختہ بہتا نظر آیا
یہ اسی جہاز کا تختہ تھا جس میں عنبر اور وہ سفر کر رہے تھے
ماریا ہوا میں لمبی چھلانگ لگا کر تختے پر آ بیٹھی۔ تختہ
موجوں پر سفر کرتا آگے چلا جا رہا تھا۔ چاروں طرف
پانی ہی پانی تھا۔ ماریا کو کچھ پتہ نہ تھا کہ وہ کس طرف
جا رہی ہے۔

ساری رات تختہ لہروں پر سفر کرتا رہا۔ صبح ہوئی تو
ماریا کو دور ایک لکیر سی نظر آئی اور ساتھ ہی فضا میں
آبی پرندے اڑتے دکھائی دیئے۔ ماریا سمجھ گئی کہ زمین
قریب ہی ہے۔

ماریا کو دور ہی سے ماہی گیروں کی کشتیاں نظر آنے

لگیں جو ساحل کے ساتھ پھیلی ہوئی تھیں۔ صبح کا وقت
تھا۔ ماہی گیر مچھلیاں پکڑنے کے لیے جال سنبھالے کشتیوں
میں سوار ہو رہے تھے۔ تختہ بہتا ہوا ایک کشتی سے ٹکرایا اور
ماریا اچھل کر کشتی پر سوار ہو گئی۔

دھپ کی آواز سن کر جال درست کرتے ماہی گیر
نے مڑ کر دیکھا مگر ماریا اسے نظر کب آ سکتی تھی۔ ماہی گیر سمجھا
اسے وہم ہوا ہے وہ سر جھٹک کر اپنے کام میں لگ گیا۔ ماریا
بڑے مزے سے لکڑی کے اس پل پر آگئی جو خشکی تک چلا
گیا تھا۔

ماریا ان لوگوں کا لباس اور گفتگو سن کر سمجھ گئی تھی کہ وہ
ہندوستان آگئی ہے۔ یہ ہندوستان کا مشہور شہر کلکتہ تھا۔ یہ آج
کے کلکتہ سے بہت مختلف تھا نہ بلند و بالا عمارتیں تھیں اور
نہ پکی سڑکیں۔

ماریا کو تھکن محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے سوچا کسی سرائے
میں چل کر آرام کرنا چاہیے۔ ساحل سے کچھ فاصلے پر ماہی گیروں
کی جھونپڑیاں تھیں۔ کئی عورتیں باہر بیٹھی مچھلی بھون رہی تھیں
مچھلی کی خوشبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ ماریا کا دل مچھلی کھانے
کے لیے مچل اٹھا۔

ایک مچھیرن نے جونہی مچھلی تل کر تھال میں رکھی۔ ماریا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے اٹھا لی اور مزے سے کھانے لگی۔ غریب مچھیرن کو پتہ
بھی نہ چلا کہ مچھلی غائب ہو چکی ہے وہ تو جھونپڑے کی طرف
منہ کر کے کہہ رہی تھی:

"میں نے کہا جی۔ اب آ جاؤ۔ مچھلی تیار ہے ناشتہ کر کے
کام پر جاؤ۔"

جھونپڑے سے ایک مچھیرا نکلا۔ اس نے جال کندھے پر
لاد رکھا تھا۔ وہ عورت کی طرف بڑھتا ہوا بولا:

"ہے۔ اگر عورت کی زبان نہ ہوتی تو بہت اچھا ہوتا۔
ارے صبح سے شور مچا رکھا ہے۔ لا کدھر ہے مچھلی"

عورت نے تھال کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر دوسرے ہی
لمحے اس کا بڑھتا ہوا ہاتھ رک گیا۔ مچھلی تھال سے غائب
جو تھی۔ عورت نے آنکھیں مل کر دیکھا مگر معاملہ وہی رہا۔
اس عورت نے ساتھ بیٹھی مچھیرن سے کہا:

"اے کلوا کی اماں۔ ہماری مچھلی تم نے اٹھائی ہے کیا؟"

کلوا کی اماں بھی مچھلی تل رہی تھی۔
اس نے تڑ سے کہا:

"اری جا۔ منہ دھو کر آ۔ میں کاہے کو تیری مچھلی اٹھانے لگی۔
ہمارے پاس مچھلی کی کمی ہے کیا؟"

اس عورت نے کہا:

"پھر ہماری مچھلی کدھر گئی۔ ارے کون لے گیا ہے؟"

اس کے خاوند نے غصے سے کہا:

"ارے کاہے جھوٹ بولتی ہے۔ تلی ہی نہیں ہوگی۔ تجھے تو بس
شور مچانا آوے ہے۔"

ماریا پاس ہی کھڑی مزے سے مچھلی کھاتی یہ باتیں سن رہی
تھی۔ اس نے جیب سے سونے کا ایک سکہ نکال کر تھال میں
پھینکا اور بولی:

"مچھلی میں نے اٹھائی ہے۔ یہ لو اس کے پیسے۔"

اس عورت نے غیبی آواز سنی تو اسے غش آ گیا۔ کلوا کی
اماں بھوت بھوت کا شور مچاتی اپنی جھونپڑی میں جا گھسی۔

ماریا کو بڑے زور سے ہنسی آئی:

بھوت بھوت کا شور سن کر کئی مرد بھاگے آئے۔ ان میں
ایک پنڈت بڑا موٹا تھا۔ اس کا سر منڈا ہوا تھا اور ٹنڈ دھوپ
میں خوب چمک رہی تھی۔ ماتھے پر سفید لکیریں بنی ہوئی تھیں۔
اس نے کندھے سے ایک تھیلا لٹکا رکھا تھا۔ پنڈت نے آتے
ہی کڑک کر کہا:

یہ کہتے ہوئے پنڈت نے تھال میں پڑا سونے کا سکہ اٹھا
کر تھیلے میں ڈال لیا۔

مچھیرے نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مہاراج — یہ سکہ بھوت نے مجھے دیا تھا"

پنڈت گرج کر بولا:

"ارے کم بخت۔ یہ جادو کا سکہ ہے تو اپنے پاس رکھے گا تو جل کر مر جائے گا۔ میں اس کا جادو اتاروں گا"

ماریا کو اس مکار پنڈت کی چمکتی ٹنڈ پہ ایک چپت لگائی اور چڑیلوں کی سی آواز بنا کر بولی:

"ابے موئے۔ میں تیرا خون پی کر ہڈیاں چبا جاؤں گی۔ تو مجھ سے بچ نہیں سکتا ہے ہا ہا ہا ہا"

پنڈت کے سر پر ایسی کراری چپت پڑی تھی کہ اسے نانی یاد آ گئی تھی۔ وہ غصے سے بولا:

"میں ابھی تجھے جلا کر راکھ کیے دیتا ہوں"

پنڈت نے منتر پڑھتے ہوئے اپنے تھیلے سے ماش کے دانے نکال کر آگ میں پھینکے۔ ماریا نے سوچا کچھ ڈرامہ ہونا چاہیے وہ درد بھرے لہجے میں چلائی:

"ہائے میں مری۔ ارے بچاؤ۔ مہاراج مجھ سے غلطی ہوئی مجھے معاف کر دیں"

پنڈت تو بانس کی طرح اکڑ گیا۔ اس کم بخت کو کیا علم تھا کہ اب اس کی مکاریاں ختم ہونے والی ہیں۔ وہ قہقہہ لگا کر بولا:

"ارے میرے ایک ہی وار نے تجھے سیدھا کر دیا۔ میں تجھے بھسم کر کے چھوڑوں گا"

ماریا نے کہا:

"ہائے ہائے۔ مہاراج مجھ سے سونے کے سکے لے لو مگر مجھے مارو مت۔ مجھے بھسم نہ کرو"

پنڈت نے جھٹ کہا:

"نکالو سونے کے سکے۔ جلدی کرو"

ماریا نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا:

"مہاراج یہ سکہ پسند آیا ہے ابھی اور دیتی ہوں"

یہ کہہ کر ماریا نے پنڈت پر تھپڑوں کی بارش کر دی۔ پنڈت کی تو کھوپڑی پلپلی ہو گئی وہ بھاگا مگر ماریا نے اڑنگا دے کر اسے گرا لیا اور مارتی ہوئی بولی:

"نکالو سونے کا سکہ اور اس مچھیرے کو دو"

پنڈت کی جان عذاب میں آئی ہوئی تھی۔ اسے سب جنتر منتر بھول گئے تھے۔ اس نے جلدی سے تھیلے سے سکہ نکال کر مچھیرے کو دے دیا۔ ماریا نے اس کی بڑھی ہوئی توند پر مکا مارا۔ پنڈت بلبلا اٹھا وہ بولا:

"ہے۔ دیوی مجھے معاف کر دے۔ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی"

ماریا نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"چلو زمین پر ناک سے پچاس لکیریں کھینچو۔"
پنڈت فوراً بولا:
"ابھی کھینچتا ہوں دیوی۔ مگر اب مارنا نہیں۔ ہائے بڑی درد ہوتی ہے۔ ہائے رام۔"
پنڈت ناک سے زمین پر لکیریں کھینچنے لگا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا اور بہت ڈر چکا تھا۔ لکیریں کھینچنے کے بعد پنڈت ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔
ماریا نے کہا:
"چلو اب کان پکڑ کر دس ڈنڈ نکالو۔ جلدی کرو ورنہ آیا تھپڑ۔"
پنڈت نے کانپ کر کہا:
"ارے ارے۔ مارنا مت۔ ابھی کان پکڑ کر ڈنڈ نکالتا ہوں۔"
سارے مچھیرے خوش تھے۔ یہ پنڈت ان سے مال بھی ٹھگتا تھا اور رعب بھی جماتا تھا۔ آج اس کی درگت بن رہی تھی۔ ڈنڈ نکالنے کے بعد وہ ہانپتا کانپتا کھڑا ہوا تو ماریا نے اس کی توند پر مکا مار کر کہا:
"حرام مال کھا کھا کر سوّر کی طرح موٹے ہو گئے ہو۔ خبردار جو آج کے بعد کسی کو تنگ کیا۔ ورنہ میں پھر آ جاؤں گی۔ چلو بھاگ جاؤ یہاں سے۔"
پنڈت بھاگنے لگا تو اپنی دھوتی میں پاؤں پھنس جانے سے

گر گیا۔ وہ جلدی سے اٹھا۔ اس کی دھوتی گر گئی تھی مگر پنڈت اتنا ڈرا ہوا تھا۔ کہ دھوتی اٹھانا بھی بھول گیا اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔
ماریا نے مچھیروں سے کہا:
"مجھ سے خوف مت کھاؤ۔ میں ایک نیک آسمانی روح ہوں۔ تمہیں کوئی نقصان نہ ہو گا۔ اب تم اس موٹے مکار پنڈت سے ہمیشہ کے لیے نجات پا چکے ہو۔"
یہ کہہ کر ماریا آگے چل دی۔ چند گھنٹے بعد ماریا شہر میں تھی۔ بازار سجے ہوئے تھے۔ ہندو لالے دھوتیاں باندھے رام رام کرتے ادھر اُدھر آ جا رہے تھے۔ مسلمان شلوار قمیض پہنے، سروں پر ٹوپیاں رکھے گھوم رہے تھے۔ ماریا میں گھومنے لگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہلتی کھوپڑی

ماریا گھومتی ہوئی بازار سے باہر نکل آئی۔ کچھ فاصلے پر ایک مندر کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈر تھے۔ باہر کی دیواریں گر چکی تھیں۔ ماریا اس پرانے مندر کی طرف آ گئی۔

جگہ جگہ جنگلی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ پتھروں میں چھپکلیاں رینگ رہی تھیں۔ مندر ویران پڑا تھا۔ ماریا مندر میں گھومنے لگی۔ چلتے چلتے ماریا ایک ٹوٹے پھوٹے کمرے میں پہنچی جس میں فرش پر پتھروں کے ڈھیر پڑے تھے۔ اتفاق سے ماریا کا پاؤں ایک پتھر سے ٹکرا گیا۔ پتھر لڑھکتا ہوا پرے چلا گیا۔

وہاں سوراخ ہو گیا تھا۔ ماریا نے ساتھ والے پتھر ہٹائے تو ایک سرنگ سی اس کے سامنے تھی۔ ماریا نے سوچا یہ کوئی خفیہ غار ہے۔ وہ بے دھڑک غار میں داخل ہو گئی۔

غار کے اندر تھوڑی دور تک دن کی روشنی تھی۔ آگے گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا مگر ماریا تاریکی میں بھی دیکھ سکتی تھی۔ غار خاصا کھلا تھا اور اس میں نجانے کہاں سے تازہ

ہوا آ رہی تھی۔ ماریا آگے بڑھتی چلی گئی۔ آگے جا کر پتھروں کی ایک سیڑھی آ گئی۔

یہ سیڑھی خاصی نیچے تک چلی گئی تھی یہاں نمی تھی۔ کوئی آواز نہیں آ رہی تھی ہاں اندھیرا مزید گہرا ہو گیا تھا۔ اس سیڑھی کے خاتمے پر تین کمرے تھے۔ ماریا نے تینوں کمروں میں جھانکا۔ خالی پڑے تھے۔ ایک کمرے میں پڑی چارپائی اور صراحی یہ بتاتی تھی کہ یہاں کوئی رہتا رہا ہے مگر اب یہ تمام چیزیں گرد آلود تھیں۔

چھت اور دیواروں سے مکڑیوں کے جالے لٹک رہے تھے۔ اسی وقت کمرے کے طاق میں پڑا دیا خود بخود روشن ہونے لگا۔ اس کی ہلکی زرد روشنی کمرے میں پھیلتی چلی گئی۔ ماریا حیرانگی سے دیئے کو جلتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

پھر سسکی کی زور دار آواز آئی۔ ماریا نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی نہ تھا ماریا کے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اسی وقت ٹھنڈی آہ بھرنے کی آواز آئی۔ برف سے بھی زیادہ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا ماریا کے جسم سے ٹکراتا ہوا گزر گیا۔ ماریا کانپ اٹھی۔

سسکیوں کی آواز مردانہ تھی جیسے کوئی مظلوم شخص رو رہا ہو۔ اچانک دیوار کے ساتھ ایک سایہ سا ابھرنے لگا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جو لمحہ بہ لمحہ صاف ہوتا جا رہا تھا۔ پہلے اس کی پیشانی نمایاں ہوئی پھر آنکھیں، ناک، کان اور ہونٹ۔ مکمل چہرہ واضح ہو گیا۔ چہرہ بڑا غم زدہ تھا۔ آنکھوں میں آنسو تھے۔

ماریا حیرت سے اس چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ کوئی بے چین روح ہے۔ ماریا روحوں کی زبان بول اور سمجھ سکتی تھی۔

اس نے کہا:

"اے بھائی۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں تم کون ہو اور کس لیے اتنے غمگین ہو؟"

سایہ چونک گیا۔ اس نے ماریا کی طرف دیکھا اور ماریا نے محسوس کیا کہ سایہ اسے دیکھ سکتا ہے۔

سائے نے کہا:

"اے خاتون۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دے اور یہاں سے چلی جا۔ مجھے تنگ مت کر۔"

ماریا نے کہا:

"تم مجھے اپنی مشکل بتاؤ۔ ممکن ہے میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔"

سائے نے آہ بھر کر کہا:

"سننا چاہتی ہو تو سنو: میں اس شہر کے سب سے مالدار

شخص کی روح ہوں۔ میرا نام چرن داس ہے۔ یہ آج سے پورے چھ ماہ پہلے کی بات ہے جب میرا باپ فوت ہوا اور ساری جائیداد مجھے مل گئی۔

میں نوجوان تھا دولت ملی تو بڑے دوستوں کی صحبت میں پھنس گیا۔ ایک دن میں شکار کھیلنے اپنے دوستوں کے ساتھ جنگل گیا تو ہم سب راستہ بھٹک گئے اور ایک جادوگر کے پھندے میں آ گئے۔

اس جادوگر نے میرے ساتھیوں کو تو ہلاک کر دیا اور مجھے کسی خاص جادو کے لیے قید کر لیا۔ اس نے اپنے جادو سے مجھے پتھر کا مجسمہ بنا دیا۔ میں زندہ تھا مگر حرکت نہ کر سکتا تھا۔ بول نہیں سکتا تھا۔ میرے منہ کے اندر زبان لکڑی کی طرح سخت ہو گئی تھی اور حلق سوکھ گیا تھا۔

میں دیکھ سکتا تھا لیکن ڈیلے گھما نہیں سکتا تھا صرف سیدھا دیکھ سکتا تھا۔ وہ جادوگر ایک ماہ تک مجھ پر جادو کرتا رہا پھر ایک رات مجھے اس مندر میں لے آیا اور منتر پڑھ کر مجھ پر پھونکا۔ میں حرکت کرنے لگا۔ میں نے اس سے فریاد کی:

"اے جادوگر۔ مجھے چھوڑ دے۔ مجھ پر رحم کر۔"

جادوگر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمہیں چھوڑ دوں ۔ ہا ہا ہا۔ میں چار ہزار سال پرانی روح ہوں ۔ مجھے ہر دس سال بعد ایک نئے جسم میں جانا پڑتا ہے ۔ میں اپنے جادو سے انسان کی روح اس کے جسم پر قبضہ کر لیتا ہوں ۔ تم ایک خوبصورت نوجوان ہو ۔ میں نے تمہیں اسی لیے زندہ رکھا تھا۔

آج میں تمہارے جسم سے تمہاری روح نکال کر جسم پر قبضہ کر لوں گا اور ایک سال تک خاص منتر پڑھوں گا۔ جس سے ہمیشہ کے لیے تمہارا جسم میرا ہو جائے گا۔ اور میں ہمیشہ زندہ رہوں گا۔ میں تمہاری روح کو اس کمرے میں قید کر جاؤں گا۔"

سائے نے ماریا سے کہا:

"اس جادوگر نے ایسا ہی کیا۔ میرے جسم پر قبضہ کر لیا۔ اب میں یہاں قید ہوں اور وہ جنگل میں منتر پڑھ رہا ہے ہمیشہ زندہ رہنے کا منتر۔"

ماریا نے غصے سے کہا:

"اس کمینے جادوگر کو سزا ملنی چاہیے۔ اگر میں جادوگر کو ہلاک کر دوں تو کیا تمہیں تمہارا جسم مل جائے گا؟"

سائے کے چہرے پر خوشی کے آثار ابھرے اس نے کہا:

"پھر جادو ٹوٹ جائے گا مجھے میرا جسم تو نہ مل سکے گا۔

مگر روح آزاد ہو جائے گی۔ مجھے اس کمرے سے نجات مل جائے گی اور میں آسمانوں میں چلا جاؤں گا۔"

ماریا نے کہا:

"فکر مت کرو میں اس بدبخت جادوگر کو مار دوں گی۔ تم بتاؤ اس کا نام کیا ہے اور وہ جنگل میں کہاں رہتا ہے؟"

سائے نے کہا:

"اس کا نام خبیث جادوگر ہے۔ وہ جنگل کے شمالی حصے میں ایک ویران حویلی میں رہتا ہے۔"

ماریا نے سائے سے اجازت لی اور غار سے باہر نکل آئی۔ شام ہو رہی تھی۔ ماریا بازار میں آ گئی۔ بازار میں ایک دوکان کے آگے سفید رنگ کا شاندار گھوڑا کھڑا تھا وہ بار بار اپنے چمکیلے سم زمین پر مار رہا تھا۔ ماریا اُچک کر گھوڑے پر سوار ہو گئی۔

گھوڑا زور سے ہنہنایا۔ گھوڑے کی ہنہناہٹ سن کر گھوڑے کا مالک بھاگا آیا مگر گھوڑا تو ماریا کے بیٹھتے ہی غائب ہو چکا تھا اور کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ ماریا نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور دوڑاتی ہوئی بازار سے نکل آئی۔ گھوڑے کا مالک احمقوں کی طرح منہ پھاڑے کھڑا رہ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس زمانے میں سڑکیں اور بجلی کے کھمبے تو ہوتے نہیں
تھے۔ نہ ہی کاروں، موٹر سائیکلوں اور بسوں کا شور ہوتا تھا۔
ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے بارے میں تو کوئی سوچ بھی نہ
سکتا تھا یہی وجہ تھی کہ شام ہوتے ہی ہر طرف گہری خاموشی
چھا جاتی تھی اور لوگ گھروں میں دبک جاتے تھے۔

اس سناٹے میں ماریا گھوڑا دوڑاتی جنگل کی طرف چلی جا
رہی تھی۔ گھوڑا بڑی اعلیٰ نسل کا تھا اور بجلی کی سی رفتار
سے دوڑتا تھا۔ رات گہری ہونے سے پہلے ماریا جنگل پہنچ
چکی تھی۔

جنگل بڑا گھنا اور ڈراؤنا تھا۔ درختوں کی شاخیں لمبی اور
ایک دوسرے میں پھنسی ہوئی تھیں۔ زمین پر لمبی جنگلی گھاس
اور خار دار جھاڑیاں تھیں۔ چاروں طرف تاریکی کا راج تھا۔ تیز
ہوا سے جب درختوں کے پتے آپس میں ٹکراتے اور
جھاڑیاں لہراتی تو یوں لگتا جیسے سینکڑوں بھتنے قہقہے لگاتے
ناچ رہے ہیں۔

ماریا نے بعض ایسے درخت بھی دیکھے جن کے تنے
بہت بڑے تھے اور سانپ کی طرح بل کھا کر زمین پر
پھیلے ہوئے تھے۔ جنگل میں ویرانی اور خاموشی چھائی ہوئی
تھی۔ کئی جگہ درختوں کی شاخوں سے سانپ لٹکے پھنکاریں

مار رہے تھے۔

ماریا کو گھوڑا آگے بڑھانے میں بڑی مشکل پیش آ
رہی تھی کیونکہ کچے راستے پر درختوں کی شاخیں جھکی ہوئی
تھیں۔ ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔ ماریا خبیث جادو گر کی حویلی
کے قریب پہنچ گئی۔

گھوڑے کو درخت سے باندھ کر ماریا حویلی کی طرف
بڑھی۔ حویلی کا دروازہ بند تھا مگر ماریا کے لیے حویلی میں
داخل ہونا کیا معنی رکھتا تھا وہ دیوار میں سے ایک شعاع
کی طرح گزر کر حویلی میں داخل ہوگئی۔

خبیث جادو گر اس وقت اپنے خاص کمرے میں بیٹھا
منتر پڑھ رہا تھا۔ ایک بہت بڑے پیالے میں آگ کا
الاؤ روشن تھا اور شعلے ناچ رہے تھے۔ خبیث جادو گر،
نوجوان چرن داس کے جسم میں تھا، اس کے ارد گرد
سانپ کی کینچلیاں، لنگور کے دانت، الو کی مردہ آنکھیں،
چمگادڑ کا سر اور ایک انسانی کھوپڑی پڑی تھی۔

خبیث جادو گر نے چہرے پر کالی مٹی سے ایک لکیر
کھینچ رکھی تھی۔ جو اس کے ماتھے اور چہرے کو دو حصوں
میں تقسیم کرتی گردن تک آئی تھی۔ چھوٹے گھنگریالے بال
سرخ رنگ سے رنگے ہوئے تھے اور پگھلی ہوئی چربی سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سر کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے۔ وہ بار بار اپنے پاس پڑا
سفوف آگ میں ڈالتا جس سے سفید دھواں اور بدبو کمرے
میں پھیل جاتی۔

ماریا جونہی حویلی کی عمارت میں داخل ہوئی۔ خبیث جادوگر
کے پاس پڑی انسانی کھوپڑی فضا میں اُٹھ گئی اور آگ
کے پیالے کے اوپر ٹھہر گئی۔

خبیث جادوگر نے منتر پڑھنا بند کر دیا اور کھوپڑی
کی طرف دیکھا۔ کھوپڑی کا رنگ بالکل سفید تھا۔ ہڈیاں
فاسفورس کی طرح روشن دکھائی دیتی تھیں۔ کھوپڑی کی آنکھوں
کی جگہ دو گڑھے تھے جن سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں
کھوپڑی نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔

آگ کے پیالے کے اوپر ایک چکر کاٹا اور ہوا میں
ٹک گئی۔ کھوپڑی کے مردہ ہونٹوں کی ہڈیاں ہلیں:

"اے خبیث جادوگر۔ حویلی میں خوف ناک خطرہ آگیا
ہے۔ میں اسے دیکھ نہیں سکتی۔ صرف محسوس کر سکتی ہوں۔
وہ کوئی غیبی انسان ہے اور زبردست طاقت کا مالک ہے۔"

دراصل خبیث جادوگر نے حویلی کے گرد ایک حصار
کھینچ رکھا تھا اور جونہی کوئی اس حصار میں داخل ہوتا۔
جادوئی کھوپڑی کو پتہ چل جاتا تھا۔

خبیث جادوگر پریشان ہو گیا اس نے کہا:

"میں چار ہزار سال پرانا جادوگر ہوں کیا وہ مجھ سے
بھی طاقت ور ہے؟"

کھوپڑی نے کہا:

"ہاں — وہ پانچ ہزار سال سے زندہ ہے وہ ایک
عورت ہے۔ تم سے زیادہ طاقتور۔ میں اسے دیکھ نہیں
سکتی۔ صرف یہ محسوس کر سکتی ہوں کہ وہ کدھر ہے۔ وہ ادھر
ہی آ رہی ہے۔"

خبیث جادوگر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس نے
جلدی جلدی منتر پڑھ کر جادوگروں کے بادشاہ سامری
جادوگر سے مدد کی فریاد کی۔ سامری جادوگر آگیا۔ اس
کے منہ سے غزغزاہٹ سی نکلی اس نے کہا:

"میرا جادو اس غیبی عورت کو فنا نہیں کر سکتا۔ ہاں تم
میری مدد سے اسے قید کر سکتے ہو۔ اگر وہ اس قید سے
آزاد ہو بھی گئی تو اس کی زبردست طاقتیں کئی سال کے
لیے ختم ہو جائیں گی۔ وہ صرف غیبی عورت رہ جائے گی۔
وہ اس وقت تک قید رہے گی جب تک تو زندہ
رہے گا۔"

خبیث جادوگر نے اچھل کر کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے سامری۔ تو اسے قید کر دے۔"

سامری جادوگر نے اپنا سینہ پھاڑ کر ایک جادوئی گیند نکالا اور خبیث جادوگر کی طرف پھینک کر بولا:

"یہ گیند اس غیبی عورت کو مارنا۔ جونہی یہ گیند اسے لگے گا وہ شیشے کے ایک غلاف میں قید ہو جائے گی مگر یاد رکھ اگر تیرا نشانہ خطا گیا تو یہ گیند پلٹ کر تجھے لگے گا اور تو زندہ نہ بچ سکے گا۔"

خبیث جادوگر نے گھبرا کر کہا:

"اے سامری۔ میں اس عورت کو دیکھوں گا کس طرح۔ وہ تو غیبی عورت ہے۔"

سامری جادوگر نے غصے میں آکر چیخ ماری اور غرغراہٹ بھری آواز میں کہا:

"دفع ہو جا۔ یہ کام تیرا ہے میں اس معاملے میں تیری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

سامری جادوگر غائب ہو گیا۔ خبیث جادوگر نے کھوپڑی کی طرف دیکھ کر مکروہ قہقہہ لگایا اور گیند اچھالتا ہوا بولا:

"تو اس غیبی عورت کو محسوس کر سکتی ہے۔ مجھے اس عورت کے پاس لے جا۔"

جلتی کھوپڑی ہوا میں تیرتی ہوئی کمرے سے نکل آئی۔ کھوپڑی

بڑی کم بخت تھی۔ سیدھی اُدھر جا رہی تھی جدھر ماریا تھی۔ خبیث جادوگر نے گیند بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھی تھی۔

ادھر ماریا بڑے محتاط انداز میں ادھر آ رہی تھی مگر وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ کھوپڑی اسے محسوس کر سکتی ہے۔ لمبی راہداری میں ماریا نے موڑ کاٹا تو رُک گئی۔ رکنے کی وجہ فضا میں معلق کھوپڑی اور خبیث جادوگر تھا۔ ماریا نے دونوں کو دیکھ لیا تھا۔

خبیث جادوگر تو ماریا کو نہ دیکھ پایا تھا مگر کھوپڑی نے اسے محسوس کر لیا تھا اور سیدھی اس کے سر پر آکر رُک گئی۔ اور چیخ مار کر بولی:

"غیبی عورت یہاں ہے۔ یہاں ہے۔"

خبیث جادوگر نے دیکھا کہ کھوپڑی نیچے کو اشارہ کر رہی ہے۔ ماریا ابھی معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ خبیث جادوگر نے مکروہ چیخ مارتے ہوئے گیند دے مارا۔ گیند شوں کی آواز پیدا کرتا ہوا سیدھا ماریا کے سینے سے آ ٹکرایا۔!!

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جانگلوس جادوگر

گیند لگتے ہی ماریا کو اپنا جسم سن ہوتا محسوس ہوا۔

اسی وقت شیشے کا ایک غلاف سا ماریا کے چاروں طرف چھا گیا۔ ماریا نے اس غلاف کو توڑنے کے لیے زور سے مکا مارا مگر شیشہ تو کیا ٹوٹتا۔ ماریا کے ہاتھ کو چوٹ آئی۔

خبیث جادوگر نے کئی منٹ اچھل کر قہقہہ لگایا۔ اور بولا:

"اے غیبی عورت۔ تو اب ہمیشہ اسی شیشے کے غلاف میں قید رہے گی یہاں سے کبھی نہ نکل پائے گی ہاہاہا۔"

بدبخت کھوپڑی بھی اپنی مکروہ آواز میں قہقہے لگانے لگی۔ ماریا پریشان ہو گئی۔ اس نے شیشے کا غلاف توڑنے کی بڑی کوشش کی مگر ناکام رہی اور تھک ہار کر بیٹھ گئی۔ جادوگر اور کھوپڑی قہقہے لگاتی چلی گئی۔ ماریا بے بس ہو چکی تھی۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر خبیث جادوگر نے کھوپڑی سے کہا:

"میری خواہش ہے کہ میں اس غیبی عورت کو دیکھ سکوں کیا یہ ممکن ہے؟"

کھوپڑی نے کہا:

"ہرگز نہیں۔ وہ مجھے نظر نہیں آتی۔ تم کس طرح دیکھ سکتے ہو۔ شکر کرو کہ سامری کی مدد سے وہ قید ہو گئی ورنہ وہ تمہاری اور میری بانسری بجا دیتی۔"

خبیث جادوگر نے چیخ مار کر کہا:

"اب مجھے ہمیشہ زندہ رہنے کا راز مل جائے گا۔ ہر دس سال بعد نیا جسم حاصل کرنے کے مسئلے سے نجات مل جائے گی۔"

یہ کہہ کر خبیث جادوگر دوبارہ منتر پڑھنے اور آگ کے پیالے میں سفوف ڈالنے لگا۔ عیار مردے کی کھوپڑی بھی ہوا میں تیرتی ہوئی زمین پر اتر آئی۔

اس حویلی میں ایک خطرناک کلغی دار بوڑھا سانپ رہتا تھا۔ اس کے سونگھنے کی حس بے حد تیز تھی۔ ماریا جونہی حویلی میں داخل ہوئی تھی۔ ناگ دیوتا کی بو اس کے جسم سے آ ٹکرائی تھی۔ یہ بو ماریا کے کپڑوں سے اٹھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہی تھی کیوں کہ وہ ناگ کے ساتھ رہی تھی۔

کلغی دار سانپ زمین کی تہہ سے نکل آیا اور رینگتا ہوا بُو کی طرف بڑھنے لگا۔ یہ سانپ اس قدر زہریلا تھا کہ لوہا بھی اس کی پھنکار سے پگھل جاتا تھا۔ سانپ پوری رفتار سے رینگتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں ماریا شیشے کے غلاف میں قید تھی۔

سانپ کو ناگ دیوتا کی تیز بُو آ رہی تھی۔ وہ شیشے کے غلاف کے پاس آ کر پھن پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ماریا کو دیکھ نہیں سکتا تھا مگر ماریا نے اسے دیکھ لیا تھا۔ ماریا نے سانپوں کی خموش زبان میں سگنل دیا:

"اے کلغی والے سانپ۔ میں ناگ دیوتا کی بہن ماریا ہوں میں تمہیں نظر نہیں آ سکتی۔"

سانپ نے ادب سے پھن جھکایا اور سگنل نشر کیا:

"ناگ دیوتا کی بہن کی خدمت میں آداب۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حاضر ہوں۔ مجھے بھی اپنا بھائی سمجھئے۔"

ماریا نے سانپ کا سگنل وصول کر لیا تھا۔ لہریں اس کے دماغ سے ٹکرا کر الفاظ بن گئی تھیں۔

ماریا نے جواباً کہا:

"شکریہ اے سانپ بھائی — میں اس حویلی کے خبیث

جادوگر کی قید میں ہوں تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟"

سانپ زور سے پھنکارا۔ اس نے کہا:

"میں اس جادوگر کا سارا طلسم تباہ کر ڈالوں گا اسے مار ڈالوں گا۔"

ماریا نے خوش ہو کر کہا:

"سانپ بھائی۔ کیا تم ایسا کر سکتے ہو؟"

سانپ نے کہا:

"ماریا بہن۔ اس جنگل میں مجھ ایسے پچاس کلغی دار سانپ رہتے ہیں۔ میں ان سب سے بوڑھا ہوں اور وہ مجھے اپنا سردار مانتے ہیں۔ ہم سب مل کر جادوگر پر حملہ کریں گے اور وہ زندہ نہ بچے گا۔ میں ابھی جا کر سب کو بلاتا ہوں۔"

کلغی دار سانپ رینگتا ہوا چلا گیا۔

اپنی کھوہ میں پہنچ کر اس نے زور دار پھنکار کے ساتھ اپنی بُو چھوڑ دی اور زمین میں سگنل دیئے۔ سارے کلغی دار سانپ اپنے سردار کا حکم پاتے ہی اپنے ٹھکانوں سے نکل آئے اور اس کی کھوہ کی طرف رینگنے لگے۔ کچھ ہی دیر میں سارے سانپ جمع تھے۔

انہوں نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے معزز سانپ۔ ہمیں کس طرح یاد کیا؟"

کلغی دار سانپ نے کہا:

"میرے ساتھیو۔ ہمارے عظیم ناگ دیوتا کی بہن خبیث جادوگر کی قید میں ہے۔"

سارے سانپ پھنکارنے لگے۔ انہوں نے پھن پھیلا لیے اور غصے کی حالت میں جھومنے لگے۔

انہوں نے کہا:

"خبیث جادوگر کی یہ مجال۔ ہم اسے مار ڈالیں گے۔"

سانپوں کا پھنکاریں مارتا قافلہ حویلی میں گھس گیا اور خبیث جادوگر کے کمرے کی طرف رینگنے لگا۔ خبیث جادوگر بڑے مزے سے منتر پڑھنے میں مصروف تھا کہ سانپوں نے حملہ کر دیا۔

جلتی کھوپڑی فضا میں بلند ہو کر چیخیں مارنے لگی۔ سانپوں کے سردار نے اچھل کر خبیث جادوگر کے ماتھے پر ڈسا اور اپنا سارا زہر اس کے جسم میں انڈیل دیا۔ خبیث جادوگر کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی اس کا سارا گوشت پل بھر میں پانی بن کر بہہ گیا اور ہڈیاں نظر آنے لگیں۔

جلتی کھوپڑی فضا میں ناچ رہی تھی۔ وہ ناچتی ہوئی کمرے سے نکل گئی اور کھلی فضا میں پہنچ کر آسمان کی طرف اڑنے

لگی حتیٰ کہ نظروں سے غائب ہو گئی۔

خبیث جادوگر کے مرتے ہی ماریا شیشے کے غلاف سے نکل آئی ہے۔ سارے سانپوں نے آکر اسے تعظیم دی ماریا نے ان کا شکریہ ادا کیا اور عمارت سے نکل آئی۔

عمارت سے نکلتے ہی سرد ہوا کا جھونکا ماریا سے ٹکرایا اور آواز آئی:

"شکریہ۔ میں آزاد ہو گیا ہوں۔ اب آسمانوں میں جا رہا ہوں۔ تمہارا بہت بہت شکریہ" یہ چرن داس کی روح تھی جو خبیث جادوگر کے مرنے بعد آزاد ہو گئی تھی۔

ماریا نے حویلی کی دیوار سے شعاع بن کر گزر جانا چاہا مگر وہ پتھروں سے ٹکرا کر رہ گئی۔ ماریا نے حیرت سے دیوار کی طرف دیکھا۔ آتے [illegible] وہ اس دیوار سے بڑے آرام سے شعاع بن کر گزر گئی تھی۔ اس نے دوبارہ کوشش کی مگر نتیجہ وہی تھا۔ ماریا نے غصے میں آکر پوری طاقت سے مکا دیوار پر مارا۔

عام حالت میں ماریا کے مکے کی طاقت سے دیوار ملبے کا ڈھیر بن جاتی مگر کچھ بھی نہ ہوا۔ ماریا حیران رہ گئی۔ اسی وقت سامری جادوگر کا چہرہ نمودار ہوا اس نے قہقہہ لگا کر کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے غیبی عورت۔ اب تیری ساری زبردست طاقتیں ختم ہو چکی ہیں۔ اب تو شعاع بن کر دیوار سے نہیں گزر سکتی۔ تیرے ملکے کی طاقت ختم ہو گئی۔ اب تجھے بھوک پیاس عام انسانوں کی طرح لگے گی۔ تجھے سونے کی بھی ضرورت ہو گی۔ اب تو صرف غیبی عورت ہے اس کے سوا باقی ساری طاقتیں میرے جادو نے چھین لی ہیں ہا ہا ہا۔"

ماریا سکتے کے عالم میں ساحری جادوگر کا چہرہ دیکھتی رہ گئی جو آہستہ آہستہ فضا میں تحلیل ہوتا جا رہا تھا۔ ماریا کی تمام طاقتیں اسے چھوڑ چکی تھیں۔

ماریا خاصی دیر وہاں کھڑی رہی پھر گھوڑے پر شہر سے باہر ٹوٹے ہوئے مندر کی طرف روانہ ہو گئی۔ جنگل سے نکلتے ہی ماریا نے گھوڑے کو پوری رفتار سے دوڑانا شروع کر دیا۔ اسے افسوس ہو رہا تھا کہ ساری طاقتیں اس سے چھن گئی ہیں۔ اسے عنبر اور ناگ شدت سے یاد آ رہے تھے۔

اُدھر عیار مردے کی کھوپڑی ہوا میں اڑتی ہوئی خبیث جادوگر کے شاگرد جانگلوس جادوگر کے ٹھکانے پر چلی گئی۔ جانگلوس ابھی مکمل جادوگر نہیں بنا تھا۔

وہ اس وقت پہاڑی غار میں بیٹھا جاپ کر رہا تھا۔ کھوپڑی نے اس کے سر کے اوپر دو چکر لگائے اور چیخی:

"اے جانگلوس غضب ہو گیا ہے ایک غیبی عورت نے تیرے گرو (استاد) کو مار ڈالا۔"

جانگلوس سؤر کی طرح موٹا تھا۔ کالا سیاہ رنگ۔ پورے جسم پر بال ہی بال۔ انگاروں جیسی دہکتی دو آنکھیں اس وقت وہ دو انسانی ہڈیاں بجا کر منتر پڑھ رہا تھا۔ کھوپڑی کی بات سن کر اس نے دل ہلا دینے والی چیخ ماری اور کئی فٹ اچھل کر چنگھاڑا:

"گرو جی مارے گئے۔ میں اس غیبی عورت کے پرخچے اڑا دوں گا۔ ہائے گرو جی۔ ہائے ہائے۔"

کم بخت کھوپڑی نے ناچ کر کہا:

"اے جانگلوس۔ جو غیبی عورت تیرے استاد کے قابو نہ آ سکی تو اسے کس طرح مار سکتا ہے۔ اس سے نمٹنے کے لیے عیاری سے کام لینا ہو گا۔ کوئی چال چلنا ہو گی ورنہ وہ تجھے بھی مار ڈالے گی۔"

جانگلوس نے ایک بھیانک چیخ ماری اور کہا:

"پھر میں کیا کروں اے کھوپڑی۔ تو ہی میری مدد کر۔ مجھے بتا کیا کروں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھوپڑی نے بڑا مکروہ قہقہہ لگایا اس کے ہونٹوں کی ہڈیوں سے آواز نکلی:

"میں تیرے ساتھ ہوں۔ اس غیبی عورت کی ساری زبردست طاقتیں سامری کے جادو نے چھین لی ہیں۔ اب وہ صرف ایک غیبی عورت ہے اگر ہم ہوشیاری سے کام لیں تو اسے قابو کر سکتے ہیں۔ میں ابھی کھوپڑیوں کی ملکہ چڑیل کو بلاتی ہوں۔"

عیار مردے کی کھوپڑی کے منہ کے سوراخ سے ڈھول کی طرح تیز آواز نکلنے لگی۔ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ کھوپڑی ہوا میں ناچ رہی تھی پھر اس نے زور دار چیخ ماری اور کہا:

"اے ملکہ چڑیل۔ میری مدد کر۔"

اسی وقت غار زور سے ہلا اور ایک کٹا ہوا سر اندر داخل ہوا۔ یہ عورت کا سر تھا۔ اس کے بال بغیر کسی سہارے کے کانٹوں کی طرح اوپر اٹھے ہوئے تھے۔ کٹی ہوئی گردن سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ عیار مردے کی کھوپڑی اس طرح جھکی جیسے کٹے ہوئے سر کو تعظیم دے رہی ہو۔

اس نے کہا:

"اے ملکہ چڑیل۔ ایک غیبی عورت نے مجھے تنگ کیا ہے۔ میں تیری مدد چاہتی ہوں۔"

ملکہ چڑیل نے خوفناک قہقہہ لگایا۔ اس کی کٹی گردن سے خون تیزی سے بہنے لگا۔ آنکھیں باہر کو ابل آئیں۔

اس نے کہا:

"اس غیبی عورت کا نام ماریا ہے۔ اس کا ایک بھائی عنبر ہے جس پر موت حرام ہے۔ جانگلوس جادوگر عنبر کی شکل اختیار کر کے ماریا کو اپنے جال میں پھنسا سکتا ہے۔"

جانگلوس یہ سن کر اچھل پڑا اس نے کہا:

"اے ملکہ چڑیل۔ تو مجھے عنبر کی شکل دے دے۔ میں ماریا سے خود ہی نبٹ لوں گا۔"

کٹے ہوئے سر نے شیطانی چیخ مار کر جانگلوس کے سر پر تین چکر کاٹے۔ اس کا خون جانگلوس کے جسم پر گرا اور ایک دم جانگلوس کی شکل عنبر ایسی ہو گئی۔ ملکہ چڑیل نے کھوپڑی کی طرف دیکھ کر کہا:

"تیرا کام ہو گیا۔ اب اگر تو نے منتر پڑھ کر مجھے بلایا تو میرا عذاب تجھ پر نازل ہو گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ کہہ کر کٹا ہوا سر چیختا چلاتا، شیطانی قہقہے لگاتا غار سے نکل گیا۔

کھوپڑی نے کہا:

"اے جانگلوس میں تجھے ماریا تک پہنچا دوں گی۔"

جانگلوس نے قہقہہ لگا کر کہا:

"اب ماریا کو میرے ہاتھوں سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ میں اپنے گرو کی موت کا بھیانک انتقام لوں گا!"

کھوپڑی اور جانگلوس جادوگر اسی وقت شہر سے باہر ٹوٹے ہوئے مندر کی طرف روانہ ہو گئے۔ کھوپڑی فضا میں بلند تھی اور جانگلوس گھوڑے پر بیٹھا تھا۔ جادو کی وجہ سے کھوپڑی اب جانگلوس کے علاوہ کسی اور کو نظر نہیں آ سکتی تھی۔

صبح ہونے والی تھی۔ جب دونوں شہر پہنچ گئے یکبخت کھوپڑی فضا میں ناچتی ہوئی شہر سے باہر اس ٹوٹے مندر کی طرف جا رہی تھی جس میں ماریا ٹھہری ہوئی تھی۔ یہ کسی بڑے ہی عیار قسم کے مردے کی کھوپڑی تھی۔ بالکل صحیح طرف جا رہی تھی۔ مندر کے پاس پہنچ کر کھوپڑی نے کہا:

"میرا علم بتا رہا ہے کہ وہ غیبی عورت اسی مندر

میں ہے اور سو رہی ہے۔"

جانگلوس جادوگر اسی وقت گھوڑے سے اتر آیا اور مندر میں داخل ہو گیا۔ کھوپڑی آگے آگے تھی وہ خفیہ غار میں داخل ہو گئی اور اس کمرے تک پہنچ گئی جہاں ماریا سو رہی تھی۔

ماریا، جنگل سے سیدھی یہاں آئی تھی اور سو گئی تھی۔ وہ کسی کو نظر تو نہیں آ سکتی تھی مگر اس کے جسم کے دباؤ سے چارپائی کی رسیاں دبی ہوئی تھیں۔ عیار مردے کی ہلتی کھوپڑی نے جانگلوس جادوگر کے کان میں کہا:

"اے جانگلوس۔ ماریا چارپائی پر سو رہی ہے۔"

جانگلوس جادوگر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ دونوں بازو پھیلا کر چارپائی کی طرف بڑھا۔ اسی وقت ماریا کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا عنبر بازو پھیلائے اس کی طرف آ رہا ہے۔ وہ خوشی سے چلائی:

"عنبر بھائی۔ تم آ گئے؟"

جانگلوس جو عنبر بنا ہوا تھا۔ رک گیا اور بات بناتے ہوئے بولا:

"بہن ماریا۔ بڑی مشکل سے تمہیں ڈھونڈا ہے شکر ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تم مل گئیں۔"

ماریا کی زبردست طاقتیں ختم ہو چکی تھیں اس لیے وہ جلتی کھوپڑی کو نہ دیکھ سکی تھی اور نہ ہی جانگلوس کو پہچان سکی۔

اس نے کہا:

"عنبر بھائی۔ ناگ کا کچھ پتہ چلا؟"

اب تو جانگلوس چکرا گیا۔ اسے ناگ کا کیا پتہ تھا۔ چڑیل ملکہ اس لیے ناگ کے متعلق کچھ نہ بتا سکی تھی کہ وہ مرا ہوا تھا۔ جانگلوس نے اپنا سر پکڑ لیا۔ اور مکاری سے کراہتا ہوا بولا:

"بہن ماریا۔ کیا پوچھتی ہو۔ بڑے زبردست جادوگر سے مقابلہ کر کے آ رہا ہوں۔"

ماریا بڑی حیران ہوئی۔ سوال کچھ جواب کچھ۔

اس نے کہا:

"عنبر بھائی۔ تم ٹھیک تو ہو۔ میں نے ناگ بھائی کا پوچھا تھا؟"

جانگلوس نے دل میں چڑیل ملکہ کو ہزار گالیاں دیں اور اندھیرے میں تیر چھوڑا:

"ماریا بہن۔ اس کا تو مجھے کچھ پتہ نہیں۔ کبھی بتا کر

بھی گیا ہے؟"

ماریا پر تو حیرت کے حملے ہو رہے تھے۔ ناگ تو کٹا ہوا تھا۔

اس نے کہا:

"عنبر بھائی تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ ناگ تو قتل ہو گیا تھا؟"

جانگلوس کھسیانا ہو کر بولا:

"اوہو یاد آگیا۔ دراصل جادوگر سے مقابلے نے میرے دماغ پر اثر ڈالا ہے کچھ یاد نہیں رہتا۔"

ماریا بولی:

"پہلے تو کبھی تمہاری یہ حالت نہ ہوئی تھی۔"

جانگلوس سٹپٹا گیا مگر بات بناتا ہوا بولا:

"کیا بتاؤں ماریا بہن تمہاری اور ناگ کی جدائی مجھ پر بڑا اثر ڈالتی ہے۔"

ماریا خاموش ہو گئی۔ عنبر آج بڑی عجیب باتیں کر رہا تھا جانگلوس بھی یہ بھانپ گیا کہ گڑبڑ ہو گئی ہے۔

وہ بولا:

"بہن تم یہاں ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر جانگلوس پھرتی سے کمرے سے نکلا اور باہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ے کنڈی چڑھا دی۔ ماریا اٹھ کھڑی ہوئی۔ اُس نے چلا کر کہا:

"عنبر بھائی۔ تم کیا کر رہے ہو؟"

کمرے میں ایک کھڑکی تھی جس میں موٹی لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ جانگلوس کھڑکی میں آ کھڑا ہوا اور قہقہہ لگا کر بولا:

"عنبر — کون عنبر — ارے میں تو جانگلوس جادوگر ہوں۔ خبیث جادوگر کا شاگرد۔ میں تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

ماریا کی تو جان ہی نکل گئی۔

کمرے کا دروازہ موٹی لکڑی کا تھا کنڈی بھی بڑی مضبوط تھی۔ ماریا اب شعاع بن کر دیوار سے تو گزر نہیں سکتی تھی۔ وہ کمرے میں قید ہو گئی تھی۔ جانگلوس کھڑکی میں قہقہے لگا رہا تھا۔

اس نے کہا:

"اے غیبی عورت۔ تو نے میرے استاد کو مار ڈالا مگر اب تو بچ نہ سکے گی۔ میں اس کمرے کو آگ لگا دوں گا اور تو جل کر راکھ ہو جائے گی۔"

جلتی کھوپڑی بھی قہقہے لگانے لگی۔

جانگلوس جادوگر اسی وقت بازار سے تیل اور لکڑیاں

لینے چلا گیا۔ ماریا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس بار وہ بُری پھنسی تھی۔ اسے عنبر اور ناگ کی یاد بُری طرح ستانے لگی اگر وہ ہوتے تو جانگلوس کو مزا چکھا دیتے۔

جانگلوس لکڑیاں اور تیل لے کر آ گیا۔ اس نے مکروہ قہقہے لگاتے ہوئے لکڑیاں تیل میں بھگونا شروع کیں پھر ایک لکڑی کو آگ لگا کر کھڑکی سے اندر پھینک دیا۔ لکڑی سیدھی چارپائی پر گری۔ رسیاں سلگنے لگیں۔ کمرے میں گاڑھا کالا دھواں پھیلنے لگا۔

جانگلوس خوشی سے ناچتے ہوئے لکڑیاں اندر پھینک رہا تھا۔ دھوئیں سے ماریا کا دم گھٹ رہا تھا۔ آگ کی تپش بڑھتی جا رہی تھی۔ ماریا ایک کونے میں کھڑی بُری طرح کھانس رہی تھی اس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔

کمرے کی چھت لکڑی کی تھی۔ شعلے بلند ہوتے جا رہے تھے۔ کچھ ہی دیر میں چھت کی کڑیوں نے بھی آگ پکڑ لینا تھی۔ کمرے میں چاروں طرف شعلے ناچ رہے تھے۔ ماریا ایک نکڑ میں کھڑی کھانس رہی تھی اور باہر جانگلوس اور جلتی کھوپڑی قہقہے لگا رہے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھوپڑی پھٹ گئی

ماریا کھانستے کھانستے بے حال ہو گئی!

جانگوس جادوگر کی لگائی آگ پھیلتی جا رہی تھی۔ ماریا پیچھے ہٹتے ہٹتے دیوار سے جا لگی تھی۔ اسے اپنی گمشدہ طاقتیں یاد آ رہی تھیں اگر سامری جادوگر اس کی خفیہ طاقتیں چھین نہ چکا ہوتا تو ماریا شعاع بن کر دیوار سے گزر جاتی یا گھٹنے مار کر دیوار کو توڑ ڈالتی مگر اس وقت ماریا بےبس تھی۔

جانگوس جادوگر اور جلتی کھوپڑی کے قہقہے اسے سنائی دے رہے تھے۔ کمرے میں گاڑھا سیاہ دھواں پھیل چکا تھا۔ ماریا کو آنکھوں میں جلن محسوس ہو رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔

قریب تھا کہ دھوئیں اور آگ میں ماریا کا دم گھٹ جاتا اچانک ٹھنڈی اور خوشبو دار ہوا کے جھونکے نے ماریا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ساتھ ہی آواز آئی:

"گھبراؤ مت بہن۔ میں چرن داس کی روح ہوں تم نے میری مدد کی تھی اب میں تمہیں اس جادوگر سے نجات دلاؤں گی۔"

ماریا تو خوشی سے جھوم اٹھی۔

چرن داس کی روح جسے ماریا نے خبیث جادوگر کی قید سے آزاد کرایا تھا اس کی مدد کو آ پہنچی تھی۔ اسی وقت کھٹاک کی ہلکی سی آواز پیدا ہوئی۔ روح نے دروازے کی کنڈی گرا کر دروازہ کھول دیا تھا۔ ماریا لپک کر کمرے سے باہر آ گئی۔ اس نے پھرتی سے دروازے کی کنڈی دوبارہ چڑھا دی۔

جانگوس جادوگر اور جلتی کھوپڑی کمرے کے دوسری طرف سلاخوں والی کھڑکی کے پاس کھڑے تھے اس لیے انہیں اس بات کی خبر نہ ہو سکی کہ ان کا شکار یعنی ماریا کمرے سے نکل چکی ہے۔ کمرے میں تو گاڑھا دھواں پھیلا تھا اس لیے کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔

اب ماریا کو ایک ہی فکر تھی کہ جلتی کھوپڑی اس کی بو سونگھ کر اس کا پتہ چلا سکتی تھی۔ کم بخت کھوپڑی کسی بڑے ہی عیار مردے کی تھی۔ چرن داس کی روح ابھی واپس نہ گئی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یا نے کہا :

"اے مقدس روح ۔ کیا تو جانگوس جادوگر اور اس کے ساتھ موجود ہلتی کھوپڑی کو فنا کر سکتی ہے؟"

روح نے جواب دیا :

"نہیں بہن ۔ یہ میری طاقت سے باہر ہے ہاں میں تمہیں یہ بتا سکتی ہوں کہ اگر جادو کی اس کھوپڑی پر کھولتا ہوا پانی پھینکا جائے تو اس کا جادو ختم ہو جائے گا اور یہ ایک دھماکے سے پھٹ جائے گی ویسے جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں ہلتی کھوپڑی تمہاری بو نہ سونگھ سکے گی۔"

ماریا یہ سن کر فوراً بولی :

"مجھے جلد از جلد اس ٹوٹے مندر سے نکل جانا چاہیے تاکہ جانگوس جادوگر اور ہلتی کھوپڑی یہی سمجھیں کہ میں آگ میں جل گئی ہوں اگر انہیں علم ہو گیا کہ میں بچ نکلی ہوں تو وہ کوئی نئی مصیبت کھڑی کر دیں گے۔"

ماریا ، چرن داس کی روح کے ساتھ ٹوٹے مندر سے باہر آ گئی اور تیز تیز قدم اٹھاتی بازار کی طرف چل دی۔ بازار میں خوب رونق تھی ۔ ہندو لانبے دھوتیاں باندھے، ہاتھ جوڑ کر ایک دوسرے کو پرنام کرتے ادھر اُدھر آ جا

رہے تھے ۔ اکا دکا مسلمان بھی نظر آ جاتا تھا ۔

بازار میں ایک حلوائی کی دوکان کے آگے بڑا سا اینٹوں کا چولہا بنا ہوا تھا جس میں آگ دہک رہی تھی۔ چولہے کے اوپر ایک بڑی کڑاہی پڑی تھی جس میں پانی اُبل رہا تھا ۔ پاس ہی ہندو حلوائی کا ملازم بیٹھا برتن دھو رہا تھا ۔ اس نے ایک بڑے ڈول میں ٹھنڈا اور گرم پانی ملا رکھا تھا جس سے وہ برتن دھو رہا تھا ۔

ماریا نے آگے بڑھ کر ڈول اٹھا لیا ۔

ملازم کے ہاتھ سے برتن گر گئے ۔ اس نے آنکھیں مل کر دیکھا مگر ڈول غائب ہو چکا تھا ۔ ہندو ملازم کی تو گھگھی بندھ گئی ۔ ماریا نے ڈول سے پانی گرا دیا ۔ اب تو ملازم کی چیخیں نکل گئیں ۔ ڈول تو نظر نہیں آ رہا تھا ۔ اور یوں لگتا تھا جیسے غیب سے پانی گر رہا ہے ۔

حلوائی نے ملازم کی چیخیں سنیں تو دوکان سے نکل آیا اور بگڑ کر بولا :

"کیوں بے ۔ شور کس لیے مچا رہا ہے پاگل تو نہیں ہو گیا ۔"

ملازم کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے اس نے مشکل سے کہا :

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"چوروں۔ یہاں کوئی بھوت آ گیا ہے اور ڈول اٹھا کر لے گیا ہے۔"

حلوائی غصے سے بولا:

"جھوٹ بولتا ہے۔ ضرور تم نے ڈول کہیں چھپا دیا ہے۔ خالص پیتل کا ڈول تھا تم اسے بیچ دینا چاہتے ہو سیدھی طرح ڈول نکالو ورنہ مار مار کر بھرکس نکال دوں گا۔"

ماریا نے حلوائی کے کان میں کہا:

"ڈول تو میں نے لیا ہے۔ مجھ سے واپس لے سکتے ہو تو لے لو۔"

حلوائی کا تو رنگ اڑ گیا۔ اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں وہ دھڑام سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ ماریا نے آگے بڑھ کر ڈول میں اُبلتا ہوا پانی بھرا اور واپس مندر کی طرف چل دی۔ وہ پہلے جلتی کھوپڑی اور جانگلوس سے نپٹنا چاہتی تھی۔ جنہوں نے اسے بہت پریشان کیا تھا۔

ہوا کے ٹھنڈے اور خوشبو دار جھونکے نے ماریا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا جس کا مطلب تھا کہ چرن داس کی روح ماریا کے ساتھ ہے۔ ماریا واپس مندر میں آ گئی اور جلتے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔

اِدھر جانگلوس جادوگر اور جلتی کھوپڑی بہت خوش تھی۔ کمرہ اب مکمل جل چکا تھا۔ جانگلوس جادوگر نے قہقہہ لگا کر کہا:

"غیبی عورت ماریا میرے استاد خبیث جادوگر سے تو بچ نکلی تھی مگر میرے ہاتھوں نہ بچ سکی اور اس کمرے میں جل بھن کر کباب بن گئی ہا ہا ہا۔"

جلتی کھوپڑی نے کہا:

"اب غیبی عورت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا ہے تمہارا اور میرا انتقام پورا ہو گیا ہے۔ مجھے اب اس کی بُو بالکل نہیں آ رہی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ جل کر راکھ ہو گئی ہے۔"

جانگلوس جادوگر تو خوشی سے پھولا نہ سما رہا تھا۔ اس نے ٹینی مرغ کی طرح اکڑتے ہوئے کہا:

"میرا نام جانگلوس ہے کس ماں کے لال میں ہمت ہے کہ میرا مقابلہ کرے۔ اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔"

جلتی کھوپڑی اس وقت ظاہر ہو چکی تھی اور نظر آ رہی تھی۔ جانگلوس اور وہ باہر کی طرف بڑھے۔ سامنے سے ماریا چلی آ رہی تھی۔ دونوں اسے دیکھ تو نہ سکتے تھے۔ چرن داس کی روح کی خوشبو نے ماریا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا اس لیے جلتی کھوپڑی ماریا کی بو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی نہ سونگھ پائی۔

ماریا نے ان دونوں کو دیکھ تھا۔

اس نے کھولتے پانی والا ڈول سنبھال لیا پھر جونہی کھوپڑی قریب آئی ماریا نے کھولتا پانی اس پر انڈیل دیا۔ جلتی کھوپڑی کی دہشت ناک چیخ سے پورا مندر دہل اٹھا اور وہ زور دار دھماکے سے پھٹ کر ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔

جانگلوس جادوگر گھبرا گیا۔

ماریا نے خوفناک آواز بنا کر کہا:

"مکار انسان۔ اب میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

جانگلوس نے جب ماریا کی آواز سنی تو ہکا بکا رہ گیا۔ وہ تو یہ سمجھ چکا تھا کہ ماریا جل مری ہے مگر ماریا تو زندہ تھی۔ جانگلوس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ پوری رفتار سے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔ ماریا اس کے پیچھے لپکی وہ جانگلوس کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔

اسی وقت چرن داس کی روح نے کہا:

"میں اب جاتی ہوں۔ مجھ سے تمہارے لیے جو ہو سکتا تھا میں نے کر دیا۔ اب میں زیادہ دیر تک اس دنیا میں نہیں رہ سکتی۔ اب مجھے آسمانوں میں

پہنچنا ہے۔"

ماریا بولی:

"شکریہ — اس جادوگر کے بچے سے تو میں خود ہی نبٹ لوں گی۔"

خوشبو کا جھونکا آگے نکل گیا۔ ماریا سمجھ گئی کہ چرن داس کی روح جا چکی ہے۔ ماریا، جانگلوس جادوگر کے پیچھے بھاگتی مندر سے باہر آ گئی۔ جانگلوس جادوگر اس وقت گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا۔ ماریا کا گھوڑا بھی صحن میں بندھا ہوا تھا۔ ماریا اپنے گھوڑے کی طرف لپکی اور گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ جونہی وہ گھوڑے پر بیٹھی گھوڑا غائب ہو گیا۔

ماریا نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور جانگلوس جادوگر کا تعاقب کرنے لگی۔ جانگلوس کو کوئی خبر نہ تھی کہ ماریا اس کا تعاقب کر رہی ہے اسے خبر ہو بھی کس طرح سکتی تھی ماریا اور اس کا گھوڑا تو غائب تھا۔

جانگلوس جادوگر اس وقت اپنی ماں کے پاس جا رہا تھا جو شہر کے بڑے مندر کی پجارن تھی۔ اس کا نام اروما تھا وہ بھی بڑی زبردست جادوگرنی تھی۔ جانگلوس کو اس بات کا بہت افسوس تھا کہ جلتی کھوپڑی تباہ ہو گئی اسے سمجھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں آ رہا تھا کہ ماریا بند کمرے سے کس طرح نکل آئی جبکہ
اس کی ساری خفیہ طاقتیں سامری جادوگر چھین چکا ہے۔

اب دور سے عظیم الشان مندر نظر آنے لگا تھا۔ یہ
شیو جی کا بہت مشہور مندر تھا ہندو، شیو جی کو تمام بتوں
کا سردار مانتے تھے اور اسے سب سے بڑا دیوتا تسلیم
کرتے تھے۔

جس وقت جانگلوس مندر میں داخل ہوا۔ اس کی ماں
اودما پتھر کے شیو جی کے بت کے آگے بیٹھی بھجن گا رہی
تھی۔ اگربتیاں اور لوبان سلگ رہے تھے۔ پنڈت بیٹھے
سنکھ بجا رہے تھے۔ اودما مندر کی مہا پجارن تھی۔ اس نے
جب اپنے بیٹے کو دیکھا تو خوشی سے نہال ہو گئی اور اسے
ساتھ لے کر اپنے کمرے میں آ گئی اور بولی:

"لگتا ہے تم چلّا مکمل کر کے پورے جادوگر بن گئے ہو۔
مگر یہ تو خوشی کی بات ہے اور تم مجھے پریشان نظر آ
رہے ہو۔"

جانگلوس چارپائی پر بیٹھتے ہوئے بولا:

"کیا پوچھتی ہو ماں۔ استاد خبیث جادوگر مارے گئے۔
ہلتی کھوپڑی تباہ ہو گئی۔ میں بڑی مشکل سے جان بچا کر
آیا ہوں اور یہ سب غیبی عورت ماریا کا کیا دھرا ہے۔"

اودما نے حیرت سے کہا:

"بیٹا۔ یہ تو کیا کہہ رہے ہو۔ خبیث جادوگر تو بڑا طاقتور
تھا مارا کیسے گیا اور یہ غیبی عورت۔ یہ کیا بلا ہے؟"

جانگلوس نے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا:

"وہ ایک عورت ہے۔ اور پانچ ہزار سال سے زندہ
چلی آ رہی ہے۔ وہ جادو کے زور سے غائب ہے اور
کسی کو نظر نہیں آتی۔ وہ زبردست قوتوں کی مالک تھی
مگر سامری جادوگر نے اس کی خفیہ طاقتیں چھین لیں لیکن
نظر وہ اب بھی کسی کو نہیں آتی۔"

اودما نے تعجب سے کہا:

"عجیب بات ہے بہرحال اب وہ عورت کہاں ہے؟"

جانگلوس نے جواب دیا:

"یہ تو مجھے علم نہیں۔ میں نے اسے ہلتی کھوپڑی کی مدد
سے قابو کر لیا تھا مگر وہ بچ نکلی۔ اب وہ مجھے تلاش ضرور
کرے گی تاکہ مجھ سے بدلہ لے سکے۔"

اودما نے کہا:

"اچھا۔ تم آرام کرو۔ شیو جی کے بت کو نہلانے کا وقت
ہو رہا ہے میں ابھی آتی ہوں۔"

جانگلوس چارپائی پر لیٹ گیا اور اودما کمرے سے باہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نکل آئی۔ ادھر ماریا مندر میں داخل ہو چکی تھی اور جانگلوس
کو تلاش کر رہی تھی۔ وہ ہر کمرے اور کوٹھڑی میں جھانک
کر دیکھتی مگر ابھی تک اسے جانگلوس نظر نہ آیا تھا۔ اب
ماریا اس طرف جا رہی تھی جدھر اروما کا کمرہ تھا۔

سامنے سے اروما آ رہی تھی وہ ماریا کے قریب سے
گزرنے لگی تو اتفاق سے ماریا کو زور کی چھینک آ گئی۔
اروما رُک گئی اس نے ادھر اُدھر دیکھا نزدیک کوئی نہ تھا
مگر چھینک کی آواز؟

اسی وقت اروما کے ذہن میں اپنے بیٹے جانگلوس کے
الفاظ گونجے کہ غیبی عورت کسی کو نظر نہیں آ سکتی۔ اروما
بھی جادوگرنی تھی مگر ابھی اس کے جادو میں اتنی طاقت
پیدا نہیں ہوئی تھی کہ وہ ماریا کو دیکھ سکتی۔ اروما سمجھ گئی
کہ غیبی عورت کہیں آس پاس ہی ہے۔ وہ بلا کی چالاک
عورت تھی۔ اس نے سوچا کہ غیبی عورت یقیناً مجھے دیکھ
رہی ہو گی۔ چنانچہ وہ مکاری سے کام لیتے ہوئے اپنے
آپ سے مخاطب ہو کر بولی:

"بوڑھی ہو گئی ہوں اب تو کان بجنے لگے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے سر جھٹکا اور آگے چل دی۔ ماریا
واقعی اس کے پاس کھڑی تھی اور اس کے چہرے کے

تاثرات نوٹ کر رہی تھی کہ اس کی چھینک نے اس
بڑھیا پر کیا اثر کیا ہے۔ اسے یہ علم نہیں تھا کہ اروما،
جانگلوس کی ماں ہے۔ اس نے جب اروما کے الفاظ سنے
تو مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

ادھر اروما، پچھلی طرف سے گھوم کر واپس اپنے کمرے
میں آ گئی اور بولی:

"جانگلوس بیٹا۔ ہوشیار ہو جا۔ وہ غیبی عورت یہاں بھی
آ پہنچی ہے اور مندر میں تجھے تلاش کر رہی ہے۔"

جانگلوس نے یہ سنا تو اس کے پاؤں تلے سے زمین
نکل گئی وہ کراہا:

"ہائے مارے گئے۔ مگر اماں تمہیں کیسے معلوم ہوا وہ چڑیل
تو کسی کو نظر نہیں آتی ہے۔"

اروما نے چھینک کا واقعہ سنا دیا اور جانگلوس کو ساتھ
لے کر خفیہ کمرے میں چلی گئی۔ یہ کمرہ زمین دوز تھا اور
اس کا اروما کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔

اروما نے کہا:

"اب تم یہیں چھپے رہو۔ غیبی عورت تجھے ڈھونڈ نہ پائے
گی میں اس سے نمٹنے کی کوئی تدبیر سوچتی ہوں۔"

جانگلوس بڑی طرح خوف زدہ تھا اس نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہائے — مجھے تو اپنی زندگی خطرے میں نظر آ رہی ہے
یہ غیبی عورت تو حلق میں پھنس گئی ہے۔"
اروما بولی:
"حوصلہ رکھو۔ بھگوان نے چاہا تو میں اس سے بچنے کا
کوئی راستہ ڈھونڈ لوں گی مگر تم اس کمرے سے ہرگز
نہ نکلنا۔"

جانگلوس کو خفیہ کمرے میں چھوڑ کر اروما بڑے ہال
میں آ گئی۔ یہاں شیو جی کے بت کو غسل دینے کا اہتمام
ہو رہا تھا۔ سارے پنڈت اور دیو داسیوں نے زرق برق
لباس پہن رکھے تھے۔ ان کی تعداد پچاس تھی یہ تمام
دیو داسیاں بت کے آگے رقص کرتی تھیں اور آرتی
اتارتی تھیں۔

ادھر ماریا پورے مندر میں جانگلوس کو تلاش کر چکی
تھی۔ جانگلوس اس کے سامنے مندر میں داخل ہوا تھا
مگر اب غائب تھا۔ ماریا ایک کوٹھڑی میں آکر چارپائی
پر لیٹ گئی اور سوچنے لگی کہ آخر جانگلوس گیا کہاں؟
جبکہ اس کا گھوڑا باہر اصطبل میں بندھا تھا۔

ماریا کو بڑی سخت بھوک لگ رہی تھی۔ کوٹھڑی میں
کیلے اور مالٹے پڑے تھے ماریا نے انہیں صاف کرنا شروع

کر دیا۔ ابھی وہ کھا رہی تھی کہ ایک موٹا پنڈت کوٹھڑی
میں داخل ہوا۔ اس کا سر منڈا ہوا تھا اور ماتھے پر
قشقہ کھنچا ہوا تھا۔ اس نے جب پھلوں کے چھلکے
دیکھے تو وہ بولا:
"ارے یہ پھل کون کھا گیا؟"

ماریا کو جو شرارت سوجھی تو اس نے کیلے کا چھلکا پنڈت
کے منہ پر دے مارا۔ پنڈت کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔
وہ گھبرائے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگا ماریا نے کہا:
"میں مندر کی چڑیل ہوں۔ اور تمہیں ہڑپ کرنے آئی ہوں۔ حرام
کھا کھا کر تم بہت موٹے ہو گئے ہو۔"

یہ کہہ کر ماریا نے موٹے کی توند پر زور سے ٹانگ ماری۔ موٹا
پرے جا گرا۔ اس کے تو ہوش اڑ گئے اور چیختا چلاتا کوٹھڑی
سے نکل بھاگا۔ ماریا بھی ہنستی ہوئی کوٹھڑی سے نکل آئی۔ موٹا
پنڈت ہال میں کھڑا شور مچا رہا تھا۔ "ہائے میں لوٹا گیا اے مارا گیا!"
سارے پنڈت اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اروما بھی آ گئی اس
نے پوچھا:
"کیا بات ہے پنڈت جی۔ شور کیوں مچا رہے ہو؟"
موٹے نے توند پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:
"ہے بھگوان۔ کیا بتاؤں میرے کمرے میں کوئی چڑیل گھس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آئی ہے وہ مجھے کھا جانے کی دھمکی دے رہی تھی۔"

اروما سمجھ گئی کہ یہ غیبی عورت ماریا کا کیا دھرا ہے اس نے کہا "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ چڑیل کی کیا مجال کہ شیو جی کے مندر میں گھس سکے ضرور تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

موٹے پنڈت نے بہتیرا کہا مگر نقار خانے میں طوطی کی کون سنتا۔ سبھی اروما کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے۔ پنڈت چپ ہو گیا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

اروما وہاں سے سیدھی خفیہ کمرے میں آ گئی جانگلوس اور وہ ماریا کو قابو کرنے کی تدبیریں سوچنے لگے!!

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
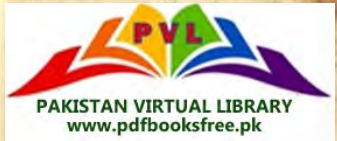
ماریا کو یہیں چھوڑ کر اب ہم عنبر کی خبر لیتے ہیں۔ یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ جہاز تباہ ہونے کے بعد عنبر ایک پر اسرار جزیرے میں جا پہنچا تھا اور یہاں اس کا انسان نما چمگادڑ اور مردوں کی ملکہ سے مقابلہ ہوا تھا۔ اب عنبر "عفریت محل" کو تباہ کر کے واپس آ رہا تھا۔

عنبر اس وقت ناگ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ناگ قتل ہو چکا تھا اور اس کی لاش چوری ہو چکی تھی۔ عنبر سوچ رہا تھا کہ اگر ناگ کی لاش کو صندل کی بنی لکڑی کے صندوقچی میں بند کر کے جھیل مانسرو کے ناگ مندر کے تالاب میں کچھ عرصہ تک نہ پہنچایا گیا تو ناگ ہمیشہ کے لیے مر جائے گا۔ اور ناگ کی موت کے خیال سے ہی عنبر کو وحشت ہونے لگی تھی۔ ناگ اس کا بہترین دوست اور بھائی تھا۔ عنبر کو ماریا کا بھی علم نہ تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انہی خیالات میں گم عنبر چلا جا رہا تھا۔ اسے پتہ ہی نہ چل سکا کہ وہ راستہ بھول چکا ہے۔ اور اب وہ بستی کی طرف واپس جانے کی بجائے جزیرے کے دوسری طرف جا رہا ہے جہاں آدم خور وحشیوں کا قبیلہ آباد ہے۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور درختوں کے پتے آپس میں ٹکرانے سے ایسی آواز پیدا ہوتی جیسے بہت سے انسان تالیاں بجا رہے ہوں۔

اسی وقت عنبر کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ عنبر رک گیا۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے آنکھیں بند کر کے جزیرے پر موجود سانپوں کو بلانے کے لیے پوری طاقت سے زبردست سگنل بھیجا۔ سگنل کا پیغام یہ تھا:

"اے ناگ دیوتا کے چاہنے والے سانپو! میں ناگ دیوتا کا بھائی ہوں تمہارا دیوتا ایک زبردست مشکل میں پھنس گیا ہے۔ اور اسے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

اس جزیرے پر نہایت خطرناک سانپوں کی بہتات تھی۔ کچھ سانپ تو درختوں پر رہتے تھے۔ اور کچھ نے زمین میں اپنے بل بنا رکھے تھے۔ عنبر کا سگنل ان کے جسم سے ٹکرایا تو وہ بے چین ہو گئے اور اپنے ٹھکانوں سے نکل کر عنبر کی طرف رینگنے لگے۔

کچھ ہی دیر میں کئی سانپ عنبر کے گرد جمع ہو چکے تھے۔ عنبر کے کپڑوں سے ناگ کی بو اٹھ رہی تھی۔ جو ان سانپوں نے محسوس کر لی تھی۔ اس جزیرے پر کوبرا سانپ کی حکمرانی تھی۔ سیاہ رنگ کا یہ سانپ پندرہ فٹ لمبا اور ایک فٹ موٹا تھا۔ اس نے اپنے جسم کو بل دیتے ہوئے کہا:

"اے ناگ دیوتا کے بھائی۔ ہم حاضر ہیں بتا ہم عظیم ناگ دیوتا کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔"

عنبر نے سگنل دیا:

"اے سانپ — ایک بدبخت انسان نے تمہارے ناگ دیوتا کو قتل کر دیا ہے۔"

سب سانپوں نے پھن پھیلا لیے اور غضب ناک انداز میں پھنکارنے لگے۔ کوبرا سانپ طیش کی حالت میں اپنی دم اٹھا اٹھا کر زمین پر مار رہا تھا۔ اس نے پھنکارتے ہوئے کہا:

"مجھے بتاؤ وہ کون ہے۔ میں اس کی ہڈیاں بھی چبا جاؤں گا۔"

عنبر نے کہا:

"اس بدبخت کو میں نے مار ڈالا ہے۔ میں ناگ دیوتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی لاش لے کر بحری جہاز میں جھیل مانسرو ہندوستان جا رہا تھا مگر راستے میں ناگ کی لاش چوری ہو گئی۔"

یہ کہہ کر عنبر نے ساری کہانی سنا دی اور کہا:

"اب تم ہر ملک کے سانپوں تک یہ خبر پھیلا دو تاکہ سب ناگ دیوتا کی لاش کو تلاش کرنے میں لگ جائیں۔"

کوبرا سانپ نے کہا:

"میں ابھی ناگ بھون کی طرف روانہ ہو جاتا ہوں اور مہاگنی دیوی کو خبر کرتا ہوں۔"

مہاگنی دیوی، تمام دنیا کے ناگوں کی دیوی تھی وہ دس ہزار سال سے کوہ ہمالیہ کے غار میں رہ رہی تھی تمام ناگ اس کا ادب کرتے تھے۔ اس سے زیادہ طاقت ور ناگن اور کوئی نہ تھی۔ مہاگنی دیوی کی شکل ایک بڑے اژدہا کی تھی۔

عنبر نے کہا:

"ہاں یہ ٹھیک ہے مہاگنی دیوی، ناگ دیوتا کی ضرور مدد کرے گی۔"

کوبرا سانپ فوراً "ناگ بھون" کو روانہ ہو گیا۔ ناگ بھون سانپوں کی سلطنت کا نام ہے۔ یہاں کوئی انسان یا جانور پر بھی نہیں مار سکتا۔

کوبرا سانپ پوری رفتار سے رینگتا ہوا جل منڈل کے کنارے پہنچ گیا۔ جل منڈل کالے پانی کا بہت بڑا تالاب تھا۔ اس کی تہہ میں ناگ بھون کو جانے والا راستہ تھا۔ جل منڈل میں خوف ناک سمندری سانپ تیر رہے تھے ان کی پھنکاروں سے ماحول گونج رہا تھا۔ کوبرا سانپ نے اپنا منہ پانی کے پاس لے جا کر سگنل چھوڑا:

"اے جل منڈل کے راجہ میں ناگ بھون جانا چاہتا ہوں مجھے راستہ دے۔"

اسی وقت پانی میں زبردست ہلچل ہوئی اور سبز رنگ کا اژدہا باہر نکلا۔ وہ اچھل کر پانی سے باہر آ گیا۔ کوبرا سانپ نے اسے دیکھتے ہی ادب سے پھن جھکایا اور کہا:

"جل منڈل کے راجہ۔ میں ناگ بادشاہ اور مہاگنی دیوی کو ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں مجھے ناگ بھون جانے کی اجازت دو۔"

ناگوں کی دنیا کا قانون تھا کہ کوئی سانپ جل منڈل کے راجہ کی اجازت کے بغیر تالاب میں نہیں اتر سکتا تھا، کیوں کہ تالاب کا کالا پانی اس قدر زہریلا تھا کہ عام سانپ اس میں اترتے ہی اس طرح پگھل جاتا تھا جیسے آگ میں موم۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سبز اژدہے نے اپنا دیو ہیکل منہ کھول کر زور سے سانس کھینچی۔ کوبرا سانپ اڑتا ہوا اس کے منہ میں چلا گیا۔ سبز اژدہا دوبارہ پانی میں اتر گیا اور تیرتا ہوا ایک طرف جانے لگا تمام سانپ سمٹ کر اسے گزرنے کا راستہ دے رہے تھے۔ تیرتے ہوئے وہ ایک تاریک سرنگ میں پہنچا۔

یہ سرنگ حیرت انگیز طور پر خشک تھی۔ اس میں پانی کا قطرہ تک نہ تھا۔ سبز اژدہے نے کوبرا سانپ کو اگل دیا۔ کوبرا سرنگ میں رینگتا ہوا آگے چل دیا۔ اس سرنگ کے اختتام پر ناگ بھون تھا۔ ناگ بھون میں ہر طرف سانپ ہی سانپ تھے بڑے اور چھوٹے سانپ جو کلبلا رہے تھے۔ پھنکار رہے تھے۔ ناگ بھون کی زمین بھوری نہیں کالی تھی۔

ناگ بھون کے درخت بھی عجیب قسم کے تھے ان کے تنے یوں تھے جیسے سانپ بل کھا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ درختوں کی ٹنڈ منڈ ٹہنیوں سے کچھ سانپ لپٹے ہوئے تھے اور کچھ لٹکے پھن پھیلائے جھوم رہے تھے۔ کوبرا سانپ سانپوں کے درمیان سے گزرتا ہوا "راجہ محل" کے سامنے آ گیا۔

"راجہ محل" سونے اور چاندی سے بنا ہوا تھا۔ اس میں جگہ جگہ سانپوں کے منکے لگے ہوئے تھے۔ جن سے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ دروازے پر دونوں طرف دو اژدہے کنڈلی مارے بیٹھے پہرہ دے رہے تھے۔ وہ کوبرا سانپ کو محل میں لے گئے۔ ناگ بادشاہ ایک بڑے تخت پر بیٹھا تھا۔

کوبرا سانپ کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ ناگ بادشاہ سرخ و سبز رنگ کا خوب صورت سانپ تھا۔ اس کے سر پر تاج تھا۔ وہ اپنی چمک دار آنکھوں سے کوبرا سانپ کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا پھر اچانک ہی اس نے دم کے بل کھڑے ہو کر ایک زبردست پھنکار ماری۔ پھنکار مارتے ہی اس کے منہ سے سفید دھواں نکلا۔

پھر جب یہ دھواں چھٹا تو تخت پر سانپ کی جگہ ایک تنو مند خوب صورت نوجوان بیٹھا تھا۔ اس نے قدیم یونانی شہنشاہوں ایسا لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے سر پر سونے سے بنا تاج رکھا تھا جس میں لگے ہیرے جھلملا رہے تھے۔

اس نے بارعب آواز میں کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملے سانپ تم ناگ بھون کیوں آئے ہو؟

کوبرا نے ادب سے سر جھکایا اور عرض کی:

"حضور— میں یہ اطلاع دینے حاضر ہوا تھا کہ قدیم مصر کا ناگ جو پانچ ہزار سال سے زندہ چلا آ رہا ہے۔ ایک انسان کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے اور اس کی لاش گم ہے۔

○ اس کے بعد کیا ہوا؟
○ کیا ماریا زندہ بچ سکی؟
○ ناگ کی لاش سمندر میں کہاں گئی؟
○ عنبر جزیرے سے نکل کر کہاں گیا؟
○ کیا ماریا کو اس کی خفیہ طاقتیں واپس مل سکیں؟

یہ جاننے کے لیے اس حیرت ناک اور دلچسپ داستان کی اگلی قسط پڑھیے جس کا نام ہے:

آج ہی اپنے قریبی بکسٹال سے خریدیئے یا براہِ راست ہمیں لکھیے!!

عنبر، ناگ، ماریا کے پانچ ہزار سالہ واپسی کے سفر کی
سنسنی خیز داستان

چڑیلوں کی ملکہ

خاص نمبر ۴۰

صفحات ۲۵۶ ٭ قیمت دس روپے

۵ ستمبر سے
اپنے قریبی بکسٹال یا ہاکر
سے طلب فرمائیں!

نیا مکتبہ اقرأ

۱۴- بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ترتیب
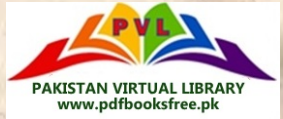
سانپوں کا دربار

ناگ بادشاہ پریشان ہو گیا اس نے تالی بجائی فوراً کونوں سے پہلے دو ناگ دم کے بل کھڑے ہو کر پھنکارنے لگے۔ ناگ بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام سانپوں کو اطلاع دے دی جائے کہ آدھ گھنٹہ بعد دربار عام منعقد ہوگا۔ میں مہاگنی دیوی کو خبر کرتا ہوں۔

دونوں سانپ پھن سمیٹ کر رینگتے ہوئے چلے گئے۔

ناگ بادشاہ، کوبرا سانپ سے مخاطب ہو کر بولا:

"تم جا کر آرام کرو۔" کوبرا سانپ نے ادب سے سلام کیا اور چلا آیا۔ ناگ بادشاہ نے آنکھیں بند کر کے دل میں مہاگنی دیوی کا خیال کیا اور اسے پکارا۔ مہاگنی دیوی فوراً ظاہر ہو گئی۔ ناگ بادشاہ نے فوراً جھک کر مہاگنی دیوی کو سلام کیا۔

مہاگنی دیوی اژدہا کی شکل کی تھی مگر اس کا سر انسانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا اور بالوں کی جگہ پتلے پتلے سانپ تھے جو پھنکار رہے
تھے۔ دیوی کے چھ ہاتھ اور چھ پاؤں تھے۔ اس کے
سارے ہاتھوں میں سرخ کانٹے دار سانپ تھے۔
مہاگنی دیوی نے کہا:
"اے ناگ بادشاہ۔ تم نے مجھے پکارا بتا میں تیری
کیا مدد کروں؟"
"ناگوں کی عظیم دیوی" ناگ بادشاہ نے جھکتے ہوئے
کہا:
"ہمارا عظیم ناگ بڑی مشکل میں ہے۔ اسے ایک
انسان نے قتل کر دیا ہے اور اس کی لاش گم ہے۔"
مہاگنی دیوی کی لال زبان باہر کو لٹکنے لگی۔
اس نے کہا:
"ناگ، ایک نیک سانپ ہے وہ انسانوں کی دنیا میں
رہتا ہے اور ان کے کام آتا ہے۔ نیک ہونے کی
وجہ سے ناگ کو سانپوں کی دنیا میں بڑی عزت کی
نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور میں بھی اسے پسند کرتی
ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہر ناگ کے مرتے ہی اس
کے جسم سے اٹھنے والی مخصوص بو ختم ہو جاتی ہے ورنہ
ناگ کی بو سے اسے تلاش کیا جا سکتا تھا۔"

ناگ بادشاہ نے گھبرا کر کہا:
"اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ہم ناگ کی لاش
نہیں ڈھونڈ سکتے۔"
مہاگنی دیوی نے کچھ نہ کہا اور سوچ میں پڑ گئی۔
آدھے گھنٹے بعد ناگ بھون کے تمام سانپ جمع ہو
چکے تھے۔ سانپوں کا دربار لگ گیا۔ ناگ بادشاہ نے
معاملہ سنبھالا اور سانپوں کو تمام واقعہ سے آگاہ کر
کے حکم دیا:
"خشکی اور پانی میں ہر طرف پھیل جاؤ۔ جو بھی
سانپ ملے اس تک میرا پیغام پہنچا دو۔ ہمیں ناگ
کی لاش تلاش کرنا ہے تاکہ اسے ناگ مندر میں
لے جا کر دوبارہ زندہ کر سکیں۔"
مہاگنی دیوی نے کہا:
"میں آج ہی ناگ مندر جا کر چلّا شروع کر دیتی
ہوں انشاء اللہ ناگ دیوتا میری مدد کو آئے گا۔" دربار
ختم ہو گیا۔ سارے سانپ، ناگ کی لاش کو ڈھونڈنے
نکل کھڑے ہوئے تھے۔
اب ہم واپس عنبر کے پاس چلتے ہیں۔ سانپوں کو
اطلاع دینے کے بعد عنبر آگے چلا جا رہا تھا کہ بارش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شروع ہو گئی۔ عنبر نے سوچا کسی غار وغیرہ میں آرام کرنا چاہیے۔ وہ کسی غار کی تلاش میں لگ گیا۔ کچھ دیر بعد اسے ایک خاصا بڑا غار نظر آیا۔

آسمان پر گہرے بادل چھا جانے سے گھپ اندھیرا ہو گیا اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا مگر عنبر اپنی تاریخی طاقتوں کی بدولت دیکھ سکتا تھا۔ عنبر غار میں داخل ہو گیا۔ غار خاصی لمبی اور کشادہ تھی۔ عنبر فرش پر لیٹ گیا۔

اسی وقت عنبر کو کسی کے ہنسنے کی آواز آئی۔ آواز کسی عورت کی تھی۔ عنبر اُٹھ بیٹھا اس کا دھیان فوراً ماریا کی طرف گیا۔ اس نے جلدی سے کہا:

"ماریا بہن کیا تم ہو؟"

جواب میں ہنسی دوبار سنائی دی۔ عنبر پریشان ہو گیا اگر ماریا ہوتی تو ضرور جواب دیتی۔ اسی وقت غار کے منہ پر ایک دھماکے سے بھاری پتھر آن گرا۔ عنبر نے چونک کر ادھر دیکھا۔ غار خوفناک قہقہوں سے گونج اٹھا۔ اس میں ہلکی سی روشنی پھیل گئی۔ اس روشنی میں عنبر نے دیکھا کہ اس کے سامنے ایک بھیانک شکل والی چڑیل کھڑی ہے۔

چڑیل کے جسم پر لمبے کالے بال تھے۔ سرخ زبان باہر کو لٹکی ہوئی تھی اور لمبے پیلے دانت باہر کو جھانک رہے تھے۔ جو ٹھوڑی سے نیچے آ رہے تھے اور سرخ آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ اس کے چار ہاتھ اور چار پاؤں تھے۔ اس کے چاروں ہاتھوں میں خنجر تھے۔ اس بھیانک چڑیل کو دیکھ کر ایک بار تو عنبر بھی گھبرا گیا کہ یہ مصیبت کہاں سے نازل ہو گئی۔ چڑیل نے مکروہ قہقہہ لگایا۔ غار کی دیواریں دہل گئیں۔ چڑیل کے حلق سے خرخراتی آواز نکلی:

"آج بڑی مبارک رات ہے میرا شکار خود چل کر میرے پاس آیا ہے اے انسان میرا رات کا کھانا بننے کے لیے تیار ہو جا۔"

عنبر نے تن کر کہا:

"تجھ میں یہ طاقت نہیں کہ مجھے مار سکے۔"

چڑیل نے چنگھاڑ کر کہا:

"ابھی تجھے بتاتی ہوں کہ مجھ میں کتنی طاقت ہے میں تو تیرا خون پی جاؤں گی۔"

چڑیل نے عنبر پر حملہ کر دیا۔ اس نے پوری طاقت سے چاروں خنجر عنبر کے سینے پر مارے۔ چڑیل کا خیال تھا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خنجر عنبر کے سینے میں دھنس جائیں گے اور خون نکل آئے گا مگر یہاں تو معاملہ ہی اور تھا۔ چاروں خنجر ٹوٹ گئے تھے۔ چڑیل پہلے تو حیران رہ گئی پھر غصے میں آ گئی۔

پھنکارتی، گرجتی اور غراتی چڑیل نے عنبر کو اٹھا کر دیوار سے دے مارا۔ کوئی عام انسان ہوتا تو اس کی ہڈیاں بھی سرمہ بن جاتیں مگر چڑیل کا مقابلہ عنبر سے تھا۔ چڑیل نے ہولناک چیخ مارتے ہوئے اپنے نوکیلے دانت عنبر کی گردن پر گاڑے اس کی دانت ٹوٹ گئے چڑیل درد کی شدت سے بلبلا اٹھی۔

اس نے عنبر کو چھوڑ دیا اور ایک بڑا پتھر اُٹھا کر عنبر کے سر پر مارا۔ پتھر پاش پاش ہو گیا۔ اب چڑیل کی آنکھوں میں حیرت ابھر آئی۔ عنبر نے آگے بڑھ کر چڑیل کا ایک ہاتھ پکڑ کر پوری قوت سے جھٹکا دیا۔ غار چڑیل کی لرزا دینے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ اس کا بازو ٹوٹ کر عنبر کے ہاتھ آ گیا تھا۔

کٹے ہوئے بازو سے بدبو دار خون بہہ رہا تھا۔ چڑیل نے اپنے تیز ناخنوں والے پنجے عنبر کے سر پر مارے۔ عنبر نے اس کا ایک اور بازو پکڑ کر توڑ ڈالا۔ چڑیل کی ہیبت ناک چیخیں غار کی دیواریں ہلائے دے رہی تھیں۔

عنبر نے کہا،

"اب بول۔ کون طاقت ور ہے؟"

یہ کہہ کر عنبر نے چڑیل کو سر سے اوپر اٹھا کر دیوار سے دے مارا۔ چڑیل کی کمر کی ہڈی تڑخ گئی۔ وہ بلبلا اٹھی۔ عنبر نے آگے بڑھ کر چڑیل کی آنکھوں میں انگلیاں ماریں آنکھیں پھوٹ گئیں اور ان سے زرد رنگ کا مادہ نکلنے لگا۔ عنبر نے اس کے سر پر مکا مارا۔ کھوپڑی تڑخ گئی۔ چڑیل نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ اسے اپنے سر کے اندر دھماکے ہوتے محسوس ہو رہے تھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ چیخیں مارتی غار میں چکرا رہی تھی۔

اپنا سر دیواروں سے ٹکرا رہی تھی۔ وہ اس وقت ایسا [illegible] کوا نظر آ رہی تھی جس کے دونوں پر ٹوٹ چکے ہوں اور وہ اڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پاگلوں کی چکر کھاتی چڑیل گر پڑی۔ عنبر نے آگے بڑھ کر اس کا سر کچل دیا۔ چڑیل کے منہ سے آخری چیخ نکلی اور وہ ٹھنڈی ہو گئی عنبر نے غار کا پتھر ہٹا دیا اور باہر نکل آیا!!

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گرجے کا راز

بادل زور دار آواز میں گرجے۔

زبردست کڑک کے ساتھ بجلی تاریکی کے سینے کو چیرتی، بل کھاتی دور تک چلی گئی۔ بارش اور تیز ہو گئی تھی۔ عنبر بارش میں بھیگتا چلا جا رہا تھا۔ اسے یہ احساس ہو چکا تھا کہ وہ بستی کا راستہ بھول چکا ہے۔ رات خوف ناک اور تاریک تھی۔ تیز ہوا سے درختوں کی شاخیں آپس میں ٹکرا کر بے ہنگم اور ڈراؤنی آوازیں پیدا کر رہی تھیں۔

عنبر کافی آگے آ گیا۔ یہاں اونچی دلدلی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ چلتے چلتے عنبر رک گیا۔ کچھ فاصلے پر ایک عورت کسی دیو کے ہیولے کی طرح نظر آ رہی تھی۔ عنبر سوچنے لگا کہ اس ویرانے میں یہ عمارت کہاں سے آ گئی۔ وہ عمارت کی طرف چل دیا۔

یہ کوئی پرانا گرجا گھر تھا۔ دروازے کا ایک پٹ کھلا

زمین میں دھنسا ہوا تھا جب کہ دوسرا پٹ غائب تھا۔ گرجے کی دیواروں میں دراڑیں پڑی ہوئی تھیں اور ان میں جنگلی گھاس وغیرہ اُگی ہوئی تھی۔ کائی اور گھاس پھونس نے دیواروں کا اصل رنگ مسخ کر دیا تھا۔

عنبر گرجے میں داخل ہونے ہی لگا تھا کہ کڑک کے ساتھ بجلی چمکی۔ اس روشنی میں عنبر نے دروازے کے پاس جھاڑیوں میں پڑی وہ چیز دیکھ لی۔ یہ ایک انسانی لاش تھی جو جھاڑیوں میں بری طرح الجھی ہوئی تھی۔ لاش کا نچلا دھڑ پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔

پانی میں پڑی ہونے کے باعث لاش پھول گئی تھی۔ کسی ملاح کی لاش تھی۔ کانوں میں مندرے پڑے ہوئے تھے اور بال بھی چھوٹے گھنگریالے تھے۔ لاش کا رنگ سفید تھا جیسے اس کا سارا خون نچوڑا جا چکا ہو۔ عنبر کچھ دیر لاش کو دیکھتا رہا پھر گرجے میں داخل ہو گیا۔

دروازے کے اندر آتے ہی ایک بڑا ہال تھا جس کے عین وسط میں ایک بڑا گھنٹہ لگا ہوا تھا۔ چھت سے بڑے بڑے جالے لگے ہوئے تھے جن میں مردہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مکڑیاں لٹک رہی تھیں۔ بارش آہستہ آہستہ ہوتے ہوتے ختم
چکی تھی۔ ماحول پر ہیبت ناک سکوت چھا گیا تھا۔ عنبر
ہال سے گزر کر آگے آ گیا۔

یہاں دونوں طرف راہ داری تھی جن کے ساتھ کمرے
بنے ہوئے تھے۔ عنبر آگے بڑھا ہی تھا کہ دفعتاً ایک
چیخ سنائی دی اور کوئی بڑا سا پرندہ عنبر کی پیشانی سے
ٹکراتا ہوا گزر گیا۔ پُرہول سناٹے میں بھیانک چیخ۔
ایک بار تو عنبر ایسا بہادر انسان بھی اچھل پڑا۔ کمرے
سے نکلنے والا پرندہ بو ایک۔ بڑا الو تھا ہال میں چکر
کاٹتا چیخیں مار رہا تھا۔ چکراتا ہوا الو گھنٹے پر بیٹھ گیا۔
زنجیر ہلی تو ٹن ٹن گھنٹہ بجنے لگا۔ خاموشی میں یوں
لگا جیسے بہت سی بد روحیں سینہ پیٹ رہی ہوں اور
پھڑ پھڑاتا چیخیں مارتا ہال سے نکل گیا۔ عنبر تمام کمروں
کا جائزہ لینے لگا۔ کمروں میں گھٹن اور سیلن کی بُو تھی
ایک کمرے کے فرش کی اینٹیں اکھڑی ہوئی تھیں اور وہاں
ایک گول سوراخ تھا اور پتھر کی سیڑھیاں نیچے کو جا رہی
تھیں۔ عنبر زینہ اترنے لگا۔

پتھر کا زینہ کافی نیچے تک چلا گیا تھا۔ نیچے زمین گیلی
تھی۔ فضا میں حبس اور کیچڑ کی بُو تھی۔ گھور اندھیرے اور

گہرے سناٹے نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا
زینہ اتر کر عنبر ایک سرنگ میں آ گیا۔ یہ سرنگ خاصی
چوڑی تھی۔ اور نجانے کہاں سے ہلکی ہلکی ہوا آ رہی تھی۔

کچھ آگے جانے کے بعد یہ سرنگ بائیں طرف گھوم
گئی۔ یہاں عنبر کے کانوں میں ایک آواز پڑی۔ عنبر رک
گیا۔ اس نے آواز کو سننے کی کوشش کی۔ یہ گرتے اور
بہتے ہوئے پانی کی آواز تھی جو تقریباً چاروں طرف سے
آتی محسوس ہو رہی تھی۔ پاس ہی کوئی ندی بہہ رہی ہے۔
عنبر جوں جوں آگے بڑھتا گیا پانی گرنے کی آواز صاف
ہوتی چلی گئی پھر اس کے سامنے چند فٹ چوڑی نہر سی
آ گئی جو بڑی تیزی سے سانپ کی طرح بل کھاتی بہہ رہی
تھی۔

ایسی ندیاں زیر زمین چشموں کی وجہ سے بن جاتی ہیں
عنبر اس بارے میں جانتا تھا۔ ندی سے گزر کر کچھ آگے
جانے کے بعد ایک بڑا دروازہ آ گیا۔ عنبر نے دروازے
کو دھکا دیا تو دروازے کے دونوں پٹ کھل گئے۔ معمولی
سی آواز بھی پیدا نہ ہوئی تھی۔ عنبر دروازے سے گزر کر
آگے گیا۔

یہاں اسے جو منظر نظر آیا وہ چکرا دینے کے لیے کافی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ یہاں ایک بہت بڑا میدان تھا جس میں جا بجا درخت اُگے ہوئے تھے۔ میدان کے ایک طرف گول عمارت تھی۔ دور سے یوں لگتا تھا جیسے کسی بہت بڑی پیالی کو اوندھا رکھ دیا گیا ہے۔ دروازے کے بالکل پاس ہی ایک گدھ کا بڑا مجسمہ تھا۔

یہاں غبار ایسی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ درخت بڑے عجیب اور بدصورت تھے۔ ان درختوں کی شکلیں بھی گدھوں ایسی تھیں اور ٹیڑھی میڑھی شاخیں زمین کو چھو رہی تھیں۔ عنبر کو یوں لگا جیسے یہ درخت نہیں ہیں بلکہ اس سرے سے اس سرے تک گدھ پَر پھیلائے بیٹھے آرام کر رہے ہیں۔ عنبر نے اپنی پوری زندگی میں ایسے عجیب درخت نہیں دیکھے تھے۔

عنبر کچھ آگے بڑھا تو اس نے دیکھا کہ ہر درخت کے نیچے ایک گدھ کا مجسمہ ہے اسی وقت فضا میں پھڑ پھڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ عنبر نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ایک بڑا گدھ اس کے سر کے اوپر منڈلا رہا تھا۔ اس کی دو دہکتی ہوئی سرخ اور ہیبت ناک آنکھیں اسے مسلسل گھورے جا رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ دو انگارے فضا میں معلق ہیں۔

عنبر نے اتنا بڑا گدھ اس سے پہلے قدیم مصر کے اس قبرستان میں دیکھا تھا جہاں جادوگر نے اسے کہا تھا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ گدھ نے اپنی ڈراؤنی اور منحوس آنکھوں سے عنبر کو گھورتے ہوئے بھیانک چیخ ماری اور فضا میں اوپر کو اٹھ گیا۔ پھر وہ غوطہ کھا کر عنبر کی طرف آنے لگا۔ اس کے دونوں پنجے اس طرح کھل گئے تھے جیسے آج کل ہوائی جہاز کے اترتے وقت پہیے کھلتے ہیں۔

گدھ، عنبر کی گردن پر جھپٹا جیسے توڑنا چاہتا ہو عنبر پھرتی سے نیچے بیٹھ گیا۔ گدھ کے پنجے اس کے بالوں سے چھو کر رہ گئے۔ اپنا وار خالی جاتا دیکھ کر گدھ نے ہولناک چیخ ماری مگر دوبارہ حملہ آور نہ ہوا۔ وہ اپنے بڑے بڑے پَر پھڑ پھڑاتا ایک مجسمے پر بیٹھ گیا۔

دوسرے ہی لمحے عنبر نے حیرت انگیز منظر دیکھا۔ گدھ کا مجسمہ زندہ ہو گیا اور پر پھڑ پھڑاتا اڑنے لگا۔ پھر یکے بعد دیگرے درختوں کے نیچے بنے تمام مجسمے زندہ ہوتے چلے گئے۔ وہ سب اپنی منحوس آوازوں میں چلا رہے تھے۔ ہولناک چیخوں کا طوفان امنڈ آیا تھا۔ اسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وقت زور دار گڑگڑاہٹ کے ساتھ وہ دروازہ خودبخود
بند ہوگیا جس سے گزر کر عنبر داخل ہوا تھا۔

دروازے کے بند ہوتے ہی گول عمارت کی چھت
میں ایک سوراخ پیدا ہوا اور ایک گول تھالی سی فضا
میں گھومتی ہوئی عنبر کی طرف آنے لگی۔ تھالی سے نیلے
رنگ کی تیز شعاعیں خارج ہو رہی تھیں۔ یہ اڑن طشتری
تھی عنبر اس سے پہلے بھی اڑن طشتری دیکھ چکا تھا۔اڑن
طشتری عنبر کے سر پر رک گئی پھر اس کے اگلے حصے
سے سرخ رنگ کی شعاع نکلی اور عنبر کے جسم پر پڑی۔
عنبر کو اپنا دماغ سن ہوتا محسوس ہوا وہ چکرا کر گرا اور
بے ہوش ہوگیا۔

اڑن طشتری زمین پر آگئی۔

اس کا دروازہ کھلا اور عجیب مخلوق باہر نکلی۔ اس کا
نچلا دھڑ انسانوں ایسا تھا مگر اوپر والا دھڑ گدھ کا تھا۔
سر کی جگہ کالے رنگ کی گول تھالی لگی ہوئی تھی۔آنکھیں
گردن سے کچھ نیچے تھیں۔ پشت پر دو پر پھڑ پھڑا
رہے تھے۔ عنبر کے قریب آکر اس نے اپنے پر سمیٹے
جھکی اور عنبر کو اٹھا کر اڑن طشتری کی طرف بڑھ گئی۔

اڑن طشتری واپس گول عمارت میں چلی گئی۔گول عمارت

کے اندر عجیب ہی منظر تھا۔ بے شمار انسانی گدھ عجیب
مشینوں پر کام کر رہے تھے۔ زمین سے اوپر ایک موٹی
تار تھی۔جس سے کئی اڑن طشتریاں لٹک رہی تھیں۔
عنبر والی اڑن طشتری آگے گزر جاتی۔

کئی کمروں سے گزر کر اڑن طشتری ایک ایسے کمرے
میں پہنچی جہاں ایک بڑا سرخ صندوق پڑا ہوا تھا۔
اڑن طشتری رک گئی۔ دروازہ کھلا اور انسانی گدھ باہر
نکل آیا اور صندوق کے اوپر اڑنے لگا۔ کئی چکر
لگانے کے بعد انسانی گدھ صندوق کے عین اوپر چھت
میں پنجے گاڑ کر الٹا لٹک گیا اور چیخیں مارنے لگا۔

سرخ صندوق کا ڈھکن کھل گیا۔ اس میں سے ایک
بڑا انسان نما گدھ نکلا۔ اس کے سر کی جگہ کالے رنگ
کی تھالی کی بجائے سنہرے رنگ کی تھالی لگی ہوئی
تھی۔چھت سے لٹکتا گدھ نیچے اتر آیا وہ جھکا کالے
رنگ کی تھالی روشن ہوگئی اور الفاظ ابھرے:

"اے مقدس گدھ۔ آج ایک انسان قابو آیا ہے اسے
دیوتا کی بھینٹ چڑھاؤ۔"

مقدس گدھ کی سنہری تھالی روشن ہوئی اور الفاظ ابھرے:

"کام کی رفتار کیا ہے اور کب تک مکمل ہو جائے گا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یاد رکھو ہمیں انسانی خون کی سخت ضرورت ہے۔"

کالی تھالی پر الفاظ اُبھرے:

مقدس گدھ ـــ چند دن تک سب کام مکمل ہو جائے گا۔ ہمارے ساتھی دن رات محنت کر رہے ہیں۔ سیارے سلنڈر آنے والے ہیں۔

مقدس گدھ کی سنہری تھالی پر الفاظ نمودار ہوئے:

"بہت اچھے۔ اب اس انسان کو لے کر قربان گاہ میں چلو۔ دیوتا ہم سے خوش ہو جائیں گے۔"

دونوں انسان نما گدھ اڑن طشتری میں بیٹھے اور اڑن طشتری دوبارہ آگے چل دی۔ تیسرے کمرے میں سونے سے بنا انسان نما گدھ کا مجسمہ پڑا ہوا تھا پاس ہی قربان گاہ تھی جو کالے پتھر کی بنی ہوئی تھی۔ قربان گاہ پر سیاہی مائل لہو جما ہوا تھا۔ اڑن طشتری اس کمرے میں رُک گئی۔ مقدس گدھ اور اس کا ساتھی باہر نکل آئے۔

عنبر کو مقدس گدھ نے اٹھا رکھا تھا۔ عنبر ابھی تک بے ہوش تھا۔ قربان گاہ کے پاس ہی ایک مشین لگی ہوئی تھی۔ اس مشین میں لوہے کا تیز اور بڑا بلیڈ لگا ہوا تھا۔ یہ گردن کاٹنے والی مشین تھی۔ مقدس گدھ قربانی

دیے جانے والے انسان کی گردن مشین میں ڈال دیتا تھا اور بٹن دبتے ہی اوپر سے بھاری اور تیز بلیڈ گر کے گردن کاٹ ڈالتا تھا پھر انسانی خون سے گدھ کو نہلایا جاتا تھا۔ اور جو خون بچتا مقدس گدھ اسے پی جاتا تھا۔ مشین کے نیچے ایک ٹب پڑا ہوا تھا جس میں خون جمع ہوتا تھا۔

مقدس گدھ نے عنبر کی گردن مشین میں ڈال دی اور بٹن دبا دیا۔ گھرر کی آواز کے ساتھ بلیڈ کو روکنے والی رکاوٹ ہٹی اور ایک دھماکے سے بلیڈ عنبر کی گردن پر گر کر ٹوٹ گیا۔ مقدس گدھ کی آنکھیں حلقوں میں گھومنے لگیں۔ سنہری تھالی بار بار روشن ہونے اور بجھنے لگی۔ اس کی پشت پر لگے پَر تیزی سے حرکت کرنے لگے۔

اس نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا۔ سنہری تھالی پر الفاظ اُبھرے:

"یہ کیسے ہو گیا۔ گردن کٹنے کی بجائے بلیڈ ٹوٹ گیا۔ یہ انسان کون ہے؟"

انسانی گدھ نے آگے بڑھ کر عنبر کی گردن دیکھی۔ ایک خراش تک نہ آئی تھی پھر اس نے بلیڈ کا جائزہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیا۔ اس کے سر کی کالی تھالی روشن ہوئی اور الفاظ نمودار ہوئے:

مقدس گدھ ۔ میں حیران ہوں ۔ ایسا ہونا تو ناممکن تھا مگر۔

عنبر کا جسم کسمسایا ۔ اسے ہوش آ رہا تھا۔ مقدس گدھ اور اس کا ساتھی بڑے غور سے عنبر کو دیکھ رہے تھے!!

◎

عنبر، ناگ، ماریا کے پانچ ہزار سالہ واپسی کے سفر کی سنسنی خیز داستان

چڑیلوں کی ملکہ

خاص نمبر (۴۰)

صفحات ٢٥٦ ———— قیمت دس روپے

۵ ستمبر سے
اپنے قریبی بک سٹال یا ہاکر
سے طلب فرمائیں!

نیا مکتبہ اقرأ
١٤- بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk
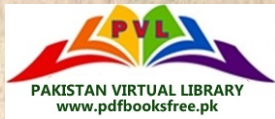
مقدس گدھ کی موت

عنبر کو ہوش ہو گیا۔

وہ اُٹھ بیٹھا۔ اپنے سامنے اس عجیب مخلوق کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا پھر اس نے مشین اور ٹوٹے بلیڈ کو دیکھا تو سب سمجھ گیا۔ اس نے کہا:

"تم مجھے کبھی نہیں مار سکتے۔ میں عنبر ہوں۔ تاریخ کا مسافر، صدیوں نے میری پرورش کی ہے۔ موت مجھ سے بھاگتی ہے مجھے ہمیشہ زندہ رہنے کی طاقت حاصل ہے۔ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

مقدس گدھ کی سنہری تھالی پر الفاظ ابھرنے لگے:

"میں تمہیں ہرگز زندہ نہ چھوڑوں گا۔ میں الیکٹرک بھٹی میں جلا کر راکھ کر دوں گا۔"

عنبر دنیا کی ہر زبان سمجھ سکتا تھا۔ اس نے الفاظ پڑھ لیے اور سوچتا ہوا بولا:

"اگر تم مجھے مار سکتے ہو تو مار دو۔ مگر پہلے مجھے بتاؤ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تم ہو کون ؟ تم اس زمین کی مخلوق نہیں ہو۔"
مقدس گدھ کی سنہری تھالی پر الفاظ نمودار ہوئے:
"تمہاری آخری خواہش سمجھ کر بتا دیتا ہوں ۔ ہم لینڈ
سے آئے ہیں ۔ یہ سیارہ تمہاری زمین سے کروڑوں
میل دور ہے ۔ ہماری خوراک تازہ خون ہے ۔ ہمارے
سیارے پر جتنے جانور اور پرندے تھے ہم ان سب
کا خون پی گئے ۔ جب جانور اور پرندے ختم ہو گئے
تو گدھ بھوکے مرنے لگے اور ہنگامے شروع ہو گئے ۔
میں لینڈ کا سربراہ ہوں ۔ میں نے تمام گدھ سائنس
دانوں کی کانفرنس طلب کی ۔ یہاں میں بتا دوں کہ ہم
سائنسی ترقی میں زمین سے کئی سو سال آگے ہیں ۔ اس
کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ ہم زمین پر جا کر انسانوں
کا خون نچوڑ لائیں اور اسے پی کر زندہ رہ سکیں ۔
چنانچہ میں اپنے قابل سائنس دانوں اور ساتھیوں
کے ہمراہ تین ماہ قبل اس ویران جزیرے میں آ گیا ۔
ہم نے گرجے کے نیچے سرنگ بنا کر میدان تیار کیا
اور اپنی یہ لیبارٹری تیار کی سب سے پہلے ہم نے
اس جزیرے پر موجود سیاہ فام باشندوں میں سے کئی
ہزار کو پکڑ کر انہیں اپنے سیارے پر بھیج دیا تاکہ

خون کی کمی کچھ تو پوری ہو ۔
اس کے بعد ہم نے اپنے سیارے سے درخت
منگوا کر لگائے باہر جو درخت تم نے دیکھے وہ
ہمارے سیارے کے ہیں ۔ ان درختوں سے ہر وقت
ایسی ہوا خارج ہوتی رہتی ہے جو ہمیں زندہ رکھتی ہے
اس کے بعد ہم انسانوں کو قابو کرنے کے لیے منصوبہ
تیار کرنے لگے اور اب ہماری کامیابی میں چند دن
رہ گئے ہیں"
عنبر اس مکار انسانی گدھ کی باتیں سن کر دنگ
رہ گیا ۔ یہ حرامی گدھ تو انسانوں کی تباہی کا منصوبہ
بنائے ہوئے تھے ۔
عنبر نے پوچھا:
"تم انسانوں کا خون کس حاصل کرو گے ؟"
مقدس گدھ کی سنہری تھالی پھر روشن ہو گئی اور
الفاظ ابھر آئے :
"ہم ایک خاص شیشہ تیار کرنے میں کامیاب ہو
چکے ہیں ۔ اس شیشے کے ذریعے ہم سورج کی شعاعیں
منعکس کریں گے اور یہ شعاعیں جس جاندار پر پڑیں
گی وہ بے ہوش ہو جائے گا ۔ سب سے پہلے ہم نزدیکی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بستی پر شعاعیں پھینکیں گے۔ ہم یہ کام کر چکے ہوتے
مگر ابھی ہمارے سیارے سے سلنڈر نہیں آئے۔ جن
میں خون ڈال کر وہاں بھیج سکیں۔ سلنڈر آتے ہی
ہم کام شروع کر دیں گے اور آہستہ آہستہ تمام ممالک
کے انسان مر جائیں گے ان کا خون ہمارے قبضے
میں آ جائے گا۔"

ایک بار تو عنبر کانپ اٹھا۔ یہ خبیث اور شیطان
صفت گدھ تو دنیا کے کروڑوں بچوں، جوانوں، عورتوں
اور بوڑھوں کی تباہی کا منصوبہ لے کر آئے تھے۔ عنبر
نے فیصلہ کیا کہ انہیں کامیاب نہ ہونے دے گا۔
اس نے سوچا کہ ان مکار گدھوں کے ساتھ مکاری سے
کام لینا چاہیے وہ ہنس کر بولا:

"واہ واہ۔ کیا شاندار منصوبہ بنایا ہے لیکن اگر کسی
نے شیشہ تباہ کر دیا تو۔؟"

مقدس گدھ کی سنہری تھالی پر لرزتے کانپتے الفاظ
ابھرے۔ وہ غصے میں آ گیا تھا۔ تھالی پر لکھا تھا:

"کس کی مجال ہے جو شیشہ تباہ کر سکے۔ میں اس
کا خون پی کر ہڈیاں بھی چبا ڈالوں گا۔"

عنبر نے کہا:

"میں بھی ان انسانوں کے بہت خلاف ہوں۔ میں
آسمانی مخلوق ہوں اس لیے مر نہیں سکتا۔"

مقدس گدھ اپنے ساتھی کی طرف دیکھنے لگا۔ ساتھی
کی کالی تھالی پر الفاظ نمودار ہوئے:

"اے مقدس گدھ یہ کوئی بھی ہے اسے الیکٹرک
بھٹی میں جلا دینا چاہیے۔"

مقدس گدھ نے دیوار پر لگا ایک بٹن دبایا۔
دوسرے ہی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور کئی گدھ
اندر گھس آئے۔ انہوں نے عنبر کو جکڑ لیا۔ عنبر چاہتا
تو ان سب کو نانی یاد دلا دیتا مگر وہ چپ چاپ
ان کے ساتھ چل دیا۔ الیکٹرک بھٹی تانبے کی بنی
ہوئی تھی۔ اس میں تانبے سے بنی ایک کرسی پڑی
تھی جس سے کئی تاریں جڑی ہوئی تھیں۔

عنبر کو اس کرسی سے جکڑ کر دروازہ بند کر دیا گیا۔
مقدس گدھ نے بھٹی کا بٹن آن کر دیا۔ فضا میں تیز
سنسناہٹ پھیل گئی۔ کئی ہزار وولٹ بجلی نے بھٹی کو
گرم کر دیا۔ چند منٹ بعد بھٹی بند کر دی گئی۔ مقدس
گدھ کا خیال تھا کہ عنبر کی ہڈیوں کا بھی سرمہ
بن چکا ہو گا مگر جب بھٹی کا دروازہ کھولا گیا۔ تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سارے گدھوں کے سروں کی تھالیاں جلنے بجھنے لگیں وہ دہشت زدہ ہو گئے تھے۔

مقدس گدھ بھی حیران کھڑا تھا۔ عنبر بڑے مزے سے کرسی پر بیٹھا ٹانگیں ہلا رہا تھا اس نے تانبے کی وہ رسیاں توڑ دی تھیں جن سے اسے باندھا گیا تھا۔ عنبر نے کہا:

"اب تجھے یقین آگیا کہ میں ہرگز نہیں مر سکتا۔ میں ہمیشہ زندہ رہوں گا تم مر جاؤ گے تمہارے بچوں کے بچے مر جائیں گے مگر مجھے موت نہیں آئے گی۔ موت مجھ سے بھاگتی ہے"

مقدس گدھ کی سنہری تھالی پر کانپتے الفاظ ابھرے:

"اس انسان کا سارا خون پی جاؤ۔ یہ ضرور کوئی خطرناک جادوگر ہے۔ میں نے سن رکھا ہے کہ زمین پر خطرناک جادوگر ہوتے ہیں یہ انہی میں سے کوئی ہے"

سارے گدھ عنبر پر ٹوٹ پڑے۔ اب تو عنبر کو بھی غصہ آگیا۔ اس نے سب سے آگے والے گدھ کو گھما کر بھٹی میں پھینک دیا۔ بھٹی ابھی بہت گرم تھی۔ گدھ کی تھالی پر "ہائے" کا لفظ ابھرا اور وہ جل کر راکھ ہو گیا۔ سارے گدھ عنبر سے چمٹ گئے تھے

وہ چونچیں مار رہے تھے مگر عنبر کا جسم کہاں کٹنے والا تھا ہاں گدھ اپنی چونچوں سے محروم ہوتے گئے۔ وہ درد سے بے حال ہو گئے۔

عنبر نے دو گدھوں کو پروں سے پکڑ کر آپس میں ٹکرا دیا۔ ان کی تھالیاں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور ٹوٹ کر بکھر گئیں اور وہ اندھوں کی طرح چکرانے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے عنبر نے کئی شیطانی گدھ ختم کر ڈالے۔ مقدس گدھ کی تھالی جل بجھ رہی تھی۔ وہ گھبرایا ہوا تھا۔

عنبر اس کی طرف لپکا:

مقدس گدھ دروازے کی طرف بھاگا مگر عنبر نے اسے دبوچ لیا اور کہا:

"پیارے ـــــ اب کدھر بھاگتے ہو میرا خون نہیں پیو گے ـــــ اُلو کے پٹھے تیری تو میں چٹنی بنا کر چھوڑوں گا"

مقدس گدھ درد سے پَر پھڑ پھڑا رہا تھا۔ اس کی تھالی پر لفظ ابھرے:

"اُف ـــــ ہائے۔ ارے مجھے چھوڑ دو۔ تم انسانوں کے خلاف ہو اس طرح ہمارے ساتھی ہوئے"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر نے کہا:

"واہ بیٹا۔ بے وقوف بناتا ہے ابھی کیا تیرے باپ نے مجھے بھٹی میں ڈالا تھا۔ اگر میں عام انسان ہوتا تو مر جاتا۔ اس وقت تو تمہیں اس ساتھی کا خیال نہیں آیا تھا۔"

مقدس گدھ کی تختی پر الفاظ نمودار ہوئے:

"مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے معاف کر دو۔ میں تمہیں اپنا وزیر بنا لوں گا۔"

عنبر نے اس کی گردن پر انگوٹھا رکھ کر رگ پکڑتے ہوئے کہا:

"اب داروغہ جہنم سے معافی مانگنا اور جہنم میں ہی وزارت قائم کرنا فکر مت کرو تمہارے باقی ساتھی بھی تمہارے پیچھے پیچھے چلے آئیں گے میں کسی شیطان گدھ کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

عنبر نے مقدس گدھ کی رگ پکڑ کر باہر کھینچ لی۔ وہاں سے کالے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ تھالی پر "ہائے میں مر گیا۔ ارے مجھے بچاؤ۔ ہائے ہائے" کے الفاظ اُبھر اور مٹ رہے تھے۔ دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر اس کے پر ٹوٹ گئے اور وہ مر گیا۔

کمرے میں شیطانی گدھ لاشوں کی صورت میں بکھرے پڑے تھے۔ باہر کے گدھ تو ابھی تک اس معاملے سے بے خبر تھے۔ عنبر کمرے سے نکل آیا اسے اب شیشے کی تلاش تھی!!

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موت کا دریا

عنبر اس شیشے کو تباہ کر دینا چاہتا تھا۔
اسے یہ علم نہیں تھا کہ شیشہ کس کمرے میں پڑا ہے وہ اڑن طشتری میں بیٹھا ہر کمرے کے اوپر سے گزر رہا تھا۔ نیچے انسانی گدھ کام کر رہے تھے اگر وہ سر اٹھا کر دیکھتے تو انہیں عنبر نظر آ جاتا۔ اڑن طشتری تار پر سفر کرتی ہوئی ایک بڑے کمرے میں پہنچی۔ کمرے کے وسط میں میز پر ایک بڑا شیشہ پڑا چمک رہا تھا۔
عنبر نے اڑن طشتری روک دی۔ اسی وقت پوری عمارت تیز الارم سے گونج اٹھی۔ عنبر سمجھ گیا کہ گدھوں کو اپنے مقدس گدھ کے جہنم رسید ہونے کا پتہ چل گیا ہے۔ اس نے اڑن طشتری سے شیشے کے اوپر چھلانگ لگا دی۔ وہ شیشے پر گرا اور شیشہ تڑخ گیا۔
عنبر نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اسی وقت کئی

انسانی گدھ چیخیں مارتے کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کی تھالیاں بلبوں کی طرح روشن تھیں۔ سب سے آگے ایک بڑا گدھ تھا۔ اس نے شیشہ ٹوٹا دیکھ کر ہولناک چیخ ماری۔ اس کے سر والی تھالی پر الفاظ ابھرے:
"اس بدبخت انسان نے ہماری ساری محنت ضائع کر دی۔ شیشہ تباہ کر دیا۔ ہمارا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔"
عنبر نے قہقہہ لگا کر کہا:
"شیطان کی اولاد۔ میں تم میں سے کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ سب کی قبر اسی عمارت میں بنا دوں گا۔"
تھالی پر الفاظ ابھرے:
"اسے پکڑ لو اور اس کی زبان کاٹ کر اس کا خون پی جاؤ اس کی بوٹیاں نوچ لو۔"
سارے گدھ عنبر سے لپٹ گئے۔ عنبر نے انہیں ٹھکانے لگانا شروع کر دیا۔ بڑے گدھ نے یہ دیکھا تو اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ اس کی مکروہ شکل اور بھی خوفناک ہو گئی۔ وہ اپنے بڑے پر زور سے پھڑ پھڑاتا ہوا عنبر پر حملہ آور ہوا۔
اس نے عنبر کی آنکھ پر پوری طاقت سے چونچ ماری اس کا خیال تھا کہ عنبر کی آنکھ پھوٹ جائے گی مگر یہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو لینے کے دینے پڑ گئے۔ گدھ کی چونچ ٹوٹ گئی۔ گدھ
کی تھالی سے آگ کا شعلہ نکل کر عنبر پر پڑا۔ یہ وار
بھی خالی جاتا دیکھ کر گدھ اور بھی بپھر گیا۔
اس نے عنبر کو دبوچ لیا اور اپنے پنجے اس کے
جسم میں گاڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ عنبر نے گدھ کی
تھالی پر زور سے مکا مارا۔ گدھ درد کی شدت سے بلبلا
اٹھا۔ اس نے بھیانک چیخ کے ساتھ عنبر کی شہ رگ پر
منہ مارا۔ عنبر نے شیشے کا ایک نوکیلا ٹکڑا اٹھا کر گدھ
کے پیٹ میں گھسیڑ دیا اور اسے گھمانے لگا۔
شیشہ، گدھ کے پیٹ میں ایسے گھوم رہا تھا جیسے
خربوزے میں چھری گھومتی ہے۔ گدھ کی آنتیں باہر گر پڑیں۔
کمرہ اس کی زبردست چیخوں سے لرزنے لگا۔ فرش پر
اس کے کالے خون کا تالاب سا بن گیا تھا۔
عنبر نے اسے چھوڑ دیا۔
گدھ، بن پانی کی مچھلی کی طرح کمرے میں چکراتا رہا
تھا۔ اس نے اڑنے کی کوشش کی مگر چند فٹ بلند ہو
کر دھڑام سے فرش پر گرا اور اپنے ہی خون میں
نہا گیا پھر اس کی تھالی بجھ گئی وہ مر چکا تھا۔ کالے
خون میں نہائی اس کی لاش بڑی خوفناک نظر آ رہی تھی۔

اسی وقت زمین ہولے ہولے لرزنے لگی۔ عنبر سمجھ گیا
کہ یہ عمارت تباہ ہونے لگی ہے وہ باہر کو بھاگا۔
عمارت کے باہر تمام درختوں کے پتے جھڑ چکے تھے۔
ان کی ننگی ٹہنیاں ہوا سے آپس میں بج رہی تھیں اور
یوں لگتا تھا کہ ماتم کر رہی ہیں۔ عنبر بھاگتا ہوا دروازے
کے قریب موجود گدھ کے مجسمے کے پاس پہنچا تو گدھ
کا مجسمہ خود بخود بھرنے لگا۔ پہلے اس کا چہرہ دو حصوں
میں تڑخ گیا۔ پھر سر کی تھالی بھربھرا کر کندھوں پر
آگری اور پورا مجسمہ دیمک زدہ شہتیر کی طرح زمین پر
بکھر گیا۔
اس کے ساتھ ہی ایک ہولناک چیخ ابھری پھر تو
چیخوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ عنبر نے مڑ کر دیکھا۔ درختوں
کے نیچے بنے تمام مجسمے ٹوٹتے جا رہے تھے۔ اسی وقت
ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ پہلے ایسی عمارت لرز اٹھی۔
دوسرا دھماکہ ہوا اور عمارت زمین بوس ہو گئی۔
دوسرے سیارے سے آنے والے گدھ شیطان ختم
ہو چکے تھے۔ وہ زمین پر انسانوں کا خون نچوڑنے آئے
تھے مگر زمین ان کا مقبرہ بن گئی سچ ہے دوسروں کے
لیے گڑھا کھودنے والا پہلے خود اس میں گرتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر گرجے کے راستے باہر جنگل میں آ گیا۔

رات کا آخری پہر تھا۔ پو پھٹنے لگی تھی۔ بارش سے نہائے سرسبز درخت بڑے خوب صورت معلوم ہوتے تھے۔ درختوں کی ٹہنیوں میں رکا بارش کا پانی قطرہ قطرہ بن کر ٹپک رہا تھا۔ ہوا سے پتے آپس میں ٹکرانے سے ایسی آواز پیدا ہو رہی تھی جیسے پتے بھی شیطان گدھوں کی تباہی پر خوشی سے تالیاں بجا رہے ہوں۔

عنبر ایک طرف چل دیا۔

ابھی وہ زیادہ دور نہ گیا تھا کسی بچے کے زور سے چیخنے کی آواز سنائی دی: آواز درد اور کرب میں ڈوبی ہوئی تھی۔ عنبر رک کر آواز کی سمت کا اندازہ لگانے لگا۔ اسی وقت بچہ دوبارہ چیخا۔ عنبر نے آواز کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس کے پاؤں میں گویا پر لگ گئے تھے۔ بچے کی چیخ سے اندازہ ہوتا کہ وہ کسی مشکل میں مبتلا ہے۔

لٹکتی شاخوں کو ہٹایا، جھاڑیوں کو کچلتا عنبر بھاگتا چلا جا رہا تھا۔ بچہ مسلسل چیخ رہا تھا اور اب آواز قریب سے آ رہی تھی۔ آگے جنگل اور گھنا ہو گیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں عنبر ایک دریا کے کنارے جا پہنچا۔

یہاں کا ہولناک منظر دیکھتے ہی عنبر کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

کنارے سے کچھ فاصلے پر ایک چٹان پانی میں ابھری ہوئی تھی۔ اس چٹان پر ایک حبشی لڑکا بیٹھا ہوا تھا۔ چٹان کے چاروں طرف دریائی گھوڑے منہ پھاڑے موجود تھے۔ یہ بڑے خون خوار دریائی گھوڑے تھے۔ ان کے لمبے اور تیز دانت دور سے ہی عنبر کو نظر آ رہے تھے۔ ہر دریائی گھوڑا ہاتھی جتنا بڑا تھا۔

حبشی لڑکا خوف سے چیخیں مار رہا تھا۔ ایک دریائی گھوڑا غار جتنا منہ پھاڑے چٹان پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لڑکے کی جان خطرے میں تھی۔ عنبر نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ دریا کے کنارے برگد کا ایک بوڑھا اور گھنا درخت تھا۔ اس کی کئی شاخیں اتنی لمبی تھیں کہ زمین کو چھو رہی تھیں۔

عنبر نے ایک شاخ کو پکڑ کر اس کی مضبوطی اور لچک کا اندازہ کیا۔ یہ شاخ کام دے سکتی تھی۔ عنبر نے پھرتی سے کپڑے اتار کر ایک طرف رکھے۔ شاخ کو تھامے پیچھے ہٹا پھر دوڑتا ہوا آگے آیا اور شاخ سے جھولتا ہوا چٹان کی طرف جانے لگا بالکل اس طرح جیسے آپ پینگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جھولتے ہیں۔ شاخ نے اسے چٹان پر پہنچا دیا۔

عنبر نے حبشی لڑکے کو اپنے ساتھ چمٹا کر کہا:

"گھبراؤ مت ۔ مجھے مضبوطی سے پکڑ لو۔"

حبشی لڑکا، عنبر سے چمٹ گیا ۔ عنبر نے شاخ کو دونوں سے تھام کر زور دار جھولا لیا اور کنارے کی طرف واپس آنے لگا۔ کڑ کڑ کڑ ـــ عنبر نے اوپر دیکھا۔ شاخ ٹوٹنے لگی تھی وہ عنبر اور لڑکے کا بوجھ نہ سنبھال سکتی تھی۔ شاخ ٹوٹ گئی۔ عنبر اور حبشی لڑکا دونوں کنارے کے پاس دریا میں گر گئے۔

سارے دریائی گھوڑے ان کی طرف لپکے ۔

عنبر نے چلا کر کہا:

"لڑکے تم جلدی سے کنارے پر چلے جاؤ۔ جلدی کرو ورنہ دریائی گھوڑے تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔"

مگر لڑکا تو بُرائی طرح گھبرا چکا تھا۔ اس کے حواس قابو سے باہر تھے۔ عنبر نے اسے پشت پر لاد کر تیزی سے کنارے کی طرف تیرنا شروع کیا۔ کنارے سے چند فٹ دور تھا کہ دریائی گھوڑے آ پہنچے۔ عنبر نے لڑکے کو پوری طاقت سے کنارے کی طرف اچھال دیا۔ خوف کے مارے لڑکے کے منہ سے چیخ نکل گئی وہ ہوا میں

اڑتا ہوا کنارے پر اُگی لمبی گھاس میں جا گرا۔

اس وقت تک ایک دریائی گھوڑا عنبر تک پہنچ چکا تھا۔ اس نے دہاڑتے ہوئے عنبر پر حملہ کر دیا اور اسے دبوچنے کے لیے منہ کھول کر آگے بڑھا۔ عنبر نے درخت کی ٹوٹی ہوئی شاخ دریائی گھوڑے کی آنکھ میں گھسیڑ دی۔ دریائی گھوڑا بلبلا اُٹھا۔ اس نے تلوار ایسے لمبے اور نوکیلے دانتوں والا منہ عنبر کی ٹانگ پر مارا مگر عنبر کی ٹانگ تو ایک چٹان تھی

دریائی گھوڑے نے اپنا پچھلا دھڑ پانی میں زور سے مارا۔ پانی میں ہلچل مچ گئی۔ عنبر نے ایک بھرپور مکا گھوڑے کے جبڑے پر مارا۔ جبڑا ٹوٹ گیا۔ دریائی گھوڑا تڑپ کر پیچھے ہٹا۔ اس کے خون سے پانی سرخ ہونے لگا تھا۔ دریائی گھوڑے کے پیچھے ہٹتے ہی عنبر نے کنارے کی طرف تیرنا شروع کیا۔ خون کی بو سے باقی دریائی گھوڑے بے چین ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنے ہی زخمی ساتھی پر حملہ کر دیا تھا۔ عنبر کنارے پر آ گیا۔ لڑکا جھاڑیوں میں سہما بیٹھا تھا۔

عنبر نے اسے تسلی دی اور کپڑے پہننے کے بعد پوچھا کہ وہ کون ہے؟ لڑکے نے بتایا کہ اس کا نام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جھومر ہے اور وہ آدم خور وحشیوں کے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ ان وحشیوں کا سردار ایک بوڑھا ہے جو دیوتاؤں کا بیٹا ہے کیوں کہ اس پر آگ اثر نہیں کرتی، تلوار کا وار ناکام ثابت ہوتا ہے۔

اس بوڑھے سردار کے حکم سے ہر ماہ قبیلے کے ایک بچے کو موت کے دریا میں ڈال دیا جاتا ہے اور وہ ان دریائی گھوڑوں کی خوراک بن جاتا ہے۔ وحشیوں کا عقیدہ ہے کہ اس طرح تباہی کا دیوتا راضی ہو جاتا ہے۔

عنبر کو وحشیوں کے عقیدے پر ہنسی آ گئی۔ دریائی گھوڑوں کا تباہی کے دیوتا سے کیا تعلق۔ مگر عنبر جانتا تھا کہ یہ آدم خور وحشی دماغ سے کام لینے کے عادی نہیں ہوتے اور اتنے توہم پرست ہوتے ہیں کہ اگر کسی الو کی مردہ کھوپڑی کو پوجنا شروع کر دیں تو ساری زندگی بلکہ نسل در نسل پوجتے ہی چلے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی عنبر کے ذہن میں سوال ابھرا ــــ لیکن وہ سردار جس پر آگ اور تلوار اثر نہیں کرتی۔ کیا وہ بھی میری طرح لافانی ہے؟

عنبر لڑکے کے ہمراہ آدم خوروں کے قبیلے کی طرف روانہ ہوگیا۔

اب ہم ماریا کے پاس چلتے ہیں جو ہندوستان میں شیوجی کے مندر میں ہے اور جانگلوس جادوگر اور اس کی ماں اروما ماریا کو قابو کرنے کی تدبیریں سوچ رہے ہیں۔

جانگلوس جادوگر سخت پریشان تھا اس نے کہا:

"اماں۔ ہم اس دشمن سے کیسے نبٹیں جو نظر ہی نہیں آتا۔ وہ غیبی عورت مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

اروما غصے میں آ گئی اس نے چلا کر کہا:

"بکواس مت کرو۔ اس طرح بزدلوں کی سی باتیں کرنے سے بہتر ہے ڈوب مرو۔"

جانگلوس چپ ہو کر بیٹھ گیا۔ اروما کمرے میں ٹہلتی ہوئی بولی:

"یہ غیبی عورت میرے جادو سے قابو نہیں آئے گی اسے عقل سے مارنا پڑے گا۔ کوئی خطرناک چال چلنا پڑے گی۔"

جانگلوس ڈرتے ڈرتے بولا:

"اماں۔ تم اس معاملے میں مہاراج بندو لال سے مدد لو تو بات بن سکتی ہے وہ اس علاقے کے سب سے بڑے جادوگر ہیں تم نے بھی انہی سے جادو سیکھا تھا وہ تمہاری بات نہیں ٹالیں گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اردما اچھل پڑی اس نے جلدی سے کہا:

"مہاراج تو مجھے یاد ہی نہیں رہے تھے اب میں اس غیبی عورت کو ٹھنگی کا ناچ نچوا دوں گی۔ میں ابھی مہاراج کی طرف روانہ ہو جاتی ہوں اور انہیں ساتھ لے کر آتی ہوں"

اردما بندو لال کی طرف روانہ ہو گئی۔ بندو لال بڑا خطرناک بنگالی جادوگر تھا۔ جس وقت اردما اس کے پاس پہنچی وہ ایک جادو تیار کرنے کے لیے کالے سانپ ابال رہا تھا۔ اس کا سر اور بھنویں منڈی ہوئی تھیں۔ صرف ایک لمبی چوٹی تھی۔ اردما نے ہاتھ جوڑ کر اسے پرنام کیا۔ بندو لال نے اسے لال لال آنکھوں سے گھورا اور کڑک کر کہا:

"کیا بات ہے جلدی کرو"

اردما بولی:

"مہاراج۔ آپ کے ہوتے ہوئے میں ایک غیبی چڑیل کے ہاتھوں تنگ آئی ہوئی ہوں۔ وہ میرے بیٹے جانگوس کو مار ڈالنا چاہتی ہے۔ میں نے اسے آپ کا نام لے کر ڈرایا تو چڑیل نے کہا میں مہاراج کو ابال کر اس کی یخنی پی جاؤں گی"

یہ جھوٹی بات اردما نے بندو لال کو طیش دلانے کے لیے کہی تھی۔ اردما کا مقصد پورا ہو گیا۔ بندو لال

فرش سے کئی فٹ اچھل کر چنگھاڑا:

اردما دل میں بڑی خوش ہوئی کہ بندو لال اس کے مطلب کی بات کر رہا ہے۔ مگر رونی صورت بنا کر بولی:

"مہاراج آپ سے بڑا جادوگر تو اس زمین پر کوئی ہے ہی نہیں۔ سارے جادوگر اور بھوت آپ کا نام سن کر کانپ اٹھتے ہیں اور آپ کو اپنا استاد مانتے ہیں"

بندو لال اپنی تعریف سن کر فوراً بانس پر چڑھ گیا۔ اکڑ کر بولا:

"فکر مت کرو میں ابھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں اور اس چڑیل کو مزا چکھاتا ہوں"

اردما خوش ہو کر بولی:

"مہاراج۔ وہ بدبخت چڑیل کسی کو نظر نہیں آتی ہے اسی لیے میں اسے قابو نہ کر سکی"

بندو لال نے بڑی بڑی خوفناک مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر کہا:

"میں سب ٹھیک کر لوں گا میں تو خون کی خوشبو سونگھ لیتا ہوں مجھ سے بچ کر کہاں جائے گی"

اردما، بندو لال کو ساتھ لے کر مندر میں آ گئی۔ ماریا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس وقت شیو جی کے بت کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔
اس نے جب اروما کے ساتھ ایک خطرناک شکل والے
جادوگر کو دیکھا تو چونک گئی پھر اس نے سوچا شاید
یہ اس پجارن کا کوئی عزیز ہو مگر کوئی شے اسے ان کے
پیچھے جانے کا کہہ رہی تھی۔

ماریا، سوچے سمجھے بغیر ان کے پیچھے چل دی۔ اروما اور
بندو لال سیدھے خفیہ کمرے میں چلے گئے۔ بندو لال اپنا جادو
کا سامان نکالنے لگا اور مونچھوں کو تاؤ دے کر بولا:

"ابھی میرے جادو سے غیبی چڑیل جہاں بھی ہو گی یہاں
آ جائے گی پھر میں تمہیں بڑا مزیدار تماشہ دکھاؤں گا۔"

اروما نے خفیہ کمرے کا دروازہ بند نہ کیا تھا۔ ماریا اندر
آ گئی۔ جانگلوس جادوگر کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ خوش
ہو گئی۔ جس وقت ماریا کمرے میں داخل ہوئی بندو لال
سامان نکالتا نکالتا رک گیا۔ اس نے زور سے سانس لیا
پھر اس کا منہ ماریا کی طرف ہو گیا۔

بندو لال نے کہا:

"اروما مجھے کسی عورت کے خون کی بو آ رہی ہے۔
اس کمرے میں تمہارے سوا کوئی اور عورت بھی ہے۔"

جانگلوس چلایا:

"مہاراج:

"مہاراج۔ بندو لال۔ وہی غیبی چڑیل ہو گی۔ ہائے رام۔
وہ یہاں بھی آ پہنچی۔"

ماریا، بندو لال کی بات سن کر ڈر گئی تھی مگر جب
اسے معلوم ہوا کہ بندو لال اسے دیکھ نہیں سکتا تو اسے
تسلی ہوئی۔ جانگلوس اپنی جگہ سے اٹھ کر بندو لال کی
طرف بھاگا۔ ماریا نے ٹانگ آگے کر دی۔ جانگلوس قلابازی
کھا کر گرا۔ اس کا سر پھٹ گیا اور خون نکلنے لگا وہ خوف
سے کانپتا ہوا چیخا:

"ہائے مہاراج۔ غیبی چڑیل مجھے مار رہی ہے۔"

ماریا نے ہنس کر کہا:

"تمہارے بندو لال مہاراج کی ایسی تیسی۔ میں تو تمہیں
بندے دا پتر بنا دوں گی۔"

یہ کہہ کر ماریا نے بندو لال کی چٹیا پکڑ کر زور سے
کھینچی۔ بندو لال کے منہ سے زور دار چیخ نکلی۔ ماریا نے
اس کے گنجے سر پہ تھپڑ مارتے ہوئے کہا:

"کیوں مہاراج۔ اب کیسی طبیعت ہے؟"

بندو لال گرج کر بولا:

"ٹھہر۔ ابھی تجھے بھسم کرتا ہوں۔ تیری یہ مجال کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے ساتھ مذاق کرے۔"

ماریا نے بندو لال پر تھپڑوں کی بارش کر دی۔
بندو لال کی ساری "مہاراجی" دم دبا کر بھاگ گئی۔ وہ
چیخیں مارتا کمرے میں اِدھر اُدھر دوڑنے لگا۔ جانگوس
نے جب یہ حال دیکھا تو دروازے کی طرف لپکا مگر
بے خبر نہ تھی۔ اس نے جانگوس کو گردن سے دبوچ کر
بندو لال پر پھینکتے ہوئے کہا:

"بیٹا جی۔ تم کدھر بھاگے جا رہے ہو تم سے بھی
پرانا حساب چکانا ہے۔"

یہ کہہ کر ماریا نے اردما کو بھی بالوں سے گھسیٹ لیا
اور کہا:

"تم بھی آ جاؤ ورنہ مار سے محروم رہ جاؤ گی۔ میں تم
سب کی ایسی خبر لوں گی کہ یاد رکھو گے۔"

اب جو ماریا نے ان کی پٹائی شروع کی تو انہیں نانی
یاد آ گئی۔ ماریا نے کمرے میں پڑا کپڑے دھونے والا ڈنڈہ
اٹھا لیا تھا اور برسائے جا رہی تھی۔ ان کی چیخیں سن کر
سارے پنڈت اور دیو داسیاں آ گئیں۔ وہ حیران پریشان
کھڑی یہ دیکھ رہی تھیں۔ ماریا کو تو وہ دیکھ نہیں سکتی تھیں
البتہ ڈنڈے سے مار پڑنے کی آواز سن سکتی تھیں۔

ماریا نے جانگوس کے سر پر پوری طاقت سے ڈنڈہ
مارا تو اس کی کھوپڑی ٹوٹ گئی۔ بھیجہ باہر نکل آیا اور
وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اردما نے یہ دیکھا تو چیخ مار کر بیہوش
ہو گئی۔ بندو لال تھر تھر کانپنے لگا اور بولا:

"معاف کر دو۔ تم ضرور کوئی دیوی ہو۔"

ماریا نے اس کی کمر پر ڈنڈہ مارتے ہوئے کہا:

"آ گئے سیدھے راستے پر۔ جان کی خیریت چاہتے ہو تو
ناک سے زمین پر لکیریں بناؤ۔"

پنڈت اور دیو داسیاں تو غیبی آواز سنتے ہی چیخیں مارتی
بھاگ گئیں۔ بندو لال مہاراج کی کم بختی آئی ہوئی تھی۔
بھاگ بھی نہیں سکتے تھے۔

ماریا نے کڑک کر کہا:

"چلو نکالو ناک سے لکیریں۔ ورنہ...."

بندو لال ہاتھ جوڑ کر بولا:

"مارنا مت۔ میں ابھی لکیریں نکالتا ہوں۔ ہائے بڑی درد
ہو رہی ہے۔ اوئی بھگوان"

بندو لال پھینٹی لگتے ہی بندے کا پتر بن گیا تھا۔ وہ
جھک کر ناک سے لکیریں کھینچنے لگا۔ لکیریں نکالنے کے
بعد ماریا نے اسے کان سے پکڑ کر اٹھایا اور کمر پر لات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مار کر بولی :

" حرام کھا کر ہاتھی بن گئے ہو۔ بھاگ جاؤ یہاں سے اور کان کھول کر سن لو پھر کبھی ادھر کا رُخ کیا تو وہ مار لگاؤں گی کہ ساری زندگی روتے رہو گے "۔

بندو لال نے ڈنڈوت کرتے ہوئے کہا :

" دیوی جی۔ اب تو میں اپنی اولاد کو بھی اس مندر میں نہ آنے دوں گا۔ ہائے۔ اوئی۔ ہائے "۔

بندو لال گرتا پڑتا کمرے سے نکل بھاگا۔ ماریا بھی کمرے سے باہر آگئی۔ مندر ویران پڑا تھا۔ سب پنڈت اور دیو داسیاں بھاگ چکی تھیں۔ مندر سے نکل کر ماریا قریبی باغ کی طرف بڑھی جہاں اس نے اپنا گھوڑا باندھا تھا۔ گھوڑا ہری ہری گھاس کھا رہا تھا۔

کچھ فاصلے پر ایک بوڑھا پودوں کو صاف کر رہا تھا۔ وہ جھاڑیوں کے پیچھے تھا اس لیے ماریا اسے نہ دیکھ سکی۔ ماریا اچک کر گھوڑے پر سوار ہوئی تو گھوڑا غائب ہو گیا۔ اتفاق سے مالی اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے جب گھوڑے کو غائب ہوتے دیکھا تو کھرپی اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ اس نے آنکھیں مل مل کر دیکھا کہ شاید اسے غلط فہمی ہوئی ہے مگر گھوڑا واقعی غائب ہو چکا تھا۔ بوڑھے مالی کو غش آگیا۔

ماریا گھوڑے پر سوار شہر کی طرف چل دی۔ رات ہونے والی تھی۔ ماریا کسی اچھی سرائے میں رات گزارنا چاہتی تھی۔ شہر کے بڑے چوک میں ایک ہندو کی شاندار سرائے تھی۔ سرائے کے باہر گھوڑے باندھنے کے لیے کھونٹے لگے ہوئے تھے۔ ماریا نے ادھر ادھر دیکھا۔ کوئی اس طرف متوجہ نہ تھا۔ ماریا گھوڑے سے اتر آئی۔

گھوڑا ظاہر ہو گیا۔ ماریا نے اسے کھونٹے سے باندھا اور سرائے میں داخل ہو گئی۔ سرائے بڑی شاندار تھی۔ اس میں خوب رونق تھی۔ دروازے کے پاس ہی ہندو مالک اپنی دھوتی سنبھالتا سونے کے سکے گن رہا تھا۔ ماریا اس کے پاس سے گزرتی ہوئی رہائشی کمروں کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

سارے کمرے پُر تھے صرف ایک کمرہ خالی تھا مگر اس میں بھی کسی کا سامان پڑا ہوا تھا۔ ماریا کو نیند آ رہی تھی وہ دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو کر پلنگ پر لیٹ گئی !!

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

MALIK LIBRARY
CHOWK SILIKHANA
KOTILA TOLA KHAN
MULTAN.

سرائے کا بھوت

یہ کمرہ ایک امیر ہندو تاجر کا تھا۔

وہ آج رات اپنے ایک دوست کے گھر گیا ہوا تھا۔

جب سے سامری جادوگر نے ماریا کی خفیہ طاقتیں چھین لی تھیں۔ ماریا کو نیند اور بھوک ستانے لگی تھی۔ ورنہ اس سے پہلے نہ تو اسے نیند آتی تھی اور نہ بھوک لگتی تھی۔ کبھی کبھی وہ سکون لینے کے لیے سو جاتی تھی مگر اب ماریا کو پلنگ پر لیٹتے ہی نیند نے آ دبوچا۔

اس سرائے میں رمیش نامی ایک ہندو کام کرتا تھا۔ وہ بلا کا مکار اور چور انسان تھا۔ اس نے ہندو تاجر کی غیر موجودگی میں چوری کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ آدھی رات ہوئی تو وہ اپنے ایک ساتھی چور کے ساتھ کمرے میں گھس آیا۔ دونوں چوروں نے کپڑے کے نقاب چڑھا رکھے تھے۔

چاند کی روشنی کھڑکی کے راستے اندر آ رہی تھی۔ کھڑکی کے پاس ہی پلنگ تھا۔ رمیش اور اس کے ساتھی نے دیکھا کہ

کوئی لحاف اوڑھے سو رہا ہے۔ دونوں ایک کونے میں کھڑے ہو کر کھسر پھسر کرنے لگے۔

رمیش کے ساتھی چور نے کہا،

"تم تو کہتے تھے۔ تاجر اپنے دوست کے گھر گیا ہوا ہے اور کمرہ خالی پڑا ہے پھر یہ کیا تمہارا باپ سو رہا ہے؟"

رمیش نے کہا:

"تاجر تو میرے سامنے مالک کو یہی کہہ کر گیا تھا شاید بعد میں پروگرام بدل گیا ہو۔"

ساتھی چور نے دبے لہجے میں کہا:

"پھر اب کیا پروگرام ہے۔ بڑا خطرہ مول لے کر آئے ہیں خالی ہاتھ تو واپس نہ جائیں گے۔"

رمیش بڑا خونی قسم کا چور تھا۔ کئی آدمیوں کو مار چکا تھا۔ اس نے خنجر نکال لیا اور بے رحمی سے ہنس کر بولا،

"خالی ہاتھ کون کم بخت جائے گا۔ اس کا تو میں ابھی پتہ کھینچ دیتا ہوں۔"

رمیش کے ساتھی نے کہا،

"ہاں یہی مناسب ہے مگر دیکھو کوئی آواز پیدا نہ ہو۔ سالے کو ایک ہی وار میں ٹھنڈا کر دینا۔"

رمیش خنجر تھامے پلنگ کی طرف بڑھا۔ اتفاق کی بات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ ماریا کو سخت پیاس محسوس ہوئی اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے لحاف سرکا کر منہ باہر نکالا۔ رمیش نے لحاف سرکتے ہوئے دیکھ لیا تھا مگر ماریا کو تو وہ دیکھ نہیں سکتا تھا
ماریا نے دونوں چوروں کو دیکھ لیا تھا وہ سارا معاملہ سمجھ گئی تھی اور لحاف اکٹھا کر کے اٹھ بیٹھی۔ پلنگ زور سے چرچرایا۔ رمیش اور ساتھی چور نے لحاف کو اکٹھا ہوتے اور پلنگ چرچرانے کی آواز سن لی تھی مگر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ان دونوں کا تو خون خشک ہو گیا۔

ساتھی چور نے کچھ کہنا چاہا مگر الفاظ حلق میں ہی پھنس رہ گئے۔ وہ بھاگنا چاہتا تھا مگر پاؤں من من بھاری ہو گئے تھے اور جسم یوں کانپ رہے تھے جیسے جاڑے کا بخار چڑھ آیا ہو۔

ماریا نے قریب آکر کہا:

"ہوں۔ تو تم دونوں چور اور قاتل ہو۔"

"ہے ہے ہے" دونوں کی گھگھی بندھ گئی۔ دونوں چیخیں مارتے کمرے سے نکل بھاگے پھر تو گویا سرائے میں بھونچال آگیا۔ سارے مسافر جاگ پڑے مگر دونوں چور بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

ماریا دوبارہ پلنگ پر لیٹ کر سو گئی۔ صبح کھڑکی کے

راستے سورج کی کرنوں نے آکر اسے جگایا۔ ماریا کمرے کے ساتھ بنے غسل خانے میں جا کر نہانے لگی۔ اتفاق کی بات کہ سرائے کا بیرہ کمرے کے سامنے سے گزرا۔

اس نے جب نل سے پانی گرنے کی آواز سنی تو رک گیا۔ ہندو تاجر تو رات سے آیا ہی نہیں تھا۔ اس نے سوچا غسل خانے میں کون نہا رہا ہے۔ ساتھ ہی بیرے کو رات والا ہنگامہ یاد آگیا۔ وہ دبے قدموں کمرے میں آگیا۔ اور ڈنڈے والا جھاڑو اٹھا کر غسل خانے کی طرف بڑھا۔

ادھر ماریا نہا کر کپڑے بدل چکی تھی۔ اس نے نل بند کیا۔ اسی وقت غسل خانے کا دروازہ کھل گیا۔ ماریا نے دیکھا کہ بیرہ بڑی حیرانی سے اندر دیکھ رہا ہے۔ بیرے کی حیرت تو عروج پر تھی۔ غسل خانے کے فرش پر صابن کی جھاگ پھیلی ہوئی تھی۔ نل بھی بند ہو گیا تھا مگر غسلخانہ خالی پڑا تھا۔

ماریا مسکراتی ہوئی بیرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے جو شرارت سوجھی اس نے بیرے کی قمیض پکڑ کر کھینچی۔ بیرا اچھل پڑا۔

ماریا نے بڑی میٹھی آواز میں کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہیلو۔ کیا حال ہے۔"

بیرے کی تو جان ہی نکل گئی وہ بھوت بھوت کا شور مچاتا بھاگ اٹھا اور سیدھا ہندو مالک کے پاس گیا۔ ہندو مالک اسے بھوت کا شور مچاتے دیکھ کر غصے میں آگیا تھا۔ یہ اس کے کاروبار کا معاملہ تھا اگر مسافروں کو یقین ہو جاتا کہ اس سرائے میں کوئی بھوت ہے تو وہ فوراً سرائے چھوڑ کر چلے جاتے۔

ہندو مالک نے بیرے کو تھپڑ مارتے ہوئے کہا:

"ابے رات بھنگ تو نہیں پی گیا تھا جو صبح صبح بھوت نظر آرہے ہیں۔"

بیرے نے کانپتے ہوئے کہا:

"مالک سچ کہتا ہوں۔ کمرہ نمبر ۳۲ میں بھوت ہے۔"

ہندو نے کہا:

"تو نے اسے دیکھا تھا کیا؟"

بیرا بولا:

"نہیں مالک اس کی آواز سنی تھی وہ کسی زنانہ بھوت کی آواز تھی۔"

اس دوران کئی مسافر ان دونوں کے گرد اکٹھے ہو چکے تھے۔ ہندو مالک گھبرا گیا اس نے کہا:

"ابے تیرے کان بجے ہوں گے۔ ذرا چل مجھے بھی بھوت دکھا۔ اگر بھوت نہ ہوا تو میں تیری کھال کھچوا کر اس میں بھس بھروا دوں گا۔ دماغ چل گیا ہے سالے کا۔"

ہندو اور بیرا کمرے کی طرف دوڑے۔ کئی مسافر بھی ساتھ ہو لئے۔ ماریا کو بھوک لگ رہی تھی وہ کمرے سے نکلنے لگی تھی کہ سارے لوگ آ گئے۔ ماریا ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

ہندو مالک نے دھوتی سنبھالتے ہوئے کہا:

"کہاں ہے بھوت۔ خوامخواہ شور مچا رکھا تھا۔ اب میں تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔"

بیرے نے ڈری ہوئی آواز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا:

"حضور۔ میں بھگوان کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے بھوت کی آواز سنی تھی۔"

ہندو مالک نے کڑکتے ہوئے کہا:

"چپ۔ جھوٹی قسم کھاتے ہو۔ اب ذرا بلاؤ اپنے بھوت کو۔ سالے کو ہنگنی کا ناچ نچا دوں گا۔ میں تو بھوتوں کا بھی باپ ہوں۔ کئی بھوت پکڑ کر آگ میں جلا دیئے ہیں۔"

ہندو تو ڈینگیں مار رہا تھا۔ اسے کیا خبر تھی کہ ماریا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاس کھڑی یہ گفتگو سن رہی ہے۔ اس نے آگے بڑھ
کر ہندو مالک کا کان پکڑ کر کھینچا۔ ہندو مالک کے منہ
سے چیخ نکل گئی۔ اس نے مڑ کر اپنے ملازم کے منہ پر
زور سے تھپڑ مارا اور چلایا:

"میرے کان کھینچتے ہو۔ تمہیں یہ ہمت کیسے ہوئی۔
ہائے ہائے کیسا وقت آ گیا ہے۔ ملازم اب مالکوں کے
کان کھینچنے لگے ہیں۔"

بیرے نے گال سہلاتے ہوئے کہا:

"میں نے تو کان نہیں کھینچا تھا۔"

ہندو مالک گرجا:

"تو کیا تیرے باپ نے کھینچا تھا۔ آج صبح سے جھوٹ
بولنے کا دورہ پڑ گیا ہے کیا؟ ہر بات میں جھوٹ۔"

ماریا نے ہندو مالک کے کان میں سرگوشی کی:

"لالہ جی — کان تو میں نے کھینچا تھا اور سنائیے کیا
حال ہے؟"

ہندو مالک کا تو منہ کھل گیا۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا
ماریا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"آپ نے بتایا نہیں طبیعت کیسی ہے اور کاروبار
کیسا چل رہا ہے۔ سب ٹھیک تو ہے نا۔"

ہندو لالے کی توند لرزنے لگی۔ چہرے پر زلزلے
کے آثار پیدا ہو گئے۔ اسے ہاتھ کا دباؤ اور گرمائش
تو محسوس ہو رہی تھی۔ مگر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔
اس کے منہ سے ڈری ڈری عجیب آوازیں نکلنے لگیں۔
سارے مسافر، ہندو کو گھورنے لگے۔ ماریا کو تو انہوں
نے دیکھا نہیں تھا اور نہ ہی اس کی آواز سنی تھی۔

ایک مسافر نے کہا:

"لالہ جی۔ کیا خیریت تو ہے؟"

ہندو لالہ جی کیا بتاتے بس خیریت ہی تو نہیں تھی۔

ماریا نے اس کے کان میں کہا:

"ارے لالہ۔ تم کانپ کیوں رہے ہو۔ تم تو بڑے
بہادر ہو گئے بھوت پکڑ کر چلا چکے ہو مجھے بھی پکڑو۔"

ہندو مالک نے کپکپاتی آواز میں کہا:

"ہے بھوتنی جی۔ غل۔ غل۔ غلطی ہو گئی۔ بھگوان قسم
آئندہ کبھی نہیں کہوں گا۔"

اب ماریا نے اونچی آواز میں کہا:

"تم نے اس غریب ملازم کو مفت میں پیٹ ڈالا
اسے ایک سو سکے دو ورنہ میں تمہیں کچا چبا جاؤں گی۔"

مسافر تو اس کی آواز سنتے ہی چیخیں مارتے سر پہ پاؤں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رکھ کر بھاگے۔ ہندو لالہ تو اس وقت گدھے کو بھی باپ
تسلیم کرنے پر رضا مند تھا۔ اس نے فوراً کہا:
"بھوتنی جی۔ ابھی سکے دیتا ہوں۔"
ماریا نے اس کے کندھے سے ہاتھ اٹھا لیا۔ ہندو
مالک اندھا دھند باہر کو بھاگا۔ دروازے سے زوردار
ٹکر ہوئی مگر اس نے رکنے کی بجائے بھاگنا بہتر سمجھا۔
ماریا ہنستی ہوئی کمرے سے نکل آئی۔ باورچی خانے سے
ناشتہ کرنے کے بعد وہ بازار میں نکل آئی۔

بازار میں خوب رونق تھی۔ حلوائیوں کی دوکانوں کے
آگے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے۔ دوکانوں کے باہر دریاں
بچھی تھیں جن پر لوگ بیٹھے پوریاں اور حلوہ کھا رہے
تھے۔ مندروں کی گھنٹیاں بج رہی تھیں ماریا سیر کرتی ہوئی
کافی آگے نکل آئی۔

اسی وقت اس نے ایک گلی میں دو آدمیوں کو
بڑے پر اسرار انداز میں کھسر پھسر کرتے دیکھا۔ ماریا میں
تجسس کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ان آدمیوں میں سے
ایک سپیرا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے بڑا سا پٹارہ
اٹھا رکھا تھا اور گلے میں بین لٹک رہی تھی۔ دوسرا
شخص دبلا پتلا اور کانا تھا۔ اس کی ایک آنکھ سبز کپڑے

سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اس نے سر پر پگڑی باندھ رکھی
تھی۔ یہ شخص شکل سے ہی بڑا مکار اور خطرناک
نظر آتا تھا۔

ماریا کے دیکھتے ہی دیکھتے سپیرے نے اپنے
پٹارے سے ایک چھوٹی ٹوکری نکال کر کانے کے
حوالے کر دی۔ ماریا اس دوران ان کے پاس پہنچ
چکی تھی۔ اسے سپیرے کی آواز سنائی دی۔ جو
کہہ رہا تھا۔

"سرکار آپ فکر ہی نہ کریں۔ بڑا زہریلا پھنئیر سانپ
ہے۔ اس کا ڈسا تو ہائے بھی نہیں کہتا فوراً ختم
ہو جاتا ہے۔"

کانے نے کہا:
"شاباش۔ مجھے ایسے ہی سانپ کی ضرورت تھی تم نے
مجھے خوش کر دیا ہے۔"

کانے نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سونے کے
مٹھی بھر سکے نکال کر سپیرے کے دامن میں ڈال
دیئے۔ سپیرا تو خوشی سے نہال ہو گیا ــ کانے نے
ٹوکری بغل میں دبائی اور تیز رفتاری سے ایک
طرف چل دیا۔ ماریا کو کانا ایک بہت مکروہ شکل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چمگادڑ لگا جو کسی کا خون چوسنے جا رہا ہو۔ ماریا نے
اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتی
تھی کہ کانے نے زہریلا سانپ کیوں لیا ہے؟ کیا وہ
اس سے کسی انسان کو ڈسوانا چاہتا ہے!!

◎

ٹوکری میں سانپ

کانا تیز تیز قدم اٹھاتا بھاگا چلا جا رہا تھا۔
شہر کی تنگ گلیوں سے گزر کر کانا ایک پرانی حویلی
میں داخل ہو گیا۔ حویلی کے دروازے پر دربان کھڑا تھا
مگر وہ ماریا کو کب دیکھ سکتا تھا۔ ماریا کانے کے ساتھ
ہی حویلی میں گھس چکی تھی۔ حویلی کی ڈیوڑھی سے گزر کر کانا
صحن میں آ گیا۔

یہاں ایک خوب صورت کرسی پر ادھیڑ عمر کا پکے
چہرے والا آدمی بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں سانپ کی
طرح گول اور سرخ تھیں۔ ناک لمبی اور طوطے کی
طرح مڑی ہوئی تھی۔ باریک مونچھیں بل کھا کر بچھو کے
ڈنک کی طرح اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ ماریا کو پہلی نظر
میں ہی یہ شخص بڑا عیار اور قاتل انسان نظر آیا۔

کانے کو دیکھتے ہی اس شخص نے بے تابی سے کہا:
"کیوں کام بن گیا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کانے نے ادب سے کہا:

"جاگیردار صاحب۔ یہ بھی کوئی کام تھا خادم تو آپ کے لیے آسمان سے ستارے توڑ لائے۔ ایسا زبردست زہریلا سانپ لایا ہوں کہ بس پوچھیے مت۔ ہاتھی کو ڈسے تو ابھی مر جائے۔"

جاگیردار نے خوش ہو کر کہا:

"بہت خوب۔ تم نے ہمیں خوش کر دیا ہے اب ہمارے راستے کا سب سے بڑا کانٹا ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے گا۔ میں ساری دولت کا واحد وارث بن جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہوئے جاگیردار نے ٹوکری کو ہاتھ لگا کر ہلایا۔ پھنیئر سانپ زور سے پھنکارا۔ جاگیردار اچھل کر پیچھے ہٹ گیا پھر اپنی پتلی پتلی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر بولا:

"بڑا باکمال سانپ ہے۔ اسے آج شام ہی بچے کے کمرے میں چھوڑ دینا۔"

یہ کہہ کر جاگیردار نے جیب سے سکوں کی تھیلی نکال کر کانے کی طرف اچھال دی۔ کانے نے تھیلی فضا میں ہی دبوچ لی اور بڑی پھرتی سے اپنی جیب میں ڈال کر بولا:

"جاگیردار صاحب۔ آج رات تک آپ جائیداد کے اکیلے وارث بن جائیں گے بچے پرکاش کو تو مرا ہوا سمجھیں۔"

ماریا سمجھ گئی کہ یہ ظالم انسان کسی معصوم بچے کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ ماریا کو بڑا غصہ آیا اس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ ان کا خوفناک منصوبہ کامیاب نہ ہونے دے گی۔

شام ہوئی تو کانا سانپ والی ٹوکری کو لباس میں چھپا کر حویلی سے نکل پڑا۔ ماریا اس کے پیچھے تھی۔ مختلف گلیوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک شاندار اونچی حویلی کے سامنے پہنچ گئے۔ کانے نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ پھرتی سے اندر داخل ہو گیا اور دروازہ بند کر دیا۔

ماریا باہر ہی رہ گئی۔ اس نے دروازے پر زور سے ہاتھ مارے۔ اس بار ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا اس نے باہر جھانک کر دیکھا کوئی بھی نہ تھا۔ گلی بھی سنسان پڑی تھی۔ وہ بڑبڑائی:

"کمال ہے۔ دستک کس نے دی تھی یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

دستک دینے والی ماریا تو اس کے پاس کھڑا مسکرا رہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی ۔ بوڑھی عورت سمجھی شاید ہوا سے دروازہ بجا ہو ۔ وہ
دروازہ بند کرنے لگی ۔ تو ماریا لپک کر اندر آ گئی ۔ اندر آتے
ہوئے اس کا کندھا ایک پٹ سے ٹکرا گیا ۔ دروازے
کی کنڈی زور سے بجی ۔ بوڑھی عورت نے چونک کر کنڈی
کی طرف دیکھا مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا ۔

وہ دروازہ بند کر کے اندر چلی گئی ۔ ماریا اس کے ساتھ تھی ۔
ڈیوڑھی اور صحن سے گزر کر وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچے ۔
یہاں پلنگ پر ایک جوان عورت اور خوبصورت گول مٹول
سا بچہ بیٹھا تھا ۔ پاس ہی وہ مکار کانا بیٹھا ہوا تھا اس
نے کہا :

"باہر کون تھا بڑی مالکن ؟"

بوڑھی نے کہا :

"کوئی نہیں تھا ۔ ہوا سے دروازہ بج رہا تھا شاید ۔"

ماریا نے آگے بڑھ کر بچے کو دیکھا ۔ اس کی عمر دس
سال کے لگ بھگ تھی ۔ معصوم چہرہ اور سمندر کے پانی
ایسی گہری نیلی آنکھیں ۔ نوجوان عورت بھی بڑی خوب صورت
اور پاکیزہ چہرے والی تھی وہ غالباً بچے کی ماں تھی اور
بوڑھی بچے کی دادی تھی ۔

مکار کانا کہہ رہا تھا :

"جاگیر دار صاحب کو آپ کی بڑی فکر رہتی ہے انہوں
نے مجھے بھیجا تھا کہ معلوم کروں آپ کو کسی چیز کی ضرورت
تو نہیں ۔"

بوڑھی عورت نے کہا :

"وہ میرا سوتیلا بیٹا ہے مگر میرا بڑا خیال رکھتا ہے ۔"

مکار کانا اس دوران بڑی ہوشیاری سے سانپ والی
ٹوکری نکال کر بچے کے پلنگ تلے رکھ چکا تھا ۔ اس نے
ٹوکری کا ڈھکن ڈھیلا کر دیا تھا ۔ اب سانپ تھوڑی سی
کوشش کر کے باہر نکل سکتا تھا ۔ کچھ دیر ادھر ادھر کی
باتیں کرنے کے بعد کانا اٹھ کر چلا گیا ۔ بچہ پرکاش سو چکا
تھا ۔ حویلی میں ماں اور دادی رہ گئی تھیں ۔

ماریا نے بڑی نرم آواز میں بچے کی ماں کے کان
میں کہا :

"میں آسمانی روح ہوں اور تمہاری مدد کرنے کے لیے
آئی ہوں ۔"

پہلے تو بچے کی ماں کو یقین نہ آیا کہ اس نے کوئی
آواز سنی ہے ۔ وہ سمجھی کہ میرے کان بجے ہیں مگر جب
ماریا نے دوسری بار کہا تو عورت اچھل کر پرے ہٹ گئی
اس کا رنگ سفید پڑ گیا ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بوڑھی عورت نے یہ دیکھ کر کہا:

"بیٹی کیا ہوا۔ تم ڈر کیوں گئی ہو۔"

عورت نے کانپتی آواز میں کہا:

"آپ نے وہ آواز نہیں سنی ہے۔ اس حویلی میں کوئی بھوت آ گیا۔"

بوڑھی عورت بھی سہم گئی کہ ان کے مکان میں جن بھوت کدھر سے آ گھسا۔

ماریا نے بلند آواز سے کہا:

"گھبرایئے نہیں۔ میں آسمانی روح ہوں اور تمہاری مدد کے لیے آئی ہوں۔ جاگیر دار، تمہارا سوتیلا بیٹا اس بچے پرکاش کو مار ڈالنا چاہتا ہے اس کا کانا ساتھی پلنگ کے نیچے زہریلے سانپ والی ٹوکری رکھ گیا ہے۔"

جوان عورت نے بچے کو اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ بوڑھی عورت نے پلنگ کے نیچے دیکھا واقعی وہاں ٹوکری پڑی تھی۔ ماریا نے کہا:

"گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کی دوست ہوں میرے ہوتے ہوئے اس بچے کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔"

ماریا نے پلنگ کے نیچے سے ٹوکری اٹھا لی۔ ٹوکری اس کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گئی تھی ماریا نے کہا،

"میں اس سانپ کو ابھی باہر پھینک کر آتی ہوں۔"

ماریا ہزاروں سال ناگ کے ساتھ رہی تھی اس لیے اس کے لباس میں ناگ کی بُو رچی ہوئی تھی۔ ٹوکری میں بند سانپ نے یہ بُو سونگھ لی تھی۔ "ناگ بھون" سے آنے والے ایک سانپ نے اسے بتایا تھا ناگ قتل ہو چکا ہے اور اس کی لاش گم ہے اور سب سانپ لاش تلاش کر رہے ہیں۔ اب سانپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ناگ کی بو کہاں سے آ رہی ہے۔ اس نے لہروں کا سگنل بھیجا:

"کیا تم ناگ دیوتا ہو؟"

لہریں ماریا کے دماغ سے ٹکرا کر الفاظ بن گئیں

ماریا نے جوابی سگنل دیا:

"نہیں۔ میں ناگ کی بہن ماریا ہوں۔ تم بڑے غلط سانپ ہو معصوم بچوں کو ڈستے پھر رہے ہو۔"

سانپ نے کہا:

"ناگ دیوتا کی بہن — سپیرے نے مجھے دھوکے سے پکڑ لیا تھا ورنہ میں ناگ کی لاش تلاش کر رہا تھا۔" یہ کہہ کر سانپ نے ساری بات بتا دی۔ ماریا کو یہ سن کر بڑی تسلی ہوئی کہ تمام سانپ، ناگ کی لاش ڈھونڈنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں تنگ چکے ہیں۔ اس نے حویلی سے باہر آکر ٹوکری کا ڈھکن اٹھا دیا۔ سانپ نے جھک کر اسے سلام کیا اور رینگتا ہوا چلا گیا۔

ماریا واپس حویلی میں آگئی۔

بوڑھی عورت نے اسے ساری کہانی سنا دی۔ پرکاش کا باپ امیر سوداگر تھا اور چند دن پہلے فوت ہوگیا تھا۔ اب ساری دولت اور جائیداد کا وارث پرکاش ہی تھا۔ جاگیر دار جو پرکاش کے باپ کا سوتیلا بھائی تھا۔ پرکاش کو ہلاک کر کے دولت پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔

رات گزر گئی۔ صبح ہوتے ہی جاگیر دار اور کانا حویلی میں آئے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ سانپ کے ڈسنے سے پرکاش مرچکا ہوگا مگر وہ تو زندہ بیٹھا کھیل رہا تھا۔ جاگیر دار نے قہر آلود نگاہوں سے کانے کی طرف دیکھا۔ کانے نے بڑی چالاکی سے پلنگ کے نیچے جھانکا۔ ٹوکری غائب تھی۔ ماریا کی ہدایت کے مطابق دونوں عورتیں ہنس کر جاگیردار سے باتیں کر رہی تھیں تاکہ وہ یہی سمجھے کہ یہ عورتیں اس کی سازش سے بے خبر ہیں۔

کچھ دیر بیٹھنے کے بعد جاگیردار اور کانا حویلی سے نکل آئے۔ باہر آتے ہی جاگیر دار، کانے پر برس پڑا اس

نے چلا کر کہا:

"الو کے پٹھے۔ تم تو کہتے تھے پرکاش مرچکا ہوگا۔ حرامی کی اولاد وہ تو زندہ ہے۔"

کانے نے مکاری سے کہا:

"سانپ پٹاری سے نکلا ہی نہیں تو ڈستا کیا خاک۔ ٹوکری ہی غائب ہے اس کا مطلب ہے ان عورتوں کو ٹوکری کا پتہ چل گیا تھا۔"

جاگیر دار نے کہا:

"اب کیا ہوگا۔ لڑکا مرے گا نہیں تو دولت کیسے ہاتھ آئے گی۔"

کانے نے ہنس کر کہا:

"فکر ہی نہ کریں۔ اب کے میں ایسا بندوبست کروں گا کہ پرکاش بچ نہ سکے گا۔"

اس شہر میں دو چالاک بہروپیے رہتے تھے۔ وہ بھیس بدلنے کے اس قدر ماہر تھے کہ کوئی پہچان نہ سکتا تھا، یہ دونوں۔ بہروپیے کانے کے دوست تھے۔ کانا سیدھا ان کے پاس پہنچا۔ کانے کو دیکھ کر وہ خوش ہوئے ایک نے کہا:

"آؤ بھئی بڑے دن بعد شکل دکھائی ہے کہیں باہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلے گئے تھے کیا؟"

کانے نے کہا:

"اس بات کو چھوڑو اور غور سے میری بات سنو۔ تمہیں ایک لڑکے کو اغوا کرنا ہے۔ خوب مال ملے گا۔ تم میں سے ایک عورت کے روپ میں حویلی میں جائے گا اور پانی کے سارے مٹکوں میں بے ہوشی کی دوا ملا دے گا اور جب گھر والے پانی پی کر بے ہوش ہو جائیں تو لڑکے کو اٹھا لانا۔"

ایک بہروپیے نے کہا:

"ارے یہ بھی کوئی کام بس ہوا سمجھو۔"

یہ بہروپیا عورت کا بھیس بدلنے میں بڑا ماہر تھا۔ اس نے بوڑھی لنگڑی عورت کا بھیس دھار لیا اور پرانے کپڑے پہن کر حویلی کی طرف چل دیا۔ دوسرا بہروپیا اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ حویلی والی گلی میں پہنچ کر بہروپیے نے بڑی درد ناک آواز میں صدا لگائی:

"ارے ہے کوئی نیک بندہ۔ جو بھگوان کے واسطے مجھ غریب کو روٹی کھلا دے۔"

کم بخت بہروپیا بلا کا عیار تھا۔ اس کے حلق سے بالکل کسی بوڑھی عورت کی آواز نکل رہی تھی۔ دوپہر کا

وقت ہو رہا تھا۔ حویلی میں پرکاش، ماں اور دادی کھانے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ ماریا بھی پاس ہی بیٹھی تھی۔ بہروپیے کی صدا سن کر دادی نے کہا:

"لگتا ہے کوئی بڑی مجبور اور لاچار عورت ہے۔ کتنا درد ہے اس کی آواز میں۔ اسے کھانا کھلا دینا چاہیے۔"

پرکاش کی ماں نے کہا:

"ہاں ہاں۔ اسے حویلی میں بلا لو اور کھانا دے دو۔ دعائیں دے گی۔"

دادی نے دروازہ کھول کر بہروپیے کو اندر بلا لیا۔ بہروپیا اپنا کام بنتا دیکھ کر خوش ہو گیا۔ وہ لاٹھی ٹیکتا اندر آیا۔ اور کہا:

"اے نیک دل عورت بھگوان تجھے اور رزق دیں۔"

دادی نے بہروپیے کو صحن میں بٹھا دیا۔ یہاں پاس ہی پانی کے دو مٹکے پڑے تھے۔ بہروپیا کھسک کر مٹکوں کے پاس بیٹھ گیا۔ دادی کھانا لینے اندر چلی گئی۔ بہروپیے نے چوکس ہو کر ادھر ادھر دیکھا۔ کوئی نہ تھا۔ اس نے پھرتی سے جیب سے ایک پڑیا نکالی۔ دونوں مٹکوں کے ڈھکن اٹھا کر بے ہوش کرنے والا سفوف آدھا آدھا ان میں ڈال دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ بے ہوشی کا تیز سفوف تھا اور خود بخود پانی
میں حل ہو جاتا تھا۔ بہروپیے کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔
اس کا کام تو بڑی آسانی سے ہو گیا تھا۔ اتنے میں دادی
اندر سے روٹی لے آئی۔ بہروپیا دعائیں دیتے ہوئے مربھکوں
کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑا۔

ماریا بھی باہر آ گئی تھی۔ اس نے جب ایک بوڑھی عورت
کو دونوں ہاتھوں سے کھاتے دیکھا تو اس کے دل میں
رحم امنڈ آیا۔ اس نے سوچا نجانے کب سے بھوکی ہو
گی وہ واپس کمرے میں چلی گئی۔

پرکاش کی ماں نے کھانا لگا دیا تھا وہ ڈول اٹھا کر
مٹکے سے پانی نکالنے باہر آ گئی۔ ایک گلاس پانی سے
بھر کر اس نے بہروپیے کے سامنے بھی رکھ دیا اور کہا:

"اماں جی۔ پانی بھی پی لیجئے۔"

بہروپیے نے کہا:

"اللہ تجھے سکھی رکھے۔ پوتوں کو کھیلتا دیکھے۔ مجھے پیاس
نہیں ہے بس بھوک لگی ہے۔"

بہروپیا بھلا کس طرح بے ہوشی کا سفوف ملا پانی پی
سکتا تھا۔ پرکاش کی ماں ڈول بھر کر اندر لے گئی اور
سب دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ ماریا بھی

ان کے ساتھ بیٹھی کھا رہی تھی۔ کھانے کے دوران وہ پانی
بھی پیتے جا رہے تھے۔ ماریا نے بھی پانی پی لیا۔ اسے
پتہ ہی نہ چلا کہ اس پانی میں بے ہوشی کی دوا ملی ہوئی
ہے۔

کھانا کھاتے کھاتے اچانک ماریا کا سر چکرایا اور آنکھیں
بند ہونے لگیں۔ اس نے پرکاش کی ماں اور دادی کی
طرف دیکھا وہ بھی جھوم رہی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ
بے ہوش ہو کر فرش پر لڑھک گئیں۔ پرکاش بھی بے ہوش
ہو چکا تھا۔ ماریا کو خطرے کا احساس ہو گیا۔

وہ اٹھی اور باہر کی طرف بڑھی مگر اب دیر ہو چکی تھی۔
بے ہوشی کے سفوف نے اثر دکھانا شروع کر دیا تھا۔ ماریا
کو زور دار چکر آیا وہ دھڑام سے فرش پر گر کر بیہوش
ہو گئی۔

ادھر باہر بیٹھے بہروپیے نے جب دیکھا کہ کافی
دیر ہو گئی ہے وہ چپکے سے اٹھا اور کمرے کی طرف
بڑھا اس نے گردن بڑھا کر کمرے میں جھانکا۔ پرکاش،
اس کی ماں اور دادی بے ہوش پڑی تھیں۔ بہروپیا تو
خوشی سے جھوم اٹھا اس کا منصوبہ کامیاب رہا تھا۔ اس
نے حویلی سے باہر آ کر اپنے ساتھی کو بلایا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دونوں نے پرکاش کے ہاتھ پاؤں رسی سے کس کر باندھے اور اس ایک بڑے تھیلے میں ڈال لیا۔ دوسرے بہروپیے نے تھیلا پشت پر لادا اور دونوں حویلی سے باہر نکل آئے۔ ماریا فرش پر بے ہوش پڑی تھی۔!!

⭘

سادھو اور کفن چور

ماریا کو بے ہوش چھوڑ کر ہم ناگ کا پتہ کرتے ہیں کہ اس کی لاش کہاں ہے؟

یہ تو آپ گزشتہ قسطوں میں پڑھ چکے ہیں کہ بحری جہاز کے کپتان نے ناگ کی لاش چرا کر سمندر میں پھینک دی تھی۔ کپڑے کی پوٹلی میں بندھی لاش سمندر میں ڈوبتی چلی گئی تھی پھر جب طوفان آیا تو یہ پوٹلی لہروں پر سفر کرتی ہندوستان کے ساحل پر آگری۔

اب پوٹلی سمندر کے کنارے ایک چٹان تلے پڑی تھی۔ رات گزری اور پو پھٹنے لگی تو ایک بوڑھا سادھو سادھو ساحل پر آیا اور ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر جادو کے منتر پڑھنے لگا۔ یہ بڑا زبردست سادھو تھا۔ اس کی عمر دو سو سال سے زیادہ تھی مگر وہ جادو کے زور پر زندہ چلا آ رہا تھا۔ یہ سادھو ایک خاص جادو کی تیاری کے لیے روزانہ صبح سمندر کے کنارے ایک ٹانگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk
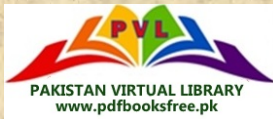
پر کھڑا ہو کر منتر پڑھتا تھا۔

منتر پڑھنے کے بعد سادھو واپس جانے لگا تو اس کی نظر پوٹلی پر پڑی۔ سادھو نے پوٹلی اٹھا کر کھولی۔ ناگ کی لاش اس کے سامنے تھی۔ سادھو بڑا پہنچا ہوا تھا اس نے پہچان لیا کہ یہ ایسے سانپ کی لاش ہے جسے پانچ ہزار سال زندہ رہنے کے بعد انسان بننے کی طاقت حاصل تھی۔

سادھو کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اسے اپنا وہ خواب سچ ہوتا نظر آیا جو وہ سالوں سے دیکھتا آ رہا تھا۔ اسے کئی سال پہلے لکشمی دیوی نے بتایا تھا کہ اگر وہ ایسا سانپ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے جو انسان بن سکتا ہو تو وہ سانپ کی لاش پر پڑھا جانے والا وہ منتر بتا دے گی جس کے مکمل ہونے پر سادھو ہمیشہ کی زندگی حاصل کر سکے گا۔

سادھو کئی برس تک ایسے سانپ کی تلاش میں جنگلوں میں دھکے کھاتا رہا تھا۔ اور اب غیر متوقع طور پر ایسا سانپ اس کے ہاتھ آ گیا تھا۔ سادھو نے ناگ کی لاش دوبارہ پوٹلی میں باندھی اور تیز تیز چلتا ہوا لکشمی دیوی کے مندر کی طرف روانہ ہو گیا۔

قبرستان میں لکشمی دیوی کا ایک پرانا مندر تھا یہاں اب کوئی پوجا پاٹ کے لیے نہیں آتا تھا۔ مندر ٹوٹا پھوٹا تھا۔ اس میں ایک بڑے چبوترے پر لکشمی دیوی کا بت پڑا تھا۔ سادھو نے بت کے آگے ہاتھ جوڑے پھر اپنے منڈے ہوئے سر پر گیروی رنگ کا تلک لگا کر بولا:

"اے لکشمی ماں۔ میری مدد کر۔ میں نے انسان بننے والے سانپ کی لاش حاصل کر لی ہے۔"

اچانک دیوی کی آنکھوں میں روشنی پیدا ہو گئی۔ اس کے پانچوں ہاتھ حرکت میں آ گئے۔ اس نے خرخراتی آواز میں کہا:

"میرے پجاری۔ میں ضرور تیری مدد کروں گی۔ آج رات اس قبرستان میں پرانے برگد کے نیچے والی قبر میں ایک تازہ مردہ آئے گا۔ تم منتر پڑھ کر اسے زندہ کرنے کے بعد سانپ اس کے حوالے کر دینا اور خود کسی پرانی قبر میں لیٹ کر میرے نام کی مالا جپنا۔

تین دن تک تم یہی کرنا۔ ہر رات قبر میں لیٹنا اور منتر پڑھنا۔ تیسرے دن تم مردے سے سانپ کی لاش واپس لے لینا اور ایک گڑھا کھود کر اس میں آگ لگانا۔ جب آگ خوب بھڑک جائے تو سانپ کی لاش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس میں ڈال دینا۔ گڑھے سے ایک چیتا الو نکلے گا۔ اسے
ذبح کر کے کچا چبا جانا۔ پھر تم ہمیشہ کے لیے امر ہو
جاؤ گے۔"

سادھو کی تو باچھیں کھل پڑیں۔ اس نے دیوی کے
بت کو ڈنڈوت کیا اور ایک طرف بیٹھ گیا۔ رات ہوئی
تو سادھو مندر سے نکل آیا۔ رات کے کالے کفن نے
دہشت ناک قبرستان کی وحشت میں اضافہ کر دیا تھا۔
چاروں طرف قبریں ہی قبریں تھیں۔ کئی قبریں درمیان سے
پھٹی ہوئی تھیں۔

سادھو، سانپ کی لاش والی پوٹلی سنبھالے برگد کے
درخت کی طرف جا رہا تھا۔ تیز ہوا سے درختوں کی
شاخیں لہرا رہی تھیں اور یوں لگتا تھا ہزاروں چڑیلیں اپنے
بال سکھا رہی ہوں۔ سادھو برگد کے پرانے درخت تلے
بنی قبر کے پاس آ کر رک گیا۔ قبر تازہ تھی اور اس پر
پانی چھڑکا ہوا تھا۔

فضا میں کافور کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ سادھو نے دونوں
ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر منتر پڑھنا اور قبر پر پھونکیں
مارنا شروع کر دیں پھر جیب سے ایک موم بتی نکالی اور
قبر پر جما کر روشن کر دی۔ موم بتی کا تھرتھراتا شعلہ بلند

ہو گیا۔ قبرستان کا ماحول بڑا پر اسرار بن گیا تھا۔

موم بتی کی روشنی میں درختوں کی شاخوں پر زمین پر
پڑنے والا سایہ ایسے نظر آتا کہ کئی بھتنیاں ناچ رہی
ہیں۔ سادھو اب چیخ چیخ کر منتر پڑھنے لگا۔ گہرے سناٹے
میں اس کی آواز یوں گونج رہی تھی گویا پھٹا ہوا ڈھول بجایا
جا رہا ہے۔

یکایک قبر کی مٹی تھرتھرائی۔

مٹی کا ایک بڑا ڈھیلا لڑھکتا ہوا نیچے آ گرا۔ سادھو نے
خوشی سے اچھل کر چیخ مار کر قبر پر پھونک ماری۔ قبر درمیان
سے پھٹ گئی اور سفید کفن پہنے مردہ قبر میں کھڑا ہو گیا۔
فضا میں مشک کافور کی بڑی تیز بُو پھیل گئی۔ سادھو خوش
تھا کہ اس کا جادو کامیاب ہوا اور مردہ زندہ ہو گیا ہے۔
سادھو نے مردے پر کئی منتر پڑھ کر پھونکے پھر بولا:

"اے تازہ مردے تو میرا غلام ہے۔ میں نے تجھے زندہ
کر دیا ہے۔"

مردے کے حلق سے گھٹی گھٹی خوفناک آواز نکلی:

"ہاں میں تیرا غلام ہوں بول مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ میں
تیرا ہر حکم مانوں گا۔"

سادھو نے لکشمی دیوی کی جے کا نعرہ لگایا اور ناگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی لاش والی پوٹلی اٹھا کر بولا:

"یہ رکھ لے۔ تین دن تک یہ تیرے پاس رہے گی پھر میں لوں گا اس کی حفاظت کرنا۔"

مردے نے پوٹلی لے کر کفن میں اڑس لی اور دوبارہ قبر میں لیٹ گیا۔ قبر خود بخود بند ہو گئی۔ سادھو نے موم بتی بجھا کر جیب میں ڈالی اور ادھر ادھر کسی ایسی قبر کو تلاش کرنے لگا۔ جس میں لیٹ سکے۔ برگد کے درخت سے کافی دور ایک پرانی قبر تھی جو پھٹی ہوئی تھی۔ اس میں کھوپڑی اور کچھ ہڈیاں پڑی تھیں۔ سادھو نے انہیں باہر پھینک دیا اور خود قبر میں لیٹ کر ہولے ہولے منتر پڑھنے لگا۔

قبرستان میں گہرا سناٹا چھا گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا ابھی تمام قبروں سے مردے نکل کر قبرستان میں کبڈی کھیلنے لگیں گے۔ جب رات آدھی گزر گئی تو کالے لبادے اوڑھے دو شخص قبرستان میں داخل ہوئے۔ انہوں نے کدالیں اٹھا رکھی تھیں۔ یہ دونوں کفن چور تھے اور ہر تازہ مردے کا کفن چرا کر لے جاتے تھے۔

اچانک کوئی الو اپنی منحوس آواز میں چیخا۔ ایک کفن چور ڈر کر رک گیا دوسرے نے ہنستے ہوئے کہا:

"ابے ملو۔ ذات کا ٹھاکر ہو کر ڈرتا ہے بے۔ قبرستان میں الو نہیں تو کیا مور شور مچائیں گے؟"

پہلے کفن چور نے منہ بنا کر کہا:

"یار بوا — آج نجانے مجھے کیوں خوف محسوس ہو رہا ہے میری مانو تو واپس چلتے ہیں۔"

بوا نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا:

"ابے مرا کیوں جا رہا ہے۔ وہ سامنے قبر ہے ابھی کھود کر کفن نکالے لیتے ہیں دیر تھوڑا ہی لگے گی پیارے؟"

دونوں برگد کے درخت والی قبر کے پاس پہنچ گئے۔ اور کدالیں سنبھال کر مٹی ہٹانے لگے۔ کچھ ہی دیر میں مٹی ہٹ گئی اور مردہ نظر آنے لگا۔ قبرستان میں پھر وحشتناک خاموشی چھا گئی۔ جھاڑیوں میں شور مچاتے۔ جھینگر اور ٹرٹراتے مینڈک بھی سہم کر خاموش ہو گئے تھے۔

بوا نے کدال ایک طرف رکھی اور قبر میں اتر گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے لاش کا کفن اتارنا چاہا تو پوٹلی اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ بوا تو خوش ہو گیا۔ اس زمانے کئی لوگ لاشوں کے ساتھ سونا چاندی بھی رکھ دیتے تھے۔ ان کا عقیدہ ہوتا تھا کہ مرنے والا جب دوبارہ زندہ ہوتا ہے تو اسے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بوا یہی سمجھا کر اس پوٹلی میں ضرور کوئی قیمتی شے ہوگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ اچھل کر قبر سے باہر آگیا اور قبر کی منڈیر پر بیٹھ کر بولا:

"ارے للو۔ یہ دیکھ کیا ہاتھ آیا ہے؟"

للو نے کہا:

"ارے اسے کھول تو سہی۔ آج تو بڑی مبارک رات معلوم ہوتی ہے۔ لکشمی ہاتھ آ رہی ہے۔"

ببوا نے پوٹلی کھولتے ہوئے کہا:

"تو تو واپس جانے کا کہہ رہا تھا پھر یہ مال ہاتھ سے نکل جاتا تھا۔"

دونوں کفن چور پوٹلی پر جھکے ہوئے تھے کہ قبر کے مردے کی سوجے ہوئے پپوٹوں والی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ قبر میں اٹھ بیٹھا۔ کفن چوروں کی طرف پشت تھی۔ وہ نہ دیکھ سکے۔ مردہ قبر میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔ زرد چاندنی میں وہ بڑا خوفناک نظر آ رہا تھا۔

مردے کی گھٹی گھٹی خوف ناک آواز قبرستان میں گونجی:

"میری پوٹلی واپس دے دو۔"

دونوں کفن چور تو اچھل پڑے۔ مردے پر نظر پڑتے ہی ان کے حلقوں سے خوف بھری چیخیں نکل گئیں۔ مردے کے دونوں ہاتھ حرکت میں آئے۔ اس نے دونوں کفن چوروں کو گردن سے پکڑ لیا اور ان کے سر آپس میں ٹکرا دیئے

"تڑاخ: کفن چوروں کی کھوپڑیاں چکنا چور ہو گئیں۔ وہ تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ مردے نے پوٹلی اٹھا لی اور پھر قبر میں لیٹ گیا۔ اس کے لیٹتے ہی مٹی پھر اپنی جگہ آ گئی۔

کفن چور لاشوں کی بے حرمتی کرتے تھے۔ انہیں اس کی سزا مل گئی تھی۔ قبرستان پھر خاموش ہو گیا۔ ہوا کی سرسراہٹ سے ایسی آواز پیدا ہوتی کہ قبرستان آہستہ آہستہ سانس لے رہا ہے۔

تین دن گزر گئے۔ تیسری رات کو سادھو قبر سے نکل آیا۔ اس کا پیٹ سکڑ کر اندر کو دھنس گیا تھا۔ تین دن اس نے بھوکا پیاسا رہ کر عبادت کی تھی۔ وہ سیدھا برگد کے پرانے درخت کی طرف آیا اور قبر کے کنارے کھڑا ہو کر چلایا:

"قبر کے مردے۔ میری پوٹلی واپس دے۔"

قبر پھٹی اور مردہ نکل آیا۔ اس کا کفن پھٹ چکا تھا۔ گوشت گل سڑ گیا تھا۔ اس کے جسم پر کہیں کہیں گوشت کے لوتھڑے لٹک رہے تھے۔ باقی سفید ہڈیاں نظر آ رہی تھیں۔ مردے نے پوٹلی قبر سے باہر پھینک دی۔ سادھو نے پوٹلی اٹھائی اور منتر پڑھ کر مردے پر پھونکا۔ مردے کے جبڑے سے زور کی چیخ نکلی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جسم بھربھری مٹی بن کر قبر میں بکھر گیا۔ سادھو پوٹلی سنبھالے قبر کے پاس سے ہٹ آیا۔

اب وہ قبروں پر بکھرے خشک پتوں کو روندتا ایک طرف چلا جا رہا تھا۔ قبرستان کے شمالی حصے میں پہنچ کر اس نے پوٹلی کھول کر ناگ کی لاش نکال لی اور زمین میں گڑھا کھودنے لگا۔ کافی گہرا گڑھا کھودنے کے بعد اس نے خشک ٹہنیاں اور پتے اس میں ڈالنا شروع کر دیئے۔

جس جگہ سادھو گڑھا کھود رہا تھا وہاں پاس ہی سرخ سانپ اپنے زمینی بل میں رہتا تھا۔ وہ اس وقت سو رہا تھا۔ گڑھا کھودنے سے زمین میں دھمک ہوئی تو وہ جاگ پڑا۔ اسے بڑا غصہ آیا وہ اپنے بل سے باہر نکل آیا اور جھاڑیوں میں چھپ کر سادھو کی طرف دیکھنے لگا۔

اسی وقت سرخ سانپ کی نظر، ناگ کی لاش پر پڑی۔ اس کا پھن تن گیا اور دو شاخی زبان لہرانے لگی۔ اس نے عظیم ناگ دیوتا کی لاش پہچان لی تھی۔ اسے بھی "ناگ بھون" سے آنے والے سانپ اطلاع دے چکے تھے۔ سرخ سانپ اب بڑے غور سے سادھو کو دیکھ رہا تھا!

سانپوں اور مردوں کی جنگ

اس قبرستان میں بے شمار زہریلے سانپ رہتے تھے۔ سرخ سانپ نے اسی وقت سگنل دیا۔

"دوستو۔ باہر نکل آؤ۔ ناگ دیوتا کی لاش مل گئی ہے جلدی آؤ۔"

سب سوتے سانپ جاگ پڑے اور اپنے اپنے ٹھکانوں سے باہر نکل آئے کچھ ہی دیر میں وہ سرخ سانپ کے پاس پہنچ چکے تھے۔

سرخ سانپ نے کہا:

"لگتا ہے یہ انسان ناگ دیوتا کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔"

سفید رنگ کا سانپ یہ سن کر پھنکارہ اور بولا:

"ہمیں چاہیئے کہ اس انسان پر حملہ کر کے مار ڈالیں۔"

سب سانپ آگے رینگنے لگے۔

ادھر سادھو نے گڑھے کو خشک پتوں اور ٹہنیوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے بھر دیا۔ پھر اس نے پھونک ماری اس کے منہ سے شعلہ نکل کر پتوں سے ٹکرایا اور خشک پتے بھڑک اٹھے۔

سادھو نے زور دار قہقہہ لگایا اور اپنے منڈے ہوئے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا:

"کچھ دیر بعد میرا خواب پورا ہو جائے گا میں لافانی بن جاؤں گا۔ امر ہو جاؤں گا۔"

سادھو نے یہ کہہ کر ناگ کی لاش کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت سرخ سانپ بڑے خوف ناک انداز میں پھنکارہ اور دم کے بل کھڑا ہو گیا۔ پھنکار سن کر سادھو چونک اٹھا۔ اس کا بڑھتا ہوا ہاتھ رک گیا۔ اس نے سرخ سانپ کی طرف دیکھا جو دو شاخی زبان لہراتا پھنکاریں مار رہا تھا۔ سادھو نے ارد گرد نظر ڈالی چاروں طرف سانپ ہی سانپ تھے۔ اب سب پھنکارنے لگے تھے۔

ان کی خوف ناک پھنکاروں نے قبرستان کا سناٹا مجروح کر دیا تھا۔ سادھو نے جلدی سے منتر پڑھ کر سانپوں پر پھونکا۔ مگر اس کا جادو بے کار گیا۔ اب تو سادھو کے پسینے چھوٹ گئے۔ وہ ہمیشہ کی زندگی چاہتا

تھا مگر اب اسے جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ سانپوں نے سادھو کو گھیرے میں لے لیا تھا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔

سرخ سانپ نے آگے بڑھ کر ناگ کی لاش پوٹلی میں لپیٹ کر دانتوں میں دبا لی اور ایک طرف ہٹ گیا گڑھے میں روشن آگ کے شعلے لپلپا رہے تھے۔ سادھو نے اپنے سارے جادو آزما لیے تھے مگر اسے ناکامی ہوئی تھی۔ سانپ لمحہ بہ لمحہ قریب آتے جا رہے تھے۔ ان کی پھنکاروں سے سادھو کا بدن کانپنے جا رہا تھا۔

پھر سب سے اگلا سفید سانپ اپنی جگہ سے اچھلا اور سادھو کے گال پر منہ مارا۔ اس کے دانت سادھو کی کھال میں دھنس گئے۔ سفید سانپ نے اپنا سارا زہر سادھو کے جسم میں انڈیل دیا۔

سادھو کو یوں لگا جیسے اس کے جسم میں گرمی کی ایک لہر دوڑتی چلی گئی ہے۔ وہ اوندھے منہ گر پڑا اس نے چیخ مارنا چاہی مگر اس کی زبان پتھرا چکی تھی سادھو کو ایسا محسوس ہوا کہ اس کے منہ میں گوشت کی نہیں بلکہ لکڑی کی زبان ہے۔

اب سارے سانپ سادھو کے جسم سے چمٹ گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور اسے نوچ نوچ کر کھانے لگے ۔ ان کی غضب ناک
پھنکاروں سے ماحول دہل رہا تھا۔ سادھو نے دم توڑ
دیا۔ سانپوں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور قطار کی شکل میں
ایک قبر کی طرف جانے لگے۔ سب سے آگے سرخ
سانپ تھا جس نے ناگ کی لاش والی پوٹلی منہ میں
دبا رکھی تھی ۔

قبر کے قریب پہنچ کر سرخ سانپ رُک گیا۔ قبر کے
پہلو میں ایک بڑا سوراخ تھا۔ سرخ سانپ سوراخ میں داخل
ہو گیا ۔ اندر گھپ اندھیرا تھا مگر سانپ اندھیرے میں بھی
دیکھ سکتے ہیں۔ سرخ سانپ بڑی تیزی سے رینگتا چلا جا
رہا تھا۔ یہ سوراخ آگے جا کر ایک سرنگ کی شکل
اختیار کر گیا تھا۔

یہ سرنگ نزدیکی جنگل میں جا نکلتی تھی جہاں اس
علاقے کا شیش ناگ رہتا تھا۔ سب سانپ ناگ کی
لاش اسی کے پاس لے جا رہے تھے تاکہ وہ اسے جھیل
مانسرو کے ناگ مندر کے تالاب میں پہنچا دے۔

ادھر قبرستان میں موجود مندر کی لکشمی دیوی کو اپنے
پجاری سادھو کی موت کا پتہ چل گیا تھا۔ وہ بڑے
غصے میں تھی مگر سانپوں سے مقابلہ اس کے بس کی بات

نہ تھی وہ مندر سے نکل کر قبرستان میں موجود ایک
بڑے کنوئیں پر آ گئی ۔ کنوئیں کی منڈیر پر کھڑے ہو کر
وہ چلائی:

"اے اس قبرستان کے بھوت ۔ میری مدد کر۔"

کنوئیں سے ہولناک آواز کے ساتھ دو بڑے بڑے
سینگوں والا کالا بھوت نکلا۔

اس نے کہا :

" لکشمی دیوی ۔ میں تیری کیا مدد کروں؟"

لکشمی دیوی چلائی :

"سانپوں نے میرے ایک پجاری کو ہلاک کر دیا ہے
میں ان سب سانپوں کی موت چاہتی ہوں تو قبرستان
کے مُردوں کا راجہ ہے۔ سب مردے تیرا حکم مانتے ہیں
تو مُردوں کا لشکر لے جا اور ان سانپوں کو ختم کر دے۔"

کالے بھوت نے قہقہہ لگایا۔ اس کی آواز یوں تھی
جیسے بادل گرج رہے ہوں اس نے کہا :

"میں کسی سانپ کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ سب کو فنا
کر دوں گا ۔ انہیں زندہ نگل جاؤں گا۔"

لکشمی دیوی خوش ہو گئی ۔ کالا بھوت کنوئیں سے باہر
نکل آیا۔ اس نے قبرستان کے درمیان میں کھڑے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو کر کہا:

"اے میرے ساتھی شیطان مُردو۔ قبروں سے نکل آؤ اور میرے دشمن کا مقابلہ کرو۔"

قبریں پھٹنے لگیں اور مردے باہر نکلنے لگے۔ چاند کی زرد روشنی میں سفید چمکتی ہڈیوں والے مردے۔ اُف بڑا خوف ناک منظر تھا۔ کمزور دل انسان یہ منظر دیکھ کر وحشت ہی سے مر جاتا۔

شیطان مُردوں کا یہ لشکر کالے بھوت کی سربراہی میں قبر والے سوراخ میں گھس گیا اور چیخیں مارتا دوڑنے لگا۔ ادھر سانپ سرنگ میں بڑے تیزی سے رینگتے جا رہے تھے۔ یہ سرنگ آگے جا کر دائیں طرف مڑ گئی یہاں کیچڑ تھا۔ فضا میں حبس اور کیچڑ کی بُو پھیلی ہوئی تھی۔

سانپ اس جگہ سے گزر رہے تھے کہ مردوں کا چیخیں مارتا لشکر آن پہنچا۔

کالے بھوت نے چیخ کر کہا:

"اے شیطان مردو۔! ان سانپوں پر ٹوٹ پڑو ان کے ٹکڑے اڑا دو۔ کوئی نہ بچنے پائے۔"

سانپ بھی تیار ہو گئے پھر جونہی مردے نزدیک آئے کئی اڑن سانپ ہوا میں چھلانگیں لگا کر ان سے

چمٹ گئے اور ان کی آنکھوں اور منہ میں ڈسنے لگے۔ مردوں نے کئی سانپوں کو مار ڈالا۔ سرخ سانپ نے یہ منظر دیکھا تو اس کی آنکھوں میں لہو اُتر آیا۔ اس نے ناگ کی لاش والی پوٹلی ایک طرف رکھ دی اور دل میں مہاگنی دیوی کا تصور لا کر زبردست سگنل بھیجا:

سگنل اتنا طاقت ور تھا کہ آن کی آن میں زمین کے اندر سفر کرتا ہوا ناگ مندر میں مہاگنی دیوی کے جسم سے ٹکرایا۔ مہاگنی دیوی نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے ناگ دیوتا کے مجسمے کے آگے چہرہ جھکایا اور قلابازی کھائی۔ قلا بازی کھاتے ہی وہ سرنگ میں موجود تھی۔ جہاں سانپوں اور مردوں کی جنگ جاری تھی۔

مہاگنی دیوی آتے ہی غصے سے پھنکاری۔ اس کی پھنکار اس قدر گرم تھی کہ جو مردہ بھی اس کی زد میں آیا موم کی طرح پگھل گیا۔ کالا بھوت چیخیں مارتا مہاگنی دیوی کی طرف لپکا دیوی کے ہاتھوں میں کئی کانٹے دار سرخ سانپ تھے اس نے دو کانٹے دار سانپ کالے بھوت کی طرف اچھال دیئے۔

سانپ کالے بھوت کے جسم سے لپٹ گئے اور اسے کسنے لگے۔ کالے بھوت کی چیخیں نکل گئیں۔ مردوں نے اپنے سردار کا یہ حال دیکھا تو دم دبا کر بھاگ اُٹھے۔ اب سارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سانپ بھوت کے گرد ہو گئے۔ مہاگنی دیوی نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا:

"ناہنجار۔ تیری یہ ہمت کہ سانپوں پر حملہ کرے۔ میں تجھے جلا دوں گی۔"

مہاگنی دیوی کے منہ سے آگ کا شعلہ نکل کر کالے بھوت کے جسم سے ٹکرایا۔ اس کے جسم میں آگ لگ گئی۔ تمام سانپ اس سے الگ ہو گئے۔ کالا بھوت چیختا چلاتا سرنگ سے نکل بھاگا وہ سیدھا قبرستان میں آیا اور کنویں میں چھلانگ لگا دی مگر آگ پھر بھی نہ بجھی۔

قبرستان کالے بھوت کی چیخوں سے کافی دیر تک گونجتا رہا پھر چیخیں بند ہو گئیں۔ کالا بھوت مر چکا تھا۔ ادھر مہاگنی دیوی ناگ کی لاش لے کر ناگ مندر کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی!!

سر کٹا بھوت

مہاگنی دیوی، ناگ کی لاش اٹھائے بادلوں کے اوپر پرواز کرتی ہمالیہ پہاڑ کے اوپر جھیل مانسرور کے ناگ مندر کی طرف اڑی جا رہی تھی۔ دیوی کے اڑنے کی رفتار حیرت انگیز طور پر تیز تھی۔ کچھ ہی دیر میں اسے چاند کی روشنی میں سفید پہاڑوں کے دامن میں ناگ مندر کے تکونے مینار نظر آنے لگے۔

مندر میں اس وقت خوب رونق تھی۔ ہر طرف تیل کے دیئے روشن تھے۔ منڈے ہوئے سروں والے پجاری ادھر اُدھر آ جا رہے تھے۔ مہاگنی دیوی کسی کو نظر نہیں آ سکتی تھی۔ اس نے مندر کے اوپر چکر لگا۔ اور آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگی۔ دیوی مندر کی چھت پر اتر آئی۔

نیچے جانے کے لیے سنگِ مرمر کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس منزل پر سونے چاندی سے بنے سانپ موجود تھے۔ درمیان میں ایک بہت بڑا ہال تھا جس پر ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چبوترہ بنا تھا۔ چبوترے پر پھن پھیلائے کالے ناگ کا بہت بڑا بت بنا ہوا تھا۔ یہ عظیم ناگ دیوتا کا مجسمہ تھا۔ اس مجسمے کے دائیں بائیں دونوں طرف سانپوں کے مجسموں کی قطار لگی ہوئی تھی۔ عظیم ناگ دیوتا کے مجسمے کی دونوں آنکھوں میں بڑے سائز کے سرخ یاقوت جڑے ہوئے تھے جن سے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ سرخ دو شاخی زبان باہر نکلی ہوئی تھی یوں لگتا تھا جیسے ناگ دیوتا غضب ناک حالت میں پھنکار رہا ہے۔

ہال میں ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ ان چراغوں کی روشنی تھی جو دیواروں میں بنے طاقوں میں موجود تھے۔ ناگ دیوتا کے بُت کے قدموں میں مندر کا بڑا پجاری بیٹھا ہوا تھا۔ یہ پجاری بڑا علم والا تھا۔ اس نے کئی سال تک ہندوستان کے ہر علاقے میں ننگے پاؤں چل کر علم حاصل کیا تھا۔

مہاگنی دیوی جونہی ہال میں داخل ہوئی۔ ہال میں ایک عجیب سی بو پھیل گئی۔ پجاری نے بھی یہ بو محسوس کر لی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ادھر اُدھر دیکھا۔ مہاگنی دیوی تو اسے نظر نہیں آ سکتی تھی۔ مگر وہ سمجھ گیا کہ مندر میں کوئی زبردست طاقت والی ناگن آ گئی ہے۔

ناگ دیوتا کے قدموں تلے بے شمار سوراخ بنے ہوئے تھے جن میں سانپ رہتے تھے۔ ان سانپوں نے بھی مہاگنی دیوی کی بو محسوس کر لی تھی۔ وہ اپنے اپنے بلوں سے باہر نکل آئے اور مہاگنی دیوی کی طرف رخ کر کے اپنے پھن جھکا لیے۔ اب تو بڑے پجاری کو یقین ہو گیا۔ وہ اٹھا اور ہال سے باہر نکل آیا۔ باہر آتے ہوئے اس نے دروازہ بند کر دیا۔

دیوتا کے مجسمے والا ہال ناگ مندر کی دوسری منزل پر تھا۔ رات کے وقت اس منزل پر بڑے پجاری کے علاوہ کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی۔ بڑے پجاری نے دروازے میں موجود جھری سے آنکھ لگا دی۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اب کیا ہوتا ہے۔

پجاری کے ہال سے نکلتے ہی مہاگنی دیوی ظاہر ہو گئی۔ اس نے ناگ کی لاش والی پوٹلی کھول کر ایک طرف رکھ دی۔ اس کے چھ ہاتھوں میں لٹکتے سرخ کانٹے دار سانپ سرک کر فرش پر آ گئے اور ناگ دیوتا کو سجدہ کرنے کے بعد کنڈلی مار کر ایک طرف بیٹھ گئے۔

مہاگنی دیوی کی لال زبان تین بار باہر نکلی اور اس نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے عظیم ناگ دیوتا۔ تیرا ایک غلام مشکل میں پھنسا ہے۔ اس کی مدد کر۔"

اسی وقت ہال میں سانپ کی زبردست سسکار گونجی۔ ناگ دیوتا کے بت کے پاس دھوئیں کا ایک ستون سا بننے لگا۔ چند لمحے بعد دھواں گہرا سیاہ ہو گیا اور سمٹ کر ایک انسانی ہیولے کے خد و خال بننے لگے۔ پہلے سر، پھر گردن، کندھے، دھڑ، بازو، ٹانگیں۔ آہستہ آہستہ ایک انسانی شکل بنتی جا رہی تھی۔

ہال میں اس وقت ایسی تیز بو پھیلی ہوئی تھی جیسے بے شمار سانپ پھنکارتے ہوئے زہریلی ہوا چھوڑ رہے ہوں۔ دھواں اب ایک مکمل انسانی شکل اختیار کر چکا تھا۔ ایک خوب صورت نوجوان ناگ دیوتا کے بت کے ٹبت کے پاس کھڑا اپنی مقناطیسی کشش والی چمک دار آنکھوں سے مہاگنی دیوی کو گھور رہا تھا۔ یہ ناگ دیوتا تھا جو انسان کے بھیس میں آیا تھا۔

سارے سانپ فرش پر لیٹ چکے تھے۔ مہاگنی دیوی نے جھکتے ہوئے کہا:

"عظیم ناگ دیوتا۔ ناگ بھون کے سارے سانپوں کی طرف سے سلام۔ تیرا ایک غلام ناگ آج پھر تیری

مدد کا طلب گار ہے۔"

ناگ دیوتا نے گہری سانس لی۔ ہال میں ایسی آواز ابھری جیسے کسی بڑے اژدہے نے سسکاری لی ہو۔ اس نے کہا:

"میں سب جانتا ہوں۔ ناگ ایک نیک سانپ ہے اور نیکی کرنے والے ہمیشہ صلہ پاتے ہیں۔" یہ کہہ کر ناگ دیوتا نے ناگ کی لاش کے ٹکڑے اٹھا کر ان پر ہاتھ پھیرا۔ ٹکڑے آپس میں جڑ گئے۔

ناگ دیوتا نے کہا:

"مہاگنی۔ اب ناگ کو دس دن تک مقدس تالاب کے پانی میں رہنا ہو گا۔ اس کے بعد ناگ دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔ اس کی ساری طاقتیں اسے مل جائیں گی۔ یہ دوبارہ انسان اور ہر جانور بن سکے گا۔ پہلے ناگ کی لاش چھ ماہ تک تالاب کے پانی میں رکھنا ہوتی تھی مگر اب تم خود آئی ہو۔ تم ہماری فرماں بردار ناگن ہو اس لیے میں نے ناگ کی لاش کو فوراً ہی جوڑ دیا ہے۔"

مہاگنی دیوی کی آنکھیں خوشی سے گھومنے لگیں اس نے جھک کر کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"عظیم دیوتا۔ تیرا شکریہ۔"
ناگ دیوتا نے ہنس کر کہا:
"کوئی بات نہیں مہاگنی۔ میں نیک ناگوں کی ضرور مدد کرتا ہوں پھر ناگ تو اسلام قبول کر چکا ہے۔ اس کے دل میں ایمان کا نور روشن ہے۔ اسلام حق کا ساتھ دینے اور بدی کے خلاف جنگ کا سبق دیتا ہے۔ جھوٹ سے بچنے اور سچ بولنے کی تلقین کرتا ہے۔"

دھواں چھٹنے لگا اور آہستہ آہستہ غائب ہو گیا۔ ناگ دیوتا جا چکا تھا۔ مہاگنی دیوی نے اپنا ہاتھ فضا میں لہرایا۔ اس کے ہاتھ میں صندل کی لکڑی سے بنی صندوقچی آ گئی۔ مہاگنی دیوی نے ناگ کی لاش صندوقچی میں رکھ دی۔ اور دروازے کی طرف بڑھی ـــ بڑا پجاری جو دروازے سے لگا یہ سب منظر دیکھ رہا تھا۔ وہاں سے بھاگا۔

تالاب، مندر کے درمیان میں تھا۔ اس کی پچھلی طرف چھوٹی چھوٹی کئی کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ ان کوٹھڑیوں میں مندر کے پجاری اور بڑے پہنچے ہوئے جوگی رہتے تھے۔ بڑا پجاری سیدھا اپنی کوٹھڑی پہنچا۔ اور تالاب کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں کھڑا ہو گیا۔

چاندنی میں تالاب کا پانی چمک رہا تھا۔ اس میں کنول

کے بڑے پھول تیر رہے تھے۔ تالاب اس وقت سنسان پڑا تھا۔ بڑے پجاری کے دیکھتے ہی دیکھتے مہاگنی دیوی تالاب کے کنارے آ پہنچی۔ اس نے پانی میں غوطہ لگایا اور جب باہر نکلی تو صندوقچی اس کے ہاتھ میں نہیں تھی۔ مہاگنی دیوی نے صندوقچی تالاب کے تہہ میں رکھ دی تھی۔ مہاگنی دیوی کا کام مکمل ہو چکا تھا چنانچہ وہ غائب ہو کر اڑی اور کوہ ہمالیہ کے اس غار کی طرف روانہ ہو گئی جہاں وہ کئی ہزار سال سے رہ رہی تھی۔

ادھر بڑا پجاری اپنی کوٹھڑی میں بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔ اس نے ناگ دیوتا اور مہاگنی دیوی کی گفتگو سن لی تھی۔ اور سمجھ گیا تھا کہ ناگ، دراصل ایک ایسا سانپ ہے جسے کئی سو برس زندہ رہنے کے بعد انسان بننے کی طاقت حاصل ہو گئی ہے۔ بڑا پجاری بڑا لالچی اور کمینہ انسان تھا۔ باہر سے آنے والے لوگ مندر میں جو چڑھاوے لے کر آتے بڑا پجاری ڈکار مارے بغیر انہیں ہضم کر جاتا تھا۔

چند برس پہلے بڑے پجاری آکاش سے ایک سرکٹے بھوت کو بلا کر پوچھا تھا کہ کیا کوئی ایسا منتر ہے جسے حاصل کر لینے سے انسان زمین میں چھپے خفیہ خزانوں کو دیکھ سکے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سر کٹے بھوت نے کہا تھا:

"ہاں - لیکن یہ منتر پڑھنے سے پہلے ضروری ہے کہ انسان کسی ایسے زندہ سانپ کو جو انسان بننے کی طاقت رکھتا ہو۔ ذبح کر کے اس کی آنکھیں کھا جائے۔ سانپ کی آنکھیں کھانے سے انسان میں یہ طاقت پیدا ہو جائے گی کہ وہ زمین میں چھپے خزانوں کو دیکھ سکے اور نکال سکے۔"

سر کٹے بھوت کی بات سن کر بڑے پجاری کی رال ٹپک پڑی تھی۔

اس نے اچھلتے ہوئے کہا تھا:

"اے میرے پیارے بھوت۔ کیا تم مجھے ایسا سانپ پکڑ کر دے سکتے ہو؟"

سر کٹے بھوت نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا تھا:

"نہیں - یہ کام ہم بھوتوں کے بس کا نہیں ہے کیونکہ ایسے سانپ کو کئی خفیہ طاقتیں مل جاتی ہیں اور وہ ہمیں ہلاک بھی کر سکتا ہے۔ اس پر ہمارا جادو اثر نہیں کرتا ہے۔"

بڑے پجاری نے کہا تھا:

"اچھا پکڑ نہیں سکتے مگر یہ تو بتا سکتے ہو کہ ایسا سانپ کہاں مل سکے گا؟"

سر کٹے بھوت نے جواب دیا تھا:

"ہم بھوتوں میں یہ طاقت بھی نہیں ہوتی ہے ہم ایسے سانپوں کی بو نہیں سونگھ سکتے۔"

بڑے پجاری نے مایوس ہو کر پوچھا تھا:

"کیا اس کے علاوہ اور کوئی منتر نہیں ہے؟"

جواب ملا تھا:

"نہیں — کیوں کہ زمین کے اندر موجود تمام خزانوں پر سانپوں کا پہرہ ہوتا ہے۔ سانپ خزانوں کی حفاظت کرتے ہیں۔"

سر کٹا بھوت تو یہ بتا کر آکاش واپس چلا گیا مگر بڑے پجاری کے پیٹ میں ہر وقت یہی مروڑ اٹھنے لگا کہ ایسا سانپ کہاں سے ڈھونڈے۔ اس نے بڑے بڑے سپیروں کو لالچ دیا۔ جادو پڑھے مگر ایسا سانپ ہتھے نہ چڑھا تھا مگر آج — آج اچانک ہی بڑے پجاری کی دلی خواہش پوری ہو گئی تھی۔

اب بڑے پجاری کو فکر یہ لگی ہوئی تھی کہ اگر ناگ دیوتا یا پھاگنی دیوی کو تالاب سے صندوقچی نکالتے ہی پتہ چل گیا تو وہ زندہ نہ چھوڑیں گے۔ آخر بڑے پجاری نے دوبارہ آکاش سے سر کٹے بھوت کو بلانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے آتش دان میں لکڑیاں ڈالیں اور زمین پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آلتی پالتی مار کر کے بیٹھ گیا۔

اس کے دونوں ہاتھوں میں انسانی ہڈیاں تھیں۔ سامنے انسانی کھوپڑی تھی جو آگ کی روشنی میں کبھی سرخ تو کبھی زرد نظر آتی تھی۔ بڑا پجاری زور سے منتر پڑھتے ہوئے ہڈیاں بار بار انسانی کھوپڑی پر ملتا۔ پھر اس نے انسانی کھوپڑی اٹھا کر آتش دان میں پھینک دی اور چلایا:

"سر کٹے بھوت ـــ آکاش سے زمین پر آ جا ـــ آجا۔ آجا۔"

"چٹاخ"

زور دار آواز ابھری۔ انسانی کھوپڑی پھٹ گئی تھی۔ اسی وقت سر کٹا بھوت پجاری کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ بڑا خوف ناک بھوت تھا۔ اس کا جسم توے کی طرح کالا تھا۔ اس کا سر گردن سے کٹا ہوا تھا۔ اور وہاں سے خون کے فوارے اُبل رہے تھے مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ خون زمین پر گرنے سے پہلے غائب ہو جاتا تھا۔

بھوت نے بھاری بھرکم اور گرجدار آواز میں کہا:

"بول اے پجاری ـ مجھ سے کیا چاہتا ہے مجھے جلد واپس بھوت منڈل جانا ہے جہاں آج جشن منایا جا رہا ہے۔"

بڑے پجاری کے چہرے پر خباثت برس رہی تھی۔

آنکھیں سرخ اور ڈھیلے باہر کی جانب نکلے ہوئے تھے۔ اس کی چٹیا کے بال کھڑے ہو گئے تھے۔

اس نے کہا:

"سر کٹے بھوت ـ میں نے ایسے سانپ کا پتہ چلا لیا ہے جو انسان بن سکتا ہے۔"

بھوت نے زور دار چیخ ماری اور کہا:

"مجھے کیوں بلایا ہے۔ میں تمھیں منتر اور طریقہ بتا چکا ہوں۔ اب کیا کروں تمہارے لیے۔"

پجاری نے اپنی چٹیا پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

"اے بھوت ـ ایک مشکل آن پڑی ہے جس کے لیے مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ میری مدد کرو۔"

یہ کہہ کر پجاری نے بھوت کو ناگ دیوتا اور مہاگنی دیوی کے متعلق بتا دیا۔

بھوت نے یہ سن کر کہا:

"اس کا بھی ایک حل ہے۔ پہاڑ سے نیچے اُتر کر جنگل میں چلا جا۔ وہاں پہاڑی غار میں ایک سفید سانپ رہتا ہے تو اسے قابو کر کے اس کے من حاصل کر لے۔ من حاصل کرنے کے بعد تو تالاب سے صندوقچی نکال لے گا تو ناگ دیوتا اور مہاگنی دیوی کو خبر نہ ہو گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پجاری نے گھبرا کر جلدی سے کہا:

"مگر اے بھوت۔ میں سفید سانپ کو قابو کس طرح کروں گا۔ وہ تو مجھے ڈس لے گا!"

سر کٹے بھوت نے اچھل کر چنگھاڑ ماری اور کہا:

"تو پوری بات سنتا ہی نہیں۔ میں تجھے طلسمی تیل اور بین دوں گا۔ رات کے وقت تم تیل جسم پر مل کر غار کے سامنے بین بجانا سفید سانپ مست ہو جائے گا پھر تم ہوشیاری سے اس کے من پر کالا کپڑا ڈال ڈال دینا۔"

بھوت نے طلسمی تیل اور بین پجاری کو دے دی اور کہا:

"کان کھول کر سن لے — انسان بننے والے سانپ کو زندہ حالت میں ذبح کرنا ورنہ جادو اثر نہ کرے گا۔"

سرکٹا بھوت چلا گیا تو پجاری خوشی کے مارے ناچنے لگا۔ اسے اپنی پرانی خواہش پوری ہوتی نظر آ رہی تھی۔ اس نے بین اور تیل سنبھال لیا اور فیصلہ کیا کہ کل رات ہی جنگل جا کر سفید سانپ کو قابو کرے گا۔ ادھر یہ منصوبے بن رہے تھے۔ ادھر مقدس تالاب کے پانی میں پہنچتے ہی ناگ کے زندہ ہونے کا عمل شروع ہو چکا تھا۔!!

ناگ زندہ ہو گیا

صبح ہوتے ہی پجاری اپنی تیاریوں میں لگ گیا۔

سورج کی روشنی میں ہمالیہ کے سفید پہاڑ چمکنے لگے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ وہ پتھر کے نہیں بلکہ شیشے کے پہاڑ ہیں۔ سورج کی چمکیلی کرنیں پہاڑ کی چوٹیوں پر پڑتیں اور دھنک کے سات رنگوں کی طرح فضا میں بکھر جاتی تھیں۔ ناگ مندر کے تکونے میناروں پر لگے سنہری کلس چمک رہے تھے۔

ناگ مندر میں خوب رونق ہو گئی تھی۔ ہندوستان کے کونے کونے سے لوگ ناگ مندر کی یاترا کے لیے آئے ہوئے تھے۔ بڑے پجاری کے چیلے مندر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور آنے والوں سے سونے کے سکوں کے علاوہ پھل فروٹ بھی بٹور رہے تھے۔ سارا دن یہی چکر چلتا رہتا تھا اور بڑے پجاری کو لاکھوں کی آمدنی ہوتی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شام ہوتے ہی پجاری مندر سے نکل آیا۔ بین اس نے اپنے چوغے میں چھپا لی تھی۔ پہاڑ سے اُتر کر وہ جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ جنگل خاصے فاصلے پر تھا۔ پجاری نے جس وقت جنگل میں قدم رکھا رات گہری ہو چکی تھی۔ چاندنی درختوں کی شاخوں اور پتوں سے چھن چھن کر آ رہی تھی۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ کبھی درختوں میں چھپے پرندے چلّا اٹھتے تو کبھی کسی جھنڈ سے چمگادڑ پھڑپھڑاتی نکلتی اور فضا میں چکر لگا کر واپس جھنڈ میں غائب ہو جاتی۔

پجاری پہاڑی غار کے منہ پر پہنچ گیا۔ ہر طرف ہیبتناک سناٹا چھایا ہوا تھا ایسا لگتا تھا کہ جنگل میں کوئی شے ہے ہی نہیں۔ ہوا بھی رُک چکی تھی اور درختوں کی شاخیں سر جھکائے ہوئے تھیں۔ اس سناٹے میں ایک بار تو پجاری کا دل لرز اٹھا۔ اس نے سوچا واپس بھاگ جائے مگر لالچ نے دبوچ لیا۔

پجاری نے طلسمی تیل نکال کر جسم پر اچھی طرح مل لیا اور بین سنبھال لی اور بجانے لگا۔ بین سے عجیب طرح کی مسحور کن آواز نکلنے لگی۔ پجاری کو بین بجاتے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ جنگل تیز پھنکار سے گونج اٹھا۔ پجاری

دہشت اور خوف سے کانپ اُٹھا۔ غار سے گز بھر لمبا سفید سانپ باہر آ رہا تھا۔

سانپ کا رنگ بالکل سفید تھا۔ غار سے باہر آتے ہی اس نے پھن اٹھا کر پھنکار ماری اور پجاری کی طرف بڑھا۔ پجاری کے تو پسینے چھوٹ گئے مگر اس نے بین بجانا بند نہ کی۔ سفید سانپ نے اپنی آنکھیں پجاری پر مرکوز کر دیں اور آہستہ آہستہ اپنا دھڑ زمین سے اٹھا کر لہرانے لگا۔ وہ جھومنے لگا تھا۔

پجاری نے یہ دیکھا تو اسے حوصلہ ہوا وہ جوش سے بین بجانے لگا۔ سفید سانپ نے زمین سے تقریباً دو فٹ بلند ہونے کے بعد اپنا پھن پھیلا لیا تھا اور جھوم رہا تھا۔ جنگل اس کی پھنکاروں سے گونج رہا تھا پھر اچانک اس کے منہ سے روشنی کا ایک گولہ سا نمودار ہوا۔

یہ سانپ کا من تھا جو سائز میں چھوٹے گیند برابر تھا۔ اس سے بڑی تیز روشنی پھوٹ رہی تھی۔ سفید سانپ جھومتا لہراتا اپنے پھن سے کھیل رہا تھا۔

پجاری نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ اپنے لباس سے کالا کپڑا نکال لیا اور سفید سانپ پر نظر ڈالی مگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑی تیزی سے کپڑا پھن پر ڈال دیا۔ سفید سانپ نے غضب ناک حالت میں پھنکار کر پجاری کو ڈس لیا مگر طلسم تیل کی مالش کی وجہ سے سانپ کا زہر پجاری پر اثر نہ کر سکتا تھا۔

پجاری نے خنجر نکال کر سانپ کا پھن کاٹ ڈالا۔ سانپ کا جسم تڑپنے لگا۔ وہ اس وقت بغیر دستے والا ایسا کوڑا نظر آ رہا تھا جسے غیبی ہاتھ حرکت دے رہے ہوں۔ کچھ دیر تڑپنے کے بعد سانپ کا جسم ایک چھلے کی صورت میں اکٹھا ہو گیا۔ پجاری نے پھن کالے کپڑے میں لپیٹ کر جیب میں ڈال لیا۔

مکار پجاری کی یہ بڑی فتح تھی۔ اس نے قہقہہ لگا کر کہا، "اب دنیا بھر کے خزانے میرے قدموں میں ڈھیر ہوں گے۔ میں سب سے مال دار شخص بن جاؤں گا۔"

پجاری من لے کر واپس ناگ مندر میں آ گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ آج رات ہی مقدس تالاب سے صندوقچی نکال لینا چاہیے۔ پجاری کے پاس کالے پتھر کا ایک بڑا مرتبان تھا۔ اس نے پہلے تو مرتبان میں مقدس تالاب کا پانی بھر لیا پھر غوطہ لگا کر صندوقچی نکال لی۔

اتفاق کی بات کہ جس وقت پجاری تالاب سے صندوقچی

نکال رہا تھا۔ پرے بنی کوٹھڑیوں میں سے ایک کوٹھڑی کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور ایک جوگی یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔

جوگی کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ اور وہ کھڑکی سے باہر کا نظارا کر رہا تھا کہ اسے بڑا پجاری آتا دکھائی دیا۔ بڑے پجاری نے منہ سر کالی چادر میں لپیٹ رکھا تھا اور بڑے چوکنے انداز میں گرد و پیش کا جائزہ لے رہا تھا۔

جوگی نے جب یہ دیکھا تو چھپ کر بیٹھ گیا۔ اس نے سوچا کہ بڑا پجاری اتنی رات گئے مقدس تالاب پر کیا کرنے آیا ہے۔ بڑے پجاری نے معاملہ صاف دیکھ کر صندوقچی نکالی تو جوگی نے بھی دیکھ لیا۔ جوگی یہ سمجھا کہ ضرور اس صندوقچی میں ہیرے جواہرات ہیں جبھی تو پجاری نے اسے بڑی احتیاط سے تالاب میں چھپا رکھا تھا۔

یہ جوگی لالچ میں پجاری کا بھی باپ تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ صندوقچی حاصل کر کے رہے گا۔ ادھر پجاری نے صندوقچی لا کر پتھر کے مرتبان میں ڈال دی جس میں مقدس تالاب کا پانی بھرا ہوا تھا۔ اب پجاری کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ کے زندہ ہونے کا انتظار تھا کیوں کہ سر کٹے
بھوت نے بتایا تھا کہ زندہ حالت میں ذبح کرنے سے
ہی جادو اثر کرے گا اور ناگ کے زندہ ہونے میں
نو دن باقی تھے۔

دن گزرتے گئے پجاری روزانہ صندوقچی کھول کر ناگ
کو دیکھ لیتا تھا۔ ناگ کی طاقتیں آہستہ آہستہ واپس آ
رہی تھیں۔ اسے نظر آنے لگ گیا تھا اور وہ سننے بھی
لگ گیا تھا مگر دس دن پورے ہونے تک وہ حرکت
نہیں کر سکتا تھا۔ ادھر جوگی بھی اس تاک میں تھا کہ
صندوقچی چرا لے لیکن پجاری اپنی کوٹھڑی سے نکلتا
ہی نہ تھا۔

ٹھیک دسویں دن سلطنت کا راجہ، مندر کی سیر کے
لیے آ گیا۔ اب تو پجاری کو کوٹھڑی سے نکلنا ہی پڑا
اس نے سوچا چند گھنٹوں کی بات ہے کون سی قیامت
ٹوٹ جائے گی۔

جوگی تو کئی دن سے تاک لگائے بیٹھا تھا۔ پجاری
جونہی اپنی کوٹھڑی سے نکلا جوگی اندر گھس گیا۔ اندر سے
کنڈی چڑھا کر وہ کوٹھڑی کی تلاشی لینے لگا۔ مگر صندوقچی
تو تھی نہیں۔ تلاشی لیتے ہوئے جوگی کو پلنگ کے نیچے

مرتبان نظر آیا۔ جوگی نے اسے باہر کھینچ لیا اور جونہی ڈھکن
اٹھایا خوشی سے اچھل پڑا۔

صندوقچی اس کے سامنے تھی۔ لالچی جوگی نے جلدی
سے صندوقچی کی کنڈی ہٹائی اور ڈھکن اٹھانا ہی چاہتا تھا
کہ اندر سے سانپ کی پھنکار سنائی دی۔ ناگ زندہ ہو
چکا تھا۔ سانپ کی پھنکار نے جوگی کو ڈرا دیا وہ
صندوقچی چھوڑ کمرے سے نکل بھاگا۔ صندوقچی کی کنڈی
کھل چکی تھی۔ ناگ ڈھکن اٹھا کر باہر نکل آیا۔

مرتبان سے باہر آ کر ناگ نے زور سے سانس لی۔
اسے سب یاد آ گیا تھا کہ روم کی ملکہ کے محل میں
اسے ایک شخص نے تلوار کے وار سے قتل کر دیا تھا۔
اور مقدس تالاب کے پانی نے اسے دوبارہ زندہ کر
دیا ہے۔ مگر ـــــ مگر اسے مقدس تالاب میں ہونا چاہیے
تھا جبکہ وہ کوٹھڑی میں موجود تھا۔

ناگ کے ذہن میں کئی سوال ابھرے میں یہاں کیسے
آیا؟ عنبر اور ماریا کہاں ہیں؟ اس کوٹھڑی میں کون رہتا
ہے۔ ابھی ناگ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دروازے پر آہٹ
ہوئی۔ ناگ پھرتی سے فرش پر رینگتا ہوا ایک کونے میں
چلا گیا۔ آنے والا مندر کا بڑا پجاری تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑے پجاری نے جب مرتبان کو باہر اور کھلا دیکھا
تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ پیروں تلے سے زمین
نکل گئی۔ اس نے لپک کر مرتبان میں موجود صندوقچی کو
دیکھا۔ سانپ موجود نہ تھا۔ مہا پجاری کا دل بیٹھ گیا۔
اس نے دولت حاصل کرنے کے جو خواب دیکھے تھے چکنا
چور ہو گئے۔ ناگ بڑے غور سے پجاری کو دیکھ رہا
تھا۔ پجاری بڑبڑایا:

"ہائے رام یہ کیا ہو گیا۔ سانپ کہاں چلا گیا۔ اگر میں
نے اسے ذبح کر کے اس کی آنکھیں نہ کھائیں تو زمین میں
چھپے خزانوں کو نہ دیکھ سکوں گا۔ ہائے میں لٹ گیا۔ اسے
کس بدبخت نے مرتبان کھول دیا ہے؟"

ناگ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے دل
میں کہا:

"ابھی۔ تجھے خزانے دکھاتا ہوں بیٹا۔ تیرا تو میں وہ حال
کروں گا کہ بس توبہ ہی بھلی۔"

ناگ زور سے پھنکارا۔ پجاری اچھل پڑا۔ اس نے جلدی
سے ادھر ادھر دیکھا اور خوشی سے بولا:

"سانپ کوٹھڑی ہی میں ہے مجھے دروازہ بند کر دینا
چاہیے تاکہ باہر نہ نکل جائے۔"

پجاری نے دروازہ بند کر دیا۔ اور ڈنڈہ اٹھا کر
سانپ تلاش کرنے لگا۔ ناگ تو دیوار پر رینگتا ہوا چھت
پر چڑھ کر اس سے چمٹ گیا تھا۔ پجاری نے سارا
سامان الٹ پلٹ دیا تھا مگر سانپ نظر نہ آیا تھا۔ ناگ
نے اپنا پھن پھیلایا اور ہوا میں اڑتا ہوا پجاری کی
طرف آیا۔

اسی وقت پجاری نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور
ایک طرف ہٹ گیا۔ ناگ زمین پر گرا۔ گرنے کی آواز
سن کر پجاری تیزی سے مڑا۔ ناگ کو دیکھتے ہی اس نے
ڈنڈہ گھما کر مارا۔ ناگ تڑپ کر ایک طرف ہٹ گیا
ڈنڈہ اسے زخمی کر دیتا۔ ناگ جلدی سے پلنگ کے نیچے
گھس گیا۔ پلنگ کے نیچے سامان بھرا ہوا تھا۔ ایک بڑی
کیتلی بھی پڑی تھی۔ ناگ کیتلی میں بیٹھ گیا۔

بڑے پجاری نے پلنگ الٹ دیا اور سامان کھنگالنے
لگا پھر جونہی اس نے کیتلی کو ہاتھ لگایا ناگ نے
بجلی کی طرح لپک کر اسے ڈس لیا۔ پجاری کے حلق
سے زور دار چیخ نکلی۔ وہ دروازے کی طرف بھاگا
مگر چند قدم دوڑ کر اوندھے منہ گر گیا۔ ناگ کا زہر
تیزی کے ساتھ اس کے خون میں حل ہوتا جا رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کا حلق بند ہو گیا تھا اور ناک اور منہ سے خون جاری ہو گیا تھا چند لمحوں میں وہ مر چکا تھا۔

ناگ گہری سانس لے کر انسان کے روپ میں آ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور کوٹھڑی سے باہر نکل آیا اور مندر میں ادھر ادھر گھومنے لگا۔ وہ عنبر کو تلاش کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ مرنے کے بعد عنبر اسے یہاں لایا ہو گا۔ اسی تلاش میں وہ دوسری منزل پر موجود ہال میں آ گیا۔ جہاں ناگ دیوتا کا بت پڑا تھا۔

یہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ ناگ، دیوتا بت کی طرف منہ کر کے تھوڑا سا جھکا اور ہال میں نظریں دوڑانے لگا مگر اسے عنبر کہیں نظر نہ آیا۔ اسی وقت ہال میں تیز آواز گونجی:

"او مائی۔ چل پرے ہٹ۔ تجھے کہہ جو دیا ہے تو ناگ دیوتا کے بت کو ہاتھ نہیں لگا سکتی۔"

ناگ نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ ایک موٹا ہٹا کٹا پجاری بوڑھی عورت کو دھکے دے رہا تھا۔ بوڑھی عورت اس کی منت سماجت کر رہی تھی۔ پجاری نے ہاتھ میں ایک بکس پکڑ رکھا تھا۔ ہر آنے والا اس میں چاندی

کا ایک سکہ ڈالتا اور پجاری اسے ناگ دیوتا کے بت کو چھونے کی اجازت دے دیتا۔ یہ بڑھیا بڑی غریب اور نحیف تھی۔ اس کے بال چاندی کے تاروں کی طرح سفید تھے وہ کہہ رہی تھی:

"بیٹا — میں غریب ہوں مجھے دیوتا کو چھو لینے دو۔"

پجاری نے غصے میں آ کر بڑھیا کو زور سے دھکا دیا اور گرجا:

"بہری ہے کیا۔ کہہ جو دیا تو دیوتا کو نہیں چھو سکتی۔ چل بھاگ ادھر سے۔"

بڑھیا فرش پر گر پڑی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ ناگ نے یہ دیکھا تو آگے بڑھ کر بولا:

"او پجاری کے بچے۔ اماں جی کو ناگ دیوتا کا بت چھونے دے۔"

پجاری تو آگ بگولا ہو گیا اس نے چیخ کر کہا:

"چھوکرے۔ تیری یہ مجال۔ ٹھہر تجھے ابھی ٹھیک کرتا ہوں میرے سامنے اونچا بولتا ہے۔"

پجاری ترشول لہراتا ہوا ناگ کی طرف لپکا۔ ناگ فوراً گہری سانس لے کر کالا سانپ بن گیا۔ پجاری کے تو ہوش اڑ گئے۔ ترشول اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ دوسرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوگ بھی گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ پل بھر میں ایک انسان سانپ کس طرح بن گیا۔

ناگ دوبارہ انسان کے روپ میں آگیا اور بولا:

"کیوں پجاری جی۔ اب کیا خیال ہے۔"

پجاری کچھ دیر تو پھٹی پھٹی نظروں سے ناگ کو دیکھتا رہا پھر کٹے ہوئے شہتیر کی طرح لہرا کر گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ اسی وقت ناگ دیوتا کی آنکھوں سے سرخ رنگ کی روشنی نکل کر ناگ پر پڑی۔ ناگ کا جسم اس روشنی میں نہا گیا۔ ناگ نے دیکھا کہ اس کے سامنے عظیم ناگ دیوتا کھڑا کہہ رہا ہے:

"شاباش ناگ۔ تم نے ٹھیک کیا۔ کمزوروں کی مدد کرنا بھی عبادت ہے میں تم سے خوش ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی روشنی غائب ہو گئی۔ دوسرے لوگ ناگ دیوتا کی جے۔ ناگ دیوتا کی جے کے نعرے لگانے لگے۔ ناگ مندر میں عنبر کو تلاش کر چکا تھا مگر وہ نہیں ملا تھا۔ ناگ چڑیا بن کر پھر سے اڑا اور ہال سے نکل آیا۔

ناگ بادلوں میں چڑیا کے روپ میں اڑتا جا رہا تھا۔

وہ اس وقت ایک کچی سڑک کے اوپر سے گزر رہا تھا اس نے دیکھا کہ ایک بگی چلی آ رہی ہے۔ بگھی چاروں طرف سے بند تھی۔ اس کے اگلے حصے پر خوفناک شکل والا بھینسے ایسا ہندو بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بار بار چابک گھوڑوں پر برساتا اور گھوڑے ہنہنا کر اور تیزی سے دوڑنے لگتے۔ ناگ کو یہ بگھی بڑی پراسرار لگی وہ غوطہ مار کر نیچے آگیا!!
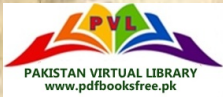
- عنبر اور آدم خور سردار کا خونی مقابلہ
- کیا ماریا پرکاش کو بچا سکی؟
- کیا ماریا کو اس کی خفیہ طاقتیں واپس مل سکیں؟

ان سوالات کے جوابات حاصل کرنے کے لیے ناگ عنبر ماریا سیریز کی اگلی قسط نمبر ۳۶ "قبر اور ڈھانچہ" اپنے نزدیکی بک سٹال سے خریدیں۔

موت کے تعاقب کی د...

عنبر ناگ ماریا

کے ۵ ہزار سالہ سفر کی پر اسرار اور سنسنی خیز داستان

مصنّف : اے حمید

پتا مکتبہ اقرأ ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ ماریا ، عنبر کی واپسی

قبر اور ڈھانچہ

اے حمید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فہرست

مُردہ چور اور حکیم

ناگ غور مار کر نیچے آ گیا۔ اسے معاملہ کچھ پر اسرار سا لگا تھا وہ بگھی کے اوپر بیٹھ گیا اور گہری سانس لے کر سانپ بن گیا اور بگھی کی چھت سے رینگتا ہوا ایک سوراخ سے اندر آ گیا۔ اس نے دیکھا۔ بگھی میں دو لاشیں پڑی ہیں اور ایک کالا ہندو ان کے کفن اتار کر تہہ کر رہا ہے۔

یہ مردے تھے جنہیں قبرستان سے نکال کر لایا گیا تھا۔ بگھی میں عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی جیسے بہت سی چھپکلیاں اور ٹڈے زخمی پڑے ہوں اور ان کے جسموں سے سڑاند اٹھ رہی ہو۔ کالے مردہ چور نے جیب سے تیز استرا نکالا اور دونوں لاشوں کے سر مونڈ دیئے اور بال ایک رومال میں باندھ کر ایک طرف رکھ دیئے۔

بگھی تیز رفتاری سے سفر کرتی ایک پرانی عمارت میں داخل ہو گئی۔ بگھی کے رُکتے ہی ناگ چھت پر آ کر دوبارہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چڑیا بن گیا تھا۔ دونوں مردے چوروں نے لاشیں اٹھائیں اور اندر چلے گئے۔ ناگ چڑیا کے روپ میں ان کے سروں کے اوپر اڑ رہا تھا۔ وہ ایک پرانے سیلن زدہ کمرے میں آ گئے۔

یہاں ایک بوڑھا حکیم موجود تھا۔ اس کے چاروں طرف رنگ برنگی جڑی بوٹیاں بکھری ہوئی تھیں۔ اس نے مردہ چوروں کو دیکھا تو خوش ہو گیا۔ مردہ چوروں نے دونوں لاشیں سامنے تختے پر ڈال دیں۔ بڈھے حکیم کا منہ بن گیا وہ غصے سے چلایا:

"تم ہمیشہ باسی اور گلی سڑی لاشیں لاتے ہو تازہ مال لایا کرو۔ میں تو تمہیں ان دونوں لاشوں کے عوض سونے کے سکوں کی ایک تھیلی دوں گا ہاں اگر تازہ لاش لاؤ تو ایک لاش کی ایک تھیلی ملے گی۔"

کالے مردہ چور نے کہا:

"حکیم جی۔ فکر ہی نہ کریں۔ کل آپ کو بالکل تازہ لاش ملے گی۔"

بڈھے حکیم نے چڑ کر کہا:

"تم ہر بار یہی کہتے ہو اور اٹھا لاتے ہو۔ یہ گلی سڑی لاشیں۔ مجھے بے وقوف بناتے ہو۔"

دوسرا مردہ چور یہ سن کر جلدی سے بولا:

"ارے حکیم۔ کیسی باتیں کرتے ہو۔ لو سنو۔ ہم نے ایک غریب لڑکے کو نوکری دلانے کا جھانسہ دے کر پھنسایا ہے آج شام وہ ہمارے پاس آئے گا اور ہم اسے قتل کر کے آپ کے پاس پہنچا دیں گے۔"

حکیم خوش ہو گیا اس نے کہا:

"شاباش۔ مجھے ایسی ہی تازہ لاشوں کی ضرورت ہے۔ ان کے مغز میری دوائی کو اور مفید بنا دیں گے۔ ارے ایک بار دوائی تیار ہو جائے اسے کھانے سے ہر بڈھا جوان ہو جائے گا پھر میں دونوں ہاتھوں سے دولت کماؤں گا اور امیر بن جاؤں گا۔"

ناگ سارا معاملہ سمجھ گیا تھا۔ یہ بڈھا حکیم ایسی دوائی بنانے کے چکر میں تھا جس سے بڈھے دوبارہ جوان ہو جاتے اور اس مقصد کے لیے وہ مردوں چوروں سے قبرستان سے لاشیں منگوا کر ان کے مغز نکال کر دوائی میں ملا رہا تھا اور اب تو یہ زندہ انسانوں کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ ناگ کو یہ سب قبرستان کے بھوتوں سے بھی گندے اور غلیظ نظر آئے بھوت تو صرف مردوں کو کھاتا ہے اور یہ زندہ انسانوں کو کھانے کی تیاری کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے تھے۔ ناگ نے فیصلہ کر لیا کہ ان ظالموں کو ہرگز معاف نہ کرے گا۔

مردہ چور اشرفیوں کی تھیلی لے کر باہر نکل آئے۔ ناگ نے سوچا پہلے ان سے نبٹنا چاہیے پھر حکیم کو دیکھ لوں گا وہ چڑیا کے روپ میں آ کر بگھی پر بیٹھ گیا۔ مردہ چور آ گئے اور بگھی چل پڑی۔ مردہ چور سیدھے اپنے مکان پر آ گئے۔ ناگ بھی سانپ بن کر کمرے میں آ گیا اور دیوار سے چمٹ گیا۔

شام ہوئی تو ایک جوان لڑکا آیا۔ مردہ چور تو اسے دیکھتے ہی خوش ہو گئے۔

کالے نے کہا:

"آؤ بھائی۔ تمہارا ہی انتظار تھا۔ ٹھیک تو ہو نا:"

لڑکے نے بڑے ادب سے کہا:

"بھگوان کی کرپا ہے۔ آپ بتائیے میری نوکری کا کوئی بندوبست ہو گیا ہے؟"

دوسرا مردہ چور بول اٹھا:

"ارے۔ یہ بھی کوئی کام تھا۔ ہم نے شہر کے ایک امیر تاجر سے بات کی ہے۔ تمہیں اس کی دوکان پر کام کرنا ہو گا اور وہ تمہیں ہر مہینے سونے کے پچاس

سکے دیا کرے گا۔"

غریب لڑکا تو خوش ہو گیا۔ اس زمانے میں سونے کے پچاس سکے بڑی اہمیت رکھتے تھے یوں سمجھ لیں کہ آج کے زمانے کے کئی سو روپے بنتے ہیں۔ لڑکے کی تو باچھیں کھل گئی تھیں۔

اس نے کہا:

"بھائیو! میں تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔ اب میں اپنی بیمار ماں کا علاج بھی کرا سکوں گا۔"

مردہ چور مکاری سے بولا:

"بھائی یہ تو ہمارا فرض تھا۔ ارے کلوا اپنے بھائی کے لیے دودھ گرم کر کے لاؤ۔"

لڑکا ان کے اخلاق سے بڑا متاثر ہو رہا تھا اسے کیا پتہ تھا کہ یہ مردہ چور کیا سوچے بیٹھے ہیں۔

اس نے کہا:

"دودھ کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے تو میرا سب سے بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے بھگوان تمہارا بھلا کرے۔"

اتنے میں کلوا دودھ کا کٹورا لے کر آ گیا۔ اس نے دودھ میں بے ہوشی کی دوا ملا دی تھی۔ مردہ چور لڑکے کو بے ہوش کر کے قتل کرنا چاہتے تھے کیوں کہ انہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خدشہ تھا کہ کہیں لڑکا شور نہ مچا دے۔ لڑکے نے
دودھ والا کٹورا لے لیا اور گھونٹ بھرا۔ اسے دودھ کا
ذائقہ عجیب سا لگا اس نے کہا:
"بھائی ــــ یہ دودھ خراب لگتا ہے اس کا ذائقہ
عجیب سا ہے۔"
کالے مردہ چور نے اپنے ساتھی کلوا کی طرف دیکھا
اور جلدی سے کہا:
"یہ گائے کا نہیں بکری کا دودھ ہے اس کا ذائقہ
ایسا ہی ہوتا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہم نے بھی
پیا ہے۔"
لڑکے نے پہلے کبھی بکری کا دودھ نہیں پیا تھا اور
اسے ذائقے کا پتہ نہ تھا وہ کٹورے کا سارا دودھ پی
گیا اور بولا:
"اچھا بھائیو ــ اب میں چلتا ہوں تاکہ اپنی ماں کو
بھی یہ خوشخبری سنا دوں۔"
کلوے نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا اور بٹھاتے ہوئے
کہا:
"اتنی بھی کیا جلدی ہے دو گھڑی ہمارے پاس بیٹھو
گپ شپ لگاتے ہیں۔ آخر گھر ہی جانا ہے تمہیں۔"

لڑکا انکار نہ کر سکا۔ بے چارا کس طرح انکار کرتا
وہ تو ان مردہ چوروں کو بڑا فرشتہ صفت انسان سمجھ
رہا تھا حالاں کہ وہ مکار قاتل تھے۔ کچھ ہی دیر بعد
لڑکے کا سر بھاری ہونے لگا۔
اس نے سر تھام کر کہا:
"ارے مجھے یہ کیسے چکر آ رہے ہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟"
کلوا اور اس کا ساتھی خوش ہو گئے، کہ بے ہوشی کی
دوا نے کام شروع کر دیا ہے۔
کلوا بولا:
"تم چارپائی پر لیٹ جاؤ۔ ابھی ٹھیک ہو جاؤ گے۔
شاباش لیٹ جاؤ۔"
لڑکے کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں اس نے آنکھیں
ملتے ہوئے لڑکھڑاتی آواز میں کہا:
"نہیں۔ میں گھر جاؤں گا میری ماں میرا انتظار کر رہی
ہو گی۔ میں نے اسے دوا بھی تو پلانا ہے۔"
کلوے نے قہقہہ لگایا اور بولا:
"بچے جمورے۔ اب تیری ماں ساری زندگی انتظار
ہی کرتی رہے گی۔"
لڑکے نے یہ سن کر آنکھیں کھولیں مگر دوسرے ہی لمحے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لہرا کر چارپائی پر گر پڑا وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ کلوا نے جیب سے چھرا نکال لیا اور اسے پتھر کی سل پر رگڑ کر تیز کرتا ہوا بولا:

"اس بار تو سالا حکیم خوش ہو جائے گا۔ ایسی تازہ لاش بھلا اسے کہاں سے مل سکتی ہے۔"

کالے مردہ چور نے ہنس کر کہا:

"یار۔ یہ طریقہ بڑا آسان ہے۔ قبرستان جانے اور قبر کھودنے کی مصیبت بھی نہیں اٹھانا پڑتی اور پیسے بھی دگنے ملتے ہیں۔"

دونوں نے قہقہے لگائے۔ ناگ اب اور انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ رینگتا ہوا دیوار سے اتر آیا اور کلوے کی طرف بڑھا جو چھرا تیز کر رہا تھا۔ ناگ نے اس کی پنڈلی پر ڈس لیا اور جلدی سے چارپائی کے نیچے چلا گیا۔ ناگ نے کلوے کو اس صفائی سے ڈسا تھا کہ اسے یوں لگا جیسے کسی چیونٹی نے کاٹا ہو۔

چند لمحے بعد کلوے کو اپنے خون کی گردش تیز ہوتی محسوس ہوئی۔ زہر اس کے جسم میں موجود خون میں حل ہوتا جا رہا تھا۔ کلوے کو یوں لگا جیسے اس کی رگوں میں آگ گردش کر رہی ہے۔ اس کے منہ سے بھیانک

چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا گلا پکڑ لیا تھا اسے ایسا لگتا تھا کہ کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہے۔ کالے نے جب اپنے ساتھی کی یہ حالت دیکھی تو گھبرا گیا اور اس پہ جھکتا ہوا بولا:

"ارے کلوا۔ کیا ہوا؟"

کلوا تو کچھ بتانے کے قابل ہی نہ رہا تھا۔ وہ مرچکا تھا۔ اس کا بدن نیلا پڑتا جا رہا تھا۔ ناگ چارپائی کے نیچے سے نکل آیا اور کالے کو ڈسنے کے لیے آگے بڑھا۔ کالے مردہ چور نے اسے دیکھ لیا۔ وہ فوراً ہی اپنے ساتھی کے مرنے کی وجہ سمجھ گیا۔ اس نے چھرا اٹھا کر ناگ کی طرف اچھالا۔ ناگ جلدی سے ایک طرف ہو گیا۔

کالا چارپائی پر چڑھ گیا مگر ناگ اب چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اس نے پھن پھیلا لیا اور چھلانگ لگا کر کالے کے ماتھے پر ڈس لیا۔ کالے نے ایک دلدوز چیخ ماری اور بری طرح اچھلنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی اپنے ساتھی کلوا کے پاس پہنچ گیا۔ دونوں مردہ چور جہنم رسید ہو گئے تھے۔

ناگ جھٹ سے انسان بن گیا۔ اسے لڑکے پر بڑا رحم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آ رہا تھا جو اس قدر غریب تھا کہ اپنی ماں کا علاج
بھی نہیں کرا سکتا تھا۔ ناگ نے سوچا اس کی مدد
کرنا چاہیے۔ اس نے فوراً ایک سگنل چھوڑا۔ اسے یقین
تھا کہ یہ سگنل نزدیکی علاقے میں موجود کسی سانپ کے
جسم سے ٹکرائے گا اور وہ آ جائے گا۔

ایسا ہی ہوا۔ چند مکان چھوڑ کر پیپل کے ایک پرانے
درخت کی کھوہ میں ایک پھنیئر سانپ رہتا تھا۔ وہ
اس وقت ایک ٹڈے کو کھا رہا تھا۔ جونہی ناگ کا
سگنل اس کے جسم سے ٹکرایا اس نے ٹڈے کو سالم
ہی نگل لیا اور کھوہ سے باہر نکل کر رینگنے لگا۔ اسے
اب ناگ دیوتا کی بو محسوس ہونے لگی تھی۔

وہ رینگتا ہوا مکان میں آ گیا۔ یہاں اس نے دیکھا کہ
ناگ دیوتا انسانی شکل میں کھڑا ہے۔ اس نے پھن پھیلا
کر جھکتے ہوئے سگنل چھوڑا:

"اے ناگ دیوتا۔ نئی زندگی مبارک ہو۔"

ناگ پل بھر کے لیے تو حیران رہ گیا کہ اس سانپ
کو کس طرح علم ہوا کہ وہ قتل ہو گیا تھا اور اب
دوبارہ زندہ ہوا ہے۔ پوچھنے پر سانپ نے ناگ کو
ساری کہانی سنا دی۔ ناگ کو بڑی خوشی ہوئی۔

اس نے کہا:

"اے سانپ۔ یہاں کوئی خفیہ خزانہ ہے جس میں
ہیرے جواہرات ہوں؟"

پھنیئر سانپ نے ادب سے کہا:

"ہاں ناگ دیوتا۔ جس پیپل میں میری کھوہ ہے اس
کے نیچے ایک خون خوار ڈاکو کا خزانہ دفن ہے اس
میں سونے کی اینٹوں کے علاوہ بڑے قیمتی ہیرے ہیں۔"

ناگ بولا:

"ٹھیک ہے۔ تم اس خزانے سے دو ہیرے نکال کر
لے آؤ۔"

پھنیئر سانپ نے حکم کی تعمیل کی اور ہیرے لے آیا۔
اب ناگ نے لڑکے کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے
تو وہ ہوش میں آ گیا۔ اس نے اپنا سر تھامتے ہوئے کہا:

"ارے مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں کہاں ہوں اور تم
کون ہو؟"

ناگ نے کہا:

"خدا کا شکر ادا کرو بھائی۔ جس نے تمھاری جان بچا
لی یہ دونوں شخص مردہ چور قاتل ہیں اور تمھیں قتل
کر کے تمھاری لاش ایک حکیم کے ہاتھ بیچ دینا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاہیے تھے۔"

پہلے تو لڑکے کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ پھر وہ ناگ کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا:

"تم نے میری ہی جان نہیں بچائی میری بوڑھی ماں کو بھی موت کے منہ سے نکال لیا ہے۔"

ناگ نے لڑکے کو تسلی دے کر ہیرے اس کے حوالے کیے اور کہا:

"ٹھیک ہے اب تم اپنے گھر جاؤ ان ہیروں کو فروخت کر کے کوئی کاروبار کر لینا۔ یہ تمہاری ماں کی دعاؤں کا اثر ہے کہ تم بچ گئے۔ اچھے بچے ہمیشہ اپنی ماں کی خدمت کرتے ہیں اور اس کا کہا مانتے ہیں اور ماں کی دعا ان کے لیے ہر مصیبت کے وقت ڈھال بن جاتی ہے۔"

لڑکا چلا گیا۔ ناگ مکان سے باہر نکل آیا اور بگھی میں سوار ہو کر حکیم کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ دن ڈھل رہا تھا اور ہر طرف ہلکا ہلکا اندھیرا چھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ ناگ نے حکیم کے گھر سے کچھ دور بگھی روکی اور چڑیا کا روپ دھار کر حکیم کے گھر آ گیا۔

بڈھا حکیم اس وقت ایک لاش کو تختے سے باندھے

خنجر سے چیر پھاڑ کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے لاش کے سر پر خنجر سے ایک چرکا لگایا۔ حکیم نے لاش کے منڈے ہوئے سر پر ایسی بوٹی مل دی تھی کہ خون بہہ نہیں رہا تھا۔ چرکا لگا کر اس نے کھوپڑی کو آری سے ہولے ہولے چیرنا شروع کر دیا۔

ناگ، چڑیا کی شکل میں روشن دان میں بیٹھا یہ دیکھ رہا تھا۔ وہ سانپ بن کر دیوار پر رینگتا ہوا نیچے آنے لگا۔ بڈھے حکیم نے کھوپڑی کو دو ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔ اب مغز نظر آنے لگا تھا۔ بڈھے حکیم نے ایک پلیٹ میں چمچے سے مغز نکالنا شروع کر دیا۔ وہ بڑا خوش نظر آ رہا تھا۔

ناگ دیوار سے اتر آیا اور زور سے پھنکارا۔ بڈھا حکیم چیخ مار کر اچھل پڑا۔ پلیٹ اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور فرش پر گرتے ہی کئی ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ مغز زمین پر بکھر گیا۔ بڈھے حکیم نے مڑ کر دیکھا۔ کالا سانپ پھن پھیلائے جھوم رہا تھا۔ اس کی سرخ ستارہ جیسی آنکھیں حکیم پر جمی ہوئی تھیں۔

حکیم مغز ضائع ہونے پر غصے میں آ گیا۔

اس نے چلا کر کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ سانپ کا بچہ کدھر سے آ مرا۔ میرا سارا کام خراب دیا ہے اس نے۔"

حکیم نے آری اٹھا کر ناگ پر پھینکی۔ ناگ اچھل کر اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ اس نے پھرتی سے آگے بڑھ کر بڑھے حکیم کی ٹانگ پر ڈس لیا۔ ناگ نے حکیم کے جسم میں صرف اتنا زہر انڈیلا کہ وہ بے ہوش ہو جائے۔ سانپ کے ڈستے ہی حکیم کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ ناگ فوراً گہری سانس لے کر انسان بن گیا۔ حکیم نے جب سانپ کو انسان بنتے دیکھا تو حیرت سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ دھڑام سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

ناگ نے حکیم کو اٹھا کر تختے پر رسیوں سے باندھ دیا اور استرے سے اس کا سر مونڈنے کے بعد پانی کا لوٹا اس پر انڈیل دیا۔ حکیم ہوش میں آ گیا۔ ناگ نے آری اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا:

"جو سلوک تم لاشوں کے ساتھ کرتے تھے۔ اب میں تمہارے ساتھ کروں گا۔ تمہاری کھوپڑی کاٹ کر مغز کتوں کے آگے ڈال دوں گا۔"

حکیم گڑگڑانے لگا اس نے روتے ہوئے کہا:

"مجھے معاف کر دو اب میں کوئی برا کام نہیں کرونگا اور اچھائی کے راستے پر چلوں گا۔"

ناگ نے کہا:

"کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے دلوں پر کفر کی سیاہی جم جاتی ہے وہ برا کام نہیں چھوڑ سکتے۔ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو۔ تم پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تم جلاد صفت انسان ہو۔"

یہ کہہ کر ناگ نے آری حکیم کے سر پر رکھی۔ لوہے کی ٹھنڈی آری کے دندانوں کا لمس محسوس کر کے حکیم کانپ اٹھا۔ موت اس کی آنکھوں کے سامنے ناچنے لگی۔ وہ تڑپ کر آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگا مگر ناگ نے اسے بڑی مضبوطی سے باندھا تھا ناگ نے آری چلائی۔ دندانے حکیم کی کھوپڑی میں دھنس گئے اور لہو کے فوارے چھوٹ پڑے۔

حکیم کی چیخیں کمرے کو ہلائے دے رہی تھیں۔ گرم خون اس کے چہرے سے ہوتا ہوا گردن تک پہنچ گیا۔ وہ اپنے ہی خون میں نہا رہا تھا۔ ناگ تیزی سے آری چلانے لگا۔ حکیم کی کھوپڑی کٹ گئی۔ درد اور اذیت کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شدت نے حکیم کو باؤلا بنا دیا۔ وہ بڑی طرح مچلنے اور شور مچانے لگا۔

ناگ نے اس کی کھوپڑی کے دونوں ٹکڑے علیحدہ کر دیئے۔ حکیم کے منہ سے آخری دل خراش چیخ نکلی اور وہ مر گیا۔ ناگ نے مغز نکال کر فرش پر پھینک دیا اور گھر سے باہر نکل آیا!!

◎
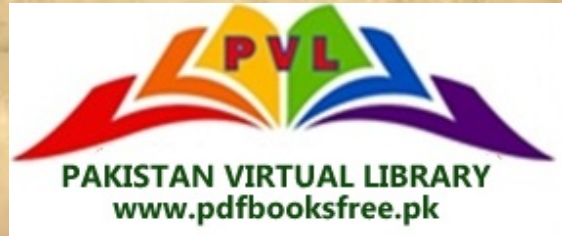
شیطانی کھوپڑی

ناگ کو یہاں چھوڑ کر ہم عنبر کے پاس چلتے ہیں۔

یہ تو آپ گزشتہ قسط میں پڑھ چکے ہیں کہ حبشی لڑکے جھرو کو دریائی گھوڑوں سے بچانے کے بعد عنبر اس کے ساتھ آدم خوروں کی بستی کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ دونوں جنگل کے درختوں اور جھاڑیوں سے گزرتے چلے جا رہے تھے پھر درختوں کے جھنڈ سے نکلتے ہی عنبر کو عجیب شے نظر آئی۔

ایک لمبے بانس پر انسانی کھوپڑی ٹنگی ہوئی تھی۔

جھرو نے کہا:

"عنبر بھائی۔ یہاں سے ہمارے قبیلے کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ شیطانی کھوپڑی ہے جسے سردار نے لٹکا رکھا ہے۔"

ابھی وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ بانس پر ٹنگی کھوپڑی خود بخود ہلنے لگی۔ اس کا منہ عنبر اور جھرو کی طرف ہو گیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فوراً ہی کھوپڑی بانس سے بلند ہو کر فضا میں معلق ہو گئی۔ شیطانی کھوپڑی کے منہ سے لرزہ خیز چیخ نکلی جھرو کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اس نے کانپتے ہوئے کہا،

"اس شیطانی کھوپڑی نے بستی والوں کو ہماری آواز سے باخبر کر دیا ہے۔ اب وہ آتے ہی ہوں گے۔"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"گھبراؤ مت ننھے دوست۔ میں سب کے دماغ درست کر دوں گا۔"

عنبر نے تو اپنی زندگی میں قسم کی ہزاروں جادوگریاں دیکھی تھیں۔ اس کے لیے کھوپڑی کا ہلنا اور چیخیں مارنا کوئی خاص بات نہ تھی وہ تو ایسی خبیث کھوپڑیاں بھی دیکھ چکا تھا۔ جو انسانی خون پیتی اور گوشت کھاتی تھیں مگر جھرو بری طرح ڈر چکا تھا۔ اس کا پورا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

کچھ ہی دیر میں چیخیں مارتے وحشی آدم خور آپہنچے۔ ان کے رنگ توے کی طرح کالے تھے۔ چہرے بڑے خوف ناک تھے، انہوں نے تلواریں، نیزے اور تیر کمان اٹھا رکھے تھے۔ ان کے جسموں پر سوائے لنگوٹی کے کوئی لباس نہ تھا۔ انہوں نے عنبر اور جھرو

کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ سارے وحشی بڑے غور سے جھرو کو دیکھ رہے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اسے تو "موت کے دریا" میں پھینکا گیا تھا یہ زندہ کیسے بچ گیا۔

عنبر ان کی باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا۔ یہ تو آپ کو علم ہے کہ عنبر دنیا کی ہر زبان بول اور سمجھ سکتا ہے۔ اس نے کہا:

"یہ تو زندہ بچ گیا مگر تمہارا سردار زندہ نہ بچ سکے گا۔"

ایک جنگلی نے چیخ مار کر تلوار سے عنبر پر حملہ کیا تلوار کا بھرپور وار عنبر کی گردن پر پڑا۔ جنگلی کا خیال تھا کہ عنبر کی گردن کٹ کر پرے جا گرے گی مگر یہاں تو کھٹاک کی آواز کے ساتھ تلوار ٹوٹ گئی تھی۔ جنگلی نے پاگلوں کی طرح پہلے تلوار کی طرف پھر عنبر کی طرف دیکھا۔

اسی وقت بانس پر ٹنگی شیطانی کھوپڑی نے خون منجمد کر دینے والی ہولناک چیخ مار کر کہا:

"اسے سردار کے پاس لے جاؤ وہ اس سے نبٹ لے گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آدم خور جنگلوں نے شیطانی کھوپڑی زندہ باد ـــ سردار زندہ باد کے نعرے لگائے پھر عنبر اور جمرو کو گھیر میں لیے اپنی بستی کی طرف روانہ ہو گئے ـــ دن چڑھ آیا تھا۔ سورج کی کرنیں درختوں کی شاخوں اور پتوں سے ٹکراتی ہوئی نیچے تک آ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ وحشیوں کی بستی میں پہنچ چکے تھے۔ یہ ایک وسیع میدان تھا جس میں گھاس پھونس سے جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔

ایک قیدی ہاتھ آنے کا سن کر ساری بستی امنڈ آئی تھی۔ ننگ دھڑنگ وحشی للچائی نظروں سے عنبر کو دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی انسان نہیں بلکہ "سویٹ ڈش" ہے ویسے یہ تھا بھی درست۔ ان وحشیوں کے نزدیک انسانی خون پینا گوشت کھانا سب سے لذیذ غذا تھی۔

جنگلی اور عنبر اور جمرو کو لیے ایک زمین دوز غار میں داخل ہو گئے۔ یہ غار بڑا کشادہ تھا اس میں دونوں طرف دیواروں میں چراغ پڑے تھے جن میں مگرمچھ کی چربی جل رہی تھی۔ کچھ آگے جا کر غار مڑ گئی۔ یہاں پہنچتے ہی سارے جنگلی ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل رینگنے لگے۔

سامنے ہی آگ کا ایک الاؤ جل رہا تھا۔ اس میں ایک کالا بھجنگ وحشی آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ چہرے پر لاتعداد جھریاں، پوپلا منہ، آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ وہ ہڈیوں کا زندہ ڈھانچہ لگتا تھا۔ اس کے چہرے سے شیطانیت اور خباثت ٹپک رہی تھی۔ سارے وحشی اس کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے تھے۔

عنبر تن کر کھڑا ہو گیا۔ ایک بات اسے چکرائے دے رہی تھی کہ آگ میں یہ شیطان سردار زندہ کس طرح ہے آگ اس پر اثر کیوں نہیں کرتی۔ اگر یہ جادوگر ہے تو بھی آگ کسی جادو کے اثر میں نہیں آتی۔ اس کا کام جلانا ہے اور وہ جلا دیتی ہے۔ سردار نے اپنی لال لال آنکھوں سے عنبر کو گھورا اور کہا:

"اسے قید میں ڈال دیا جائے آج دوپہر کو اسے کڑاہی میں اُبال کر کھا لیا جائے گا۔ اور یہ لڑکا اسے بھی ساتھ ہی ابالا جائے گا۔ جاؤ ان دونوں کو کوٹھڑی میں پھینک دو اور ان کی نگرانی کرو۔"

وحشی اٹھ کرتے ہوئے عنبر کو نیزوں سے ٹھوکے دیتے ہوئے وہ غار سے باہر لے آئے۔ عنبر کچھ سوچ کر خاموش رہا۔ آدم خور وحشیوں نے اسے رسیوں سے جکڑ کر ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوٹھڑی میں پھینک دیا۔ جمرو کو دوسری جھونپڑی میں
قید کیا گیا تھا۔

عنبر نے آنکھیں بند کر کے طلالہ کی روح کو پکارا۔
ہمارا یہ سلسلہ پڑھنے والے بچے جانتے ہیں کہ طلالہ
عنبر کی ساتھی تھی اور پانچ ہزار سال پہلے اس نے
عنبر پر موت حرام کر دی تھی اور اسے ہمیشہ کی زندگی
دی تھی۔ آج عنبر نے کئی برس بعد طلالہ دیوی کو آواز
دی تھی۔

چند لمحے بعد کوٹھڑی میں خوشبو پھیل گئی۔ یہ خوشبو
ایسی تھی جیسے گلاب کے پھولوں کا ڈھیر رکھ دیا گیا ہو۔
خوشبو سے عنبر سمجھ گیا کہ طلالہ دیوی کی روح آ گئی ہے۔
عنبر نے آنکھیں کھول دیں۔ سامنے دیوار پر روشنی کا
ایک دائرہ سا بن گیا تھا اور اس میں طلالہ دیوی کا
چہرہ نظر آ رہا تھا۔

اس نے کہا،

"عنبر۔ کیا حال ہے تاریخ میں واپسی کا سفر تمہیں
کیسے لگ رہا ہے۔"

عنبر بولا:

"پہلے سفر سے بھی زیادہ دلچسپ اور حیرت انگیز۔"

طلالہ دیوی نے ہنس کر کہا،

"مجھے کس طرح تم نے یاد کیا ہے۔ میں اپنے تابوت میں
سو رہی تھی کہ تمہارے پکارنے نے جگا دیا۔"

عنبر نے اسے شیطان سردار کے بارے میں بتایا تو
طلالہ دیوی نے کہا،

"وہ ایک جادوگر حکیم ہے۔ اس نے جنگل میں پائی
جانے والی بعض نایاب جڑی بوٹیوں کی مدد سے ایسا
تیل بنا لیا ہے جسے مالش کر لینے سے آگ اثر نہیں
کرتی۔"

عنبر نے کہا،

"طلالہ دیوی۔ کیا تم یہ تیل غائب کر کے اس کی جگہ
عام تیل رکھ سکتی ہو؟"

طلالہ کی روح بولی:

"یہ تو میرے لیے معمولی بات ہے۔ میں ابھی یہ کام کیے
دیتی ہوں۔ اچھا خدا حافظ۔"

طلالہ کی روح چلی گئی۔

دوپہر ہوئی تو کوٹھڑی کا دروازہ کھلا اور عنبر کو باہر نکال
لیا گیا۔ سارے وحشی گول دائرے کی شکل میں جمع ہو چکے
تھے۔ وہ اپنے حلقوں سے عجیب و غریب آوازیں نکالتے ناچ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے تھے۔ عنبر کو ایک درخت سے باندھ دیا گیا۔ جمرو بھی
اس کے ساتھ ہی بندھا ہوا تھا۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے
کئی وحشی ایک بڑی آہنی کڑاہی اٹھا کر لائے اور آگ کے
الاؤ پر رکھ کر اس میں تیل ڈال دیا۔ کچھ ہی دیر بعد
تیل کھولنے لگا۔

وحشی آدم خور لال لال زبانیں اور پیلے دانت نکال
کر عنبر کی طرف دیکھ رہے تھے پھر سب وحشی سجدے
میں گر گئے۔ زمین دوز غار سے شیطان سردار کی سواری
برآمد ہو رہی تھی۔ شیطان سردار ایک تخت پر بیٹھا تھا۔
جسے چار قوی ہیکل وحشیوں نے چاروں کونوں سے اٹھا
رکھا تھا۔ سردار کے کندھے پر ایک عقاب بیٹھا تھا۔
سردار نے ہاتھ میں مردہ چمگادڑ کی کھوپڑی پکڑ رکھی تھی۔
جسے وہ بار بار اچھال رہا تھا۔

سردار کا تخت ایک طرف رکھ دیا گیا۔ سردار نے ہاتھ
اٹھا کر کہا:

"آگ کے پجاریو۔ اُٹھ جاؤ اور اگنی دیوتا کا شکر ادا کرو
جس نے ہمیں دو شکار عنایت کیے۔"

آدم خور وحشی سجدے سے اٹھ گئے اور چیخیں مارتے
ہوئے ناچنے لگے۔ سردار نے کندھے پر بیٹھے عقاب کو

پکڑ کر فضا میں اچھالا اور چیخا:

"جشن شروع کیا جائے ـــ" فوراً ہی مجمع سے دو وحشی
باہر نکلے ان کے گلوں میں ڈھول پڑے ہوئے تھے۔ پھر
ڈھول پر پہلی چوٹ پڑی اور سارے وحشی دھیمے دھیمے
ناچنے لگے۔ بھڑکتے الاؤ کے شعلے بلند ہوتے رہے۔ لکڑیاں
چیخ چیخ کر انگاروں میں بدلتی رہیں اور کڑاہی میں موجود تیل
کھولتا رہا پھر یہ رقص اس وقت بند ہوا جب سردار
نے دونوں ہاتھ فضا میں اٹھائے۔

ڈھول پر آخری ضرب پڑی۔

ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ سارے وحشی خاموش کھڑے
تھے۔ سردار نے کمر سے بندھا خنجر کھول کر پاس کھڑے
وحشی کی طرف اُچھالا۔ وحشی نے اسے فضا میں ہی دبوچ
لیا۔ سردار نے کہا:

"ایک پیالے میں اس انسان کا خون بھر کر ہمیں پیش کیا
جائے پھر اسے کڑاہی میں ڈال کر اُبال دیا جائے۔"

وحشی خنجر لہراتا آگے بڑھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں پیالہ
تھا جو اس نے تخت سے اُٹھایا تھا۔ عنبر کے پاس آ
کر اس نے چیخ مار کر خنجر اس کی گردن پر مارا۔ خنجر کے
دو ٹکڑے ہو گئے۔ سارے وحشی چونک پڑے۔ سردار کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آگے کو جھک آیا۔ یہ تو انہونی بات تھی۔ عنبر ان کی
حیرت پر مسکرا رہا تھا۔

سردار تخت سے اترا اس نے دوسرا خنجر نکال لیا
تھا۔ اس نے خود آ کر وار کیا مگر نتیجہ وہی تھا۔ اب عنبر
نے زور لگا کر رسیاں توڑ ڈالیں اور مسکرا کر بولا:

"تم مجھے ہلاک نہ کر سکو گے بجّو کی شکل والے احمق
انسان۔"

سردار نے چلا کر کہا:

"آگ کے پجاریو۔ اس پر ٹوٹ پڑو اور اسے ختم
کر دو۔"

سارے وحشی نیزے، تلواریں، خنجر لیے عنبر پہ حملہ آور
ہو گئے۔ انہوں نے عنبر کو زمین پہ گرا لیا تھا اور اس
طرح مسلسل وار کر رہے تھے جیسے قیمہ بنا کر چھوڑیں گے۔
جمرو نے یہ رونگٹے کھڑے کر دینے والا منظر دیکھ کر آنکھیں
بند کر لی تھیں اور وہ بری طرح لرز رہا تھا۔

آدم خور وحشی پہلے تو پاگلوں کی طرح وار کرتے رہے
مگر جب انہوں نے دیکھا کہ عنبر کو ایک خراش تک
نہیں آئی تو وہ گھبرا گئے۔ سردار بھی سوچ میں پڑ گیا
کہ یہ کیسا انسان ہے جس پر کلہاڑیاں، تلواریں اور خنجر

برسائے گئے مگر یہ پھر بھی زندہ ہے۔"

عنبر نے زمین سے اُٹھ کر کہا:

"قبرستان کے گندے ٹڈے۔ تم میں سے کوئی مجھے نہ
ار سکے گا۔ میں لافانی ہوں۔"

سارے وحشی، سردار کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سردار
ی عزت کا معاملہ تھا۔ سردار عنبر کی اس طاقت سے ڈر
یا تھا مگر بڑا چالاک تھا بولا:

"اے انسان — تو ضرور جادوگر ہے مگر میں تم سے
ی بڑا جادوگر ہوں مجھے آگ نہیں جلا سکتی جب کہ
ھے آگ بھسم کر دے گی۔ خشک لکڑی کی مانند جلا
الے گی۔"

عنبر سمجھ گیا کہ سردار کیا چال چل رہا ہے وہ بولا:

"ٹھیک ہے ہم دونوں آگ میں بیٹھیں گے جو بچ گیا وہ
ردار مانا جائے گا۔"

میدان میں لکڑیوں کا ایک بڑا الاؤ چن دیا گیا۔ اس
رال ٹپکائی گئی۔ پھر عنبر اور سردار اس الاؤ پہ بیٹھے
ا ایک وحشی جلتی ہوئی لکڑی لے کر اس طرف آئے
ا۔ سردار مطمئن تھا کہ اس نے خاص تیل کی مالش کر رکھی
ہے۔ اس لیے آگ اسے نہیں جلائے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وحشی نے لکڑیوں کو آگ لگا دی۔ لکڑیاں بھڑک اٹھیں۔ وحشی سردار کے حلق سے دل خراش چیخ نکلی۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آگ اسے جلا ڈالے گی۔ بدبخت جس تیل کی مالش کر کے اکڑتا پھرتا تھا وہ تیل تو طلالہ دیوی نے غائب کر دیا تھا۔

سردار الاؤ سے بھاگنے لگا مگر عنبر نے اسے دبوچ لیا اور بولا:

"اب کدھر جاتے ہو سردار جی۔ تمہیں تو آگ نہیں جلاتی پھر چیخیں کیا تمہارا باپ مار رہا ہے۔"

سردار ایسی چیخیں مار رہا تھا کہ وحشیوں کے دل دہل رہے تھے عنبر نے قہقہہ لگا کر کہا:

"ہور سناؤ سردار جی کی حال چال اے —— بجو کی شکل والے تو انسانوں کو کڑاہی میں ابال کر ان کا سُوپ بنا کر پیتا تھا آج تیرا کباب بن رہا ہے تو چلا کیوں رہا ہے جو جیسا کرتا ہے وہ بھرتا ہے۔"

شیطان سردار مر گیا۔ اس کا جسم سیاہی مائل کوئلے میں بدل چکا تھا فضا میں چربی کی بو پھیل چکی تھی۔ عنبر الاؤ سے باہر نکل آیا۔ سارے وحشی سجدے میں گر گئے اور گڑگڑانے لگے۔

عنبر نے کہا:

"او بے وقوفو۔ تمہارا سردار جھوٹا تھا وہ مر گیا۔ میں سمندر دیوتا ہوں۔ خبردار اب اگر تم نے کسی انسان کو کھایا ورنہ میں طوفان بن کر اس جزیرے کو ڈبو دوں گا۔"

وحشی تو کانپ اُٹھے اور چلائے:

"اے سمندر دیوتا —— ہم تمہیں پہچان نہ سکے۔ ہم سے بھول ہوئی۔ ہمیں معاف کر دو۔ ہم پر اپنا عذاب نازل نہ کرو۔"

عنبر نے گرج دار آواز میں کہا:

"اٹھو اور کان کھول کر سنو۔ آج کے بعد تم دریائی گھوڑوں کو قربانی نہیں دو گے اور نہ ہی انسانوں کا گوشت کھاؤ گے۔"

سارے وحشیوں نے یک زبان ہو کر کہا:

"اے دیوتا۔ تیرے حکم کی حرف بحرف تعمیل ہو گی بس ہمیں معافی دے دے۔"

وہ دن عنبر نے وحشیوں کی بستی میں گزارا۔ اگلے دن عنبر نے ان سے اجازت لی اور چل دیا۔ اس نے معلوم کر لیا تھا کہ وحشیوں نے بڑے درختوں کے تنوں کو درمیان سے کھوکھلا کر کے کشتیاں بنا رکھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں اور یہ سمندر کے کنارے ساحل پر پڑی رہتی ہیں۔ عنبر نے ایک کشتی کھینچ کر سمندر میں ڈالی اور اچک کر اس میں بیٹھ گیا۔ کشتی ساحل سے پرے ہٹنے لگی اور ہوا کے رُخ پر بہنے لگی۔ جزیرہ لمحہ بہ لمحہ دُور ہوتا جا رہا تھا!!

◎
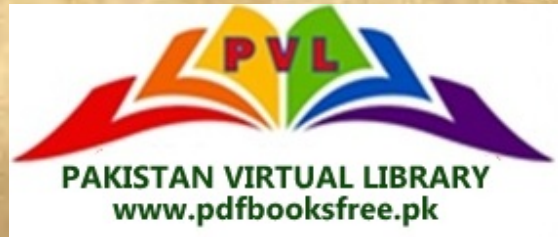
ڈاکوؤں کا جہاز

کشتی لہروں پر بہتی چلی جا رہی تھی۔

عنبر بڑے آرام سے کشتی میں لیٹا ہوا تھا۔ عنبر کو ناگ اور ماریا کی یاد بڑی طرح ستا رہی تھی اسے کچھ خبر نہ تھی کہ دونوں کس حال میں ہیں۔ سورج کا چمکدار گولا سفر کرتا ہوا مغرب میں جھکنے لگا تھا۔ دھوپ کا رنگ سنہری پڑ گیا تھا اور شام کے دھندلکے سائے چھانے لگے تھے۔

سورج غروب ہو گیا۔ رات کی تاریکی نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آسمان پر چاند اور ستارے چمکنے لگے کبھی کبھی آوارہ بادل کا کوئی ٹکڑا چاند کے آگے آ جاتا تو اس کی روشنی چند لمحوں کے لیے ختم ہو جاتی مگر کچھ ہی دیر بعد بادل کا ٹکڑا ہٹتے ہی چاند نئی آن بان سے چمکنے لگتا۔

عنبر نے سوچا نیک انسان کی مثال بھی ایسی ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک انسان
کو آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور لوگ اسے بُرا سمجھنے
لگتے ہیں لیکن وہ دن بھی آتا ہے جب لوگوں کی نظروں
کے آگے سے پردہ ہٹ جاتا ہے۔ پھر نیک انسان کی
عزت پہلے سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

سمندر بڑی خاموشی سے بہہ رہا تھا۔ رات گزر گئی
اور دن چڑھ آیا۔ عنبر کو بھوک پیاس تو لگتی نہیں تھی۔
ایک دن اور بیت گیا۔ اگلے دن عنبر کشتی میں بیٹھا
تھا کہ اسے دور بحری جہاز نظر آیا۔ ہوا کا رخ بھی
بحری جہاز کی طرف تھا اس لیے کشتی تیزی سے جہاز
کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔

جہاز والوں نے بھی کشتی دیکھ لی تھی۔ یہ بحری ڈاکوؤں
کا جہاز تھا۔ یہ بڑے قاتل قسم کے ڈاکو تھے۔ یہ مسافر
جہاز لوٹنے کے علاوہ جوان مسافروں کو غلام بنا لیتے تھے
اور انہیں منڈی میں فروخت کرتے تھے۔ عنبر نے جہاز
کے اوپر ڈاکوؤں کے مخصوص نشان انسانی کھوپڑی والا
جھنڈا دیکھ لیا تھا۔ یہ خونی جہاز موت کا نشان سمجھا
جاتا تھا۔

ڈاکوؤں کا سردار ایک لنگڑا ڈاکو تھا۔ جو خود کو

"سی لائن" کہلواتا تھا۔ یہ بے حد ظالم اور خون خوار
انسان تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں سینکڑوں بے گناہوں
کے خون سے ہاتھ رنگے تھے۔ جو بھی غلام یا لونڈی اس
کا کہا ماننے سے انکار کرتے، سی لائن اسے جہاز کے
مستول سے باندھ کر پھانسی دے دیتا تھا۔ لنگڑا سردار بھی
جہاز کے عرشے پر آکھڑا ہوا تھا اور کشتی کو دیکھ رہا تھا۔

کشتی اب نزدیک ہی آ چکی تھی۔ عنبر نظر آ رہا تھا۔
ایک جوان آدمی کو دیکھ کر لنگڑا سی لائن خوش ہو گیا۔
اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا:

"رسّہ پھینک دو، خاصا صحت مند شکار ہے!"

رسّہ لٹکا دیا گیا۔ عنبر رسّے کی مدد سے جہاز پر آ گیا۔
لنگڑے سردار نے عنبر کا جسم ٹٹولا اور قہقہہ لگا کر بولا،
"منڈی میں اچھے دام لگیں گے۔ لے جاؤ اور قیدیوں
والی کوٹھڑی میں بند کر دو۔"

آناً فاناً ڈاکوؤں نے عنبر کو رسیوں سے جکڑ دیا۔
جہاز کے نچلے حصّے میں سلاخوں کا ایک بڑا پنجرہ بنا
ہوا تھا۔ اس پنجرے میں غلام بھیڑ بکریوں کی طرح ٹھنسے
ہوئے تھے۔ پنجرے کے پاس ہی ایک موٹا تازہ حبشی
کھڑا تھا۔ اس نے ہاتھ میں خنجر پکڑ رکھا تھا اور اپنی بڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑی خوفناک مونچھوں کو مروڑ رہا تھا۔ عنبر کو اس موٹے ملاح کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ موٹے نے اسے گھورتے ہوئے کہا:

"ابے او کالے ٹٹو۔۔۔ میں قید خانے کا انچارج ہوں اور صرف "جی جناب" کہنے والے کو پسند کرتا ہوں۔ اگر ہنٹر سے اپنی کھال نہیں اتروانا چاہتے تو جو حکم دوں بلا چوں چراں کیے پورا کرنا"

عنبر نے عاجزی سے کہا:

"بہتر پہلوان جی۔ میں تو بڑا شریف قسم کا آدمی ہوں"

موٹے نے تھوک کر شرافت کی شان میں نہایت غیر شریف قسم کی موٹی گالی پڑھی۔ عنبر کو بھی پنجرے میں داخل کر دیا گیا۔ قیدیوں میں اکثریت نوجوانوں کی تھی مگر ان کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے عنبر ایک طرف بیٹھ گیا۔ شام ہوئی تو غلاموں میں کھانا تقسیم کیا گیا سوکھی روٹیاں اور پتلی دال۔

عنبر کو بھوک تو لگی نہیں تھی اس نے کھانا نہ کھایا اس بات کی خبر جب موٹے کو ہوئی تو وہ پنجرے میں آ گیا۔ اس نے گرجتے ہوئے ہنٹر گھما کر عنبر کو مارا اور کہا:

"نواب کی اولاد۔ تیرے لیے کیا مرغ مسلم لایا جائے تیرا تو باپ بھی یہی کھانا کھائے گا"

عنبر اچھل کر کھڑا ہو گیا اپنے باپ کے بارے میں وہ بڑی بات نہیں برداشت کر سکتا تھا۔ موٹے نے ہنٹر گھما کر اسے مارنا چاہا تو عنبر نے ہنٹر پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا۔ موٹا اوندھے منہ نیچے گرا۔ عنبر نے اس کے منہ پر ٹھڈا مارتے ہوئے کہا:

"موٹے سؤر۔۔۔ اب تیرا گوشت سمندر کی مچھلیاں اور مگرمچھ کھائیں گے۔ تیرے دن پورے ہو گئے"

دوسرے ڈاکوؤں نے جب یہ دیکھا عنبر کو دبوچ لیا اور لنگڑے سردار کے پاس لے گئے۔ لنگڑا تو غصے سے پاگل ہو گیا۔

اس نے چیخ کر کہا:

"یہ کالا قیدیوں میں بغاوت پھیلانا چاہتا ہے۔ پھانسی کا رسہ تیار کرو اور اسے لٹکا دو"

یہ کہہ لنگڑے نے ہنٹر سے عنبر کو پیٹنا شروع کر دیا عنبر بڑے مزے سے بیٹھا مسکراتا رہا۔ عنبر کی مسکراہٹ نے جلتی پر تیل والا کام کیا۔ لنگڑا سردار پوری طاقت سے ہنٹر برسانے لگا۔ وہ دل میں حیران ہو رہا تھا کہ یہ کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شخص ہے جس پر مار کھا کر بھی اثر نہیں ہوتا۔

اس دوران میں ڈاکوؤں نے پھانسی کا پھندا تیار کر دیا تھا۔ انہوں نے پھندہ عنبر کے گلے میں ڈال کر کھینچ دیا۔ عنبر مستول کے ساتھ لٹکنے لگا۔

لنگڑے سردار نے کہا:

"کچھ ہی دیر میں یہ مر جائے گا پھر اس کی لاش لٹکتی لٹکتی گل سڑ جائے گی۔"

عنبر نے اوپر سے ہانک لگائی:

"او الو کے پٹھے لنگڑے۔ تم شیر نہیں گیدڑ ہو۔"

لنگڑے نے نیچے سے گالیاں بکنا شروع کر دیں اور پاؤں پٹختا ہوا اپنے کیبن میں چلا گیا۔ رات کا اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ ٹھنڈی اور نم آلود ہوا کے جھونکے آ رہے تھے۔ عنبر مستول سے لٹکتا ہوا یوں ہل رہا تھا جیسے کلاک میں پنڈولم حرکت کرتا ہے۔

رات آہستہ آہستہ بیتتی رہی۔ آدھی رات کے وقت عنبر نے دیکھا کہ تمام بحری ڈاکو سو رہے ہیں۔ جہاز چلانے والے ملاح بھی اونگھ رہے تھے۔ جہاز ہوا کے رخ پر بہہ رہا تھا۔ عنبر کے کام کا وقت آ پہنچا تھا۔ اس نے جھولا لے کر مستول کو پکڑ لیا اور گردن کو

جھٹکا دیا۔

رسیاں ٹوٹنے سے تڑاخ کی اونچی آواز پیدا ہوئی۔ عنبر مستول سے نیچے اتر آیا اور سیدھا قیدیوں والے پنجرے کی طرف بڑھا۔ موٹا ڈاکو فرش پر پڑا سو رہا تھا۔ اس کے خراٹے گونج رہے تھے پھر موٹے کو یہ حسرت ہی رہی کہ وہ جاگ سکتا۔ عنبر کے آہنی ہاتھوں نے اس کی گردن دبوچ کر دبا دی۔ موٹے کی آنکھیں اور زبان باہر نکل آئی اور وہ مر گیا۔

عنبر نے پنجرے کا دروازہ کھول کر قیدیوں کو جگایا اور کہا:

"ہوشیار ہو جاؤ۔ آزاد ہونے کا وقت آ گیا ہے تم میں سے چند بہادر میرے ساتھ آ جائیں تاکہ اسلحہ خانے سے ہتھیار لے سکیں پھر ان ظالم ڈاکوؤں سے مقابلہ کیا جائے گا۔"

غلام تو پہلے ہی ڈاکوؤں کے ظلم و ستم سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ عنبر نے چند نوجوانوں کو ساتھ لیا اور اسلحہ خانے کی طرف چل دیا۔ اسلحہ خانے کے دروازے پر دو ڈاکو پہرہ دے رہے تھے یہ کم بخت جاگ رہے تھے۔ عنبر کو دیکھ کر حیرت سے ان کی چیخیں نکل گئیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر اس سے پہلے کہ وہ حیرت سے سنبھلتے عنبر نے ان کی گردنیں دبوچ کر کھوپڑیاں آپس میں ٹکرا دیں — کھوپڑیاں تربوز کی طرح پھٹ گئیں اور بھیجہ باہر نکل آیا۔

اسلحہ خانے میں تلواریں، نیزے، خنجر تیر کمان بھرے پڑے تھے۔ عنبر اور نوجوانوں نے اسلحہ اپنے ساتھیوں کو پہنچانا شروع کیا۔ سارے غلام مسلح ہو گئے تھے۔ اب کیا تھا غلاموں نے سوئے ہوئے ڈاکوؤں پر حملہ کر دیا۔ ڈاکو وحشت زدہ انداز میں ہڑبڑا کر اٹھے۔ غلاموں نے انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔

جہاز پر ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ہر طرف سے چیخیں ابھر رہی تھیں۔ ہر غلام عفریت بن گیا تھا۔ ان کی تلواروں سے خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ لباس سرخ ہو گئے تھے۔ وہ جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ زخمی ہو رہے تھے لیکن زخموں کی پروا کیے بغیر ڈاکوؤں کو قتل کرتے جا رہے تھے۔ ان کے جسموں سے خون اس طرح بہہ رہا تھا جیسے وہ خون کے سمندر میں غوطے لگا کر آئے ہوں۔

عنبر کی تلوار بھی بجلی کی طرح چمک رہی تھی جو ڈاکو

سامنے آتا۔ اگلے ہی لمحے اس کا لاشہ پھڑک رہا ہوتا تھا۔ عنبر لنگڑے سردار کے کیبن کے پاس پہنچ چکا تھا۔ لنگڑے سردار کو غلاموں کی بغاوت کا علم ہو گیا تھا اور وہ ساری دولت ایک صندوق میں بند کر رہا تھا تاکہ چپکے سے جہاز کے ساتھ بندھی کشتی میں بیٹھ کر فرار ہو جائے۔

اس نے کیبن کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ عنبر نے دروازے پر پوری طاقت سے لات ماری۔ عنبر کی تاریخی طاقت نے دروازے کے پرخچے اڑا دیئے۔ لنگڑے سردار نے عنبر کو اپنے سامنے دیکھا تو دہشت سے اس کی آنکھیں پھٹنے لگیں۔ اس نے تو عنبر کو اپنے سامنے پھانسی پر لٹکوایا تھا مگر — عنبر زندہ تھا اور مجسم موت بنا اس کے سامنے کھڑا تھا۔ لنگڑے سردار کا رنگ فق ہو گیا اور وہ پیچھے ہٹنے لگا۔ عنبر نے خون سے لتھڑی تلوار لہراتے ہوئے کہا:

"گیدڑ کی اولاد — بڑا شیر بنا پھرتا تھا۔ اب تیری بہادری کہاں گئی۔"

لنگڑے نے خوف زدہ لہجے میں کہا:

"نہیں — نہیں مجھے مت مارنا۔ ساری دولت لے لو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مگر میری زندگی بخش دو۔ مجھے معاف کر دو۔"
اسی وقت ایک ڈاکو کیبن میں داخل ہوا۔ عنبر کی
پشت اس طرف تھی۔ اس لیے عنبر اسے نہ دیکھ سکا۔
سردار نے اسے آنکھ سے اشارہ کیا کہ حملہ کر دے۔ ڈاکو
نے تلوار گھما کر ماری۔ کہ گردن کٹ کر پرے جا گرے گی
اور خون کے فوارے ابل پڑیں گے لیکن اس کی چمکیلی
تلوار دو ٹکڑے ہو گئی تھی۔

عنبر نے مڑ کر ڈاکو کی گردن پر مکا مارا۔ ہڈی ٹوٹنے
کی آواز صاف سنائی دی تھی۔ ڈاکو کے منہ سے خون کی
پھوار نکل پڑی اور وہ کوئی آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو گیا
لنگڑا سردار تو اب تھر تھر کانپ رہا تھا۔ عنبر نے اسے
باندھ کر ایک طرف ڈال دیا۔ وہ اس ظالم انسان کو
عبرتناک سزا دینا چاہتا تھا۔

ادھر غلام ڈاکوؤں کا قتل عام ختم کر چکے تھے۔ جہاز پر
ہر طرف لاشیں اور خون بکھرا پڑا تھا۔ سارے غلام خوشی
سے ناچ رہے تھے۔ انہوں نے عنبر کو کندھوں پر اٹھا
لیا اور نعرے لگانے لگے۔ کچھ دیر بعد یہ ہنگامہ ختم
ہوا تو ساری لاشوں کو سمندر میں پھینک دیا گیا۔ خون
کی بُو پا کر آدم خور مچھلیاں سطح آب پر آ گئیں اور

لاشوں کو ہڑپ کرنے لگیں۔

اب عنبر نے لنگڑے سردار کو عرشے کے درمیان میں
ڈال کر کوڑا سنبھال لیا۔ سارے غلام لنگڑے سے نفرت
کرتے تھے۔ وہ ان پر ظلم کیا کرتا تھا مگر آج شکاری،
خود شکار بن گیا تھا۔ شائیں شائیں کی آواز کے ساتھ
کوڑا لنگڑے کے جسم پر پڑا۔ لنگڑے کے منہ سے
چیخیں نکل گئیں۔ اسے اپنے کیے کی سزا مل رہی تھی۔
اس کے بعد عنبر نے مستول کے ساتھ پھانسی کا
پھندا بنوایا اور لنگڑے سردار کے گلے میں ڈال دیا۔
لنگڑا منت سماجت کر رہا تھا رحم کی بھیک مانگ
رہا تھا۔

عنبر نے کہا:

"بدبخت — وہ وقت یاد کر جب تُو نے مجھے اس
پھانسی کے پھندے سے لٹکایا تھا۔ تو نے مجھے اپنی
طرف سے مار دیا تھا۔ اگر مجھ میں پر اسرار قوتیں نہ
ہوتیں تو میں مر چکا ہوتا۔ اس وقت تجھے رحم نہیں
آیا تھا اب کس منہ سے رحم چاہتا ہے جو بویا تھا
اسے تو کاٹنا ہی پڑے گا۔"

رسہ کھینچ دیا گیا۔ پھندہ لنگڑے کے گلے میں کس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا۔ اس کے حلق سے دلدوز چیخیں نکلنے لگیں۔ وہ بڑی طرح تڑپتا ہوا مر گیا۔ جہاز پر اب غلاموں کی حکمرانی تھی۔ سفر کرتا جہاز امریکہ پہنچ گیا۔ عنبر امریکہ کے ساحل پر اتر گیا جب کہ غلام اپنے ملک مصر واپس جانا چاہتے تھے۔

عنبر شہر میں آ گیا اور ادھر ادھر گھومنے لگا۔ ہم آپ کو یہ بتا دیں کہ آج کا امریکہ نہیں تھا۔ اس وقت ہر طرف طاقت کا قانون رائج تھا۔ امریکی کاؤ بوائے تنگ پتلونیں اور جیکٹیں پہنے گھوم رہے تھے۔ ان کی کمر کے گرد بندھی بیلٹوں سے پستول لٹکے رہتے تھے۔ یہ کاؤ بوائے بات بات پر پستول نکال لیتے اور دھڑا دھڑ گولیاں برسانے لگتے۔ یہ بڑے مانے ہوئے گھڑ سوار ہوتے تھے اور گھوڑے لے کر پہاڑوں پر بھی چڑھ جاتے تھے اور خون بہانا ان کا دل پسند مشغلہ ہوتا تھا۔

عنبر اس وقت مصری لباس میں تھا جو اس نے جہاز پر ایک غلام سے لیا تھا۔ اس کے پاس سونے کے بہت سے سکے تھے۔ اس نے سوچا کسی ہوٹل میں ٹھہر کر نہانا اور لباس بدلنا چاہیے۔ پاس ہی ایک ہوٹل تھا۔ عنبر ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ اس وقت بجلی

تو ایجاد ہوئی نہیں تھی۔ ہوٹل میں چربی والے دیئے جل رہے تھے۔

یہ ایک بڑا کمرہ تھا۔ جس میں میز اور کرسیاں پڑی تھیں۔ کاؤ بوائے امریکی کھانا کھاتے ہوئے قہقہے لگا رہے تھے اور آپس میں مذاق کر رہے تھے۔ عنبر ایک طرف بیٹھ گیا اور ملازم کو کھانا لانے کا کہا۔ اس کے ساتھ والی میز پر ایک بدمعاش امریکی اپنے دوست کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ یہ بھینسے کی طرح ہٹا کٹا تھا گردن سؤر جیسی اور سر تربوز جتنا تھا اس کا نام ڈیوڈ تھا۔

ڈیوڈ نے عنبر کو دیکھا تو بوٹ کی نوک سے میز پر ٹھوکر مار کر بولا:

"کالے آدمی۔ کہاں سے آئے ہو؟"

یہ کہہ کر ڈیوڈ نے اپنی پلیٹ سے گوشت کی ہڈی اٹھا کر عنبر کی میز پر پھینکی اور قہقہہ لگا کر کہا:

"اسے کھاؤ اور جان بناؤ۔ کیا یاد کرو گے!"

عنبر کو غصہ تو آیا مگر وہ خواہ مخواہ کسی سے الجھنا نہیں چاہتا تھا ادھر امریکی بدمعاش بکواس کرنے سے باز نہیں آ رہا تھا۔ وہ اپنی میز سے اٹھ کر عنبر کی میز پر آ گیا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قبر اور ڈھانچہ

امریکی بدمعاش نے کرسی کو ٹھوکر مار کر کہا:

"کالے آدمی۔ تیرے منہ میں زبان نہیں ہے کیا۔ بولتا ہی نہیں۔"

عنبر نے غصہ پیتے ہوئے کہا:

"بھائی۔ میں یہاں پردیسی ہوں۔ مصر سے آیا ہوں۔ تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔ مجھے تنگ مت کرو۔"

امریکی بدمعاش ڈیوڈ نے قہقہہ لگایا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر چلایا:

"دوستو۔ کچھ سنا تم نے۔ یہ کالا مجھے اپنا بھائی کہتا ہے ہا ہا ہا۔ شکل دیکھو ذرا اس کی۔"

سارے کاؤ بوائے ہنسنے لگے۔ ہوٹل کا مالک بھی قہقہے لگا رہا تھا۔ بدمعاش ڈیوڈ نے عنبر کے منہ پر زور سے مکہ مارا۔ عنبر کی کرسی الٹ گئی اور وہ گر پڑا۔ گرنے سے اس کی جیب میں سے سونے کے سکے نکل کر زمین

پر پھیل گئے۔ امریکی بدمعاش نے جب سونے کے سکے دیکھے تو خوشی سے ناچنے لگا اور بولا:

"یہ کالا تو بڑا مال دار نکلا ـــــ مگر اب یہ غریب ہو جائے گا سونے کے سارے سکے تو میں لے لوں گا۔"

عنبر نے زمین سے اُٹھتے ہوئے کہا:

"اگر تم نے سکوں کو ہاتھ لگایا تو کھوپڑی توڑ دوں گا الو کے پٹھے۔"

امریکی بدمعاش کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ ایک کالے آدمی نے اسے الو کا پٹھا کہہ دیا تھا۔

وہ گرجا:

"مصر کے کیڑے۔ میں تیری ممی بنا کر عجائب گھر میں رکھا دوں گا۔ مجھے گالی دیتا ہے حرامی کی اولاد۔"

باپ کی گالی سن کر عنبر کو غصہ آگیا اس نے کہا:

"ٹھہر۔ تجھے ابھی بتاتا ہوں حرامی کی اولاد کون ہے۔ لاتوں کا بھوت باتوں سے نہیں مانے گا۔"

عنبر نے آگے بڑھ کر امریکی بدمعاش کو تنکے کی طرح اٹھا لیا اور سر سے گھما کر فرش پر دے مارا۔ امریکی غنڈے کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور کھوپڑی کے پرخچے اڑ گئے۔ کاؤ بوائے امریکیوں نے یہ دیکھا تو پستول نکال لیے اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دھن دھنا دھن گولیوں کا مینہ برسانے لگے۔ کئی گولیاں
عنبر کو لگیں مگر اسے کیا نقصان پہنچتا۔
امریکی کاؤ بوائے یہ سمجھے کہ عنبر نے اپنے لباس کے
نیچے فولادی جیکٹ پہن رکھی ہے۔ تبھی گولیاں اثر نہیں
کرتی ہیں۔ ایک کاؤ بوائے نے اس کے سر کا نشانہ لے
کر فائر کر دیا۔ گولی سیدھی عنبر کی کھوپڑی پر لگی اور نیچے
گر گئی۔ نہ تو کھوپڑی ٹوٹی اور نہ ہی خون نکلا۔ امریکی
کاؤ بوائے نے احمقوں کی طرح پستولوں کی طرف دیکھا اور
دھڑام سے فرش پر گر کے بے ہوش ہو گیا۔
عنبر ایک ستون کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس نے ایک
مرے ہوئے کاؤ بوائے کا پستول اور گولیوں والی پیٹی اٹھا
لی تھی اور فائر کر کے امریکی بدمعاشوں کا خاتمہ کر رہا تھا
کاؤ بوائے یہ دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ عنبر ستون کے
پیچھے سے نکل آیا۔ ہوٹل کا مالک کاؤنٹر کے پیچھے دبکا
ہوا تھا۔ عنبر کو دیکھ کر وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ وہ عنبر
کی طاقت سے مرعوب ہو گیا تھا اور اسے زبردست پہلوان
سمجھ رہا تھا۔
عنبر نے کہا:
"میں اس ہوٹل میں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ میرے لیے کمرے

اور کپڑوں کا بندوبست کرو۔"
عنبر نے اسے سونے کے سکے دیئے اور حمام کی طر
نہانے کے لیے بڑھ گیا۔ نہا کر نکلا تو کپڑے آ چکے تھ
عنبر نے تنگ پتلون اور جیکٹ پہن لی۔ ہوٹل کے
مالک نے اسے سب سے بہترین کمرہ دیا تھا۔ عنبر شہر
کی سیر کے لیے نکل پڑا۔ وہ کئی سو سال پہلے بھی
امریکہ آ چکا تھا۔ امریکہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ
بدلا تھا۔
عنبر ٹہلتا ہوا شہر سے باہر آ گیا۔ شام ہو رہی تھی
کوئی انجانی طاقت عنبر کو مسلسل آگے بڑھنے پر مجبور
کر رہی تھی۔ عنبر نے رکنے کی کوشش کی تو اس بھیانک
حقیقت کا احساس ہوا کہ اس کے ارادے کا اپنے جسم
پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس کے قدم خود بخود اٹھتے جا
رہے تھے۔ عنبر گھبرا گیا کہ یہ کون سی مصیبت نازل
ہو گئی۔
وہ سوچ سکتا تھا محسوس کر سکتا تھا مگر اپنے جسم پر
اسے کوئی اختیار نہ رہا تھا۔ وہ رک جانا چاہتا تھا
مگر پاؤں اس کی مرضی کے خلاف حرکت کیے جا رہے
تھے۔ عنبر کو اب دور ایک بڑا دروازہ نظر آ رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قریب پہنچ کر اس نے دیکھا کہ یہ ایک پرانے قبرستان کا دروازہ ہے۔ عنبر قبرستان کے ٹوٹے پھوٹے دروازے سے گزر کر اندر داخل ہو گیا۔

یخ بستہ ہوا چل رہی تھی۔ شام کا اندھیرا قبروں کو مزید خوف ناک بنا رہا تھا۔ قبریں جو اس سرے سے اس سرے تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مشک کافور کی تیز بو اور گہرا سناٹا۔ ایسی خاموشی تھی جیسے کوئی بڑا طوفان آنے والا ہے یا فضا کسی کے سوگ میں ویران اور خاموش۔

عنبر بوسیدہ قبروں کے درمیان سے گزرتا جا رہا تھا۔ زمین پر ناگ پھنی کی قسم کے پودے بکثرت اُگے ہوئے تھے۔ اندھیرے میں یہ پودے لہراتے ہوئے عجیب و غریب شکلیں بنا رہے تھے۔ عنبر کو ایسا لگا جیسے ہر پودا پہلے سمٹ کر پھیلتا ہے اور اونچا ہو کر سانپ کی طرح پھن پھیلا کر جھومنے لگتا ہے اور اس کی دو شاخی زبان تڑپنے لگتی ہے۔

آگے جا کر ایک شکستہ بارہ دری آ گئی۔ اس قسم کی خستہ حال بارہ دریاں عنبر نے مصر اور فرانس کے ہزاروں برس پرانے قبرستانوں میں دیکھی تھیں۔ ایسی بارہ دریوں میں امیروں کی قبریں بنائی جاتی تھیں۔ اس بارہ دری

میں بھی کچھ قبریں بنی ہوئی تھیں جن پر جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔

اس خاموش قبرستان کی اکثر قبریں اندر کو بیٹھی تھیں اور مردوں کی ہڈیاں باہر جھانک رہی تھیں۔ برف ایسی ٹھنڈی ہوا سے درخت بھی سکڑے ہوئے لگتے تھے اور یوں نظر آتے تھے کہ مردے قبروں سے نکل کر اکڑ گئے ہیں۔ عنبر کے قدم خود بخود اٹھتے چلے جا رہے تھے پھر ایک پرانی قبر کے پاس پہنچ کر عنبر کے قدم رُک گئے۔

قبر کے پہلو میں ایک گول سوراخ تھا۔ ایکا ایکی عنبر نے محسوس کیا کہ کسی نے اسے پکارا ہے۔ عنبر نے کان لگا دیئے۔ قبر کے اندر سے آواز آ رہی تھی:

"عنبر — قبر میں چلے آؤ۔ آ جاؤ قبر میں آ جاؤ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

آواز یوں تھی جیسے کوئی شخص کسی گہرے کنوئیں کے اندر سے بول رہا ہو۔ ایک بار تو عنبر بھی سہم اٹھا۔ آواز قبر کے اندر سے آ رہی تھی۔ اب عنبر کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا بدن اس ان دیکھی قوت کے اثر سے نکل آیا ہے جو اسے اس قبرستان میں لے آئی تھی۔ آواز دوبارہ آئی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس سوراخ کے ذریعے قبر میں آ جاؤ۔ میں بہت دیر سے تمہارا منتظر ہوں۔ آ جاؤ۔"

عنبر کو اپنی زندگی میں بڑے ہولناک واقعات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ عنبر سوراخ میں داخل ہو گیا۔ مردے کی مشک کافور کی بُو پھیلی ہوئی تھی۔ یہ گیلی اور ٹھنڈی قبر تھی۔ عنبر نے اتنی ٹھنڈک پہلے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ وہ اس لمبی قبر میں چلا جا رہا تھا پھر عنبر کو دور روشنی کی کرن نظر آئی۔

عنبر تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔ روشنی واضح ہوتی گئی۔ وہ ایک ایسے کمرے میں پہنچا جس کی چھت نیچی تھی اور ستونوں کے سہارے کھڑی تھی۔ کمرے کے وسط میں صندلی لکڑی کا تابوت پڑا تھا جو کئی جگہ سے ٹوٹا ہوا تھا۔ اس پر مٹی پڑی تھی۔ ایک طرف طاق میں دیا روشن تھا۔ عنبر نے ادھر اُدھر دیکھا کوئی نہ تھا۔

آواز کس کی تھی؟۔ عنبر کے ذہن میں سوال ابھرا۔ اسی وقت دیئے کی لَو اونچی ہو گئی۔ زرد رنگ کا شعلہ سیدھا کھڑا تھا جیسے کہہ رہا ہو خدا ایک ہے اور وہی زمین و آسمان کا مالک ہے۔ دیئے کے پاس ہی دیوار پر رفتہ رفتہ ایک انسانی شکل ابھرنے لگی تھی شکل مکمل

ہو گئی۔

یہ ایک ادھیڑ عمر شخص کی شکل تھی۔ غم کی پرچھائیاں اس کے چہرے پر لرز رہی تھیں۔

عنبر نے کہا:

"تم کون ہو اور مجھے کیوں بلایا ہے؟"

سائے کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ اس نے گہری سانس لی اور کمرے میں کمزور سی آواز ابھری۔

"میں ایک روح ہوں۔ مجھے پتہ ہے کہ تم عنبر ہو ناقابل تسخیر انسان۔ جس سے موت بھاگتی ہے۔ میں نے ہی اپنی طاقت سے تمہارے قدم باندھ لیے تھے جو تمہیں یہاں تک لے آئے۔"

روح کی ٹھنڈی آواز — الفاظ برف کی ڈلیوں کی طرح اس کے منہ سے نکلے تھے۔

عنبر نے کہا:

"تم نے یہ نہیں بتایا کہ مجھے بلایا کیوں ہے؟"

روح نے آہ بھر کر کہا:

"یہ تابوت دیکھ رہے ہو۔ اس میں میرا ڈھانچہ ہے۔ تم باہر سے دیکھ سکتے ہو کہ میرا گوشت گل سڑ گیا ہے اور چوہے وغیرہ اسے کھا گئے ہیں۔ مجھے اس تابوت میں زندہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دفن کر دیا گیا تھا۔ اس لیے میری روح اس قبر سے باہر
نہیں نکل سکتی۔ میں تمھیں پوری کہانی سناتی ہوں۔"
روح چند لمحے خاموش رہی پھر اس نے کہنا شروع کیا:
"میرا نام جارج ہے۔ آج سے دس سال پہلے میں شہر
کا مال دار شخص تھا۔ میری بیوی اور ایک بچہ خوش حالی
کی زندگی گزار رہے تھے۔ میرا ایک سوتیلا بھائی الفریڈ بھی
تھا۔ اس الفریڈ کا خیال تھا کہ میں مر جاؤں گا تو ساری جائیداد
کا وارث وہ ہو گا مگر جب میرے ہاں لڑکے نے جنم لیا تو
الفریڈ کی خواہشوں پر پانی پھر گیا۔

ایک دن اس نے دھوکے سے مجھے، میری بیوی اور بچے
کو بے ہوشی کی دوا پلا دی۔ میری بیوی کو تو اس نے بیہوشی
کے عالم میں قتل کر ڈالا اور مجھے زندہ تابوت میں بند
کر کے اس قبر میں دفن کر دیا اور میرے بیٹے کو اپنا
نوکر بنا لیا۔

مجھے جب ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک گھپ
اندھیرے غار میں قید پایا۔ جلد ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ
میں زندہ حالت میں تابوت میں موجود ہوں۔ میرے جسم
پر سفید کفن لپٹا ہوا تھا اور اس میں مشک کافور کی
بُو بسی ہوئی تھی۔ میں نے تابوت کا ڈھکن اٹھانے کی کوشش

کی مگر اوپر تو ٹنوں وزنی مٹی تھی۔

ایسی اذیت ناک موت کا تصور ہی میرے بے ناقابلِ
برداشت حد تک تکلیف دہ اور لرزہ خیز تھا۔ مجھے معلوم
تھا کہ تابوت کے اندر ہوا کچھ ہی دیر میں ختم ہو جائے
گی۔ میں نے دونوں ہتھیلیاں تابوت کی چھت سے ٹکا
دیں اور خدا کا نام لے کر پورا زور لگایا مگر نتیجہ وہی
تھا۔ ہاں ہوا ناکافی ہونے کے باعث مجھے کھانسی آ
گئی اور گرم خون میرے لبوں سے نکل کر گردن سے ہوتا
ہوا سینے تک پہنچ گیا۔

میرے سفید کفن پہ سرخ دھبے اُبھر آئے۔ پیاس کی
شدت سے مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میرے حلق میں کانٹو
کا جنگل اُگ آیا ہے۔ دل دھڑک رہا تھا اور آنکھوں
کے سامنے تیرتی تاریکیاں گہری ہوتی جا رہی تھیں۔ میں
حلق پھاڑ کر چیخا کہ شاید کوئی انسان قبر کے پاس ہو تو میری
آواز سن لے۔ چیختے چیختے میں نڈھال ہو گیا۔

قبر میں زبردست گھٹن ہو رہی تھی۔ مجھے سانسوں کی ڈو
ٹوٹتی محسوس ہونے لگی۔ اسی وقت میں نے تصور کی آنکھ
سے دیکھا کہ سیکڑوں ادم خور قبرستانی چوہے تابوت کتر
کر اندر آ گئے ہیں۔ وہ سب مجھے جھنجھوڑ رہے ہیں۔ میرا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گوشت نوچ کر کھا رہے ہیں۔

ایک موٹے چوہے نے میری آنکھ پر منہ مارا اور ڈیلا ہڑپ کر گیا ہے۔ میرے رخساروں، ماتھے اور ناک کا گوشت چوہے ہڑپ کر چکے ہیں۔ کھوپڑی ننگی ہو گئی اور چوہے آنکھ کے راستے دماغ میں آ جا رہے ہیں۔ وہ میرا گوشت نوچ اور خون چاٹ رہے ہیں"

روح خاموش ہو گئی۔

پھر اس نے کہا:

آہ — میرے لیے یہ تصور ہی بڑا ہولناک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والا تھا۔ خوف اور دہشت کی زیادتی سے میں لرزنے اور چیخنے لگا۔ مگر میری آہ و پکار پر کان دھرنے والا کوئی نہ تھا۔ میں ٹھنڈے برف ایسے تابوت میں پڑا کچھ بھی نہ کر سکتا تھا مجھے اپنی بے بسی پر رونا آ گیا۔

اچانک میرے کانوں میں ایسی آواز آئی جیسے کوئی تابوت کو کتر رہا ہو۔ میں سمجھ گیا کہ قبرستان کے آدم خور چوہے آ پہنچے ہیں اور وہ سب مل کر تابوت کو کھرچ رہے ہیں تاکہ میرا گوشت ہڑپ کر جائیں۔ تاریکی — چوہے۔ لکڑی کے کھرچنے کی آوازیں — اف میرے خدا یہ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے یوں لگا جیسے میرا دل پھٹ رہا ہے۔ میرا منہ کھل

کھل گیا میں نے سانس لینے کی کوشش کی مگر ہوا ختم ہو چکی تھی پھر میں مر گیا۔

میری روح تابوت سے باہر نکل آئی اور میرا جسم ٹنوں مٹی تلے ہمیشہ کے لیے دبا رہ گیا۔ میری روح اس کمرے میں قید ہو گئی ہے اور اس وقت تک قید رہے گی جب تک میرا قاتل زندہ ہے۔

روح چپ ہو گئی۔ عنبر بڑی دلچسپی سے بت بنا یہ دہشتناک کہانی سن رہا تھا۔

عنبر نے کہا:

"روحیں تو بڑی طاقت ور ہوتی ہیں کیا تم اس قبر سے نکل کر الفریڈ سے نبٹ نہیں سکتی؟"

روح نے کہا:

"روحوں کی دنیا بڑی پر اسرار دنیا ہے۔ وہ انسان جو مطمئن حالت میں مرتے ہیں ان کی روحیں طاقت ور ہوتی ہیں۔ میرے ساتھ دھوکہ ہوا اور میں نے اذیت میں جان دی اس لیے میں اڑتی ہوئی روحوں کی دنیا میں نہیں جا سکتی۔ میں جب بھی اٹھنے کی کوشش کرتی ہوں گر جاتی ہوں۔ جب میرا قاتل اپنے کیے کی سزا پائے گا۔ میں خود بخود ہلکی ہو کر اڑنے لگوں گی اور طاقتور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بن جاؤں گی۔"

عنبر نے کہا:

"اگر میں تمہارے قاتل کو ہلاک کر دوں تو کیا تمہیں ہر دکھ سے نجات مل جائے گی؟"

روح نے جواب دیا:

"ہاں عنبر۔ اسی لیے تو میں تمہیں یہاں لائی ہوں کہ تم سے مدد کی درخواست کروں۔ میرا بیٹا ہنری بھی اب جوان ہو گیا ہے۔ تم الفریڈ کو سزا دینے کے بعد حویلی کے خفیہ تہہ خانے سے خزانہ نکال کر میرے بیٹے ہنری کو دے دینا۔ وہ خزانہ میرے آباؤ اجداد کی نشانی ہے اور خفیہ تہہ خانے کا میرے سوا کسی کو علم ہے۔"

عنبر نے کہا:

"میں ضرور دھوکہ باز اور مکار الفریڈ کو اس کے ظلم کی سزا دوں گا تم مجھے الفریڈ کا پتہ اور حلیہ بتا دو۔"

روح نے خوش ہو کر کہا:

"سنو عنبر۔ شہر کے شمالی علاقے میں سرخ پتھروں سے بنا محل ہے جس کی چھت پر مور کا مجسمہ بنا ہے۔ وہ میرا محل تھا مگر اب اس پر الفریڈ قابض ہے اور میرا بیٹا ملازموں کے کوارٹر میں رہتا ہے۔ الفریڈ چھوٹے

قد کا آدمی ہے اور اس کے بائیں ہاتھ کا انگوٹھا کٹا ہوا ہے۔"

عنبر بولا:

"اے روح۔ تم مطمئن رہو میں بدکردار الفریڈ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

روح کی شکل دھیرے دھیرے غائب ہو گئی۔

عنبر اٹھا اور قبر میں چلتا ہوا قبرستان میں آ گیا۔ رات گہری ہو چکی تھی اور چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔ ہلکی ہوا درختوں کی شاخوں اور جھاڑیوں کو ہلاتی ہوئی چل رہی تھی۔ عنبر قبروں سے بچتا ہوا دروازے کی طرف چلا آ رہا تھا۔ دروازے کے پاس ہی صنوبر کا ایک ٹنڈ منڈ درخت ایک خوفناک جن کی طرح گردن اٹھائے اور بازو پھیلائے کھڑا تھا۔ اس کے نیچے ایک قبر بنی ہوئی تھی۔

عنبر اس قبر کے پاس سے گزرنے لگا تو قبر سے ایک مردہ چیخیں مارتا نکلا۔ مردے کی چیخیں تاریکی کا سینہ چیرتے ہوئے قبرستان کی خاموشی کو فنا کر گئیں ——— ہو ہو ہو۔ ایک الو اپنی بھیانک آواز میں چلایا۔

مردہ قبر سے نکل کر عنبر کی طرف لپکا۔

یہ قبرستان کا شیطان مردہ تھا جو اکا دکا آنے والوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا خون پی جایا کرتا تھا۔ آتے وقت تو عنبر جارج
کی روح کی روحانی طاقت کے اثر میں تھا۔ اس لئے
مردے نے عنبر کی بُو نہ سونگھی تھی مگر جب عنبر قبرستان
سے نکلنے لگا۔ تو مردے نے عنبر کے خون کی خوشبو سونگھ
لی تھی اور اپنی قبر سے نکل آیا تھا۔

مردے کی ہڈیاں چمک رہی تھیں۔ ایک ایک پسلی
صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ آتے ہی عنبر سے لپٹ گیا
اس کے ٹھنڈے اور بے جان ہونٹ عنبر کی گردن سے
آ لگے اور دانت گردن سے ٹکرائے۔ مردے نے اپنے
دانت عنبر کے جسم میں پیوست کرنا چاہے مگر اسے
کیا پتہ تھا کہ وہ کس مصیبت کو دعوت دے بیٹھا تھا

اس نے جس شخص کو دبوچ رکھا تھا وہ پانچ ہزار
سال سے زندہ چلا آ رہا تھا۔ اس پر موت حرام کر
دی گئی تھی اور وہ ہزاروں شیطانی عفریتوں کو خاک
میں ملا چکا تھا ۔۔۔ عنبر نے دونوں بازو پھیلا کر
مردے کو اپنی گرفت میں لے لیا اور زور لگانے
لگا۔ شیطانی مردے کو اپنی پڑ گئی ۔۔۔ اس کے منہ
سے شعلے نکل کر عنبر کے منہ پر پڑنے لگے مگر عنبر پر کوئی
اثر نہ ہوا۔

عنبر نے مردے کی پسلیاں توڑ ڈالیں اور کھوپڑی
کے ٹکڑے کر دیئے۔ مردہ چیخیں مارتا ختم ہو گیا۔
عنبر قبرستان سے نکل آیا اور شہر جانے والی سڑک
پر چل دیا!!

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk
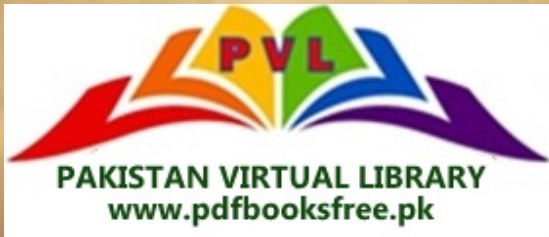
کانا جاگیردار

اب ہم ماریا کے پاس ہندوستان چلتے ہیں۔

گزشتہ قسط میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ مکار کانے کے ساتھی دو بہروپیے ننھے پرکاش کو اڑا لے گئے تھے۔ انہوں نے پانی میں بے ہوشی کا سفوف ملا دیا تھا جس کے اثر سے پرکاش کی ماں اور دادی کے علاوہ ماریا بھی بے ہوش ہو گئی تھی۔

دونوں بہروپیے پرکاش کو لیے کانے کے پاس پہنچ گئے۔ کانا خوش ہو گیا اس نے سونے کے سکوں کی تھیلی دونوں بہروپیوں کو انعام میں دی اور پرکاش کو لے کر جاگیردار کی طرف روانہ ہو گیا۔ جاگیردار کانے سے بہت خوش ہوا اور دونوں نے فیصلہ کیا کہ ابھی پرکاش کو قتل کرنا مناسب نہیں لہذا اسے تہ خانے میں بند کر دینا چاہیے۔

مکار کانے نے پرکاش کے ہاتھ پاؤں باندھ کر لے

تہ خانے میں ڈال دیا۔ پرکاش کو ہوش آ گیا وہ رونے لگا۔ کانے نے اس کے پھول ایسے گال پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا:

"چپ۔ آواز نکالی تو ذبح کر ڈالوں گا۔"

یہ کہہ کر کانے نے خنجر نکال کر اسے دکھایا۔ پرکاش بچہ ہی تو تھا سہم گیا اس کی نیلی آنکھوں میں خوف کے سائے لرزنے لگے جاگیردار نے مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر کہا،

"شاباش۔ بس اسی طرح پڑے رہو کل تک تمہیں تمہارے باپ کے پاس آسمان پر بھجوا دوں گا۔"

کانے نے چاپلوسی سے کہا:

"حضور۔ حکم کریں تو ابھی قصہ پاک۔ کیے دیتا ہوں ایک ہی وار میں ٹھنڈا کر دوں گا۔"

جاگیردار نے قہقہہ لگایا اور بولا:

"نہیں۔ کل تک اسے یہیں پڑا رہنے دو۔ اب یہ بچ کر کہاں جا سکتا ہے۔"

دونوں تہ خانے کو تالا لگا کر باہر نکل آئے۔ تہ خانے میں اندھیرا پھیل گیا تھا اور پرکاش ڈر کے رونے لگا تھا ادھر جاگیردار اور کانا اپنے منصوبے بنا رہے تھے۔

ادھر ماریا کو جب ہوش آیا۔ اس نے فقیر عورت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور پرکاش کو غائب دیکھا تو سب سمجھ گئی اس نے جلدی سے دادی اور ماں کے چہرے پر نل سے پانی لا کر چھینٹے مارے۔ وہ ہوش میں آ گئیں تو ماریا نے انہیں معاملے سے آگاہ کرنے کے بعد تسلی دی اور حویلی سے نکل آئی۔

ماریا کو لالچی جاگیردار پر بڑا غصہ آ رہا تھا جو دولت کے لیے معصوم پرکاش کی جان کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ گلیوں اور سڑکوں پر رش تھا۔ ماریا تیزی سے چلی جا رہی تھی سامنے سے ایک برہمن سر جھکائے آ رہا تھا۔ بے خیالی میں ماریا اس سے ٹکرا گئی۔ برہمن نے غصے سے سر اٹھاتے ہوئے کہا:

"اندھے ہو دیکھ کر نہیں....."

باقی الفاظ برہمن کے منہ ہی میں رہ گئے۔ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ جس سے اس کی ٹکر ہوئی تھی۔ وہ تو نظر نہیں آ رہا تھا۔ برہمن ہری ادم۔ ہری ادم کے نعرے لگاتا بھاگ کھڑا ہوا۔ ماریا اس گلی میں پہنچ گئی جس میں جاگیردار کا مکان تھا۔ مکان کا دروازہ کھلا تھا ماریا بے دھڑک اندر داخل ہو گئی۔

کانا اور جاگیردار موجود نہ تھے۔ ماریا نے پورا مکان

چھان مارا مگر پرکاش نظر نہ آیا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا کہ کہیں کانے نے اسے ٹھکانے تو نہیں لگا دیا۔ ماریا باورچی خانے میں آ گئی۔ یہاں تین باورچی کھانا تیار کر رہے تھے۔ ایک سوکھا سڑا باورچی دیگچی میں کفگیر ہلاتا ہوا گا رہا تھا دوسرے باورچی نے ہنستے ہوئے کہا:

"ابے ہریے۔ اتنی خوف ناک آواز میں نہ گا۔ پڑوسی ڈر جائیں گے"

ہریا دیگچی سے پلیٹ میں کوفتے ڈالتا ہوا بولا:

"ہاں ہاں تمہاری آواز تو بڑی سریلی ہے نا۔ ہر وقت بکواس کرتے رہتے ہو۔"

باورچی بولا:

"ارے یہ کوفتے کیوں پلیٹ میں ڈال رہے ہو؟"

ہریا نے کہا:

"کھانے کے لیے۔ آخر اپنا بھی تو دل ہے مگر آج اس رامو کے بچے کو کیا ہو گیا ہے چپ چپ ہے"

رامو تیسرے باورچی کا نام تھا۔

اس نے کہا:

"دوستو۔ مجھے تو اس بچے پرکاش پر رحم آ رہا ہے۔ بے چارہ معصوم دولت کے چکر میں مارا جائے گا۔ جاگیردار صاحب نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نعمت خانے میں بند کر گئے ہیں۔ میں نے اتفاق سے ان کی
باتیں سن لی تھیں کل قتل کر دیں گے بے چارے کو۔
ہائے ہائے۔"

ہریا نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا:

"پاگل ہو گیا ہے۔ جو منہ میں آتا ہے بکے چلا جاتا ہے
ابے چرکٹے اگر جاگیر دار صاحب نے سن لیا تو مار ڈالیں
گے۔ تجھے کیا کہ وہ کیا کرتے ہیں تو کھا پی اور جان بنا"۔

ماریا نے جب یہ سنا کہ پرکاش خیریت سے ہے تو
اس کی جان میں جان آئی۔ ہریا بڑے مزے سے کوفتے
کھا رہا تھا۔ اب اس کی پلیٹ میں صرف ایک کوفتہ رہ
گیا تھا اس نے پلیٹ رکھ کر دیگچی میں نظر ڈالی تو ماریا
نے کوفتہ اٹھا لیا۔ ہریا دیگچی میں کفگیر ہلا کر بڑے شوق سے
آخری کوفتہ چٹ کرنے کے لیے پلیٹ کی طرف گھوما۔

۔ پلیٹ تو خالی ہو چکی تھی۔ ہریے نے رامو کو گھورتے
ہوئے کہا:

"تو باز نہیں آئے گا۔ کوفتہ چٹ کر گیا نا"

رامو نے غصے سے کہا:

"کیا بکتا ہے۔ مجھے کیا پڑی ہے کوفتہ کھانے کی۔ میں
نے تو پلیٹ کو ہاتھ تک نہیں لگایا"۔

ہریے نے ہاتھ نچا کر کہا:

"واہ واہ۔ سالے بڑے معصوم بنتے ہو۔ کوفتہ کیا
آسمان پر چلا گیا ہے"۔

رامو بولا:

"بھگوان قسم۔ میں نے کوفتہ نہیں لیا"۔

ہریا سر کھجانے لگا پھر اس نے سوچا شاید اسے غلطی
لگی ہے اور وہ سارے کوفتے کھا گیا ہے۔ ضرور یہی بات
ہے ورنہ کوفتہ کہاں جا سکتا تھا۔ ماریا باورچی خانے سے
نکل آئی اور بڑے کمرے میں بیٹھ گئی۔

کچھ دیر بعد جاگیر دار اور کانا بھی واپس آ گئے۔ دونوں
بڑے خوش تھے۔

جاگیر دار نے کہا:

"لو بھئی یہ کام بھی ہو گیا۔ کوتوال ہمارے ساتھ مل
گیا ہے اب ہم پرکاش کا قتل کر کے صاف بچ
جائیں گے"۔

کانے نے کہا:

"حضور۔ یہ تو ہو گیا مگر بڑی زبردست بھوک لگی ہے
کھانے کا کہہ آؤں"۔

کھانا میز پر چن دیا گیا۔ جاگیر دار اور کانا بیٹھ گئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باورچی باری باری گرم ڈشیں لے کر آ رہے تھے۔ ماریا، جاگیر دار کے پیچھے کھڑی تھی۔ ہریے نے کوفتوں والی تھالی جاگیر دار کے آگے رکھ دی۔ جاگیر دار پانی لینے کے لیے ادھر ہوا تو ماریا نے کوفتوں کی تھالی اٹھالی۔

پانی پینے کے بعد جاگیر دار نے کوفتوں والی تھالی کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر۔۔۔ مگر تھالی تو غائب تھی۔ جاگیردار سمجھا ہریا واپس لے گیا ہے وہ غصے سے دہاڑا:

"ہریے۔ ہریے۔ ابے کہاں مر گیا ادھر آ حرام خور۔"

ہریا حاضر ہو گیا۔ جاگیردار نے کہا:

"الو کی دم۔۔۔ کوفتوں والی تھالی واپس کیوں لے گیا۔ تیرا باپ کھائے گا کیا؟" ——

ہریا تو کانپ اٹھا۔

اس نے کہا:

"حجور۔ تھالی تو میں آپ کے سامنے رکھ گیا تھا۔ واپس کا ہے کو لے کر جاتا؟"

جاگیر دار کا پارہ چڑھ گیا۔ وہ گرجا:

"جھوٹ بولتا ہے۔ اچھا ذرا دکھا تو کہاں رکھ کر گیا تھا تو۔۔۔ آج تو میں تیری چمڑی ادھیڑ دوں گا۔"

اسی وقت ماریا نے کالنے کے آگے سے چاولوں والی

پلیٹ اٹھا لی۔ کالنے نے پلیٹ اپنی جگہ سے اوپر ہو کر غائب ہوتے دیکھی تو سر جھٹکنے لگا اور آنکھیں مل کر بولا:

"جاگیر دار صاحب۔ میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ ارے یہ کیسے ہو گیا؟"

"دن کے وقت خواب۔" جاگیر دار نے کہا:

"تم سب کا دماغ تو نہیں پھر گیا۔ یہ کہتا ہے کوفتوں والی تھالی یہاں رکھی تھی تم خوابوں کی باتیں کر رہے ہو۔"

کالنے نے کہا:

"میری چاولوں والی پلیٹ کدھر گئی ابھی تو میں اس میں سے کھا رہا تھا۔"

اب ماریا نے جاگیر دار کے سامنے سے صراحی اٹھالی۔ کالنے، ہریے اور جاگیر دار نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے صراحی کو غائب ہوتے دیکھا۔ ان کی تو تھرتھری چھوٹ گئی۔ ہریا بھوت بھوت چیختا باہر کو بھاگا۔ ماریا نے صراحی جاگیردار کے سر پر دے ماری۔ جاگیر دار کا سر پھٹ گیا۔ اس کے حلق سے بڑی دل دوز چیخ نکلی۔ اس نے بھاگنا چاہا مگر ماریا نے گردن سے دبوچ لیا اور خوفناک آواز بنا کر بولی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں لکشمی دیوی ہوں۔ تم دونوں ایک معصوم بچے کی جان لینا چاہتے ہو میں تمہیں کچا چبا جاؤں گی!"

جاگیر دار کی تو سٹی گم ہو گئی۔ کانا باہر کی طرف کھسک رہا تھا۔ ماریا نے اس کے منہ پر لات ماری اور کہا:

"خبردار اب اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ ساری آگ تمہاری لگائی ہی تو ہے۔"

دونوں لگے گڑگڑانے اور معافیاں مانگنے:

ماریا نے کہا:

"چلو۔ دونوں تہہ خانے سے پرکاش کو نکال کر لاؤ۔ جلدی کرو۔"

دونوں اس طرح بھاگے جیسے لمحہ بھر کی دیر ہوئی تو قیامت آ جائے گی۔ ماریا ان کے پیچھے لپکی کہ کہیں دونوں فرار نہ ہو جائیں۔ جاگیر دار اور کانا سیدھے تہہ خانے میں گئے۔ پرکاش اس وقت سو رہا تھا۔ ماریا نے آگے بڑھکر اسے اٹھا لیا۔ پرکاش اس کی گود میں آتے ہی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جاگیر دار اور کانا حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ماریا جلدی سے تہہ خانے سے نکل آئی اور دروازہ بند کر دیا۔ جاگیر دار کانا اندر ہی رہ گئے۔ ماریا نے بلند آواز سے کہا:

"ظالم انسانو! اب تم اس خفیہ تہہ خانے میں بھوکے پیاسے مر جاؤ گے تمہارا یہی انجام ہونا چاہیے۔"

پرکاش گہری نیند سویا ہوا تھا۔ ماریا اسے اٹھائے مکان سے نکل آئی اور حویلی کی طرف روانہ ہو گئی۔ بوڑھی دادی اور پرکاش کی ماں اپنے بیٹے کو دیکھ کر خوشی سے نہال ہو گئی۔ انہوں نے کہا:

"اے غیبی عورت۔ ہم تیرا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکیں گی۔"

ماریا نے ہنس کر کہا:

"یہ تو میرا فرض تھا۔ دوسروں کے کام آنا، ان کی مدد کرنا بھی ایک عبادت ہے اچھا اب مجھے اجازت دیں مجھے ابھی اپنے بھائیوں عنبر اور ناگ کو تلاش کرنا ہے۔"

ماریا اجازت لے کر حویلی سے نکل آئی!!

Courtesy www.pdfbooksfree.pk
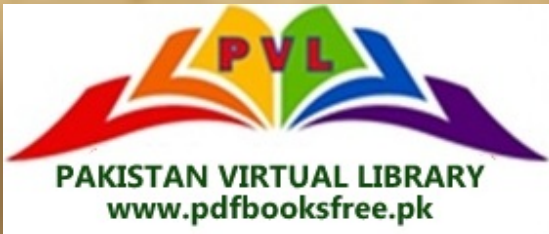
ماریا بلی بن گئی

ماریا بازار میں آگئی۔

بازار کے دوسرے کونے پر درگا مائی کا مشہور مندر تھا۔ ہندو دور دور سے اس مندر میں آتے۔ درگا مائی کے درشن کرتے اور چڑھاوے پیش کرتے۔ ماریا مندر کی طرف آنے لگی۔ ابھی وہ فرلانگ بھر دور ہی تھی کہ اس نے مندر کی سیڑھیوں سے ایک بوڑھی عورت کو اترتے دیکھا۔

یہ بڑھیا جادوگرنی تھی اور کالے علم کی بڑی ماہر تھی۔ اس کی عمر ۲۰۰ سال سے زیادہ تھی۔ وہ جنگل میں رہتی تھی اور آج کل ایک ایسا جادو تیار کر رہی تھی جس سے پورے ہندوستان کی چڑیلیں اور بھوت اس کے قبضے میں آجاتے اور وہ ان کی ملکہ بن جاتی۔

اس جادو کے لیے بڑھیا کو ہر روز ایک نوجوان کا تازہ خون پینا اور دل کھانا پڑتا تھا۔ پورے ایک ماہ تک ایسا کرنے کے بعد اسے ایک نوجوان لڑکی کو بلی بنا کر ذبح کر کے اس کے خون سے شیطان کے مجسمے کو غسل دینا تھا اور ساری چڑیلیں اس کی غلام بن جانا تھیں۔ جادوگرنی ہر روز دوپہر کے وقت شہر آجاتی اور کسی ایک نوجوان کو دھوکے سے جنگل لے کر ذبح کرتی اور اس کا خون پی جاتی۔ ایسا کرتے ہوئے جادوگرنی کو بیس دن ہو چکے تھے۔

کالے علم کی اس جادوگرنی میں بڑی طاقت تھی اس نے دور سے ہی ماریا کو دیکھ لیا تھا اور اسے پتہ چل گیا تھا کہ یہ غیبی عورت ہے جو اس کے سوا کسی کو نظر نہیں آ رہی۔ جادوگرنی نے فوراً منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ اس نے ماریا کو قابو کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ماریا آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ادھر ہی آ رہی تھی۔ ماریا جونہی بوڑھی جادوگرنی کے قریب پہنچی۔ بوڑھی جادوگرنی رک گئی۔ اس نے گردن گھما کر ماریا کی طرف یوں دیکھا جیسے وہ ماریا کو دیکھ رہی ہو۔ ماریا کے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ یہ معلوم کرنے کے لیے رک گئی کیا واقعی بڑھیا اسے دیکھ رہی ہے ایک طرف ہو گئی۔

جادوگرنی کی گردن بھی اسی طرف گھوم گئی۔ جادوگرنی اپنے خون آلود زرد دانت نکال کر ہنسی اور کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں تمھیں دیکھ سکتی ہوں۔ تم ایک خوب صورت اور نوجوان لڑکی ہو تمھارا رنگ سانولا ہے بال سنہری ہیں۔"

ماریا گھبرا گئی۔ یہ کم بخت بڑھیا تو اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے بھاگ جانے کا فیصلہ کیا۔ اسی وقت جادوگرنی نے منتر پھونک دیا۔ ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا ماریا سے ٹکرایا۔ ماریا کو اتنی سردی لگی کہ اس کے دانت بج اٹھے۔ اس کے قدم گویا زمین سے چپک گئے تھے۔

ماریا بیٹھ گئی۔ اس نے ہاتھوں سے زور لگا کر پاؤں ہلانا چاہے مگر وہ تو جیسے پتھر کے ہو گئے تھے۔

جادوگرنی کھی کھی کرتی ہوئی بولی:

"تم اب کہیں نہیں جا سکتی ہو۔ تم میرے قبضے میں ہو۔"

جادوگرنی نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ ماریا کے سر پر رکھ دیا۔ ماریا تیورا کر گری اور بے ہوش ہو گئی۔ اسے کندھے پر ڈال کر جادوگرنی جنگل کی طرف چل دی۔ ماریا غائب حالت میں تھی اس لیے کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ جادوگرنی اسے لیے جنگل میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئی۔

جادوگرنی ایک پہاڑی غار میں رہتی تھی۔ وہ ماریا کو لیے اپنے خاص کمرے میں آ گئی۔ اس نے ماریا کو

فرش پر سیدھا کھڑا کر دیا اور اپنے جادو کے سامان سے ایک سوکھی ٹہنی نکال لی اور منتر پڑھ کر اس پر پھونکنے لگی۔ پھر اس نے سوکھی ٹہنی کو زمین میں گاڑ دیا۔

ٹہنی خود بخود حرکت کرتی زمین میں جانے لگی۔ جتنی ٹہنی زمین کے اندر جا رہی تھی۔ اتنی ہی ماریا زمین میں دھنستی جا رہی تھی۔ جادوگرنی بڑے غور سے ماریا کی طرف دیکھ رہی تھی جب ماریا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئی تو جادوگرنی دونوں ہاتھ اٹھا کر چلائی:

"بس — رک جا!"

ٹہنی رک گئی۔ جادوگرنی نے کمرے کے فرش پر پڑی ایک کھوپڑی اٹھانے لگی۔ جادوگرنی نے دل ہلا دینے والی چیخ ماری اور اچھل کر چنگھاڑی:

"اے میرے غلام مردے۔ اپنی اصل حالت میں آ جا اور میری مدد کر۔"

کھوپڑی زمین پر آ گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس پر گوشت آ گیا اور نجانے کہاں سے اس کا باقی جسم بھی آ گیا۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ مردے کے جبڑے سے دہشت ناک آواز نکلی:

"غلام حاضر ہے حکم کر۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جادوگرنی بولی :

"تمہیں اس عورت کی نگرانی کرنا ہے یہ یہاں سے
بھاگنے نہ پائے میں نے اس سے بڑا اہم کام لینا ہے۔
اب میں کسی نوجوان کی تلاش میں جا رہی ہوں تاکہ اسے
ذبح کر کے خون پی سکوں"

یہ کہہ کر جادوگرنی نے قہقہہ لگایا قہقہے کی آواز اس
قدر ڈراؤنی تھی کہ مردے کا رنگ سفید سے سفید تر ہو گیا۔
جادوگرنی غار سے نکل گئی اور مردہ ہاتھ میں تلوار لے کر
دروازے پر پہرہ دینے لگا۔ مایا بے ہوشی کی حالت میں
زمین میں گری ہوئی تھی۔

جادوگرنی جنگل میں آ گئی اور اپنا شکار تلاش کرنے
لگی۔ اتفاق سے ایک مسافر گھوڑے پر سوار چلا آ رہا
تھا۔ جادوگرنی کی آنکھوں میں شیطانی چمک پیدا ہو گئی۔ سر
کے بال کھڑے ہو گئے اور لمبے دانت ہونٹوں سے باہر نکل
آئے۔ اس کی شکل انتہائی ڈراؤنی ہو گئی تھی۔ جھاڑیوں میں چھپ
کر اس نے جلدی سے ایک مسکین عورت کا روپ دھارا
اور مسافر کے سامنے آ گئی۔

مکار جادوگرنی رونے لگی۔ مسافر اس خطرناک جنگل میں
ایک عجیب عورت کو دیکھ کر حیران رہ گیا پھر اس نے

سوچا ضرور یہ بڑھیا مصیبت کی ماری ہے۔ اسے کیا پتہ تھا
کہ جادوگرنی مگرمچھ کے آنسو بہا رہی ہے۔ وہ گھوڑے سے
اتر آیا اور قریب آ کر بولا :

"کیا بات ہے بڑی اماں۔ تم اس ویران جنگل میں
کیسے آ گئی ؟"

جادوگرنی نے ٹسوے بہاتے ہوئے کہا :

"بیٹا۔ ادھر درختوں کے جھنڈ کے پاس میرا بیٹا ایک
گڑھے میں گر گیا ہے ذرا اسے نکال دو۔"

مسافر نے گردن موڑ کر ادھر دیکھا۔

جادوگرنی نے جھپٹ کر اس کی گردن دبوچ لی۔
اس کے تیز اور نوکیلے ناخن گوشت میں گڑ گئے۔ جادوگرنی
نے مسافر کو گرا لیا اور اپنے دانتوں سے اس کا گلا
بھنبھوڑنے لگی۔ مسافر کے حلق سے دلخراش چیخ نکلی اور
وہ تڑپتا ہوا مر گیا۔ جادوگرنی خون پی رہی تھی۔ اچھی
طرح سیر ہونے کے بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

اف خدا۔ جادوگرنی کی شکل انتہائی دہشت ناک
ہو رہی تھی۔ وہ شیطانی انداز میں قہقہے لگا رہی تھی اور
خون پی کر لطف حاصل کر رہی تھی اس کی باچھوں سے
خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ جادوگرنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

واپس اپنے غار میں آ گئی۔ ماریا ہوش میں آ چکی تھی۔
جادوگرنی کا خون سے لتھڑا منہ دیکھ کر وہ لرز اٹھی۔
جادوگرنی نے اپنا جادو کا سامان نکال لیا اور ماریا
کی طرف دیکھ کر بولی،
"میں تجھے بلی بنا دوں گی۔ دس دن باقی ہیں پھر شیطان
کے مجسمے کو تیرے خون کا غسل دینے سے نہ صرف ہندوستان
کی ساری چڑیلیں اور بھوت میرے غلام بن جائیں گے بلکہ
میں تیرے خوبصورت بدن پر بھی قبضہ کر لوں گی۔"
جادوگرنی نے ایک صندوق کھولا تو سیاہ رنگ کی بلی
اچھل کر باہر آ گئی اور میاؤں کرنے لگی۔ جادوگرنی نے لڑکی
کے بال اٹھا کر منتر پڑھنا شروع کیا اور ماریا کے گرد چکر
لگانے لگی۔ ایک چکر مکمل کرنے کے بعد وہ ماریا پر پھونک
مارتی تھی۔۔۔ ماریا بے بس تھی اس کی ساری طاقتیں
سلب ہو چکی تھیں۔
سات چکر کاٹنے کے بعد جادوگرنی نے بلی کو دونوں
ہاتھوں سے دبوچ لیا۔ بلی کے حلق سے غراہٹیں نکل رہی تھیں
وہ تڑپ رہی تھی بلی مر گئی اور بڑھیا جادوگرنی نے اس
کی لاش ماریا کے سامنے رکھ دی۔ اور اپنی سوکھی لمبی لمبی
کریہہ انگلیاں ماریا کے چہرے کے سامنے نچاتی ہوئی منتر

پڑھنے لگی۔
ماریا کو یوں لگا جیسے اس کے جسم میں ہزاروں باریک
سوئیاں بیک وقت پیوست ہو گئی ہوں۔ اس نے چیخنا
چاہا مگر زبان تو جیسے پتھر کی ہو چکی تھی۔
جادوگرنی چلائی:
"لڑکی کی روح۔ اس بلی میں آ جا۔"
یکایک ماریا کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ ہلکی پھلکی ہو گئی
ہے۔ ماریا کی روح اس کے بدن سے نکل آئی تھی۔ اس کے
پاس ہی اس کا جسم کھڑا تھا۔ وہ اپنی روحانی آنکھوں سے
اسے دیکھ سکتی تھی۔ وہ سو فیصدی ماریا کا ہی جسم تھا۔
بالکل بے حس اور لاش کی طرح ساکت۔ ماریا کی روح
خوف و دہشت سے کانپ اٹھی۔
جادوگرنی بڑی تیزی سے منتر پڑھنے میں مصروف تھی۔
ماریا کی روح فرش پر لیٹ کر بلی کے جسم میں پہنچ گئی اور
دوسرے ہی لمحے بلی انگڑائی لے کر زندہ ہو گئی۔ ماریا اب
بلی بن چکی تھی اور میاؤں میاؤں کر رہی تھی۔ ماریا کو
اپنی حالت پر رونا آ گیا۔ کہاں وہ ایک طاقتور لڑکی تھی اور
کہاں ایک چھوٹی سی بلی۔
مکار جادوگرنی نے بھیانک قہقہہ لگایا اور بولی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے دس دن تک اسی حالت میں رہنا ہے پھر
میں تجھے ذبح کر دوں گی ہا ہا ہا۔ جا چلی جا یہاں سے
ٹھیک آٹھ دن بعد میرا جادو خود بخود تجھے یہاں کھینچ
لائے گا۔ دو دن میں تجھ پر جادو کروں گی اور پھر تیرے
خون سے شیطان کے مجسمے کو نہلاؤں گی۔"

ماریا، میاؤں میاؤں کرتی غار سے باہر نکل آئی اور
ایک طرف بیٹھ کر اپنی حالت پر رونے لگی۔ اتنی بے بسی
اور لاچاری ماریا نے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ کچھ دیر بعد
وہ اٹھی اور شہر کی طرف چل دی۔ شام ہو رہی تھی
جب ماریا شہر میں داخل ہوئی وہ ایک گلی سے گزر رہی
تھی کہ بھوں بھوں کی خوف ناک آواز اس کے کانوں
میں پڑی۔

ایک مکان سے خون خوار کتا اس پر جھپٹ رہا
تھا۔ بلی یعنی ماریا کے منہ سے مارے دہشت کے چیخ
نکل گئی۔ اس نے دوڑ لگا دی۔ کتا بھونکتا ہوا اس
کے پیچھے لپک رہا تھا۔ ماریا جلدی سے ایک درخت
پر چڑھ گئی۔ کتا درخت کے نیچے کھڑا خاصی دیر تک
بھونکتا رہا پھر غراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ ماریا کا دل
بڑی طرح دھڑک رہا تھا وہ سوچ رہی تھی کہ ذرا سی

چوک ہو جاتی تو کتا اسے چیر پھاڑ کر برابر کر دیتا۔

کتا چلا گیا تو ماریا درخت سے اتری۔ اس بھاگ دوڑ
سے بھوک لگ گئی تھی وہ ایک مکان میں گھس گئی۔
یہ ایک برہمن کا گھر تھا۔ اس کی بیوی باورچی خانے
میں کھانا پکا رہی تھی۔ پاس ہی ایک خادمہ بیٹھی مصالحہ
کوٹ رہی تھی۔ ماریا باورچی خانے میں آ گئی۔ کھانے
کی خوشبو سونگھ کر اس کا دل مچل اٹھا۔

ایک طرف کیتلی میں دودھ پڑا تھا۔ ماریا نے دودھ
پینے کے لیے منہ جھکایا ہی تھا کہ برہمن کی بیوی نے
اسے دیکھ لیا۔ وہ خادمہ کی طرف دیکھ کر چلائی:

"اری اندھی ہے کیا۔ یہ کم بخت بلی کدھر سے آ گئی۔
چھی چھی بھگاؤ اسے یہاں سے۔"

خادمہ نے خون خوار نظروں سے ماریا کی طرف
دیکھا اور مصالحہ پیسنے والا ڈنڈا گھما کر دے مارا۔
ماریا بال بال بچ گئی۔ ورنہ بدبخت خادمہ نے تو اسے
مار ہی ڈالا تھا۔ ماریا باورچی خانے سے باہر آ گئی اور
مکان میں گھومنے لگی۔ ایک کمرے میں اس نے موٹے
تازے چوہے کو دیکھا جو اپنے بل کے باہر ٹہل رہا تھا
اس نے ابھی تک ماریا کو نہیں دیکھا تھا۔ ماریا نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چھلانگ لگا کر چوہا دبوچ لیا۔

عام حالات میں تو شاید ماریا چوہے کی طرف دیکھتی بھی نہیں۔ مگر اب وہ بلی کے روپ میں تھی اور اسے چوہا، بھنے ہوئے مرغ سے زیادہ حسین نظر آیا۔ اس نے چیر پھاڑ کر چوہے کو ہڑپ کر لیا اور کمرے سے نکل آئی۔

◎
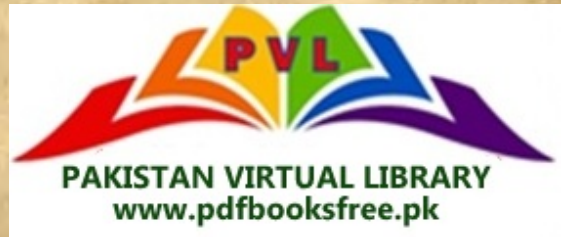
جادو کی تختی

ادھر درندہ صفت حکیم کو انجام تک پہنچانے کے بعد۔ ناگ نے بگھی سے ایک گھوڑا کھولا اور اس پر سوار ہو کر چل دیا۔ وہ اب کسی سرائے میں جا کر کچھ کھانا پینا چاہتا تھا۔ گھوڑے پر سوار ناگ نزدیکی بازار میں آگیا۔ خوب رونق تھی۔ ایک طرف زمین پر کباب فروش بیٹھا کباب بنا رہا تھا۔ زمین پر چٹائی بچھی ہوئی تھی اور لوگ کباب نان کھا رہے تھے۔

فضا میں گرم گرم کبابوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ ناگ نے سوچا آج کباب کھائے جانے چاہئیں۔ وہ گھوڑے سے اُتر آیا اور گھوڑا ایک طرف کھڑا کر کے بیٹھ گیا۔ کباب کھانے والوں میں ایک ہندو غنڈہ بھی تھا۔ اس کا نام بھوپت بدمعاش تھا۔ بھوپت بڑا قاتل قسم کا غنڈہ تھا۔

ناگ نے مسلمانوں والے کپڑے پہن رکھے تھے۔ بھوپت کو تو مسلمانوں سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ اس نے اپنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لال لال آنکھوں سے ناگ کو گھورا اور نتھنے چوڑے
کر کے بولا:

"اوئے — تو مسلا ہے کیا؟"

ناگ نے اطمینان سے کہا:

"الحمد للہ۔ میں مسلمان ہوں مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے
ہو۔ کوئی تکلیف ہے کیا؟"

بھوپت بدمعاش بھڑک اٹھا۔ اس نے کبابوں والی
تھالی اٹھا کر پرے پھینکی اور قمیض کی آستین چڑھاتا
ہوا بولا:

"مسلا ہو کر میرے ساتھ اونچی آواز میں بات کرتا ہے
جانتا نہیں میں کون ہوں؟"

ناگ نے ہنس کر کہا:

"شکل سے تو کسی قبرستانی چمگادڑ کے رشتہ دار نظر
آتے ہو۔"

بھوپت غنڈے کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔
منہ ٹماٹر کی طرح لال ہو گیا۔ ناگ نے یہ دیکھا تو
بڑے مزے سے ٹانگ ہلاتا ہوا بولا:

"اوہو۔ لگتا ہے میں نے غلط کہہ دیا ہے۔ ناراض کیوں
ہوتے ہو چمگادڑ کے نہیں تو گیدڑ کے رشتہ دار ہو گے۔"

سارے ہندو کھسکنے لگے۔ کبابوں والے نے بھی قیمے
والا تھال اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا اور کہا:

"بھائیو۔ میرا کاروبار کیوں خراب کرتے ہو لڑنا ہے تو
کہیں پرے جا کر لڑو۔"

بھوپت بدمعاش نے کبابوں والے کو تھپڑ مار کر کہا:

"بکواس نہ کر کتے کی اولاد ورنہ پہلے تیرا پیٹ چاک
کر دوں گا۔ چل بھاگ ادھر سے۔"

کبابوں والا تو تھال سنبھالے پرے ہٹ گیا۔ بھوپت
بدمعاش نے چاقو نکال لیا اور ناگ کی طرف لپکا۔ ناگ
نے ہٹتے ہوئے بھوپت کی کمر پر لات ماری۔ بھوپت
غنڈہ پٹخنیاں کھاتا ہوا آگ کے چولہے میں جا گرا۔ اس
کا جسم جھلس گیا اور وہ چیخیں مارنے لگا پھر سنبھل کر
دانت پیستا ہوا ناگ پر حملہ آور ہوا۔

ناگ نے گہری سانس لی اور ہاتھی بن گیا۔ ابھی
بھوپت کے سامنے انسان تھا تو اب ہاتھی کھڑا تھا۔
وہ تو گرتے گرتے بچا۔

دوسرے لوگ بھی دنگ رہ گئے۔ ہاتھی سونڈ اٹھا کر
ہولناک انداز میں چنگھاڑا۔ اس نے بھوپت بدمعاش کو
سونڈ میں اٹھا لیا اور گھما کر زمین پر دے مارا۔ بھوپت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی نو ہڈیاں بھی سرمہ بن گئیں۔ سارے لوگ بھوت بھوت کا شور مچاتے بھاگ کھڑے ہوئے بازار سنسان ہو گیا۔

ناگ دوبارہ انسان کے روپ میں آ گیا۔ اس نے گھوڑے کو تھپکی دی اور اس پر سوار ہو گیا۔ کباب اب کہاں سے کھاتا کبابوں والا ہی ڈر کر بھاگ چکا تھا۔ ناگ شہر سے باہر جانے والی سڑک پر روانہ ہو گیا اس نے اب کلکتہ جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد گھوڑا کلکتے کی طرف اڑا جا رہا تھا۔ اس زمانے میں موٹریں، بسیں، کاریں تو ہوتی نہیں تھیں۔ لوگ قافلوں کی شکل میں گھوڑوں، اونٹوں پر یا پیدل سفر کرتے تھے۔ ناگ چاہتا تو کسی پرندے کی شکل میں اڑتا ہوا کلکتے آ جاتا مگر ناگ نے گھوڑے پر سفر کرنا ہی بہتر سمجھا۔

کئی دن کے سفر کے بعد ناگ کلکتہ کے قریب جنگل میں پہنچ گیا۔ یہ وہی جنگل تھا جس میں وہ مکار جادوگرنی رہتی تھی جس نے ماریا کو بلی بنا دیا تھا۔ اس وقت رات ہو رہی تھی۔ ناگ رات بسر کرنے کی مناسب جگہ تلاش کرتا ہوا جادوگرنی کے پہاڑی غار کی طرف آنے لگا۔

جادوگرنی اس وقت نوجوان کا خون پینے کے بعد

سو رہی تھی۔ سوتے وقت وہ ایک طلسمی الو بنا کر غار سے باہر درخت پر بٹھا دیتی تھی اور جونہی کوئی اس طرف آتا۔ الو اپنی منحوس آواز میں چیخنے لگتا اور جادوگرنی جاگ جاتی۔ اس طلسمی الو نے ناگ کو دیکھ لیا تھا۔

ہو ہو ہو۔ الو نے اپنی منحوس آواز میں چیخ ماری۔ جادوگرنی اٹھ بیٹھی۔ اس نے جھٹ اپنے پلنگ کے پاس پڑا جادو کا آئینہ اٹھا لیا اور منتر پڑھ کر اس پر پھونک ماری۔ آئینہ روشن ہو گیا اور اس پر ناگ کی تصویر ابھر آئی جو گھوڑے پر سوار شاخوں اور جھاڑیوں کو ہٹاتا ہوا آ رہا تھا۔

جادوگرنی کے خونی دانت باہر نکل آئے۔ اس نے خوش ہو کر سوچا کہ چلو کل کا شکار خود بخود ہاتھ آ گیا ہے۔ اب جادوگرنی کا چلہ مکمل ہونے میں صرف دو دن رہ گئے۔ ماریا جو کالی بلی بنی ہوئی تھی اسے بھی جادوگرنی کا جادو واپس لے آیا تھا۔ وہ بھی اس وقت غار میں موجود تھی اور ایک طرف بیٹھی اپنی حالت پر آنسو بہا رہی تھی۔

جادوگرنی نے جلدی جلدی اپنی شکل شریفانہ بنائی اور بیٹھ گئی۔ اس نے جادو کا سارا سامان صندوق میں بند

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر دیا۔ ادھر ناگ غار کے پاس آگیا۔ اس نے جب
ایک بڑھیا کو دیکھا تو بولا:
"بڑی اماں۔ آپ یہاں رہتی ہیں کیا؟"
جادوگرنی نے مکاری سے کہا:
"ہاں بیٹا۔ مجھے میرے گرو دیو نے یہاں ٹھہرنے
کا کہا ہوا ہے تاکہ کوئی بھولا بھٹکا مسافر آ جائے
تو اس کی مدد کر سکوں۔"
ماریا نے ناگ کی نہ صرف بُو سونگھ لی تھی بلکہ اسے
پہچان بھی لیا تھا۔ وہ زور سے میاؤں میاؤں کرتی ناگ
کے قریب آ گئی۔ وہ اپنی زبان میں کہہ رہی تھی:
"ناگ خبردار ہو جاؤ۔ یہ بڑی مکار جادوگرنی ہے
دھوکہ باز ہے۔"
مگر ناگ اس کی زبان کس طرح سمجھ سکتا تھا۔ وہ بولا:
"کیا میں رات یہاں گزار سکتا ہوں؟"
مکار جادوگرنی تو یہی چاہتی تھی۔ جھٹ سے بولی:
"ہاں ہاں بیٹا ضرور رہو۔ مسافروں کی مدد کرنا تو بڑی
نیکی کا کام ہے۔"
ناگ چارپائی پر لیٹ گیا۔ ماریا چارپائی پر چڑھ آئی
اور اس کے بازو سے منہ رگڑ کر میاؤں میاؤں کرنے

لگی۔ ناگ کو کیا علم تھا کہ یہ اس کی پیاری بہن ماریا
ہے۔ بلی کے روپ میں ہونے کی وجہ سے ماریا کے
جسم سے آنے والی مخصوص بُو بھی ختم ہو گئی تھی۔ اس
نے بلی کو پرے ہٹاتے ہوئے کہا:
"بڑی اماں۔ اس بلی کا تو کوئی علاج کرو یہ تو رات
کو سونے نہیں دے گی میاؤں میاؤں کیے جا رہی ہے۔"
جادوگرنی نے ماریا کو گردن سے دبوچ لیا اور غار
کے دوسری طرف لے جا کر بولی:
"کم بخت۔ تو میرے شکار کو بھگانا چاہتی ہے ٹھہر
تجھے ابھی مزا چکھاتی ہوں۔"
جادوگرنی نے ماریا کو لکڑی اٹھا کر پیٹنا شروع کر دیا
پھر ایک پنجرے میں بند کر دیا۔ رات گہری ہوئی اور
ناگ سو گیا تو جادوگرنی چپکے سے اس کی چارپائی کے
سرہانے کھڑی ہو گئی۔ وہ دل میں بڑی خوش ہو رہی
تھی کہ کل شکار ڈھونڈنے شہر نہیں جانا پڑے گا۔ اس
نے منتر پڑھنا شروع کر دیا تاکہ ناگ کو بھی جانور
بنا دے۔
ناگ بڑی طاقت والا سانپ تھا۔ جادوگرنی کا جادو
اس پر اثر نہیں کر رہا تھا وہ پریشان ہو گئی۔ وہ غار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے دوسری طرف آ گئی اور جادوگروں کے سردار افراسیاب جادوگر کی دی ہوئی تختی نکال لی اور کہا:

"اے جادو کی تختی۔ بتا یہ نوجوان کون ہے جس پر میرا جادو اثر نہیں کر رہا۔"

تختی پر عبارت ابھری:

"یہ ایک مقدس راز ہے۔ یہ عظیم ناگ دیوتا کا راز ہے۔"

جادوگرنی بولی:

"اے تختی — تجھے افراسیاب کی قسم۔ مجھے اس راز سے آگاہ کر۔ ورنہ میں تجھے آگ میں جلا دوں گی۔"

تختی پر الفاظ نمودار ہوئے:

"اے جادوگرنی — یہ نوجوان ایک سانپ ہے۔ بڑی طاقت والا سانپ۔ اسے یہ طاقت حاصل ہے کہ انسان اور ہر جانور کا روپ دھار سکتا ہے، اس پر تیرا جادو اثر نہیں کر سکتا۔ جس لڑکی کو تم نے بلی بنا کر رکھا ہوا ہے وہ اس کی بہن ماریا ہے۔"

جادوگرنی اور پریشان ہو گئی اس نے کہا:

"میں اس انسانی سانپ کو کس طرح قابو کر سکتی ہوں جلدی بتا افراسیاب کی تختی۔"

تختی پر لفظ ابھرے:

"اسے کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملا کر بے ہوش کر دے۔ اس کے دل میں خنجر گھونپ کر دل نکال لینا اور خون پی جانا۔ اس کے خون کی طاقت سے تیرے اندر یہ قوت پیدا ہو جائے گی کہ تو بھی جانوروں کا روپ دھار سکے گی اور اڑ بھی سکے گی۔"

تختی کا رُخ پنجرے کی طرف تھا۔ ماریا بلی بنی تختی پر ابھرنے والے الفاظ پڑھ رہی تھی۔ وہ گھبرا گئی یہ خبیث جادوگرنی تو ناگ کو بھی ختم کرنے کا سوچ رہی تھی۔ جادوگرنی نے تختی صندوق میں رکھ دی اور پنجرے کے پاس آ کر بولی:

"وہ تیرا بھائی ہے تجھی بڑی میاؤں میاؤں کر رہی تھی مگر نہ کر، میں اسے چھوڑوں گی نہیں۔"

جادوگرنی کے ڈیلے بڑی تیزی کے ساتھ حرکت کر رہے تھے وہ خوش ہو رہی تھی کہ ناگ خود چل کر اس کے جال میں آ پھنسا ہے۔ ادھر ناگ بڑی بے فکری سے سو رہا تھا اور ماریا پنجرے میں بند یہ سوچ رہی تھی کہ ناگ کو اس خطرناک جادوگرنی سے کس طرح بچایا جائے؟!!

ناگ کی چالاکی

ماریا، بلی بنی پنجرے میں بند تھی۔

اس کا دماغ کام کر رہا تھا۔ اس نے افراسیاب جادوگر کی تختی پر لکھی جانے والی عبارت پڑھ لی تھی۔ اور پریشان تھی کہ کیا کرے۔ خون خوار بوڑھی جادوگرنی ناگ کو بے ہوش کر کے مار ڈالنا چاہتی تھی۔ ماریا کی سمجھ میں نہیں کر رہا تھا کہ ناگ کو کس طرح خبردار کرے کہ جس بڑھیا کو وہ بڑا رحم دل اور مہربان سمجھ رہا ہے وہ ایک مکار جادوگرنی ہے اور اس کی جان لینا چاہتی ہے۔

ماریا کا جسم پتھر کا بنا ہوا تھا اور اس کی روح بلی کے جسم میں قید تھی اس لیے ناگ اپنی پیاری بہن کی بو بھی محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بڑے آرام سے سو رہا تھا جب کہ خون خوار بوڑھی جادوگرنی غار میں ادھر ادھر ٹہل رہی تھی۔ اس نے ناگ کو بے ہوش کر کے قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا تھا۔

صبح ہوئی تو ناگ جاگ پڑا۔ منہ ہاتھ دھو کر اس نے جادوگرنی سے جانے کی اجازت چاہی تو وہ مکاری سے بولی:

"بیٹا — کیا بات کرتے ہو۔ ناشتہ کرائے بغیر تو میں تمہیں جانے نہ دوں گی۔"

ناگ، اس کی مہمان نوازی سے بڑا متاثر ہوا۔ اسے کیا علم تھا کہ یہ بڑھیا اصل میں زبردست جادوگرنی ہے۔ بڑھیا غار کے دوسری طرف آگئی جہاں ماریا کالی بلی بنی پنجرے میں بند تھی۔ جادوگرنی نے جادو کے زور سے کھانے کا ایک طشت منگوایا اور اس میں بے ہوشی کی دوا ملا دی۔ پھر پنجرے کے پاس آ کر بولی:

"ماریا کی بچی — فکر نہ کر۔ ابھی تیرے بھائی ناگ کی لاش تیرے سامنے تڑپ رہی ہو گی۔"

جادوگرنی، کھانے کا طشت لے کر ناگ کے پاس آگئی اور بولی:

"لو بیٹا۔ یہی روکھی سوکھی ہے۔ میں غریب اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی۔"

ناگ نے ہنس کر کہا:

"بڑی اماں۔ یہ تو تمہارا خلوص ہے۔ تم ایسی مہمان نواز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑھیا میں نے آج تک نہیں دیکھی۔"

مکار جادوگرنی دل میں بڑا ہنسی اور کہا:

"بچّو۔ ناگ۔ ابھی تجھے مہمان نوازی کا پتہ چل جائے گا۔ جب تیرے گلے پر چھری پھیروں گی۔"

اسی وقت بلی میاؤں میاؤں کرنے لگی۔ ناگ نے منہ بنا کر کہا:

"بڑی اماں۔ یہ کیا مصیبت تم نے پال رکھی ہے ہر وقت میاؤں میاؤں کرتی رہتی ہے۔"

ماریا میاؤں میاؤں کر کے ناگ کو کہہ رہی تھی:

"ناگ بھائی ہوشیار رہو۔ یہ بڑھیا جادوگرنی ہے اور کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملی ہوئی ہے۔ یہ قاتل جادوگرنی تمہیں مار ڈالنا چاہتی ہے۔ ناگ بھائی کھانا مت کھاؤ۔ ورنہ مارے جاؤ گے۔"

بے چاری ماریا کی میاؤں میاؤں بے کار گئی۔ ناگ تو اس بات سے بے خبر تھا کہ بلی اصل میں اس کی بہن ماریا ہے۔ وہ بلی کی پکار تبھی سمجھ سکتا تھا جب بلی کے روپ میں ہوتا۔۔۔ ماریا مسلسل میاؤں میاؤں کر کے چیخے جا رہی تھی۔

ناگ نے کہا:

"اس بلی کو تو چپ کراؤ۔ جان کو ہی آ گئی ہے۔"

مکار جادوگرنی اٹھتی ہوئی بولی:

"ارے بیٹا۔ تم کھانا کھاؤ میں ابھی اس کم بخت بلی کی ایسی خبر لیتی ہوں کہ ساری زندگی یاد رکھے گی۔"

جادوگرنی غار کے دوسری طرف آ گئی اس نے ماریا کو پنجرے سے نکال لیا اور مارتے ہوئے کہا:

"تیرا بیڑہ غرق۔۔۔ سارا کیا کرایا خاک میں ملانا چاہتی ہے۔ کم بخت۔ کمینی۔ الو کی پٹھی۔ اپنے بھائی کو خبردار کرنا چاہتی ہے۔ بس ایک دن اور ہے پھر تجھے ذبح کر کے تیرا کلیجہ اور دل بھون کر کھا جاؤں گی۔"

ماریا کو بڑی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بڑھیا اسے مارتی اور کوستی جا رہی تھی۔ ادھر ناگ نے طشت اٹھا کر گود میں رکھا اور پہلا لقمہ منہ میں ڈالنا ہی چاہتا تھا کہ رک گیا۔۔۔ اس کی تیز نظروں نے کھانے میں ملی بے ہوشی کی دوا کو دیکھ لیا تھا۔ ناگ ایک سانپ تھا۔ بڑی طاقت والا غیر معمولی سانپ۔ اسے زہر اور دوسری چیزوں کا فوراً علم ہو جاتا تھا۔ ناگ حیران ہوا کہ آخر یہ بڑھیا اسے بے ہوش کیوں کرنا چاہتی ہے

ناگ نے یہ چالاکی دکھائی کہ اپنی خفیہ طاقت کی مدد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے کھانے میں سے بے ہوشی کی ساری دوا منہ میں کھینچ لی اور غار سے باہر تھوک دی۔ اب اس نے کھانا کھانا شروع کیا۔ اس دوران بڑھیا جادوگرنی بھی آ گئی۔ ناگ کو کھانا کھاتے دیکھ کر وہ خوشی سے نہال ہو گئی۔ اس کا منصوبہ کامیاب ہو رہا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد ناگ آنکھیں جھپکتا ہوا بولا:

"بڑی اماں۔ یہ مجھے نیند کیوں آ رہی ہے۔ اسے میری آنکھیں بند ہوتی جا رہی ہیں۔"

بڑھیا جادوگرنی سمجھی۔ بے ہوشی کی دوا اپنا اثر دکھا رہی ہے۔ خوش ہو کر کہا:

"ارے بیٹا — پتہ نہیں کتنا سفر کر کے آئے ہو۔ تھکن سے یہ حال ہو رہا ہے سو جاؤ۔ شاباش سو جاؤ۔"

ناگ جھوٹ موٹ چارپائی پر گر پڑا اور آنکھیں بند کر خراٹے مارنے لگا۔ خون خوار جادوگرنی نے خوش ہو کر اپنا پورا منہ کھول کر چیخ ماری۔ اور ناچنے لگی۔ ناگ ایک آنکھ تھوڑی سی کھول کر سب دیکھ رہا تھا اس نے دیکھا کہ بڑھیا کا مہربان چہرہ بے حد ڈراؤنا ہو گیا ہے۔ زرد اور خون آلود دانت باہر جھانکنے لگے ہیں اور بڑھیا کے چہرے پر لعنت اور خباثت برسنے لگی ہے۔ ناچتے ہوئے

بڑھیا نے اپنے لباس سے لمبی چھری نکال لی اور لہرا کر خود کلامی کے انداز میں بولی:

"اے سانپ کے بچے۔ ابھی چھری تیز کر کے لاتی ہوں اور تیرے سینے میں گھونپتی ہوں۔ تیرا خون پینے سے مجھے جانوروں کا روپ بدلنے کی طاقت مل جائے گی۔"

جادوگرنی ناچتی ہوئی غار سے باہر نکل گئی۔ ناگ اٹھ بیٹھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ یہ بڑھیا کوئی جادوگرنی ہے اور اس بات سے باخبر ہے کہ میں اصل میں ایک سانپ ہوں۔ اسی وقت ماریا نے بڑے درد ناک انداز میں میاؤں میاؤں کی۔ وہ روتی ہوئی یہ کہہ رہی تھی کہ اے خدا میرے ناگ بھائی کی مدد کر۔ اسے جادوگرنی کے شر سے محفوظ فرما — ناگ کچھ سوچ کر غار کے دوسری طرف بڑھا۔

ادھر آتے ہی اس نے دیکھا ماریا کا جسم گھٹنوں تک زمین میں دھنسا کھڑا ہے اس کا جسم اور سنہری بال سب پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ ناگ کی آنکھوں میں خون اتر آیا کہ اس بدبخت جادوگرنی نے ماریا کو پتھر کا بنا دکھا ہے۔ کالی بلی جیسی ماریا نے ناگ کو دیکھا تو رونا بند کر دیا اور ناگ کی طرف دیکھنے لگی۔ اس نے میاؤں میاؤں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر کے ناگ کو بتانا چاہا کہ میں ماریا ہوں۔ میں ماریا ہوں۔
ناگ نے جب یہ دیکھا کہ بلی نے اسے دیکھتے ہی
رونا بند کر دیا ہے۔ اور گردن ہلاتی ہوئی یوں میاؤں،
میاؤں کر رہی ہے جیسے اسے کچھ بتانا چاہتی ہے۔
اس نے سوچا ممکن ہے یہ بھی کوئی انسان ہو اور جادوگرنی
نے اسے بلی بنا رکھا ہو۔ وہ جھٹ گہری سانس لے کر
بلی بن گیا اور بلیوں کی آواز میں کہا:
"تم کون ہو؟"
ماریا نے فوراً جواب دیا:
"ناگ بھائی۔ میں ماریا ہوں۔ اس خبیث جادوگرنی نے
میری روح اس بلی کے جسم میں قید کر رکھی ہے۔ وہ مجھے
ذبح کر دینا چاہتی ہے تاکہ پورے ہندوستان کی چڑیلوں اور
بھوتوں کی ملکہ بن جائے۔"
یہ کہہ کر ماریا نے ناگ کو ساری کہانی سنا دی:
ناگ نے کہا:
"میں اس مکار جادوگرنی کو ہرگز زندہ نہ چھوڑوں گا۔"
ماریا بولی:
"مجھے یہ بڑی حرامی جادوگرنی لگتی ہے۔ آسانی سے نہیں
مرے گی ممکن ہے اس نے اپنی جان کسی اور شے میں

چھپا رکھی ہو۔ تمہارے حملے سے اگر جادوگرنی نہ مری تو
وہ میری گردن مروڑ ڈالے گی۔"
ناگ نے گھبرا کر کہا:
"پھر مجھے کیا کرنا چاہیئے؟"
ماریا بولی:
"جادوگرنی کے اس صندوق میں جادوگری کا سامان بند
ہے اس میں افراسیاب جادوگر کی جادو کی تختی بھی ہے
اس تختی سے جو پوچھو بتاتی ہے تم تختی نکال لو اور
اس سے پوچھو۔"
ناگ نے انسان کے روپ میں آکر صندوق سے
تختی نکال لی اور کہا:
"اے افراسیاب کی تختی۔ بتا جادوگرنی اس وقت کہاں
ہے اور کیا کر رہی ہے؟"
تختی پر الفاظ ابھرے:
"جادوگرنی جنگل کے ایک چشمے میں نہانے کے بعد اب
چھری تیز کر رہی ہے۔"
ناگ کو اطمینان ہوا کہ ابھی جادوگرنی کو واپس آنے
میں کچھ دیر لگے گی۔ اس نے پوچھا:
"اے تختی۔ جلدی بتا میں کس طرح جادوگرنی کو ہلاک کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سکتا ہوں ؟"

تختی ہولے سے کانپی پھر اس پر الفاظ نمودار ہوئے:

"جادوگرنی کی جان ایک انسانی ڈھانچے میں ہے جو اس غار کے نیچے زمین کی تیسری تہہ میں بنے ایک کمرے میں موجود فولادی صندوق میں بند ہے۔ اگر اس انسانی ڈھانچے کو توڑ دیا جائے تو جادوگرنی مر جائے گی مگر ایک بات یاد رکھو۔ جادوگرنی نے وہاں ایک طلسمی پتلا بٹھا رکھا ہے جو کسی کو زندہ نہیں چھوڑتا۔"

تختی سے الفاظ غائب ہو گئے تو ناگ نے کہا:

"میں اس کمرے تک جانے کا راستہ کیسے تلاش کروں؟"

تختی پر الفاظ اُبھر آئے:

"تم اس تختی کو غار کی بائیں دیوار سے لگا دو۔ راستہ نمودار ہو جائے گا۔ بس اس سے زیادہ میں تمہاری مدد نہیں کر سکتی۔"

ناگ نے تختی کو غار کی بائیں دیوار سے لگا دیا۔ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ وہاں ایک دروازہ نمودار ہوا اور پرانے پتھروں کا ایک زینہ نظر آنے لگا۔ ناگ نے خدا کا نام لیا اور سانپ بن کر زینے کی دیوار پہ رینگتے ہوئے نیچے اُترنا شروع کر دیا۔ تختی اس نے غار

میں ہی چھپا دی تھی۔

زینہ کافی نیچے تک چلا گیا تھا اور آگے ایک سرنگ آ گئی تھی۔ سرنگ کے تنگ راستے میں گھوڑ اندھیرا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ کائنات کی ساری تاریکیاں یہاں اُمنڈ آئی ہیں۔ ناگ سانپ کی شکل میں تھا اور سانپ اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا ہے۔

ناگ بڑی تیزی سے رینگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ سرنگ کبھی دائیں طرف مڑتی اور کبھی بائیں طرف ــ آگے جا کر پانی آ گیا۔ یہاں سرنگ چوڑی ہو گئی تھی اور اس میں کئی فٹ تک پانی کھڑا تھا۔ یہ پانی گدلا تھا اور اس میں سے عجیب سی سڑاند اٹھ رہی تھی۔ ناگ کو ایسا محسوس ہوا جیسے یہ پانی بھی جادو کا ہے اور سالوں سے سرنگ میں کھڑا ہے۔ کچھ اور آگے جا کر سرنگ نیچے کی طرف جانے لگی۔

یہاں سرنگ کی دیواروں پر کائی جمی ہوئی تھی اور زبردست پھسلن تھی۔ ناگ دیوار پہ رینگتے ہوئے بار بار پھسل جاتا تھا۔ تنگ آ کر اس نے انسان کی شکل اختیار کی اور پانی میں چلنے لگا۔ پانی اس کی کمر تک تھا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جوں جوں وہ آگے جا رہا تھا پانی مزید گہرا ہوتا جا رہا تھا۔
اچانک سرنگ کسی سانپ کی تیز پھنکار سے گونج اٹھی۔
اس کے ساتھ ہی شڑاپ کی آواز کے ساتھ سبز رنگ کا پھنیر سانپ پانی میں آ گرا۔ یہ سانپ سرنگ کی دیوار میں چھپا ہوا تھا۔ یہ سالوں سے اسی سرنگ میں رہ رہا تھا اور یہاں کے پانی کی سڑاند نے سانپ کے دماغ پر یہ اثر کیا تھا کہ وہ ناگ کے جسم سے اٹھنے والی مخصوص بُو کو بھی محسوس نہ کر سکا۔

ناگ اپنی جگہ رک چکا تھا اور بڑی دلچسپی سے پھنیر سانپ کو دیکھ رہا تھا جو پھن پھیلا کر پھنکاریں مارتا پانی کی سطح پر تیرتا ہوا ناگ کی طرف آ رہا تھا۔ سانپ کی سرخ آنکھیں نگینوں کی طرح چمک رہی تھیں اور دو شاخی زبان لہرا رہی تھی۔ ناگ کے قریب آ کر وہ زور سے پھنکارا۔

سانپ نے اپنے جسم کو بل دے کر ناگ پر حملہ کیا اور اپنے دانت ناگ کے بازو میں پیوست کر کے سارا زہر انڈیل دیا مگر ناگ پر اس زہر کا کیا اثر ہوتا۔ اُلٹا اس کا زہریلا خون سانپ کے جسم میں پہنچا تو سانپ تڑپنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ مر گیا۔ ناگ نے سانپ

کی لاش اٹھا کر ایک طرف پھینک دی اور آگے بڑھنے لگا۔
کچھ آگے جا کر ناگ نے محسوس کیا کہ سرنگ کا پانی گرم ہونے لگا ہے اور جوں جوں وہ آگے جا رہا ہے پانی اور گرم ہوتا جا رہا ہے۔ ناگ نے سوچا اگر وہ انسان کے روپ میں رہا تو گرم پانی اس کا جسم جلا ڈالے گا۔ وہ فوراً گہرا سانس لے کر افریقی صحراؤں کا وہ کالا سانپ بن گیا جس کے جسم پر مچھلی کی طرح بے سخت جلد ہوتی ہے اور اس جلد پر گرم کیا کھولتا ہوا پانی بھی اثر نہیں کر سکتا۔

پانی گرم ہوتا چلا گیا۔
پھر وہ مقام بھی آیا جہاں پانی شوں شوں کی آواز کے ساتھ کھول رہا تھا۔ اس سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ ناگ نے دل میں سوچا کہ نجمت جادوگرنی نے ڈھانچے کی حفاظت کا بڑا زبردست انتظام کر رکھا ہے۔ کھولتے ہوئے پانی سے گزر کر ناگ ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا ۔۔۔!

یہاں ہر طرف انسانی ڈھانچے بکھرے ہوئے تھے۔ کمرے میں زرد رنگ کی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ بڑا خوفناک ماحول تھا۔ کمرے کی دیوار کے ساتھ فولادی صندوق پڑا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور صندوق کے پاس ہی گوشت کا ایک بڑا لوتھڑا سا پڑا
تھا جو ہولے ہولے ہل رہا تھا۔ ناگ کے کمرے میں داخل
ہوتے ہی گوشت کے اس لوتھڑے میں حرکت پیدا ہوئی۔
اس کے نچلے حصے سے بانس کی طرح پتلی پتلی دو ٹانگیں نکل
آئیں۔ دو بازو بھی بن گئے اور سر کی جگہ گول گیند سا بن
گیا۔ یہ طلسمی پتلا تھا۔ طلسمی پتلے نے زور زور سے چلانا شروع
کر دیا۔ خطرہ۔ خطرہ۔ خطرہ۔ چلاتے وقت گوشت کے لوتھڑے
کا اوپر والا حصہ کسی صندوق کی طرح کھل کر پیچھے ہٹ جاتا
اور کالے رنگ کی لمبی زبان نکل کر ہوا میں لہرانے لگتی!!

◎
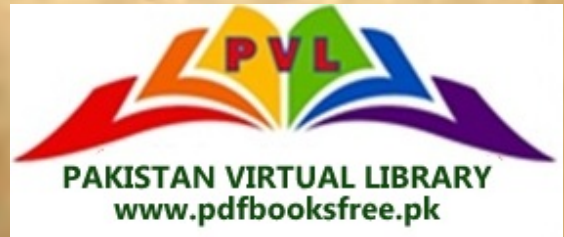
طلسمی پتلا اور ڈھانچہ

اس عجیب طلسمی پتلے کو دیکھ کر ناگ حیران رہ گیا۔
وہ جلدی سے ایک ڈھانچے کی کھوپڑی میں گھس گیا۔
اسی وقت فولادی صندوق کا ڈھکن ایک دھماکے کے
ساتھ خود بخود اوپر اٹھ گیا اور اس میں سے ایک انسانی
ڈھانچہ نکلا۔ ڈھانچے کی ہڈیاں کڑکڑانے سے بڑی دہشتناک
آواز گونج رہی تھی۔ ڈھانچے کی کھوپڑی پھرکی کی مانند چاروں
طرف گھومنے لگی۔

ڈھانچے کا جبڑا ہلا۔ کمرے میں ایسی آواز آئی جیسے
کئی اژدہے پھنکارے ہوں پھر ڈھانچے کے منہ سے
غرغراہٹ نما آواز نکلی:

"اے طلسمی پتلے۔ یہاں کوئی ہے میں اسے دیکھ نہیں
سکتا مگر مجھے اس کے سانس لینے کی آواز سنائی دے
رہی ہے وہ یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔ اسے ڈھونڈ۔ تلاش
کر اور مار ڈال۔ مار ڈال!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طلسمی پتلے کے سر کا ڈھکن اُٹھا۔ کالی زبان لہرائی۔
اس نے چیخ مار کر کہا:
"کس کی موت اسے یہاں کھینچ لائی ہے۔ میں اسے بڑی عبرت ناک موت ماروں گا۔"
یہ کہہ کر طلسمی پتلا کمرے میں چکر کاٹنے لگا۔ ناگ کھوپڑی میں چھپا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ طلسمی پتلے کی آنکھیں نہیں ہیں مگر پھر بھی اسے نظر آتا ہے۔ صندوق میں کھڑے ڈھانچے کی گردن بدستور پھرکی کی طرح چکر کاٹ رہی تھی پھر گھومتی ہوئی گردن رک گئی۔ ڈھانچے نے صندوق میں اچھل کر کہا:
"طلسمی پتلے۔ وہ اس طرف کسی ڈھانچے میں چھپا بیٹھا ہے۔ پکڑ لے اسے بچ کر نہ جانے پائے۔"
بڑا ہی حرامی قسم کا ڈھانچہ تھا اس کی گردن کا رُخ اس طرف تھا جدھر ناگ چھپا ہوا تھا۔ طلسمی پتلے کے سر کا ڈھکن بار بار اُٹھنے لگا۔ اور کالی زبان لہرانے لگی۔ وہ چیخیں مارتا اپنی پتلی پتلی ٹانگوں پر دوڑتا ادھر آ گیا۔ اور سارے ڈھانچوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ ناگ گھبرا گیا اور جلدی سے چیونٹی بن کر کھوپڑی سے نکل کر دیوار سے چمٹ گیا۔ طلسمی پتلے نے سارے ڈھانچوں کی تلاشی لی

اور کہا:
"وہ یہاں نہیں ہے کیا تم بھی اسے نہیں دیکھ سکتے ہو؟"
ڈھانچے نے گردن گھماتے ہوئے خرخراتی آواز میں کہا:
"نہیں وہ مجھے نظر نہیں آ رہا۔ میں اس کے سانس لینے کی بڑی مدھم آواز سن رہا ہوں۔ وہ انسان کی شکل میں نہیں ہے۔"
طلسمی پتلے نے چیخ مار کر کہا:
"میرے ذہن کی سلیٹ پر بھی لفظ خطرہ لکھا گیا ہے اور بار بار جل بجھ رہا ہے مگر میں کیا کروں وہ مجھے مل نہیں رہا ہے۔ میں اسے کس طرح مار سکتا ہوں۔ اب میں کیا کروں۔"
غصے کے مارے طلسمی پتلے کے سر کا ڈھکن اٹھ چکا تھا اور اس میں سے شعلے نکل رہے تھے اور کالی زبان ان شعلوں کے درمیان میں لہرا رہی تھی۔ ناگ چیونٹی کی شکل میں دیوار سے چمٹا سوچ رہا تھا کہ اس طلسمی پتلے اور ڈھانچے سے کس طرح نمٹے۔ وہ چیونٹی کی شکل میں دیوار سے اتر کر طلسمی پتلے کی طرف بڑھا۔ طلسمی پتلے کے پاس پہنچتے ہی ناگ جھٹ سے سانپ بن گیا اور پھن پھیلا کر پھنکارا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طلسمی پتلا اپنی پتلی پتلی ٹانگوں پر ناگ کی طرف گھوم
گیا۔ ناگ نے بڑی پھرتی کے ساتھ اچھل کر طلسمی پتلے
کے جسم پر ڈس لیا۔ طلسمی پتلا چیخیں مارتا ہوا کمرے میں
چکر کاٹنے لگا پھر گر گیا اور اس کا جسم پانی بن کر
بہنے لگا اور اس کے سر سے ایک طلسمی پرندہ نکل کر
باہر کو پرواز کر گیا۔ انسانی ڈھانچہ یہ دیکھ کر جلدی سے
فولادی صندوق میں چھپ گیا۔

ادھر جادوگرنی چھری تیز کرنے کے بعد غار کی طرف
واپس آ رہی تھی کہ طلسمی پرندہ آ پہنچا۔ اس نے جادوگرنی
کے سر پر دو چکر کھائے اور چلایا:

"اے جادوگرنی۔ طلسمی پتلا ایک سانپ کے ہاتھوں مارا گیا۔"

اتنا کہہ کر پرندہ زمین پر گرا اور جل کر راکھ بن گیا۔
جادوگرنی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ چیخیں مارتی غار کی
طرف لپکی۔ ناگ کو چارپائی سے غائب اور زمین کے
نیچے بنے خفیہ کمرے کا دروازہ کھلا پایا تو اسے موت
سامنے نظر آنے لگی۔ وہ شور مچاتی زینہ اتر کر سرنگ
میں بھاگنے لگی۔

ادھر ناگ نے انسانی شکل میں آ کر فولادی صندوق
کا ڈھکن اٹھا دیا۔ ڈھانچے نے ڈراؤنی آواز میں چلانا

شروع کر دیا۔ ناگ نے ڈھانچے کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا
کر دیوار سے دے مارا۔ خوفناک دھماکہ ہوا۔ ڈھانچے
کی ہڈی ہڈی علیحدہ ہو گئی۔ کمرہ ہیبت ناک کراہوں
سے گونج اٹھا:

اسی وقت دھاڑتی، چیختی جادوگرنی آ پہنچی۔ اس کے
جسم سے خون کے فوارے ابل رہے تھے۔ آنکھیں باہر
کو نکل آئی تھیں۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ گر
کر مر گئی۔ جادوگرنی کے مرتے ہی سارا طلسم ختم ہو
گیا۔ ناگ اب اس غار میں کھڑا تھا جہاں سے روانہ
ہوا تھا۔

ماریا کا بت غائب ہو چکا تھا اور کالی بلی مری
پڑی تھی۔ ناگ کو ماریا کی خوشبو آ رہی تھی وہ سمجھ گیا
کہ ماریا کی روح واپس اس کے جسم میں پہنچ چکی ہے اور
ماریا اپنی غیبی حالت میں آ گئی ہے۔

ناگ نے کہا:

"ماریا بہن۔ تم ٹھیک تو ہو نا؟"

ماریا نے کہا:

"ہاں ناگ بھائی۔ خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس
نے تمہیں میری مدد کے لیے بھیج دیا۔ اُف خدایا۔ کس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرح بھیانک جادوگرنی نے مجھے بلی بنا دیا تھا۔ شکر ہے تم بھی نئی زندگی پا گئے ہیں تو تمہیں دیکھنے کو ترس گئی تھی۔ ارے عنبر بھائی کہاں ہے ؟"

ناگ نے کہا :

"عنبر کا تو مجھے علم نہیں۔ چلو اب تم مل گئی ہو۔ دونوں مل کر عنبر کو ڈھونڈ نکالیں گے ۔"

اس کے بعد ناگ نے ماریا کو اپنی ساری کہانی سنائی اور ماریا نے اسے بتایا کہ سامری جادوگر کے جادو سے اس کی ساری خفیہ طاقتیں چھین لی ہیں۔ اب وہ نہ تو شعاع بن کر دیوار سے گزر سکتی ہے۔ نہ کئی دن تک بھوکی پیاسی رہ سکتی ہے اور نہ ہی ہوا میں اڑ سکتی ہے۔

ناگ نے کہا :

"اس سامری جادوگر کے بچے سے بھی نبٹنا ہی پڑے گا۔"

دونوں غار سے نکل آئے۔ غار کے باہر ناگ کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ ناگ اور ماریا گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کی طرف چل دیئے۔ سورج طلوع ہو چکا تھا۔ جنگل خوب گھنا تھا۔ درختوں کی شاخیں ایک دوسرے سے گتھی ہوئی تھیں اور یوں ایک چھت سی بن گئی تھی۔ زمین نرم اور گیلی تھی۔ کہیں کہیں جانوروں کے پیروں اور پنجوں کے نشانات

نمایاں تھے۔ درختوں پر بندر کثرت سے تھے اور منہ چڑاتے ہوئے جھولا جھول رہے تھے۔

گھوڑا دوڑاتے وہ جنگل سے نکل آئے اور شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ شہر میں خوب رونق تھی۔ بازاروں میں کھانوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی اور ہندو و مسلمان بیٹھے کھا رہے تھے۔ آج سے کئی سو برس پہلے کا کلکتہ شہر بڑا پر سکون تھا۔ نہ کاریں، نہ رکشہ، نہ سکوٹر اور موٹر سائیکل اور نہ ہی ریلوے انجنوں کی چھک چھک۔ آبادی بھی زیادہ نہ تھی لوگ عموماً گھوڑوں اور بیل گاڑیوں پہ سفر کرتے۔ عورتوں کے لیے ڈولی ہوا کرتی تھی اور امیر، وزیر چار گھوڑوں والی بگھی استعمال کرتے تھے۔

ناگ نے ایک سرائے میں قیام کیا۔ یہ دو منزلہ سرائے تھی جس کے کمرے بڑے اور آرام دہ تھے۔ کمرے میں ایک بستر لگا ہوا تھا۔

ناگ نے کہا :

"ماریا بہن۔ تم بستر پہ سو جایا کرنا۔ میں زمین پر پڑا رہوں گا۔"

ماریا نے کہا :

"سونے کی بات بعد میں کرنا۔ پہلے کھانا تو منگواؤ بھوک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے مارے جان نکلی جا رہی ہے۔"

ناگ نے ملازم کو بلا کر دو آدمیوں کا کھانا لانے کا حکم دیا۔ ملازم نے یہ سن کر کمرے میں نظریں دوڑائیں اسے ماریا تو نظر آ نہیں سکتی تھی وہ بولا:

"جناب۔ آپ نے دو آدمیوں کا کھانا کہا ہے نا؟"

ناگ نے کہا:

"اوہو۔ بات یہ ہے کہ میں ذرا کھاتا زیادہ ہوں۔ جان ہے تو جہان ہے۔"

ملازم سر کھجاتا چلا گیا وہ سوچ رہا تھا کہ شکل اور جسم سے تو یہ پہلوان نظر آتا نہیں پھر دو آدمیوں کا کھانا کیسے کھائے گا۔ بہرحال ملازم کھانا لے آیا۔ ماریا اور ناگ نے خوب سیر ہو کر کھایا پھر ناگ بولا:

"ماریا بہن۔ تم آرام کرو میں ذرا شہر کی سیر کر کے آتا ہوں۔"

ناگ چلا گیا اور ماریا بستر پر لیٹ گئی۔ اتنے میں ملازم برتن لینے آ گیا۔ برتن اٹھاتے ہوئے اتفاقاً نوکر کی نظر بستر پر جا پڑی۔ اس کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ بستر پر آدھا کمبل اس طرح ابھرا ہوا تھا جیسے کسی نے اوڑھ رکھا ہو۔ دراصل ماریا نے صرف ٹانگوں پر کمبل لیا ہوا تھا۔ ملازم

نے آنکھیں مل کر دیکھا۔ ماریا ملازم کی پریشانی دیکھ کر مسکرا رہی تھی اسے جو مذاق سوجھا تو اس نے کمبل ٹانگوں سے اتار دیا۔

ملازم نے کمبل کو خود بخود اکٹھا ہوتے دیکھا تو اس غریب کی گھگھی بندھ گئی۔ پسینے چھوٹ گئے۔ ماریا ہولے سے ہنسی۔ اب تو ملازم کا جسم کانپنے لگا۔

ماریا نے کہا:

"ارے۔ تم میرے دوست بنو گے میں اس کمرے کی بھوتنی ہوں آؤ میرے پاس آ جاؤ۔"

ملازم تو برتن چھوڑ چیخ مار کر دروازے کی طرف لپکا اور بھاگ گیا۔ وہ سیدھا سرائے کے مالک کے پاس پہنچا۔ اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے اور رنگ اڑا ہوا تھا۔

ملازم کا یہ حال دیکھ کر مالک بھی گھبرا گیا اور پوچھا:

"کیا ہوا ہے کوئی بھوت دیکھ لیا ہے کیا تم نے؟"

مالک نے تو مذاق میں بھوت کا کہا تھا مگر ملازم کے تو ہوش اڑے جا رہے تھے۔ بھوت کا سنا تھا کہ وہ چیخ مار کر مالک سے لپٹ گیا اور دونوں دھڑام سے زمین پر آ رہے تھے۔ بڑی مشکل سے ملازم کے حواس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹھکانے آئے اور اس نے ساری بات مالک کو بتا دی۔
بھوت کا سن کر مالک پریشان ہو گیا۔ اس نے جھٹ سے
چھانگلو جادوگر کو بلا بھیجا۔

چھانگلو بس نام ہی کا جادوگر تھا۔ اس نے جادوگری
کا ڈھونگ رچا رکھا تھا اور لوگوں کا مال بٹور کر کھا
جاتا تھا۔ وہ سور کی طرح موٹا تگڑا تھا۔

چھانگلو فوراً ہی آ گیا اور آتے ہی بولا:

"کیا بات ہے؟"

سرائے کے مالک نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"چھانگلو جادوگر صاحب، میری سرائے میں ایک بھوتنی
گھس آئی ہے۔ ذرا اسے ایسا مزا چکھائیے کہ پھر ادھر
کا رخ نہ کرے۔"

چھانگلو بڑا خوش ہوا کہ ایک گاہک پھنسا ہے۔ وہ
مرغ کی طرح اکڑ کر بولا:

"میں اس بھوتنی کے چودہ طبق روشن کر دوں گا۔ مار
مار کر اس کی کھوپڑی پلپلی کر دوں گا۔"

سرائے کا مالک اسے ساتھ لے کر کمرے میں آ گیا۔
چھانگلو آتے ہی ناک سکیڑ کر سونگھنے پھر بولا:

"بھوتنی کی خوشبو بتاتی ہے کہ بڑی خطرناک ہے اس کا

مقابلہ کرنے کے لیے مجھے خوب کھانا پڑے گا۔ تم ایسا کرو
ایک درجن اُبلے ہوئے انڈے، ایک بھنی ہوئی مرغابی دودھ
اور مکھن لاؤ۔"

سرائے کے مالک کو تو اتنی چیزوں کا سن کر غش
آ گیا بولا:

"چھانگلو مہاراج۔ چیزیں کچھ کم نہیں ہو سکتی ہیں؟"

چھانگلو فرش سے اچھل کر چلایا:

"غضب کرتے۔ بھوتنی کا مقابلہ معمولی بات نہیں ہے
جاؤ جلدی سے لاؤ۔"

مالک مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق ساری چیزیں لے
آیا۔ ماریا ایک طرف کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی۔
چھانگلو نے مفت کا مال اڑانا شروع کر دیا پھر ڈکار
مار کر بولا:

"اب تم سب کمرے سے نکل جاؤ ابھی میرا بھوتنی
سے مقابلہ ہو گا۔"

سرائے کا مالک بولا:

"بھوتنی کی اچھی طرح خبر لیجئے گا۔ پھر ادھر آنے کا نام
نہ لے۔"

چھانگلو اکڑ کر اور چھاتی پر ہاتھ مار کر بولا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ارے دس برس تک افریقہ میں جادو سیکھا ہے گھاس نہیں کاٹی۔ ابھی بھوتنی کو وہ جھاپڑ دوں گا کہ بس نانی بلکہ پڑنانی یاد دلا دوں گا۔ ارے میں تو کئی سو بھوتوں کو کچا ہڑپ کر چکا ہوں۔"

سرائے کا مالک اور ملازم چلے گئے۔ چھانگلو نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور مزے سے بستر پر لیٹ کر سیٹی بجانے لگا۔ ماریا کو اس مکار انسان پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے آگے بڑھ کر چھانگلو کے منہ پر ایک کرارہ تھپڑ مارا۔ چھانگلو کے ہاتھوں کے طوطے پھُرر سے اُڑ گئے۔ وہ تو سمجھ رہا تھا کہ سرائے کے مالک کو بھوت کا وہم ہوا ہے۔ مگر یہاں تو سچ مچ کا بھوت تھا۔

چھانگلو نے گھبرائی ہوئی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا پھر بستر سے اٹھ کر دروازے کی طرف لپکا مگر ماریا نے گردن سے پکڑ کر واپس گھسیٹ لیا اور گنجے سر پر زور دار دھول جمائی۔ چھانگلو بولا:

"واہ واہ۔ زہے نصیب۔ بھوتنی جی بڑا خوش قسمت ہوں کہ آپ کے ہاتھوں مار پڑ رہی ہے۔ آہا۔ میری قسمت جو مجھے دور سے یہاں مار کھانے کے لیے لے آئی۔ ایک اور تھپڑ لگائیے ذرا زور دار قسم کا۔"

ماریا کو چھانگلو کی خوشامد پر ہنسی آ گئی اس نے گنجے اور چکنے سر پر تھپڑ مارا۔ ایسی آواز آئی جیسے ڈھول پر ضرب پڑی ہو۔ چھانگلو نے جھوم کر کہا:

"آہا۔ مزا آ گیا۔ بھوتنی جی میں نے تو سر ہی اس لیے منڈوایا تھا کہ آپ کے تھپڑ کھاؤں۔ ارے میری پیاری بھوتنی نیاری بھوتنی، دلاری بھوتنی۔ بس ایک تھپڑ اور ماریئے۔"

دراصل چھانگلو نے ایک سادھو سے سن رکھا تھا کہ اگر بھوتوں کی خوشامد کی جائے تو وہ انسان کو چھوڑ دیتے ہیں یہی وجہ تھی کہ تھپڑ کھا کر بھی جھوم رہا تھا حالانکہ اس کو اپنی نانی یاد آ گئی تھی۔

ماریا نے کہا:

"ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ کئی سو بھوتوں کو ہڑپ کر چکے ہو۔ اب تمہاری بہادری کدھر گئی؟"

چھانگلو نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"وہ تو میں مذاق کر رہا تھا ورنہ میرے تو بھوتوں کے ساتھ خاندانی تعلقات ہیں۔ میرے نانا بھوت پادشاہ کے بچوں کو ناچ گانا سکھایا کرتے تھے وہ بھوتوں کے وزیر خاص تھے۔"

ماریا کو بڑی ہنسی آئی اس نے کہا:

"میں تو تمہیں ہرگز نہ چھوڑوں گی۔ کچا چبا کر کھاؤں گی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کئی دن سے بھوکی ہوں۔ تمہاری سور ایسی موٹی گردن
کا گوشت بڑا لذیذ ہو گا اس کے کباب بناؤں گی۔"

اب تو چھانگلو کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔ دل میں
سوچا یہ بھوتنی تو خوشامد سے بھی نہیں مانی اب کیا کروں۔
سوچا، معافی مانگنی چاہیے۔ وہ گڑگڑایا:

"بھوتنی جی۔ اس بار جان بخشی کر دو پھر میری توبہ۔
کبھی بھوتوں سے مقابلے کا نہیں سوچوں گا۔"

ماریا نے اس کے پھولے ہوئے پیٹ پر مکا مار کر کہا:

"سرائے کے مالک کا جو مال ہڑپ کیا ہے جلدی سے
اس کے پیسے نکالو۔ جلدی جلدی۔"

چھانگلو نے کہا:

"بھوتنی جی پیسوں کے بدلے چند اور تھپڑ میری گنجی
کھوپڑی پر مار لیجیے۔"

ماریا نے غصے سے کہا:

"بکواس بند کرو۔ ورنہ کچا ہی ہڑپ کر جاؤں گی۔ چلو
پیسے نکال کر بستر پر رکھ دو۔"

چھانگلو نے جیب سے سونے کے سکے نکال کر بستر
پر ڈال دیے۔ ماریا نے اس کی کمر پر لات مار کر کہا:

"بھاگ جاؤ یہاں سے۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے پھر غصہ آ

جائے اور میں تمہیں کھا جاؤں۔"

چھانگلو تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ نیچے سرائے کا
مالک اس کا انتظار کر رہا تھا اس نے پوچھا:

"مہاراج بھوتنی بھاگ گئی نا۔"

چھانگلو نے کمر سہلاتے ہوئے کہا:

"ہائے مر گیا۔ بڑی ظالم بھوتنی ہے ارے یہ کسی کے
بس کی نہیں ہے۔ ہائے۔ بڑا بھاری ہاتھ ہے کم بخت
کا۔ کھوپڑی پلپلی ہو گئی ہے۔ اوئی ماں جی۔"

سرائے کے مالک کا منہ لٹک گیا۔ اس نے کہا:

"وہ اُبلے انڈے، بھنی مرغابی اور دودھ مکھن — وہ کس
حساب میں گیا؟"

چھانگلو نے آنکھیں نکال کر کہا:

"اور بھوتنی نے مجھے جو پھینٹی لگائی ہے اس کا حساب
کون کرے گا۔ ہائے۔ دو تھپڑوں میں ہی دماغ ہلا دیا
کم بخت نے۔"

چھانگلو یہ کہہ کر سرائے سے چلا گیا۔ مالک پریشان ہو
گیا کہ اب کیا کرے۔ شام کے وقت ناگ واپس سرائے
میں آیا اور اوپر جانے لگا تو مالک نے روک لیا اور بولا:

"جناب گڑبڑ ہو گئی۔ آپ کے کمرے پر کسی بھوتنی نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قبضہ جما لیا ہے۔ نکلتی ہی نہیں۔"

ناگ سمجھ گیا کہ ماریا نے کوئی شرارت کی ہوگی۔ مگر حیران ہونے کی ایکٹنگ کرتا ہوا بولا:

"بھوتنی ــ وہ کہاں سے آ گئی۔ اب میں کیا کروں۔ آپ کی سرائے میں تو یہی ایک کمرہ خالی تھا۔"

سرائے کا مالک سر کھجاتا ہوا بولا:

"ہاں یہ مسئلہ تو ہے۔ کمرہ تو اور کوئی بھی خالی نہیں ہے۔"

ناگ نے کہا:

"ٹھیک ہے میں اسی کمرے میں چلا جاتا ہوں بھوتنی سے خود ہی نبٹ لوں گا۔"

سرائے کا مالک اسے روکتا ہی رہ گیا!!

◎

ماریا اور ناگ کو یہیں چھوڑ کر ہم عنبر کے پاس امریکہ چلتے ہیں۔

عنبر قبرستان سے نکل کر شہر کی طرف آ رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ راستے میں ایک پرانے گرجے کا کھنڈر تھا۔ گرجے کے مینار ٹوٹ چکے تھے دیواروں میں جا بجا دراڑیں پڑی ہوئی تھیں۔ عنبر نے سوچا اب کہاں سرائے

میں جاؤں گا۔ یہاں اس ٹوٹے گرجے میں آرام کرنا چاہیے یہ سوچ کر عنبر گرجے کی طرف بڑھا۔

ہر طرف بھیانک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جھاڑیاں اور عجیب عجیب شکلوں کے خود رو پودے اُگے ہوئے تھے۔ تیز ہوا سے یہ پودے لہرا رہے تھے اور چاندنی میں ان کے لہراتے سائے بڑا ہیبت ناک منظر پیش کر رہے تھے۔ عنبر گرجے میں آگیا اور جگہ صاف کر کے لیٹ گیا۔ ٹھنڈی اور تیز ہوا سے جلد ہی وہ اونگھنے لگا اور سو گیا۔

یہ ویران گرجا دو خونی امریکن ٹھگوں کا ٹھکانا تھا۔ وہ دن بھر وارداتیں کرتے اور رات کو گرجے میں آ کر اپنا مال چھپا دیتے۔ اس رات بھی دونوں ٹھگ واپس آئے۔ تو انہوں نے عنبر کو سوتے پایا۔ ٹھگ تو خوش ہو گئے کہ ایک شکار قابو آگیا ہے۔ ایک ٹھگ نے کہا:

"رچرڈ۔ یہ ضرور کوئی مسافر ہے۔ اس کے پاس مال ہو گا اسے ٹھکانے لگا دو۔"

رچرڈ نے قہقہہ لگا کر جیب سے کالا رومال نکال لیا۔ یہ خونی رومال رچرڈ کا سب سے بڑا ہتھیار تھا وہ رومال اپنے شکار کی گردن میں ڈال کر اس طریقے سے جھٹکا دیتا کہ شکار کی گردن ٹوٹ جاتی۔ رچرڈ نے رومال سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پڑے عنبر کے گلے میں ڈال دیا اور جھٹکا دیا۔

عنبر کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا کر دو امریکن اس کے سر پر کھڑے ہیں وہ سمجھ گیا کہ یہ اسے مارنا چاہتے ہیں عنبر نے جان بوجھ کر اسی طرح ہاتھ پاؤں مارے گویا مر رہا ہے پھر اس نے جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔ امریکن رچرڈ نے اس کے گلے سے رومال نکال لیا اور بولا:

"یہ تو چند ہی جھٹکوں میں چل بسا ہے۔ اس کی تلاشی لے کر سارا مال نکال لو۔"

پہلے ٹھگ نے عنبر کی جیبیں ٹٹولنا شروع کر دیں۔ یکایک عنبر نے آنکھیں کھول کر آہستہ سے کہا:

"جانے دے یار۔ کیوں مردے کی بے حرمتی کرتا ہے۔ آرام سے مرنے بھی نہیں دیتے ہو۔"

ٹھگ کے منہ سے تو چیخ نکل گئی۔ عنبر نے دوبارہ آنکھیں بند کر کے سانس روک لیا تھا۔ دوسرے امریکن ٹھگ نے چیخ سنی تو گھبرا کر کہا:

"ارے کیا ہوا چیخ کیوں ماری تھی تم نے۔"

امریکن ٹھگ نے لرزتے ہوئے عنبر کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور بڑی مشکل سے کہا:

"رچرڈ۔ وہ مرا نہیں ہے زندہ ہے اس نے ابھی مجھ

سے بات کی تھی۔"

"زندہ ہے۔" رچرڈ ٹھگ نے حیرت سے کہا۔ "یہ کس طرح ہو سکتا ہے میرا جھٹکا تو سور کی گردن بھی توڑ دیتا ہے۔"

یہ کہہ کر رچرڈ آگے آیا اس نے عنبر کے سینے پر سر رکھا مگر دل دھڑکنے کی آواز نہ سنائی دی۔ عنبر نے تو سانس روک رکھا تھا۔ رچرڈ نے قہقہہ لگا کر کہا:

"یہ تو ایک دم مرا پڑا ہے ارے تمہیں وہم ہوا ہو گا۔ اس کی جیب سے رقم نکال کر تہہ خانے میں آ جانا۔"

رچرڈ گرجے کے اندر بنے خفیہ تہہ خانے میں چلا گیا۔ امریکن ٹھگ پہلے تو ڈرتا رہا پھر سوچا میرا وہم ہو گا بھلا لاش کس طرح بول سکتی ہے۔ ہمت کر کے آگے بڑھا اور عنبر کی جیب سے سونے کے سکے نکالنے لگا۔ عنبر نے جھٹ آنکھیں کھول کر اسے گھورتے ہوئے کہا:

"یار تم پیچھا نہیں چھوڑتے۔ لاش کا احترام کرنا نہیں سیکھا۔ میں بڑا کنجوس آدمی تھا۔ مرنے کے بعد بھی جب تم میری جیب میں ہاتھ ڈالتے ہو تو میں زندہ ہو جاتا ہوں ہاتھ نکالو ابھی مر جاؤں گا۔"

امریکن ٹھگ کا جسم خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا تھا۔ رچرڈ نے غصے سے کہا:

"یہ آج تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ احمق کی اولاد۔ وہ کس طرح زندہ ہو سکتا ہے آؤ ذرا مجھے دکھاؤ۔"

دونوں ٹھگ اوپر آ گئے۔ عنبر اسی طرح آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔ رچرڈ نے گرم ہو کر کہا:

"الو کے پٹھے۔ اگر یہ مرا نہ ہوتا تو کیا اس طرح یہاں پڑا رہتا۔ لگتا ہے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

ٹھگ نے کچھ کہنا چاہا مگر الفاظ حلق میں پھنس گئے۔ اب رچرڈ آگے بڑھا کہ عنبر کی جیب سے سکے نکال لے۔ عنبر بدستور مچلا بنا رہا۔ رچرڈ نے اس کی جیب سے سونے کے سکے نکال لیے اور قہقہہ مار کر بولا:

"واہ۔ یہ مسافر تو خاصا مال دار نکلا۔ آج بڑی مبارک رات ہے بڑا مال ہاتھ آیا ہے۔"

اسی وقت عنبر نے آنکھیں کھولیں اور اٹھتا ہوا بولا:

"لاش کا مال چراتے ہو۔ شرم نہیں آتی تمھیں۔ لاؤ میرے سکے واپس کرو۔"

رچرڈ کا تو منہ کھل گیا۔ دوسرے ٹھگ نے بھاگنا چاہا مگر ٹانگوں نے جواب دے دیا۔ رچرڈ نے کانپتی آواز میں کہا:

"تم زندہ ہو؟"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"میں تمہارا خون پینے کے لیے زندہ ہوا ہوں۔ مج
کا خون بڑا مزے دار لگتا ہے۔"

رچرڈ نے بھاگنا چاہا مگر عنبر نے قابو کر لیا اور
سر پر ایسا مکا مارا کہ وہ خربوزے کی طرح ٹکڑوں
گیا۔ دوسرے ٹھگ نے اپنے ساتھی کا یہ حال دیک
اس کا رنگ سفید پڑ گیا۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا:

"مجھے مت مارنا۔ تمھیں حضرت عیسیٰؑ کا واسطہ۔"

عنبر کے اٹھتے قدم رک گئے۔ اس نے کہا:

"میں مسلمان ہوں اور مسلمان حضرت عیسیٰؑ کا احتر
ہیں۔ عیسائی مذہب بھی یہی تعلیم دیتا ہے کہ نیک
اور گناہوں کو دل میں جگہ نہ دو۔ تم نے حضرت
علیہ السلام کا واسطہ دیا ہے۔ وہ اللہ کے نبی ت
مسلمان ان سے محبت کرتا اور عقیدت رکھتا ہ
تمھیں معاف کرتا ہوں مگر تم یہ وعدہ کرو کہ آئند
کام نہیں کرو گے اور سیدھی راہ پر چلو گے۔ نیک
اچھے انسان کا بڑا رتبہ ہوتا ہے۔"

ٹھگ نے سر جھکا کر کہا:

"مجھ سے جو غلطیاں ہوئی ہیں۔ خداوند انہیں معا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نیا مکتبہ اقراء کا
عمران سیریز
عمران، بلیک زیرو
صفدر اور جولیا
کے
کارنامے

موت کی نیند	۵/-	آئرن کرٹن نمبر۱	۹/-
آپریشن زیرولینڈ	۶/-	آئرن کرٹن نمبر۲	۹/-
فرشتے کی موت	۶/۵۰	سورج کی تلاش نمبر۱	۷/-
شیطان کی ہنسی	۶/-	سورج کی تلاش نمبر۲	۷/-
دھوئیں کی لکیر	۶/۵۰	سازش کا جال	۹/-
مٹی کا خلاء	۶/۵۰	پانچواں آدمی	
ماضی کی تلاش	۶/۵۰	دوزخ سے واپسی	
ڈیتھ آف عمران	۶/۵۰	فولاد کے ہاتھ	
مہذب بھیڑیے	۶/۵۰		
نیویارک کی چیخ نمبر۱	۶/-		
نیویارک کی چیخ نمبر۲	۶/-		

نیا مکتبہ اقراء۔ ۱۴۔بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

آئندہ میں کبھی بڑا کام نہیں کروں گا۔ بڑے کا کام بڑا انجام ہوتا ہے"

ٹھگ چلا گیا۔ عنبر بھی گرجے سے نکل آیا اور کچی سڑک پر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ دور تک پر ہول سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ عنبر چلا جا رہا تھا کہ اسے پیچھے سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ عنبر نے مڑ کر دیکھا۔ چاندنی رات میں کچی سڑک پر ایک بگھی چلی آ رہی ہے جسے دو شاندار کالے گھوڑے کھینچ رہے ہیں!!

◎

- اس کے بعد کیا ہوا؟
- عنبر خون پینے والے ڈریکولا کے پنجے میں پھنستا ہے۔
- ناگ کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے؟
- کیا ماریا کو اپنی خفیہ طاقتیں واپس مل سکیں؟

ان سوالات کے جوابات آپ کو اسی سیریز کی اگلی قسط "عقرب دیوتا کا پجاری" میں ملیں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فہرست

خون پینے والا ڈریکولا

بگھی کے اگلے حصے پر ایک سیاہ پوش کوچوان بیٹھا ہوا تھا۔ گھوڑے کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح دوڑے آ رہے تھے۔ بگھی جو پہلے ایک سیاہ دھبے کی طرح نظر آ رہی تھی قریب آ رہی تھی۔ مدہم روشنی میں گھوڑوں کے سیاہ جسم لہراتے ہوئے شعلوں کی آگ کی طرح لگ رہے تھے۔ بگھی عنبر کے پاس آ کر رک گئی۔ سیاہ پوش کوچوان بوڑھا آدمی تھا اس نے مسکراتے ہوئے عنبر سے کہا،

اے نوجوان۔ اس بھیانک اور سرد رات میں کدھر جا رہے ہو۔ کچھ ہی فاصلے پر قلعہ ہے میں اپنے مالک کے ساتھ وہیں رہتا ہوں میرا مالک بڑا مہمان نواز ہے۔ اگر تم چاہو تو رات قلعے میں گزار سکتے ہو آؤ بگھی میں بیٹھ جاؤ۔

عنبر نے بڑے غور سے بوڑھے کو دیکھا۔

بوڑھے کے لمبوترے چہرے پر لا تعداد جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ ناک طوطے کی طرح آگے سے مڑی ہوئی تھی۔
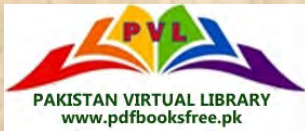
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بوڑھے کی آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی۔ جیسے زرد زرد چراغ جل رہے ہوں۔ آنکھوں کی پتلیاں گردش کرتیں تو صحرا کے وہ بھیانک منحوس گدھ یاد آ جاتے جو کسی مرے ہوئے انسان کی لاش کو نوچ نوچ کر کھا جاتے ہیں۔

عنبر کو یہ سب بڑا پُر اسرار لگا تھا جس طرف سے بگھی آئی تھی عنبر بھی اُدھر سے ہی آ رہا تھا مگر عنبر نے کوئی قلعہ نما عمارت نہیں دیکھی تھی۔ اس نے سوچا دیکھتے ہیں یہ بوڑھا سیاہ پوش کیا کرتا ہے۔

یہ سوچ کر عنبر بولا:

"اے مہربان بزرگ، تمہارا بڑا شکریہ۔ میں واقعی بڑا تھکا ہوا ہوں اور شہر کا راستہ بھی بھول چکا ہوں۔"

عنبر بگھی میں بیٹھ گیا۔ سیاہ پوش نے گھوڑوں پر چابک برسایا اور گھوڑے مڑ کر کچی سڑک کو روندتے ہوئے ہوا سے باتیں کرنے لگے۔ اسی وقت بادل گرجے اور بارش شروع ہو گئی۔ عنبر بگھی کے پچھلے حصے میں بیٹھا ہوا تھا۔ رات کے ویران اور کالے کفن میں گھوڑے سرپٹ دوڑے جا رہے تھے۔ تاریک رات سیاہ بادلوں کے چھا جانے سے اور بھی تاریک ہو گئی تھی سیاہ بادل جن سے بارش کے سفید سفید موتی برس رہے تھے۔

بجلی خوفناک آواز میں کڑکی اور دور تک آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی تیز روشنی پھیل گئی۔ اس تیز روشنی میں عنبر کو قلعے کے کھنڈرات نظر آئے۔ عنبر بڑا حیران ہوا کہ یہ قلعہ کہاں سے آ ٹپکا۔ گھوڑے دوڑتے ہوئے قلعے کے بلند اور مضبوط دروازے کے سامنے رک گئے اور ایڑیاں زمین پر مارتے ہوئے بڑی طرح ہنہنانے لگے۔

عنبر چھلانگ مار کر نیچے اُتر آیا۔ بوڑھا کوچوان اس کے پاس آکر بولا:

"یہ میرے مالک کا قلعہ ہے آؤ اندر چلتے ہیں۔ گھبراؤ نہیں میرے مالک بڑے مہربان انسان ہیں۔ اگر وہ آرام نہ کر رہے ہوتے تو خود تمہارے استقبال کے لیے آتے۔"

عنبر اور بوڑھا سیاہ پوش قلعے کے دروازے کی طرف بڑھے۔ دروازہ کوئی آواز نکالے بغیر خود بخود کھلتا چلا گیا۔ بڑی عجیب بات تھی لیکن عنبر کو کیا پروا ہوتی۔ اسے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

قلعہ بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔ کمروں میں مشعلیں روشن تھیں۔ در و دیوار سے وحشت برس رہی تھی۔ سیاہ پوش عنبر کو لے کر ایک کمرے میں آ گیا۔ بڑا خوب صورت قالین فرش پر بچھا ہوا تھا۔ آتش دان میں لکڑیاں جل رہی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آتش دان کے پاس ہی آرام دہ کرسی پڑی تھی اور یوں
ہل رہی تھی جیسے ابھی ابھی کوئی اس پر سے اٹھ کر
گیا ہے۔ اچانک لکڑیاں زور سے چٹخیں اور شعلوں کی
سرخ زبانیں لمبی ہو گئیں۔

بوڑھے سیاہ پوش نے کہا:

"اے نوجوان تم بیٹھو۔ میں تمہارے لیے کھانے کا انتظام
کرتا ہوں۔"

بوڑھا سیاہ پوش کمرے سے نکل گیا اس کے باہر
نکلتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ سیاہ پوش تیز تیز قدم
اٹھاتا ہوا ایک پرانے کمرے میں آ گیا۔ یہاں دیوار میں
ایک ہتھی لگی ہوئی تھی۔ سیاہ پوش نے ہتھی پکڑ کر زور
سے کھینچی تو گڑگڑاہٹ کے ساتھ دیوار میں اتنا راستہ بن
گیا کہ ایک آدمی بڑے آرام سے گزر سکتا۔

یہ خفیہ تہہ خانے کا راستہ تھا۔ سیاہ پوش سیڑھیاں اتر
کر تہہ خانے میں آ گیا۔ تہہ خانے کی فضا میں نمی اور
سیل کی تیز بو تھی۔ مشعل کی زرد رنگ کی اداس اور سوگوار
روشنی میں تہہ خانے کا ماحول بے حد پر اسرار اور ہیبتناک
تھا۔ چھت سے چمگادڑیں لٹک رہی تھیں۔ فرش پر ہڈیاں
اور کھوپڑیاں بکھری پڑی تھیں۔ ان کے درمیان میں ایک

والا میز پڑی تھی۔

میز پر خون پینے والا ڈریکولا چت لیٹا ہوا تھا۔ میز
کے عین اوپر ایک لاش سر کے بل لٹک رہی تھی۔
لاش کی شہ رگ میں ایک باریک نلکی نصب تھی جس
میں سے لاش کا خون گزرتا ہوا ڈریکولا کے حلق میں پہنچ
رہا تھا۔ لاش ایک عورت کی تھی اور خون نکلنے سے
لاش کا رنگ سفید ہوتا جا رہا تھا۔ ڈریکولا کے پاس مردہ
چمگادڑ کی کھوپڑی پڑی تھی۔

بوڑھے سیاہ پوش نے جیب سے ایک موم بتی
نکال کر چمگادڑ کی کھوپڑی کے عین درمیان میں رکھی اور
روشن کر دی۔ موم بتی کی روشنی ڈریکولا کے چہرے پر پڑنے
لگی۔

سیاہ پوش نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا:

"مولیٰ ڈریکولا۔ جاگ جا۔ تیرا غلام ایک نیا شکار لایا
ہے۔ اس کا گرم اور لذیذ خون پی"

ڈریکولا کی آنکھیں کھل گئیں۔ ڈراؤنی سرخ آنکھیں ___
اس کے نوکیلے لمبے دانت باہر نکل آئے تھے۔ ہاتھوں
کے ناخن بڑھے ہوئے تھے اس کا چہرہ اس قدر خوفناک
تھا کہ کمزور دل آدمی تو دیکھتے ہی مر جاتا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈریکولا نے غراتی آواز میں کہا:

"میرے غلام۔ شکار کہاں ہے؟"

بوڑھے سیاہ پوش نے جھک کر ادب سے کہا:

"آقا۔ میں اسے بڑے کمرے میں چھوڑ آیا ہوں۔ وہ نوجوان اور صحت مند ہے۔ اس کا خون گرم ہوگا۔"

ڈریکولا کا سنسنی خیز قہقہہ تہہ خانے میں گونجا۔ اس نے اٹھ کر سیاہ پوش کی گردن پر اپنا منہ رکھ دیا۔ اس کے تیز دانت گوشت میں اُتر گئے۔ ڈریکولا نے چند گھونٹ پینے کے بعد اسے چھوڑ دیا۔ اس کے کئی انچ لمبے دانتوں سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے تھے۔

یہ اس قلعے کی خوف ناک بلا تھی جو مرنے کے بعد زندہ ہوگئی تھی۔ اس خوف ناک ڈریکولا کی خوراک انسانی خون تھی۔ تازہ انسانی خون جو اس کی زندگی کی ضمانت تھا۔ یہ ڈریکولا کبھی کبھار خون آشام چمگادڑ کے روپ میں قلعے سے نکل جاتا اور شہر پہنچ کر لوگوں کا گرم گرم خون پی جاتا۔ سیاہ پوش بوڑھا اس کا ساتھی تھا۔ وہ مسافروں کو دھوکہ دے کر قلعے میں لے آتا اور وہ ڈریکولا کا نشانہ بن جاتے۔ عنبر کو بھی سیاہ پوش اسی لیے لایا تھا۔

ڈریکولا تہہ خانے میں سینہ تانے کھڑا تھا۔ اس کا کالا

[illegible] پھڑپھڑا رہا تھا پھر ڈریکولا نے حلق سے ہولناک [illegible] اور وہ چمگادڑ بن کر اڑتا ہوا تہہ خانے سے [illegible]

[illegible] عنبر ہال میں بیٹھا ہوا تھا۔ باہر پورے زور [illegible] بارش ہو رہی تھی۔ بجلی کی کڑک اور بادل [illegible] قلعہ کانپ اٹھتا تھا اچانک عنبر کو کسی [illegible] کے پھڑپھڑانے کی آواز سنائی دی۔ اس نے [illegible] کے شیشے سے ایک بڑی چمگادڑ چمٹی ہوئی [illegible] اور اپنے پر مار کر شیشہ توڑنے کی کوشش کر رہی [illegible] کی آنکھیں سرخ اور پنجے نوکیلے تھے۔

[illegible] نے زور سے پَر شیشے پر مارے تو ایک [illegible] کے ساتھ شیشہ ٹوٹ گیا چمگادڑ اندر آ گئی۔ [illegible] مکروہ اور منحوس چیخیں مار رہی تھی۔ عنبر نے دیکھا [illegible] کے کان لمبے ہیں اور باہر کو نکلے دانتوں سے [illegible] کی بوندیں ٹپک رہی ہیں جیسے وہ ابھی ابھی خون [illegible] آئی ہے۔ وہ باہر بارش سے آئی تھی مگر [illegible] خشک تھی۔

وہ مکروہ انداز میں چیختی، بڑے بڑے پر ہلاتی عنبر کے سر پر چکر کاٹنے کے بعد فرش پر گر گئی۔ فرش پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گرتے ہی اس کا جسم پھیلنے لگا اور انسانی شکل اختیار
کرنے لگا چند لمحے بعد ڈریکولا اس کے سامنے کھڑا
تھا۔ اس کے لمبے اور خون آلود دانت پوری طرح سے
کھلے ہوئے سرخ جبڑے سے جھانک رہے تھے۔

ڈریکولا دونوں ہاتھ پھیلا کر عنبر کی طرف بڑھنے لگا۔
وہ دانت نکوستے ہوئے کہہ رہا تھا:

"میں تیرا لذیذ خون پینے کے بعد تجھے بھی اپنے جیسا
بنا دوں گا پھر تُو بھی خون پینے لگے گا۔"

ڈریکولا عنبر کے پاس آ گیا۔ اس کے جھپٹ کر اپنے
لمبے بازوؤں میں عنبر کو دبوچ لیا۔ اس کے دانت پوری
طرح باہر نکل آئے۔ اس نے بڑی بے تابی کے ساتھ
عنبر کے کندھے پر منہ مارا اور دانت گوشت میں پیوست
کرنا چاہے۔ مگر الٹا اس کا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ ڈریکولا
نے حیرت سے اسے دیکھا۔

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"ایک بار پھر کوشش کرو شاید کامیاب ہو جاؤ اور
میرا خون پی سکو۔"

ڈریکولا نے جھنجھلا کر عنبر کی گردن پر پنجہ مارا۔ اسے
یوں لگا جیسے لوہے کی کسی چٹان پر پنجہ مارا ہو عنبر کی

گردن پر خراش تک نہ آئی تھی۔ اس کی عقل و دماغ
حیران ہو کر رہ گیا۔ ڈریکولا گھبرا گیا کہ یا شیطان اعظم
یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ کیسا انسان ہے جس کا نہ خون نکلتا
ہے اور نہ زخم ہوتا ہے۔

ڈریکولا نے چیختے ہوئے فضا میں ہاتھ لہرایا۔ نجانے
کہاں سے اس کے ہاتھ میں لمبا چھرا آ گیا۔ ڈریکولا
نے دونوں ہاتھوں سے چھرا تھام کر دھڑا دھڑ عنبر پر
وار کرنا شروع کیے۔ عنبر نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا
تھا۔ چھرا عنبر کے سینے میں دھنستا مگر باہر نکلتے ہی کھال
پھر جڑ مل جاتی۔ ڈریکولا زور زور سے اس کی گردن
پر چھرا چلانے لگا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ پتھر کی سِل
پر چھرا تیز کر رہا ہے۔

عنبر بڑے مزے سے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

ڈریکولا نے عنبر کو چھوڑ دیا اور کھڑکی کی طرف بھاگا۔
عنبر نے اسے دبوچتے ہوئے کہا:

"جناب۔ اب مجھے بھی تو اپنی خدمت کا موقع دیجیے۔"

عنبر نے چھرا پکڑ کر ڈریکولا کے پیٹ میں گھونپ دیا اور
ہنسنے لگا۔ اب عنبر کے چکرانے کی باری تھی۔ ڈریکولا کے
جسم میں بھی کوئی زخم نہیں ہوا تھا اور نہ ہی خون نکلا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈریکولا نے کہا:

"اے انسان۔ تجھ میں وہ طاقت نہیں ہے کہ مجھے مار سکے۔ مجھ پر تیرا کوئی وار اثر نہیں کرے گا۔"

یہ کہہ کر ڈریکولا کھڑکی کی طرف منہ کر کے خوفناک انداز میں چیخا۔ اسی وقت کئی خونی چیلیں نمودار ہوئیں ان کی مڑی ہوئی چونچیں اور پنجے بڑے بڑے تھے۔ وہ پر پھیلا کر عنبر پر حملے کرنے لگیں۔ عنبر نے ان خونخوار چیلوں کو ٹھکانے لگانا شروع کر دیا۔ ہر چیل کے جسم سے کالے رنگ کا ڈھیروں خون نکل کر فرش پر بکھر جاتا۔ ڈریکولا نے جب یہ منظر دیکھا تو کھڑکی کے راستے باہر چھلانگ لگا دی

عنبر لپک کر کھڑکی کی طرف آیا۔ کھڑکی کے اس طرف گہری کھائی تھی۔ عنبر نے دیکھا ڈریکولا کسی پرندے کی مانند ہوا میں اڑتا جا رہا ہے دیکھتے ہی دیکھتے وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ چیلیں بھی چیخیں چلاتی بھاگ گئیں۔ بارش اسی زور و شور سے ہو رہی تھی۔ عنبر کرسی پر بیٹھ گیا اس نے باقی رات قلعے میں ہی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا!!

لکڑی کی میخیں

صبح ہوئی تو عنبر قلعے سے نکل آیا۔

سیاہ گھوڑوں والی بگھی باہر کھڑی تھی۔ عنبر بگھی میں سوار ہو کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں وہ یہی سوچتا رہا کہ کسی طرح اس خون پینے والے ڈریکولا کو ہلاک کر دینا چاہیے جو مسافروں کے لیے موت بنا ہوا ہے۔ عنبر شہر پہنچ کر سب سے بڑے گرجے میں گیا۔ وہ گرجے کے پادری کو ساری بات سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔

پادری نے عنبر کی بات سنی اور بولا:

"تم نے بہت اچھا کیا جو میرے پاس آ گئے۔ ڈریکولا خنجر یا گولی سے نہیں مر سکتا۔ اس کی موت تبھی ہو گی جب لکڑی کی میخ اس کے سینے میں ٹھونک دی جائے۔"

یہ کہہ کر پادری ٹہلنے اور بڑبڑانے لگا:

"تاریکی کا شیطان ڈریکولا پھر زندہ ہو گیا ہے۔ اسے مارنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہت ضروری ہے وہ انسانوں کے خون کا پیاسا ہے اور جس کا خون پی لے اسے بھی اپنی طرح کا شیطان بنا دیتا ہے۔ شیطان ڈریکولا کے مرتے ہی اس کے چیلے بھی مر جائیں گے۔"

پادری ٹہلتے ہوئے رُک گیا۔ اس کی بڑی بڑی چمکیلی آنکھیں عنبر پر جم گئیں اس نے کہا:

"اے نوجوان۔ تم یقیناً بڑے بہادر اور نیک ہو تبھی ڈریکولا کے پنجے سے نکل آئے۔ کیا تم ڈریکولا کو ختم کرنے میں میرا ساتھ دو گے۔ خدا تمہیں اس کا بڑا اجر دے گا۔"

عنبر نے جواب دیا:

"اے پادری۔ میں خود یہی چاہتا ہوں کہ شیطان ڈریکولا کا خاتمہ ہو جائے اور بے گناہ مسافر موت سے بچ جائیں۔"

پادری اور عنبر رات کے وقت قلعے کی طرف روانہ ہو گئے۔ پادری نے گلے میں صلیب پہن رکھی تھی اس کے ہاتھ میں ایک ہتھوڑا اور لکڑی کی خاصی بڑی چار میخیں تھیں۔ عنبر کے ہاتھ میں ایک کدال تھی۔ قلعہ ویران پڑا تھا۔ عنبر اور پادری نے سارے کمرے کھنگال ڈالے مگر کوئی نظر نہ آیا۔

قلعہ کے پچھلی طرف ایک چھوٹا، قبرستان تھا۔ پادری اور عنبر قبرستان میں آ گئے۔ زرد چاند طلوع ہو چکا تھا۔ اس کی اداس اور زرد روشنی قبرستان میں پھیلی ہوئی تھی۔ چوڑے پتوں والی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ قبریں ٹوٹی پھوٹی تھیں اور اُنکے کتبے گرے پڑے تھے۔ ہوا میں مردوں کے کفن پر چھڑکے جانے والے مشک کافور کی بُو رچی ہوئی تھی۔ قبرستان کی فضا بڑی خاموش اور پُراسرار تھی۔ عنبر نے دیکھا کہ ہر قبر کے سرہانے کسی نہ کسی جانور کا کا کالا مجسمہ بنا ہوا ہے۔ لومڑ، اُلو، چمگادڑ، چیل، بلی، ان کے مجسمے بکھرے پڑے تھے۔

ایک جگہ تازہ قبر بنی ہوئی تھی۔

پادری قبر کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ اس نے آسمان پر ایک نظر ڈالی اور عنبر سے کہا:

"اس قبر کو کھودو۔ لگتا ہے اس میں ڈریکولا کا کوئی تازہ شکار دفن ہے۔ آج کی رات قبر میں گزارنے کے بعد یہ بھی خون پینے والا بن جائے گا۔ ہمیں چاہیے اس سے پہلے ہی اسے ڈریکولا کے اثر سے نجات دلا دیں۔"

عنبر نے کدال سنبھالی اور تیزی سے قبر کھودنے میں مصروف ہو گیا۔ قبر کھود کر عنبر اور پادری نے تابوت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نکال لیا۔ پادری نے اپنے سینے پر انگلیوں سے صلیب
کا نشان بناتے ہوئے کہا:

"تابوت کا ڈھکن اُٹھا دو۔"

عنبر نے ایسا ہی کیا۔ اندر بوڑھے سیاہ پوش کی لاش
پڑی تھی۔ شیطان ڈریکولا کو جب عنبر کا خون نہ ملا تو
اس نے اپنے وفادار غلام کا ہی خون پی لیا اور اسے
دفن کر دیا تاکہ وہ بھی خونی بن جائے ___ سیاہ پوش
کا چہرہ انتہائی خوف ناک ہو چکا تھا۔ سرخ زبان اور
ہونٹوں سے باہر نکلے ہوئے دانت ___ ہاتھوں کے ناخن
غیر معمولی طور پر لمبے اور نوکیلے ہو گئے تھے۔

پادری نے ایک بار پھر سینے پر انگلیوں سے صلیب
کا نشان بنایا۔ عنبر نے لکڑی کی ایک میخ لے کر سیاہ
پوش کے سینے پر رکھی اور پوری طاقت سے ہتھوڑا مارا۔
میخ دھنستی چلی گئی۔ سیاہ پوش نے آنکھیں کھول کر انتہائی
دل دوز چیخ ماری اور تڑپنے لگا۔

پادری انجیل مقدس پڑھ کر پھونکیں مارنے لگا۔

سیاہ پوش تڑپنے کے بعد ٹھنڈا ہو گیا اسکے دانت
ٹھیک ہو گئے۔ ناخن غائب ہو گئے اور چہرے پر
اطمینان سا چھا گیا۔ پادری نے دعائے مغفرت پڑھی اور

عنبر کی طرف دیکھ کر بولا:

"یہ اب مرا ہے۔ اب یہ شیطان ڈریکولا کی قید سے نکل
گیا ہے۔ خدا وند اس پر رحم فرمائیے۔"

فضا میں کئی چمگادڑیں چکر کاٹ رہی تھیں۔ عنبر نے
چاندنی میں ان چمگادڑوں کی چمکتی آنکھیں دیکھیں عجیب
رنگ تھا۔ ان آنکھوں کا۔ کبھی زرد تو کبھی سرخ جیسے
انگارے دہک رہے ہوں۔ پادری نے کچھ پڑھ کر پھونک
ماری تو چمگادڑیں چیختی ہوئی منتشر ہو گئیں۔ پادری نے گلے
میں لٹکی صلیب کو بوسہ دیا اور بولا:

"شیطان ڈریکولا اس قبرستان میں کہیں چھپا ہوا ہے اسے
تلاش کرو۔"

ٹھنڈی یخ ہوا چل رہی تھی۔ خشک پتے اجڑی ہوئی
قبروں پر چکر کھا رہے تھے۔ جھینگروں، مینڈکوں اور گرگٹوں
کی ٹرٹراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ عنبر اور پادری شیطان ڈریکولا
کی تلاش میں ادھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ انہوں نے سارا
قبرستان چھان مارا مگر ڈریکولا کا کوئی پتہ نہ تھا۔ وہ اس وقت
ایک پرانی بارہ دری کے پاس کھڑے تھے۔

اچانک عنبر کے کان کھڑے ہو گئے۔ اسے سوکھے پتوں
پر کسی کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ عنبر اس طرف کا۔ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے دیکھا کر شیطان ڈریکولا اپنے ہاتھ میں لوہے کی ایک چمک
سلاخ لیے کھڑا ہے۔ عنبر کو دیکھتے ہی وہ غائب ہوگیا۔
پادری نے عنبر کے پاس آتے ہوئے کہا:
"کون تھا عنبر"
"شیطان ڈریکولا" عنبر نے جواب دیا:
"مجھے دیکھ کر بھاگ گیا اس کے ہاتھ میں لوہے کی
سلاخ تھی۔"
"لوہے کی سلاخ" پادری بڑبڑایا پھر اس نے اپنے سی
پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا:
"وہ ہمیں مارنا چاہتا ہے خداوند اس پر اپنا عتاب ناز
کرے اور اس کو انگاروں سے جلائے۔"
ڈراؤنی اور کالی رات میں دونوں پھر شیطان ڈریکولا ک
ڈھونڈنے لگے۔ عنبر بارہ دری سے اتر کر دوسری طرف
گیا۔ جہاں جنگلی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ عنبر کچھ آگے بڑھا تھا
ایک قبر سے لاش نکل آئی۔
بھیانک چہرے والی اس لاش کے دانتوں میں خنجر د
ہوا تھا۔ رنگ کالا سیاہ اور پاؤں اُلٹے تھے۔ سر پر کھ
سڑے بال تھے جیسے جنگلی جھاڑیاں ہوں۔ لاش نے خنجر
دانتوں سے نکال کر فضا میں اچھالا۔ خنجر گرتے وقت لا

ل اُن پر گرا۔ گردن کٹ گئی اور خون بہنے لگا۔
ش نے اپنا سر ہاتھ پر اٹھا لیا اور عنبر کی طرف
ہوئے بولی:
را سر جوڑ دو آؤ۔ آؤ اسے جوڑ دو۔"
کٹی لاش آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ اس
اتھ پر رکھے کٹے ہوئے سر کے ہونٹ مسلسل
ہے تھے۔ "میرا سر جوڑ دو" خون کے قطرے ٹپک
تھے۔ عنبر لاش کی طرف بڑھا تو لاش چیخ مار کر
قبر میں کود گئی عنبر بھاگ کر وہاں گیا لیکن۔ لیکن
ل پڑی تھی پر اسرار لاش غائب ہو چکی تھی۔
ھ دیر حیران عنبر وہاں کھڑا رہا۔ کسی طرف سے کوئی
از نہیں آ رہی تھی۔ مینڈک وغیرہ بھی ٹرٹرانا بند ہو
تھے۔ یوں لگا جیسے ہر شے نے سانس روک لیا
ہوا بھی ساکت ہو گئی تھی پھر ایک ہولناک چیخ
سناٹے کو درہم برہم کر دیا۔ وہ لرزہ خیز، خون
کرنے والی بھیانک چیخ قبرستان کے وسط سے اٹھی
تاریکی کا سینہ چیر کر آنے والی یہ چیخ پگھلا ہوا
بن کر عنبر کے کانوں میں اتر گئی۔
پادری کی چیخ تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر پوری طاقت سے اُدھر بھاگا۔ اس نے دیکھا پادری کے سینے میں لوہے کی چمکتی سلاخ آر پار ہو چکی ہے اور خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ کالے لبادے والا شیطان ڈریکولا ایک طرف بھاگا جا رہا تھا پھر وہ ایک قبر میں چھلانگ لگا کر غائب ہو گیا۔ عنبر پادری کی طرف لپکا۔ پادری کا چہرہ درد و اذیت سے بگڑ چکا تھا۔ لوہے کی سلاخ دل کو چیرتی ہوئی گزر گئی تھی۔ پادری نے نیکی اور بھلائی کا کام کرتے ہوئے جان دے دی تھی۔

لکڑی کی دو میخیں اور ہتھوڑا زمین پر پڑا تھا۔ عنبر نے انہیں اٹھا لیا اور اس قبر کی طرف بھاگا جس میں ڈریکولا نے چھلانگ لگائی تھی۔ قبر کے پاس پہنچتے ہی عنبر کو ٹھوکر لگی وہ اچھل کر گرا۔ اس کا سر قبر کے سرہانے بنے گیدڑ کے مجسمے سے ٹکرایا۔ عنبر کو یوں لگا جیسے برف کے بلاک سے اس کا سر ٹکرایا ہو۔ سردی کی ایک لہر اس کے جسم میں دوڑتی چلی گئی۔

عنبر اٹھا ہی تھا کہ اسے ہنسنے کی آواز آئی۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ دو کفن پوش مردے پادری کی لاش پر جھکے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں کی جگہ خالی

گڑھے تھے۔ کفن پر جا بجا خون کے دھبے تھے۔ ان کے لمبے نوکیلے دانت باہر نکلے ہوئے تھے بڑے خوفناک لگ رہے تھے۔ پھر ایک مردے نے جھٹکے کے ساتھ پادری کا سر دھڑ سے الگ کیا اور خون پینے لگا۔ مردے نے اپنے جبڑے گردن پر جما رکھے تھے اور خون پی رہا تھا۔

دوسرے مردے نے پادری کا دل نکال لیا اور کچر کچر کر کے کھا گیا۔ بڑا ڈراؤنا منظر تھا عنبر یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ قبر سے ایک مردہ عورت نکلی۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے آنکھوں کے گرد پیالہ نما حلقے تھے اور زبان منہ سے باہر لٹک رہی تھی۔ مردہ عورت کے ہاتھ میں چمکتی تلوار تھی اس نے ہولناک چیخ مار کر تلوار عنبر کے سر پر دے ماری۔ کھٹاک سے تلوار ٹوٹ گئی۔ عنبر نے جواباً ہتھوڑا گھما کر مردہ عورت کی کھوپڑی پر مارا۔ اتنی طاقت سے ہتھوڑا مارا گیا تھا کہ کسی چٹان پر پڑتا تو وہ بھی پاش پاش ہو جاتی مگر مردہ عورت پر کوئی اثر نہ ہوا۔

عنبر کو پادری کی بات یاد آ گئی۔

یہ شیطان اسی صورت میں مر سکتے تھے کہ ان کے سینوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں کلڑی کی میخیں ٹھونک دی جائیں۔ عنبر نے بڑی تیزی
کے ساتھ لکڑی کی ایک میخ عورت کے سینے پر رکھی اور
ہتھوڑا مارا۔ میخ عورت کے جسم میں دھنس گئی۔ اس کے
حلق سے دل ہلا دینے والی چیخ نکلی اور ساتھ ہی وہ ایک
پرانے ڈھانچے میں بدل گئی۔

عنبر نے قبر میں چھلانگ لگا دی۔ قبر کسی اندھے کنوئیں
کی مانند گہری تھی۔ اس کی تہہ میں ہڈیوں کے ڈھانچے بکھرے
پڑے تھے۔ عنبر ایک دھماکے کے ساتھ ان ڈھانچوں پر
گرا۔ کڑکڑاہٹ کی بھیانک آواز کے ساتھ کئی ڈھانچے چکنا
چور ہو گئے۔ قبر کی دیوار میں ایک دروازہ تھا جو کھڑکی
جیسا تھا۔ اس میں سے جھکے بغیر نہیں گزرا جا سکتا تھا۔ عنبر
اس کھڑکی نما دروازے میں داخل ہو گیا۔ اس نے لکڑی
کی میخ اپنے لباس میں چھپا لی تھی۔

کچھ آگے جا کر سیڑھیاں آ گئیں جو نیچے کو جا رہی
تھیں۔ یہاں دھندلی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ہر سیڑھی
پر ایک انسانی کھوپڑی پڑی تھی۔ جن میں عجیب قسم کی
موم بتیاں جل رہی تھیں یہ دھندلی سرخ روشنی انہی سے
پھوٹ رہی تھی۔ عنبر نیچے اترنے لگا۔ مردوں کے کفن
پر چھڑکے جانے والے مشک کافور کی بُو اب تیز ہو گئی

تھی پھر اس بُو میں لوبان کی بو بھی شامل ہو گئی۔

سیڑھیاں اترنے کے بعد ایک بڑا دالان آ گیا اور
سامنے ایک پرانا مصری مقبرہ نظر آنے لگا جسے اہرام کہتے
ہیں۔ عنبر نے اپنی زندگی میں کئی اہرام دیکھے تھے بلکہ وہ بارہ
سال کی عمر میں اپنے منہ بولے باپ دجال کے ساتھ مل
کر اہرام بناتا رہا تھا۔ بڑے بڑے پتھروں سے بنی تکونی
عمارت کو اہرام کہا جاتا ہے قدیم مصر کے فرعون مرنے
کے بعد ان اہراموں میں دفن ہوتے تھے۔ مرے ہوئے
فرعون کی لاش کو دوائیاں لگا کر محفوظ کر لیا جاتا تھا۔ یہ
محفوظ شدہ لاشیں ممی کہلاتی تھیں۔ مرنے والے فرعون کی لاش
کے ساتھ اس کے زندہ غلاموں، کنیزوں اور سونے چاندی
کے زیوروں کو دفن کر دیا جاتا تھا کیوں کہ مصر کے پرانے لوگوں
کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد فرعون اگلے جہان میں زندہ
ہو جاتا ہے اور اسے غلاموں اور کنیزوں کی ضرورت
ہوتی ہے۔

عنبر یہ اہرام دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

زمین سے سینکڑوں فٹ نیچے اتنا شاندار اور قدیم ہرم
— عنبر کو معلوم نہ تھا کہ یہ خون پینے والے شیطان
کی بستی ہے۔ وہ اہرام کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اہرام کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس کے نتھنوں میں مشک کافور اور لوبان کی تیز بو گھس گئی۔ اس قسم کی بو عنبر نے ہزاروں سال پہلے مصر کے پرانے قبرستان میں محسوس کی تھی۔

ہرم کی دیواروں پر چمک دار رنگوں سے مختلف جانوروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ ان میں سرخ رنگ نمایاں تھا۔ لہو کی طرح گیلا گیلا رنگ ۔ اچانک عنبر کو یوں لگا جیسے ہر تصویر زندہ ہو گئی ہے اور اسے گھورنے لگی ہے۔ عنبر کو کبھی خوف محسوس نہیں ہوا تھا مگر ان لہو رنگ تصویروں میں نجانے کیا بات تھی کہ عنبر کو اپنے جسم میں ایک ٹھنڈی لہر دوڑتی محسوس ہوئی۔ وہ اس لمبی راہداری سے گزر کر ایک چوکور وسیع کمرے میں آ گیا۔ یہاں دیوار کے ساتھ قطار در قطار سیاہ لکڑی کے بکس پڑے ہوئے تھے۔ ہر بکس میں ایک خون پینے والے شیطان کی لاش تھی۔ یہ لاشیں لکڑی کی طرح اکڑی ہوئی تھیں۔ ہر لاش گردن تک سفید کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ سفید کفن۔ جو خون سے داغدار تھے۔ ان لاشوں کے منہ کھلے ہوئے تھے اور خونی دانت باہر کو نکلے ہوئے صاف نظر آ رہے تھے۔

عنبر کو شیطان ڈریکولا کی تلاش تھی۔ وہ اس کمرے سے

گزرتا ہوا دوسرے کمرے میں آ گیا۔ یہاں ایک بڑا سیاہ بکس پڑا تھا۔ اس بکس پر لاتعداد نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ پائے چمکیلے کالے پتھر سے بنے تھے اور ہر پائے سے سرخ رنگ کا ایک سانپ لپٹا ہوا تھا یہ زندہ سانپ نہیں تھے بلکہ مجسمے تھے مگر اس خوبصورتی سے بنائے گئے تھے کہ دور سے زندہ لگتے تھے۔

اس سیاہ بکس میں خونی شیطان ڈریکولا بیٹھا ہوا تھا۔ دہکتے انگاروں جیسی آنکھوں، لمبوترے خوف ناک چہرے والا ڈریکولا عنبر کو ہڑپ کر جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ خونی ڈریکولا کے چیخ مارتے ہی دوسرے کمرے میں پڑی لاشوں میں حرکت پیدا ہو گئی وہ اپنے بکسوں سے نکل کر ادھر آ گئیں اور عنبر پر ٹوٹ پڑیں۔

شیطان ڈریکولا قہقہے مارنے لگا اس نے کہا:

"اے انسان ۔ اب تو زندہ نہ بچ سکے گا میرے ساتھی شیطان تیرے جسم سے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ لیں گے۔"

خون پینے والے شیطان عنبر پر جھپٹنے لگے وہ اسے دانتوں اور پنجوں سے بھنبھوڑ رہے تھے مگر عنبر پر کیا اثر ہوتا۔ وہ ان زندہ لاشوں کے ہجوم کو چیرتا ہوا شیطان ڈریکولا کے بکس تک پہنچ گیا۔ شیطان ڈریکولا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جلدی سے اپنے بکس میں لیٹ گیا۔ بکس کا ڈھکن بند ہونے لگا مگر عنبر جست مار کر بکس میں آگیا اور شیطان ڈریکولا کے سینے پر سوار ہو گیا۔

عنبر نے پھرتی سے اپنے لباس میں چھپائی مکڑی کی میخ نکال لی۔ میخ دیکھتے ہی شیطان ڈریکولا ایسے چلانے لگا۔ جیسے وہ بکرا ہے، اور اسے چھری نظر آ گئی ہے۔ عنبر نے میخ اس کے سینے پر رکھ کر زور سے مکا مارا میخ گوشت کو چیرتی ہوئی گھس گئی۔ شیطان ڈریکولا کے حلق سے اس قدر خوفناک چیخ نکلی کہ پورے اہرام کے در و دیوار کانپ اٹھے۔ وہ بڑی طرح تڑپ رہا تھا۔

باقی خون پینے والے۔ لاشوں کے سینوں میں بھی نجانے کیسے مکڑی کی میخیں ٹھک گئی تھیں اور وہ تڑپ رہے تھے۔ ان کی دل دوز چیخوں سے کمرہ لرز رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب مر گئے۔ شیطان ڈریکولا کا جسم آپ ہی آپ گلنے لگا چند لمحوں بعد وہاں سیاہ رنگ کے لیس دار پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس غلیظ پانی سے بو اٹھ رہی تھی۔

عنبر سرنگ کے راستے قبرستان سے نکل آیا۔ خونی شیطان ڈریکولا کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ باہر آکر اس نے دیکھا

کہ قبرستان کی ساری قبریں پھٹی ہوئی ہیں اور ان میں موجود ہر لاش کے سینے میں مکڑی کی میخ ٹھکی ہوئی ہے یہ خون پینے والوں کا قبرستان تھا۔ عنبر نے ایک قبر کو کھود کر پادری کی ادھ کھائی لاش دفن کی اور قبرستان سے نکل آیا۔

O

وہ رات عنبر نے شہر آکر سرائے میں گزاری اور صبح ہوتے ہی الفریڈ کی طرف روانہ ہو گیا جس نے دولت کے لالچ میں اپنے بھائی جارج کو زندہ دفن کر دیا تھا۔ اس کا پورا حال تو آپ پچھلی قسط "قبر اور ڈھانچہ" میں پڑھ چکے ہیں۔)۔ الفریڈ کے بھائی جارج کی روح نے عنبر سے مدد مانگی تھی اور عنبر نے وعدہ کر لیا تھا۔

روح نے اسے الفریڈ کا پتہ بتا دیا تھا۔ عنبر آسانی سے الفریڈ کے محل پہنچ گیا۔ سرخ پتھروں سے بنا ہوا شاندار محل تھا جس کی چھت پر مور کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ محل کے دروازے پر دو دربان کھڑے تھے۔ عنبر نے دیکھا کہ کئی ڈاکٹر اپنی صندوقچیاں سنبھالے آ جا رہے ہیں۔ عنبر نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ الفریڈ کو آدھے سر کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درد ہے۔"

ہمارے پڑھنے والے یہ تو جانتے ہیں کہ عنبر حکیم بھی رہا ہے۔ عنبر نے الفریڈ کی بیماری کا سُنا تو خوش ہو گیا۔ یہ الفریڈ تک پہنچنے کا سنہری موقع تھا۔

اس نے دربان سے کہا:

"میں حکیم ہوں اور میرے پاس آدھے سر کے درد کا علاج موجود ہے ابھی تمہارے آقا کو تندرست کر دوں گا۔"

دربان نے اسے گھورا اور کہا:

"ابے چلتا پھرتا نظر آ۔ یہاں بڑے بڑے ڈاکٹر ناکام ہو گئے تُو تو کل کا چھوکرا ہے۔"

عنبر نے اسے بہتیرا سمجھایا مگر دربان گرمی کھا گیا اور چلّایا:

"بھاگ جاؤ۔ ورنہ ابھی گولی سے اڑا دوں گا۔ ساری حکیمی دھری رہ جائے گی۔"

یہ بحث جاری تھی کہ اندر سے الفریڈ کا مینجر نکل آیا۔ اسے جب بات کا پتہ چلا تو اس نے کہا:

"مسٹر۔ تم شکل سے تو حکیم نظر نہیں آتے۔"

عنبر نے کہا:

"جناب۔ میں نے مصر حکمت کا سبق لیا ہے اگر

آپ کے مالک کو صحت یابی نہ ہوئی تو میری گردن کاٹ دیجئے گا۔"

مینجر نے جب یہ بات سنی تو چونک پڑا۔ اس سے پہلے کسی ڈاکٹر یا حکیم نے ایسا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اسے یقین سا ہو گیا کہ یہ نوجوان ہی الفریڈ کا علاج کر سکتا ہے۔ مینجر عنبر کو اندر لے گیا۔ الفریڈ کو سر درد کی وجہ سے تیز بخار ہو گیا تھا۔ عنبر نے دیکھا اس کے چہرے پر پھٹکار برس رہی ہے یہ گناہوں کی وجہ سے تھا۔ جو لوگ اور بچے نیک ہوتے ہیں، بُرے کام نہیں کرتے۔ ان کے چہروں پر نور ہوتا ہے۔

عنبر نے بازار سے جڑی بوٹیاں منگوائیں۔ انہیں پیس کر دوائی بنا کر الفریڈ کو کھلائی اور سر پر لیپ کی تو الفریڈ کا سر درد جاتا رہا۔ دو ہی دن میں وہ بھلا چنگا ہو گیا۔ الفریڈ، عنبر سے بہت خوش ہوا اس نے کہا:

"نوجوان حکیم۔ تُو نے ہمیں درد سے نجات دلائی ہے۔ جو مانگے گا دوں گا۔"

عنبر نے دل میں کہا:

"بیٹا جی۔ فکر نہ کرو تمہیں زندگی سے بھی نجات دلا دوں گا۔" مگر اوپر سے بولا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جناب میں مصر سے آیا ہوں اور نوکری کی تلاش میں ہوں
اگر نوکری مل جائے تو کیا ہی بات ہو۔"
الفریڈ نے اسی وقت عنبر کو ملازم رکھ لیا۔ یہاں عنبر
نے روح کے بیٹے ہنری کو بھی دیکھا جو غلاموں سے بدتر
حالت میں تھا حالانکہ اس ساری دولت و جائیداد کا صحیح
وارث وہی تھا۔ الفریڈ نے عنبر کو ملازم تو رکھ لیا
مگر اس کی ایک عادت تھی کہ وہ ہر نئے آدمی کے
بارے میں اپنے خاص نجومی سے پوچھ لیتا تھا۔
اس نے اپنے خاص نجومی کو بلایا اور عنبر کے بارے
میں پوچھا:
امریکن نجومی نے زائچہ بنایا اور کہا:
"جناب — یہ نوجوان عنبر آپ کے لیے بہت خطرناک
ہے۔ یہ آپ کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔"
الفریڈ دنگ رہ گیا اس نے کہا:
"دوبارہ حساب لگاؤ۔ اگر عنبر نے مجھے مارنا ہوتا تو میرا
علاج ہی کیوں کرتا۔"
امریکن نجومی بولا:
"میرا علم سچا ہے۔ زائچہ اس کے علاوہ ایک اور بات
بتاتا ہے کہ اس عنبر کے پاس کوئی ایسی طاقت ہے کہ

اسے موت نہیں آ سکتی۔ ہاں اگر اسے کسی کنوئیں میں
ڈال دیا جائے تو یہ بے بس ہو جائے گا۔"
الفریڈ تو اچھل پڑا۔ سر کھجاتا ہوا بولا:
"یہ آج تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ کچھ سمجھ میں نہیں
آ رہی ہیں۔ اچھا تم جاؤ میں خود ہی دیکھ لوں گا۔"
نجومی چلا گیا مگر الفریڈ کو پریشان کر گیا۔ الفریڈ کو اپنے
اس نجومی پر بڑا اعتماد تھا۔ اس کی ساری پیش گوئیاں سچ
نکلتی تھیں۔ الفریڈ نے اسی وقت زہر منگوایا۔ وہ کھانے
میں عنبر کو زہر دے کر یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ مرتا
ہے یا نہیں۔ اسے اس بات کی کوئی پروا نہ تھی کہ اگر نجومی
کی بات جھوٹی ہو تو عنبر مر جائے گا۔
دوپہر کو جب الفریڈ کھانا کھانے لگا تو اس نے عنبر
کو بلوا لیا اور اس کے سامنے زہر ملا کھانا رکھ دیا۔
عنبر الفریڈ کی مکاری سے بے خبر تھا۔ وہ مزے سے کھانا
کھا گیا۔ زہر تو اس پہ اثر کر نہیں سکتا تھا۔ الفریڈ نے
جب یہ دیکھا تو گھبرا گیا۔ نجومی کی بات سچ نکلی تھی۔ الفریڈ
کو تو اب اپنی جان کی فکر پڑ گئی۔
شہر سے کچھ فاصلے پر قصبے میں پہاڑوں کے دامن میں
الفریڈ کے کھیت تھے۔ جہاں اس کے نوکر کام کرتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہاں ایک اندھا کنواں بھی تھا جو سینکڑوں سال پرانا تھا۔ الفریڈ نے فیصلہ کیا کہ عیاری سے عنبر کو اس اندھے کنوئیں میں گرا دیا جائے۔

اگلے دن اس نے زمینوں کا معائنہ کرنے کا بہانہ کر کے عنبر اور چند دوسرے ملازموں کو ساتھ لیا اور قصبے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اپنے چند خاص آدمیوں کے ذریعے کنوئیں کے اوپر اس طرح گھوس پھونس ڈلوا دی تھی کہ پتہ نہ چلتا تھا۔

قصبے میں پہنچ کر کھیتوں کی سیر کرتے ہوئے الفریڈ بڑی عیاری سے عنبر کو اندھے کنوئیں کی طرف لے گیا۔ عنبر کے دل میں ایک پل کے لیے بھی یہ خیال نہ آیا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہو رہا ہے۔ اس کا ایک پیر اس گھاس پھونس پر پڑا جس کے نیچے اندھا کنواں تھا۔ عنبر لڑکھڑا کر گرنے لگا۔ اسی لمحے عنبر نے بڑی پھرتی کے ساتھ الفریڈ کی ٹانگ دبوچ لی اور اسے بھی اپنے ساتھ ہی گھسیٹ لیا۔

الفریڈ کے حلق سے خوفناک چیخ نکلی۔ اب دونوں قلابازیاں کھاتے اندھے کنوئیں میں گر رہے تھے۔ کنواں بہت گہرا تھا۔ اس کی تہہ میں بڑے بڑے پتھر پڑے

ہوئے تھے۔ الفریڈ ایک پتھر کے اوپر گرا اور اس کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا۔ وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ عنبر کو کچھ بھی نہ ہوا۔

عنبر نے جارج کی روح سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا تھا۔ اس نے جارج کی بے چین روح کا انتقام لے لیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اب روح قبرستان سے آزاد ہو چکی ہو گی۔ ابھی عنبر یہ سوچ رہا تھا کہ کنوئیں میں ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا کا جھونکا گھس آیا۔ اس کے ساتھ ہی جارج کی روح کی آواز آئی:

"اے عنبر — تیرا بہت بہت شکریہ۔ اب مجھے سامنے ہی روحوں کی دنیا کا دروازہ نظر آ رہا ہے۔ میں اپنے بیٹے ہنری کو خزانے کا پتہ بتا کر جنت میں چلی جاؤں گی اور ہمیشہ تمہیں دعائیں دوں گی۔"

عنبر نے کہا:

"اے روح۔ کیا تو مجھے اس کنوئیں سے باہر نکال سکتی ہے؟"

جارج کی روح نے جواب دیا:

"ہاں۔ اب میں ایک طاقتور روح ہوں تمہیں ابھی کنوئیں سے نکالے دیتی ہوں۔" اس کے ساتھ ہی خوشبودار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوا کے جھونکے نے عنبر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور عنبر اوپر اٹھنے لگا۔ چند لمحے بعد وہ کنوئیں سے باہر تھا۔

روح نے کہا:

"اچھا عنبر خدا حافظ۔"

خوشبو کا جھونکا آگے نکل گیا اور عنبر ایک طرف چل دیا!!

◎

جادوگر بھکشو

عنبر کو یہیں چھوڑ کر اب ہم ہندوستان واپس ناگ اور ماریا کے پاس چلتے ہیں۔ ناگ اور ماریا کلکتہ شہر کی سرائے میں بڑے مزے سے رہ رہے تھے۔ اس وقت ناگ گھومنے پھرنے سرائے سے باہر گیا ہوا تھا جب کہ ماریا بستر پر پڑی آرام کر رہی تھی ماریا کا بڑا دل چاہتا تھا کہ بازار میں گھومے مگر ناگ نے منع کر رکھا تھا کیوں کہ اس زمانے میں ہندوستان جادوگروں کی سرزمین تھی۔ ناگ کو ڈر تھا کہ کہیں ماریا پھر کسی جادوگر کے ہتھے نہ چڑھ جائے کیوں کہ اب وہ خفیہ طاقتوں کی مالک تو نہیں تھی۔

بستر میں پڑے پڑے ماریا اکتا گئی۔

اس نے سوچا باہر چلنا چاہیے۔ کچھ دیر بعد آ جاؤں گی ناگ کو تو پتہ ہی نہ چلے گا۔ یہ سوچ کر وہ کمرے سے نکل آئی اور سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ برآمدے میں سے گزرتے ہوئے اس نے ایک آواز سنی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھکشو نہیں آیا ابھی تک — یہ لڑکی کم بخت ہوش
میں آکر شور نہ مچا دے۔"

یہ آواز سامنے والے کمرے سے آئی تھی ماریا کے
کان بہت تیز تھے اس لیے اس نے سن لی ورنہ
آواز خاصی مدہم تھی۔ ماریا کے دل میں تجسّس پیدا ہوا
کہ یہ کس بھکشو اور لڑکی کی باتیں ہو رہی ہیں۔ ماریا نے
دروازہ آہستہ سے کھٹکھٹایا۔ دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔ ایک
بدصورت اور خونی قسم کا آدمی باہر نکلا۔ اس نے حیرت
سے ادھر اُدھر دیکھا کوئی نہ تھا۔ مشکل یہ تھی کہ وہ
دروازے کے عین بیچ میں کھڑا تھا اور ماریا اندر نہیں
جا سکتی تھی۔

وہ آدمی واپس جانے کے لیے مُڑا تو ماریا تیزی
سے اس کے قریب سے ہو کر کمرے میں داخل ہو
گئی۔ اندر خطرناک شکل والا ایک اور شخص موجود تھا۔
اس نے بے تابی سے پوچھا:

"کون تھا؟"

"کوئی بھی نہیں۔ میرا خیال ہے ہوا سے دروازہ
بجا ہو گا۔"

کمرے میں ایک دبلی پتلی نہایت خوب صورت لڑکی پڑی

تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں سے بندھے ہوئے تھے۔ سر ایک
طرف ڈھلکا ہوا تھا جس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ بے ہوش
ہے۔ ان دونوں آدمیوں کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ یہ ڈاکو
ہیں اور کسی امیر کی بیٹی کو اغوا کر کے لائے ہیں اور
ایک بھکشو کے ہاتھ بیچنا چاہتے ہیں۔

ایک ڈاکو نے کہا:

"بھکشو سے سونے کے ایک ہزار سکّے مانگنا۔ لڑکی
کے بال سنہری اور آنکھیں نیلی ہیں اور بھکشو کو ایسی ہی
لڑکی کی ضرورت ہے۔"

دوسرے ڈاکو نے سوچتے ہوئے کہا:

"سمجھ میں نہیں آتا آخر بھکشو اس نیلی آنکھوں اور سنہرے
بالوں والی لڑکی کا کیا کرے گا۔"

پہلے ڈاکو نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ لڑکی
ہولے سے کراہی۔ وہ ہوش میں آ رہی تھی پھر اس نے
آنکھیں کھول دیں۔ ڈاکو نے جیب سے خنجر نکال لیا اور
لڑکی کی گردن پر رکھ کر کہا:

"چپ۔ اگر کوئی آواز نکالی تو ابھی گردن کاٹ کر رکھ
دوں گا۔ خاموشی سے پڑی رہو۔"

لڑکی کا چہرہ زرد پڑ گیا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا :

"خدا کے لیے مجھ پر رحم کھاؤ۔ میرے بوڑھے ماں باپ میری جدائی میں رو رہے ہوں گے۔"

دوسرا ڈاکو دھمکاتا ہوا بولا :

"خاموش کمینی۔ تجھے کیا اس لیے اٹھا کر لاتے ہیں کہ چھوڑ دیں۔ ہم پاگل نہیں ہیں جو سونے کی چڑیا کو آزاد کر دیں۔"

لڑکی نے کہا :

"اگر میری جگہ تمہاری اپنی بیٹی ہوتی تو کیا تم اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے۔"

پہلا ڈاکو غصے میں آگیا۔ اس نے لڑکی کے منہ پر تھپڑ مار کر اس کے بال جھنجوڑتے ہوئے کہا :

"ہمیں سبق پڑھاتی ہے۔ اگر اب بولی تو چھری بھ دوں گا۔ اگر ہم رحم کھانے لگتے تو تم ایسی سینکڑوں لڑکیوں کو فروخت کر کے دولت نہ حاصل کر سکتے۔ ڈاکے ڈال کر اور قتل کر کے مال اکٹھا نہ کرتے۔ اب چاہے آنسو بہاؤ چاہے فریاد کرو تمہیں ہمارے پنجے سے کوئی نہیں نکال سکتا۔"

لڑکی سہم گئی۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

ایک ڈاکو نے کہا :

"لگتا ہے بھکشو آیا ہے۔"

دوسرے ڈاکو نے دروازہ کھول دیا۔ آنے والا بھکشو ہی تھا۔ یہ تبت کے ایک معبد کا بڑی طاقت والا بھکشو تھا۔ اس نے ایک پرانے لاما سے جادو بھی سیکھا ہوا تھا۔ ڈاکوؤں نے اسے دیکھا تو خوش ہو گئے۔ بھکشو لڑکی کی طرف بڑھا۔ پاس ہی ماریا کھڑی تھی۔ ماریا کے پاس سے گزرتے ہوئے بھکشو رک گیا۔ اس نے ناک سکیڑ کر فضا میں کچھ سونگھا اور دانت کٹکٹا کر بولا :

"مجھے یہاں سے کسی عورت کی بو آ رہی ہے۔ یہاں ضرور کوئی عورت ہے۔"

ماریا یہ سن کر گھبرا گئی۔ شکر تھا کہ یہ بھکشو اسے دیکھ نہیں سکتا تھا ویسے اس بھکشو کی سونگھنے کی قوت جانوروں کی طرح تیز تھی۔ ماریا جلدی سے پرے ہٹ گئی۔ ایک ڈاکو نے قہقہہ مار کر کہا :

"بھکشو جی۔ عورت تو آپ کے سامنے بندھی پڑی ہے اس کے بدن کی بو آ رہی ہو گی۔"

ماریا کے پرے ہٹ جانے سے اب بھکشو کو بو محسوس نہیں ہو رہی تھی اس نے سر جھٹکا اور بولا :

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"شاباش دوستو۔ مجھے بالکل ایسی ہی لڑکی چاہیے تھی۔ نیلی آنکھیں اور سنہری بال ۔ اب دیوتا نے چاہا تو میرا کام ہو جائے گا۔"

ایک ڈاکو بولا:

"آخر آپ اس لڑکی کا کیا کریں گے؟"

بھکشو کی سانپ ایسی گول اور زرد آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ اس نے دیدے گھما کر کہا:

"یہ ایک راز ہے۔ تم نے میری مدد کی ہے اس لیے تمہیں بتا رہا ہوں۔ میرے گھر اولاد نہیں ہے۔ ایک لاما نے مجھے بتایا تھا کہ اگر میں نیلی آنکھوں اور سنہرے بالوں والی لڑکی کو قتل کر کے اس کا دل کھا جاؤں تو میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ اور اب میری سب سے بڑی خواہش پوری ہونے کا وقت آ گیا ہے۔"

لڑکی نے جب بھکشو کی باتیں سنیں تو رونے لگی۔ بھکشو نے اپنی جیب سے ایک بوٹی نکالی اور لڑکی کو سنگھا دی ایک تیز بُو لڑکی کے دماغ میں چڑھ گئی اور وہ دوبارہ بے ہوش ہو گئی۔ بھکشو نے جیب سے سونے کے سکوں کی ایک تھیلی نکالی اور ڈاکوؤں کے حوالے کر دی۔ ڈاکو خوش ہو گئے۔ ماریا کو اس ظالم بھکشو پر بڑا غصّہ آیا

کہ وہ اپنا گھر بسانے کے لیے دوسرے کا گھر اجاڑ رہا ہے۔

ڈاکوؤں سے باتیں کرتے ہوئے بھکشو اس طرف آ گیا جہاں ماریا کھڑی تھی۔ یہاں آتے ہی بھکشو پھر پریشان ہو گیا۔ اسے کسی عورت کے بدن میں دوڑتے خون کی بُو دوبارہ آنے لگی تھی۔

اس نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا:

"کوئی عورت ہے میرا علم جھوٹ نہیں کہتا۔"

ڈاکوؤں نے تعجب سے بھکشو کی طرف دیکھا ایک نے سر کھجاتے ہوئے کہا:

"ہمیں تو کوئی عورت نظر نہیں آ رہی۔ بس یہ لڑکی بے ہوش پڑی ہے۔"

بھکشو کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

اس نے کہا:

"نظر تو مجھے بھی نہیں آ رہی مگر اس کے بدن کی بُو میں سونگھ سکتا ہوں وہ کوئی غیبی عورت ہے۔"

یہ کہہ کر بھکشو نے ڈنڈہ اٹھا کر گھمانا شروع کر دیا۔ ڈنڈہ سر کے اوپر گھماتا ہوا پورے کمرے میں چکراتا پھر رہا تھا۔ ماریا کبھی ادھر جاتی تو کبھی ادھر۔ یہ بڑی خطرے والی بات تھی۔ ایک بار تو ماریا ڈنڈے کی زد میں آنے سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بال بال بچی۔

ایک ڈاکو نے منہ بنا کر کہا:

"بھکشو جی — آپ کو وہم ہوا ہے۔ غیبی عورت ادھر کہاں سے آ سکتی ہے۔"

بھکشو ڈنڈہ گھماتا تھک چکا تھا۔ اس نے ڈنڈہ ایک طرف پھینک دیا اور ہانپتے ہوئے بولا:

"اس میں ضرور کوئی راز ہے۔ یہاں ہمارے سوا کوئی ہے مگر نظر نہیں آ رہا۔"

ڈاکو لڑکی کو ایک بوری میں بند کرنے لگے۔ اب ماریا خاموش تماشائی بن کر نہیں رہ سکتی تھی اسے جو کرنا تھا فوراً کرنا تھا۔ اس کے حرکت میں آنے کا وقت آ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر ڈنڈہ اٹھا لیا۔ اتفاق سے اس وقت ایک ڈاکو ادھر ہی دیکھ رہا تھا اس نے جب ڈنڈہ غائب ہوتے دیکھا تو بوری اس کے ہاتھ سے نکل گئی رنگ اڑ گیا اس نے کانپتے ہوئے کہا:

"ڈ۔ ڈنڈہ غائب ہو گیا۔"

بھکشو اور دوسرے جادوگر نے بجلی کی طرح مڑ کر ادھر دیکھا ڈنڈہ وہاں نہیں تھا۔

بھکشو نے چیخ مار کر کہا:

"میں نے سچ کہا تھا۔ کوئی غیبی عورت اس کمرے میں ہے۔ ڈنڈہ اسی نے غائب کیا ہے۔"

ماریا نے ڈنڈہ گھما کر ایک ڈاکو کے سر پر مارا۔ وہ ذبح ہوتے ہوئے مرغ کی طرح چلایا۔ اس کا سر پھٹ گیا تھا اور خون بہنے لگا تھا۔ بھکشو نے یہ دیکھا تو جلدی سے جادو پڑھا۔ فوراً ہی اس کے جسم کے گرد شیشے کی گول جادوئی دیوار بن گئی۔ شیشے کی یہ دیوار ماریا کے سوا کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔

ماریا نے شیشے کی دیوار پر پوری طاقت سے ڈنڈہ مارا۔ چھن کی آواز پیدا ہوئی مگر شیشہ ٹوٹنا تو کیا تڑخا تک نہیں۔ بھکشو نے قہقہہ مار کر کہا:

"اے غیبی عورت۔ تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ہے۔"

دونوں ڈاکو دروازے کی طرف کھسک رہے تھے ماریا نے سوچا پہلے ان سے نبٹ لے۔ وہ ان ظالموں کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی انہوں نے نجانے کتنے گھرانے اور کتنے لوگوں کو قتل کیا تھا۔ ان پر رحم، ظلم کے برابر تھا۔ ماریا نے پھٹے ہوئے سر والے ڈاکو کی کمر پر ڈنڈہ مارا۔ ڈاکو کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ چیخیں مارتا تڑپنے لگا۔ وہ اب کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسرا ڈاکو دروازے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی طرف لپکا۔

ماریا نے ڈنڈہ گھمایا۔ ڈاکو کا ایک جبڑا ٹوٹ کر لٹک
گیا اور خون بہنے لگا۔ ماریا نے اس کی پسلیوں پر ڈنڈہ
مارا ڈاکو چیخ کر گر گیا۔ اس کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ وہ
خون کی الٹیاں کرنے لگا۔ اس نے خون میں لت پت
تڑپتے ہوئے دم توڑ دیا۔

بھکشو نے بوری اٹھائی جس میں لڑکی بند تھی۔ پھونک
مار کر اس نے بوری کے گرد بھی شیشے کی جادوئی دیوار بنا
دی اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ ماریا اس کے پیچھے
لپکی۔ بھکشو سرائے کی پچھلی طرف سے باہر آگیا۔ یہاں اصطبل
تھا۔ گھوڑے بندھے ہوتے تھے۔ بھکشو نے بوری براؤن رنگ
کے ایک گھوڑے پر ڈالی اور خود اچک کر سوار ہوگیا۔

گھوڑا زور سے ہنہنایا اور دوڑنے لگا۔ ناگ کا گھوڑا
بھی اصطبل میں بندھا ہوا تھا وہ پیدل ہی گھومنے پھرنے
گیا تھا۔ ماریا نے جھٹ سے گھوڑا کھولا اور بھکشو کے
پیچھے دوڑا دیا ــــ بازار سے گزر کر وہ پتھریلی سڑک
پر آگئے۔ بھکشو کو اپنے پیچھے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز
سنائی دے رہی تھی۔ اس نے مڑ کر دیکھا کوئی نظر نہ آیا
ماریا کا گھوڑا تو غائب تھا۔

بھکشو سمجھ گیا کہ غیبی عورت اس کا پیچھا کر رہی ہے۔
پتھریلی سڑک پر ماریا کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز گونج رہی
تھی۔ بھکشو نے اپنے گھوڑے کی پسلیوں میں ٹانگیں ماریں۔
گھوڑا اور تیزی سے دوڑنے لگا۔ بھکشو نے ایک ہاتھ سے
گھوڑے کی لگام اور دوسرے ہاتھ سے بوری تھام رکھی تھی۔
پوری رفتار سے گھوڑا بھگائے جا رہا تھا۔!!

O

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا زخمی ہو گئی

پتھریلی سڑک پر گھوڑے دوڑتے جا رہے تھے۔

بھکشو اس وقت خانقاہ میں جا رہا تھا۔ جہاں اس کا دوست چاچو بھکشو رہتا تھا۔ خانقاہ کے پاس پہنچتے ہی بھکشو نے گھوڑا چھوڑا اور دوڑتا ہوا درختوں کے ایک جھنڈ میں گھس گیا۔ یہاں خانقاہ کے نیچے خفیہ تہ خانے میں جانے کا راستہ تھا۔ بھکشو اس راستے کے ذریعے تہ خانے میں آ گیا۔

چاچو بھکشو تہہ خانے میں ہی موجود تھا۔ اس نے اپنے یار بھکشو کو دیکھا تو خوش ہو کر گلے لگا لیا پھر چونک کر بولا:

"کیا بات ہے دوست۔ تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو اور اس بوری میں کیا ہے؟"

بھکشو نے اسے ساری کہانی سنا دی۔ غیبی عورت کا سن کر چاچو حیران رہ گیا۔

اس نے کہا:

"فکر مت کرو۔ اب تم میرے پاس آ گئے ہو میں خود ہی اس غیبی عورت سے نبٹ لوں گا۔"

چاچو نے اسی وقت آگ جلا کر منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ لوہے کی ایک پیالی آگ کے پاس ہی اوندھی رکھ دی۔ اب وہ گردن ہلا کر زور سے کچھ بڑبڑانے لگا۔ پھر اس نے جیب سے کوئی سفوف نکال کر آگ پر پھینکا آگ سے دھواں اٹھنے لگا۔ پہلے ہلکے سرمئی پھر غلیظ سیاہ دھوئیں کے مرغولے اٹھنے لگے۔ دھوئیں سے بڑی ناگوار بدبو آ رہی تھی۔ چاچو دھوئیں کے غبار میں چھپ گیا تھا۔ اچانک لوہے کی پیالی حرکت کرنے لگی۔ چاچو نے چیخ مار کر کہا:

"پیالی کے بھوت۔ بتا غیبی عورت کون ہے اور کس طرح غائب ہے۔ کیا وہ کوئی روح ہے یا جادوگرنی ہے۔"

پیالی کے اندر سے منمناتی آواز آئی:

"اس عورت کا نام ماریا ہے وہ پانچ ہزار سال سے زندہ چلی آ رہی ہے اسے مصر کے ایک کاہن جادوگر نے اپنے جادو کے زور سے غائب کر دیا تھا۔ تم اسے دیکھ نہیں سکتے کیونکہ تم طاقتور جادوگر نہیں ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاچو نے پوچھا:۔
"اس مصیبت کو کس طرح مارا جا سکتا ہے"۔
پیالی کے بھوت کی منمناتی آواز آئی:۔
"تلوار، چاقو، خنجر، تیر کسی بھی ہتھیار سے ۔اس وقت
وہ صرف غیبی عورت ہے پُر اسرار طاقتوں والی عورت
نہیں ہے"۔

چاچو نے پیالی سیدھی کر دی۔ ایسا کرتے ہی غلیظ سیا
دھواں غائب ہو گیا اور آگ بجھ گئی۔ چاچو نے لو
کی پیالی اٹھا کر الماری میں رکھی اور بھکشو کی طرف
مڑ کر بولا:
"تم فوراً اس نیلی آنکھوں والی لڑکی کو قتل کر کے ا
کا دل کیوں نہیں کھا لیتے"۔
بھکشو نے جواب دیا:۔
"لاما نے مجھے کہا تھا کہ دل کھانے سے پہلے دو دن
تک میں کسی دریا کے کنارے ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر
منتر پڑھوں"۔
چاچو سر ہلا کر بولا:
"یہ مسئلہ ٹیڑھا ہے۔ بہرحال اس غیبی عورت کو تو میں
وہ مزا چکھاؤں گا کہ یاد رکھے گی"۔

بھکشو نے کہا:
"جب وہ نظر ہی نہیں آتی تو ہم اسے ماریں گے
کس طرح؟"
چاچو کی آنکھوں میں شیطانی چمک پیدا ہو گئی۔ چہرے
پر خباثت ناچنے لگی اس نے کہا:
"عقل مندی سے ۔۔ سنو۔ میں باہر جا کر خانقاہ کے
دروازے کے پاس مٹی کی ایک ہلکی تہہ بچھا دوں گا جو
کسی کو نظر نہیں آئے گی۔ اس وقت۔ خانقاہ میں کوئی نہیں
آتا ہے مجھے یقین ہے وہ غیبی عورت خانقاہ کے اندر
آ چکی ہو گی۔ مٹی بچھانے کے بعد میں تیر کمان لے کر
دروازے کے پاس چھپ جاؤں گا۔
پھر تم اس تہہ خانے سے نکل کر اوپر آ جانا اور دروازہ
کی طرف بڑھنا۔ غیبی عورت تمہارے پیچھے آئے گی اور
جونہی وہ مٹی کی تہہ سے گزرے گی۔ مٹی پر اس کے قدموں
کے نشان بننے لگیں گے۔ میں نشان پر تیر چلاؤں گا اس
طرح ہم غیبی عورت کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے"۔
بھکشو تو خوشی سے اچھل پڑا۔ چاچو کے کندھے پر
ہاتھ مار کر بولا:
"مان گئے اُستاد۔۔۔ تم نے ایسا جال بنایا ہے کہ غیبی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عورت پھنس کر رہ جائے گی۔ مگر ایک بات ہے ا
غیبی عورت نے تمہیں دروازے کے پاس مٹی بچھا
دیکھ لیا تو......؟"

اب چاچو بھی فکر مند ہوگیا۔ یہ خیال تو اسے آ
ہی نہیں تھا مگر فوراً ہی اس کے عیار ذہن نے اس
مشکل کا حل نکال لیا وہ بولا:

"ہم دونوں نے ایک ہی لاما سے علم حاصل کیا
ہم دونوں کے سونگھنے کی حس جانوروں کی طرح تیز
چنانچہ میں پہلے خانقاہ میں چکر لگاؤں گا۔ غیبی عورت
خانقاہ کے اندر ہے۔ چکر لگاتے ہوئے اگر میں اس
قریب سے گزرا تو اس کے خون کی بو سونگھ کر سمجھ جاؤ
گا کہ وہ خانقاہ میں ہے اور میں باہر جا کر مٹی کی تہہ
بچھا دوں گا کیوں کیسی رہی؟"

بھکشو نے کہا:

"واہ چاچو — تمہارے دماغ میں عقل کا سمندر بہہ رہا
لیکن ایک بات کا دھیان رکھنا۔ ہم سے ذرا بھی بھول چوک
ہوئی تو غیبی عورت خبردار ہو جائے گی اور ہمیں چھوڑے
گی نہیں۔"

چاچو نے اکڑ کر کہا:

"بس تم دیکھتے جاؤ۔ غیبی عورت بچ نہ سکے گی اچھا اب
جاتا ہوں۔"

چاچو تہہ خانے سے اپنے کمرے میں پھر خانقاہ
آ گیا۔

ادھر ماریا خانقاہ میں آ چکی ہے۔ اس نے بھکشو کا
گھوڑا باہر میدان میں گھاس چرتے دیکھا تو یہی سمجھی کہ
بھکشو خانقاہ ہی میں ہے۔ اب ماریا بھکشو کو ڈھونڈ رہی
تھی۔ ماریا کو فکر یہ تھا کہ کہیں ظالم بھکشو اس معصوم
لڑکی کو قتل نہ کر دے۔

خانقاہ میں ویرانی تھی۔ صرف چند منڈے ہوئے سروں
والے بھکشو زرد لباس پہنے ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔
خانقاہ میں شام کے وقت رش ہوتا تھا۔ ماریا نے ساری
خانقاہ دیکھ لی مگر وہ بھکشو نظر نہ آیا۔ ماریا کو بھوک
محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا پہلے لنگر خانے
میں جا کر پیٹ پوجا کرنی چاہیے۔ وہ اس طرف چل دی
اتفاق سے ادھر ہی چاچو کا کمرہ تھا اور وہ اس وقت
کمرے سے باہر آ رہا تھا۔

ماریا جب اس کے پاس سے گزری تو چاچو نے اس
کے خون کی بو سونگھ لی۔ وہ دل میں بڑا خوش ہوا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غیبی عورت لنگر خانے کی طرف جا رہی ہے۔ وہ چوکس ہ
گیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف چل دیا۔ ما
کے ذہن میں لمحہ بھر کے لیے بھی خیال نہ آیا کہ یہ بھکشو
اس کے خلاف خوف ناک سازش کرنے جا رہا ہے۔ و
لنگر خانے میں آ گئی یہاں دیگیں پک رہی تھیں تاکہ شام
تقسیم کی جائیں۔

ایک باورچی بڑے تھال میں بھنا ہوا گوشت رکھ رہا
تھا۔ پاس ہی یخنی کا ڈول پڑا تھا۔ بھنے ہوئے گوشت
کی خوشبو نے ماریا کی بھوک بھڑکا دی۔ ماریا نے ایک
تھالی اٹھا کر اس میں بوٹیاں رکھیں اور کھانے لگی۔ باورچی
کو پتہ بھی نہ چلا:

ماریا تو لنگر خانے میں کھانے میں مصروف تھی اور ادھر
چاچو نے بڑی چالاکی کے ساتھ خانقاہ کے دروازے کے
باہر مٹی کی باریک تہہ بچھا دی جو پہلی نظر میں دکھائی نہ
دیتی تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر چاچو خفیہ راستہ سے
تہہ خانے میں آیا۔ بھکشو سے کہا:

"غیبی عورت اس وقت لنگر خانے میں ہے۔ اب تم
کمرے سے نکلو اور لنگر خانے کی طرف جا کر خانقاہ کے
دروازے پر آ جاؤ۔ بڑی ہوشیاری سے کام کرنا۔ غیبی عورت

کو شک نہ ہو۔"

بھکشو تو پہلے ہی تیار تھا اس نے کہا:

"چاچو — تم نے جو کہا ہے حرف بحرف وہی کروں گا۔"

چاچو نے تیر کمان لیا اور بڑی خاموشی سے خفیہ
راستے سے باہر آ کر چھپ گیا۔

سازش کے مطابق بھکشو کمرے سے نکل آیا اور جان
بوجھ کر لنگر خانے کی طرف گیا تاکہ ماریا اسے دیکھ لے اور
اس کے پیچھے لگ جاتے۔ ماریا اس وقت کھانے کے
بعد پانی پی رہی تھی اس نے جب بھکشو کو دیکھا تو خوش
ہو گئی۔ بھکشو لنگر میں نظر دوڑا کر باہر کی طرف چل دیا اسے
یقین تھا کہ غیبی عورت اس کے پیچھے لگ گئی ہے۔

ماریا کچھ فاصلہ رکھ کر بھکشو کے پیچھے چل رہی تھی تاکہ
وہ کہیں اس کے خون کی بو سونگھ کر خبردار نہ ہو جائے۔
بیچاری ماریا کو کیا خبر کہ بھکشو تو اسے موت کی طرف
لیے جا رہا ہے۔ ماریا اپنے دشمن کے پیچھے چلتی ہوئی
دروازے کے قریب پہنچ گئی۔ چاچو نے بھکشو کو آتے
دیکھ لیا تھا وہ ہوشیار ہو گیا۔ اس نے کمان میں تیر
چڑھا لیا۔

بھکشو دروازے سے نکل آیا۔ ماریا اس کے پیچھے آئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیچھے ہوئے چاچو نے مٹی کی تہہ پر قدموں کے نشان ابھرتے دیکھے تو اس کا دل دھڑکنے لگا۔ فیصلہ کن مرحلہ آ پہنچا تھا۔ غیبی عورت اس کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ ماریا ان مکار بھکشوؤں کے پھندے میں آ چکی تھی۔

چاچو نے دیوتا کا نام لے کر تیر چلا دیا۔

اسی وقت اتفاقاً ماریا کا پاؤں لڑکھڑایا اور سنسناتا ہوا تیر جسے چاچو نے اپنے حساب کے مطابق غیبی عورت کے سینے کا نشانہ لے کر چھوڑا تھا، ماریا کے بازو میں لگا۔ ماریا کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

درد کی ایک تیز لہر اس کے بازو میں دوڑتی چلی گئی۔ تیر اس کے بازو میں کھب گیا تھا اور وہاں سے خون نکل آیا تھا۔ ماریا کو بھی اپنا جسم نظر نہ آتا تھا مگر وہ اپنے بازو پر گرم خون کا بہنا محسوس کر رہی تھی۔ اس نے تیر کھینچ کر بازو سے نکال لیا۔ خون اب زمین پر گرنے لگا تھا۔

چاچو نے جب ماریا کی چیخ سنی اور خون زمین پر گرتا دیکھا تو خوشی سے جھوم اٹھا بھکشو بھی ناچنے لگا۔ چاچو اب سامنے آ گیا تھا۔ ماریا نے اس کے ہاتھ میں کمان دیکھ لی تھی اور سمجھ گئی تھی کہ یہ بھکشو کا ساتھی ہے۔ وہ بھاگ کر درختوں کے جھنڈ کی طرف چلی گئی اور قمیض

کا دامن پھاڑ کر بازو پر پٹی باندھنے لگی۔

چاچو نے خوش ہو کر کہا:

"دیکھا — میرا منصوبہ کامیاب رہا۔ غیبی عورت زخمی ہو گئی ہے اب وہ زندہ نہ بچ سکے گی۔ تیر زہر میں بجھا ہوا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ مر جائے گی۔ ہا ہا ہا۔ اب تمہیں یہ جادوئی شیشے کا خول پہننے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

بھکشو بولا:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ تم نے بڑی عقل مندی سے کام لیا ہے۔ تم نے اس عورت کو نیچا دکھا دیا ہے۔ جو کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ میں ساری زندگی لگا رہتا تو اسے قابو نہیں کر سکتا تھا۔"

چاچو اور بھکشو قہقہے مارتے خانقاہ میں چلے گئے۔

ماریا، درختوں کے جھنڈ میں لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے بازو میں شدید درد ہو رہا تھا۔ وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ تیر، زہر میں بجھا ہوا تھا — ماریا درختوں کے جس جھنڈ میں لیٹی ہوئی تھی۔ ان درختوں میں آم کا ایک پرانا درخت بھی تھا جس کے نیچے ایک کھوہ میں زہری سانپ رہتا تھا۔ وہ اپنی کھوہ میں اپنی مادہ کے ساتھ باتیں کر رہا تھا کہ اسے اپنے ناگ دیوتا کی بو محسوس ہوئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زہری سانپ نے دم کے بل کھڑے ہو کر پھنکار ماری۔

اس کی مادہ نے کہا:

"کیا بات ہے۔ یہ اچانک تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کوئی خطرہ آن پڑا ہے؟"

زہری سانپ نے باہر کی طرف رینگتے ہوئے کہا:

"مجھے اپنے عظیم ناگ دیوتا کی بُو آ رہی ہے وہ یقیناً آس پاس ہے میں اس کی قدم بوسی کے لیے جا رہا ہوں تم بھی آ جاؤ۔"

بُو اصل میں ماریا کے جسم سے خارج ہو رہی تھی۔ زہری سانپ اور اس کی مادہ رینگتے ہوئے کھوہ سے نکل آئے۔ اب انہیں بڑی تیز بو آ رہی تھی مگر انہیں ناگ دیوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ دونوں سانپ ذرا آگے بڑھے تو بو اور تیز ہو گئی۔ ماریا نے بھی ان دونوں سانپوں کو دیکھ لیا تھا۔

سانپ بڑی بے چینی سے ماریا کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ زہری سانپ نے پھنکار کر کہا:

"ناگ دیوتا نظر نہیں آ رہے۔ خدا خیر کرے کسی جادو کے چکر میں نہ آ گئے ہوں۔"

مادہ سانپ غضب ناک انداز میں اچھل کر پھنکاری:

"مجھے خون کی بُو بھی آ رہی ہے۔ ناگ دیوتا زخمی تو نہیں ہے؟"

ماریا، سانپوں کے سگنل سمجھ سکتی تھی۔ یہ سگنل اس کے دماغ سے ٹکرا کر الفاظ کی شکل اختیار کر جاتے تھے۔

ماریا نے سگنل دیا۔

"میں ناگ دیوتا نہیں۔ اس کی بہن ماریا ہوں اور مجھے دشمن نے زخمی کر دیا ہے۔"

دونوں سانپوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں پھر زہری سانپ نے سگنل چھوڑا:

"ماریا بہن۔ ناگ ہمارا مقدس دیوتا ہے اس لیے آپ کا احترام ہم پر لازم ہے ہمیں بتایئے کہ آپ کا دشمن کون ہے ہم اسے نوچ نوچ کر کھا جائیں گے۔ اپنا سارا زہر اس کے جسم میں انڈیل دیں گے اسے ہرگز ہرگز زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

ماریا خاموش سگنل کی زبان میں کہنے لگی:

"تمہارا شکریہ۔ میں اپنے دشمنوں سے نبٹ لوں گی۔"

اسی وقت مادہ سانپ نے ماریا کے گرد چکر کاٹ کر اپنے پھن پھیلاتے ہوئے کہا:

"میں خطرناک زہر کی بُو سونگھ رہی ہوں۔ مقدس دیوتا کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہن — کیا تم کسی زہریلے ہتھیار سے زخمی ہوئی ہو؟"
ماریا چونک پڑی اسے احساس ہوا کہ اس کے جسم میں معمولی سا تناؤ پیدا ہو گیا ہے اور دل گھبرا رہا ہے۔ وہ سمجھ گئی کہ مکار بھکشو نے جو تیر مارا ہے وہ زہر والا تھا۔ اس نے مادہ سانپ کو یہ بات بتا دی۔ مادہ سانپ نے اس کے زخم سے منہ لگا کر سارا زہر چوس لیا۔

زہری سانپ نے پوچھا:

"ماریا بہن — ناگ دیوتا کہاں ہیں؟"

ماریا نے جواب دیا:

"اسی شہر میں ہیں۔"

زہری سانپ بولا:

"عظیم ناگ دیوتا جہاں بھی رہیں خدا ان کی حفاظت کرے اور ان کے دشمنوں کو نیست و نابود کرے۔ ماریا بہن تم مقدس ناگ کو میرا سلام کہنا۔"

یہ کہہ کر دونوں سانپ سلام کر کے چلے گئے۔ ماریا اٹھ کھڑی ہوئی اور خانقاہ میں آ گئی۔ وہ اپنے زخم پر راکھ لگا کر پٹی باندھنا چاہتی تھی تا کہ خون رسنا بند ہو جائے اور آرام آ جائے۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا

کہ ان دونوں بھکشوؤں کو زندہ نہ چھوڑے گی۔ ماریا جانتی تھی کہ اب اسے بڑا محتاط رہنا پڑے گا کیونکہ بھکشو اس کے خون کی بُو سونگھ کر اس کی موجودگی کا پتہ چلا لیتے تھے ویسے ماریا کو اس بات کا اطمینان بھی تھا کہ بھکشو اپنی طرف سے اسے ہلاک کر چکے ہیں اور اب وہ انہیں بے خبری میں دبوچ سکتی ہے!!

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سفید عقاب

اب ذرا ناگ کی خبر لیں۔

وہ جب گھوم پھر کر واپس آیا تو ماریا غائب تھی۔ ناگ پریشان ہو گیا کہ ماریا کدھر چلی گئی۔ اس نے پوری سرائے چھان ماری مگر ماریا ہوتی تو ملتی۔ شام تک ناگ ماریا کا انتظار کرتا رہا مگر ماریا نہ آئی تو ناگ ایک سفید عقاب کے روپ میں آ کر اڑنے لگا۔ بادلوں کے اوپر اڑتے ہوئے ناگ کلکتے کے راجہ کے محل کے اوپر آ گیا۔ بڑا خوبصورت محل تھا۔ اونچے برج اور مینار۔ جن پر سونے کے کلس چمک رہے تھے۔

ناگ محل کی چھت پر اتر آیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک کونے میں دو آدمی کھسر پھسر کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نے شاہی لباس پہن رکھا تھا وہ وزیر معلوم ہوتا تھا۔ اور دوسرے کا لباس باورچیوں والا تھا۔ ناگ نے کان ادھر لگا دیئے وزیر کہہ رہا تھا:

"شاباش — اسی طرح تھوڑا تھوڑا زہر راجہ کے کھانے میں ملاتے رہو۔ جس دن راجہ مرا میں حکمران بن جاؤں گا۔ اور تم میرے وزیر خاص ہو گے سیناپتی بھی ہمارے ساتھ ملا ہوا ہے۔"

باورچی نے کہا:

"حضور آپ فکر ہی نہ کریں۔ میں بڑی ہوشیاری سے زہر ملا رہا ہوں۔ بادشاہ کے فرشتوں کو بھی شک نہیں ہو سکتا۔"

وزیر نے اس کی پیٹھ ٹھونکی اور کہا:

"ٹھیک ہے اب نیچے چلتے ہیں کسی نے دیکھ لیا تو اسے شبہ ہو جائے گا اور مفت میں مصیبت نازل ہو گی۔"

ناگ ان کی گفتگو سے سمجھ گیا کہ یہ راجہ کو ہلاک کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔ ناگ کے لیے یہ انوکھی شئے نہ تھی۔ بادشاہوں کے نمک حرام وزیروں کی غداریوں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ خود ناگ نے اپنی لمبی زندگی میں ایسی کئی سازشیں دیکھی تھیں۔ جولیس سیزر سے لے کر سلطان ٹیپو، سراج الدولہ، بہادر شاہ ظفر تک غداروں کی لمبی قطار ناگ نے دیکھی تھی۔ اس کی آنکھوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے سامنے شہزادوں کے سر قلم ہوئے تھے۔

وہ عنبر اور ماریا کے ساتھ تاریخ کے خون سے بھرے دریا میں بہتا ہوا سفر کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا تھا کہ تاریخ کے ہر دور میں شاہی محلات سازشوں کی آماج گاہ بنے رہے ہیں۔

نمک حرام وزیر اور باورچی نیچے جانے لگے تو ان کی نظر سفید عقاب پر پڑ گئی۔

وزیر نے کہا:

"کیا خوبصورت عقاب ہے۔ بالکل دودھ کی طرح سفید ہے پتہ نہیں کہاں سے آیا ہے اس علاقے میں تو ایسے عقاب نہیں ہوتے۔"

باورچی بولا:

"حضور۔ تگڑا بھی خوب ہے۔ خاصا گوشت نکلے گا۔ کیا مزیدار کباب بنیں گے۔"

ناگ کو ہنسی آ گئی۔ یہ باورچی کا بچہ ہر وقت کھانوں کی باتیں کرتا رہتا ہے۔ وزیر اسے پکڑنے بڑھا مگر عقاب اس کے ہاتھ کہاں آتا۔ وہ پھُر سے اڑ کر بلند مینار کے سونے والے کلس پر جا بیٹھا۔ وزیر نے جب دیکھا کہ عقاب ہاتھ آنے والا نہیں تو وہ چلا گیا۔

ناگ سوچنے لگا۔

"یہ سب واقعات پہلے بھی پیش آ چکے ہوں گے کیونکہ وہ تاریخ میں واپسی کا سفر کر رہا تھا۔ اصل میں یہ سارے لوگ مرے ہوئے ہیں۔ اگر وہ تاریخ کے پردے سے نکل آئے تو اس پرانے کلکتے کی جگہ ۱۹۸۲ء کا شاندار شہر ہو۔ ہوائی جہاز، ریلیں، بسیں ہوں۔ یہ بڑی بڑی عمارات اور باغات — سینما اور ٹیلی ویژن چل رہے ہوں۔"

ناگ کو یہ سوچ کر ہنسی آ گئی کہ اگر وہ اس وقت کے کسی انسان کو ٹیلی ویژن کا بتائے تو وہ مر کر بھی اس کی بات کا یقین نہ کرے۔

ناگ نے اُڑ کر محل کا چکر لگایا۔ شاہی باغ کے اوپر سے گزرتے ہوئے اس نے دیکھا کہ ہیرے جواہرات والے ایک پلنگ پر راجہ لیٹا ہوا ہے۔ اس کے پاس ہی رانی بیٹھی تھی۔ کنیزیں مورچھل ہلا رہی تھیں۔ ناگ اڑتا ہوا نیچے آ گیا۔ راجے نے جب اتنا خوبصورت سفید عقاب دیکھا تو اس کا دل مچل اٹھا۔ اس نے ملازموں کو حکم دیا کہ عقاب کو پکڑا جائے۔ ملازم بھاگے۔

ناگ کبھی پھُدک کر اس درخت پر بیٹھ جاتا تو کبھی اس درخت پر۔ پھر اس نے سوچا کہ ملازموں کے قابو آ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جانا چاہیے اس طرح وہ بادشاہ کے قریب رہ سکے گا۔ یہ
سوچ کر وہ گھاس پر آکر بیٹھ گیا۔ دو ملازم بڑے چوکنے
انداز میں اس کی طرف بڑھتے گئے اور انہوں نے جھپٹا مار
کر عقاب کو پکڑ لیا۔

راجہ بڑا خوش ہوا اس نے عقاب کے پروں پر ہاتھ
پھیرتے ہوئے کہا:

"اس عقاب کے لیے سونے کا پنجرہ بنایا جائے اور ہمارے
کمرے میں لٹکا دیا جائے"

اس طرح ناگ راجہ تک پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا کہ راجہ
نرم دل اور مہربان ہے اپنی رعایا کا خیال رکھتا ہے۔ ناگ
نے سوچا ایسے اچھے راجہ کو نمک حرام وزیر کے ہاتھوں
مرنا نہیں چاہیے۔

رات ہوئی تو کھانا لگا دیا گیا۔ راجہ ہاتھ دھونے گیا تو
ناگ جلدی سے سانپ بن کر رینگتا ہوا پنجرے سے باہر
آیا۔ اس نے کھانے کے ہر طشت سے منہ لگا کر زہر چوس
لیا اور پنجرے میں آکر عقاب بن کر چہچہانے لگا۔ راجہ
ہاتھ دھوکر آیا تو عقاب کو چہچہاتے پا کر خوش ہو گیا۔ کھانا کھانے
کے بعد راجہ بستر پر لیٹ گیا۔

چند دن اسی طرح گزر گئے۔

وزیر اور باورچی نے جب دیکھا کہ راجہ بجائے مزید
کمزور ہونے کے صحت یاب ہو رہا ہے تو وہ بڑے حیران
ہوئے انہیں تو اپنی سازش ناکام ہوتی نظر آئی۔

وزیر جھٹ باورچی کے پاس پہنچا اور کہا:

"تم نے کھانے میں زہر ملانا بند کر دیا ہے کیا؟"

باورچی ہاتھ جوڑ کر بولا:

"حضور۔ میری کیا مجال جو حکم کی نافرمانی کروں۔ میں
تو خود دنگ ہوں کہ زہر کا اثر الٹا کیوں ہو رہا ہے۔"

وزیر سوچتا ہوا بولا:

"جس دن سے یہ سفید عقاب اس محل میں آیا ہے
دن سے معاملہ گڑبڑ ہے مجھے تو سفید عقاب...."

باورچی نے جلدی سے کہا

"نہیں حضور۔ وہ ایک جانور ہے۔ اس کا کیا تعلق۔
مجھے تو لگتا ہے راجہ کو پتہ چل گیا ہے"

وزیر سر کھجاتا ہوا دربار میں آگیا۔ بڑا عجیب معاملہ تھا۔
ادھر ناگ، عقاب کی شکل میں پنجرے میں بند تنگ آ
گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ کچھ کرنا چاہیے۔ اس رات جب
راجہ سو گیا تو ناگ گہرا سانس لے کر سانپ بن گیا۔
کالا سانپ رینگتا ہوا پنجرے سے اتر آیا۔ اس نے راجہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے پاؤں پر ڈس لیا۔ ناگ نے راجہ کے جسم میں صرف
اتنا زہر داخل کیا تھا کہ وہ بیمار ہو جائے۔ راجہ کو سوتے
میں سانپ کے ڈسنے کا پتہ ہی نہ چلا۔ ناگ چڑیا کی
شکل میں اڑتا ہوا محل سے باہر آ گیا۔

ناگ کے زہر نے بادشاہ کو تیز بخار میں مبتلا کر دیا۔
ادھر رانی اور وزیر نے بند پنجرے سے سفید عقاب کو
غائب پایا تو بڑے حیران ہوئے مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ
آیا۔ رانی کو تو راجہ کی فکر پڑی ہوئی تھی اور وزیر کو خوشی
ہو رہی تھی۔ صورت حال اس کے حق میں جا رہی تھی وہ سمجھ
رہا تھا کہ اس کا زہر اثر کر رہا ہے۔

شاہی حکیم اور طبیب آ گئے۔ انہوں نے بہتیرا علاج
کیا مگر راجہ کی حالت بگڑتی چلی گئی شام ہوئی تو ناگ ایک
حکیم کے بھیس میں محل میں پہنچ گیا۔ محافظوں نے اسے فوراً
راجہ کے کمرے میں پہنچا دیا۔ وہاں رانی اور وزیر بھی موجود تھے۔
وزیر نے ناگ کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھائی اور کہا:

"تمہیں کس نے اندر آنے کی اجازت دی ہے تم حکیم کی
بجائے گھسیارے لگتے ہو چلو بھاگو یہاں سے۔"

ناگ نے رانی کی طرف جھک کر کہا:

"رانی صاحبہ۔ اگر حکم دیں تو میں راجہ کا علاج کروں مجھے

امید ہے میرا علاج کامیاب رہے گا۔"

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ رانی نے اجازت دے دی۔

ناگ نے مہاشیش ناگ کی کینچلی سے بنا سفوف پانی
میں گھول کر راجہ کو پلایا۔ اس سفوف سے ہر قسم کے
زہر کا علاج ہو جاتا تھا۔ اس پانی نے تو جادو ایسا کام
کیا۔ کہاں تو راجہ بخار میں پھنک رہا تھا۔ اور کہاں
اسے یک لخت چین آ گیا۔ سینے میں ٹھنڈ پڑ گئی۔ پانی
پیتے ہی راجہ کو اپنے جسم میں طاقت کا احساس ہوا تھا۔
اور وہ اٹھ بیٹھا۔ اس نے تعجب سے ناگ کی طرف
دیکھ کر کہا:

"اے حکیم — تم بڑے باکمال ہو۔ ہم تم سے بہت
خوش ہوئے ہیں۔"

ناگ آداب بجا لاکر بولا:

"حضور خاندانی حکیم ہوں۔ پچھلی سات پشتوں سے یہی
کام کرتا آ رہا ہوں۔ ابھی ایک ہفتے تک آپ کا علاج
کروں گا پھر آپ بالکل تندرست ہو جائیں گے۔ اس دوران
میں اپنی نگرانی میں کھانا تیار کرایا کروں گا۔"

راجہ نے کہا:

"ہم تمہیں باورچی خانے کا انچارج مقرر کرتے ہیں کیوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وزیر خاص ٹھیک ہے نا۔"

وزیر اندر سے تو جل کر کباب ہو رہا تھا۔ اوپر سے مسکرا کر بولا:

"جی حضور۔"

اب ناگ محل میں ہی رہنے لگا۔ وزیر بڑا ٹپٹایا کہ اب کیا کروں۔ راجہ کے حکم کے آگے بول بھی نہیں سکتا تھا۔ دل میں اس نے ناگ کو ڈھیروں گالیاں دیں۔ وہ بھاگا بھاگا سیتا پتی اور باورچی کے پاس پہنچا اور کہا:

"یہ کم بخت حکیم تو گلے میں پھنس گیا۔ اب وہ روزانہ خود چیک کر کے راجہ کو کھانا دیا کرے گا۔ اس طرح تو ہمارا بھانڈہ پھوٹ جانے کا خدشہ ہے بڑا زبردست حکیم لگتا ہے۔"

باورچی نے سینہ پھلا کر کہا:

"جناب وہ خاندانی حکیم ہے تو میں خاندانی باورچی ہوں۔ میں کھانے میں زہر ملایا ہی نہیں کروں گا۔"

وزیر غصے میں آکر چیخا:

"کیا بکتے ہو۔ زہر نہیں ملاؤ گے تو راجہ مرے گا کیسے؟"

باورچی نے مکاری سے کھی کھی کرتے ہوئے کہا:

"حضور۔ گھبرائیے مت۔ زہر تو بہرحال راجہ کے جسم

میں پہنچ جایا کرے گا۔"

سیتا پتی بولا:

"یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کھانے میں زہر نہ ہو پھر بھی راجہ کے جسم میں پہنچ جائے آخر تم کون سی استادی لڑاؤ گے؟"

باورچی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بڑی راز داری سے کہا:

"سرکار۔ یہ خاندانی نسخہ ہے جو آپ کو بتا رہا ہوں۔ میں زہر کو ان چمچوں پر لگا دیا کروں گا جن سے راجہ کھانا کھاتا ہے۔ وہ حکیم کا بچہ کھانا ہی چیک کرے گا۔ چمچوں کی طرف اس کا دھیان کہاں جائے گا۔"

وزیر خوش ہو گیا۔

اس نے کہا:

"واہ۔ کیا زبردست ترکیب ہے۔ جواب نہیں تمہارا تم واقعی وزیر بننے کے قابل ہو۔"

باورچی تو بانس پر چڑھ گیا۔

اس نے اکڑ کر کہا:

"میں نے دھوپ میں بال سفید نہیں کیے۔ یہ حکیم تو کیا اس کا باپ بھی آ جائے تو میرا مقابلہ کرنے سے رہا۔"

سیتا پتی نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اب تم زہر کی مقدار بڑھا دو تاکہ راجہ جلد از جلد مر جائے اور تخت ہمارے قبضے میں ہو۔"

وزیر اور سینا پتی چلے گئے تو باورچی کھانا تیار کرنے لگ گیا۔ کھانے پکانے کے بعد اس نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ چمچوں پر بے رنگ اور بے بُو قسم کا زہر لگا دیا اور طشت کے ساتھ رکھ دیئے۔ کچھ ہی دیر بعد ناگ کھانوں کا معائنہ کرنے کے لیے باورچی خانے میں آگیا۔

باورچی نے بڑے ادب سے ناگ کو سلام کیا مگر دل میں کہا:

"او حکیم کے بچے۔ تجھے بھی زہر دے کر نہ مارا تو میں خاندانی باورچی نہیں۔"

ناگ نے کہا:

"کیوں میاں باورچی۔ کھانا تیار ہے نا۔"

باورچی نے جواب دیا:

"جناب۔۔۔ میں نے خاصی دیر سے کھانا تیار کر رکھا تھا۔ بس حضور کی راہ دیکھ رہا تھا کہ کھانے کا معائنہ فرمائیں۔"

ناگ نے ہر طشت اٹھا کر بڑے غور سے دیکھا مگر تمام کھانے زہر سے پاک تھے۔ ناگ کو باورچی خانے کی فضا سے زہر کی بڑی ہلکی بُو محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ایک سانپ تھا۔

پانچ ہزار سال پرانا سانپ ۔۔۔ زہر کی بُو تو فوراً سونگھ سکتا تھا۔ لیکن ناگ کو تعجب اس بات پر ہو رہا تھا کہ کسی کھانے میں زہر نہیں ملا ہوا تھا۔

باورچی بڑے غور سے ناگ کو دیکھ رہا تھا اور دل میں خوش ہو رہا تھا کہ ناگ زہر کا پتہ نہیں چلا سکتا۔ اس نے مکاری سے کہا:

"حضور اگر حکم ہو تو کھانا لگوا دوں۔"

ناگ نے جواب دینے کی بجائے پانی کی صراحی چیک کی۔ اس میں بھی زہر نہیں ملا تھا۔ اب تو ناگ بھی چکرا گیا۔ یکایک اس کی نظر چمچوں پر پڑی۔ اس نے ایک چمچ اٹھایا۔ اس کی تیز نظروں نے زہر کو دیکھ لیا۔ ناگ باورچی کی عیاری کو مان گیا۔ اگر اس کی جگہ کوئی عام شخص ہوتا تو کبھی باورچی کو نہیں پکڑ سکتا تھا۔

اس نے کہا:

"میاں باورچی۔ یہ چمچ گندے لگتے ہیں انہیں بدل دو۔"

باورچی کا ماتھا ٹھنکا کہ کہیں ناگ نے زہر کا پتہ تو نہیں چلا لیا پھر یہ سوچ کر باورچی کو تسلی ہوئی کہ زہر بے رنگ اور بے بو ہے مگر چمچے بدلنے سے اس کے تو کیے کرائے پر پانی پھر رہا تھا۔ جھٹ بولا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"حضور۔ انہیں تو میں نے ابھی دھو کر طشت میں لگایا ہے۔ رگڑ رگڑ کر دھوئے تھے۔"

ناگ نے سختی سے کہا:

"جو میں کہہ رہا ہوں صرف وہی کرو۔"

باورچی کا بس نہ چلتا تھا ورنہ ناگ کو کچا چبا جاتا۔ اس نے خون کے گھونٹ پیتے اور دل میں ناگ کو گالیاں دیتے ہوئے چمچے بدل دیئے۔ ناگ کا حکم ٹوٹ نہیں سکتا تھا۔ راجہ نے اسے باورچی خانے کا انچارج مقرر کیا تھا۔ ملازم کھانا اٹھا کر راجہ کے کمرے میں لے گئے۔ ناگ چاہتا تو وزیر، باورچی اور اس کے ساتھیوں کو خود سزا دے سکتا تھا یا راجہ کو ان کی سازش سے آگاہ کر دیتا مگر وہ ان کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا تھا۔ وہ ان کو خوب پریشان کرنا چاہتا تھا۔

ناگ چلا گیا تو باورچی سیدھا وزیر اور سینا پتی کے پاس پہنچا اور ساری کہانی بیان کر دی۔ وزیر یہ سن کر بولا:

"کہیں ایسا تو نہیں کہ حکیم کو شک ہو گیا ہو؟"

باورچی نے کہا:

"ہرگز نہیں۔ چمچوں کے ساتھ زہر میں نے بڑی صفائی

سے لگایا تھا حکیم کو چمچ گندے لگے تھے۔"

سینا پتی غصے میں آ کر بولا:

"کچھ بھی ہو۔ اس حکیم کی وجہ سے ہمیں نقصان ہو رہا ہے۔ اسے راستے سے ہٹانا پڑے گا۔ اب میں زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتا۔ ایک تو یہ راجہ فوج میں بڑا مقبول ہے ورنہ میں بہت پہلے اس کی بانسری بجا دیتا۔ خطرہ تو اس بات کا ہے کہ فوج باغی نہ ہو جائے۔ راجہ زہر سے بیمار ہو کر مرے گا تو فوج یہی سمجھے گی کہ قدرتی موت مرا ہے۔"

وزیر ٹہلتے ہوئے کہنے لگا:

"اسی لیے تو میں راجہ کو قتل نہیں کرتا۔ رہا یہ حکیم تو یہ کس باغ کی مولی ہے۔ آج میں اپنے جلاد کو بھیج کر اس کو مروا دوں گا۔"

وزیر نے جلاد کو بلایا۔ یہ جلاد بڑا ہی خونخوار قسم کا آدمی تھا۔ انسان کو مارنا تو مکھی کو مارنا سمجھتا تھا۔ جلاد حبشی تھا۔ کانوں میں مندرے ڈالے ہوئے تھے۔ نچلا ہونٹ لٹکا ہوا تھا۔ ایک آنکھ ٹیڑھی تھی اور اس میں سے پانی بہہ رہا تھا۔ جلاد نے سر جھکا کر کہا:

"کیا حکم ہے میرے آقا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وزیر نے کہا:

"میں جو کام تمہارے سپرد کرنے لگا ہوں وہ بڑا اہم ہے۔ تمہیں آج رات نئے حکیم کو قتل کرنا ہے"

جلاد پورا منہ کھول کر ہنسا:

"میرے آقا۔ اس مچھر حکیم کی تو میں ایک ہی وار میں گردن اڑا دوں گا"

وزیر مطمئن ہو گیا کیوں کہ جلاد بڑا ہی سفاک انسان تھا۔ وہ وزیر کے حکم پر پہلے بھی کئی قتل کر چکا تھا۔

رات ہوئی تو جلاد تیز دو دھاری خنجر لے کر حکیم یعنی ناگ کے کمرے کی طرف بڑھا۔ ناگ اس وقت اپنے کمرے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا کہ دروازے پر ہلکی آہٹ ہوئی۔ سانپ کے کان بڑے تیز ہوتے ہیں ناگ نے یہ آواز سن لی تھی۔ وہ فوراً کمبل میں پڑے پڑے ہی سانس لے کر سانپ بن گیا اور رینگتا ہوا چارپائی کے نیچے آ گیا۔

کمرے کا دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا اور جلاد کمرے میں آ گیا۔ طاق میں رکھے دیئے کی مدہم روشنی میں وہ بڑا خوفناک لگ رہا تھا۔ اس نے خنجر دائیں ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ وزیر

نے اسے قتل کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ چارپائی پر تکیے اور کمبل نے مل کر ایسی صورت اختیار کر لی تھی کہ یوں لگتا تھا کوئی آدمی سو رہا ہے پھر کمرے میں روشنی بھی کم تھی اس لیے جلاد یہی سمجھا کہ ناگ بستر پر ہے۔

وہ چارپائی کے پاس آ کر رک گیا۔

اس نے خنجر والا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور پے در پے دو تین وار کئے۔ مگر یہ کیا نہ تو کوئی چیخ ابھری اور نہ ہی خنجر خون آلود ہوا۔ جلاد گھبرا گیا کہ معاملہ کیا ہے۔ اس نے جلدی سے کمبل الٹ دیا۔ نیچے تو ایک تکیہ پڑا تھا۔ اسی وقت جلاد کو آواز سنائی دی:

"تم مجھے ڈھونڈ رہے ہو میں تو یہاں کھڑا ہوں"

دراصل ناگ دروازے کے پاس جا کر انسان کی شکل میں آ گیا تھا۔ جلاد نے بڑی تیزی سے مڑ کر دیکھا ناگ پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک ابھر آئی۔ اسے اپنا شکار مل گیا تھا۔ اس نے خنجر لہرا کر ناگ پر حملہ کر دیا۔ ناگ ایک طرف ہٹ کر بچ گیا۔ اور فوراً گہری سانس لے کر سانپ کی شکل میں آ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خونی جلاد نے انسان کو سانپ بنتے دیکھا تو ششدر رہ گیا۔ خنجر اس کے ہاتھ سے گر پڑا وہ دروازے کی طرف دوڑا۔ ناگ نے لپک کر اس کی پنڈلی پر ڈس لیا۔ گرمی کی ایک لہر جلاد کے جسم میں دوڑ گئی مگر وہ رکا نہیں دروازے سے نکل کر باہر بھاگ گیا۔!!

آگ اور سانپ

خونی جلاد دوڑتا ہوا ادھر جا رہا تھا جہاں وزیر، سینا پتی اور باورچی اس کا انتظار کر رہے تھے۔ سانپ کا زہر تیزی کے ساتھ اس کے خون میں حل ہوتا جا رہا تھا۔ جلاد کو یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے اندر آگ کی بھٹی دہک رہی ہے۔ وہ دوڑتا ہوا اس کمرے میں پہنچ گیا۔

وزیر اپنے جلاد کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ جلاد دھڑام سے اس کے قدموں میں گر گیا۔ ناگ کے زہر نے اپنا اثر شروع کر دیا تھا۔ جلاد کا گلا بند ہونا شروع ہو گیا۔ اس نے ہچکی لے کر کہا:

'مجھے سانپ ۔ سانپ نے ڈس لیا۔ وہ۔ وہ...'

خونی جلاد صرف اتنا ہی کہہ سکا اور مر گیا۔ وہ وزیر کو بتانا چاہتا تھا کہ حکیم اصل میں سانپ ہے مگر موت نے اسے مہلت ہی نہ دی تھی۔ اپنے وفادار جلاد کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موت پر وزیر کو بہت دکھ ہوا۔ اس نے لاش گھسیٹ
کر ایک کونے میں ڈال دی۔

سینا پتی نے کہا:

"اس علاقے میں سانپ بہت کم ہوتا ہے پھر اتنی
سردی میں سانپ کہاں سے آ گیا؟"

باورچی یہ سن کر بولا:

"حضور۔ میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے خطرناک
انسان دیکھے ہیں مگر یہ حکیم عجیب پر اسرار سا آدمی ہے۔
میں تو یہ کہوں گا کہ یہ ضرور اپنے اندر کوئی خاص طاقت
رکھتا ہے۔"

وزیر نے غصے میں آکر باورچی کو جھڑک دیا:

"خاموش رہو۔ حکیم میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کی
وجہ سے میرا ایک وفادار آدمی مارا گیا میں اسے زندہ
نہیں چھوڑوں گا۔"

سینا پتی نے کہا:

"اب ہو گا کیا۔ ایسا نہ ہو کہ بات کھل جائے اور
لینے کے دینے پڑ جائیں۔ میری مانو تو کچھ دن کے لیے راجہ
کو زہر دینا بند کر دو اور اپنی ساری سرگرمیاں روک دو۔"

وزیر نے دانت پیس کر کہا:

"تم احمق ہو۔ اتنی مشکل سے راجہ کو موت کی دہلیز تک
پہنچایا ہے اب کیسے چھوڑ دیں۔"

سینا پتی کو وزیر پر غصہ تو بہت آیا لیکن پی گیا۔
دل میں کہا:

"کوئی بات نہیں بیٹا وزیر۔ ایک بار حکومت تو ہاتھ
آ جانے دے۔ سب سے پہلے تمہیں قتل کر کے تمہاری
بوٹیاں چیل کوؤں کے آگے ڈالوں گا۔ گن گن کر سارے
بدلے لوں گا۔"

ادھر وزیر اپنے دل میں یہ سوچ رہا تھا:

"اس سینا پتی کو تو تخت پر بیٹھتے ہی مروا دوں گا۔
بہت بک بک کرنے لگا ہے۔"

باورچی جو خاموش کھڑا تھا کہنے لگا:

"حضور۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ حکیم کو کس طریقے
سے مارنا چاہیے۔"

وزیر بولا:

"کل رات میرے آدمی حکیم کے کمرے کو آگ لگا دیں
گے اور وہ اندر ہی جل کر مر جائے گا۔"

وزیر کا ارادہ بڑا خطرناک تھا۔ آگ کو آگ جلا سکتی
تھی وہ عنبر تو نہیں تھا کہ ہر مصیبت سے بچا رہتا۔ اگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو اس کی سب سے بڑی دشمن تھی جو اسے بھسم کر کے
رکھ دیتی۔

اگلے دن وزیر نے اپنے تین جانباز گوریلوں کو بلایا اور
کہا:

"میرے وفادارو۔ تمہیں آج راج کے نئے حکیم کے
کمرے کو آگ لگا دینی ہے۔ وہ کمرے میں ہی تڑپ تڑپ
کر مر جائے گا۔ میں تم تینوں کو ایک ایک لاکھ سونے
کے سکے دوں گا"

اتنا انعام سن کر گوریلے خوش ہو گئے۔ انہوں نے
وزیر کو تسلی دی کہ بس حکیم کو مرا ہوا سمجھے۔ رات ہوئی
تو گوریلے رال کا تیل لے کر نکل آئے۔ گوریلے بڑے
چالاک تھے۔ وہ آدھی رات کے بعد اپنے خونی مشن
پر نکلے تھے۔ جس وقت سب سوئے پڑے تھے۔ ناگ
اس سازش سے بے خبر اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ گوریلوں
نے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا اور رال کا تیل
لکڑی پر ڈالنے لگے۔ اس کے بعد ایک گوریلا چھت پر
چڑھ گیا۔

چھت لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ گوریلے نے چھت پر رال
کے تیل کا پورا پیپا بہا دیا اور آگ لگا کر فرار ہو گئے۔

رال کے تیل نے بڑی سرعت کے ساتھ آگ پکڑ لی
دروازہ اور چھت دھڑا جلنے لگی۔ محل کے محافظوں نے
جب آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھے تو شور مچاتے بھاگے۔

ناگ کمرے میں سویا پڑا تھا۔ سارا کمرہ دھوئیں میں بھر
گیا تھا۔ ناگ کو اپنا سانس گھٹتا ہوا محسوس ہوا وہ اٹھ
بیٹھا۔ دھواں بڑا کڑوا اور کسیلا تھا۔ ناگ کی آنکھوں سے
پانی بہنے لگا اور شدید جلن ہونے لگی۔ وہ سمجھ گیا کہ مکار
وزیر نے اسے جلا کر مار ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ یہ آگ
اسی مکار کی لگائی ہوئی ہے۔

دروازے کی لکڑی پوری طرح آگ کی لپیٹ میں تھی۔
دروازہ سرخ ہو رہا تھا۔ شعلے اپنی لمبی زبانیں نکالے ناچ
رہے تھے۔ ناگ نے سوچا اگر اس نے انسان کے بھیس
میں دروازے سے نکلنے کی کوشش کی تو باہر پہنچتے پہنچتے جل
مرے گا۔ اس نے روشن دان کی طرف دیکھا کہ پرندہ بن کر
نکل جائے مگر وہاں بھی آگ تھی۔

باہر محافظ شور مچا رہے تھے وہ پانی پھینک کر آگ
بجھانا چاہتے تھے مگر آگ بہت بھڑک چکی تھی۔ ناگ کو
بہت گرمی لگ رہی تھی۔ کڑوے کسیلے دھوئیں نے اسے
کھانسی لگا دی۔ ناگ کو باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا تھا۔ چھت کی کڑیاں اب ٹوٹنے لگی تھیں۔ ایک بار تو ناگ کی آنکھوں کے سامنے موت کی شکل گھوم گئی۔ آگ میں جلنے کے بعد وہ دوبارہ زندہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

اسی وقت ناگ کو خیال آیا کہ کمرے سے ایک نالی باہر نکلتی ہے۔ ناگ فوراً سانپ کی جون میں آکر نالی میں گھس گیا اور رینگتا ہوا باہر نکل آیا۔ کھلی اور ٹھنڈی فضا میں آتے ہی اس نے سکون کا سانس لیا وہ موت کے پھندے سے نکل آیا تھا۔ وزیر نے تو اسے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

کچھ دور ایک ویران گوشے میں جاکر ناگ انسان کی شکل میں آگیا اور اپنے جلتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھا۔ کمرے کے باہر راجہ اور وزیر بھی تھے۔ وزیر بڑا خوش ہو رہا تھا کہ اس کا دشمن آگ میں جل مرا ہے۔ اتنے میں ناگ آگیا۔

راجہ نے جب اسے دیکھا تو خوشی سے چلایا:

"اے نوجوان حکیم تم زندہ ہو۔"

وزیر پر تو ڈھیروں اوس پڑگئی وہ بڑا حیران ہوا کہ یہ کم بخت کمرے سے کس طرح نکل آیا۔

ناگ نے کہا:

"حضور۔۔ مجھے کمرے میں گھبراہٹ ہو رہی تھی لہٰذا میں شاہی باغ میں چلا گیا۔ وہاں ٹھنڈی ہوا میں مجھے نیند آگئی اور میں گھاس پر سو گیا۔ اب شور سن کر میری آنکھ کھلی ہے۔"

راجہ نے غصے میں آکر کہا:

"کسی نے تمہیں مار ڈالنے کی کوشش کی ہے میں اس غدار کی کھال کھنچوا دوں گا۔"

ناگ نے وزیر کی طرف دیکھا اور ہنس کر کہا:

"نہیں حضور۔ میرا بھلا اس محل میں کون دشمن ہو سکتا ہے؟ ابھی چند دن تو مجھے آئے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے آگ اتفاقاً لگ گئی ہے۔"

وزیر نے بھی فوراً کہا:

"بالکل۔ لگتا ہے تیل کے دیئے کی وجہ سے آگ لگی ہے ورنہ حکیم سے کسے رنجش ہو سکتی ہے۔"

اوپر سے وزیر نے کہہ تو دیا مگر دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اسے اپنے گوریلوں پر غصہ آ رہا تھا جنہوں نے دیکھے بھالے بغیر ہی آگ لگا دی تھی۔ وزیر اپنے محل میں آگیا جو راجہ کے بڑے محل کے اندر ہی تھا۔ وزیر نے فوراً سپاہی اور گوریلوں کو بلا لیا۔ وہ گوریلوں پر برستا ہوا کہنے لگا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بدبختو۔ کمینو۔ تم نے ذرا سی بے احتیاطی سے میرا منصوبہ تباہ کر ڈالا۔ تم نے یہ بھی نہ دیکھا کہ حکیم کا بچہ کمرے میں ہے یا نہیں۔"

گوریلے تو کانپ اُٹھے۔ وزیر غصّے کا بڑا زہریلا تھا۔ ایک نے ہمت کر کے کہا:

"ہمیں معاف کر دیں۔ ہم سے واقعی بڑی بھول ہوئی۔ ہمیں محتاط ہونا چاہیے تھا۔"

سینا پتی نے ٹہلتے ہوئے کہا:

"وزیر صاحب ـــ مجھے تو ایسا لگتا ہے ہم میں کوئی غدار ہے اور حکیم سے مل گیا ہے۔ ذرا سوچو ـــ اتنی سردی میں کون ٹہلنے باہر نکلتا ہے۔ ضرور کسی نے مخبری کی اور حکیم اپنے کمرے میں رات کو گیا ہی نہیں۔"

یہ بات وزیر کے دل کو بھی لگی۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر کہنے لگا:

"لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم میں کوئی غدار ہے تو راجہ کو خبر کر کے ہمیں مروا کیوں نہیں دیتا۔"

سینا پتی نے چیخ کر کہا:

"کچھ بھی ہو۔ مجھے یہ حکیم بڑا پر اسرار لگتا ہے اور ہم میں کوئی مخبر ضرور ہے۔"

وزیر بولا:

"اگر کوئی مخبر ہے تو ہمیں پہلے اس کا پتہ چلانا چاہیے۔ وہ کون ہے جو ہم سے غداری کر کے حکیم کا ساتھی بن گیا ہے۔"

سینا پتی نے غصے سے کہا:

"میں اسے ڈھونڈ لوں گا۔ اور اپنے ہاتھ سے پھانسی چڑھاؤں گا۔ لیکن اس طرح راجہ کو مرنے میں اور وقت لگے گا اور میں اب زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔"

مکار وزیر نے عیاری سے مسکرا کر کہا:

"اب میں نے بڑی خطرناک چال سوچی ہے راجہ اور حکیم بچ نہ سکیں گے۔"

سینا پتی نے کہا:

"اگر تم ایسا کر سکو تو بہت بہتر ہے۔"

وزیر نے دانت نکالتے ہوئے کہا:

"دماغ میرا اور طاقت تمہاری۔ یہ دونوں مل جائیں تو راجہ ہرگز نہیں بچ سکتا۔"

سینا پتی نے جھنجھلا کر کہا:

"کھل کر کہو میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔"

وزیر نے گوریلوں کو چلے جانے کا حکم دیا اور کہنے لگا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"راجہ کی طبیعت اب بہت بہتر ہو گئی ہے اور راجہ کو شکار کا بڑا شوق ہے۔ میں اور تم اسے اپنے ساتھ شکار پر لے جائیں گے میرے گوریلے پہلے سے جنگل میں چھپے ہوں گے وہ اچانک حملہ کر کے راجہ کو قتل کر دیں گے اور ہم واپس آ کر مشہور کر دیں گے کہ راجہ کو ایک شیر نے ہلاک کر دیا ہے۔"

سینا پتی یہ سن کر پھڑک اٹھا:

"یہ ترکیب بڑی زبردست ہے۔ راجہ بچ نہ سکے گا۔"

غدار وزیر اور سینا پتی دونوں قہقہے مار کر ہنسنے لگے۔

○

ادھر ماریا خانقاہ سے نکل کر واپس درختوں کے جھنڈ میں آ گئی۔ اسے ان دونوں بھکشوؤں پر بڑا غصہ تھا جنہوں نے اسے زخمی کر دیا تھا۔ وہ گھاس پر لیٹنے لگی تھی کہ اسے اچانک وہ خفیہ راستہ نظر آ گیا جو خانقاہ کے اندر جاتا تھا۔ ماریا اس راستے سے خانقاہ کے نیچے بنے خفیہ تہہ خانے میں آ گئی۔

اس نے دیکھا کہ سنہرے بالوں اور نیلی آنکھوں والی لڑکی فرش پر بندی پڑی ہے۔ اس نے اپنا چہرہ گھٹنوں

میں چھپا رکھا تھا اور رو رہی تھی۔ اس کے سنہری بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ لڑکی کی مدھم سسکیوں سے ماریا کا دل تڑپ اٹھا۔ چاچو اور بھکشو موجود نہ تھے لڑکی اکیلی تھی۔

ماریا لڑکی کے پاس آ گئی اس نے آہستہ آواز میں کہا:

"اے بہن!"

لڑکی نے ایک دم سر اٹھا کر دیکھا۔ اس کے اداس چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے اور خوب صورت چہرہ موت کے خوف سے کملا گیا تھا۔ لڑکی سمجھی شاید اسے وہم ہوا ہے اور کسی نے اسے نہیں پکارا۔

اس وقت ماریا نے کہا:

"ڈرنا مت بہن۔ میں تمہاری مدد کے لیے آئی ہوں تمہارا نام کیا ہے؟"

لڑکی کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اس نے سہم کر اِدھر اُدھر دیکھا۔

ماریا بولی:

"خوف نہ کھاؤ۔ میں بھی تمہاری طرح ایک لڑکی ہوں کسی جادو کی وجہ سے دوسروں کو نظر نہیں آتی۔"

لڑکی نے یہ سُنا تو اس کی ڈھارس بندھی اس نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرا نام مریم ہے۔ میں مسلمان ہوں دو ڈاکو مجھے
کنوئیں سے پانی بھرتے وقت اٹھا لائے تھے۔ انہوں
نے مجھے بھکشو کے ہاتھ بیچ دیا ہے جو مجھے مار ڈالنا
چاہتا ہے۔"
یہ کہہ کر لڑکی پھر رونے لگی۔
ماریا نے کہا:
"رو مت بہن۔ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں
ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے تمہاری مدد کے لیے بھیجا ہے۔"
مریم نے آنسو بھری آواز میں کہا:
"میرے بوڑھے والدین سخت پریشان ہوں اور مجھے
یاد کر کے روتے ہوں گے پتہ نہیں اب میں ان سے
مل بھی سکوں گی کہ نہیں۔"
ماریا کہنے لگی:
"دل چھوٹا نہ کرو مریم بہن۔ ہمت سے کام لو۔ تم
زندہ رہو گی۔"
ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ تہہ خانے کا دروازہ
کھلا اور چاچو اور بھکشو اندر آ گئے۔ ماریا جلدی سے
پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ
بھکشو اس کی بُو سونگھ کر خبردار ہو جائیں۔

چاچو نے مریم کے پاس آ کر کہا:
"اے لڑکی تم کس سے باتیں کر رہی تھیں؟"
مریم گھبرا گئی مگر جلدی سے بولی:
"میں کس سے باتیں کر سکتی ہوں یہاں کون آ سکتا
ہے سوائے تمہارے۔"
بھکشو نے قہقہہ مارتے ہوئے کہا:
"ارے چاچو— یہ ٹھیک کہتی ہے یہاں کسی نے آ کر
مرنا ہے کیا۔ یہ تو ہمارا خفیہ اڈہ ہے۔"
چاچو کہنے لگا:
"تم کل ہی سے دریا کے کنارے ایک ٹانگ پر کھڑے
ہو کر منتر پڑھنا شروع کر دو۔ پھر اس لڑکی کو ذبح کر کے
اس کا دل کھا جانا تاکہ تمہارے ہاں اولاد ہو سکے۔"
بھکشو نے جواب دینے کی بجائے سر ہلا دیا۔ ماریا
کچھ فاصلے پر کھڑی تھی اس نے دیکھ لیا تھا کہ بھکشو
کے جسم کے ارد گرد جادوئی شیشے کی دیوار نہیں ہے۔
ماریا نے سوچا کہ اسے یہیں ختم کر دینا چاہیے۔ تہہ خانے
کی دیوار سے ایک تلوار لٹک رہی تھی۔ ماریا تلوار اتارنے
آگے بڑھی تو بے خیالی میں اس کا پاؤں فرش پر پڑے ڈول
سے ٹکرا گیا۔ ڈول لڑھکتا ہوا پرے چلا گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا فوراً تہہ خانے کی پرلی نکڑ میں چلی گئی۔ دونوں بھکشو چونک اٹھے تھے اور ڈول کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بھکشو نے جلدی سے کہا:

"چاچو۔ میرے یار۔ کہیں وہ غیبی عورت زندہ تو نہیں بچ گئی۔ یہ ڈول کیسے لڑھک گیا؟"

چاچو ناک سکیڑ کر فضا میں کچھ سونگھ رہا تھا۔ ماریا پرلی نکڑ میں تھی اس لیے چاچو اس کے خون کی بُو نہ سونگھ سکا۔ اس نے کہا:

"نہیں۔ وہ غیبی عورت میرے وار سے نہیں بچ سکتی اس ڈول کا پیندہ ٹوٹا ہوا ہے خود بخود لڑھک گیا ہوگا۔"

بھکشو کہنے لگا:

"مجھے شک ہے کہ غیبی عورت بچ نکلی ہے ہمیں اس تہہ خانے کی تلاشی ضرور لینا چاہیے۔"

ماریا، چاچو کی بات سن کر مطمئن ہو گئی تھی مگر یہ کمبخت بھکشو کچھ زیادہ ہی محتاط تھا۔ بھکشو اور چاچو دونوں ہاتھ پھیلا کر تہہ خانے میں چکر کاٹنے لگے کہ اگر غیبی عورت ہو گی تو اس سے ان کے ہاتھ ٹکرائیں گے۔ ماریا کے لیے بڑا مشکل وقت تھا۔ اگر بھکشو اسے چھونے یا اس کے جسم کی بو سونگھنے میں کامیاب ہو جاتے تو اس کے

حق میں بہت بُرا ہوتا۔ ماریا چپکے سے آکر مریم کے پاس بیٹھ گئی۔

بھکشو اور چاچو نے تہہ خانے کی تلاشی لی مگر ماریا کو نہ ڈھونڈ سکے۔

چاچو نے کہا:

"تمہیں وہم ہوا ہے مجھے تو پورا یقین ہے کہ غیبی عورت کی روح اب آسمانوں میں جا چکی ہوگی۔"

بھکشو نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے سر جھٹک کر کہا:

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مگر نجانے کیوں میرا دل کہہ رہا ہے کہ وہ غیبی عورت زندہ ہے اور ہمیں مارنے کی فکر میں ہے۔"

چاچو نے منہ بنا کر کہا:

"اب وہم کا علاج تو حکیم لقمان کے پاس بھی نہ تھا میں کیا کر سکتا ہوں۔"

بھکشو اور چاچو، مریم کی طرف آئے تو ماریا ایک طرف ہٹ گئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ان کم بختوں سے کس طرح نبٹے۔ تہہ خانے کے آتش دان کے پاس ایک لمبی نوکیلی سلاخ پڑی تھی جس سے غالباً آگ کریدنے کا کام لیا جاتا تھا ماریا نے بڑی خاموشی سے سلاخ اٹھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لی۔ چاچو اور بھکشو تو یہ نہ دیکھ سکے مگر مریم نے
دیکھا کہ سلاخ خود بخود غائب ہو گئی ہے وہ سمجھ گئی کہ
ماریا ان ظالم بھکشوؤں کا خاتمہ کرنے لگی ہے۔

دونوں ہاتھوں سے سلاخ تھامے ماریا بھکشو کی طرف
بڑھنے لگی۔ جونہی وہ بھکشو کے پاس آئی۔ بھکشو نے اس
کی بُو سونگھ لی وہ چلایا:

"چاچو۔ غیبی عورت اس تہہ خا...."

الفاظ ابھی اس کے منہ میں ہی تھے کہ ماریا نے سلاخ
پوری طاقت سے بھکشو کی گردن پر ماری۔ نوکیلی سلاخ اس
کی گردن چیرتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔ بھکشو بڑے بھیانک
انداز میں چیخا۔ اس کے دونوں ہاتھ گردن پر جم گئے تھے۔
وہ سلاخ کو گردن سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خون
کے فوارے اس کی انگلیوں سے بہہ رہے تھے۔ ماریا نے
سلاخ واپس کھینچ لی اور گھما کر چاچو کی کھوپڑی پہ ماری۔
اس کی کھوپڑی ناریل کی طرح پھٹ گئی۔

وہ زخمی حالت میں دروازے کی طرف بھاگا۔ ماریا نے
سلاخ اس کی طرف اچھال دی۔ ہوا میں تیرتی ہوئی سلاخ
چاچو کی کمر میں دھنس گئی۔ چاچو چیخ مار کر گرا اور تڑپتا ہوا
مرگیا۔۔ دونوں بھکشو اپنے انجام کو پہنچ چکے تھے۔ مریم

اپنے سامنے دو خون ہوتے دیکھ کر گھبرا گئی تھی ماریا نے
اسے تسلی دی اور کہا:

"انہیں اپنے کیے کی سزا ملی ہے۔ یہ خونی اور قاتل تھے
ان کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا۔"

مریم کی رسیاں کھول کر ماریا نے اسے ہمراہ لیا اور تہہ خانے
کے خفیہ راستے سے باہر آگئی!!

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہندوستان کے ٹھگ

مریم کا گھر دہلی میں تھا۔

اب یہ ماریا کا فرض تھا کہ وہ مریم کو اس کے بوڑھے ماں باپ تک پہنچاتے۔ وہ دونوں گھوڑے پر سوار ہو کر دہلی کی طرف روانہ ہو گئیں۔ دہلی کے راستے میں ایک گھنا جنگل آتا تھا جس میں خونی ٹھگوں کا ٹھکانہ تھا۔ ہندوستان کے یہ ٹھگ عیاری اور سفاکی میں اپنی مثال آپ تھے اور کالی مائی کی پوجا کرتے تھے۔

یہ خونی ٹھگ جب کسی مہم پر روانہ ہوتے تو پہلے کالی مائی کے بت کے حضور بھیڑ کی قربانی دیتے۔ بھیڑ کا سر کاٹ کر کالی مائی کے قدموں میں رکھ دیتے اور اس کا اگلا دایاں پاؤں کاٹ کر کالی مائی کے منہ میں ڈال دیتے اس کے بعد ایک خاص قسم کا شربت مردہ بھیڑ کے سر پر ڈالتے۔ اگر اس شربت کے ڈالنے سے بھیڑ کے نتھنے سکڑ جاتے تو ٹھگ بڑے خوش ہوتے کہ کالی مائی نے قربانی

قبول کر لی ہے اور مہم پر جانے کی اجازت دے دی ہے۔ اس کے برعکس اگر نتھنے نہ سکڑتے تو یہ بڑا شگون سمجھا جاتا اور مہم ملتوی کر دی جاتی۔

کالی مائی کے یہ پجاری دن کے وقت گیدڑ کی آواز کو منحوس سمجھتے تھے۔ مہم پر جاتے وقت اگر انہیں کوئی سر ہلاتا کتا نظر آ جاتا تو سمجھتے کہ بڑا اچھا دن ہے۔ اگر یہ مہم سے کامیاب لوٹتے تو کالی مائی کی عبادت کرتے اس کی مورتی کے سامنے رسی کا پھندہ، رومال، چاقو رکھ دیتے۔ اور گرد مردہ چھپکلیاں اور سانپ پھیلا دیتے اور مورتی پر پھول نچھاور کرتے تھے۔

ان ٹھگوں کا خوف ناک ہتھیار رومال ہوتا تھا۔ اپنے شکار کی گردن میں رومال ڈال کر اس کا گلا گھونٹ دیتے تھے۔ عیاری میں یہ ٹھگ بے مثال تھے۔ کبھی یوں ہوتا کہ کسی مسافر کو مارنے کے بعد پیسے وغیرہ نکال رہے ہوتے کہ کوئی اور مسافر ادھر آ نکلتے۔ انہیں دیکھتے ہی ایک ٹھگ فوراً بے ہوش بن کر گر پڑتا۔ مسافر اس کی طرف متوجہ ہوتے اور باقی ٹھگ لاش ٹھکانے لگا دیتے۔ کبھی لاش کے گرد پردہ تان کر کھڑے ہو جاتے کہ عورتیں ساتھ ہیں اس لیے پردہ کر رکھا ہے اور کبھی بدنصیب مسافر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی لاش پر چادر ڈال کر رونے لگتے اور کہتے اور ہمارا ساتھی اچانک سفر میں مرگیا ہے ۔ ہائے وہ ہمیں راستے میں ہی چھوڑ گیا اب اس کے ماں باپ کو کیا جواب دیں گے ۔ آنے والے مسافروں کو شبہ بھی نہ ہوتا کہ یہ ٹھگ مکاری کر رہے ہیں ۔

ان ٹھگوں نے آپس میں گفتگو کے لیے خفیہ زبان بنا رکھی تھی جسے کوئی دوسرا سن بھی لیتا تو نہ سمجھ پاتا۔ آپس میں خفیہ اشارے طے تھے ۔ اگر کبھی ایسا ہوتا کہ کسی اکیلے ٹھگ کو کوئی چھوٹا موٹا قافلہ نظر آتا تو وہ اس کا تعاقب شروع کر دیتا اور کچی سڑک پر لکیر بناتا جاتا۔ دوسرے ٹھگ اس لکیر کو دیکھتے ہی سمجھ جاتے کہ ادھر شکار گیا ہے اور ہمارے ساتھی کو مدد کی ضرورت ہے۔ کبھی راستے میں درخت کے پتے پھیلاتے جاتے اس کا مطلب تھا "فوراً آگے پہنچو"

یہ بڑے وہم پرست ہوتے تھے ۔ ٹھگی کے لیے نکلتے اور راستے میں کوئی جنازہ نظر آ جاتا ۔ یا کسی عورت کے رونے پیٹنے کی آواز سنتے تو بڑا برا خیال کرتے ۔ کوئی عورت پانی سے بھرا گھڑا اٹھائے نظر آتی تو خوشی سے ناچ اُٹھتے اور اگر عورت کا گھڑا خالی ہوتا تو ان کے

منہ لٹک جاتے تھے ۔

ماریا اور مریم بھی سفر کرتی ہوئیں خونی ٹھگوں کے اس جنگل میں آ پہنچیں تھیں ۔ رات ہو رہی تھی ۔ تھکن سے دونوں کا برا حال تھا ۔ اس جنگل میں کیلے کے درخت درخت بکثرت تھے انہوں نے کیلے کھا کر چشمے سے تازہ اور میٹھا پانی پیا ۔ مریم نے کہا :

"ماریا بہن ۔ اب تو مجھ میں سفر کی ہمت نہیں گھوڑے پر سفر کرتے کمر اکڑ گئی ہے ۔"

ماریا نے ہنس کر کہا :

"کوئی مناسب جگہ دیکھ کر آرام کرتے ہیں ۔"

ڈوبتے سورج کی سنہری روشنی درختوں پر پڑ رہی تھی۔ جنگل میں خاموشی چھائی ہوئی تھی ۔ اس وقت ان کا گھوڑا ایک پگڈنڈی پر سے گزر رہا تھا ۔ پگڈنڈی کے دونوں طرف لمبی لمبی گھاس اُگی ہوئی تھی ۔ ناہموار زمین تھی جس پر جا بجا درخت سینہ تانے کھڑے تھے ۔

کچھ آگے جا کر ایک ٹیلا آ گیا ۔ اس کے دوسری طرف ایک چھوٹا میدان تھا جس میں سبز گھاس لہلہا رہی تھی۔ مریم نے خوش ہو کر کہا :

"رات گزارنے کے لیے یہ جگہ بہترین ہے کیا ٹھنڈی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور مزے دار ہوا چل رہی ہے۔"

ماریا کہنے لگی:

"اور اگر کوئی شیر رات کو ادھر آ نکلا تمہیں کھا کر اسے بھی بڑا مزہ آئے گا۔ لیکن کسی درخت پر بھی رات نہیں گزاری جا سکتی۔ درختوں پر سانپ ہوتے ہیں اگر کسی نے تمہیں ڈس لیا تو۔"

"اوئی — سانپ:" مریم ڈر گئی۔

ماریا نے کہا:

"ڈرو مت۔ ویسے یہ جنگل اوپر سے جتنے خوبصورت نظر آتے ہیں اندر سے اتنے ہی خطرناک ہوتے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں بڑے خوفناک جنگل دیکھے ہیں۔"

گھوڑے کو ایک درخت سے باندھ کر ماریا اور مریم گھاس پر لیٹ گئیں۔ سورج ڈوب چکا تھا اور تاریکی نے جنگل میں ڈیرے جما لیے تھے۔ درختوں پر بسیرا کرنے والے پرندے بھی خاموش ہو چکے تھے۔ پورا جنگل گھپ سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد مریم سو گئی۔ اور اس کے ہلکے ہلکے خراٹے ماریا کو سنائی دینے لگے۔

ماریا کو بھی بڑے زور کی نیند آ رہی تھی۔ اب وہ پر اسرار طاقتوں والی ، یا تو نہیں تھی کہ نہ کھانے کی

ضرورت محسوس ہوتی اور نہ سونے کی — ماریا سونا نہیں چاہتی تھی وہ رات بھر جاگ کر مریم کی حفاظت کرنا چاہتی تھی۔ آدھی رات تک تو ماریا جاگتی رہی پھر اس پر بھی غنودگی طاری ہونے لگی اور وہ جنگل کی ٹھنڈی ہوا نے اسے بھی سلا دیا۔

رات سنسان اور خاموش تھی۔ کبھی کسی الو کے چلانے یا گیدڑ کے رونے کی آواز آتی۔ رات کے اس سناٹے میں تین ٹھگ جنگل میں گھوم رہے تھے وہ کسی مسافر یا قافلے کی تلاش میں تھے تاکہ لوٹ مار کر سکیں۔ جنگل میں گھومتے وہ اس طرف آ نکلے جدھر ماریا اور مریم سو رہی تھیں۔ انہوں نے جب مریم کے خراٹوں کی آواز سنی تو چوکنے ہو گئے۔

دبے قدموں آگے بڑھے تو چاند کی روشنی میں مریم انہیں نظر آ گئی۔ سنہرے بالوں والی خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھر آیا۔ چند دن پہلے انہوں نے ایک قافلہ لوٹا تھا۔ اس قافلے میں چار لڑکیاں بھی تھیں جنہیں ان ٹھگوں نے اپنا قیدی بنا لیا تھا۔ بوڑھی عورتوں اور مردوں کو قتل کر دیا تھا۔

ٹھگ ان لڑکیوں کو شہر میں مال دار لوگوں کے ہاتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فروخت کر دیتے تھے۔ قیدی چار لڑکیوں کو لے کر
ان کا سردار اگلے دن شہر جانے والا تھا۔ مریم کو دیکھ
کر دونوں ٹھگوں کے دانت باہر نکل آئے۔ انھوں نے
سوچا اس خوب صورت لڑکی کو دیکھ کر سردار خوش
ہو گا کیوں کہ شہر میں یہ کافی مہنگی بک سکتی ہے۔ مالدار
ہندو سنہرے بالوں والی لڑکیوں کو اپنی کنیزیں بنانا زیادہ
پسند کرتے تھے۔

ایک ٹھگ نے اپنی جیب سے بے ہوشی کی دوا
والا رومال نکال لیا اور آہستہ آہستہ مریم کی طرف بڑھنے
لگا۔ ماریا تو ان دونوں کو نظر آ نہیں سکتی تھی۔ ٹھگ
نے بڑی پھرتی سے بے ہوشی کی دوا والا رومال مریم
کے منہ پر ڈال دیا۔ مریم ہڑبڑا کر اٹھی اس نے چیخنا
چاہا مگر ٹھگ نے رومال سے منہ دبا رکھا تھا۔ بے ہوشی
کی دوا مریم کے دماغ پر چڑھ گئی اور وہ بے ہوش
ہو گئی۔

ٹھگ نے اسے کندھے پر ڈالا اور اپنے ساتھی
کے ہمراہ ٹیلے کے دوسری طرف اتر کر جنگل میں
گھس گیا۔ ماریا بے خبر سوتی رہ گئی۔ گھوڑا کچھ فاصلے
پر درختوں میں بندھا ہوا تھا اس لیے ٹھگوں کو نظر نہ آیا۔

ٹھگ ٹیڑھی میڑھی کچی پگڈنڈیوں پر چلتے ہوئے اپنے
ٹھکانے پر آ گئے۔ یہ ایک بڑا غار تھا۔

ٹھگوں کے سردار نے جب مریم کو دیکھا تو مسکرا
کر بولا:

"واہ — بہت عمدہ مال ہے۔ لڑکی ذرا بھوکی پیاسی
ہے۔ کچھ کھلا پلا دیں گے تو رنگ روپ اور نکھر آئے
گا پھر یہ بمبئی کے کسی ساہوکار کے ہاتھ مہنگے داموں
بک جائے گی۔"

سارے ٹھگ قہقہے لگا کر ہنسنے لگے۔ غار میں ایک
طرف دیوار سے زنجیریں لگی ہوئی تھیں جن سے چار
لڑکیاں بندھی ہوئی تھیں ٹھگوں نے مریم کو بھی انھی
زنجیروں سے باندھ دیا۔

سردار کہنے لگا:

"چند گھنٹے بعد میں سمندر کے راستے بمبئی روانہ ہو
جاؤں گا تاکہ ان پانچوں لڑکیوں کے دام کھرے کر سکوں۔"

کچھ دیر بعد مریم کو ہوش آیا تو خود کو ٹھگوں کی
قید میں دیکھ کر وہ رونے لگی۔ ٹھگ سردار نے
گرج کر کہا:

"چپ — رونا دھونا بند کر دے۔ اب تجھے کوئی نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بچا سکتا۔ بتا تیرا نام کیا ہے اور تو کس مذہب کی ہے؟

مریم روتے ہوئے کہنے لگی:

"میرا نام مریم ہے اور میں مسلمان ہوں۔ خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔"

ٹھگ سردار نے قہقہہ مار کر کہا:

"آج سے تو مریم نہیں مینا کماری ہے۔ خبردار اگر کسی سے یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ تمہیں کسی ہندو ساہو کار کی کنیز بننا ہے۔ اب یہ رونا بند کرو اور خوش رہا کرو تاکہ خوب صحت مند ہو جاؤ اور تمہارے زیادہ دام ملیں۔"

ٹھگ سردار نے مریم کو بھنا ہوا گوشت اور پھل کھانے کو دیئے۔ مریم کو اپنی حالت پر رونا آ گیا۔ وہ اس وقت بھیڑ بکری کی مانند تھی کہ کھلا پلا کر اور موٹا کر کے ذبح کیا جائے تاکہ زیادہ گوشت نکلے۔ کچھ دیر بعد ٹھگوں کا ایک گروہ پانچوں لڑکیوں کو لے کر روانہ ہو گیا۔

گھوڑوں پر سوار وہ صبح ہونے سے پہلے سمندر کے کنارے پہنچ گئے۔ یہاں ایک چھوٹا بحری جہاز کھڑا ہوا تھا۔ اس بحری جہاز کا کپتان (لنگڑا) ٹھگوں کا ساتھی

تھا۔ جہاز بھی اسی کا تھا۔ ٹھگ سردار لنگڑے کپتان سے گلے ملا۔

لنگڑے نے اپنی مکار آنکھوں سے مریم کو دیکھتے ہوئے کہا:

"اس بار تو خاصا عمدہ مال ہے خوب روپیہ ہاتھ لگے گا۔"

ٹھگ سردار نے قہقہہ مارا اور مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگا:

"یہ لڑکی تو رات ہی ہاتھ لگی ہے۔ ویسے چیز خوب ہے۔ نیلی آنکھیں اور سنہرے بال — ساہو کار منہ مانگے داموں خرید لیں گے۔"

لنگڑے کپتان کے حکم سے ملاحوں نے جہاز کے بادبان کھول دیئے۔ جہاز چل پڑا۔ مریم اور دوسری چاروں لڑکیوں کو ایک کیبن میں بند کر دیا گیا تھا۔ مریم بڑی اداس تھی۔ خونی ڈاکوؤں اور بھکشوؤں کی قید سے نکل کر وہ ٹھگوں کے ہتھے چڑھ گئی تھی اور یہاں بچنے کی امید بھی کوئی نہ تھی۔ یہ سوچ کر مریم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ اب وہ اپنے بوڑھے والدین سے شاید کبھی نہ مل سکے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسری لڑکیوں نے اسے روتے دیکھا تو پاس آ
گئیں ایک نے کہا:
"بہن روؤ مت۔ ہم سب مصیبت کی ماری ہیں۔
ان ظالموں نے ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے والدین
کو قتل کر ڈالا اور ہمیں اپنا قیدی بنا لیا۔"
مریم کے آنسو تھے کہ تھمتے ہی نہ تھے۔
ادھر ماریا صبح جاگی تو مریم کو غائب پا کر چکرا گئی
وہ بھاگ کر ٹیلے پر چڑھی ادھر اُدھر دیکھا۔ مریم ——
مریم —— مریم —— اس کی آواز جنگل میں گونج کر رہ گئی۔
کہیں سے کوئی جواب نہ آیا۔ ماریا گھبرائی کہ کہیں کسی
جنگلی درندے نے تو اسے ہڑپ نہیں کر لیا لیکن فوراً
ہی ماریا کو خیال آیا کہ اگر ایسا ہوتا تو مریم شور مچاتی
یا جنگلی درندہ ہی دھاڑتا، غرّاتا —— پھر مریم آخر
گئی کہاں ہے؟
ایکا ایکی ماریا کی نظر ٹیلے کے نیچے بھربھری زمین پر
پڑی۔ یہاں گھاس نہیں تھی اور انسانی قدموں کے نشان بالکل
صاف نظر آ رہے تھے۔ یہ نشان آگے جا کر لمبی گھاس میں
گم ہو گئے تھے۔ یہ دو آدمیوں کے ننگے پیروں کے نشان
تھے۔ ماریا نے بیٹھ کر غور سے نشان دیکھے۔ ایک آدمی

کے نشان دوسرے کی نسبت زیادہ گہرے تھے جیسے وہ
پاؤں دبا دبا کر چلا ہو یا اس نے کوئی بوجھ اٹھا رکھا ہو۔
ماریا سمجھ گئی کہ مریم کو یہی دو آدمی اٹھا لے گئے ہیں۔
یہ آدمی کون ہیں؟ مریم کہاں ہے؟ اس کا ماریا نے
پتہ چلانا تھا۔ ماریا گھوڑے کی طرف آئی۔ گھوڑا درخت سے
بندھا ہوا تھا۔ ماریا گھوڑے پر سوار ہو کر اس طرف
چل دی۔
سورج نکل آیا تھا۔ گھوڑا جنگل میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ
رہا تھا۔ آگے جا کر جنگل خوب گھنا ہو گیا تھا۔ چوڑے پتوں
والی جھاڑیاں بکثرت تھیں۔ بعض مقامات پر گھنے درخت
اس قدر گنجان تھے کہ سورج کی روشنی بمشکل نیچے تک
آ رہی تھی۔ تھوڑی دور آگے جا کر چشمہ آ گیا۔ تیز جھاگ
اڑاتا پانی بہہ رہا تھا۔ چشمے کے آس پاس نوک دار پتوں
والے عجیب سے درخت پھیلے ہوئے تھے۔ ماریا نے گھوڑے
سے اتر کر چشمے پر منہ دھویا اور گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیا
تاکہ وہ گھاس اور پتے وغیرہ کھا لے۔ خود وہ چشمے کے
کنارے بیٹھ کر ناگ کے بارے میں سوچنے لگی کہ جب
وہ واپس سرائے آیا ہو گا تو اسے نہ پا کر پریشان ہو گا۔
ماریا انہی خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی کہ گھوڑا بڑے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوف زدہ انداز میں ہنہنایا۔ ماریا نے چونک کر ادھر دیکھا اور ایک بار تو ماریا کے پاؤں تلے سے بھی زمین نکل گئی۔ وہ منظر ہی کچھ ایسا تھا۔ ایک درخت کی لمبی شاخوں نے گھوڑے کو دبوچ رکھا تھا۔ وہ رسی کی طرح گھوڑے سے لپٹی ہوئی تھیں۔

یہ آدم خور درخت تھے۔ یہ جاندار کو شاخوں میں دبوچ لیتے پھر شاخوں کے جسم سے ایک لیس دار تیزابی مادہ خارج ہونے لگتا اور جاندار کا گوشت اس مادے میں حل ہو جاتا اور کچھ ہی دیر بعد ہڈیوں کا پنجر باقی رہ جاتا۔ گھوڑا ٹانگیں چلاتا بری طرح ہنہنا رہا تھا۔ شاخیں اسے زمین سے اٹھا کر اوپر لے گئی تھیں گھوڑا شاخوں میں اس طرح چھپ گیا تھا کہ نظر ہی نہ آتا تھا۔

چند منٹ بعد درخت کی شاخیں کھل گئیں اور گھوڑے کا بے گوشت ڈھانچہ دھڑام سے نیچے آ گرا۔ ماریا کانپ اٹھی۔ ان آدم خور درختوں نے دیکھتے ہی دیکھتے پورا گھوڑا نگل لیا تھا۔ اب درختوں کی شاخیں پھر نیچے کو جھکی ہوئی تھیں اور موٹے سانپوں کی طرح جھوم رہی تھیں۔ یہ سوچ کر تو ماریا کے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی کہ اگر وہ ان آدم خور درختوں کے پاس چلی جاتی تو؟

ماریا ان خونخوار درختوں سے بچ کر آگے نکلی۔ وسیع جنگل اس کے سامنے پھیلا ہوا تھا۔ ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیاں ٹیلے گھاٹیاں۔ ان سے گزرتی ہوئی ماریا بہت دور نکل آئی۔ سورج سر پر آ گیا تھا۔ ماریا راستہ بھول کر بجائے ٹھگوں کے غار تک پہنچنے کے ویران جنگل میں نکل آئی تھی

یہاں آ کر درختوں کا گھنا پن چھٹ گیا تھا۔ اچانک ماریا کو دور ایک مندر کی شکستہ برجیاں نظر آئیں۔ مندر ایک بلند ٹیلے کی اوٹ میں تھا۔ ماریا اس ویران جنگل میں مندر دیکھ کر بڑی حیران ہوئی۔ اس نے ٹیلے پر چڑھ کر دیکھا۔ پرانا ٹوٹا پھوٹا مندر تھا۔ برجیاں ٹوٹ چکی تھیں۔ مندر کا دیو ہیکل دروازہ دیمک کی نذر ہو چکا تھا۔ دیواروں میں جا بجا دراڑیں تھیں اور جنگلی گھاس اگی ہوئی تھی۔ ماریا نے سوچا کسی زمانے میں یہ مندر آباد ہو گا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ مندر میں چل کر کچھ دیر آرام کیا جائے۔

وہ ٹیلے کے دوسری طرف اترنے کے بعد مندر کی طرف بڑھنے لگی۔ پرانا مندر نزدیک آتا جا رہا تھا!!

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عقرب دیوتا کا پجاری

مندر بڑی خستہ حالت میں تھا۔

دیواروں پر لگا چونا اکھڑ چکا تھا۔ اور اینٹیں باہر جھانک رہی تھیں۔ ماریا دروازے سے گزر کر اندر آ گئی۔ یہاں لمبی جنگلی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ جنگلی انگوروں کی ایک بیل دیوار سے لپٹی ہوئی تھی۔

ماریا مندر میں گھومنے لگی۔

اس مندر میں ایک ظالم اور خونخوار جادوگر کا ٹھکانا تھا۔ اس کا نام عقرب جادوگر تھا وہ مندر کے مغربی حصے کے ایک کمرے میں رہتا تھا۔ عقرب جادوگر اس وقت ایک مردہ شیر کے سر میں سلاخ ٹھونک کر منتر تیار کر رہا تھا جادوگر کا رنگ کالا تھا۔ پورے جسم پر لمبے لمبے بال تھے اس کا سر منڈا ہوا تھا مگر ـــ مگر بالوں کی جگہ ایک بچھو موجود تھا

خوفناک، سیاہ رنگ کا زہریلا بچھو۔ اس نے عقرب

جادوگر کے سر کو بالوں کی طرح چھپا رکھا تھا اور سر کے درمیان میں بچھو کا ڈنک یوں لٹک رہا تھا جیسے ہندوؤں کی چوٹی لٹک رہی ہوتی ہے۔ بچھو کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں متحرک تھیں کبھی کبھی وہ اپنے ڈنک کو بڑے ڈراؤنے انداز میں حرکت دیتا تھا۔ یہ بڑے ہی خطرناک زہر والا بچھو تھا جو اگر سنگِ مرمر پر اپنا ڈنک مارے تو پھر بھی سیاہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

عقرب جادوگر کے عین سامنے ایک بڑے بچھو کا کالے پتھر سے بنا ہوا مجسمہ تھا۔ یہ "عقرب دیوتا" کا بت تھا۔ جادوگر عقرب دیوتا کا پجاری تھا۔ بچھو کے اس مجسمے کے قدموں میں جادوگری کا سامان بکھرا پڑا تھا اور سامنے دیوار پر ایک کھوپڑی ابھری ہوئی تھی۔ یکایک کمرہ لرز اُٹھا۔

عقرب جادوگر نے چونک کر دیوار والی کھوپڑی کی طرف دیکھا کھوپڑی کا رنگ بدل رہا تھا۔ رنگ بدلتے بدلتے سرخ ہو گیا۔ جادوگر بڑے غور سے کھوپڑی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے سر پر بیٹھا بچھو بھی اپنے ڈنک کو بار بار حرکت دینے لگا تھا۔ پھر کھوپڑی کے ٹوٹے ہوئے جبڑے سے زرد رنگ کی زبان باہر نکل آئی۔

زبان ہلی اور کھوپڑی نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اسے عقرب دیوتا کے پجاری ـــــ اس وقت مندر میں
ایک ایسی عورت موجود ہے جو کسی کو نظر نہیں آتی۔"

"کیا" ـ عقرب جادوگر چونک پڑا اس نے حیرت سے کہا:
"عورت نظر نہیں آتی۔ کیا وہ جادوگرنی ہے یا چڑیل!"

لٹکی ہوئی زرد زبان ہل کر بولی:

"وہ ایک عام عورت ہے مگر ایک جادو کی وجہ سے
دکھائی نہیں دیتی۔ اگر وہ تیرے قابو آجائے تو تیرے لیے
بڑے فائدے کی بات ہے۔"

بچھو نے کھوپڑی کی بات سن کر اپنے ڈنک کو خوشی
سے یوں حرکت دی جیسے اس کی پسند کی بات کی ہو۔
عقرب جادوگر کی آنکھیں بھی چمک اٹھی تھیں اس نے شیر
کا سر پرے "پھینکتے" ہوئے کہا:

"اے کھوپڑی۔ مجھے بتلاؤ۔ میں کس طرح اسے قابو کر
سکتا ہوں۔"

کھوپڑی نے جواب دیا:

"تو اسے کسی طرح مندر کے سوکھے تالاب کی طرف
لے جا۔ جونہی وہ تالاب میں قدم رکھے گی۔ ظاہر ہو جائے
گی اور اپنی مرضی سے حرکت نہ کر سکے گی تو اسے اٹھا کر
پتھر کے تابوت میں ڈال دینا اور چار دن بعد یہ مکمل طور

پر تیری غلام بن جائے گی تیرا ہر حکم بجا لائے گی۔"

کھوپڑی کی زبان اندر چلی گئی اور رنگ بھی بدل گیا
اب وہ بے جان ہو چکی تھی۔ عقرب جادوگر نے پھرتی
سے کوئی منتر پڑھ کر پھونکا۔ ہلکا سا دھماکہ ہوا اور ایک
ہیبت ناک چڑیل نمودار ہوئی۔ چڑیل کے سر کے بال کانٹوں
کی طرح کھڑے تھے۔ کان خرگوش کی طرح بڑے بڑے تھے
اور لال زبان باہر نکلی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے
چنگاریاں سی پھوٹ رہی تھیں اور گلے میں زندہ سانپوں
کا ہار پہنے ہوئے تھی۔

ڈراؤنی شکل والی چڑیل نے مکروہ قہقہہ لگا کر کہا:

"عقرب جادوگر۔ بول مجھے کیسے بلایا ہے۔ حکم کر میں تیرے
لیے کیا کر سکتی ہوں۔"

عقرب جادوگر نے کھڑے ہو کر چڑیل کے کان میں کچھ
کہا۔ چڑیل نے اپنے لمبے خرگوش سے کان ہلائے۔ زبان
کو گھما کر ناک پر مارا اور کہا:

"اے جادوگر تو جو چاہتا ہے۔ وہی ہو گا۔"

چڑیل غائب ہو گئی۔

ادھر ماریا مندر میں گھوم رہی تھی کہ اسے زور دار
چیخ سنائی دی۔ ماریا اچھل پڑی۔ اس نے دیکھا کہ صحن میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک عورت بھاگی جا رہی ہے اور اس کے پیچھے ایک مرد
تلوار سونتے بھاگ رہا ہے۔ عورت چیخیں مار رہی تھی۔
دیکھتے ہی دیکھتے وہ ماریا کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔
ماریا اس طرف لپکی۔ عورت کی چیخیں برابر سنائی دے رہی
تھیں۔ ماریا صحن سے ہو کر کھلے باغ میں آ گئی۔ باغ میں
آ گئی۔ باغ میں ایک بڑا تالاب تھا جس میں پانی نہیں
تھا۔ تالاب کے دوسرے کنارے پر مرد نے عورت کو گرا
رکھا تھا اور اسے قتل کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔
ماریا، عورت کی ہمدردی میں اس طرف دوڑی۔ تالاب
میں پہلا قدم رکھتے ہی ماریا کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔
اس نے محسوس کیا اس کے دونوں پاؤں بھاری ہو گئے ہیں
جیسے ان کے ساتھ وزنی پتھر باندھ دیئے ہوں۔ ماریا نے
پیر اٹھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ ماریا کے تو پسینے
چھوٹ گئے۔

عورت اور مرد غائب ہو چکے تھے اور ان کی جگہ
ہیبت ناک چڑیل کھڑی قہقہے مار رہی تھی۔ ماریا سمجھ گئی کہ
وہ جادو کے کسی چکر میں پھنس چکی ہے۔ اسی وقت ماریا
نے محسوس کیا کہ اس کی پنڈلیاں بھی بے حس ہوتی جا رہی
ہیں اور ایک سرد لہر دم بہ دم اوپر چڑھتی آ رہی ہے۔

ماریا بے بسی کی حالت میں کھڑی تھی۔
فضا میں ایک سنسنی خیز قہقہہ گونجا:
عقرب جادوگر آ پہنچا تھا۔ ماریا اس عجیب اور خوفناک
جادوگر کو دیکھ کر ایک بار تو کانپ اٹھی۔ جادوگر نے چڑیل
کی طرف دیکھا اور کہا:
"تیرا بڑا شکریہ۔ اب تو چلی جا۔"
چڑیل غائب ہو گئی۔
عقرب جادوگر ماریا کو گھورنے لگا۔
ماریا نے کہا:
"اے جادوگر میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا جو تو نے مجھے
پکڑا ہے؟"
عقرب جادوگر کہنے لگا:
"تو نے میرا کچھ نہیں بگاڑا مگر تو میرے بڑا کام آ
سکتی ہے میرا بہت کچھ سنوار سکتی ہے۔"
ماریا کا نچلا دھڑ اب بے حس ہو چکا تھا۔ سرد لہر
لمحہ بہ لمحہ اوپر چڑھتی آ رہی تھی۔ ماریا کا جتنا جسم بے حس
ہوتا وہ ظاہر ہوتا جاتا تھا پھر ماریا کے بازو، گردن اور
سر بھی بے حس ہو گیا۔ ماریا نے بولنا چاہا لیکن حلق سے
آواز نہ نکلی۔ وہ ایک طرح سے پتھر کا بت بن چکی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صرف اس کی آنکھیں، دماغ اور کان زندہ تھے، وہ دیکھ، سوچ اور سن سکتی تھی مگر بول نہیں سکتی تھی۔

عقرب جادوگر نے قہقہہ لگاتے ہوئے ماریا کو بازوؤں پر اٹھا لیا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ یہاں ایک کونے میں پتھر کا تابوت پڑا تھا۔ ماریا کو اس تابوت میں ڈال کر عقرب جادوگر نے کہا:

"اب تم ہمیشہ میری قید میں رہو گی۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گی۔"

تابوت گیلا اور ٹھنڈا تھا۔ اتنا ٹھنڈا کہ ماریا کی روح کانپ اٹھی۔ اس نے ایک بار پھر کوشش کی کہ اپنے جسم کو حرکت دے سکے مگر وہ اپنی پلکیں تک نہیں جھپک سکتی تھی۔ عقرب جادوگر چلا گیا۔

پتھریلے تابوت میں ماریا اکڑی ہوئی لاش کی مانند پڑی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ہزاروں برس پرانی حنوط شدہ مصری ممی ہے جسے کسی پرانے حرم سے نکال کر لایا گیا ہے۔ ماریا کو اپنی حالت پر خود ہی ترس آ گیا۔ اس نے سوچا بی بی ماریا اس بار بڑی پھنسیں۔ اس جادوگر کی قید سے نکلنا مشکل نظر آتا ہے۔

آیئے اب عنبر کے پاس چلتے ہیں۔

عنبر کھیتوں میں سے گزرتا ہوا پکی سڑک پر آ گیا اور شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ چلتے ہوئے اس نے فیصلہ کیا کہ ہندوستان جانا چاہیئے ممکن ہے ناگ یا ماریا سے وہیں ملاقات ہو۔ عنبر کو اپنے بھائی اور بہن کی یاد بری طرح ستانے لگی تھی وہ سیدھا بندرگاہ پہنچا۔

ہندوستان جانے والا جہاز آج شام روانہ ہو رہا تھا۔ عنبر نے ٹکٹ لیا اور جہاز میں سوار ہو گیا۔ جہاز کا امریکی کپتان بڑا خوش اخلاق آدمی تھا۔ شام کے وقت ملاحوں نے بادبان کھول دیئے۔ بادبانوں میں ہوا بھری تو جہاز حرکت میں آ گیا اور ساحل سے ہٹنے لگا۔

کھلے سمندر میں آ کر جہاز کی رفتار تیز ہو گئی۔ امریکہ دور ہوتا جا رہا تھا۔ عنبر عرشے پر کھڑا تھا۔ ڈوبتے سورج کا منظر بے حد حسین تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سونا پگھل رہا ہو۔ غروب ہوتے سورج کی زردی مائل سرخ روشنی میں سمندر کی لہریں جیسے ناچ رہی تھیں۔

سورج غروب ہو گیا تو عنبر عرشے سے نیچے اپنے کیبن میں آ گیا۔ کئی دن اسی طرح گزر گئے۔ عنبر مزے سے سفر کرتا رہا پھر ایک روز جہاز کو سمندری طوفان نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آ لیا۔ اس دن صبح ہی سے آسمان پر بادل جمع ہونے
لگے تھے۔ ہوا بند ہو گئی تھی اور سمندر بالکل پرسکون
ہو گیا۔

سمندر کی یہ خاموشی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ تھی۔
امریکی کپتان بڑا تجربہ کار تھا اس نے موسم سے اندازہ
لگا لیا تھا اور مسافروں اور ملاحوں کو چوکنے کا حکم دیکر
حفاظتی تدابیر اختیار کر لی تھیں مگر جب طوفان آیا تو یہ
سارے حفاظتی اقدامات ریت کے گھروندے ثابت ہوئے۔

دوپہر کے وقت تیز ہوا چلنے لگی اور لہریں اٹھنے لگیں
آسمان پر کالے ڈراؤنے بادلوں کا قبضہ تھا۔ بجلی کڑک کی
اور بارش شروع ہو گئی۔ جہاز بڑی طرح ڈولنے لگا۔

بادبانوں میں اتنی ہوا بھر گئی تھی کہ ان کے پھٹنے کا
خدشہ پیدا ہو گیا تھا۔ کپتان نے چیخ کر بادبان لپیٹ دینے
کا حکم دیا۔ سمندر سے پہاڑ ایسی بڑی بڑی لہریں اٹھ رہی
تھیں۔ بجلی کڑکنے کی آواز کان پھاڑے دیتی تھی۔ عنبر بھی
عرشے پر کھڑا تھا۔ اس نے اپنی لمبی زندگی میں بے شمار
طوفان دیکھے تھے۔ مگر یہ طوفان بڑا خوف ناک تھا۔ عنبر
نے اندازہ لگایا کہ اب جہاز نہ بچ سکے گا۔ اتنا بڑا جہاز
کاغذ کی کشتی کی مانند ہچکولے کھا رہا تھا۔ لہریں اسے

اٹھا اٹھا کر پٹخ رہی تھیں۔

یکایک ایک بہت بڑی لہر اٹھی

اس لہر نے جہاز کو الٹ دیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔
مسافر چیخیں مارتے غضب ناک سمندر میں لہروں کے ہاتھوں
موت کے گھاٹ اترنے لگے۔ عنبر بھی سمندر میں گر پڑا تھا۔
موجیں اسے اٹھا کر ادھر سے ادھر پھینک رہی تھیں۔ عنبر
کو اگر قدرت نے ہمیشہ زندہ رہنے کی طاقت نہ دی ہوتی
تو اس کی موت یقینی تھی۔

ایک بار جو لہر نے عنبر کو پٹخنی دی تو وہ گہرے سمندر
میں بیٹھتا چلا گیا۔ نیچے سمندر میں طوفان نہیں تھا۔ عنبر نے
سطح پر ابھرنے کی کوشش کی مگر پانی کے دباؤ نے اسے
سطح تک نہ آنے دیا۔ وہ پانی کے اندر ہی تیرنے لگا۔
رنگ برنگی مچھلیاں اس کے قریب سے گزر رہی تھیں۔

عنبر کو پانی میں سانس لینے میں ذرا بھی دقت نہیں
ہو رہی تھی وہ مچھلی کی مانند تیرتا چلا جا رہا تھا۔ سمندر کی
دنیا بہت حسین تھی۔ پہاڑیوں میں اُگے پودے پانی میں
لہرا رہے تھے۔ عنبر ایک پہاڑی سرنگ سے گزر کر دوسری
طرف نکلا تو دنگ رہ گیا۔

اس کے سامنے ایک خوبصورت محل تھا۔ محل کی دیواریں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مونگے کی تھیں اور چھت سیپوں سے بنی ہوئی تھی۔ یہ
ایک طرح کا سیپ محل تھا۔ پانی کی لہریں جب چھت
کو چھوتی ہوئی گزرتیں تو ہر سیپ خود بخود کھلنے اور بند
ہونے لگتی۔ یہ منظر اس قدر پیارا تھا کہ عنبر نے اپنی پوری
زندگی میں نہ دیکھا تھا۔

عنبر سیپ محل کی طرف تیرنے لگا۔

وہ حیران تھا کہ سمندر میں اتنا خوب صورت محل
کہاں سے آ گیا اور اس میں کون رہتا ہے۔ محل کے آس
پاس کوئی مچھلی نہ تھی، اچانک سیپ محل کا دروازہ کھلا
اور ـــ اور جل پریوں کا ایک غول باہر نکل آیا۔ عنبر
کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ منظر وہ اپنی پانچ
ہزار سالہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا۔

اس کے سامنے سمندر کی مخلوق تھی۔ اس کا اوپر کا
دھڑ انسانوں ایسا اور نچلا دھڑ مچھلی کا تھا۔ انہوں نے
ہاتھوں میں لمبے نیزے پکڑے ہوئے تھے یہ نیزے وہیل
مچھلیوں کے لمبے دانتوں سے بنے ہوئے تھے۔ جل پریوں
نے عنبر کے گرد گھیرا ڈال لیا اور ٹھوکا دے کر محل میں
جانے کا اشارہ کیا۔

عنبر ان کے ساتھ محل میں آ گیا۔ یہاں دربار لگا ہوا

تھا۔ سامنے ایک بڑی سیپ میں جل پریوں کی ملکہ
بیٹھی ہوئی تھی۔ دربار کی دیواریں شیشے سے بنی ہوئی تھیں
جو پانی کی مانند جھلک رہی تھیں۔ دیواروں کے ساتھ سیکڑوں
سیپ قطار در قطار رکھے ہوئے تھے۔ گلابی، سبز، براؤن
سنہری اور دودھیا سیپ ـــ جن سے روشنی پھوٹ رہی
تھی۔ یہ روشنی شیشے کی دیواروں سے منعکس ہو کر پانی پر
پڑتی تو ایسا لگتا کہ رنگ ناچ رہے ہیں۔ عنبر کو یوں محسوس
ہو رہا تھا کہ اس کے سامنے الف لیلہ کا ایک باب
زندہ ہو کر آ گیا ہے۔

ملکہ جل پری کے سر پر سچے موتیوں کا تاج تھا۔

اس کے دونوں طرف دو جل پریاں تلواریں لیے
کھڑی تھیں۔ ملکہ بڑی دلچسپ نظروں سے عنبر کی طرف دیکھ
رہی تھی پھر اس کی آواز پانی کی لہروں میں گونجی:

"خوش آمدید اے انسان۔ ہم بڑی دیر سے تمہارے
منتظر تھے۔"

عنبر پر حیرت کا دوسرا حملہ ہوا اس نے کہا:

"سمندری مخلوق کی ملکہ۔ میں تیرا مطلب نہیں سمجھ سکا۔
تم کیا کہہ رہی ہو؟"

ملکہ کہنے لگی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جل دیوتا کی پیشین گوئی سچ تھی۔ اس نے کہا تھا کہ زمین سے ایک انسان آئے گا اور میری مدد کرے گا اور تم آ گئے ہو۔"

عنبر احمقوں کی طرح منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ ملکہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا:

"سن اے انسان۔ میں سمندری سلطنت کی ملکہ ہوں میری ایک ہی بیٹی تھی ایک دن وہ سطح سمندر پر سیر کرنے گئی تو ادھر سے ایک بڑی جہاز گزر رہا تھا۔ میری بیٹی شہزادی پری نے جہاز پر کھڑے ایک انسان کو دیکھ لیا۔ اس سے قبل اس نے انسانوں کے بارے میں صرف کہانیاں سن رکھی تھیں۔ انسان کو دیکھ کر شہزادی کے دل میں یہ خواہش ابھری کہ کاش اس کی بھی انسانوں جیسی دو ٹانگیں ہوں اور وہ چل پھر سکے۔

آہ — بس یہیں سے بربادی کا آغاز ہوا۔ شہزادی اسی فکر میں بیمار پڑ گئی۔ ہم نے اس کا بہتیرا علاج کرایا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ہماری اس سلطنت سے کئی میل آگے ایک سمندری جادوگرنی کا گھر ہے۔ وہ بڑی بے رحم ہے جو جل پری بھی ادھر جا نکلے اسے اپنا قیدی بنا لیتی ہے شہزادی جل پری نے سوچا ممکن ہے کہ جادوگرنی اسے

انسانوں کی طرح دو ٹانگیں بنا دے۔ ایک رات وہ چپکے سے محل سے نکلی اور جادوگرنی کے گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔

جادوگرنی نے اس کی مدد کرنے کی بجائے اسے اپنا قیدی بنا لیا۔ وہ بڑی طاقت ور ہے اور ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم نے جل دیوتا سے مدد مانگی تو اس نے کہا انسانوں کی دنیا سے ایک انسان آئے گا اور وہی جادوگرنی کو مار سکے گا۔ اس دن سے ہم تمہارے منتظر تھے اور آج تم آ گئے۔"

عنبر نے گہری سانس لی۔ یہاں سمندر کی دنیا میں بھی بدبخت جادوگروں اور چڑیلوں نے پیچھا نہ چھوڑا تھا۔ اس سے پہلے بھی ایک بار عنبر کا ایک سمندری[۱] چڑیل سے مقابلہ ہو چکا تھا۔ سمندر کی تہہ میں جو دنیا آباد ہے وہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی خوف ناک ہے بڑے بڑے مگرمچھ، آکٹوپس، شارک مچھلیاں، سانپ دریائی گھوڑے بکثرت ہوتے ہیں۔

عنبر نے کہا:

"اے ملکہ جل پری، میں تمہاری مدد کروں گا لیکن یہ

۱: پڑھیے۔ موت کا دریا۔ قسط ۲

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو بتاؤ تم سمندر کے نیچے کس طرح رہتی ہو۔ کیا کھاتی ہو؟
ملکہ خوش ہو گئی تھی۔

اس نے جواب دیا:

"ہماری ناک کے اندر ایک جھلی سی بنی ہوتی ہے جس سے جب پانی ٹکراتا ہے تو جھلی پانی میں موجود آکسیجن جذب کر لیتی ہے اور اسی آکسیجن سے ہم زندہ رہتی ہے کھانے میں ہم سمندری گھونگے اور پھل کھاتی ہیں۔ جب کوئی جل پری مرتی ہے تو اس کا جسم جھاگ بن کر پانی میں مل جاتا ہے۔

ہمارے جسم میں انسانوں کی طرح زندہ روح نہیں ہوتی۔ انسان جب مرتا ہے تو اس کی روح جسم سے نکل کر دوسرے جہان میں چلی جاتی ہے۔ اور پھر کبھی نہیں مرتی مگر جل پری کے مرتے ہی اس کا بدن جھاگ بن کر پانی میں گم ہو جاتا ہے۔ ویسے ہماری زندگی ایک ہزار سال تک ہوتی ہے۔ ہم پانی میں بڑے مزے سے تیر سکتی ہیں۔

سال کے شروع میں مہینے میں جل پریاں انڈے دیتی ہیں اور ہماری نسل بڑھتی ہے۔"

کچھ دیر ملکہ، عنبر کو سمندری دنیا کے بارے میں بتاتی

رہی پھر ایک بہت بڑی سیپ میں عنبر کے آرام کرنے کا بندوبست کیا گیا۔ اس سیپ میں ننھے ننھے موتی بچھے ہوئے تھے جو جھلملا رہے تھے۔ عنبر اس سیپ میں لیٹا تو اسے یوں لگا جیسے کسی آرام دہ گدے پر لیٹا ہو۔ موتیوں سے بڑی خوشگوار اور بھینی بھینی خوشبو خارج ہو رہی تھی۔

عنبر نے سوچا۔ یہ کائنات کتنی بڑی ہے۔ صرف ہماری دنیا میں ایسی ایسی عجیب چیزیں ہیں کہ انسان ان کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا ـــــ اور پوری کائنات انسان کے چھوٹے سے ذہن میں کہاں سما سکتی ہے۔ جس میں کروڑوں چاند، سورج، سیارے اور ستارے چکرا رہے ہیں جو ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں تو ہر شے فنا ہو جائے۔

نجانے کب تک عنبر اس سیپ میں سوتا رہا پھر موسیقی کی آواز سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ عنبر نے دیکھا کہ ایک جل پری سیپ کے پاس بیٹھی بربط بجا رہی ہے۔ عنبر کو آنکھیں کھولتا دیکھ کر وہ چلی گئی۔ چند منٹ بعد ملکہ جل پری آ گئی۔ اس کے پیچھے کنیزوں کا ہجوم تھا جنھوں نے شفاف طشتریوں میں سمندری پھل اٹھا رکھے تھے۔ عنبر نے ایک پھل چکھا بے حد لذیذ تھا عنبر سارا پھل کھا گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر اسی دن عنبر سیپ محل سے نکل کر جادوگرنی
کی طرف روانہ ہو گیا۔ سمندر کے پانی میں تیرتا وہ چلا
جا رہا تھا کہ لیکن سمندر میں تیرتے ایک خون خوار
آکٹوپس نے انسان کی بو سونگھ لی۔ یہ ایک بہت
بڑا آکٹوپس تھا۔ جو جہاز سے گرنے والے کتنے انسانوں
کو ہڑپ کر چکا تھا۔

اس کے پورے جسم پر ربڑ کی طرح لچک دار سونڈیں
تھیں۔ ہر سونڈ ہاتھی کی سونڈ کے برابر تھی۔ وہ سونڈیں
لہراتا عنبر کی طرف لپکا۔ عنبر اپنے خیال میں تیرتا جا رہا
تھا کہ آکٹوپس نے پیچھے سے آ کر اپنی ایک سونڈ میں
اسے دبوچ لیا۔ آکٹوپس سمجھ رہا تھا کہ ایک مزیدار شکار
ہاتھ لگا ہے اس بے چارے کو کیا معلوم کہ اس نے
مصیبت کو گلے لگایا ہے۔

اس سے پہلے کہ عنبر سنبھلتا آکٹوپس نے اسے اپنی
سونڈوں میں جکڑ لیا اور دبانے لگا۔ عنبر کی جگہ لاکھوں
ٹن وزنی وہیل مچھلی ہوتی تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو
جاتی ـــ آکٹوپس جھنجلا گیا اس نے عنبر کو اپنے منہ
میں ڈالنا چاہا۔ تو عنبر نے اس کی ابھری ہوئی آنکھ پر پوری
طاقت سے گھونسہ مارا!

آکٹوپس کا ڈیلا پچک گیا۔ اس نے درد سے بےحال
ہو کر سونڈیں لہرائیں تو عنبر ان کی گرفت سے نکل گیا۔
پانی میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ عنبر نے آکٹوپس کی ایک
موٹی سونڈ پکڑ کر اپنی تاریخی طاقت سے جھٹکا دیا۔ تڑاخ
ـــ سونڈ ٹوٹ کر عنبر کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ آکٹوپس کے
تو باپ کے ساتھ بھی ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ اس
نے گھما کر دوسری سونڈ عنبر پر ماری مگر یہ سونڈ بھی
واپس نہ جا سکی۔

عنبر نے اسے دبوچ لیا تھا اور توڑنے کی کوشش
کر رہا تھا۔ آکٹوپس کی تو جان عذاب میں آ گئی تھی۔
جسے وہ تر نوالہ سمجھ رہا تھا وہ تو لوہے کا چنا ثابت
ہوا تھا۔ اس کا پہاڑ ایسا جسم بار بار سکڑ اور پھیل
رہا تھا۔ عنبر نے اس کی دوسری سونڈ بھی جڑ سے
اکھاڑ دی۔

اب تو خونی آکٹوپس نے بھاگ نکلنے میں ہی خیریت
جانی ـــ وہ اپنی سونڈیں سمیٹ کر پانی کی تہہ میں
بیٹھتا چلا گیا۔ عنبر آگے بڑھنے لگا۔ وہ کچھ آگے گیا تھا
کہ اس نے دیکھا سمندر کے شفاف پانی میں سرخ
رنگ کے لعل بہتے آ رہے ہیں۔ عنبر نے ایک لعل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہاتھ میں لیا۔ بڑا خوب صورت اور قیمتی تھا۔ ایسے لعل تو بادشاہوں کے خزانوں میں بھی نہیں ملتے۔ عنبر کے ذہن میں سوال ابھرا یہ لعل کہاں سے بہتے آ رہے ہیں۔ عنبر ان کے ساتھ ساتھ تیرتا ہوا آگے بڑھنے لگا!!

◎

- پراسرار لعل کہاں سے بہتے آ رہے تھے؟
- آپ کا محبوب ہیرو سمندر کی حیرتناک دنیا میں؟
- سمندر جادوگرنی نے خوفناک مقابلہ۔ کیا عنبر جل پری شہزادی کو آزاد کرا سکا؟
- کیا ماریا عقرب جادوگر کی غلام بن گئی؟
- مریم کے ساتھ کیا بیتی؟
- ناگ، وزیر اور سپہ سالار کی سازشوں کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہوا؟

ان سب سوالوں کے جواب آپ کو اس دلچسپ داستان کے اگلے حصّے "جل پری کی بیٹی" میں ملیں گے۔ آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے خریدیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

١٨ - ماریا اور بن مانس ۴/٠٠

پتا: مکتبہ اقرأ - ۱۴۱/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK
کٹا ہوا
زندہ ہاتھ
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

کٹا ہوا زندہ ہاتھ

اے حمید
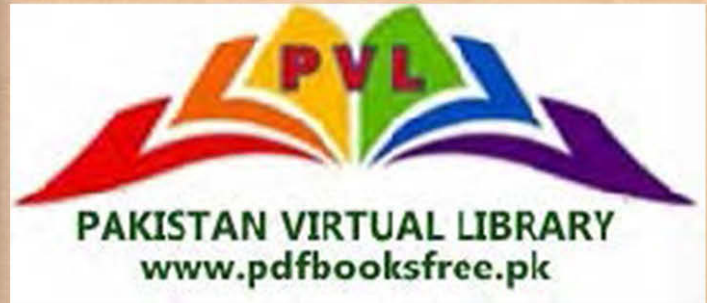
COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قیمت : چھ روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں
بار اول :
تعداد : دو ہزار

ناشر : مکتبہ اقراء : [illegible] شاہ عالم مارکیٹ لاہور
مطبع : [illegible]

پیارے دوستو!

ناگ، عنبر، ماریا کو آپ جس دلچسپی اور ذوق شوق سے پڑھ رہے ہیں اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ آپ مجھے جو خلوص بھرے خط لکھتے ہیں، میں ان کا پابندی سے جواب دیتا ہوں۔

پچھلی قسط میں آپ نے پڑھا تھا کہ عنبر، ملکہ جل پری کی بیٹی کو جادوگرنی کی قید سے آزاد کرانے کے لئے روانہ ہوتا ہے کہ راستے میں اسے ہیروں کے مانند لعل بہتے نظر آتے ہیں۔ یہ لعل کہاں سے آرہے ہیں؟ عنبر یہ معلوم کرنے آگے بڑھتا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ آپ جلدی سے صفحہ الٹ کر خود پڑھیں تو زیادہ لطف آئے گا۔

خدا حافظ

اے حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ترتیب

مقدس مندر

پُراسرار لعل نجانے کہاں سے بہتے آ رہے تھے۔

عنبر ان کے ساتھ تیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ رنگین مچھلیاں اس کے پاس سے گذر رہی تھیں۔ سمندر کی تہہ میں جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں اور پتھر پڑے تھے۔ جن کے ساتھ اسفنج کے بڑے بڑے ٹکڑے، مونگے اور سیپیاں بکھری پڑی تھیں۔ عنبر لعلوں کے ساتھ تیرتا ہوا جھاگ اگلتے ایک خوف ناک بھنور کے پاس پہنچ گیا۔ پانی چکی کے پاٹوں کی مانند بڑی تیزی سے چکر کاٹ رہا تھا۔ جو چیز اس بھنور کی زد میں آ جاتی تباہ ہو جاتی۔

عنبر کو اس بھنور سے گذر کر جادوگرنی کے علاقے میں پہنچنا تھا۔ عنبر نے بھنور میں چھلانگ لگا دی۔ پانی کا شدید دباؤ تھا۔ عنبر کو یوں لگا جیسے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ پانی اسے دبا کر نیچے لئے جا رہا تھا۔ عنبر نے پورا زور لگایا کہ ابھر کر سطح پر آ سکے مگر پانی کے دباؤ کے آگے اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا بس نہ چلا پھر خود ہی پانی نے اسے باہر اچھال دیا۔
عنبر بھنور کے دوسری طرف آ چکا تھا۔

یہاں چاروں طرف انوکھے درخت اور جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ جن کے درمیان میں ایک گول عمارت تھی۔ ہر درخت سو سروں والے سانپ کی طرح سمندر کی تہہ سے چھوٹا ہوا تھا اس کی ہر شاخ جڑ سے اوپر تک بُری طرح ہل رہی تھی۔ کسی خوف ناک چڑیل کے بالوں کی طرح سیاہ اور گندی شاخیں چاروں طرف پانی میں پھیل اور سکڑ رہی تھیں۔ ان عجیب درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان میں ایک راستہ تھا جو گول عمارت تک جاتا تھا۔ پراسرار لعل اس راستے سے بہتے ہوئے آتے اور عنبر کے پاس سے گزُر جاتے۔

عنبر جھاڑیوں کی طرف بڑھا۔ جھاڑیاں یکدم پھیل کر عنبر کی طرف لپکیں اور اس کے جسم کے گرد پتلی رسیوں کی مانند لپٹ گئیں۔ عنبر نے پوری طاقت سے جھٹکا دیا اور ان جھاڑیوں کو توڑ دیا۔ جھاڑیوں سے سرخ رنگ کا خون نکلا۔ جیسے کسی انسان کو مارا گیا ہو۔ وہ خود بخود سر جھکا کر سکڑ گئیں عنبر آگے بڑھا۔ اس نے دیکھا ہر درخت اور جھاڑی میں کوئی نہ کوئی چیز پھنسی ہوئی ہے۔ کئی انسانوں کے دانت نکالے سفید ڈھانچے درختوں کی شاخوں میں پھنسے ہوئے تھے

یہ وہ بدنصیب تھے جو کسی جہاز کے ڈوب جانے سے مر گئے اور ان کی لاشیں ان خونی درختوں میں پھنس گئیں۔

وہ پوری تیزی سے تیرتا ہوا ان درختوں کے درمیان سے گزر گیا۔ اب عنبر کے سامنے گول عمارت کا دروازہ تھا۔ دروازہ بند تھا۔ اس کے اوپر پانی میں ایک خوبصورت جل پری کا کٹا ہوا سر لٹک رہا تھا۔ اس کے سنہری بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے اور یہ آنسو آنکھ سے نکلتے ہی سرخ لعل بن جاتے۔ جل پری کے چہرے پر موت کی زردی تھی۔ اس کی کٹی ہوئی گردن سے خون نکل رہا تھا۔

اس کے ہونٹ بند تھے اور چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ اس نے عنبر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور بدستور آنسو بہاتی رہی۔ عنبر نے کہا۔

"اے جل پری۔ کیا تم ملکہ پری کی بیٹی ہو؟"

کوئی جواب نہ ملا۔ جل پری کے ہونٹ کانپے ایک ٹھنڈی آہ عنبر کے جسم کو چھو کر گزرتی چلی گئی۔ اور ہونٹ پھر ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔

عنبر نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا مگر کوئی جواب نہ ملا عنبر دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ ہاتھ لگتے ہی کھل گیا۔ عنبر گول عمارت میں داخل ہو گیا۔ سمندر میں ہونے کے باوجود عمارت کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اندر خشکی تھی۔ عنبر کو یوں لگا جیسے وہ زمین پر کسی عمارت میں ہے۔ سامنے ایک ڈیوڑھی نظر آ رہی تھی۔ اس ڈیوڑھی سے گزر کر عنبر ایک کمرے میں پہنچا۔

کمرے میں کوئی نہ تھا۔ عنبر نے چھت کی طرف نظر اٹھائی تو اسے جل پری کا بغیر سر کا دھڑ فضا میں معلق نظر آیا۔ جل پری کا دھڑ جادو کے زور سے کسی سہارے کے بغیر ہوا میں لٹکا ہوا تھا۔ عنبر نے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ جل پری کا دھڑ سانس لے رہا ہے۔ کمرے کے ایک کونے میں گہرا کنواں تھا۔ جس پر ایک موٹا شہتیر پڑا تھا۔

لکڑی کے اس شہتیر سے ایک مضبوط رسا بندھا ہوا تھا۔ جو کنوئیں میں لٹک رہا تھا۔ عنبر نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا۔ گہری تاریکی تھی۔ عنبر کو جادوگرنی کی تلاش تھی اس نے رستہ تھاما اور کنوئیں میں اترنے لگا۔

اب ہم جادوگرنی کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے ـــــ جل پری کو قابو کرنے کے بعد جادوگرنی بڑی خوش تھی۔ اسے سمندری جادوگروں کے سردار مگرمچھ جادوگر نے بتایا تھا کہ اگر وہ کسی شہزادی جل پری کو قابو کر کے سمندری مندر میں اُگے کالے درخت تلے بیٹھ کر منتر پڑھے۔ تو اس کا جادو سمندر کے علاوہ زمین

پر بھی چلنے لگے گا۔

اس وقت جادوگرنی سمندری مندر کی طرف جا رہی تھی خفیہ سرنگ کے راستے وہ کھلے سمندر میں آ گئی تھی اور سمندری مندر کی طرف تیر رہی تھی۔ اس کے خوفناک چہرے پر خوشی کے آثار تھے۔ اس کی ایک آنکھ بیٹھی ہوئی اور ایک آنکھ کا ڈیلا باہر کو لٹک رہا تھا۔ کالے رنگ کے لمبے دانت منہ سے نکلے ہوئے تھے۔ مچھلیاں اس کے دائیں بائیں گزر رہی تھیں۔ کبھی زیبرے ایسی لکیروں والی مچھلیوں کا غول اس کے نزدیک سے گزرتا تو کبھی سنہری مچھلیاں اپنی ننھی منی دُمیں ہلاتیں پاس سے گزر جاتیں اور کبھی کوئی خوفناک شارک مچھلی اپنا بھیانک منہ پھاڑے جادوگرنی کو سلام کر کے آگے بڑھ جاتی۔

ایک سمندری ڈھلان سے اُتر کر جادوگرنی آگے بڑھی تو اسے پانی کی لہروں میں کالا سمندری ناگ نظر آیا جو تیرتا ہوا ادھر ہی آ رہا تھا۔ جوں ہی وہ قریب آیا جادوگرنی نے جھپٹا مار کر اسے پکڑ لیا اور کچر کچر کر کے اسے کھا گئی۔ کچھ ہی دیر بعد جادوگرنی سمندری مندر کے علاقے میں داخل ہو گئی۔ یہاں کا پانی گہرے نیلے رنگ کا تھا۔ سمندر یہاں بڑا پُرسکون تھا۔ کوئی سمندری لہر نہیں اُٹھ رہی تھی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سامنے ہی چار بڑے مگرمچھ اپنے لمبوترے منہ کھولے کھڑے تھے۔ وہ خونخوار دانت نکالے کھا جانے والی نظروں سے جادوگرنی کو گھور رہے تھے۔ جادوگرنی نے جلدی سے کہا:۔

"اے مقدس مگرمچھو! میں سمندر کے عظیم مگرمچھ جادوگر کی پجارن ہوں مجھے سمندری مندر تک جانے کا راستہ دو۔"

جادوگرنی کے منہ سے نکلنے والا ہر لفظ پانی کا بلبلہ بن کر مگرمچھوں سے ٹکرایا اور انہوں نے جادوگرنی کی بات سمجھ لی۔ سب سے آگے والے مگرمچھ نے اپنا منہ کھولا اور کہا:۔

"ہم تمہیں مقدس مندر تک جانے کی اجازت دیتے ہیں لیکن کیا تم ہماری بھینٹ لائی ہو۔"

"ہاں" جادوگرنی نے جلدی سے کہا۔ "میں یہ کس طرح بھول سکتی ہوں۔" یہ کہہ کر جادوگرنی نے اپنے لباس میں سے ایک پوٹلی نکالی۔ اس پوٹلی میں کچھوؤں کے انڈے تھے۔ مگرمچھ انڈے توڑ کر پی گئے اور ایک طرف ہٹ گئے۔ جادوگرنی ان کے درمیان سے ہو کر آگے چلی گئی۔ سمندری مندر کالے پتھر سے بنا ہوا تھا۔ اس کے چاروں طرف گھنٹے لگے ہوئے تھے۔ جو خود بخود ہل اور بج رہے تھے۔ سمندری مندر کے دروازے پر چار سروں والا ایک خوفناک اژدہا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہر پھن پر سفید دھبے پڑے ہوئے تھے۔ ہر منہ سے سرخ دوشاخی زبان یوں لپلپا رہی

تھی جیسے کالی گھٹاؤں میں بجلی لپکتی ہے۔ اس کی زوردار پھنکاروں سے ماحول گونج رہا تھا۔

جادوگرنی کو دیکھتے ہی اژدہا تڑپ کر سیدھا ہو گیا۔ جادوگرنی فوراً جھک گئی اور بولی:۔

"مندر کے مقدس محافظ۔ مجھے اندر جانے کی اجازت دے۔ میں مگرمچھ جادوگر کی پجارن ہوں اور تیرے لئے بھینٹ لائی ہوں۔"

اژدہے کے تمام پھن یک لخت سکڑ گئے۔ اس نے کنڈلی مار کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "لا کدھر ہے میری بھینٹ"

جادوگرنی نے جھٹ لباس سے دوسری پوٹلی نکالی اس میں مینڈک بند تھے۔ جو پھدک رہے تھے۔ ان مینڈکوں کی تعداد چار تھی جادوگرنی نے ایک مینڈک نکال کر اسے چوما اور اژدہے کی طرف اچھال دیا۔ اژدہے نے پھرتی سے اپنے ایک منہ میں مینڈک کو دبوچ لیا اور نگل گیا۔ اسی طرح اژدہے کے چاروں منہ باری باری ایک ایک مینڈک کھا گئے۔

اژدہے نے مندر کا دروازہ کھول دیا اور جادوگرنی مندر میں داخل ہو گئی۔ مندر کی فضا بڑی پراسرار تھی۔ دیواروں کے ساتھ جل پریوں کے ڈھانچے لٹک رہے تھے۔ کئی ڈھانچے ٹوٹے پھوٹے ہوئے تھے۔ جادوگرنی دالان سے ہو کر بڑے صحن میں آ گئی یہاں ایک عجیب وغریب درخت اُگا ہوا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس درخت کا تنا موٹے کالے سانپ کا تھا۔ شاخیں مگرمچھوں کی شکل کی تھیں۔ اور پتوں کی جگہ مچھلیاں لٹک رہی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی سنہری مچھلیاں، ان مچھلیوں کے منہ کھلے ہوئے تھے اور ان میں سے کالے رنگ کے قطرے نیچے گر رہے تھے۔ یہ قطرے نیچے گرتے ہی کالے رنگ کے پتھر بن جاتے تھے۔ یہی وہ درخت تھا جس کے نیچے بیٹھ کر جادوگرنی نے منتر پڑھنا تھا۔

جادوگرنی ایک مچھلی کے نیچے منہ کھول کر کھڑی ہو گئی اور کالے رنگ کے قطرے اپنے حلق میں اتارنے لگی۔ اس کے بعد اُس نے اپنے جھولے سے دو انسانی ہڈیاں اور مردہ مگرمچھ کی کھوپڑی نکال کر سامنے رکھی اور درخت کے نیچے بیٹھ کر ہڈیاں مگرمچھ کی کھوپڑی پر مارتے ہوئے منتر پڑھنے لگی۔

جادوگرنی کو منتر پڑھتا چھوڑ کر ہم اپنے ہیرو عنبر کے پاس چلتے ہیں۔

کنواں بہت گہرا تھا۔ عنبر رسہ تھامے نیچے پھسلتا رہا۔ کئی منٹ کے بعد بالآخر عنبر کے پاؤں پتھریلے اور کھردرے فرش سے چھو گئے یہاں بڑی ٹھنڈ تھی۔ ایسی سرد، خاموش اور دہشت ناک جگہ عنبر نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ ہر طرف گھپ اندھیرا اور موت کا سا سکوت چھایا ہوا تھا۔ عنبر اپنی تاریکی طاقت سے کام لیتا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔

کنوئیں کی ایک دیوار میں دروازہ بنا ہُوا تھا۔ عنبر اس میں داخل ہو گیا۔ اب وہ ایک ایسی تنگ سُرنگ سے گزر رہا تھا جس کی چھت صرف چند فٹ اونچی تھی۔ عنبر کو اس سرنگ میں جُھک کر چلنا پڑ رہا تھا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا گیا۔ سرنگ کھُلی ہوتی گئی۔ چلتے چلتے عنبر کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا۔

ٹھوکر لگنے سے وہ چیز لڑھکتی ہوئی کچھ آگے جا کر رُک گئی۔ عنبر نے جھک کر دیکھا۔ یہ ایک انسانی کھوپڑی تھی۔ پرانی کھوپڑی جو ٹھوکر کے بعد کئی جگہ سے ٹوٹ پھوٹ گئی تھی۔ عنبر نے کھوپڑی اٹھا کر ایک طرف رکھ دی اور آگے بڑھا ہی تھا کہ سرنگ ایک لرزہ خیز چیخ سے گونج اُٹھی۔ عنبر چونک اٹھا۔

چیخ کے ساتھ ہی دھم دھم دھم کی بھیانک آواز سنائی دی کوئی بھاگتا ہوا ادھر آ رہا تھا۔ قدموں کی دھمک سے زمین ہل رہی تھی۔ ساتھ ہی چیخوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں دیکھتے ہی دیکھتے سُرنگ کے موڑ سے ایک ہیبت ناک شکل والی بھتنی نمودار ہوئی۔ یہ سمندری بھتنی تھی جسے جادوگرنی نے خفیہ سرنگ کی حفاظت کے لئے رکھا ہوا تھا۔

عنبر کو دیکھتے ہی بھتنی نے خون منجمد کر دینے والی ہولناک چیخ ماری۔ بھتنی کی شکل اتنی خوف ناک تھی کہ عنبر کو یوں لگا جیسے جہنم سے کوئی عفریت نکل کر اس کے سامنے آ گیا ہے۔ بھتنی کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سر پہ دو سینگ تھے۔ جن سے دو سرخ سانپ لپٹے ہوئے تھے۔
اس کی پیالی ایسی سرخ آنکھوں میں سے شعلے خارج ہو رہے تھے
بھتنی کے سیاہ جسم کے اندر سرخ رنگ کا دل عنبر کو دھڑکتا
ہوا نظر آ رہا تھا۔ دھک۔ دھک۔ دھک۔ کی خاصی اونچی آواز
پیدا ہو رہی تھی۔ بھتنی کی پیالیوں ایسی آنکھوں کے ڈیلے مسلسل
گردش کر رہے تھے۔ غالباً وہ یہ سوچ رہی تھی کہ سمندر کے
نیچے ایک انسان کس طرح آ گیا اور ابھی تک زندہ کیونکر ہے۔
بھتنی کے دونوں ہاتھوں کے ناخن خنجروں ایسے تھے۔ اس
نے چیخ مار کر عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنبر نے کوئی حرکت نہ کی غراتی ہوئی
بھتنی نے پوری طاقت سے عنبر کے پیٹ میں اپنے ناخن مارے
مگر یہ کیا۔ ناخن عنبر کے پیٹ میں گھس جانے کی بجائے ٹوٹ گئے
تھے۔ درد سے بے حال ہو کر بھتنی نے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر
مارے اور دانت نکال کر آگے بڑھی۔ اسی وقت عنبر نے اپنی ساری
طاقت استعمال میں لا کر ایک زبردست مکا بھتنی کے جبڑے پر مارا
بھتنی کا جبڑا ٹوٹ کر لٹکنے لگا۔

سرنگ میں گویا چیخوں کا طوفان آ گیا۔ بھتنی بری طرح عنبر کو
نوچ کھسوٹ رہی تھی۔ عنبر نے بھتنی کے دل کا نشانہ لے کر وہاں مکا
مارا۔ اس کی بند مٹھی بھتنی کی پسلیاں توڑتی ہوئی سیدھی دل پر
لگی۔ بھتنی کا دل پھٹ گیا۔ عنبر نے اسے دونوں ہاتھوں پر ا

گردن پر دے مارا اور گردن پر پاؤں رکھ کر زور ڈالنے لگا۔
بھتنی چیخیں مارتی تڑپ رہی تھی۔ اس کے دل سے بدبودار سرخ
خون بہہ رہا تھا۔ پھر اس کے منہ سے آخری چیخ نکلی اور وہ مر گئی
عنبر نے بھتنی کی لاش کو وہیں چھوڑا اور پھر سے سرنگ میں چلنا شروع
کر دیا۔ شیطان کی آنت ایسی اس لمبی سرنگ کا اختتام ایک دروازے
پر ہوا۔

عنبر نے دروازہ کھولنا چاہا تو ٹھک کی آواز کے ساتھ دروازے
کے ساتھ والی دیوار پھٹی اور ایک نوکیلا بھالا بجلی کی سرعت کے ساتھ
نکل کر عنبر کے سینے سے ٹکرایا۔ عنبر کی جگہ کوئی اور ہوتا تو بھالا اس
کے جسم سے گزر جاتا۔ مگر وہ لافانی طاقتوں کا مالک عنبر تھا۔ بھالا
ٹوٹ گیا۔ جادوگرنی بلا کی عیار تھی۔ اس نے اپنے جادو سے یہ سسٹم
بنا رکھا تھا کہ اس کے علاوہ جونہی کوئی دروازہ کھولنے لگتا۔
بھالا نکل کر اسے ختم کر دیتا۔

عنبر دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ اب وہ پھر کھلے سمندر میں
تھا۔ وہ جادوگرنی کو تلاش کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اچانک
سامنے سے ایک رے مچھلی آتی دکھائی دی۔ اس مچھلی میں یہ
خصوصیت ہوتی ہے کہ اس میں سے روشنی کی شعاعیں پھوٹتی
ہیں۔ اسے چھوا جائے تو ایسا زبردست کرنٹ پڑتا ہے کہ بعض
اوقات انسان مر جاتا ہے۔ رے مچھلی عنبر کے پاس سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گزر گئی۔

عنبر سمندر میں تیرتا ہوا سمندری ڈھلان تک پہنچ گیا۔ جس کے دوسری طرف سے سمندری مندر کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔

سمندری ڈھلان میں بکثرت آبی پودے اُگے ہوئے تھے سفید اور خاکی رنگ کی چھتری نما پتوں والی جھاڑیاں تھیں۔ جن میں رنگ برنگی ننھی منی مچھلیاں رقص کرتی پھر رہی تھیں۔ عنبر کو یوں لگ رہا تھا جیسے اس نے نیلے رنگ کی عینک لگا رکھی ہے۔

وہ ڈھلان کی دوسری طرف پہنچا تو چاروں مگرمچھ اس پر جھپٹ پڑے۔ انسانی خون کی خوشبو نے انہیں بے چین کر دیا تھا۔ اس کے لمبے دانت پانی میں صاف نظر آرہے تھے۔ سب سے اگلے مگرمچھ نے عنبر کی ٹانگ کو اپنے منہ میں جکڑ لیا۔ مگرمچھ کو یوں لگا جیسے کوئی پتھر اس کے منہ میں ہے۔ عنبر نے بڑے اطمینان سے مگرمچھ کی آنکھ پر گھونسہ مارا۔ مگرمچھ بُری طرح تڑپا۔ اس نے عنبر کی ٹانگ چھوڑ دی۔ اور پانی میں بیٹھتا چلا گیا۔

دوسرا مگرمچھ اپنا لمبوترا بھیانک منہ کھول کر حملہ کرنے آگے بڑھا تو عنبر نے غوطہ لگا کر اس کے پیٹ کے نچلے نرم

سے پر دونوں ہاتھوں سے ضرب لگائی ۔۔۔ مگرمچھ نے اپنی دم گھما کر اسے ماری۔ عنبر نے اس کی دم دبوچ لی اور پانی میں دو تین چکر دے کر سمندری ڈھلان پر دے مارا۔ مگرمچھ وہیں تڑپ کر مر گیا۔

باقی دونوں مگرمچھوں کا بھی یہی حشر ہوا۔ عنبر آگے بڑھا اس کو اب سمندری مندر کے گھنٹے بجنے کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ عنبر آواز کی طرف چل پڑا۔ آواز بڑی مدہم تھی۔

آئیے اب ذرا جادوگرنی کے پاس چلیں۔

وہ کالے درخت کے نیچے بیٹھی اپنا منتر پڑھ رہی تھی۔ اچانک درخت کی ایک مچھلی ہنسی۔ دوسری نے پوچھا:۔

”اے بہن ۔۔ تمہیں کیا ہوا تھا۔ یہ تم ہنس کیوں رہی تھیں؟“ پہلی مچھلی نے کہا۔

”مجھے اس احمق جادوگرنی پر ہنسی آرہی ہے۔ یہ یہاں بیٹھی منتر پڑھ رہی ہے اور اُدھر ایک انسان اس کا طلسم تباہ کرنے اور خونی مگرمچھوں کو ہلاک کرنے کے بعد مندر کی طرف آرہا ہے۔ وہ اس جادوگرنی کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔“

جادوگرنی کے کان کھڑے ہوگئے تھے۔ اس نے منتر پڑھنا بند کر دیا اور اپنے کان مچھلیوں کی طرف لگا دیئے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مچھلیوں کے بولنے سے پانی میں بلبلے بنتے تھے اور یہ بلبلے جب جادوگرنی کے کان سے ٹکراتے تو الفاظ بن جاتے تھے۔ دوسری مچھلی بولی:۔

"ہٹو۔ کیوں مذاق کرتی ہو۔ بھلا کوئی انسان پانی کے نیچے زندہ رہ سکتا ہے۔"

پہلی مچھلی نے کہا:۔

"میں مگرمچھ جادوگر کی خاص کنیز ہوں۔ مجھے ساری باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔ وہ انسان بڑا عجیب ہے اس کا مرنا بہت مشکل ہے۔ اچھا اب چپ رہو۔"

مچھلیاں خاموش ہو گئیں۔ جادوگرنی فکر مند ہو گئی تھی۔ کہ کالے درخت کی طلسمی مچھلی جھوٹ نہیں بول سکتی۔

لیکن اگر وہ اپنا منتر ادھورا چھوڑ کر کالے درخت کے نیچے سے اٹھتی تو اس پر مگرمچھ جادوگر کا عذاب نازل ہونا تھا۔ جادوگرنی نے ایک جادو پڑھ کر پھونکا تو زمین سے طلسمی پتلا ابھرا اس نے کہا۔

"کیا حکم ہے سمندری جادوگرنی؟"

جادوگرنی بولی۔

"اے طلسمی پتلے۔ تو خون پینے والے جادوئی بن

مانس کے پاس جا اور اسے کہہ کہ میرا دشمن جو ایک انسان ہے۔ اور سمندر کی طرف آ رہا ہے اس کا خون پی جائے اور گوشت مچھلیوں کو ڈال دے جا چلا جا۔ جلدی کر۔"

طلسمی پتلے نے گردن گھمائی اور زمین میں غرق ہو گیا۔ جادوگرنی دوبارہ منتر پڑھنے لگی۔

O

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مگرمچھ جادوگر

عنبر مقدس سمندری مندر کے دروازے تک پہنچ گیا۔

چار منہ والے اژدہے نے اسے دیکھا تو چاروں پھن پھیلا کر پھنکارنے لگا۔ عنبر کے کپڑے پانی میں بھیگ چکے تھے اس لیۓ ان سے ناگ کی مخصوص بو نہیں اُٹھ رہی تھی۔ اژدہا طیش میں آکر دُم کے بل کھڑا ہو چکا تھا۔ اور پھن لہراتا ہوا پھنکار رہا تھا۔ پھر اس نے لپک کر اپنے ایک منہ سے عنبر کے بازو پر ڈس لیا۔ اژدہا سمجھ رہا تھا کہ ابھی عنبر کے ناک منہ سے خون جاری ہو جائے گا اور وہ مر جائے گا مگر عنبر تو بڑے مزے سے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

اژدہے کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے غضب ناک حالت میں پھنکارتے ہوئے چاروں منہ سے باری باری عنبر کو ڈس لیا۔ لیکن کوئی اثر نہ دیکھ کر وہ عنبر کے جسم کے گرد رسی کی طرح لپٹ گیا اور دباتے ہوئے عنبر کی ہڈیاں توڑنے کی کوشش

کرنے لگا۔ تب عنبر نے سگنل کی خاموش زبان میں کہا۔

"اے اژدہا۔ تو مجھے کبھی نہیں مار سکے گا۔ تیرا زہر مجھ پر اثر نہیں کر سکتا۔ مَیں عنبر ہوں تمہارے دیوتا ناگ کا بھائی۔"

سگنل کی لہریں اژدہے کے دماغ سے ٹکرا کر الفاظ بن گئیں۔ اس کی گرفت یکدم ڈھیلی پڑ گئی۔ پھن سکڑ گئے اور وہ رینگتا ہوا عنبر کے جسم سے اُتر آیا۔ اس نے سر جھکاتے ہوئے سگنل دیا۔

"ناگ دیوتا کے عظیم بھائی۔ مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ میں اس سمندر کے خطرناک مگرمچھ جادوگر کے قبضے میں ہوں۔"

عنبر نے کہا۔

"فکر مت کرو۔ مَیں اس جادوگر کے بچے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم یہ بتاؤ سمندری جادوگرنی کہاں ہے؟"

اژدہے نے جواب دیا۔

"جادوگرنی مندر کے اندر ہے۔ اور کسی خاص منتر کو پڑھ رہی ہے۔ وہ مگرمچھ جادوگر کی خاص پجارن ہے۔"

عنبر نے مندر کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ اچانک زمین پھٹی اور ایک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خوفناک چہرے والا بن مانس اُبھر کر باہر نکل آیا۔ اُس نے
منہ اٹھا کر چیخ ماری۔ پورا سمندری مندر کانپ اٹھا۔ یہ
وہی جادوئی بن مانس تھا۔ جسے جادوگرنی نے بھیجا تھا۔
بن مانس نے عنبر کی طرف منہ کر کے زوردار پھونک ماری
اس کی پھونک میں نہ جانے کیا اثر تھا کہ عنبر بے ہوش
ہو کر گر پڑا۔ بن مانس نے اسے مٹھی میں دبوچ لیا۔ اور
دھم دھم کر کے مندر کے ایک بڑے کمرے میں داخل ہو گیا
یہاں ایک لمبی پتھر کی میز پڑی ہوئی تھی۔ بن مانس نے عنبر
کو اس میز پر لٹا دیا اور خود کمرے سے نکل گیا۔

جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک فٹ لمبی
لوہے کی میخ اور وزنی ہتھوڑا تھا۔ بن مانس عنبر کے جسم
میں کیل ٹھونک کر اس کا سارا خون پی جانا چاہتا تھا۔ لوہے
کی میخ خاص قسم کی تھی۔ اس میں ایک سوراخ تھا۔ اس سوراخ
کے راستے بن مانس خون پیتا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح
آپ اسٹرا سے بوتل پیتے ہیں۔

بن مانس نے اپنے لمبے دانت نکال کر خوشی سے چیخ ماری
بن مانس بہت خوش تھا کہ اسے انسانی خون پینے کو مل رہا
تھا۔ اُس نے کیل عنبر کے جسم پر رکھی اور پوری طاقت سے
ہتھوڑا کیل پر مارا۔ کیل عنبر کے سینے میں جانے کی بجائے اوپر

سے ہی پھسل کر بن مانس کی ہتھیلی میں لگ گئی۔ بن مانس
نے اتنی بھیانک چیخ ماری کہ ہر شے لرز اُٹھی۔

اس کی ہتھیلی سے لہو بہنے لگا تھا۔ اب تو بن مانس کو
غصہ آ گیا اس نے پوری طاقت سے کیل ٹھونکنا چاہی۔
جس کی جگہ کوئی عام انسان ہوتا تو کیل نہ صرف اس کے جسم
کے آر پار ہو جاتی بلکہ پتھر کی میز میں دھنس جاتی۔ مگر
یہاں تو معاملہ ہی اُلٹا تھا۔ میخ ٹیڑھی ہو گئی تھی۔

بن مانس کی آنکھیں عنبر پر جمی رہ گئیں۔ اس کی موٹی عقل
میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ آخر یہ انسان کیسا ہے۔
جلد ہی بن مانس پر حیوانی طاقت غالب آ گئی۔ اس
نے عنبر کو اٹھا کر دیوار سے دے مارا — عنبر کو کچھ نہ
ہوا تو بن مانس باؤلا ہو گیا اس نے عنبر کو زمین پر ڈال
کر اس پر کودنا شروع کر دیا۔ اگر کوئی پتھریلی چٹان ہوتی
تو وہ ٹوٹ پھوٹ جاتی اب تو بن مانس کے دل پر دہشت
طاری ہونے لگی۔ اُس نے اپنے سارے حربے آزما ڈالے
تھے مگر نتیجہ صفر نکلا تھا۔

ادھر عنبر کو ہوش آ رہا تھا۔ وہ اُٹھ بیٹھا۔ بن مانس
چیخ مار کر پھر اس پر حملہ آور ہوا اور اسے اٹھا کر سر پر
گھمانے کے بعد دیوار سے دے مارا۔ زوردار دھماکہ ہوا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیوار تھرتھرا کر رہ گئی۔ عنبر اٹھ کر بڑے مزے سے
مسکرانے لگا۔ بن مانس نے دوبارہ حملہ کرنا چاہا تو عنبر
نے اس کے دل کے مقام پر طاقت ور مُکا مارا۔

بن مانس کا دل پھٹ گیا اور وہ چیخیں مارتا ختم
ہو گیا۔ عنبر کمرے سے نکل کر جادوگرنی کو تلاش کرنے لگا۔

اُدھر جادوگرنی کالے درخت کے نیچے بیٹھی منتر پڑھ رہی
تھی۔ بن مانس کی چیخوں سے وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ انسان
کا خون پی رہا ہے اور خوشی سے چیخیں مار رہا ہے۔ اسی
وقت درخت کی طلسمی مچھلی ہنسی اور بولی۔

"یہ جادوگرنی بے وقوف ہے۔ سمجھ رہی ہے کہ بن مانس
نے اُس انسان کو مار ڈالا ہے۔ حالانکہ اس کے برعکس ہوا
ہے اور اسس کا جادوئی بن مانس مر چکا ہے۔ اب وہ
انسان اسس کو تلاش کرتا ہوا اِدھر آ رہا ہے۔"

دوسری مچھلی نے کہا۔

"کیا وہ انسان جادوگرنی کو مارنے میں کامیاب ہو جائیگا"
طلسمی مچھلی کہنے لگی۔

"ہاں۔ اب جادوگرنی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ یہ زندہ
نہ بچ سکے گی۔"

جادوگرنی نے مچھلیوں کی گفتگو سُنی تو اس کے ہاتھ پاؤں

پھسل گئے۔ اس کا باہر نکلا ہوا ڈیلا تیزی سے گھومنے
لگا۔ اُسے اپنے جادوئی بن مانس پر بڑا مان تھا مگر
وہ بھی مارا جا چکا تھا۔ جادوگرنی کھڑی ہو گئی اس نے
طلسمی مچھلی پر پھونک ماری اور چلائی۔

"اے مگرمچھ جادوگر۔ تیری پجارن خطرے میں پھنس
گئی ہے اس کی مدد کے لئے آ۔"

مگرمچھ جادوگر اس وقت سمندر کی تیسری تہہ میں بیٹھا
جادو تیار کر رہا تھا۔ کہ اس نے جادوگرنی کی پکار سنی تو
جادو تیار کرنا بند کر دیا۔ اس کا اوپر کا دھڑ انسانوں
جیسا اور نچلا دھڑ مگرمچھ ایسا تھا۔ شکل انتہائی خوف ناک
تھی اور سر پر ایک سیدھا سینگ اُگا ہوا تھا۔ جس سے
سمندری کالا ناگ لپٹا ہوا تھا۔ مگرمچھ جادوگر نے اپنی جیب
میں سے ایک شیشہ نکالا۔ یہ سمندر کے مہا جادوگر کا شیشہ
تھا۔ اس کی خوبی یہ تھی کہ اس سے جو بھی پوچھا جائے اسس
کا صحیح جواب شیشے پر خودبخود اُبھر آتا تھا۔ مگرمچھ جادوگر کی
عادت تھی کہ وہ ہر کام کرنے سے پہلے جادوئی شیشے سے
پوچھ لیتا تھا۔ اس نے شیشے کو سامنے رکھ کر کہا۔

"اکڑ بکڑ بمبے بو۔۔۔ اسی نوے پورا سو۔۔۔ اے جادو کے
شیشے بتلا۔ میری پجارن کس خطرے میں ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جادوئی شیشے پر الفاظ ابھرنے لگے۔

"وہ ایک انسان عنبر کے ہاتھوں ماری جانے والی ہے اور تو اسے ہرگز نہ بچا سکے گا۔"

مگر مچھ جادوگر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے دوبارہ شیشے کی عبارت پڑھی پھر اچھل کر چنگھاڑا۔

"اکڑ بکڑ بمبے بو۔ اسی نوے پورا سو۔ اے شیشے۔ انسان سمندر میں کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔ وہ تو فوراً مر جاتا ہے۔"

جادوئی شیشہ زور سے لرزا۔ اس پر تھرتھراتے الفاظ نمودار ہونے شروع ہوئے۔

"اوہ بدبخت جادوگر۔ تو کیا یہ سمجھتا ہے کہ میں جھوٹ بولتا ہوں۔ وہ ایک انسان ہے جس پر موت حرام ہے۔ اگر تو اس کے مقابلے کے لیے جائے گا تو مارا جائے گا۔"

مگر مچھ جادوگر نے فوراً شیشے کو سجدہ کرتے ہوئے کہا۔

"اکڑ بکڑ بمبے بو۔ اسی نوے پورا سو۔ اے جادوئی شیشے میری کیا مجال کہ تجھے جھوٹا سمجھوں۔ میں تو یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

جادوئی شیشے پر عبارت ابھری۔

"تو کچھ نہیں کر سکتا۔ تیرا سمندری مندر اس انسان کے ہاتھوں تباہ ہو جائے گا۔"

مگر مچھ جادوگر کہنے لگا۔

"کیا میں اس انسان سے اپنی تباہی کا انتقام لے سکوں گا۔؟"

جادوئی شیشے نے جواب دیا۔

"بہت مشکل ہے۔ لیکن اگر تو انتقام چاہتا ہے تو تجھے شیطانی ... جانا ہو گا۔ جہاں ان دنوں چڑیلوں کی ملکہ شیطانِ اعظم ... کی تمام طاقتیں حاصل کرنے کے لئے جاپ کر رہی ... بدی کی طاقتیں لے کر عنبر، ناگ اور ماریا سے ... کرنا چاہتی ہے۔ اس کا پہلے بھی عنبر سے مقابلہ ... اور شکست کھانے کے بعد چڑیلوں کی ملکہ نے ... تھا کہ وہ بدی کی طاقتیں لے کر آئے گی اور انتقام لے گی۔ تو بھی چڑیلوں کی ملکہ سے مل ... اس کا ساتھی بن۔"

مگر مچھ جادوگر نے اپنی دم کو پانی میں مارتے ہوئے ... کہا۔

"اکڑ بکڑ بمبے بو۔ اسی نوے پورا سو۔ میں چڑیلوں کی

چڑیلوں کی ملکہ سے ملنے کیلئے پڑھیے "ایک آنکھ والی عورت"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ملکہ سے ضرور ملوں گا لیکن اے مقدّس شیشے۔ یہ
اور ناگ کون ہیں ۔؟"

جادوئی شیشے پر الفاظ ابھرے۔

"عنبر کی منہ بولی بہن ماریا اور بھائی ناگ ہے۔ یہ
بھی پُر اسرار طاقتیں رکھتے ہیں۔ ماریا کسی کو نظر نہ
آ سکتی۔ اور ناگ ایک ایسا سانپ ہے جو جب چا
انسان اور جانور کا روپ دھار سکتا ہے۔"

مگر مچھ جادو گر چنگھاڑا۔

میں ان تینوں سے بڑا بھیانک انتقام لوں گا۔ اے
شیشے بتا کیا میں انہیں چڑیلوں کی ملکہ کے ساتھ مل کر
ڈالوں گا؟"

جادوئی شیشے پر الفاظ نمودار ہوئے۔

"یہ میں ابھی نہیں بتا سکتا۔ بس اب مجھ سے
سوال مت کرنا۔"

مگر مچھ جادو گر نے شیشہ اٹھا کر جیب میں رکھا
اسی وقت شیطانی جزیرے کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ چ
کی ملکہ سے مل سکے۔

اب ہم عنبر کے پاس آتے ہیں۔ جادو گرنی کو تلاش
عنبر دالان سے ہو کر بڑے صحن میں آ گیا۔ یہاں کالا د

تھا۔ جس کے نیچے جادو گرنی کھڑی تھی۔ عنبر کو دیکھ
نے بڑے بھیانک انداز میں چیخ ماری۔ اس کے
ے ہوئے ڈھیلے سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔ اس نے
کر کہا۔

ے انسان۔ تجھے یہاں آنے کی ہمت کیسے ہوئی۔
ابھی تمہیں بھسم کر دوں گی۔"

اوپر سے تو جادو گرنی یہ کہہ رہی تھی مگر دل میں
رہی تھی۔ اس کی پکار پر ابھی تک مگر مچھ جادو گر
آیا نا۔ عنبر نے جادو گرنی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا
وہ خبیث جادو گرنی۔ اپنی جان کی خیر منا۔ میں تجھے
زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

جادو گرنی نے اپنے جھولے سے ایک ناریل نکالا اور
پر پھونک مار کر ہوا میں اچھالا۔ ناریل میں سے
شمار بچھو نکل کر عنبر پر گرنے لگے۔ وہ اپنے ڈنک عنبر
رہے تھے۔ عنبر نے ان بچھوؤں کو ہاتھوں میں مسل
جادو گرنی یہ دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ اس نے زور
سے منتر پڑھتے ہوئے پھونک ماری۔ اس کے منہ
آگ کے شعلے نکل کر عنبر پر پڑے۔ اپنا یہ وار بھی خالی
دیکھ کر جادو گرنی سٹپٹا گئی۔ عنبر نے آگے بڑھ کر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس کی چٹیا پکڑ لی اور بل دیتے ہوئے بولا۔
"مجھ پر تیرا کوئی جادو نہیں چل سکتا۔"
عنبر نے مکا مار کر جادوگرنی کا باہر لٹکتا ڈیلا پچ
دیا۔ جادوگرنی کے منہ سے ایک خوفناک چیخ نکلی۔
عنبر کی گرفت سے آزاد ہونے کے لئے مچلی۔ عنبر نے اس
گردن دونوں ہاتھوں میں دبوچ لی۔ اور زور لگایا۔ جا
گرنی کے حلق سے خرخراہٹ نکلی اس کا بیٹھا ہوا ڈ
باہر نکل آیا۔ پورا مندر جادوگرنی کی چیخوں سے گونج
تھا۔ عنبر نے اسے اٹھا کر کالے درخت سے دے مار
جادوگرنی کے منہ سے آخری چیخ نکلی۔ اس کی ریڑھ کی
چکنا چور ہو گئی تھی۔ وہ تڑپتی ہوئی مر گئی۔
سمندری مندر میں یک لخت تیز روشنی ہوئی پھر گھپ
چھا گیا۔ عنبر نے مندر کے دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔
کے گھنٹے اب زور زور سے بج رہے تھے۔ اور پورا من
کانپ رہا تھا۔ عنبر کمرے سے باہر نکلا تو اس نے دیکھ
مندر بڑی تیزی سے سکڑتا جا رہا ہے۔ چھوٹا ہوتے
وہ سیپ جتنا ہو گیا۔ اسی وقت پانی میں زبردس
ہلچل پیدا ہوئی۔
بجلی کی مانند ایک پندرہ سولہ فٹ لمبی مہیب شک

ارک مچھلی ابھری۔ اس نے اپنا بھیانک منہ کھولا۔ اس
جبڑہ کر کہ چار فٹ لمبا تھا اور لمبے نوکیلے سفید
توں کی قطاریں نظر آ رہی تھیں۔ شارک مچھلی نے سیپ
پنے منہ میں نگل لیا اور پانی میں بیٹھ گئی۔
عنبر حیران پریشان دیکھتا رہ گیا۔ سمندری مندر کا
ب نام و نشان تک نہ رہا تھا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا
ابھی کچھ دیر پہلے یہاں ایک عظیم الشان مندر تھا۔
بر نے تیرتے ہوئے جادوگرنی کے ٹھکانے کی طرف
نا شروع کر دیا۔ جب وہ اس جگہ پہنچا تو اس نے دیکھا
ئی سو سروں والی جھاڑیاں اور درخت مرجھا چکے ہیں۔
ل عمارت کے باہر جل پری کا سر بدستور لٹک رہا تھا۔
اب اس کی آنکھوں سے آنسو نہیں بہہ رہے تھے۔
عنبر سر اتار کر عمارت میں آ گیا۔ کمرے میں جل پری
دھڑ فرش پر پڑا تھا۔ عنبر نے سر دھڑ سے لگایا تو وہ
خود جڑ گیا۔ جل پری زندہ ہو گئی۔ وہ عنبر کو گھبرائی ہوئی
ظروں سے دیکھنے لگی۔ عنبر نے اسے تسلی دی اور ساری
ات بتائی تو جل پری عنبر کا شکریہ ادا کرنے لگی۔ عنبر اسے
ہمراہ لئے ملکہ جل پری کے پاس آ گیا۔
سیپ محل میں جشن منایا جانے لگا۔ ہر جل پری ناچ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور گا رہی تھی۔ سمندر کی سلطنت میں خوشیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ ملکہ جل پری کے اصرار پر عنبر نے ایک دن سیپ محل میں قیام کیا پھر اجازت لے کر نکل پڑا۔ ملکہ جل پری نے اسے قیمتی موتی تحفے میں دیئے اور اسے الوداع کہنے کے لیے جل پریاں سمندر کی سطح تک آئیں۔

کھلے آسمان تلے آ کر عنبر نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ اسے زلالہ دیوی کی بات یاد آ گئی جو انہیں پہلے سفر میں کہی تھی۔ زلالہ دیوی نے کہا تھا کہ واپسی کا سفر بہت حیرت ناک اور دلچسپ ہو گا۔ تمہیں ایسے ایسے واقعات پیش آئیں گے کہ عقل ماننے سے انکار کر دے گی۔ خطرناک دلدلوں اور جنگلوں سے گزرنا پڑے گا۔

زلالہ دیوی کی بات سچ ثابت ہو رہی تھی۔ عنبر اپنی زندگی کے حیرت ناک دور سے گزر رہا تھا۔ وہ سمندر کی لہروں پر لیٹ گیا۔ پانی کی لہریں اسے بہائے لئے جا رہی تھیں۔

○

ماریا کی تلاش

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ناگ کی خبر لیں۔ یہ تو آپ گزشتہ قسطوں میں پڑھ چکے ہیں کہ کلکتے کے راجے کا وزیر اور سپہ سالار آپس میں ملے ہوئے ہیں اور دونوں غداری کر کے راجے کو مارنے کے بعد تخت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور ناگ شاہی حکیم بنا ان کی سازشیں ناکام بنا رہا ہے۔ اب وزیر اور سپہ سالار نے شکار کے بہانے راجہ کو جنگل میں لے جا کر مار ڈالنے کا پروگرام بنایا۔

غدار وزیر راجے کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا۔

"حضور۔ اب تو بھگوان کی کرپا سے آپ کی صحت اچھی ہو گئی ہے۔ شکار کا موسم ہے شکار کھیلنے نہیں چلئے گا۔"

راجہ شکار کا بڑا شوقین تھا جھٹ کہنے لگا۔

"ضرور۔ ضرور۔ کل صبح شکار کے لئے جائیں گے۔ ناگ تم بھی ہمارے ساتھ چلنا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ نے کہا۔

"بہت بہتر حضور۔ بندہ تو حکم کا غلام ہے۔"

وہ سمجھ گیا کہ غدار وزیر، راجہ کے خلاف کوئی سازش کر رہا ہے۔ اسی رات وزیر نے سپہ سالار کو بلایا اور کہا۔

"کل راجہ کے ساتھ جو حفاظتی دستہ جائے گا اس میں اپنے ساتھی ہونا چاہئیں۔ جنگل میں راجہ کو ہلاک کر کے مشہور کر دیں گے کہ شیر نے اسے مار ڈالا ہے۔ ارے ہاں وہ حکیم کا بچہ بھی ساتھ جا رہا ہے۔"

سپہ سالار منہ کھول کر ہنسا اور بولا۔

"یہ تو اچھی بات ہے اس حکیم کا کام تمام بھی ہو جائے گا۔"

وزیر اور سپہ سالار دونوں قہقہے لگانے لگے۔

اگلے دن صبح سویرے ہی راجہ شکار کے لئے روانہ ہو گیا۔ محافظ دستے میں غدار وزیر کے آدمی شامل تھے۔ ناگ بھی راجہ کے ساتھ تھا اور پوری طرح ہوشیار تھا۔ گھنے جنگل میں پہنچ کر وزیر نے مکاری سے کہا۔

"حضور راجہ صاحب! آج کیوں نہ آپ کا شکار کھیلا جائے"

راجہ چونک پڑا۔ اس نے گرج کر کہا۔

"کیا بکتے ہو تم۔ اس گستاخی پر ہم تمہاری کھال کھنچوا کر

اس میں بھس بھروا دیں گے۔ سپاہیو گرفتار کر لو اس نمک حرام کو۔"

کسی بھی سپاہی نے حرکت نہ کی۔ وزیر کے چہرے پر خباثت ناچ رہی تھی۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"حضور۔ آپ کی زندگی کے دن پورے ہو چکے۔ یہ فرمائیے تلوار سے گردن اتاری جائے یا خنجر سینے میں گھونپا جائے؟"

"غداری۔" راجہ غصے سے کانپتا ہوا بولا۔ دھوکے باز تو نے نمک حرامی کی جس تھالی میں کھایا اس میں سوراخ کیا"

وزیر نے چلا کر کہا۔

"جلاد۔ اس بڈھے کا سر تن سے جدا کر دے۔"

اب ناگ کے حرکت میں آنے کا وقت آ گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"راجہ کا سر کاٹنے سے پہلے جلاد کو میرا سر کاٹنا ہو گا اور میرا سر کاٹنا جلاد کے بس کی بات نہیں ہے۔"

وزیر اچھل کر چلایا

"جلاد پہلے اس بدبخت کو مار ڈال۔ لگتا ہے اسے مرنے کی بہت جلدی ہے۔"

جلاد تلوار کھینچ چکا تھا۔ وہ تلوار لہراتا ہوا ناگ کی طرف بڑھا

ناگ نے اب دیر کرنا مناسب نہ سمجھی۔ اس نے زور دار سانس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیا اور پرانا افریقی ہاتھی بن گیا۔ لمبے لمبے خوفناک دانتوں
اور موٹی سونڈ والے ہاتھی نے چنگھاڑ ماری اور جلاد کو
سونڈ میں لپیٹ کر ایک موٹے درخت سے دے مارا۔

جلاد کے حلق سے درد بھری چیخ نکلی۔ اس کی ہڈیاں
بھی چکنا چور ہو گئیں۔ وزیر کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو لہو
نہیں۔ اس کا رنگ فق تھا اور آنکھیں پھٹنے کی حد تک
پھیل گئی تھیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک انسان، افریقی
ہاتھی بن گیا تھا۔ راجہ بھی حیران پریشان کھڑا تھا اور محافظ
سپاہی تھر تھر کانپ رہے تھے۔

ہاتھی نے آگے بڑھ کر وزیر کو سونڈ میں اٹھا لیا۔ وزیر
کی تو گھگھی بندھ گئی۔ ہاتھی نے اسے دو تین چکر دے کر
زمین پر اتار دیا اور اپنا بھاری پاؤں زمین پر رکھ دیا۔

وزیر نے بڑی خوفناک چیخ ماری تھی۔ ہاتھی نے
اس کا قیمہ بنا دیا تھا۔ محافظ سپاہیوں نے یہ دیکھا تو
جدھر منہ اُٹھا بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہاتھی دوبارہ انسان
کے روپ میں آگیا۔ ناگ نے کہا۔

"اے راجہ۔ گھبراؤ مت۔ میں ایک جادوگر ہوں۔ عقاب
کے روپ میں میں ہی تمہارے محل میں آیا تھا۔ وزیر اور
سپہ سالار غداری سے تمہیں تخت سے محروم کر دینا چاہتے

تھے۔ مجھے جب اس سازش کا علم ہوا تو میں نے انہیں
سبق سکھانے کا فیصلہ کیا اور اب وزیر کو اپنے کیے کی
سزا مل چکی ہے۔

راجہ نے ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ ناگ نے کہا۔

"ہمیں فوراً محل واپس پہنچنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ غدار
سپہ سالار کوئی نئی مصیبت کھڑی کر دیں۔"

راجہ نے کہا۔

"ہاں۔ رانی محل میں اکیلی ہے اور اب محافظوں پر سے
میرا اعتبار اُٹھ گیا ہے۔"

ناگ گھوڑا دوڑاتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر یہاں ٹیلی فون ہوتا تو ہم بڑے مزے سے فون کر کے
رانی کو خبردار کر دیتے۔"

"ٹیلی فون" راجہ نے چونکتے ہوئے کہا "یہ کیسا چیز
ہوتی ہے؟"

اب ناگ کو احساس ہوا کہ اس نے کیا کہہ دیا ہے۔
وہ ہنستا ہوا بولا۔

"ٹیلی فون کا معاملہ آپ کی سمجھ میں آنے والا نہیں۔"

راجہ کہنے لگا۔

"آخر کچھ پتہ تو چلے ٹیلی فون کس بلا کا نام ہے۔ میں نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تو زندگی میں پہلی بار یہ نام سُنا ہے۔"

ناگ نے راجہ کو ٹیلی فون کے بارے میں بتایا کہ وہ کیا ہوتا ہے۔ ٹیلی ویژن، ریڈیو، ہوائی جہاز اور کاریں کیا ہوتی ہیں۔ بم کسے کہتے ہیں اور ریل گاڑی کیسے چلتی ہے۔

راجہ حیرت سے منہ کھولے اس کی باتیں سُن رہا تھا۔ اُس نے کہا۔

"میاں جادوگر یہ سب کہاں ہوتا ہے۔ اور تمہیں کس طرح اس بارے میں معلوم ہوا؟"

ناگ کہنے لگا۔

"یہ زمانہ کئی سو سال بعد آئے گا۔ میں اسی زمانے سے گزر کر واپسی کا سفر طے کر رہا ہوں۔"

راجہ نے قہقہہ لگایا اور بولا۔

"اچھا اچھا۔ اب سمجھا تم مذاق کر رہے ہو"

ناگ بھی ہنس دیا۔ اس نے سوچا اگر اس راجہ کی عمر کئی سو برس بڑھ جائے تو یہ اس زمانے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ مگر ایسا ممکن نہیں تھا۔ راجہ کو کیا معلوم تھا کہ ایک وقت وہ آئے گا۔ جب پورے ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت ہوگی۔ پھر ۱۸۵۷ء میں جنگِ آزادی لڑی جائے گی اور اسی کلکتے میں لہو پانی کی طرح بہے گا۔

وہ دونوں گھوڑے دوڑاتے محل پہنچ گئے۔ یہاں خیریت تھی دراصل سپہ سالار اپنے محل میں وزیر کے پیغام کا انتظار کر رہا تھا۔ وزیر کا یہ پیغام ملتے ہی کہ راجہ قتل ہوگیا اس نے شاہی محل پر قبضہ کر لینا تھا۔ راجہ کے حکم پر سپہ سالار کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ باورچی بھی قید خانے پہنچ گیا۔

ناگ راجہ کے محل میں مہمان خاص بن کر رہ رہا تھا۔ راجہ، رانی، امیر، وزیر سب اس کی خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔ مگر ناگ کا دل نہ لگتا۔ اسے ہر وقت عنبر اور ماریا کی یاد ستاتی رہتی۔ آخر وہ راجہ سے اجازت لے کر وہاں سے نکل پڑا۔ کلکتہ چھوڑنے سے پہلے وہ ایک بار پھر اس سرائے میں گیا جہاں وہ اور ماریا اکٹھے ٹھہرے تھے۔ اور پھر ماریا غائب ہوگئی تھی۔ وہ ماریا کا پتہ کرنے ہی یہاں گیا تھا کہ شاید وہ واپس آگئی ہو مگر ایسا نہیں تھا۔ ناگ کو کیا معلوم کہ ماریا کس مصیبت میں پھنس چکی ہے وہ تو عقرب دیوتا کے پجاری کی قید میں تھی۔

ناگ نے فیصلہ کیا کہ غزنی جانا چاہیئے اور مسلمان فاتح محمود غزنوی سے ملاقات کرنا چاہیئے جو ان دنوں سومنات کے مندر پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ناگ گھوڑے پر سوار ہو کر کلکتے سے نکل پڑا۔ ناگ کو گھوڑے کی سواری بڑی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پسند تھی۔ وہ چاہتا تو کوئی پرندہ بن کر بھی اُڑ سکتا تھا۔
سارا دن کے سفر کے بعد وہ ایک گاؤں میں پہنچا۔ رات ہونے
والی تھی۔ ناگ نے ایک دیہاتی سرائے کے آگے گھوڑا روکا
اور سرائے میں داخل ہو گیا۔ سرائے میں عجیب سی خاموشی
چھائی ہوئی تھی۔ ایک طرف ایک بوڑھا آدمی سر جھکائے
بیٹھا تھا۔ اس کے سفید چاندی ایسے بال ماتھے پر گرے
ہوئے تھے۔

ناگ نے کہا۔

"بابا۔ کیا مجھے ایک رات کے لئے اس سرائے میں کمرہ
مل سکتا ہے۔"

بوڑھے نے اپنا سر اٹھایا۔ اس کی آنکھیں یوں سرخ ہو
رہی تھیں جیسے وہ روتا رہا ہو۔ اس نے آہ بھر کر کہا۔

"ہاں۔ ایک رات ہی کی تو بات ہے پھر ۔"

ناگ بوڑھے کا جواب سُن کر حیران رہ گیا۔ بوڑھا اب
دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگا تھا۔ ناگ کو اس
پر بڑا ترس آیا۔ اس نے سوچا خدا جانے اس کو کیا دکھ ہے
وہ بوڑھے کے پاس بیٹھ گیا اور بولا۔

"بابا۔ تم رو کیوں رہے ہو۔ مجھے بتاؤ تم پر کیا مشکل آن
پڑی ہے۔ شاید میں تمہاری مدد کر سکوں۔"

پنڈت کی شامت

بوڑھے نے سر اٹھایا۔

اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ وہ سسکی بھر کر
کہنے لگا۔

"اے نوجوان تم میری مدد نہیں کر سکتے۔ اس گاؤں میں
کوئی بھی میری مدد نہیں کر سکتا۔"

ناگ نے کہا۔

"بابا پتہ تو چلے بات کیا ہے؟"

بوڑھا بولا۔

"سُننا چاہتے ہو تو سنو۔ میرا ایک ہی بیٹا رمیش ہے۔ اس
کی عمر دس سال ہے۔ اس گاؤں میں سانپوں کا مندر ہے
ہر مہینے مندر کا مہا پنڈت اور گاؤں کا مکھیا کسی ایک کمسن
لڑکے کا چناؤ کرتے ہیں اور اسے سانپ دیوتا کی بھینٹ
چڑھا دیتے ہیں۔ اس بار انہوں نے میرے بیٹے کو چن
لیا ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں بوڑھا آدمی ہوں۔ رمیش ہی میرے بڑھاپے کا سہارا ہے۔ اب وہ مجھ سے چھن رہا ہے۔ اب تمہی بتاؤ میں روؤں نہیں تو کیا کروں۔ غم سے میرا کلیجہ پھٹا جا رہا ہے اس دنیا میں وہی تو میرا اپنا ہے۔"

ناگ کو اب سانپ پر بڑا غصہ آیا۔ جو دیوتا بنا بیٹھا تھا۔ اور ہر مہینے ایک بچے کو ہڑپ کر جاتا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ سانپ اور مندر کے مہا پنڈت کو سیدھا کر کے چھوڑے گا۔ اس نے کہا۔

"بابا۔ تمہارا بیٹا رمیش کہاں ہے؟"

بوڑھے نے جواب دیا۔

"وہ مندر میں ہے۔ مہا پنڈت نے اسے اپنی کوٹھڑی میں بند کر رکھا ہے۔ کہ کہیں میں اپنے بیٹے کے ساتھ گاؤں سے نہ بھاگ جاؤں۔ اسے کل شام کو سانپ دیوتا کے آگے ڈال دیا جائے گا۔"

ناگ نے کہا۔

"بابا حوصلہ رکھو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارا بیٹا زندہ تمہیں ملے گا۔"

بوڑھے نے چونک کر ناگ کی طرف دیکھا۔ پھر اس کے چہرے پر غم انگیز مسکراہٹ پھیل گئی وہ بولا۔

"بیٹا۔ مجھے تسلی دے رہے ہو۔ مجھے بہلانا چاہتے ہو۔ خوش رہو۔ جب تک دل چاہے اس سرائے میں رہو"

ناگ نے جواب میں کچھ نہ کہا۔ وہ جانتا تھا کہ بوڑھے کو اس کی بات پر اعتبار نہیں آئے گا۔ نہا دھو کر وہ سرائے سے نکل پڑا۔ رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ گاؤں کی گلیاں سنسان پڑی تھیں۔ ناگ سانپوں کے مندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کا پتہ اس نے بوڑھے سے پوچھ لیا تھا۔

مندر میں گھی کے چراغ روشن تھے۔ باہر سیڑھیوں کے پاس ایک موٹا پنڈت توند نکالے بیٹھا تھا۔ اس کے آگے ایک تھالی پڑی تھی۔ جس میں لوبان سلگ رہا تھا۔ سور کی طرح موٹا یہ مہا پنڈت تھا۔ مندر کے اندر سے ڈھول بجنے اور بھجن گانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

ناگ مندر میں داخل ہونے لگا تو مہا پنڈت نے کڑک کر کہا۔

"ارے چھوکرے۔ کیا منہ اٹھائے مندر میں گھس رہا ہے۔ اس وقت مندر میں کوئی نہیں جا سکتا۔ اندر سانپ دیوتا کے حضور بھجن گائے جا رہے ہیں۔"

ناگ بولا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"پنڈت جی۔ میں تو اس لڑکے کو دیکھنے آیا ہوں جسے
کیا جانا ہے۔"

مہا پنڈت چونک پڑا۔ اس نے غور سے ناگ کی طرف دیکھا
اور بولا۔

"تجھے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا حالانکہ میں گاؤں
ایک ایک شخص کو جانتا ہوں۔"

ناگ نے کہا

"میں مسافر ہوں آج رات ہی اس گاؤں میں آیا ہوں"

مہا پنڈت اچھل کر کھڑا ہوا اور اپنی موٹی توند کو سنبھال
چیخ کر بولا۔

"تم مزدور اس لڑکے کو بھگا لے جانے آئے ہو۔ تمہیں
کے باپ نے بھیجا ہوگا۔ میرے چیلو۔ بھاگو آؤ۔"

مہا پنڈت کی دھاڑ کے ساتھ ہی مندر سے کئی مر...
پنڈت نکلے۔ انہوں نے آناً فاناً ناگ کو جکڑ لیا۔ مہا پنڈت
توند پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"لے جاؤ اسے بھی کوٹھڑی میں بند کردو۔ یہ بڑ
خطرناک ہے اور رمیش کو بھگا لے جانے آیا تھا۔ اسے
کل سانپ دیوتا کے آگے پھینک دیا جائے گا۔"

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مکھیا کی سواری آگئی۔

مہا پنڈت کی طرح حرام کھا کھا کر پھولا ہوا تھا۔ اس
ایک آنکھ بھینگی تھی۔ مہا پنڈت نے اسے ساری بات
۔ ناگ نے کہا۔

"جناب مجھ سے غلطی ہو گئی کہ میں یہاں آگیا۔ مجھے
کردیں۔"

مکھیا گرج اُٹھا۔

"چپ کتے کمینے۔ لے جاؤ اسے اور بند کردو۔"

پنڈت، ناگ کو گھسیٹتے ہوئے مندر کے پیچھے لے گئے۔ اور
ایک کوٹھڑی میں بند کر کے تالا لگا دیا۔ ناگ بڑے
زمین پر بچھے گھاس پھونس پہ لیٹ گیا جب رات
سے زیادہ گزر گئی تو ناگ چھوٹا کالا سانپ بن کر
سے نکل آیا اور مندر میں آگیا۔

مندر میں ایک بڑے کمرے کے اندر ایک سانپ کا بت
تھا۔ اس بت کے پیچھے ایک کمرہ تھا۔ جس میں وہ سانپ
تھا۔ جس کے سامنے قربانی دی جاتی تھی۔

یہ ایک بوڑھا
تھا۔ آٹھ فٹ موٹا اور پندرہ فٹ لمبا سانپ جو انسان کو
سکتا تھا۔ اس وقت یہ سانپ سو رہا تھا۔
انسانی گوشت کھا کھا کر سانپ کے دماغ پر چربی چڑھ گئی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی۔ ناگ اس کے کمرے میں آکر انسان بن گیا۔ اور
کے جسم پر ٹھوکر ماری۔ سانپ زور دار پھنکار کے سات
پڑا۔ جاگتے ہی اسے اپنے عظیم ناگ دیوتا کی بُو محسوس
ہوئی۔ اس نے سر اٹھایا تو انسانی شکل میں ناگ دی
آگیا۔

سانپ کا سر جھکتا چلا گیا۔ اس نے سہمی ہوئی آواز
"اے عظیم ناگ دیوتا۔ تیرا غلام سلام بجا لاتا ہے
اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتا ہے کہ آپ تشریف لائے۔"
ناگ نے اسے ٹھوکر مار کر کہا۔
"بہت خوب۔ یہاں سانپ دیوتا بنے بیٹھے ہو اور انس
بچے کھا جاتے ہو۔"
سانپ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ لرزتے اور کانپتے
اس نے اپنا سر ناگ کے قدموں میں رکھ دیا اور بو
"غلام آپ کے سامنے ذرّہ ہے"
ناگ نے غصے سے کہا
"بک بک بند کرو۔ تمہیں معصوم بچوں کو ہڑپ کرتے
شرم نہیں آئی"
سانپ نے کچھ نہ کہا۔ بس کانپتا رہا۔ ناگ یہ دیکھ کر
"کل شام اس گاؤں کے لوگ مجھے اور ایک لڑکے کو

پھینکیں گے۔ خبردار اگر لڑکے کی طرف نگاہ اٹھا کر
دیکھا۔"
یہ کہہ کر ناگ دوبارہ کمرے سے سانپ بن کر نکل آیا۔ اب
جو شرارت سوجھی تو مہا پنڈت کے کمرے کی طرف آگیا۔
مہا پنڈت اور دوسرے سارے پنڈت سو رہے تھے۔ ناگ اپنے
میں گاؤں کے مکھیا کی تصویر لایا۔ گہری سانس لی اور
مکھیا بن گیا۔ اس نے مہا پنڈت کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔
اندر سے دھاڑ سنائی دی۔
"کون اُلو کا پٹھہ آدھی رات کو تنگ کر رہا ہے۔؟"
ناگ کچھ نہ بولا۔ دروازہ دوبارہ کھٹکھٹایا۔ پنڈت گالیاں دیتا
دروازہ کھولا اور بولا۔
"کتے کی اولاد تمہیں ——"
باقی الفاظ اس کے حلق میں پھنس کر رہ گئے۔ اس کے سامنے
گاؤں کا مکھیا کھڑا تھا۔ مہا پنڈت کی تو سٹی گم ہو گئی اسے وہ
ساری گالیاں یاد آگئیں جو ابھی ابھی اس نے مکھیا کو دی
تھیں۔ وہ گڑگڑایا۔
"مکھیا جی۔ غلطی ہو گئی۔ مجھے نہیں پتہ تھا آپ تشریف لائے ہیں"
مکھیا یعنی ناگ نے کہا۔
"تمہیں اس کی سزا ضرور ملے گی چلو کمرے میں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے لئے لکیریں نکالنا جوئے شیر لانے کے برابر تھا وہ جب
ناک زمین کے ساتھ رگڑنے کے لئے جھکتا تو اس کی توند پہلے
ہی زمین سے لگ جاتی۔ مہا پنڈت سانس کھینچ کر توند اندر
کرتا اور جلدی سے ایک بار ناک رگڑ لیتا۔
آٹھ لکیریں نکالنے کے بعد ہی مہا پنڈت گر پڑا۔ اس نے
ہاتھ جوڑ کر کہا۔
"حجور اب تو مجھے معاف کر دیں"
"چپ" ناگ دھاڑا "سور کی اولاد تم نے مجھے گالیاں دیں
چلو اب ایک ٹانگ پر کھڑے ہو جاؤ۔"
مہا پنڈت نے ایک ٹانگ پر کھڑا ہونا چاہا۔ مگر صرف ایک
ٹانگ ۴ من کی زندہ لاش کو کس طرح اٹھاتی۔ یہ کام تو
دونوں ٹانگیں بڑی مشکل سے کرتی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مہا پنڈت
منہ کے بل زمین پر آگرا اور لگا ہائے ہائے کرنے۔
ادھر چیلا باقی سارے چیلوں کو بھی جگا لایا تھا۔ اور وہ
سب دروازے سے لگے بغیر ٹکٹ کا تماشا دیکھ رہے تھے اور دل
ہی دل میں خوش ہو رہے تھے۔ کیونکہ مہا پنڈت بلا وجہ ان
پر رعب جماتا رہتا تھا۔
بڑی مشکل سے پنڈت اٹھا اور ماتھا ٹیک کر بولا۔
"حجور۔ میں آپ کا غلام ہوں مجھ پہ رحم کھائیے۔"

ناگ نے کہا۔
"ٹھیک ہے موٹے سور۔ میں اب جاتا ہوں خبردار آئندہ
کبھی دروازہ کھولنے سے پہلے گالیاں مت دینا۔"
چیلوں نے جب مکھیا کو دروازے کی طرف آتے دیکھا۔
تو وہ اپنے کمروں میں بھاگ گئے۔ ناگ کمرے سے نکل کر
سانپ والے کمرے سے گزرتا ہوا اپنی کوٹھڑی کے پاس آگیا اور
سانپ بن کر کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔

⊙

اگلی صبح مکھیا مندر میں آیا اور مہا پنڈت کا حال پوچھا تو وہ مری
ہوئی آواز میں بولا۔
"بس حجور۔ کچھ نہ پوچھیے۔ بہت پتلا حال ہے۔"
مکھیا نے مذاق کرتے ہوئے کہا۔
"کمال ہے۔ اتنے موٹے آدمی کا حال کس طرح پتلا ہو سکتا ہے۔
ویسے پنڈت جی بات کیا ہے؟"
مہا پنڈت کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ دل میں گالیاں دیتا
ہوا بولا۔
"رات آپ نے میری چھوٹی سی غلطی کی بہت بڑی سزا دی۔
ہائے — ابھی تک جسم درد کر رہا ہے۔
مکھیا بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"پنڈت جی میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آئی۔ رات، غلطی اور سزا۔ پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔"

مہا پنڈت نے دل میں پوری ایک سو ایک گالیاں مکھیا کو دیں اور سوچا کمینے کو خود جانوروں کی بولیاں نکالنا اور مرغا بننا پڑے تو سب بات سمجھ میں آجائے۔ مگر اوپر سے جبراً مسکراتا ہوا بولا۔

"کچھ نہیں۔ رات گئی بات گئی۔"

مکھیا بھی سر کھجا کر رہ گیا۔ شام ہوئی تو پورے گاؤں کے لوگ مندر میں جمع ہو گئے۔ بھجن گائے جانے لگے۔ مہا پنڈت سانپ کے بت کے آگے جھوم جھوم کر بین بجانے لگا۔ ناگ اور لڑکے ریشی کو بت کے پیچھے بٹھا دیا گیا۔ مہا پنڈت بین بجا بجا کر ہلکان ہو رہا تھا مگر سانپ اپنے کمرے سے باہر نہیں آرہا تھا۔

ناگ نے خموشش زبان میں سگنل نشر کیا۔

"اے سانپ باہر نکل اور لڑکے کو اپنے سر پر بٹھا کر کمرے کا چکر لگا۔"

سانپ نے فوراً ہی جوابی سگنل دیا۔

"جو حکم اے عظیم ناگ دیوتا۔"

سانپ رینگتا ہوا کمرے سے باہر آگیا۔ سب ہندو سانپ دیوتا

کی جے۔ سانپ دیوتا کی جے۔ کے نعرے لگانے لگے۔ مہا پنڈت نے سانپ کو ڈنڈوت کرتے ہوئے جھک کر کہا۔

"اے سانپ دیوتا۔ تیرے غلام بھینٹ کے ساتھ حاضر ہیں اسے قبول کر۔"

سانپ بڑے زور سے پھنکارا اس نے اپنا پھن پھیلا لیا جو چھتری سے بھی بڑا تھا۔ اس کی دوشاخی زبان لہرانے لگی اس نے ناگ کی طرف پھن گھما کر تھوڑا سا جھکایا اور لڑکے ریشی کو اپنے پھن پر اٹھا لیا۔ مہا پنڈت، مکھیا اور دوسرے سب لوگوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ سانپ دیوتا تو بھینٹ چڑھائے جانے والے لڑکے کو زندہ نگل جایا کرتا تھا۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"یہ سانپ میرا غلام ہے۔ ابھی یہ میرے حکم سے لڑکے کو اٹھائے اس کمرے کا چکر لگائے گا۔"

مہا پنڈت کو اپنی مہا پنڈتی خطرے میں نظر آنے لگی۔ اس نے کہا۔

"خاموش رہو۔ مقدس سانپ دیوتا کی شان میں گستاخی کے بعد تم زندہ نہیں بچ سکو گے۔ اے مقدس سانپ اسے بوٹی بوٹی کر کے کھا جا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سانپ تو لڑکے کو سر پر بٹھائے کمرے کا چکر لگانے کے بعد
واپس بُت کے نیچے آ گیا اور ناگ کے آگے پھن جھکا دیا۔
پنڈت نے یہ دیکھا تو گھبرا گیا اور چلّایا۔

" یہ شخص ضرور کوئی جادوگر ہے۔ اس نے مقدس سانپ
پر جادو کر رکھا ہے۔"

ناگ نے سانپ کی طرف دیکھ کر خوش سگنل دیا۔

" اے سانپ۔ یہ شخص تمہارے دیوتا کو بُرا کہہ رہا ہے۔
کیا تم یہ برداشت کر لوگے۔؟"

سانپ تڑپ کر سیدھا ہوا اور اس بھیانک انداز
میں پھنکارا کہ کمرہ لرز اُٹھا۔ اس کی سُرخ زبان بجلی
کی طرح لپکنے لگی۔ اس نے اپنا بڑا منہ کھول کر زوردار
سانس لیا۔ موٹا پنڈت اُڑتا ہوا سیدھا اس کے منہ میں
پہنچ گیا۔ سانپ اسے سالم ہی نگل گیا۔

تمام لوگوں میں کھلبلی مچ گئی۔ وہ بُری طرح خوف زدہ
ہو گئے تھے۔ ناگ نے مکھیا سے کہا۔

" تم بھی ظلم کرنے میں مہا پنڈت کے ساتھ برابر کے شریک
تھے۔ بولو تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے!"

مکھیا فوراً گر کر معافیاں مانگنے لگا۔ ناگ نے کہا۔

" آج کے بعد یہاں کسی انسان کی قربانی نہیں دی

جائے گی۔ ہر ماہ صرف ایک بکری سانپ کے آگے ڈالی
جائے گی۔

یہ کہہ کر ناگ نے گہری سانس لی اور عقاب بن کر لوگوں
کے سروں پہ چکر کاٹنے لگا۔ تمام ہندو دیوتا کی جے، کے نعرے
لگانے لگے۔ ناگ مندر سے نکل آیا اور غزنی کی طرف اڑنے
لگا۔

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فرعون کا خزانہ

ناگ کو غزنی کی طرف پرواز کرتا چھوڑ کر ہم عنبر کی طرف واپس چلتے ہیں۔

سارا دن عنبر لہروں پر سفر کرتا رہا۔

شام کے وقت اسے آسمان پر پرندے پرواز کرتے نظر آئے جس کا مطلب تھا کہ زمین پاس ہی ہے۔ عنبر نے سر اٹھا کر دیکھا۔ دور ایک سرمئی لکیر نظر آ رہی تھی۔ یہ زمین کی لکیر تھی۔ ہوا اسی رخ کی تھی اس لئے عنبر کچھ ہی دیر میں زمین تک پہنچ گیا۔ ساحل پر کشتیاں بندھی ہوئی تھیں ریتیلے ساحل پر قدم رکھتے ہی عنبر کو عجیب سا احساس ہوا۔

ساحل سے کچھ فاصلے پر مچھیروں کی بستی تھی۔ مچھیرنیں اپنی جھونپڑیوں کے باہر بیٹھیں مچھلی تل رہی تھیں۔ ہلکا ہلکا اندھیرا چھانا شروع ہو چکا تھا۔ عنبر مچھیروں کی بستی میں آ گیا۔ مچھیرے اسے دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور اس کے گرد اکٹھے ہو کر سوال کرنے لگے کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔

عنبر نے انہیں ٹالنے کے لئے کہا۔

"بھائی میں ایک مسافر ہوں۔ ہمارا بحری جہاز طوفان میں تباہ ہو گیا۔ بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ یہ کون سا ملک ہے؟"

ایک مچھیرے نے جواب دیا۔

"تم مصر میں آ نکلے ہو۔"

مصر۔ عنبر کا وطن۔ جہاں وہ پلا بڑھا اور جوان ہوا تھا۔

ایک اور مچھیرے نے کہا۔

"کیوں میاں بھوکے ہو۔ مگر کان کھول کر سن لو ہم خیرات دینے کے عادی نہیں ہیں۔ پیسے ہیں تو نہ صرف کھانے کا بندوبست ہو جائے گا بلکہ رات کو تمہارے ٹھہرنے کے لئے ایک جھونپڑی بھی خالی کر دیں گے۔ اور اگر کنگلے ہو تو چلتے پھرتے نظر آؤ۔"

عنبر کو اس لالچی مچھیرے پر بڑا غصہ آیا مگر ضبط کر کے بولا۔

"میرے پاس پیسوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ میں آج رات یہیں ٹھہروں گا اور کل شہر روانہ ہو جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر عنبر نے قیمتی موتی نکال کر مچھیروں کو دکھائے جو اسے ملکہ جل پری نے دیئے تھے۔ اتنی دولت دیکھ کر مچھیرے تو دنگ رہ گئے۔ عنبر کو ایک جھونپڑی دے دی گئی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ان مچھیروں کا سردار ایک بدمعاش تھا۔ وہ بھینسے کی طرح ہٹا کٹا اور کئی انسانوں کو قتل کر چکا تھا۔ وہ بڑا خونی قسم کا جلاد صفت آدمی تھا۔ لالچ تو اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ عنبر کے پاس دولت دیکھ کر اس کی نیت خراب ہو گئی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ آج رات عنبر کا کام تمام کر کے ساری دولت پر قبضہ کر لیا جائے۔

اس مچھیرے کا نام منجو تھا۔ رات گہری ہوتے ہی منجو نے اپنے خاص آدمی عامور کو بلایا۔ عامور خنجر چلانے میں بڑا ماہر تھا۔ وہ پیغام ملتے ہی چلا آیا اور بولا۔

"حکم سردار۔ کیسے یاد کیا ہے۔؟"

منجو ایک آنکھ میچ کر عیاری سے کہنے لگا۔

"تیرے لئے ایک اسامی قابو آئی ہے۔ بڑی تگڑی اسامی ہے۔ جو مال ہاتھ آئے آدھا آدھا ہوگا۔"

عامور یہ سنتے ہی خوش ہو گیا۔ مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر بولا۔

"استاد۔ فکر ہی مت کرو۔ سب ٹھیک سمجھو۔"

"بس تو اسی وقت چلا جا۔" منجو نے کہا "اسے مار کر دولت میرے پاس لے آنا۔ لیکن دیکھ۔ ذرا آواز نہ نکلے اس بدبخت کی۔ بڑی صفائی سے گردن کاٹنا۔"

عامور نے سینہ پھلا کر کہا۔

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ اس کی لاش پھڑک بھی نہ سکے گی ہاں۔"

عامور، مچھیروں کے سردار منجو کی جھونپڑی سے نکل آیا۔ اس نے دو دھار والا تیز خنجر ہاتھ میں پکڑ لیا تھا اور دبے پاؤں عنبر والی جھونپڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ دبلے پتلے عنبر کو مارنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مگر اسے کیا معلوم وہ ببر شیر کے پاس جا رہا تھا۔

جھونپڑی کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ عنبر بڑے مزے سے چارپائی پر سو رہا تھا۔ عامور کھڑکی کے راستے جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ اور بڑی ہوشیاری و چالاکی سے چلتا ہوا عنبر کے سرہانے پہنچ گیا۔ اس نے خنجر عنبر کے سینے میں گھونپ دیا اور بڑبڑایا۔

"چل بچو۔ تو اگلے جہاں پہنچ۔"

عامور نے عنبر کے منہ کو ہاتھ سے دبا رکھا تھا تاکہ وہ چیخ چلائے نہیں۔ عنبر کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ سب کچھ سمجھ گیا مگر مچل مار کر پڑا رہا۔ عامور یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ عنبر کے جسم سے خون کے فوارے نہیں چھوٹے اور نہ ہی وہ تڑپا ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اُس نے خنجر عنبر کے جسم میں ہی رہنے دیا اور خود جھونپڑی میں موتی تلاش کرنے لگا۔ موتی تو عنبر نے ایک تھیلی میں رکھ کر تھیلی کمر سے باندھ رکھی تھی۔ اسے جو شرارت سوجھی تو اُٹھ کر بیٹھا اور بھاری آواز بنا کر بولا۔

"موتیوں کی تھیلی ڈھونڈ رہے ہو وہ تو میری کمر سے بندھی ہوئی ہے۔"

یہ کہہ کر عنبر پھر سے لیٹ کر مردہ بن گیا۔ عامور کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ خوف کے مارے اس کی آنکھیں باہر کو نکل آئی تھیں۔ کچھ دیر وہ کھڑا عنبر کو تکتا رہا۔ عنبر ایک آنکھ تھوڑی سی کھول کر اسے دیکھ رہا تھا۔ عامور نے جب دیکھا کہ "لاش" اسی طرح پڑی ہوئی ہے تو اسے تسلی ہوئی۔ اس نے سوچا مجھے وہم ہوا ہے ورنہ لاش کس طرح بول سکتی ہے۔

جھونپڑی کی تلاشی لینے کے بعد عامور کو جب موتیوں کی تھیلی نہ ملی تو اس نے عنبر کے لباس کی تلاشی لینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے عنبر کے جسم کو ہاتھ لگایا اور لباس ٹٹولنے لگا۔ فوراً ہی اسے پتہ چل گیا کہ موتیوں کی تھیلی عنبر نے کمر سے باندھ رکھی ہے۔ اس نے تھیلی کھولنا چاہی تو عنبر نے آنکھیں کھول کر کہا۔

"جاؤ یار کیوں گدگدی کرتے ہو"

عامور تو گرتے گرتے بچا۔ عنبر پھر سے "مردہ" بن چکا تھا عامور نے خنجر نکال کر دھڑا دھڑ چلانا شروع کر دیا۔ مگر خنجر عنبر کے جسم پر پڑتا تو یوں لگتا جیسے پتھر پر پڑا ہے۔ عامور پر خوف طاری ہونے لگا۔ کہ یہ کیسا انسان ہے۔ جس پر خنجر کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ نہ تو زخم ہوتا ہے اور نہ خون نکلتا ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ جان بچا کر بھاگ جانا چاہیئے۔ وہ کھڑکی کے راستے باہر کود گیا۔ عامور اس پھرتی سے بھاگا تھا کہ عنبر اسے پکڑ بھی نہ سکے۔

گرتا پڑتا عامور جب سردار منجو کے پاس پہنچا تو وہ اس کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا اور بولا۔

"ارے عامور۔ خیریت تو ہے یہ تم اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔ ارے اسامی کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔؟"

عامور نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"اُستاد۔ وہ آدمی نہیں بھوت ہے۔ اس پر خنجر اثر نہیں کرتا۔ وہ مرتا نہیں ہے"

سردار منجو غصے میں آ گیا اور چلایا۔

"بکواس کرتے ہو۔ کام خود نہیں کر سکتے اور اچھے بھلے آدمی کو بھوت بنا دیتے ہو۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عامور گڑگڑایا۔

"استاد سچ کہتا ہوں۔ میں نے اس کے سینے میں خنجر مار
مگر اسے کچھ نہ ہوا خون بھی نہ نکلا۔"

سردار منجو اس کے منہ پر لات مار کر گرجا۔

"تم اُلو کے پٹھے۔ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔ میں خود ہی اس
سے نمٹ لوں گا۔"

عامور چلا گیا۔

سردار منجو سوچ میں پڑ گیا۔ پہلے کبھی عامور نے کچا کام نہیں
کیا تھا۔ وہ تو پلک جھپکنے میں انسان کی گردن مار دیتا تھا
پھر آج اسے کیا ہوا۔؟ مگر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کسی
انسان پر خنجر اثر نہ کرے۔ سردار منجو نے سوچا کہ عامور کو
وہم ہوا ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ کل صبح جب عنبر شہر
جانے کے لئے نیا۔ ہو گا تو وہ کچی سڑک پر اسے ہلاک
کر کے ساری دولت قابو کر لے گا۔

صبح ہوئی تو عنبر نے نہا دھو کر ناشتہ کیا ایک مچھیرے
سے گھوڑا خریدا اور شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس
زمانے میں آج کی طرح پکی سڑکیں نہیں ہوتی تھیں
بلکہ مٹی سے اٹی کچی سڑکیں ہوتی تھیں۔ عنبر گھوڑا دوڑاتا چ
جا رہا تھا۔ یہ کچا راستہ خود رو جنگلی جھاڑیوں میں گھرا

ہوا تھا۔ کے دونوں طرف درخت اُگے ہوئے تھے۔ ایک
موڑ کاٹتے ہی اچانک درختوں سے دو گھوڑ سوار نکلے اور
انہوں نے عنبر کو روک لیا۔

یہ سردار منجو اور اس کا ساتھی مبارک تھا۔ دونوں
نے منہ پر ڈھاٹے باندھ رکھے تھے۔ سردار منجو کے ہاتھ
میں لمبی چمکتی تلوار تھی۔ اُس نے تلوار عنبر کی گردن پر
رکھ دی اور کہا۔

"جتنی دولت ہے نکال کر میرے حوالے کر دو۔"

عنبر سمجھ گیا کہ یہ رات والے ڈاکو کے ساتھی ہیں۔ مگر وہ
ان سے اُلجھ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس
نے کہا۔

"بھائی۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں کوئی دولت مند
آدمی نہیں ہوں۔"

عنبر نے ان کی منت سماجت کر کے جان چھڑانا چاہی۔
مگر سردار منجو غصے میں آگیا۔ اس نے عنبر کی گردن پر مُکا
مارا۔ مُکا مارتے ہوئے اسے عنبر کی گردن کچھ سخت لگی۔
مگر اس بدبخت نے خیال نہ کیا اور کہنے لگا۔

"او چھوکرے۔ نکال دولت ورنہ ابھی انتڑیاں باہر نکال
دوں گا۔ مجھے بے وقوف بنانا چاہتا ہے تیرا تو باپ بھی میرے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سامنے ناک رگڑ کر دولت دے گا تو کیا شے ہے۔"

اب عنبر کو غصہ آ گیا۔ اپنے باپ کے بارے میں وہ بکواس نہیں سُن سکتا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ ان ڈاکوؤں کو مزہ چکھانا چاہیئے۔ وہ گھوڑے سے اُتر آیا اور بولا۔

"اُلّو کی دُم ۔۔ تم باتوں سے نہیں مانو گے۔ تمہیں میں ابھی لاتوں سے مناتا ہوں۔"

سردار منجو نے یہ سُن کر قہقہہ لگایا۔ اور تلوار گھما کر عنبر کے سر پر ماری۔ کھٹاک۔ تلوار عنبر کے پتھر ایسے سر سے ٹکرا کر ٹیڑھی ہو گئی۔ سردار منجو نے یہ دیکھا تو اس کے ہوش اُڑ گئے۔ جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ آنکھیں پتھر کی بن گئیں اس کے ساتھی مبارک نے چاقو نکال کر عنبر پر وار کیا۔ چاقو عنبر کے پیٹ سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔

عنبر نے مبارک کو دبوچ کر اس کے سر پر مُکّا مارا۔ مبارک کا بھیجہ ناک اور کانوں کے راستے باہر نکل آیا۔ کھوپڑی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ سردار منجو نے یہ دیکھا تو ڈر گیا۔ دولت پرست جاہل آدمی تھا۔ پھر برے کام کرنے والا ہمیشہ بزدل ہوتا ہے۔ جن بچوں کی دوستی بچپن میں نیک ، سچے اور ایماندار بچوں سے ہوتی ہے وہ خود بھی بہادر اور سچے ہوتے ہیں صحبت انسان پر بڑا اثر کرتی ہے۔

سردار منجو بُرے لوگوں کی صحبت میں رہا تھا۔ اس لئے بُرا اور بزدل ہو گیا تھا۔ اس نے بھاگنا چاہا مگر عنبر اسے کہاں جانے دیتا۔ اس نے منجو کو دبوچ لیا اور کہا۔

"اب کدھر جاتے ہو۔ مجھ سے ناک نہیں رگڑاؤ گے۔؟"

منجو نے جھٹ ہاتھ جوڑ دیئے اور گڑگڑایا۔

"تم ضرور کوئی دیوتا ہو۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے معاف کردو۔ مجھے مت مارو۔"

عنبر نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ تم ایک ظالم ڈاکو ہو اور نجانے کتنے مسافروں کو لوٹ کر قتل کر چکے ہو۔ تمہاری سزا موت ہے۔"

منجو نے جب یہ سنا تو دھڑا دھڑ تلوار چلانا شروع کر دی گردن ، سر اور سینہ پر منجو مسلسل وار کیئے جا رہا تھا۔ اس حالت میں تو انسان کا قیمہ بن جانا چاہیئے تھا مگر عنبر کے جسم پر جسم پر خراش تک نہ آئی تھی۔ بلکہ تلوار جگہ جگہ سے ٹیڑھی ٹیڑھی ہو گئی تھی۔ اور عنبر مسکرا رہا تھا۔

پھر عنبر نے منجو سے تلوار چھین لی اور اس کے پیٹ میں گھسیڑ دی۔ منجو نے ایک چیخ ماری اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کا خون زمین کو سیراب کرنے لگا۔ عنبر نے کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"بے رحم انسان۔ اب درد سے چلاتے کیوں ہو جب
تم دوسروں کو قتل کرتے تھے ان کا بھی یہی حال ہوتا
تھا۔ اب تمہیں درد کی شدت کا اندازہ ہو گیا ہو گا۔ یہاں
پڑے رہو اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے دو۔ ہر ظالم
کا یہی انجام ہوتا ہے۔"

عنبر گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے چل دیا۔ اس سفر
کا اختتام مصر کے شہر قاہرہ پر ہوا۔ جس وقت عنبر وہاں پہنچا
شام ہو رہی تھی۔ لوگ بازاروں میں گھوم پھر رہے تھے۔
مصر کے لوگ زیادہ تر دھاری دار کپڑے کا ایک لمبا
کرتہ پہنتے ہیں۔ جسے گابیا کہا جاتا ہے۔ یہ کرتہ اتنا لمبا ہوتا
ہے کہ ٹخنوں تک پہنچتا ہے۔ مصر میں دھوپ اور گرمی بہت
ہوتی ہے اس لئے مصری لوگ سر پر گول ٹوپی پہنتے ہیں۔
عورتیں بھی ایک لمبا سا چوغہ پہنتی ہیں جو ان کے پیروں تک
پہنچتا ہے۔ اسے "میلایا" کہا جاتا ہے۔

قاہرہ سے مغرب کی طرف اگر کسی بلند جگہ سے دیکھیں تو
صحرا کے کنارے پر اہرام نظر آتے ہیں جن کے پاس ہی دنیا کا
سب سے پرانا اور حیرت انگیز مجسمہ ہے۔ اس مجسمے کا سر انسان
کا اور دھڑ شیر کا ہے۔ اسے ابوالہول کہا جاتا ہے۔ اس کی
اونچائی ٦٠ فٹ اور لمبائی ١٣٠ فٹ ہے۔ اس کے سامنے آدمی

ونا لگتا ہے۔

پانچ ہزار سال قبل جب عنبر یہاں رہتا تھا تو یہ شہر
ہت مختلف تھا۔ اس کا پرانا نام تھیبنر تھا اور یہ شہر
ریائے نیل کے دوسرے کنارے پر تھا۔ عنبر قاہرہ کے بازاروں
یں گھومنے لگا۔ یہ اس کا اپنا وطن تھا۔

رات عنبر نے ایک سرائے میں بسر کی اور صبح گھوڑے پر
وار ہو کر اہرام مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ ان کی سیر
کے بعد ہندوستان کے لئے روانہ ہو جانا چاہتا تھا۔ دریائے
یل پار کر کے عنبر جب دوسری طرف صحرا میں، ہزاروں برس
رانے شہر تھیبنر کے کھنڈرات میں پہنچا تو اس کا دل دھڑکنے لگا۔

یہ اس شہر کے کھنڈرات تھے جس کی گلیوں میں عنبر کا
چپن بیتا تھا۔ بچپن کے تمام واقعات ایک ایک کر کے عنبر
کے سامنے گھومنے لگا۔ یہاں وہ اپنے منہ بولے باپ رجال
کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ اور ملازم پولکا کے ساتھ کھیلا کرتا
تھا۔ اب عنبر کا شہر ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ ایک بھی دیوار سلامت
نہ بچی تھی۔

آگے جا کر اہرام تھے۔ ہزاروں برس پرانے اہرام۔ یہ
ہرام عنبر کی آنکھوں کے سامنے بنے تھے۔ حبشی، یونانی، یمنی اور
مصری غلام بڑے بڑے ریڑھوں پر پتھر کی سلیں لاد کر لاتے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھے۔ یہ سلیں دریائے نیل کے مشرقی کنارے کے پہاڑوں سے
کاٹی جاتی تھیں اور ہر سل دس ٹن کے لگ بھگ وزنی
ہوتی تھی۔

عنبر کے سامنے ہزاروں مزدور ان پتھروں کے تلے دب کر
مر گئے تھے۔ اور اب وہ ان اہراموں کے کھنڈر دیکھ رہا
تھا۔ اس وقت وہ کسی سے کہتا کہ یہ ہرم میرے سامنے
تعمیر ہوئے ہیں تو کوئی یقین نہ کرتا اور اسے پاگل سمجھا جاتا
عنبر پرانے کھنڈروں کی سیر کرتا پھر رہا تھا کہ ایک جگہ
اس نے ایک انگریز کو دیکھا جو ایک کاپی ہاتھ میں لئے گھوم
رہا تھا۔

اس انگریز کا نام ڈیوڈ تھا۔ وہ انگلستان سے آیا تھا۔
انگلستان میں وہ ایک سکول میں تاریخ کا مضمون پڑھاتا تھا۔
اتفاق سے اس کے ہاتھ میں فرعون کے ایک پرانے ہرم کا نقشہ
آ گیا جس میں خزانہ چھپا ہوا تھا۔ ڈیوڈ قدیم مصری زبان
تھوڑی بہت جانتا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ مصر جا کر
ہرم سے خزانہ نکال کر لائے گا اور اب وہ فرعون کا خزانہ
نکالنے کے مصر آیا ہوا تھا۔

عنبر نے دیکھا کہ انگریز سے کچھ فاصلے پر دو مصری کھڑے
ہیں۔ وہ دونوں انگریز کو دیکھتے ہوئے آپس میں کھسر پھسر کر

رہے تھے۔ یہ دونوں عنبر کو بہت پُر اسرار لگے۔ اسی وقت
انگریز ایک دیوار سے گھوم کر عنبر کی نظروں سے اوجھل ہو گیا
دونوں مصری بھی اس کے پیچھے لپکے۔ پھر کھنڈرات میں ہلکی
سی چیخ گونجی۔ اس کے ساتھ ہی ایسی آواز عنبر کے کانوں میں
پڑی جیسے زبردستی کسی کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔

عنبر اس طرف بھاگا۔ اس نے دیکھا کہ دونوں مصری، انگریز
کو نیچے گرائے ہوئے ہیں۔ ایک مصری انگریز کے سینے پر چڑھا ہوا
بیٹھا تھا اور خنجر دکھا کر دھمکی دے رہا تھا کہ سب کچھ اس
کے حوالے کر دے۔

یہ دونوں مصری بدمعاش تھے۔ ان کا کام ہی کھنڈرات
کی سیر کرنے کے لئے آنے والے اکیلے آدمی کو لوٹ لینا تھا۔
وہ بڑی دیر سے انگریز ڈیوڈ کا پیچھا کر رہے تھے اور اب موقع
مناسب جان کر انہوں نے ڈیوڈ کو چھاپ لیا تھا۔ عنبر نے ان
کے پاس پہنچتے ہی کہا۔

"اسے چھوڑ دو اور بھاگ جاؤ۔"

ہٹے کٹے مصری بدمعاش عنبر کی بات کب مانتے۔ ان کے
سامنے تو ایک دبلا پتلا لڑکا کھڑا تھا۔ ایک مصری بدمعاش نے
خنجر گھماتے ہوئے گرج کر کہا۔

"ابے او چھوکرے۔ چل بھاگ ادھر سے۔ ورنہ ابھی خون میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہلا دوں گا۔

عنبر نے اپنی بات دہرائی تو دوسرے مصری بدمعاش نے چیخ کر کہا۔

"ارے چھوڑو۔ دیکھتا کیا ہے۔ خنجر میں پرو دے اس بدبخت کو"

پہلے بدمعاش نے عنبر پر حملہ کر دیا۔ اس نے خنجر عنبر کو مارنا چاہا تو عنبر نے اس کی کلائی پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا۔ بدمعاش کی کلائی ٹوٹ گئی۔ خنجر اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ اور وہ درد سے چلانے لگا۔ دوسرے بدمعاش نے یہ دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے انگریز کو چھوڑا اور عنبر کی طرف لپکا۔

مصری بدمعاش نے چیخ کر خنجر عنبر کے سینے میں مارا۔ خنجر کی نوک اس طرح مڑ گئی۔ جیسے اسے کسی پتھر پر مارا گیا ہو مصری بدمعاش بڑا حیران ہوا کہ یہ کیسے ہوا۔ عنبر نے اسے دوسرا وار کرنے کی مہلت ہی نہ دی اور اس کے منہ پر ایسا مکا مارا کہ سارے دانت باہر نکل آئے۔

اسی وقت پہلا بدمعاش دوسرے ہاتھ میں خنجر تھامے عنبر پر پر حملہ آور ہوا۔ انگریز ڈیوڈ یہ دیکھ کر اسے روکنے کے لئے اس پر جھپٹا مگر بدمعاش نے خنجر عنبر کی پیٹھ پر مار دیا۔ نتیجہ وہی نکلا۔ جو پہلے نکلا تھا۔ انگریز ڈیوڈ نے بدمعاش کو دبوچ لیا۔ اور اس کی ٹھکائی کرنے لگا۔ وہ بہادر تھا پہلے تو اسے بے خبری میں قابو

کر لیا گیا تھا۔

دونوں بدمعاشوں نے جب صورت حال گڑبڑ دیکھی تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ انگریز ڈیوڈ عنبر کی طرف آیا اور بولا۔

"لیٹ جاؤ۔ خنجر سے تمہیں گہرا زخم آیا ہو گا۔ میں ابھی پٹی کرتا ہوں۔"

عنبر نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ مجھے خنجر نہیں لگا میں زخمی نہیں ہوں۔"

انگریز کہنے لگا۔

"میں نے اپنی آنکھوں سے تمہاری کمر میں خنجر لگتے دیکھا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم زخمی نہ ہوئے ہو۔"

عنبر بولا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ خنجر میرے پاس سے گزر گیا تھا مجھے لگا نہیں تھا۔"

انگریز کیسے مان لیتا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے عنبر کو خنجر لگا تھا۔ اس نے عنبر کی قمیض اٹھا کر دیکھی۔ بدن پر زخم تو کیا خراش تک نہیں تھی۔ اب تو انگریز چکرا گیا۔ اس نے زمین پر پڑے خنجر کو اٹھا لیا۔ خنجر کی نوک مڑی دیکھ کر وہ اور بھی حیران ہوا عنبر نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"بدمعاش کا خنجر ہی ٹھیک نہیں تھا۔ میں زخمی کس طرح ہوتا"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انگریز ڈیوڈ گہری سانس لے کر بولا۔

"یا تو میں پاگل ہو گیا ہوں یا تم کوئی عجیب انسان ہو۔"

عنبر نے ہنس کر کہا۔

"ان دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہے بس مجھے خنجر لگا ہی نہیں تھا۔"

انگریز ڈیوڈ سر گھما کر رہ گیا۔ پھر اپنا تعارف کرانے کے بعد کہا۔

"میں انگلستان سے ایک خزانے کی تلاش میں آیا ہوں۔ تم ایک بہادر اور شریف انسان ہو۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو ہم خزانہ نکال لیں گے۔ ہمارے علاوہ دو اور شخص اس مہم میں شریک ہوں گے۔ فرعون کا خزانہ کروڑوں روپے کا ہے ہم سب اسے آپس میں بانٹ لیں گے۔ خزانہ نکالنے کی ساری تیاری مکمل ہے۔ اور آج رات ہم نے پرانے ہرم میں جانا ہے۔"

عنبر فوراً ہندوستان کے لئے روانہ ہو جانا چاہتا تھا اور کسی جھنجٹ میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ اس نے انکار کر دیا۔ مگر جب ڈیوڈ نے اصرار کیا تو عنبر نے اس کا ساتھ دینے کی حامی بھر لی۔ عنبر نے فیصلہ کیا کہ وہ خاموش تماشائی بنا رہے گا۔ چلو فرعون کا خزانہ نکالنے کی تفریح ہی سہی۔

اسی رات ڈیوڈ، عنبر، ایک بوڑھا گائیڈ اور ایک جوان حسنی ہرم کی طرف روانہ ہو گئے۔

○

کٹا ہوا زندہ ہاتھ

رات کی پُر ہول تاریکی اور ہیبت ناک سناٹا۔

جہاں تک نظر آتا ریت ہی ریت تھی۔ رات دھیمی رفتار سے کٹ رہی تھی۔ زرد رنگ کا چاند کبھی کبھی آوارہ بادلوں میں منہ چھپاتا۔ صحرا کا دن بڑا گرم ہوتا ہے۔ اوپر سے سورج آگ برساتا ہے اور نیچے جلتی ریت۔ جبکہ صحرا کی رات ٹھنڈی اور سحر انگیز ہوتی ہے۔ وہ سب اونٹوں پر سوار آگے بڑھے جا رہے تھے۔

دور سے پتھر کا مجسمہ نظر آ رہا تھا۔ یہ ہیبت ناک مجسمہ کم و بیش چالیس فٹ بلند اور انسانی چہرہ تھا۔ اس کا وسیع دہانہ قہقہہ لگانے والے انداز میں کھلا ہوا تھا۔ عنبر کو یوں لگا جیسے یہ مجسمہ کہہ رہا ہو آؤ۔ میرے منہ میں آجاؤ۔ خود کو میری بھینٹ چڑھا دو۔ میں اس ریگستان میں صدیوں سے کھڑا ہوں۔ آؤ اور میری غذا بن جاؤ۔

ڈیوڈ اور عنبر کے اونٹ پہلو بہ پہلو چل رہے تھے۔ ڈیوڈ کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا تھا۔ اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اب میں اس پرانے مصری ہرم سے فرعونوں کا خزانہ نکال لے جاؤں گا۔"

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ مصری بت بڑا ہیبت ناک اور پُر رعب لگ رہا تھا۔ وہ چاروں مجسمے کے قریب پہنچ گئے۔ بوڑھا گائیڈ، اونٹوں کا مالک حسنی، عنبر اور انگریز ڈیوڈ۔ حسنی نے ریت میں لمبے کھونٹے لگا کر اُونٹ باندھ دیئے پھر وہ سب گھوم کر اس پرانے مجسمے کے شمالی پہلو میں آ گئے۔ ڈیوڈ نے نقشے کے مطابق اندر جانے کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ یہ راستہ ایک چوکور سوراخ کی شکل میں تھا۔ اور زمین دوز تھا۔ اس پر موٹی سیاہ لکڑی کا تختہ لگا ہوا تھا۔ جو خاصا بوسیدہ ہو چکا تھا۔ ڈیوڈ خوشی کے مارے ناچنے لگا۔ کامیابی اسے سامنے نظر آ رہی تھی۔ بوڑھے گائیڈ نے آگے بڑھ کر تختہ اٹھا دیا۔ اندر سے بدبو کا ایک بھبکا ان کے ناکوں سے ٹکراتا ہوا فضا میں بکھر گیا۔ ڈیوڈ نے جلدی سے ہرم میں گھسنا چاہا مگر بوڑھے گائیڈ نے اسے زوردار دھکا دیا۔ ڈیوڈ پرے جا گرا۔ بوڑھا گائیڈ بولا۔

"مسٹر ڈیوڈ۔ یہ ہرم نجانے کب سے بند پڑا ہے۔ اس میں زہریلی گیس جمع ہوگی۔ ذرا صبر سے کام لیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ جلد بازی میں آپ نقصان اُٹھالیں۔"

ڈیوڈ منہ سے کچھ نہ بولا۔ بس بوڑھے گائیڈ کو گھورتا رہا۔ حسنی

اپنے گنجے سر پر بار بار ہاتھ پھیر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد بوڑھے گائیڈ نے اپنی کمر سے بندھا تھیلا اتار کر اندر سے چار مومی مشعلیں نکالیں اور انہیں جلا کر بولا۔

"چلیے مسٹر ڈیوڈ"

ان سب نے ایک ایک مشعل تھام لی اور خفیہ راستے سے داخل ہو گئے۔ اندر خوب اندھیرا تھا۔ مشعلوں کی روشنی میں وہ آگے بڑھتے گئے۔ یہ سرنگ ذرا آگے جا کر نیچے کو جانے لگی۔ انہیں یوں لگا جیسے وہ کسی قدیم کنوئیں میں اتر رہے ہوں۔ سیڑھیوں پر صدیوں کی گرد جمی ہوئی تھی۔ سرنگ کے دونوں طرف دیواروں پر سرخ رنگ سے پرانے مصری دیوی دیوتاؤں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ مشعلوں کی لرزتی کانپتی روشنی جب ان تصویروں پر پڑتی تو ایسا لگتا جیسے ابھی یہ تصویریں زندہ ہو جائیں گی۔

اس سرنگ کا اختتام ایک دیوار پر ہوا۔ یہ دیوار چوکور پتھروں سے بنی ہوئی تھی۔ ڈیوڈ نے نقشے کے مطابق ہر پتھر کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ تھوڑی کوشش کے بعد اسے مطلوبہ پتھر مل گیا۔ اس پتھر پر ایک سانپ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ ڈیوڈ نے اس پتھر کو دبایا تو فوراً ہی ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ چند پتھر اپنی جگہ سے کھسک گئے اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیوار میں اتنا بڑا سوراخ پیدا ہو گیا۔ کہ ایک انسان جھک کر
اندر جا سکے۔

سوراخ ہوتے ہی ایک بہت بڑا پرندہ پھڑپھڑاتا ہوا نکلا۔
ڈیوڈ اور حسنی کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکل گئیں۔ بوڑھا گائیڈ
تو خوف کے مارے کانپنے لگا تھا۔ وہ گدھ نما پرندہ اپنی منحوس
زرد آنکھوں سے انہیں تکتا ہوا ان کے سروں پر اُڑ رہا تھا۔
عنبر نے اس پرندے کو پہچان لیا تھا۔ یہ مصری فرعونوں کا شاہی
پرندہ راع تھا۔ مگر یہ کئی سو سال سے بند اس ہرم میں کیسے
رہا۔ پرندہ راع ان کے سروں پر چند چکر کاٹ کر چیخیں مارتا ہوا
چلا گیا۔ اس کی چیخیں بند ہرم میں اس طرح گونج رہی تھیں جیسے
ہزاروں بدروحیں روتی ہوئی چلا رہی ہوں۔

ڈیوڈ نے کہا۔

"اوہ مائی گاڈ۔ میں نے ایسا پرندہ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ یہ کون
سا پرندہ ہے۔؟"

عنبر کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"یہ فرعونوں کا شاہی پرندہ تھا۔ اس کا نام راع تھا۔"

ڈیوڈ چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت اُبھر آئی تھی۔ اس
نے غور سے عنبر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟"

"میں اسے پہلے دیکھ چکا ہوں۔"

"وہاٹ —" ڈیوڈ چلا اٹھا۔ "عنبر تم نے اس پرندے کو کہاں
دیکھا تھا۔" اس کا تو صرف ذکر ہی پرانی کتابوں میں ہے۔
اب عنبر کو خیال آیا کہ وہ ڈیوڈ سے کیا کہہ رہا ہے۔ وہ اسے
نہیں بتانا چاہتا تھا۔ کہ وہ پانچ ہزار سال سے زندہ ہے۔
اور خود ایک فرعون کا بیٹا ہے۔ اس نے جلدی سے بات بناتے
ہوئے کہا۔

"میں نے اس پرندے کا مجسمہ پیرس کے عجائب گھر میں چند
سال پہلے دیکھا تھا۔"

ڈیوڈ نے عنبر کی طرف اس طرح دیکھا جیسے اس کی بات پر
یقین نہ آیا ہو۔ پھر بولا

"میں نے تو کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس پرندے کی نسل
ختم ہو چکی ہے۔ پھر یہ اس ہرم میں کیونکر زندہ ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"ممکن ہے کوئی جادو کا چکر ہو۔ پرانے مصری کاہن بڑے
زبردست جادوگر ہوتے تھے وہ تو انسان کو جانور بنا دیتے تھے
جو ہوا میں اُڑ سکتے تھے۔ اور گھر بیٹھے اپنے دشمن کا کلیجہ نکال لیتے تھے۔"

بوڑھے گائیڈ نے کہا۔

"اس بات کو چھوڑ دو اور جلد از جلد اس پُراسرار ہرم سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خزانہ نکال کر لے چلو۔"

اونٹوں کا مالک حسنی بہت خوفزدہ تھا اس نے کہا۔

"میں اب آگے نہیں جاؤں گا۔ یہیں رہ کر تمہارا انتظار کروں گا۔ خدا جانے اندر کیا بلائیں منتظر ہیں۔"

حسنی کو وہیں چھوڑ کر وہ آگے چل دیئے۔ اندر گرمی اور گھٹن تھی۔ وہ اس وقت ایک غلام گردش سے گزر رہے تھے۔ یہ غلام گردش نیچے کو چلی گئی تھی۔ اس غلام گردش سے گزر کر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ کمرہ بھٹی کی اینٹوں اور چونے سے بنا ہوا تھا۔ اس کی چھت اس قدر نیچی تھی کہ ان کے سر چھت سے چھو رہے تھے۔

کمرے کی دائیں دیوار میں لوہے کی ایک ہتھی لگی ہوئی تھی۔ اب ہوا بھی پہلے سے گندی اور بھاری محسوس ہو رہی تھی۔ یہ ہوا نجانے کدھر سے آرہی تھی۔ گہری خاموشی میں ڈیوڈ نے نقشے کی طرف دیکھا اور ہتھی کو پکڑ کر گھمانے کی کوشش میں زور کی مگر ہتھی تو جام ہو چکی تھی۔ یہ دیکھ کر عنبر آگے بڑھا ہتھی پر ہاتھ رکھ کر چہرے پر ایسے آثار بنائے جیسے بڑا لگا رہا ہو۔ حالانکہ وہ اپنی طاقت کے ایک معمولی سے جھٹکے سے ہتھی کو گھما سکتا تھا۔

ہتھی گھوم گئی اور اس کے ساتھ ہی سامنے والی دیوار زمین میں دھنسنے لگی۔ اب آگے ایک لمبی غلام گردش تھی۔ ایک

یک کر کے دھڑکتے دلوں اور متجسس نگاہوں کے ساتھ وہ
وم گردش میں داخل ہو گئے۔ یہ راستہ ایک محراب نما
روازے پر ختم ہوا۔ یہاں ایک عجیب و غریب شکل نظر آئی۔
ی بہت بڑا بت۔ جس کا دھڑ انسان کا اور سر پھنیر سانپ کا
ھا۔ سانپ کی آنکھوں کی جگہ یاقوت لگے ہوئے تھے جو اندھیرے
ں چمک رہے تھے۔ ڈیوڈ نے کہا۔

"اسی عجیب بت کے نیچے وہ خفیہ کمرہ ہے جس کے نیچے فرعون
خزانہ رکھا ہوا ہے۔ آؤ اس سانپ کو یہاں سے ہٹائیں۔"

انہوں نے مل کر زور لگایا تو سانپ بائیں طرف گھوم گیا
یہاں ایک خلا پیدا ہو گیا۔ جس میں سیڑھیاں اتر رہی تھیں
ڑھیاں اتر کر وہ ایک بڑے کمرے میں داخل ہو گئے جس
نچی چھت ستونوں کے سہارے کھڑی تھی۔ کمرے کے عین وسط
ایک بڑے مگرمچھ کا مجسمہ تھا۔ جس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ اس
منہ میں ایک تابوت پڑا تھا۔ کمرے میں دیوی دیوتاؤں
بت پڑے تھے۔ اور گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

عنبر، ڈیوڈ اور بوڑھا گائیڈ خاموش کھڑے تابوت کی طرف
رہے تھے۔ تابوت۔ جس میں صدیوں سے فرعون کی لاش
م کر رہی تھی۔ فرعون کی لاش۔ جیسے وہ بے آرام کرنے آئے
کچھ دیر وہ کھڑے رہے پھر بوڑھے گائیڈ نے کہا۔

"خزانہ کہاں ہے۔ یہاں تو تابوت کے سوا کچھ نظر نہیں آرہا؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ڈیوڈ نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"خزانہ۔اس تابوت میں ہے اور فرعون۔فرعون کی لاش کے پیٹ میں ہے۔"

وہ آگے بڑھے۔تابوت پر گرد جمی ہوئی تھی۔ڈیوڈ نے گرد صاف کی تو تابوت کے ڈھکن پر قدیم مصری زبان میں لکھی عبارت نظر آنے لگی۔عنبر نے آگے بڑھ کر پڑھنا شروع کیا۔لکھا تھا۔

"اے آنے والی نسل کے انسان ـــ میں فرعون مصر راعمس تجھ سے مخاطب ہوں۔میں جانتا ہوں تو کبھی نہ کبھی اس ہرم تک پہنچ جائے گا۔مجھے نہیں پتہ تو جس وقت یہاں پہنچے گا کیا حالات ہوں گے۔دیوتا ئس کو ماننے والے راعمس کو یقین ہے کہ اس وقت دنیا آباد ہو گی اور نیل کا دریا اسی طرح مصر کو سیراب کر رہا ہو گا۔

اے وہ انسان۔جسے میں دیکھ نہیں سکتا۔تو میرا خزانہ لینے یہاں تک پہنچا ہے۔میں نے اپنے دور میں مصر کی بھلائی کے لئے دولت کو پانی سے زیادہ اہمیت نہ دی۔میرے دور میں ہر طرف خوشحالی تھی۔اس کے باوجود جو خزانہ بچا وہ میری ہدایت کے مطابق میری لاش کے ساتھ رکھ دیا گیا۔

اے آنے والے انسان۔اگر تو فرعونوں کی شاہی نسل سے ہے تو خزانہ تیرے لئے ہے تو اسے لے جا سکتا ہے لیکن

اگر ایسا نہیں ہے تو تجھے میری نصیحت ہے کہ یہاں سے اُلٹے قدموں واپس لوٹ جا۔اگر تو لالچ کرے گا اور خزانہ نکالے گا تو سن لے ـــ تجھ پر عذاب نازل ہو گا۔

میرے تابوت کے پاس کھڑے ہو کر یہ تحریر پڑھنے والے انسان ـــ میں تجھ سے مخاطب ہوں اور جو میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنے میں تیری نجات ہے۔ورنہ عمر بھر چین نہ پائے گا کتے کی موت مرے گا۔

اے انسان ـــ الوداع

الوداع

الوداع ـ فرعون راعمس

مسٹر ڈیوڈ۔آپ نے سن لیا۔بوڑھے گائیڈ نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔"فرعون کی وصیت ہے۔اب آپ کا فیصلہ کیا ہے"

ڈیوڈ نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"یہ سب باتیں ہیں۔میں تابوت کھول کر حنوط شدہ لاش سے سارا خزانہ نکال کر انگلستان لے جاؤں گا۔"

یہاں ہم اپنے پڑھنے والوں کو بتاتے چلیں کہ پرانے زمانے کے مصری اس بات کے قائل تھے کہ روح زندہ رہتی ہے اور کبھی نہ کبھی اپنے جسم میں واپس آ جاتی ہے چنانچہ وہ مرنے والوں کی لاش کو گلنے سڑنے سے بچانے کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لئے حنوط کر دیتے ہیں۔ پرانے مصری پہلے مرنے والے فرعون کی لاش کے سر سے بھیجہ نکال لیتے۔ اس کے بعد لاش کو چیر کر آنتیں وغیرہ نکال لیتے اور کھجور کے ایک خاص محلول سے جسم کو دھونے کے بعد اس میں خوشبو دار دوائیں بھر دیتے۔ اس کے بعد لاش کو ۷۰ دن تک کھاری نمک میں رکھا جاتا۔ پھر لاش کو دھویا جاتا اور گوند بھرے کپڑے کی پٹیاں لاش پر لپیٹ دی جاتیں۔ جسم سے نکلنے والا بھیجہ اور انتڑیاں وغیرہ ایسے ظروف میں رکھی جاتی تھیں جن پر نقش و نگار بنے ہوتے تھے۔ یہ ظروف فرعون کی حنوط شدہ کے ساتھ ہی رکھ دیئے جاتے تھے اور لاش تابوت میں بند کر کے ہرم میں رکھ دی جاتی۔"

ڈیوڈ نے تابوت کا ڈھکنا اٹھا دیا۔ فرعون راعمس کی پٹیوں میں لپیٹی لمبی ممی ان کے سامنے تھی۔ تابوت کے اندر بھی پرانی مصری زبان میں فرعون کے کارنامے لکھے تھے۔ اچانک بوڑھے گائیڈ کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ وہ لرزتی آواز میں انگلی سے اشارہ کرتا ہوا بولا۔

"وہ کیا ہے؟"

ڈیوڈ اور عنبر کی نگاہوں نے بوڑھے کی انگلی کا تعاقب کیا تو انہیں بھی وہ چیز نظر آ گئی۔ ڈیوڈ تو دہشت کے مارے

سر سے پاؤں تک کانپ اُٹھا۔ ممی کے پہلو میں ایک کٹا ہوا ہاتھ پڑا تھا۔ یہ ہاتھ بالکل صحیح حالت میں تھا جیسے ابھی ابھی کسی انسان کے جسم سے علیحدہ کیا گیا ہو۔

عنبر نے غور سے دیکھا ہاتھ کی انگلیاں چھ تھیں۔ لمبی اور موٹی چھ انگلیاں۔ عنبر نے ہاتھ بڑھا کر ہاتھ کو چھوا تو اسے یوں لگا جیسے اس نے کسی زندہ ہاتھ کو چھوا ہے۔ کٹے ہوئے ہاتھ میں زندگی کی گرماہٹ موجود تھی۔ ڈیوڈ نے عنبر کی طرف دیکھا اور بولا۔

"یہ کیا ہے؟"

"اسے چھو کر دیکھو"

ڈیوڈ نے عنبر کے کہنے پر کٹے ہاتھ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا پھر جونہی اس کے ہاتھ نے اُس ہاتھ کو چھوا۔ کمرہ ڈیوڈ کی چیخ سے گونج اُٹھا۔ ڈیوڈ نے جلدی سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ وہ بُری طرح کانپ رہا تھا۔ وہ چلایا۔

"یہ ہاتھ۔ یہ ہاتھ زندہ ہے۔ اُف مائی گاڈ۔ کٹا ہُوا ہونے کے باوجود زندہ ہے"

بوڑھے گائیڈ کا رنگ بھی پھیکا پڑ گیا تھا۔ اس نے اپنی تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"خدا ہمیں اپنی امان میں رکھے۔ مسٹر ڈیوڈ جلدی جلدی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خزانہ نکال کر لے چلو کہیں کوئی مصیبت نہ نازل ہو جائے"
عنبر نے کہا۔

"اب بھی وقت ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ لاش کو ہاتھ لگائے
بغیر تابوت کو بند کر کے اس ہرم سے نکل جائیں۔"
ڈیوڈ یہ سن کر کہنے لگا۔

"ہرگز نہیں۔ میں نے انگلستان سے مصر تک کا سفر خزانے
کے لئے کیا ہے۔ میرے ہزاروں روپے خرچ ہو چکے ہیں۔
میں خزانہ حاصل کئے بغیر واپس نہیں جا سکتا۔"

عنبر نے کچھ نہ کہا۔ وہ جانتا تھا کہ اس ضدی انگریز پر
فرعون کا عذاب پڑے گا۔ قدیم مصری فرعون جھوٹ نہیں
کہتے تھے۔

ڈیوڈ نے جھجکتے جھجکتے کٹے ہوئے ہاتھ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا
اس بار اس نے محسوس کیا کہ کٹے ہوئے ہاتھ میں گرماہٹ نہیں
ہے۔ وہ ٹھنڈا پڑا تھا اُس نے ہاتھ اٹھا لیا اور بولا۔
مجھے وہم ہوا تھا۔ یہ کٹا ہاتھ کس طرح زندہ ہو سکتا
ہے۔ لگتا ہے اسے کسی خاص محلول کی مدد سے ایسا بنا دیا گیا
کہ یہ ہمیشہ صحیح حالت میں رہے۔"

ڈیوڈ نے فرعون کی ممی تابوت سے نکال کر فرش پر رکھ
دی۔ ممی پر لپٹی جانے والی پٹیاں زرد ہو چکی تھیں۔ کنول کے

پھولوں کی خشک ڈنڈیاں ان پٹیوں میں پھنسی ہوئی تھیں۔ قدیم
مصریوں کے نزدیک کنول کا پھول حیات جاوید کی نشانی تھی۔
فرعون راعمس کی ممی کو تابوت میں رکھتے وقت کنول کے پھول
بھی رکھے گئے تھے جو اب خشک ہو چکے تھے۔

ڈیوڈ نے جیب سے شکاری چاقو نکالا اور ممی پر لپٹی پٹیاں
کاٹنے لگا۔ کئی ہزار سال پرانے کپڑوں کی پٹیاں بڑی آسانی
سے کٹ گئیں۔ فرعون راعمس کی حنوط شدہ لاش ان کے
سامنے تھی۔ وہ فرعون جس نے بڑی شان و شوکت سے
مصر پر حکومت کی وہ اب بے بس پڑا تھا۔ ہاں ہزاروں
برس کا عرصہ اس کے جسمانی خدوخال کو بگاڑ نہ سکا تھا۔

ڈیوڈ نے چاقو لاش کے پیٹ میں داخل کر دیا۔ پیٹ
کا چیرنا تھا کہ اندر سے مرغی کے انڈے برابر سرخ یاقوت
لڑھکتا ہوا باہر آ گیا۔ ڈیوڈ نے جھپٹ کر یاقوت اٹھا لیا۔
اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں پھر اس نے فرعون کی لاش
کے چیرے ہوئے پیٹ میں ہاتھ ڈالا اور جب ہاتھ مٹھی
کی شکل میں باہر آیا تو اس میں جگمگ جگمگ کرتے ہیرے
تھے۔

ڈیوڈ نے قہقہہ لگایا اور چلایا۔
"میں نے فرعون کا خزانہ پا لیا۔ ہا ہا ہا۔ اب میں دنیا کا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سب سے مالدار شخص ہوں۔"

فرش پر ہیروں کا ڈھیر لگ گیا۔ سونے کی ڈلیاں اور زیورات علیحدہ تھے۔ ڈیوڈ نے ہیروں اور زیورات کو کپڑے کے ایک تھیلے میں باندھ لیا۔ اور بولا۔

"چلو یہاں سے نکل چلیں۔ باہر جا کر خزانہ بانٹ لیں گے۔"

عنبر نے آگے بڑھ کر فرعون کی لاش اٹھائی اور تابوت میں رکھ دی۔ کٹی ہوئی پٹیاں ڈھیر کر دیں۔ عنبر نے لاش کے چہرے پر نظر ڈالی۔ یکایک اسے یوں لگا جیسے فرعون کی ہزاروں برس پرانی لاش نے آنکھیں جھپکی ہیں۔ عنبر نے غور سے دیکھا۔ سب کچھ ویسا ہی تھا۔ اسی وقت ڈیوڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

"عنبر۔ اب اس لاش کو دفع کرو۔ چلو اس پُراسرار ہرم سے نکل چلیں۔"

عنبر نے ایک نظر تابوت پر ڈالی پھر تابوت کے پاس بنے چھوٹے سے چبوترے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ جہاں ڈیوڈ نے کٹا ہوا ہاتھ رکھا تھا مگر۔۔۔ مگر وہ ہاتھ اب وہاں نہیں تھا۔ کٹا ہوا ہاتھ غائب ہو چکا تھا۔ عنبر نے تابوت میں پٹیاں ہٹا کر دیکھا۔ ہاتھ موجود نہ تھا۔ عنبر کی سمجھ میں نہ آیا کہ کٹا ہوا ہاتھ خود بخود کہاں غائب ہو گیا ہے۔

اس نے ڈھکن بند کر دیا اور بولا۔

"وہ کٹا ہوا ہاتھ کہاں گیا۔ تابوت میں تو نہیں ہے"

"کیسا۔" ڈیوڈ اور بوڑھے گائیڈ نے یک زبان ہو کر کہا۔

اسی وقت انہیں ہنسی کی آواز سنائی دی۔ تینوں چونک اٹھے انہوں نے دیکھا کمرے کی شمالی دیوار میں سے ایک سفید سایہ نکلا اور ہوا میں تیرتا ہوا جنوبی دیوار میں پہنچ کر غائب ہو گیا۔ ڈیوڈ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہاں روحوں کا ڈیرہ ہے۔ نکل چلو"

ڈیوڈ اور بوڑھا گائیڈ باہر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ عنبر بڑے اطمینان سے ان کے پیچھے چل رہا تھا۔

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فرعون کا انتقام

غلام گردشوں سے گزر کر وہ اس دروازے تک پہنچے۔ جہاں وہ حسنی کو چھوڑ گئے تھے۔ مگر حسنی وہاں سے غائب تھا۔ بوڑھے گائیڈ نے گھبرا کر پوچھا۔

"حسنی کہاں گیا؟"

ڈیوڈ نے کہا۔ "ڈر کر باہر بھاگ گیا ہوگا۔"

لیکن حسنی باہر نہیں گیا تھا۔ وہ وہیں موجود تھا مگر اس حالت میں کہ کسی کی پکار کا جواب نہیں دے سکتا تھا

عنبر نے اپنی مشعل بلند کی تو پرے دیوار کے ساتھ لگا بیٹھا حسنی نظر آگیا۔ اُف بڑا بھیانک منظر تھا۔ بوڑھا گائیڈ تو چیخ مار کر گر پڑا۔ ڈیوڈ کے ہاتھ سے بھی مشعل گر گئی۔ حسنی کے گنجے سر پر پرندہ راع اپنے پنجے جمائے بیٹھا تھا۔ اس نے اپنی چونچ سے حسنی کی آنکھیں پھوڑ دی تھیں۔ اس کی سرخ منحوس آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ انہیں دیکھ کر پرندے راع نے ایک ہولناک چیخ ماری اور

اپنے بھاری پروں کو حرکت دیتا ہوا آہستہ آہستہ یوں ڈیوڈ کی طرف آنے لگا جس طرح آج کل آپ سلو موشن دیکھتے ہیں۔ اس کے پنجے پھیلے ہوئے تھے۔ عنبر نے بڑی پھرتی سے تلوار نکال لی پھر جونہی راع حملہ آور ہوا۔ عنبر نے تلوار کا بھرپور وار کیا۔ راع کا ایک پر زخمی ہوگیا۔ اس نے چیختے ہوئے اپنی چونچ عنبر کے منہ پر ماری۔ اس کی چونچ ٹوٹ گئی۔ راع نے درد سے چلّاتے ہوئے اوپر اٹھنا چاہا مگر عنبر نے تلوار گھما دی۔ تلوار راع کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرتی چلی گئی۔ اس کا لاشہ فرش پر آگرا اور تڑپنے لگا۔

عنبر نے بوڑھے گائیڈ کو اٹھایا اور ڈیوڈ سے بولا۔

"اس سے پہلے کہ کوئی نئی مصیبت نازل ہو یہاں سے نکل چلو۔"

ڈیوڈ گرتا پڑتا چل دیا۔ وہ طویل سرنگ سے گزر کر کھلے صحرا میں آگئے۔ تازہ ہوا کے جھونکوں نے ان کے جسموں میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔ اونٹ اپنی جگہ پر موجود تھے۔ بوڑھے گائیڈ کو ہوش آگیا تھا لیکن خوف کے مارے اس کا برا حال تھا۔ وہ سب اونٹوں پر سوار ہو کر چل دیئے۔ وہ جلد از جلد اس ہرم سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دور ہو جانا چاہتے تھے۔
رات کے آخری پہر تک وہ مسلسل سفر کرتے رہے اس دوران وہ ایک نخلستان کے قریب پہنچ چکے تھے تھکاوٹ کے مارے ان کا بُرا حال تھا۔ انہوں نے آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اونٹوں سے خیمے اتار کر نصب کر دیئے گئے۔ قہوہ پینے کے بعد ڈیوڈ نے بڑی عجیب نظروں سے عنبر کو گھورتے ہوئے کہا۔
"تم بڑے پُر اسرار قسم کے آدمی ہو۔ ڈرنا تو گویا تم نے سیکھا ہی نہیں۔"
عنبر نے ہنس کر کہا۔
" میں بھی آپ کی طرح عام انسان ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ جب موت نے آنا ہے تو کوئی نہیں بچا سکتا اور جب تک زندگی ہے کوئی نہیں مار سکتا۔ ہر مسلمان کا یہی ایمان ہوتا ہے۔ اسی لئے میں ڈرتا نہیں ہوں۔"
ڈیوڈ نے گہری سانس لے کر کہا۔
" ہاں ـــ مسلمانوں کا مذہب اسلام سچا ہے۔ جو مسلمان سچے اور پکے ایمان والے ہوتے ہیں وہ سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے۔ مگر عنبر اس کے باوجود میں یہ کہوں گا کہ تم کچھ پُر اسرار طاقتیں بھی رکھتے ہو۔"

عنبر جواب میں مسکرا دیا۔ کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد تینوں اپنے اپنے خیمے میں چلے گئے۔ رات چیونٹی کی طرح رینگ رہی تھی۔ صحرا میں ٹھنڈک چھائی ہوئی تھی۔ عنبر اپنے بستر پر لیٹا کٹے ہوئے ہاتھ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔
عنبر نے جب کٹے ہاتھ کو چھوا تھا تو اس میں زندگی کی گرماہٹ موجود تھی۔ آخر کٹا ہاتھ زندہ کس طرح تھا اور پھر کہاں غائب ہو گیا۔ کیا اس میں کوئی طلسم پوشیدہ ہے۔ اور وہ کٹا ہوا ہاتھ تھا کس کا۔ فرعون راعمس کی ممی کے تو دونوں ہاتھ سلامت تھے۔ عنبر کی سمجھ میں کچھ نہ آیا وہ انہی خیالوں میں کھویا سو گیا۔
صبح سویرے ایک تیز چیخ نے عنبر کو اٹھنے پر مجبور کر دیا۔ وہ بستر سے نکل کر بوڑھے گائیڈ کے خیمے کی طرف دوڑا۔ چیخ کی آواز ادھر ہی سے آئی تھی۔ خیمے کے دروازے میں ڈیوڈ کھڑا تھا۔ اس کا رنگ فق تھا اور وہ بُری طرح کانپ رہا تھا۔
"کیا ہوا ڈیوڈ؟"
خیمے میں داخل ہوتے ہی عنبر کو اپنے سوال کا جواب مل گیا۔ اندر کے منظر نے اسے دہلا دیا۔ خیمے میں بوڑھے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گائیڈ کی لاش پڑی تھی۔ اس کی موت انتہائی دہشت
اور اذیت ناک حالات میں ہوئی تھی ۔ اس کی آنکھیں
باہر کو اُبلی ہوئی تھیں۔ چہرے کا رنگ کوئلے کی طرح
سیاہ پڑ گیا تھا۔ ناک، کان اور منہ سے خون کے لوتھڑے
نکل کر زمین پر جم گئے تھے۔ بھیانک انداز میں کھلے منہ
سے زبان نصف کے قریب باہر نکلی ہوئی تھی اور ——
اور اس کی گردن پر انگلیوں کے سرخ نشان تھے۔

یہ نشان چھ تھے۔ بوڑھے گائیڈ کا گلا کٹے ہوئے
زندہ ہاتھ نے گھونٹ دیا تھا۔ ڈیوڈ دروازے میں
انتہائی دہشت کے عالم میں کھڑا یہ بھیانک منظر دیکھ
رہا تھا۔ عنبر بھی پریشان ہو گیا۔ کٹے ہوئے ہاتھ نے
ایک انسان کی جان لے لی تھی۔ فرعون راعمس نے انتقام
لینا شروع کر دیا تھا۔

عنبر نے بوڑھے کی لاش کو چھوا تو اچانک ہی لاش میں
حرکت پیدا ہوئی اور اس کے نیچے سے کٹا ہوا زندہ ہاتھ
نکل کر فضا میں بلند ہو گیا۔ ڈیوڈ نے یہ دیکھا تو چیخیں
مارتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا۔ کٹے ہوئے ہاتھ کی انگلیاں
بار بار کھل اور بند ہو رہی تھیں۔ جیسے وہ کسی کی گردن
دبوچ لینے کے لئے بے قرار ہو۔ پھر کٹا ہوا ہاتھ فضا

میں تیرتا ہوا خیمے سے نکل گیا۔

عنبر بھی بھاگا۔ ڈیوڈ کی جان خطرے میں تھی۔ وہ
پاگلوں اور دیوانوں کی طرح چیخیں مارتا صحرا میں بھاگا
جا رہا تھا۔ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ کٹا ہوا ہاتھ اس
کے سر پر جا پہنچا۔ اس نے عقاب کی طرح غوطہ کھایا اور
اس کی انگلیاں ڈیوڈ کے گلے سے لپٹ گئیں۔ ڈیوڈ صحرا کی
ٹھنڈی ریت پر گر پڑا۔

وہ جان کنی کی حالت میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔
زبان منہ سے باہر نکل آئی تھی۔ گلے میں خرخراہٹ ہونے
لگی اور آنکھیں حلقوں سے اُبل آئیں۔ کٹے ہوئے زندہ
ہاتھ نے ڈیوڈ کا گلا گھونٹ کر اسے بھی مار دیا۔ مرتے
ہی ڈیوڈ کا رنگ یک لخت سیاہ پڑ گیا۔ اور اس کے
منہ سے گاڑھے خون کے لوتھڑے نکلنے لگے۔

کٹا ہوا ہاتھ اب فضا میں معلق تھا۔

عنبر ڈیوڈ کی لاش کے پاس پہنچا تو کٹا ہوا ہاتھ آہستہ
آہستہ جیسے بہت وزنی ہو۔ اس کی طرف آنے لگا۔ اسی
وقت فضا میں ہلکی ہلکی موسیقی پھیل گئی۔ ایک دم گاڑھا
دھواں ریت میں سے اٹھا۔ اس دھوئیں نے ایک بڑے
سانپ کی شکل اختیار کر لی جس پر ایک بوڑھا آدمی بیٹھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوا تھا۔ اور اس بوڑھے کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔
ہاتھ جہاں سے کٹا ہوا تھا وہاں سے خون کے
فوارے چھوٹ رہے تھے۔ مگر یہ خون زمین پر گرنے سے پہلے
ہی غائب ہو جاتا تھا۔ بوڑھے کا سر منڈا ہوا تھا۔ ماتھے
پر تین سرخ لکیریں تھیں۔ اس نے پرانے مصری کاہنوں
کا لباس پہن رکھا تھا۔ لمبا نیلا اور سیاہ کُرتہ۔

عنبر سمجھ گیا کہ یہ ہزاروں سال پہلے کا کوئی مصری
کاہن ہے۔ بوڑھا کاہن عنبر کی طرف دیکھ کر مسکرایا پھر
اس کے ہونٹ ہلے اور صحرا میں آواز گونجی۔

" اے لافانی عنبر — میں کاہن اعظم میموس ہوں۔
فرعون رائمس کے دربار کا کاہن۔ میں جانتا ہوں کہ تم
بھی ایک فرعون کی اولاد ہو مگر تمہارے سامنے فرعون
رائمس کی لاش اس آدمی (ڈیوڈ) نے چیری اور تم
دیکھتے رہے۔ انہوں نے فرعون کا شاہی خزانہ نکال
لیا لیکن تم نے کچھ نہ کہا۔ اس خزانے کو فرعونوں کے
شاہی خاندان کا کوئی فرد ہی لے سکتا ہے۔"

بوڑھا کاہن کہہ رہا تھا۔

"فرعون رائمس جب مرنے لگا اور اس نے اپنا ہرم
بنوایا تو مجھے بلایا اور کہا۔"

" اے میموس — کاہن اعظم۔ میں قریب المرگ ہوں
تم اپنی نگرانی میں میری لاش کو حنوط کرانا اور میرا سارا
خزانہ میرے ساتھ رکھ دینا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ
مرنے کے بعد لوگ میرا خزانہ نکالنا چاہیں گے۔ لہٰذا
اے میموس کوئی ایسا بندوبست کر کہ میری موت کے
بعد شاہی خاندان کے علاوہ کوئی میرا کوئی خزانہ نہ
لے سکے۔"

میں نے فرعون رائمس کا حکم مانا۔ پہلے میں نے
دس کمسن بچوں کے خون میں اپنے اس ہاتھ کو نہلایا
پھر منتر پڑھ کر اسے بازو سے کاٹ دیا۔ اور فرعون
رائمس کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔

" میرے جادو کے اثر سے جب تک اس دنیا میں
ہوا اور پانی ہے میرا کٹا ہاتھ بھی زندہ رہے گا۔ اور
جو بھی تمہارا خزانہ نکالے گا یہ ہاتھ اسے زندہ نہیں
چھوڑے گا۔"

فرعون نے یہ سُنا تو خوش ہو گیا۔ اس نے مجھے
سونے میں تلوایا — چند ماہ بعد جب فرعون مر گیا
تو میں نے اس کی لاش حنوط کروانے کے بعد خزانہ
اس کے پیٹ میں بھروا دیا اور تابوت میں رکھنے کے بعد

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اپنا کٹا ہوا ہاتھ بھی تابوت میں رکھ دیا تاکہ یہ فرعون
کے خزانے کی حفاظت کرتا رہے۔

بوڑھے کاہن کی آواز صحرا میں گونج رہی تھی۔

"وہ دن اور آج کا دن میرا کٹا ہوا ہاتھ خزانے
کی حفاظت کر رہا ہے۔ جو بھی خزانہ چرانے آتا میرا
ہاتھ اسے مارنے کے بعد ہرم سے باہر پھینک دیتا۔
ان دونوں کو بھی کٹا ہوا ہاتھ ہرم میں ہی مار ڈالتا
مگر ان کے ساتھ تم تھے۔ فرعون کے شاہی خاندان
کے فرد۔ اس لئے کٹا ہوا ہاتھ فوراً اس سے
بھیانک انتقام نہ لے سکا۔

مجھے آسمان کی چھٹی منزل پر روحوں کے دیس میں
جانا پڑا۔ جہاں فرعون راعمس کی روح ہے۔ فرعون
راعمس کی روح نے مجھے اس بات کی اجازت دے
دی کہ میرا کٹا ہاتھ ان دونوں کو ہلاک کر دے۔
تم اگرچہ ان کے ساتھ تھے مگر تم نے خزانے کو
ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اگر تم خزانے کو چھو لیتے تو کٹا
ہوا ہاتھ وہیں گل سڑ جاتا۔ کیونکہ خزانہ فرعون راعمس
کی وصیت کے مطابق شاہی خاندان کے فرد کے پاس
پہنچ جانا تھا۔ اور میرے کٹے ہاتھ کا فرض پورا ہو

جانا تھا۔ مگر اب یہ خزانہ تمہیں نہیں مل سکتا۔

تم نے فرعون راعمس کی لاش کو چرتے دیکھا اور
کچھ نہ کہا بلکہ ان کا ساتھ دیا۔۔۔ آہ ابھی نجانے
کب تک میرا کٹا ہاتھ اس خزانے کی حفاظت کرتا رہے
گا۔۔۔" اچھا عنبر الوداع۔۔۔ الوداع۔۔۔ الوداع"

مصری کاہن خاموش ہو گیا اور دھواں چھٹنے لگا۔
دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ غائب ہو گیا۔ کٹا ہوا ہاتھ
فضا میں پرواز کرتا ہوا سیدھا ڈیوڈ کے خیمے میں گیا
جب وہ باہر آیا تو اس میں خزانے والا تھیلا دبا ہوا تھا
ہاتھ خزانہ لئے فرعون کے مقبرے کی طرف روانہ ہو
گیا۔

ڈیوڈ کی لاش عنبر کے قدموں میں پڑی تھی۔ وہ
انگلستان سے خزانہ لینے آیا تھا مگر اسے موت ملی۔ عنبر نے
دو گڑھے کھود کر ڈیوڈ اور بوڑھے گائیڈ کی لاشیں دفن کیں
اور ایک اونٹ پر سوار ہو کر صحرا میں چل پڑا۔

شہر پہنچ کر عنبر نے بندرگاہ کا رخ کیا
ہندوستان جانے والا جہاز ایک دن بعد روانہ
ہونا تھا۔ عنبر نے کپتان سے ٹکٹ خریدا۔ یہ ٹکٹ
لوہے کا ایک چوکور ٹکڑا تھا۔ جس پر کچھ نشان

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بنے ہوئے تھے۔ لوہے کے اس ٹکڑے کو دکھا کر
وہ جہاز میں سوار ہو سکتا تھا۔ اگلے دن
جہاز نے لنگر اٹھا لئے اور کھلے سمندر میں ہندوستان
کی طرف سفر کرنے لگا۔

O

آتشی بلّی

اب ذرا ماریا کی خبر لی جائے۔
اسے ٹھنڈے تابوت میں پڑے آج دوسرا دن تھا۔
اس دوران عقرب جادوگر ایک بار بھی اس کے پاس
نہیں آیا تھا۔ ماریا کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے
ذہن پر آہستہ آہستہ ایک غبار سا چھاتا جا رہا
ہے۔ اور اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم
ہو رہی ہے۔ یہ بڑی خطرناک بات تھی۔ اگر اس
کے ذہن پر غبار پوری طرح چھا جاتا تو اس نے عقرب
جادوگر کا غلام بن جانا تھا۔
ماریا کو سخت بھوک اور پیاس لگی ہوئی تھی۔ اس
کی جسمانی طاقت کمزور ہو گئی تھی اور حلق خشک ہو
چکا تھا۔ جیسے اس میں کانٹے اُگ آئے ہوں۔
ادھر عقرب جادوگر اپنے خاص کمرے میں مقدس
کھوپڑی کے آگے جھکا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

" اے مقدس کھوپڑی۔ زندہ ہو جا۔ تیرا غلام تجھ سے مشورہ چاہتا ہے۔"

اچانک کمرہ لرزنے لگا۔ کھوپڑی کا رنگ تبدیل ہوتے ہوتے سرخ ہو گیا اور ٹوٹے ہوئے جبڑے سے زرد زبان باہر لٹکنے لگی۔ کمرے میں ایک لمبی سسکار گونجی۔

" بول اے عقرب دیوتا کے پجاری۔ مجھے کس لئے تو نے نیند سے بیدار کیا ہے ؟"

عقرب جادوگر نے کھوپڑی کو سجدہ کرتے ہوئے کہا۔

" کیا یہ ممکن ہے کہ میں بھی غیبی عورت کی طرح دوسروں کی نظروں سے غائب ہو سکوں۔ میں لوگوں کو دیکھوں مگر وہ مجھے نہ دیکھ سکیں اور جب چاہوں میں ظاہر ہو جاؤں۔"

کھوپڑی کی زرد زبان لمحہ بھر کے لئے ساکت ہو گئی۔
عقرب جادوگر کی نظریں کھوپڑی پر جمی ہوئی تھیں اس کے سر پر بیٹھا بچھو بھی اپنی چھوٹی چھوٹی مگر خوفناک آنکھوں سے کھوپڑی کو دیکھ رہا تھا اور اس کا ڈنک بڑے بھیانک انداز میں حرکت کر رہا تھا۔ کھوپڑی کی زبان ہلی اور آواز گونجی۔

" ہاں ایسا ممکن ہے مگر اس کے لئے تجھے تاریک جزیرے

جانا ہوگا۔ اگر تو تاریک جزیرے سے آتشی بلی لانے میں کامیاب ہو گیا تو میں تجھے وہ جادو بتا سکوں گی جسے مکمل کر کے تو جب چاہے گا دوسروں کی نظروں سے غائب ہو سکے گا۔ مگر ـــ"

کھوپڑی چپ ہو گئی۔ جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔ پھر کہنے لگی۔

" مگر ایک بات دھیان سے سن لے۔ تو غیبی عورت (ماریا) کے سنہری بال کاٹ کر جائے گا اور اس سے پہلے کہ غیبی عورت کے بال دوبارہ اُگ سکیں تجھے واپس لوٹنا ہوگا۔ یاد رکھ۔ غیبی عورت کے بال ایک مہینے کے اندر اندر اُگ آئیں گے۔ اور اگر تو نے واپس آکر دوبارہ اس کا سر نہ مونڈا تو تیرا سارا طلسم غارت ہو جائے گا اور تو جل کر مر جائے گا۔"

کھوپڑی کی بات سن کر ایک بار تو عقرب جادوگر گھبرا گیا کہ وہ ماریا کے بال دوبارہ اُگنے سے پہلے نہ آسکا تو جان سے جائے گا۔ مگر پھر حوصلہ کر کے بولا۔

" اے کھوپڑی مجھے بتا۔ آتشی بلی تاریک جزیرے میں کس جگہ رکھی ہوئی ہے۔"

زرد اور لمبی زبان حرکت میں آ گئی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"آتشی بلی - جزیرے کے قبرستان میں موجود قلعے کے
تہہ خانے میں ہے اور اس کا محافظ ایک مردہ ہے۔
جو قبرستان پر حکومت کرتا ہے۔ وہ بڑا طاقت ور
مردہ ہے۔"

عقرب جادوگر نے بڑے غصے سے گردن ٹیڑھی کی اور
زمین سے اچھل کر چنگھاڑا۔

"وہ مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو سکتا۔ اگر اس
نے مجھ سے الجھنے کی کوشش کی تو میں اسے فنا کر
دوں گا۔"

کھوپڑی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کا رنگ بدل
گیا تھا اور زبان اندر چلی گئی تھی۔ عقرب جادوگر نے
اپنے سر کے بچھو پر بڑے پیار سے ہاتھ پھیرا اور
اس کمرے کی طرف چل دیا جہاں تابوت میں ماریا
بے بس پڑی تھی۔

ماریا تابوت میں پڑی تھی کہ اسے قدموں کی چاپ
سنائی دی۔ کوئی آہستہ آہستہ چلتا ہوا تابوت کی طرف آ
رہا تھا۔ پھر تابوت کا ڈھکن کھسک گیا۔ عقرب جادوگر
کا منحوس چہرہ اس کے سامنے تھا۔ اس کے ہاتھ میں
ایک تیز دھار والا استرا تھا۔ عقرب جادوگر تابوت پر

جھک کر استرا ماریا کی آنکھوں کے سامنے لہرایا اور کہا۔
"اے غیبی عورت۔ ابھی تو اپنے سنہری بالوں سے
محروم ہو جائے گی۔"

ماریا جواب نہیں دے سکتی تھی۔ اس کے منہ میں
زبان پتھر کی ہو چکی تھی۔ عقرب جادوگر نے استرے سے
ماریا کا سر مونڈنا شروع کر دیا۔ ماریا کے لمبے اور سنہری
بال کٹ کٹ کر تابوت میں گرنے لگے۔ ماریا کی آنکھوں میں
آنسو آ گئے۔ مگر عجیب بات یہ ہوئی کہ آنسو بھی آنکھوں
سے باہر آتے ہی پتھر کے بن جاتے تھے۔

بال کاٹنے کے بعد عقرب جادوگر نے قہقہہ لگایا اور
کمرے سے نکل گیا۔ بے بس ماریا آنسو بہاتی رہ گئی
اسے عنبر اور ناگ کی یاد شدت سے ستانے لگی۔
اس نے سوچا اگر میرے نیک اور بہادر بھائیوں کو میری
اس حالت کا علم ہو جائے تو وہ عقرب جادوگر کو کچا
چبا جائیں۔

عقرب جادوگر اسی وقت تاریک جزیرے کی طرف
روانہ ہو گیا۔ سمندر کی حفاظت اس نے خرگوش چڑیل
کے سپرد کر دی تھی اور اس وقت وہ کھلے سمندر میں
کشتی چلاتا ہوا تاریک جزیرے کی طرف رواں دواں تھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چار دن کے مسلسل سفر کرنے کے بعد سرمئی رنگ کی ایک گہری لکیر نظر آنے لگی۔ پھر یہ لکیر واضح ہوتی چلی گئی عقرب جادوگر اب دونوں ہاتھوں سے تیزی سے چپو چلا رہا تھا۔ شڑاپ شڑاپ کی آوازوں کے ساتھ کشتی تاریک جزیرے کے ساحل کے قریب پہنچتی جا رہی تھی۔

جزیرے پر اونچی نیچی پہاڑیاں تھیں اور ان پہاڑیوں کے دامن میں گھنا جنگل نظر آ رہا تھا۔ جلد ہی عقرب جادوگر ساحل پر پہنچ گیا اور کشتی کو کھینچ کر کنارے پر لانے لگا۔ اس کام سے فارغ ہو کر عقرب جادوگر جنگل کی طرف چل دیا۔ یہ بڑا آسیبی قسم کا جنگل تھا۔

ہیبت ناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کوئی پرندہ یا جانور نہ تھا۔ ہوا ٹھہری ہوئی تھی کسی درخت یا جھاڑی کی شاخ تک نہیں ہل رہی تھی۔ گنجان اور گھنا جنگل تھا۔ قد آور درخت جابجا تھے اور ان کی شاخیں آپس میں اس طرح ملی ہوئی تھیں کہ سورج کی روشنی بمشکل نیچے تک آتی ہوگی۔ اس جزیرے پر دن کے وقت بھی ہلکا اندھیرا چھایا رہتا تھا اس لئے یہ تاریک جزیرہ کہلاتا تھا۔ اس وقت آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اس لئے اندھیرا کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا تھا۔

عقرب جادوگر چلا جا رہا تھا یکایک اسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا مگر کوئی نہ تھا۔ وہ سمجھا شاید اسے وہم ہوا ہے وہ دوبارہ چلنے لگا مگر قدموں کی چاپ بدستور سنائی دے رہی تھی۔ جیسے کوئی اس کے پیچھے چلا آ رہا ہو۔ عقرب جادوگر منتر پڑھنے لگا۔ منتر پڑھ کر اچانک وہ پلٹا اور زوردار پھونک ماری۔

پھونک مارتے ہی ایک بھتنی ظاہر ہوگئی۔ مکروہ شکل والی کالی بھتنی۔ جس کی ناک طوطے ایسی چونچ نما تھی۔ اور آنکھوں میں سرخی تھی۔ اس کے پاؤں الٹے تھے اور وہ دانت نکال کر ہنس رہی تھی عقرب جادوگر نے اپنی زندگی میں کئی بھتنیاں اور چڑیلیں دیکھی تھیں۔ وہ ذرا برابر نہ گھبرایا اور بولا۔

"کیوں اپنی زندگی گنوانا چاہتی ہے۔ جا چلی جا یہاں سے۔ ورنہ بھسم کر دوں گا۔"

بھتنی نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بڑے بھیانک انداز میں چیخ ماری۔ اس کی حلق سے خرخراہٹ ایسی آواز نکلنے لگی۔ جو کہہ رہی تھی۔

"بڑے دنوں کے بعد آج مجھے ایک انسان کا خون

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پینے کو ملا ہے۔ ہا ہا ہا۔ میں تمہاری گودے بھری
ہڈیاں چھوڑوں گی۔"
عقرب جادوگر یہ سُن کر گرجا۔
"نابکار۔ تو ایسے نہیں ٹلے گی۔ ابھی تیرا علاج
کرتا ہوں۔"
اس نے اپنے سر پر بیٹھے بچھو کو حکم دیا۔
"اے زہریلے بچھو۔ اس بھتنی کو ڈنک مار۔ اپنا سارا
زہر اس کے جسم میں انڈیل دے۔ تاکہ یہ پانی بن کر
بہہ جائے۔
بچھو نے اپنا ڈنک لہرایا اور اُڑتا ہوا بھتنی پر جا گرا۔
اس کا لہراتا ڈنک بھتنی کے جسم میں داخل ہو گیا اور زہر
اُگلنے لگا۔ بھتنی کو ایسا لگا جیسے اس کے جسم میں آگ
دوڑنے لگی ہو۔ اس کی چیخوں سے جنگل کا سناٹا درہم برہم
ہو گیا۔ اس نے بچھو کو نوچ کر پھینک دینا چاہا مگر بچھو
تو اس طرح چمٹ گیا تھا جیسے اس کے بدن کا حصہ ہو۔
اپنا سارا زہر انڈیلنے کے بعد بچھو ہوا میں اڑتا ہوا
عقرب جادوگر کے منڈے ہوئے سر پر آ بیٹھا۔ بھتنی کی
چیخیں اب دم توڑنے لگی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ مر
گئی اور اس کا جسم نیلے رنگ کا پانی بن کر زمین میں

جذب ہو گیا۔ عقرب جادوگر قبرستان کی طرف بڑھنے لگا۔
یہ بہت پرانا قبرستان تھا۔ اینٹوں کی خستہ چاردیواری
میں بکھری پڑی ساری قبریں ٹوٹی پھوٹی تھیں۔ جن پر گھاس
اُگی ہوئی تھی۔ قبرستان میں داخل ہوتے ہی عقرب جادوگر کو
مُردوں کے کفن پر چھڑکے جانے والے مشک کافور کی بو آئی۔
وہ پریشان ہو گیا۔ کہ مردے کی تازہ بو کیسے آ رہی ہے
جبکہ قبرستان میں موجود قبروں کی حالت بتاتی تھی کہ وہ
سینکڑوں برس پرانی ہیں۔
ان قبروں کے سرہانے لگے کتبے یعنی پتھر گر چکے تھے
البتہ ہر قبر کے سرہانے ایک انسانی مجسمہ لگا ہوا تھا۔
عقرب جادوگر ان مجسموں کے درمیان سے ہوتا ہوا
قلعے کی طرف بڑھنے لگا جس کے کھنڈرات دور ہی سے
نظر آ رہے تھے۔ وہ ایک مجسمے کے پاس سے گزرنے
لگا تو اچانک مجسمے کے پتھریلے ہونٹ ہلے اور آواز
آئی۔
"بھاگ جاؤ۔ اس قبرستان سے فوراً نکل جاؤ ورنہ
تمہارا حشر بہت بُرا ہو گا۔"
عقرب جادوگر نے مجسمے سے کہا۔
"کس مائی کے لال میں یہ ہمت ہے کہ مجھ سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مقابلہ کرے۔ میں اسے تباہ کر دوں گا۔"

مجسمے نے اپنی آنکھیں جھپکیں۔ پھر اس کے پتھریلے ہونٹوں سے آواز نکلی۔

"تو بدبخت ہے۔ میں تیری بُری حالت دیکھ رہا ہوں جا بھاگ جا ورنہ تو لعنتی ہو گا۔"

عقرب جادوگر غصہ آ گیا۔ اس نے بڑے زور سے پتھر کے مجسمے کے سر پر مُکا مارا۔ قبرستان میں زوردار چیخ گونجی اور مجسمہ بھربھری مٹی کی طرح زمین پر گر گیا۔ عقرب جادوگر آگے چل پڑا۔ وہ قبروں میں سے گزرتا ہوا قلعے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اچانک کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

عقرب جادوگر وہیں رُک گیا اس نے اپنے کندھے کی طرف دیکھا۔ جہاں ایک ہاتھ ٹکا ہوا تھا۔ سفید ہاتھ پر سیاہ بال جگہ جگہ اُگے ہوئے تھے۔ عقرب جادوگر نے مڑ کر یہ دیکھنا چاہا کہ یہ ہاتھ کس کا ہے اسی وقت پُراسرار ہاتھ نے اسے زوردار دھکا دیا عقرب جادوگر ایک کھلی قبر میں جا گرا۔ قبر میں گرتے ہی اسے ایک زبردست جھٹکا لگا اور قبر کی زمین لٹو کی طرح گھومتی ہوئی نیچے جانے لگی۔ عقرب جادوگر نے قبر سے نکلنا

چاہا مگر ناکام رہا۔ گھومتی زمین بہت نیچے تک چلی گئی اور پھر رُک گئی۔

اس کے رُکتے ہی قبر کی داہنی دیوار میں ایک گول سوراخ پیدا ہو گیا جو اتنا بڑا تھا کہ آدمی جھک کر اس میں سے گزر سکتا تھا۔ اس سوراخ کے دوسری طرف روشنی ہو رہی تھی۔ عقرب جادوگر اس سوراخ میں، داخل ہو گیا۔ اس کے اندر جاتے ہی ایک بڑا پتھر نیچے گر کر سوراخ پر جم گیا۔

عقرب جادوگر گھبرا گیا۔ اس نے پتھر کو ہٹانا چاہا۔ مگر اسے ایسا جھٹکا لگا کہ وہ اچھل کر کئی فٹ پرے جا گرا۔ اب اس قبر نما تاریک کمرے میں ایک معمولی، سوراخ بھی نہیں تھا۔ خدا جانے کدھر سے ہوا آ رہی تھی۔ کمرے میں مکروہ شکل بڑھیا کی کھوپڑی میں کافوری چراغ روشن تھا۔ جس کی مدھم زرد روشنی میں ماحول بڑا بھیانک لگ رہا تھا۔ عقرب جادوگر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ وہ کس طلسم میں آ پھنسا ہے۔

اسی وقت چھت کے پاس ایک شعلہ جلا اور بجھ گیا۔ پھر وہاں ایک ڈھانچے کی شبیہہ ابھرنے لگی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہڈیوں کے ڈھانچے کا سر اس کی گردن پر نہیں تھا بلکہ اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔ اس کا باقی سارا جسم استخوانی تھا مگر سر گوشت پوست کا تھا جیسے کسی زندہ انسان کا ہوتا ہے۔

اس کی کالی آنکھیں چمک رہی تھیں اور ہونٹ یوں سرخ تھے جیسے وہ ابھی ابھی لہو پی کر آیا ہو۔ سر نے ایک قہقہہ لگایا اور غرّاتی آواز آئی۔

"اے جادوگر۔ تو میری آتشی بلی لینے آیا تھا مگر اب تو ساری زندگی اسی قبر میں قید رہے گا۔ اور بھوکا پیاسا مر جائے گا۔ میں اس قبرستان کا حکمران مردہ ہوں۔ تجھے کوئی میری قید سے نہیں نکال سکتا۔"

عقرب جادوگر نے جلدی جلدی جادو پڑھ کر پھونکا۔ مگر اس کا سارا جادو بے کار گیا۔ سر نے کہا۔

"اے جادوگر۔ یہاں تیرا کوئی منتر کام نہیں کرے گا۔ تیری ساری جادوئی طاقت ناکام رہے گی۔"

چھت کے پاس شعلہ جلا اور بجھا۔ ڈھانچے کی شبیہ غائب ہونے لگی۔ عقرب جادوگر کے تو اوسان خطا ہو گئے۔

وہ چلایا۔

"اے پیارے مردے۔ مجھے آزاد کر دے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ پھر ادھر نہ آؤں گا۔"

جواب میں ہنسی سنائی دی اور شبیہ مکمل طور پر غائب ہو گئی۔ عقرب جادوگر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ یہ سوچ سوچ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے کہ اگر ایک ماہ کے اندر اندر اس نے واپس پہنچ کر ماریا کے بال نہ کاٹے تو وہ مر جائے گا اور — اور اس تاریک قبر سے نجات کی کوئی راہ نہ تھی۔ ہر راستہ بند تھا۔

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پھپھے کٹنی

عقرب جادوگر کو تاریک قبر میں چھوڑ کر ہم مریم کے پاس چلتے ہیں۔ یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ ماریا، مریم کو بھکشوؤں کی قید سے نجات دلا کر دہلی اس کے گھر لے جا رہی تھی کہ ٹھگوں نے اسے اغوا کر لیا تھا اور اب وہ دوسری لڑکیوں کے ساتھ اسے بیچنے لاہور آ رہے تھے۔

بحری جہاز سفر کرتا ہوا سندھ کے شہر دیبل (کراچی) پہنچا اور وہاں سے ٹھگوں کا سردار مریم اور دوسری لڑکیوں کو لے کر لاہور کے لئے روانہ ہوا۔ لاہور پر ان دنوں ہندو راجہ کی حکومت تھی۔ ٹھگوں کے سردار نے لاہور آ کر اپنے آدمیوں کو بلایا۔ جو یہاں لڑکیوں کو فروخت کرنے کا دھندہ کرتے تھے۔

بردہ فروش موہن نے جب مریم کو دیکھا تو بڑا خوش ہوا اور بولا۔

"واہ استاد بڑے وقت پر آئے ہو کل ہی مجھے ایک ساہوکار نے ایسی کنیز لانے کا کہا ہے جس کے بال سنہرے اور آنکھیں نیلی ہوں۔"

ٹھگ سردار نے یہ سن کر مونچھوں کو تاؤ دیا اور بولا۔

"اسے میں ایک ہزار سونے کی اشرفیوں کے عوض بیچوں گا۔ ایک دھیلا کم نہ ہو گا۔"

بردہ فروش موہن نے کہا۔

"استاد۔ آٹھ سو اشرفیوں کی بات کرو۔ ایک ہزار تو ساہوکار دے گا اور دو سو میرا حصہ ہو گا۔ اگر منظور ہے تو ابھی لڑکی کو میرے ساتھ بھیج کر دام کھرے کر لو۔"

مریم ایک کونے میں بیٹھی یہ ساری گفتگو سن رہی تھی۔ اسے اپنی حالت پر خود ہی ترس آ رہا تھا۔ ظالم انسان اس طرح بھاؤ تاؤ کر رہے تھے۔ جیسے بھیڑ بکری بیچنا ہو۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس نے روتے ہوئے کہا۔

"ظالمو۔ مجھ پر رحم کرو۔ میرے بوڑھے ماں باپ کا میرے بغیر برا حال ہو گا۔"

"چپ" ٹھگ لال لال آنکھیں نکالتے ہوئے گرجا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کم بخت۔ تیرے رونے دھونے کا ہم پر کوئی اثر ہونے
والا نہیں۔ ہم میں سے ہر ایک تم ایسی کئی عورتوں
کو ذبح کر چکا ہے۔ اب اگر تم روئیں تو خنجر مار کر
تمہارا کام تمام کر دوں گا۔"

مریم سہم کر خاموش ہو گئی۔

بردہ فروش موہن اسے ساتھ لئے ہندو ساہوکار
رام لعل کی حویلی میں آ گیا۔ رام لعل کالا سیاہ
اور بھینسے کی طرح موٹا تھا۔ اس کا پھولا ہوا چہرہ
دیکھ کر قبرستان کا بجّو یاد آ جاتا تھا۔ بردہ فروش موہن
نے خوشامدی انداز میں کہا۔

"حضور مائی باپ۔ بڑی مشکل سے آپ کی پسند
کے مطابق کنیز ڈھونڈ کر حاضر ہوا ہوں۔"

رام لعل نے اپنی سور ایسی موٹی گردن ہلاتے
ہوئے کہا۔

"میں تم سے بہت خوش ہوا ہوں۔ میں اس کنیز کو
اپنی بیوی بناؤں گا۔ بولو کتنے دام لوگے۔"

بردہ فروش موہن بولا۔

"حضور۔ آپ جوہری کی نظر رکھتے ہیں۔ ہیرے کی قدر
پہچانتے ہیں خود ہی قیمت لگا لیجئے۔"

رام لعل نے مریم کو اس طرح دیکھا جیسے نظروں سے
ہی ہڑپ کر جائے گا۔ پھر بولا۔

"ٹھیک ہے۔ پندرہ سو اشرفیاں کافی ہوں گی۔"

بردہ فروش موہن دل میں بڑا خوش ہوا۔ خوش کیوں
نہ ہوتا۔ ٹھگ سردار کو آٹھ سو دینے کے بعد اسے مفت
میں سات سو اشرفیاں مل رہی تھیں۔ مگر اس نے اپنی
خوشی ظاہر نہ کی چاپلوسی سے بولا۔

"جیسا حضور مناسب سمجھیں۔"

ساہوکار رام لعل نے اسی وقت اشرفیوں کی تھیلی موہن
کے حوالے کی اور بوڑھی کنیز کو بلا کر حکم دیا۔

"آج سے یہ کنیز تمہاری تحویل میں ہے۔ اسے خوب
کھلاؤ پلاؤ اور خوب صورت کپڑے بنا کر دو۔ میں ٹھیک
ایک ہفتے بعد اس سے شادی کروں گا۔"

مریم اس بدصورت اور بے ایمان ساہوکار سے ہرگز
شادی نہیں کرنا چاہتی تھی مگر وہ ایسے حالات میں پھنسی
ہوئی تھی کہ کچھ نہ کر سکتی تھی۔ بوڑھی کنیز اسے لے کر
حویلی کے زنان خانے میں آ گئی۔ بوڑھی کنیز نے بڑے
پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کہا۔

"گھبراؤ مت بیٹی۔ یہاں تم بڑی خوش رہو گی۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بیٹی کہنے پر مریم کو اپنے ماں باپ یاد آگئے وہ
رونے لگی۔ اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔
"میں اس کالے کلوٹے سے ہرگز شادی نہیں
کروں گی۔ چاہے مجھے جان ہی دینا پڑے۔"
بوڑھی کنیز نے اِدھر اُدھر دیکھا اور کہا۔
"آہستہ بات کرو۔ اگر کسی نے سُن لیا تو قیامت
آجائے گی۔ ساہوکار بڑا ظالم ہے اسے غصہ آجائے
تو ہنٹروں سے مارتا ہے"
مریم نے کہا۔
"اماں — تم نے مجھے بیٹی کہا ہے۔ کیا تم میری مدد
نہیں کروں گی۔؟"
بوڑھی کنیز یہ سُن کر خاموش ہو گئی پھر کہنے لگی۔
"تم آرام کرو۔ تمہیں دیکھ کر مجھے اپنی بیٹی یاد آگئی ہے
جو ہیضے سے مر گئی تھی۔ وہ بالکل تمہارے ایسی تھی
میں تمہارے لئے ضرور کچھ کروں گی۔"
مریم کے دل کو ڈھارس بندھی کہ کوئی تو اس کا
ہمدرد ہے۔ اس بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ یہ تو
میٹھا زہر ہے۔ بوڑھی کنیز کی بغل میں چھری چھپی ہوئی
ہے۔ جو اس پر چلنے والی ہے۔

یہ بوڑھی کنیز پکی پھپھے کٹنی تھی۔ وہ کئی ساہوکاروں
کے ہاں نوکری کر چکی تھی۔ اس کا کام ہی یہ تھا کہ جہاں
خوب صورت لڑکی دیکھی اسے وہاں سے نکال کر فروخت
کیا اور دولت کمائی۔ اس پھپھے کٹنی کنیز کا ایک بھانجا
تھا وہ عیاری اور چالاکی میں اس سے بھی دو ہاتھ آگے
تھا۔ پھپھے کٹنی لڑکی بیچنے کے لئے اس کے حوالے کرتی
تھی۔ اور اب اس نے مریم کو بکوانے کا پروگرام بنا
لیا تھا۔
شام ہوئی تو پھپھے کٹنی سامان خریدنے کا بہانہ
کر کے حویلی سے نکلی اور سیدھی اپنے بھانجے کے پاس
پہنچ گئی۔ بھانجا اسے دیکھ کر خوش ہو گیا۔ اس
نے کہا۔
"کیوں خالہ، کوئی شکار ہاتھ لگا ہے۔"
پھپھے کٹنی آنکھیں مٹکا کر کہنے لگی۔
"بھانجے میں نے تمہارے لئے ایک ایسی چیز تلاش
کی ہے کہ تمہاری طبیعت نہال ہو جائے گی۔"
"اچھا —" بھانجا زور سے ہنسا "کوئی راجکماری ڈھونڈ
لی ہے تم نے۔"
پھپھے کٹنی بولی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

" ارے۔ راجکماری سے بھی زیادہ سُندر ہے وہ۔ خوب مہنگی بکے گی۔؟"
بھانجے نے کہا۔
" پھر پروگرام کیسا ہے۔ کب اسے میرے حوالے کرو گی "
پھپھے کٹنی عیاری سے بولی۔
" بھانجے۔ رشتے ناطے اپنی جگہ، یہ بتاؤ مجھے کتنے پیسے دو گے ؟"
" بڑی لالچی ہو گئی ہو خالہ" بھانجے نے کہا" اچھا میں تمہاری بات پر اعتبار کرتے ہوئے کہ لڑکی بڑی سندر ہے۔ اسے دیکھے بغیر ۴۰۰ اشرفیاں دینے کے لئے تیار ہوں۔"
پھپھے کٹنی ہاتھ نچا کر بولی۔
" منہ دھو رکھو بھانجے۔ ساہوکار نے اسے پندرہ سو میں خریدا ہے۔ میں تو پورے چھ سو لوں گی۔"
بھانجے نے ایک منٹ سوچ کر کہا۔" منظور ہے"
پھپھے کٹنی کے دانت باہر نکل آئے خوشی سے بولی۔
" ٹھیک ہے تین دن کے بعد آدھی رات کو حویلی کے پچھلی طرف پہنچ جانا۔ لڑکی کھڑکی کے راستے باہر آئے گی۔ آگے تم جانو اور تمہارا کام۔"
پھپھے کٹنی یہ کہہ کر چلی آئی۔

دو دن گزر گئے۔ مریم کی شادی کی تیاریاں زور شور سے ہو رہی تھیں۔ ساہوکار کے کئی رشتے دار حویلی میں آ چکے تھے۔ مریم کو ہر وقت یہ خوف لاحق رہتا تھا کہ کہیں بوڑھی کنیز اپنے وعدے سے پھر نہ جائے مگر بوڑھی کنیز سے بات کرنے کے لئے اسے وقت ہی نہ ملتا تھا۔ اس کی نگرانی پر ساہوکار نے دو کنیزوں کو مقرر کر رکھا تھا۔
مریم نے کسی بہانے سے ان کنیزوں کو بھجوا کر پھپھے کٹنی کنیز کو بلا لیا اور کہا۔
" اماں۔ تم کس وقت کا انتظار کر رہی ہو۔ کہیں تم اپنا وعدہ تو نہیں بھول گئی ہو؟"
پھپھے کٹنی بولی۔
" گھبراؤ نہیں۔ آج رات تم تیار رہنا۔ میں نے اپنے بھانجے کو کہہ دیا ہے وہ رات کو حویلی کی پچھلی طرف دو گھوڑے لے کر تیار کھڑا ہو گا۔"
یہ سُن کر مریم کی جان میں جان آئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ پھپھے کٹنی اسے کنوئیں سے نکال کر دریا میں پھینکنے جا رہی ہے۔ رات ہوئی تو پھپھے کٹنی کنیزوں اور عورتوں سے بچ بچا کر مریم کے کمرے میں آ گئی۔ اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے ہاتھ میں ایک موٹی اور لمبی رسی تھی۔ اس نے رسی کھڑکی سے باندھ کر لٹکا دی اور بولی۔

"لو بیٹی۔ میرا کام ختم ہوا اب تم جانو۔"

مریم نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ وہ حویلی کی سب سے اوپر والی منزل پر تھی۔ ایک بار تو مریم کا دل کانپ اٹھا کہ اگر اترتے ہوئے رسی اسکے ہاتھ سے نکل گئی تو ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی مگر پھر اس نے فیصلہ کیا کہ چاہے وہ گر کر مر ہی کیوں نہ جائے۔ فرار ہونے کی کوشش ضرور کرے گی۔ اس نے پھپھے کٹنی کنیز کو خدا حافظ کہا اور رسی پکڑ کر نیچے اترنے لگی۔

پھپھے کٹنی کا بھانجا اس کا منتظر تھا۔ وہ سامنے درختوں میں دو گھوڑے لئے چھپا ہوا تھا۔ مریم نیچے آئی تو وہ درختوں میں سے نکل کر اس کے سامنے آ گیا۔ اور بولا۔

"مریم بہن۔ میں بوڑھی کنیز کا بھانجا ہوں۔ گھوڑے پر سوار ہو کر یہاں سے جلد از جلد نکل چلو۔ کسی نے دیکھ لیا تو مارے جائیں گے۔ میں تمہیں دہلی پہنچا دوں گا۔"

بھانجا سراسر جھوٹ بول رہا تھا۔ خالہ بھانجے نے مل کر مریم کو اپنی خوفناک سازش کا نشانہ بنا لیا تھا۔ مگر بھلا مریم اس بات سے کیسے آگاہ ہو سکتی تھی۔ وہ تو ان خالہ بھانجے کو رحمت کے فرشتے سمجھ رہی تھی۔ حالانکہ وہ پکے شیطان تھے۔ وہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ تازہ دم گھوڑے کچی سڑک پر دھول اڑاتے بھاگنے لگے۔

رات کے آخری پہر میں وہ شہر سے باہر نکل آئے اس وقت وہ موجودہ باغبان پورہ سے آگے نکل چکے تھے۔ اس زمانے میں باغبان پورہ میں آبادی کی جگہ کھیت ہوتے تھے۔ اصل شہر لاہور تو بہت چھوٹا تھا اور آبادی بھی بہت کم تھی۔

بھانجے نے کھیتوں میں ایک جگہ گھوڑا روکا اور بولا۔

"میرا خیال ہے کچھ دیر آرام کر لیں پھر سفر کریں گے۔"

مریم گھوڑے سے اتر آئی اس نے کہا۔

"بھائی۔ ہم کب تک دہلی پہنچ جائیں گے۔"

بھانجے کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہو گئی اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"کون سا بھائی اور کون سی دہلی ——— اے لڑکی سن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لے۔ میں نے تجھے اپنی خالہ سے چھ سو اشرفیوں کے عوض خریدا ہے۔ اب تو میری غلام ہے اور تجھے فروخت کر کے دولت کماؤں گا۔"

مریم کے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ جسم سُن ہو کر رہ گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بھانجے کو گھورے جا رہی تھی۔ وہ ایک بار پھر بیچ دی گئی تھی۔ کوئی نہیں تھا جو اسے بہن، بیٹی کہہ کر پکارتا۔ سب سوداگر تھے اور اسے کسی جانور کی طرح ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں بیچے جا رہے تھے۔

○

○

- ○ مریم کے ساتھ کیا بیتی ؟
- ○ کیا عقرب جادوگر تاریک قبر سے نکل سکا ؟
- ○ ماریا کے بال دوبارہ کٹ سکے ؟
- ○ ناگ کی محمود غزنوی اور البوریحان البیرونی سے ملاقات ہوئی ؟
- ○ عنبر کو بحری جہاز میں کیا واقعات پیش آئے ؟
- ○ ناگ، عنبر اور ماریا کی ملاقات کیسے اور کن حالات میں ہوئی ؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو اسی سیریز کے اگلے ناول میں ملیں گے جس کا نام ہے۔

"عنبر لاہور میں" شائع ہو چکا ہے۔ آج ہی قریبی بک سٹال سے خریدیے یا ہمیں لکھیے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر لاسٹ میں
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فہرست

جنگل میں چیخ

چھیپے کشن کا بھانجہ مریم کو ہمراہ لیے لاہور سے کانگڑہ پہنچ گیا۔ کانگڑہ ہندوؤں کا ایک مقدس مقام تھا۔ اس کے ساتھ ہی نگر کوٹ کا مشہور قلعہ تھا۔ اس قلعے کی شہرت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس کے اندر ایک بہت بڑا مندر تھا۔ یہ قلعہ اور مندر ایک پہاڑی چوٹی پر واقع تھا۔ اس مندر کا پنڈت ایک کٹڑ برہمن رادھا کشن تھا جو مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا۔

چھیپے کشن کے بھانجے نے کانگڑہ میں اپنا خفیہ اڈہ بنا رکھا تھا۔ جہاں وہ عورتوں اور بچوں کو رکھتا تاکہ فروخت کر سکے۔ اس اڈے کی نگران ایک بوڑھی عورت تھی۔ بھانجے نے مریم کو بوڑھی عورت کے حوالے کرتے ہوئے کہا؛

"او بڑھیا ــــ اس لڑکی کی اچھی طرح حفاظت کرنا۔ خبردار رہنا۔ اگر یہ بھاگ گئی تو میں تیری کھال کھینچ کر اس کے جوتے بنواؤں گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بڑھیا کے چہرے پر پھٹکار برس رہی تھی۔ یہ بڑی ہی ظالم اور سنگ دل عورت کا چہرہ تھا۔ مریم کو تو وہ پہلی نظر میں ایک خونی چڑیل نظر آئی۔

بڑھیا نے کہا:

"تو فکر نہ کر ــــ اس چھوکری کی کیا مجال کہ یہاں سے نکل سکے۔"

بھانجہ خوش ہو گیا اور کہنے لگا:

"میں آج ہی کسی امیر ہندو سے رابطہ قائم کرتا ہوں تاکہ اسے فروخت کر کے پیسے کھرے کر سکوں۔"

بھانجہ چلا گیا تو بڑھیا نے مریم کو بالوں سے پکڑ کر دھکا دیتے ہوئے کہا:

"یہاں سے بھاگنے کا دل میں خیال بھی نہ لانا۔ میں رحم سے ناواقف ہوں۔ میری مرضی کے خلاف کوئی کام کیا تو ہنٹر سے کھال ادھیڑ دوں گی۔"

مریم سہم گئی۔ ظالم بڑھیا نے اسے کوٹھڑی میں بند کر کے باہر سے کنڈی چڑھا دی۔ کوٹھڑی میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ صرف ایک روشن دان تھا جس سے سورج کی روشنی اندر آ رہی تھی۔ یہ روشن دان خاصی بلندی پر تھا اور اس تک پہنچنا مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ یہ سوچ کر مریم کی آنکھوں

میں آنسو آ گئے کہ نجانے کہاں کہاں کی ٹھوکریں اس کا مقدر بن چکی ہیں۔ پھپھے کٹنی نے ماں بن کر اس کے ساتھ دھوکہ کیا تھا۔

○

ادھر ناگ عقاب کی شکل میں بادلوں کے اوپر بلندی پر اڑ رہا تھا۔ اڑتے اڑتے وہ ایک گھنے جنگل کے اوپر سے گزرنے لگا۔ یہ وہی جنگل تھا۔ جہاں ہندوستان کے خوفناک ٹھگ رہتے تھے۔ جہاں مریم کو ٹھگوں نے اٹھایا تھا۔ اسی جنگل کے ایک کونے میں واقع پرانے مندر میں ماریا، عقرب جادوگر کی قید میں پڑی تھی۔

ناگ کو ہریالی بہت خوبصورت لگی اور وہ غوطہ مار کر نیچے آ گیا۔ وہ درختوں کے بالکل اوپر اڑ رہا تھا کہ اسے ایک چیخ سنائی دی۔ چیخ بالکل صاف اور واضح تھی۔ یہ کسی بچے کی چیخ تھی۔ اس کے ساتھ ہی کسی مرد کے زور دار قہقہے کی آواز آئی۔ ناگ یعنی عقاب نے اپنے بھاری پروں کو تیزی سے حرکت دی اور چونچ کھولے اس طرف لپکا جدھر سے آوازیں آئی تھیں۔

ناگ نے دیکھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دو آدمی جو شکل و صورت سے بڑے خوفناک اور قاتل قسم کے ٹھگ لگ رہے تھے، ایک کمسن بچے کو درخت سے باندھ رہے ہیں۔ تیسرا آدمی ایک خوب صورت عورت کو جکڑے کھڑا ہے۔ اس کے منہ میں رومال ٹھنسا ہوا ہے۔ یہ عورت اس بچے کی ماں لگتی تھی اور خونی ٹھگ کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے مچل رہی تھی۔

بچے کو درخت سے باندھنے کے بعد لمبی خوفناک مونچھوں والے ٹھگ نے کمر سے بندھا خنجر نکالتے ہوئے کہا:

"او بدبخت عورت —— تیرا خاوند ہمارے سردار کو قتل کرنے کی کوشش میں مارا گیا۔ اب ہم تجھے اور تیرے کمسن بچے کو قتل کر دیں گے۔ ہمارے سردار کی طرف جو ہاتھ بھی حملے کی غرض سے اٹھتا ہے ہم اسے کاٹ ڈالتے ہیں یہی ہمارا انتقام ہے۔"

یہ کہتے ہوئے ٹھگ نے عورت کے منہ سے رومال کھینچ لیا۔ عورت چلائی:

"نہیں نہیں۔ بھگوان کے لیے میرے بچے کو مت مارو۔ مجھ پر رحم کرو۔"

دوسرے ٹھگ نے عورت کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے کڑک کر کہا:

"رحم —— وہ کیا ہوتا ہے۔ ہم تو صرف طاقت کی زبان جانتے ہیں جو طاقتور ہے وہ کمزور کو مار ڈالنے کا حق رکھتا ہے۔"

پہلے ٹھگ نے خنجر گھماتے ہوئے کہا:

"یہ خنجر دیکھ رہی ہو۔ یہ تمہارے اور تمہارے بچے کے خون کا پیاسا ہے۔ ہا ہا ہا —— یہ ابھی تمہارے بچے کی گردن کاٹے گا۔ میرے خنجر کے دل میں انسانی خون کی بڑی پیاس ہے ہا ہا ہا۔"

باقی ٹھگ بھی قہقہے لگانے لگے پھر ایک نے کہا:

"یار اب انتظار کس بات کا کر رہے ہو۔ ان بدبختوں کا کام تمام کرو وہ سردار ہمارا انتظار کر رہا ہو گا۔"

ناگ نے مظلوم ماں اور بیٹے کو بچانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ گہری سانس لے کر سیاہ زہریلا اڑن سانپ بن گیا اور درخت کے تنے پر رینگتا ہوا زمین پر آ کر خونی ٹھگوں کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے سب سے پہلے اس ٹھگ کو نشانہ بنانے کا فیصلہ کیا جس کے ہاتھ میں خنجر تھا پھر جونہی ٹھگ خنجر لہراتا ہوا بچے کی طرف آیا۔ ناگ نے اپنی جگہ سے جست لگائی۔

سیاہ اڑن سانپ ہوا میں اڑتا ہوا ٹھگ کے ماتھے سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پھولایا اور اسے ڈس لیا۔ ٹھگ کے حلق سے بڑی خوفناک چیخ نکلی۔ خنجر اس کے ہاتھ سے نکل کر زمین پر جا گرا۔ ٹھگ کو یوں لگا جیسے اس کے جسم میں دوڑنے والا خون آگ بن گیا ہے اور اسے اندر سے جلائے دے رہا ہے۔ اس کے ناک، منہ اور کانوں سے خون جاری ہو گیا اور وہ گر کر مر گیا۔

اڑن سانپ، ٹھگ کو ڈسنے کے بعد اڑتا ہوا ایک درخت کے تنے سے چمٹ گیا تھا۔ سانپ ــ سانپ ــ دوسرے دونوں ٹھگ چلائے۔ انہوں نے اپنے خنجر نکال لیے۔ اور سانپ کو تلاش کرنے لگے۔ ایک ٹھگ سانپ کو ڈھونڈتا ہوا اس درخت کی طرف آ گیا جس سے ناگ چمٹا ہوا تھا۔ ٹھگ نے سانپ کو دیکھ لیا اور چیخ مار کر اسے خنجر سے مار ڈالنا چاہا۔

ٹھگ کا وار خالی گیا۔ سانپ تڑپ کر ایک طرف ہو گیا تھا۔ اس نے ٹھگ کو دوسرا وار کرنے کی مہلت ہی نہ دی اور تیزی سے اس کی گردن پر ڈس لیا۔ ٹھگ تیورا کر گرا اور پھر اسے اٹھنا نصیب نہ ہوا۔ تیسرے ٹھگ نے جب اپنے دوسرے ساتھی کو بھی مرتا دیکھا تو گھبرا گیا پھر غصے میں آ کر خنجر لہراتا سانپ کو مارنے کے لیے بڑھا۔

ناگ جھٹ سانپ سے شیر بن گیا۔ ٹھگ نے جب ایک سانپ کو شیر بنتے دیکھا تو اس کے بھاگتے قدم یوں رک گئے جیسے زمین نے پاؤں پکڑ لیے ہوں پھر فوراً ہی شیر پورا منہ کھول کر دہاڑا۔ اس کی دہاڑ سے جنگل گونج اٹھا۔ شیر نے چھلانگ لگا کر ٹھگ کا سر اپنے منہ میں دبوچ لیا۔ ٹھگ کی آخری چیخ ابھری اور اس کا جسم شیر نے چیر پھاڑ دیا۔

تیسرے ٹھگ کو موت کی نیند سلانے کے بعد ناگ درختوں کی اوٹ میں جا کر انسان بن گیا اور اس طرف بڑھا جہاں ٹھگوں نے بچے کو باندھا تھا۔ بچے کی ماں، لڑکے کو رسیوں سے آزاد کرانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ناگ کو دیکھ کر وہ چیخنے لگی۔ وہ اسے بھی ٹھگوں کا ساتھی سمجھی تھی۔

ناگ نے اسے تسلی دی اور کہا:

"بہن خوف زدہ مت ہو۔ میں تمہارا ہمدرد ہوں۔"

محبت بھرے کلمات سن کر عورت کی ڈھارس بندھی۔ اس نے کہا:

"بھائی۔ میرے بیٹے کو درخت سے کھول کر جلدی سے یہاں سے دور نکل چلو۔ یہاں خون خوار شیر موجود ہے ابھی وہ دہاڑا تھا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ کو دل میں بڑی ہنسی آئی جس شیر سے وہ دور بھاگ جانا چاہتی تھی وہ تو اس کے سامنے کھڑا تھا مگر ظاہر ہے۔ عورت کو یہ بات کس طرح معلوم ہو سکتی تھی۔ بچہ خوف سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ ناگ نے اسے کھول کر کندھے پر ڈالا اور جنگل میں چلتے ہوئے ایک پہاڑی کھوہ میں آ گئے۔

عورت نے بتایا کہ اس کا نام رادھا ہے۔ وہ اپنے خاوند اور بچے کے ہمراہ ایک قافلے میں شامل دہلی جا رہی تھی کہ راستے میں ان ٹھگوں نے حملہ کر دیا۔ میرے خاوند نے ٹھگوں کے سردار کا مقابلہ کرنا چاہا لیکن مارا گیا۔ ٹھگ سردار نے غصے میں آ کر سارے مردوں کو قتل کرا دیا۔ عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔ سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اب ٹھگ سردار کے حکم پر اس کے ساتھی مجھے قتل کرنے یہاں لائے تھے مگر بھگوان نے مجھے بچا لیا۔

ناگ کے پوچھنے پر عورت نے بتایا کہ کچھ فاصلے پر ایک غار میں ٹھگوں کا ٹھکانہ ہے اور عورتیں و بچے وہاں قید ہیں۔ ناگ نے تہیہ کر لیا کہ ظالم ڈاکوؤں کو ان کے کئے کی سزا ضرور دے گا۔

ادھر ٹھگ سردار بڑی بے چینی سے اپنے تینوں ساتھیوں

کا انتظار کر رہا تھا۔ خاصی دیر ہو گئی تو ٹھگ سردار پریشان ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"وہ تینوں پتہ نہیں کہاں جا مرے ہیں۔ جاؤ دیکھ کر آؤ کیا کر رہے ہیں؟"

دو ٹھگ خفیہ غار سے نکلے اور اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے لگے۔ جلد ہی انہیں اپنے ایک ساتھی کی لاش نظر آئی۔ ذرا آگے بڑھے تو انہیں اپنے دوسرے دو ساتھیوں کی لاشیں بھی نظر آ گئیں۔ وہ واپس بھاگے اور ٹھگ سردار سے کہا:

"سردار ہمارے تینوں ساتھی مرے پڑے ہیں۔ عورت اور بچے کا کچھ پتہ نہیں لگتا ہے وہ کہیں بھاگ نکلے ہیں؟"

ٹھگ سردار کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے کمان میں تیر جوڑ کر چھوڑا پھر کمان توڑ کر چلایا:

"قسم ہے مجھے کالی دیوی کی۔ میں اس بدبخت عورت اور بچے کو کالی مائی کی مورتی کے قدموں میں ذبح کروں گا۔ ساتھیو جنگل میں پھیل جاؤ اور ان دونوں کو تلاش کرو۔ وہ بچ کر نہ جانے پائیں؟"

سارے ٹھگ جنگل میں پھیل گئے۔

ناگ نے جس پہاڑی کھوہ میں پناہ لے رکھی تھی۔ اس کے آگے لمبی جھاڑیاں اس طرح اگی ہوئی تھیں کہ کھوہ کا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پتہ ہی نہ چل سکا تھا۔ ٹھگ کئی بار کھوہ کے پاس سے گزرے مگر انہیں پتہ نہ چل سکا۔ رادھا اور بچے بری طرح سہمے ہوئے تھے۔ ٹھگوں نے انہیں ہر ممکن تلاش کیا مگر ناکام لوٹے۔ ٹھگ سردار غصے سے باؤلا ہو رہا تھا۔ غار میں آ کر اس نے قیدی عورتوں اور بچوں کو مار ڈالنا چاہا مگر اس کے خاص ساتھی ٹھگ نے سمجھایا:

"انہیں مت مارو ـــ ان کے مرنے سے وہ عورت اور بچہ ہاتھ نہیں آ جائیں گے الٹا ہمارا نقصان ہو گا۔ یہ سب عورتیں اور بچے سونے کے کئی ہزار سکوں کے بدلے بک جائیں گے"۔

ٹھگ سردار کی موٹی عقل میں یہ بات سما گئی اور وہ خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو رہا۔

دن ڈھل گیا اور رات ہو گئی۔ رات کی تاریکی نے جنگل کی خاموشی کو اور بھی ہولناک بنا دیا تھا۔ آسمان پر کالے بادلوں کا قبضہ تھا اس لیے چاند بھی نہیں نکلا تھا۔ جنگل ایک بہت بڑی قبر کی مانند لگ رہا تھا۔

ناگ نے رادھا سے کہا:

"بہن ـــ میں مکار ٹھگوں سے نبٹنے جا رہا ہوں۔ تم ہوشیار رہنا۔ میں کچھ ہی دیر میں لوٹ آؤں گا"۔

رادھا نے خوف زدہ لہجے میں کہا:

"تم مت جاؤ۔ ٹھگ بڑے بے رحم ہیں وہ تو تمہاری تکا بوٹی کر دیں گے"۔

ناگ ہنس پڑا۔ اس نے کہا:

"میں مسلمان ہوں اور ہر مسلمان اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ میں اکیلا نہیں جا رہا۔ میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ وہ ضرور میری مدد کرے گا۔ یہاں میں تمہاری حفاظت کے لیے ایک سانپ محافظ مقرر کر جاؤں گا"۔

رادھا کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ وہ لرز کر بولی:

"سانپ۔ ہے بھگوان۔ وہ تو مجھے ڈس لے گا"۔

ناگ کہنے لگا:

"گھبراؤ مت۔ میں ایک خاص علم جانتا ہوں۔ سانپ مجھے اپنا آقا مانتے ہیں جو میں کہتا ہوں وہی کرتے ہیں"۔

یہ کہہ کر ناگ نے سگنل دے کر ایک خطرناک سفید سانپ کو طلب کیا اور حکم دیا:

"اے سانپ ـــ یہ عورت میری بہن ہے۔ اس کی حفاظت کا فرض میں تمہارے سپرد کر رہا ہوں"۔

سفید سانپ نے پھنکار ماری اور ادب سے عرض کی:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ناگ دیوتا۔ غلام کے ہوتے ہوئے آپ کی بہن بالکل محفوظ رہے گی۔ آپ بے فکر ہو کر جائیے۔"

رادھا نے جب سفید سانپ کو ناگ کے آگے جھکتے دیکھا تو اسے ناگ کی بات پر یقین آ گیا۔ ناگ پہاڑی کھوہ سے نکل کر جنگل میں آ گیا۔ تاریکی کا لباس پہنے گھنے درخت بڑے پر اسرار لگ رہے تھے۔ اچانک کوئی الو اپنی منحوس آواز میں چلایا جس سے جنگل کی فضا اور بھی ڈراؤنی ہو گئی۔

ناگ گہری سانس لے کر چھوٹا سا کالا سانپ بن گیا۔ سانپ بن جانے سے اسے تاریکی میں بھی سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ وہ بڑی تیزی سے رینگتا ہوا اس پہاڑی غار تک پہنچ گیا جس میں ٹھگوں کا بسیرا تھا۔ دو ٹھگ غار کے دروازے پر بیٹھے پہرہ دے رہے تھے۔ دونوں آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ ان کے کندھوں سے تیر کمان لٹک رہے تھے اور ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔

دونوں پہرے دار کم بخت غار کے دروازے کے آگے اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگ ان کی نظروں سے بچ کر غار میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ ناگ ان دونوں کو باری باری ڈس بھی نہیں سکتا تھا کیوں کہ خطرہ تھا کہ ناگ ایک کو ڈستا تو دوسرے نے شور مچا دینا تھا جس سے غار میں

موجود ٹھگ خبردار ہو جاتے اور ناگ یہ نہیں چاہتا تھا۔ ناگ کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی۔

وہ گہری سانس لے کر انسان کے روپ میں آ گیا اور ایک پتھر اٹھا کر جھاڑیوں میں پھینکا۔ کھڑاک کی آواز کے ساتھ ہی دونوں ٹھگ پہرے دار چونک پڑے۔ ان کی آنکھیں مکاری سے گردش کرنے لگیں۔

ایک نے کہا:

"یہ آواز کیسی تھی تم نے سنی؟"

"ہاں۔" دوسرے پہرے دار نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا: "لگتا ہے کوئی جانور جھاڑیوں میں سے گزرا ہے۔"

پہلے نے کہا:

"ہرگز نہیں۔ آواز ایسی تھی جیسے کوئی چیز گری ہو۔ ضرور کوئی دشمن ہے۔"

دوسرے نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا:

"تمہیں تو خواہ مخواہ شک کرنے کی عادت سی پڑ گئی ہے جاؤ دیکھ آؤ کون ہے؟"

پہرے دار اپنی جگہ سے اٹھا اور جھاڑیوں کی طرف جانے لگا۔ ناگ ہوشیار ہو گیا اور سانپ کا روپ دھار کر بیٹھ گیا۔ جونہی پہرے دار جھاڑیوں میں داخل ہوا۔ ناگ نے اچھل

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سر اس کی گردن پر ڈس لیا۔ ناگ کا زہر اس قدر تیز
تھا کہ پہرے دار کی گردن کی رگیں اس کے اثر سے ایک دم
خشک ہو گئیں۔ پہرے دار کا منہ اس طرح کھلا جیسے وہ
چیخ مارنا چاہتا ہو مگر اسے حسرت ہی رہی۔

وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح لہرانے لگا اور دھڑام سے
گر پڑا۔ دوسرا پہرے دار اچھل کر کھڑا ہو گیا اور جھاڑیوں
کی طرف دیکھنے لگا پھر اس نے کہا،

"اے جیون لال۔ کیا ہوا؟"

ناگ کے لیے یہ بڑا نازک وقت تھا۔ اگر دوسرا پہرے دار
شور مچا دیتا تو اس کا سارا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ جاتا۔
وہ گہری سانس لے کر انسان بن گیا۔ اس نے مرنے والے
ٹھگ کی کمان اٹھا کر تیر جوڑا اور دوسرے ٹھگ کی گردن
کا نشانہ لے کر چھوڑ دیا۔ سنسناتا ہوا تیر سیدھا اس کی
گردن میں کھب گیا۔ ٹھگ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ
گئیں۔ وہ کوئی آواز نکالے بغیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔

سانپ بن کر رینگتا ہوا ناگ غار میں داخل ہو گیا۔ غار
میں موم مشعلیں روشن تھیں۔ فرش پر جانوروں کی کھالیں
بچھی ہوئی تھیں جن پر سارے ٹھگ پڑے مزے سے سو
رہے تھے۔ ان ٹھگوں کی تعداد پندرہ تھی۔ قیدی عورتیں اور بچے

نظر نہیں آ رہے تھے۔ ناگ آگے بڑھا تو غار کے دوسرے حصے
میں اسے قیدی نظر آ گئے۔

وہ سب دیواروں میں نصب کھونٹوں سے زنجیروں کے
ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ عورتوں کے بال بکھرے پڑے تھے
اور گالوں پر آنسوؤں کے نشان تھے۔ ناگ واپس ٹھگوں والے
حصے میں آ گیا۔ اس نے بڑی تیزی کے ساتھ ایک ٹھگ کی
گردن پر ڈس لیا۔ گردن پر ڈسنے کا مقصد یہ تھا کہ جو ناگ
کا نشانہ بنے چیخ کر دوسروں کو خبردار نہ کر سکے۔

ٹھگ سوتے میں ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

ناگ نے باقی ٹھگوں کو بھی ٹھکانے لگانا شروع کر دیا۔
وہ آٹھویں ٹھگ کو ڈسنے لگا تھا کہ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس
نے دیکھا ایک بھیانک سیاہ سانپ اس کے سر پہ پھن
پھیلائے کھڑا ہے۔ اس کی طرف خون آلود آنکھوں سے دیکھ رہا
ہے۔ سانپ کی دو شاخی سرخ زبان لہرا رہی تھی۔ ٹھگ کے
حلق سے بے اختیار زوردار چیخ نکل گئی۔

ناگ نے پھرتی سے ٹھگ کے ماتھے پر ڈس لیا۔ ٹھگ
کا دماغ ایک دم سن ہو گیا اور وہ مر گیا لیکن اس کی چیخ
نے دوسرے ٹھگوں کو ہوشیار کر دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھے۔ ناگ
جلدی سے ایک چھوٹا سانپ بن کر ایک کونے میں دبک گیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ٹھگ سردار نے جب اپنے آٹھ بہترین ساتھیوں کو مرے
پایا تو غصے سے کانپنے لگا اور تلوار لہرا کر چلایا:
"سانپ کو ڈھونڈو اس نے میرے آٹھ آدمیوں کو مار
ڈالا ہے۔ میں اسے آٹھ بار ماروں گا تب میرا انتقام پورا
ہوگا۔ غار کا چپہ چپہ چھان مارو۔ سانپ کا بچہ نکلنے نہ
پائے باہر پہرے داروں کو بھی خبردار کر دو۔"

ایک ٹھگ پہرے داروں کو خبردار کرنے غار کے
دروازے کی طرف بھاگا مگر جب واپس آیا تو اس کے
چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس نے کانپتی آواز میں کہا:
"سردار۔ وہ دونوں تو مرے پڑے ہیں۔ ایک کو سانپ نے
ڈسا ہے اور دوسرا تیر لگنے سے مارا گیا ہے۔"

ٹھگ سردار اچھل کر چنگھاڑا، سانپ تو تیر نہیں چلا سکتا۔ ضرور
اس جنگل میں ہمارا کوئی دشمن آ گیا ہے۔ اس نے تیر سے ہمارے
ساتھی کو مارا ہے۔ میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا!

ٹھگ سردار نے دو ٹھگوں کو غار کی حفاظت کے لیے
چھوڑا اور باقی کو لے کر اپنے دشمن کو ڈھونڈنے غار سے نکل
حالانکہ اس کا دشمن غار میں ہی موجود تھا۔ اب غار میں صرف
دو ٹھگ تھے۔!!

عقاب اور شکاری

ناگ دوبارہ حرکت میں آ گیا۔

وہ رینگتا ہوا ایک ٹھگ کی طرف بڑھا لیکن دوسرے
ٹھگ نے اسے دیکھ لیا اور شور مچا دیا۔ سانپ — سانپ
بس پھر کیا تھا ٹھگ نے اپنی تلوار ناگ کی طرف اچھال
دی۔ اگر ناگ پھرتی نہ دکھاتا تو آج اس کا کام تمام ہو
جاتا۔ تلوار اس جگہ آ کر گری تھی جہاں ایک سیکنڈ پہلے
ناگ موجود تھا۔

اب ناگ کو اپنی فکر پڑ گئی۔ دوسرے ٹھگ نے کمان
سنبھال لی تھی اور تیر پہ تیر چلائے جا رہا تھا۔ ناگ پہلو
بدل بدل کر ان حملوں سے بچ رہا تھا اس نے سوچا اگر
وہ سانپ کے بھیس میں رہا تو مارا جائے گا۔ اس نے گہری
سانس لی اور دوسرے ہی لمحے سانپ کی جگہ ایک پہاڑی
ٹیلے جتنا کالا ہاتھی کھڑا سونڈ لہرا رہا تھا۔ ٹھگوں کی تو جان
ہی نکل گئی۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے سانپ کو ہاتھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بنتے دیکھا تھا۔ ان کے جسم پسینے میں تر بتر ہو گئے اور ٹانگیں کانپنے لگیں۔

نوکیلے دانتوں والا ہاتھی سونڈ اٹھا کر چنگھاڑا۔ اس نے پاس کھڑے ٹھگ کو سونڈ میں لپیٹ کر دیوار پر دے مارا۔ ٹھگ کی ہڈی پسلی برابر ہو گئی۔ دوسرا ٹھگ تیر کمان پھینک باہر کو بھاگا لیکن ہاتھی نے اسے سونڈ میں دبوچ کر زمین پہ رکھا اور اپنا بھاری پاؤں اس پہ رکھ دیا۔ ٹھگ کا کچومر نکل گیا۔

ہاتھی کے چنگھاڑنے کی آواز غار سے باہر بھی گئی تھی جہاں سردار اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ اپنے 'دشمن' کو تلاش کر رہا تھا۔ وہ بڑا حیران ہوا اس جنگل میں تو ہاتھی پائے نہیں جاتے تھے۔ پھر ہاتھی غار کے تنگ منہ سے اندر کس طرح داخل ہو سکتا ہے؟ بہرحال اس نے غار میں جھانکا اور یہ دیکھ کر گرتے گرتے بچا کہ کالا افریقی خون خوار ہاتھی کھڑا سونڈ لہرا رہا ہے۔ اس کے پنکھے ایسے بڑے بڑے کان ہل رہے ہیں۔ سردار ٹھگ چکرا کر رہ گیا۔ یہ ہاتھی ایک دم کہاں سے اور کیسے آ گیا وہ چلایا:

"ساتھیو! غار میں ہاتھی ہے۔"

سارے ٹھگ بھاگے ہوئے غار کی طرف آئے مگر اس

دوران ناگ، سانپ بن کر دیوار سے چمٹ چکا تھا۔ ٹھگوں نے غار میں جھانکا اب انہیں ہاتھی کہاں نظر آتا۔

ایک ٹھگ نے کہا:

"سردار — غار میں ہاتھی تو کیا چوہا بھی نظر نہیں آ رہا۔ ادے ہمارے دو ساتھی مرے پڑے ہیں۔"

ٹھگ سردار غصے میں دہاڑا:

"کیا بکتے ہو۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے ہاتھی کو سونڈ لہراتے دیکھا ہے۔"

ٹھگ سردار نے دوبارہ غار میں جھانکا اور اب تو اس کا دماغ پورا ہی گھوم گیا۔ ہاتھی واقعی غائب تھا اور اس کے دونوں ساتھیوں کی کچلی ہوئی لاشیں پڑی تھیں۔ ٹھگ سردار کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ چکر کیا ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں سمیت غار میں آ گیا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ناگ دیوار سے چپٹا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ ٹھگ سردار نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا اور بولا:

"کیا میں پاگل ہو گیا ہوں۔ میرے جانباز کیسے مرتے جا رہے ہیں؟"

پھر ٹھگ سردار طیش میں آ گیا اس نے تلوار لہرائی اور حلق پھاڑ کر چلایا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یہ ساری آفت منحوس قیدیوں کی وجہ سے آئی ہے۔ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا ایک ایک کے ٹکڑے کر دوں گا۔"

اب ناگ انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ گہری سانس لے کر ایک بہت بڑا سات منہ والا اژدہا بن گیا۔ اژدہے کے ہر منہ کی آنکھیں خون آلود تھیں اور پھنکاریں نکل رہی تھیں۔ ٹھگوں کی تو چیخیں نکل گئیں۔ اژدہے کا ہر منہ آگ کے شعلے اگلنے لگا۔ آگ کی پچکاریوں نے ٹھگوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ وہ چیختے چلاتے جہنم رسید ہو گئے۔ برائی کا انجام برائی نکلا۔ جن ٹھگوں نے ساری زندگی دوسروں کو ہلاک کیا تھا۔ وہ آج خود بھی ہلاک ہو گئے تھے۔

ناگ انسان کے روپ میں آ کر قیدیوں والے حصے کی طرف بڑھا۔ ساری قیدی عورتیں اور بچے جاگ چکے تھے۔ ان کے چہرے زرد ہو رہے تھے۔ ناگ نے سب کو زنجیروں سے آزاد کیا اور کہا:

"ظالم ٹھگ مر چکے ہیں۔ اب تم سب آزاد ہو۔ اپنا اپنا مال سمیٹ لو۔"

ناگ پہاڑی کھوہ سے رادھا اور اس کے بچے کو بھی

لے آیا۔ وہ رات سب نے غار میں بسر کی۔ اگلی صبح ناگ سب کو لے کر غار سے نکل پڑا۔ اتفاق سے ایک اور قافلہ جنگل سے گزر رہا تھا۔ ناگ قافلے کے سالار سے ملا اور اسے ساری کہانی سنائی۔ سالار کو جب ٹھگوں کے خاتمے کا پتہ چلا تو سارے قافلے میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ناگ نے عورتوں اور بچوں کو سالار کے حوالے کیا اور اجازت لے کر چل پڑا۔

گرمی کا موسم تھا۔ فضا بڑی بوجھل اور مرطوب تھی۔ ناگ درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اس نے زمین پر اگی لمبی گھاس اور درختوں کے تنوں سے لپٹی جنگلی بیلوں کو دیکھ کر سوچا یہاں کوئی چھوٹی سی پگڈنڈی بھی نہیں ہے جس کا مطلب ہے کہ ادھر سے کبھی انسان کا گزر نہیں ہوا۔

ناگ کا خیال درست تھا وہ جنگل کے ویران حصے کی طرف نکل آیا تھا۔ ناگ جنگل میں بائیں طرف جا رہا تھا اگر وہ دائیں طرف جاتا تو اس نے عقرب جادوگر کے اس ویران مندر تک پہنچ جانا تھا جہاں ماریا قید تھی مگر ناگ کو کیا خبر تھی۔ دوپہر ہونے تک ناگ ایک ندی کے کنارے پہنچ گیا۔ یہاں ناریل کے درخت اگے ہوئے تھے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تیز ہوا کی وجہ سے کئی ناریل زمین پر پڑے تھے۔ ناگ نے ایک ناریل توڑ کر اس کا رس پیا اور گیلی ٹھنڈی ریت پر لیٹ گیا۔ نم آلود ٹھنڈی ہوا کے تھپیڑے اس کے جسم سے ٹکرانے لگے اور ناگ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ وہ سو گیا۔

اس ندی میں بڑا خون خوار قسم کا مگرمچھ رہتا تھا۔ ندی پر پانی پینے کے لیے آنے جانے جانوروں کو دبوچ کر کھا جانا اس کا کام تھا۔ وہ کئی انسانوں کو بھی ہڑپ کر چکا تھا۔ اس وقت وہ اپنی کھوہ میں پڑا تھا کہ اسے انسان کی خوشبو آئی۔ مگرمچھ نے نتھنے سکیڑ کر سونگھا تو خوشبو اور بھی تیز محسوس ہوئی۔

مگرمچھ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ پوری طرح چوکنا ہو گیا اور اپنی ریتلی کھوہ سے نکل کر سونگھتا ہوا اس طرف آنے لگا پھر جب اس نے ایک انسان کو سوتے پایا تو خوشی کے مارے اس کا دل دھڑکنے لگا۔ ایسا آسان شکار کرنا تو اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا وہ اپنا لمبوترہ تیز دانتوں والا منہ کھول کر بڑی چالاکی سے ناگ کی طرف بڑھنے لگا۔

مگرمچھ کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنا شکار دبوچتے ہی فوراً گھسیٹ کر پانی میں لے جاتا ہے اور اسے خوب

غوطے دیتا ہے تاکہ شکار مر جائے۔ مگرمچھ کی گرفت اس قدر مضبوط ہوتی ہے کہ شکار نکل نہیں سکتا۔ جب شکار مر جاتا ہے تو مگرمچھ پانی کے نیچے اپنی کھوہ میں اسے رکھ دیتا ہے اور جب وہ گلنے سڑنے لگتا ہے تو مزے لے لے کر کھاتا ہے لیکن اگر بھوکا ہو تو فوراً ہڑپ کر جاتا ہے — وہ اپنا شکار کبھی دریا یا ندی کے کنارے پر نہیں کھاتا۔

ناگ تو بڑی گہری نیند سو رہا تھا۔ مگرمچھ دبے قدموں نزدیک آ رہا تھا۔ اس کے لمبوترے منہ سے رال ٹپک رہی تھی۔ پاس آتے ہی مگرمچھ نے بجلی کی طرح حملہ کیا اور ناگ کا پاؤں اپنے جبڑے میں جکڑ کر پھرتی سے پانی میں چلا گیا۔

ناگ، جاگ تو اسی وقت گیا تھا جب مگرمچھ نے اس کا پاؤں دبوچا تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ ناگہانی آفت سے سنبھل پاتا مگرمچھ اسے پانی میں لے جا چکا تھا۔

ناگ گھبرا گیا۔ مگرمچھ اسے پانی میں غوطے دے رہا تھا۔ ناگ کی ناک میں پانی داخل ہو گیا اس نے کھانسنے کے لیے منہ کھولا تو پانی منہ میں بھر گیا۔ ناگ کو اپنی سانس رکتی محسوس ہوئی۔ موت بالکل سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ عنبر تو تھا نہیں کہ موت اس سے بھاگتی۔ اگرچہ ناگ کئی دفعہ

مرکر ز. . . . ہ تھا لیکن یہاں مگرمچھ نے اسے دوبارہ زندہ
ہونے کے قابل چھوڑتا ہی کہاں تھا۔ اس نے تو اس کو
بوٹی بوٹی چٹخارے لے لے کر کھا جانی تھی۔ ناگ نے اپنا
پاؤں چھڑانا چاہا مگر مچھ اسے کب چھوڑنے والا تھا۔
ناگ کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا قریب تھا
کہ وہ بے ہوش ہو جاتا اس نے ہمت کر کے گہری
سانس لی اور دریائی سانپ بن گیا۔ سانپ بنتے ہی اس
کے دماغ پر چھائی دھند چھٹنے لگی۔ مگرمچھ نے دیکھا کہ
اس کے شکار کی ٹانگ منہ سے نکل چکی ہے اور وہ غائب
ہو گیا ہے۔ اسے غصہ آ گیا وہ غصے میں اپنی دم اٹھا کر
پانی میں مارنے لگا۔

سانپ، مگرمچھ کے جسم سے لپٹ گیا۔ ناگ اس وقت
بڑے ہی خطرناک سانپ کے روپ میں تھا۔ اس کا جسم
دھاری دار لیکن پھن سرخ تھا اور پھن کے اوپر کالے بال
اگے ہوئے تھے۔ ناگ جگہ جگہ سے مگرمچھ کو ڈسنے لگا تکلیف
سے بے حال ہو کر مگرمچھ لٹو کی طرح پانی میں گھومنے لگا پھر
پانی کی سطح پر آ کر کنارے کی طرف آ گیا۔

زہریلے سانپ کے زہر نے اپنا اثر شروع کر دیا مگرمچھ
کو اپنا جسم اندر سے پھٹتا محسوس ہوا اور وہ کنارے پر آنے

سے پہلے ہی تڑپ کر مر گیا۔ ناگ کنارے پر آ کر انسان بن
گیا۔ اس نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ جان بچ گئی
ورنہ موذی مگرمچھ نے تو اسے ہمیشہ کے لیے مار ڈالنے میں
کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ ناگ چل پڑا۔

شام ہونے لگی۔ جوں جوں شام گہری ہوتی جا رہی تھی
جنگل کی زندگی انگڑائیاں لے کر بیدار ہو رہی تھی۔ پرندے
درختوں پر چہچہا رہے تھے۔ ننھی منی لیکن بے حد حسین
گلہریوں کے غول تھے جو ناگ کو دیکھتے ہی اپنی بالوں دار لمبی
دُمیں ہلاتی درختوں پر چڑھ جاتی تھیں۔ بندر خوخیاتے ہوئے
ٹہنیوں پہ چھلانگیں لگاتے ایک سے دوسرے درخت پر
جا رہے تھے۔

ناگ کو یہ منظر بڑا بھلا لگا۔ اس نے گہرا سانس
لے کر عقاب کا روپ دھارا اور اڑنے لگا۔ . . . ت ہونے
سے پہلے اس جنگل سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اس جنگل میں
رات بسر کرنا خطرات سے خالی نہ تھا۔

عقاب کی شکل میں پرواز کرتا ہوا ناگ جنگل سے نکل
گیا۔ نیچے اسے ایک گاؤں نظر آ رہا تھا۔ ناگ غوطہ مار کر
نیچے آ گیا اور کچے مکانوں پر اڑنے لگا۔ ناگ کی یہی غلطی
اسے لے ڈوبی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایک دیہاتی شکاری پرندوں کا شکار کر کے جنگل سے لوٹ رہا تھا اس نے جب خوبصورت سفید عقاب کو پرواز کرتے دیکھا تو خوش ہو گیا۔ سفید عقاب اس علاقے میں بالکل نہیں پایا جاتا تھا۔ شکاری نے سوچا اگر وہ اس عقاب کو مار کر اس میں بھس بھرے تو کوئی امیر اسے منہ مانگے داموں پر خرید لے گا۔

شکاری نے شکار کیے پرندوں والا پٹارہ کندھے سے اتار کر زمین پر رکھا۔ کمان میں تیر جوڑا اور نشانہ لے کر چھوڑ دیا۔ شکاری اپنے نشانے کا بڑا سچا تھا۔ تیر عقاب کے پر میں لگا۔

ناگ کو اپنے جسم میں آگ سی لگتی محسوس ہوئی۔ وہ بے ہوش ہو کر نیچے گرنے لگا۔ ناگ اگر انسان کے بھیس میں ہوتا تو تیر لگنے کی تکلیف برداشت کر سکتا تھا مگر عقاب چھوٹا ہوتا ہے اس لیے بے ہوش ہو گیا۔ قلا بازیاں کھاتا عقاب گھاس پر آ گرا۔ شکاری نے دوڑ کر اسے اٹھا لیا۔ وہ اسے مرا ہوا سمجھا تھا۔

شکاری نے جیب سے رسی نکال کر عقاب کی دونوں ٹانگیں باندھ کر اسے کندھے سے لٹکا لیا اور پٹارہ اٹھا کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ گھر پہنچ کر شکاری نہایا دھویا پھر

عقاب یعنی ناگ کو لکڑی کے تختے پر لٹا کر چھری تیز کرنے لگا۔ وہ چھری سے عقاب کا پیٹ چیر کر آنتیں باہر نکالنا چاہتا تھا تاکہ پیٹ کو نمک سے دھونے کے بعد اس میں بھس بھر سکے۔
پتھر کی سِل پر رگڑے جانے سے چھری میں چمک آتی جا رہی تھی اور ناگ ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔

○

آیئے اب عنبر کے پاس چلتے ہیں۔
بحری جہاز سفر کرتا ہوا دیبل کے ساحل سے آ لگا۔ مسافر اترنے لگے۔ عنبر بھی جہاز سے اتر آیا۔ دیبل موجودہ کراچی کا پرانا نام تھا۔ عنبر پہلے بھی کراچی آ چکا تھا۔ اور کراچی ہی سے اس نے تاریخ بیچ واپسی کا سفر شروع کیا تھا۔
سندھ پر ایک سو چالیس برس تک سودرا خاندان حکمرانی کرتا رہا تھا۔ پربھاکر ور دھن نامی فاتح نے سودرا خاندان کو تخت و تاج سے محروم کیا۔ پربھاکر کے بعد اس کا بیٹا ہرش وردھن سودرا خاندان سے خراج وصول کرتا رہا مگر اس کی وفات کے بعد صوبہ سندھ نے پھر خود مختار حیثیت حاصل

۱۔ لاش سے ملاقات

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی۔ سودرا خاندان کے آخری حکمران رائے ساہ سی کی وفات
کے بعد اس کے برہمن وزیر چچ نے حکومت پر قبضہ کیا بعد
ازاں چچ کا بھائی چندر سریر آرائے اور پھر چچ کا بیٹا راجہ داہر
تخت پر بیٹھا۔

یہ وہی راجہ داہر تھا جسے مسلمان فاتح محمد بن قاسم نے
۷۱۲ء میں شکست دی تھی۔ سندھ کا نام آریا قوم نے سندھو
رکھا تھا۔ سندھو سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں
"بہت بڑا دریا"۔ چونکہ یہ علاقہ دریائے سندھ کے ساتھ
واقع تھا اس لیے پہلے اسے سندھو اور پھر سندھ کہا جانے لگا۔

عنبر ساحل کے پاس موجود سرائے میں ٹھہر گیا۔ یہ سرائے
بڑی شاندار تھی چند دن عنبر یہاں ٹھہرا رہا کراچی سے پنجاب
کے لیے ایک قافلہ جا رہا تھا عنبر اس قافلے میں شامل ہو
گیا۔ وہ لاہور جانا چاہتا تھا۔

لاہور پر ان دنوں راجہ اند پال کی حکمرانی تھی۔ اند پال
جے پال کا بیٹا تھا جس نے دو مرتبہ غزنی پر حملہ کیا تھا پہلی
بار اس نے سبکتگین سے اور دوسری بار محمود غزنوی سے شکست
کھائی تھی۔ جے پال اپنے پندرہ بیٹوں سمیت گرفتار ہو کر محمود
غزنوی کے سامنے پیش کیا گیا اور ڈھائی لاکھ دینار تاوان جنگ
دے کر رہا ہوا۔ رہا ہونے کے بعد جے پال واپس لاہور آیا

پے در پے شکستوں کی شرم کے باعث اپنے آپ کو آگ
لگا کر مر گیا۔

لاہور کے موجودہ حکمران اند پال نے بھی محمود غزنوی سے
ایک بار شکست کھائی تھی۔ یہ ۱۰۰۷ء کا ذکر ہے۔ اب ہندوستان
کے تمام ہندو راجے مل کر محمود غزنوی سے جنگ کرنے کی تیاریاں
کر رہے تھے۔ ان دنوں لاہور میں مسلمانوں پر بڑی سختی ہوتی تھی۔
ہندو فوجی مسلمان عورتوں کو گھروں سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔
مسلمانوں کی پکڑ دھکڑ جاری تھی جس کسی پر جاسوس ہونے کا شبہ
ہوتا اسے فوراً پھانسی پر لٹکا دیا جاتا تھا!!

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر لاہور میں

کئی دن کے سفر کے بعد قافلہ صبح سویرے لاہور پہنچ گیا اور موجودہ شالامار باغ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ عنبر قافلے سے علیحدہ ہو کر شہر کی چار دیواری میں آ گیا۔

آسمان پر پو پھٹ رہی تھی۔ دن چڑھنے میں ابھی کچھ وقت تھا۔ مندروں کی گھنٹیاں بجنا شروع ہو چکی تھیں۔ عنبر بازار میں گھومنے لگا۔ دکانیں بند تھیں اور دھندلے اندھیرے میں لپٹی ہوئی تھیں۔ ہر طرف سناٹے کا راج تھا۔ عنبر ایک سرائے میں آ گیا اور ناشتہ کرنے لگا۔ گرما گرم پوڑیاں۔ چٹ پٹا سالن اور حلوہ۔ عنبر کو مزا آ گیا۔

دن چڑھا تو سرائے میں مسافروں کی ریل پیل ہو گئی۔ سبھی محمود غزنوی اور آنند پال کی ہونے والی جنگ کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ ان کی گفتگو سے عنبر کو معلوم ہوا کہ ایک مسلمان جاسوس پکڑا گیا ہے اور کل اسے پھانسی دے دی جائے گی۔ مسلمان جاسوس کا نام شعیب تھا اور وہ پرانے قلعہ میں

قید تھا۔ یہ قلعہ ہندوؤں کے قدیم شمشان گھاٹ کے عقب میں تھا۔ شمشان گھاٹ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ہندو اپنے مردے جلاتے ہیں۔ عنبر نے دل میں عہد کر لیا کہ چاہے کچھ بھی ہو وہ مسلمان جاسوس کو ضرور بچائے گا۔

ناشتہ کر کے عنبر سرائے سے نکل آیا۔

عنبر کو لاہور شہر بڑا پھیکا پھیکا لگا۔ خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ گلی کوچے بڑے پر اسرار اور تنگ و تاریک تھے۔ عنبر نے مصری لباس پہن رکھا تھا یہی وجہ تھی کہ گھورنے والے ہندو لالے اسے گھورتے ہوئے چلے جاتے۔ عنبر نے ایک دکان سے ہندوؤں والا لباس خریدا۔ اس کے پاس ہندوستانی سکے تو تھے نہیں ۔۔۔ قیمتی موتی تھے۔ عنبر نے ایک بڑا موتی نکال کر دکاندار کے حوالے کیا۔

موتی دیکھ کر ہندو لالے کی آنکھیں کھل گئیں۔ یہ تو بڑا قیمتی موتی تھا اس سے پوری دکان خریدی جا سکتی تھی۔ ہندو لالے نے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر نے معمولی کپڑے پہن رکھے تھے۔

ہندو لالے نے عیاری سے کہا،

"کیوں مہاراج۔ کہاں سے یہ موتی چرا کر لائے ہو؟"

عنبر کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے جیب سے مٹھی بھر موتی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نکال کر ہندو نکال کر ہندو لالے کے سامنے ڈھیر کر دیئے
اور کہا:

"یہ سب میرے اپنے ہیں۔ چوری کے نہیں۔"

جگمگاتے قیمتی موتیوں کا ڈھیر دیکھ کر ہندو لالے کی آنکھیں
کھل گئیں۔ اس نے جلدی سے کہا:

"اوہو مہاراج۔ آپ تو برا مان گئے۔ شما کیجئے۔ میں نے تو
مذاق کیا تھا۔"

عنبر نے کپڑے اٹھائے اور موتی سمیٹ کر دکان سے
نکل آیا۔ ہندو لالے کی نیت خراب ہو چکی تھی۔ اس نے
فوراً اپنے ملازم جمنا کو بلایا۔ جمنا سور ایسا پلا ہوا بدمعاش
تھا۔ وہ پہلے کئی بار جیل جا چکا تھا۔

ہندو لالے نے کہا:

"ابے جمنا۔ ابھی ابھی ایک چھوکرا دکان سے نکلا ہے۔
اس کا پیچھا کرو اور کسی ویران جگہ اس کا کام تمام کر دے۔
اس کے پاس بڑے قیمتی موتی ہیں۔"

جمنا نے چھاتی چوڑی کر کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور کہا:

"اس چھوکرے کو تو میں ایک ہی وار میں ٹھنڈا کر دوں
گا۔ مجھ سے نہیں بچ سکے گا سالا۔"

جمنا نے دکان سے نکل کر عنبر کا پیچھا شروع کر دیا۔

عنبر بارونق علاقے سے گزر کر ایک تنگ اور ویران گلی میں
داخل ہوا تو جمنا نے اسے جا لیا اور خنجر اس کے سینے
پہ رکھ کر بولا:

"جو کچھ ہے نکال دو ورنہ ابھی ڈھیر کر دوں گا۔ چلو
جلدی سے سب مال میرے حوالے کر دو۔"

عنبر کے لیے یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ اسے اپنی طویل
زندگی میں بے شمار ایسے واقعات پیش آئے تھے۔

اس نے کہا:

"بھائی۔ میں یہاں اجنبی ہوں۔ مصر سے آیا ہوں کیا تم
اپنے مہمانوں سے یہی سلوک کرتے ہو۔"

"تمہارے مہمان کی ایسی تیسی۔" جمنا نے گرج کر کہا:

"مال نکالتے ہو کہ ٹھنڈا کر دوں۔"

عنبر مسکرایا اور بولا:

"مال تو نہیں دوں گا ٹھنڈا کر سکتے ہو تو کر دو۔"

جمنا بدمعاش کو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیسا انسان ہے
جو موت کو سامنے دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔ اسے غصہ آ گیا۔
اس نے خنجر عنبر کی گردن پہ رکھ کر اس طرح چلانا شروع کر
دیا۔ جیسے قصائی بکرے کو ذبح کرتا ہے مگر یہ کیا۔۔۔ عنبر کی
گردن تو کٹ نہیں رہی تھی الٹا ایسی آواز پیدا ہو رہی تھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جیسے خنجر پتھر کی کسی سِل پہ رگڑا جا رہا ہو۔

جمنا نے خنجر کی دھار دیکھی وہ بھی کُند ہو چکی تھی۔ اس نے عنبر کی گردن ٹٹولی کر کہیں اس نے لوہے کا پٹہ تو نہیں رکھا مگر جمنا کے ہاتھ گوشت پوست کی گردن سے ٹکرائے تھے۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ عنبر کی گردن کٹتی کیوں نہیں۔

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"بھیڑیئے کی اولاد — اگر تم دنیا جہاں کے خنجر میری گردن پر ساری زندگی چلاتے رہو، تو بھی نہ کاٹ سکو گے۔ میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں۔ چلو بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

جمنا اب گھبرا چکا تھا۔ اس نے دھڑا دھڑ عنبر کے پیٹ میں خنجر مارنا شروع کر دیئے مگر نہ تو لہو نکلا اور نہ ہی عنبر زخمی ہوا بلکہ خنجر دو ٹکڑے ہو گیا۔

عنبر نے کہا:

"تم نے دل کی حسرت نکال لی اب میری باری ہے۔"

عنبر نے جمنا بدمعاش کے سر پر اس زور کا مکّا مارا کہ سر گردن میں دھنس گیا۔ اور وہ دم کٹی چھپکلی کی طرح تڑپتا ہوا مر گیا۔ عنبر گلی سے نکل کر اپنی سرائے میں آ گیا۔

رات ہوئی تو عنبر نے قلعے میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا جہاں مسلمان جاسوس شعیب قید تھا۔ عنبر کے پاس یہی

ایک رات تھی۔ اگلی صبح تو شعیب کو پھانسی دی جانی تھی۔ شہر کے بڑے چوک میں پھانسی گھر بنا دیا گیا تھا جس سے رسی لٹک رہی تھی۔ ہندو راجہ انند پال نے شعیب کو سرِعام پھانسی دینے کا حکم دیا تھا۔

عنبر سرائے سے نکل کر شمشان گھاٹ کی طرف آ گیا۔ رات بڑی تاریک اور سنسان تھی۔ رات کو بھونکنے والے کتے بھی سو چکے تھے۔ شمشان گھاٹ کی دیوار کے ساتھ ساتھ جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ یہ جھاڑیاں قطار میں تھیں۔ اور دور سے یہاں لگتا تھا جیسے چڑیلیں بیٹھی بال سکھا رہی ہوں۔ عنبر شمشان گھاٹ میں داخل ہو گیا۔

ایکا ایکی عنبر کو یوں لگا جیسے کسی نے اس کا نام لے کر آواز دی ہو۔ عنبر چوکس ہو گیا پھر اس نے سوچا شاید یہ میرا وہم ہے۔ بھلا اس ویران شمشان گھاٹ میں کوئی آواز دے سکتا ہے۔ عنبر آگے بڑھا ہی تھا کہ آواز دوبارہ سنائی دی۔ آواز بڑی باریک مگر واضح تھی۔ یہ کسی عورت کی آواز تھی جو کہہ رہی تھی:

"عنبر... عنبر... شمشان گھاٹ میں آنا تمہیں مبارک ہو۔ میری مدد کرو... میری مدد کرو۔"

گہرا سناٹا — شمشان گھاٹ کی پُر اسرار فضا اور آواز۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کوئی اور ہوتا تو دہشت سے وہیں مر جاتا۔ عنبر رک چکا تھا اور ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا پھر نجانے کیسے فضا میں ایک کھوپڑی نمودار ہوئی اور عنبر کے سر پر چکر لگانے لگی۔ کھوپڑی چاند کی روشنی میں چمک رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں دو شمعیں روشن تھیں۔

عنبر اپنی جگہ خاموش کھڑا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ کھوپڑی کیا کرتی ہے۔ کھوپڑی کچھ دیر عنبر کے سر پر چکر کاٹتی رہی پھر رک رک کر ایک طرف جانے لگی۔ وہ بار بار مڑ کر عنبر کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو آؤ عنبر میرے پیچھے چلے آؤ۔

عنبر کھوپڑی کے پیچھے چلنے لگا۔ کھوپڑی ہوا میں تیرتی ہوئی شمشان گھاٹ کے اس حصے میں آ گئی مردے جلائے جاتے تھے۔ یہاں پہنچ کر کھوپڑی ایک گڑھے کے اوپر رک گئی اور جیسے نیچے کچھ دیکھنے لگی۔ عنبر نے پاس جا کر دیکھا، گڑھے میں ایک پرانا ڈھانچہ پڑا تھا۔ جس کو زنجیروں نے جکڑ رکھا تھا۔ ڈھانچے پر راکھ بکھری ہوئی تھی۔

عنبر کے کانوں میں ایک باریک تکلیف دہ آواز پڑی:

"میری مدد کرو۔ یہ لوہا میری ہڈیوں کو کاٹ رہا ہے۔ عنبر مجھے اس عذاب سے نجات دلاؤ۔"

عنبر گڑھے میں اتر گیا اور زنگ آلود زنجیروں کو پوری طاقت سے جھٹکا دے کر توڑ دیا۔ ڈھانچہ آزاد ہو گیا۔ پھر عنبر کے کانوں میں ایسی آواز آئی جیسے کسی نے اطمینان بھرا سانس لیا ہو۔ ساتھ ہی باریک آواز نے کہا:

"اے عنبر۔ تیرا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ میں برسوں سے اس عذاب کو سہہ رہی تھی۔"

عنبر نے غور سے ڈھانچے کو دیکھا اور کہا:

"اے عورت۔ بتا تو کون ہے اور یہاں تجھے کس نے قید کیا تھا؟"

ہوا میں تیرتی ہوئی کھوپڑی گڑھے میں اتر آئی۔ وہ ڈھانچے کی گردن سے جڑ گئی۔ فوراً ہی سالوں پرانا ڈھانچہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ڈھانچے کا جبڑا ہلا اور وہی آواز آئی:

"عنبر — میرا نام کملا ہے۔ میں آج سے ۵۰ سال پہلے شہر لاہور کے امیر کی بیوی تھی۔ میرا خاوند بیمار ہو کر مر گیا۔ ہندو رسم کے مطابق مجھے بھی اپنے خاوند کی لاش کے ساتھ جل مرنے پر مجبور کیا جانے لگا۔ میں اپنے کمسن بیٹے کی خاطر مرنا نہیں چاہتی تھی مگر میرے رشتہ داروں نے زبردستی مجھے یہاں زنجیروں سے جکڑ کر ڈال دیا۔

میرے خاوند کی لاش میرے برابر رکھ دی گئی اور ہمارے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اوپر لکڑیوں کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ میں روئی چلائی منت سماجت
کی مگر ان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی، انہوں نے رال
ٹپکا کر آگ لگا دی اور میں جل کر مر گئی۔ اس وقت سے
میری روح اس شمشان گھاٹ میں بھٹک رہی ہے۔
بھگوان کا شکر ہے تم ادھر آ گئے اور مجھے عذاب سے
نجات دلائی۔ اب تو لوہا میری ہڈیوں کو کاٹنے لگا تھا۔ تم
نے میری روح کو دہرے کے خوفناک عذاب سے آزادی
دی ہے۔ اب میں روحوں کی دنیا میں جا سکتی ہوں۔"
عنبر جانتا تھا کہ ہندو خاوند کی موت کے بعد اس کی
کو بھی چتا میں بیٹھ کر جل مرنا پڑتا ہے۔ اس رسم کو
"ستی ہونا" کہا جاتا تھا۔ ہندو اس ظالمانہ رسم پر بڑی سختی
سے عمل کرتے تھے اور ستی ہونے والی عورت کو سماج
میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔
عنبر نے کہا:
"کیا تمہارے خاوند کی روح بھی شمشان گھاٹ میں قید ہے؟"
ڈھانچے کی باریک آواز آئی:
"نہیں۔ وہ روحوں کی دنیا میں چلی گئی تھی۔ اچھا عنبر میں
اب جا رہی ہوں۔ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھلاؤں
گی۔ ایک دن سب کی روحوں کو اپنی دنیا میں پہنچنا ہے۔

تمہاری روح بھی ایک دن ضرور وہاں پہنچے گی اور میں
روحوں کی دنیا کے دروازے پر تمہارا استقبال کروں گی۔"
عنبر نے کہا:
"اے روح — کیا تم مجھے یہ بتا سکتی ہو میں کب
مروں گا؟"
ایکا ایکی زمین کانپی اور روح کی خوف میں لپٹی ہوئی
آواز کہنے لگی:
"عنبر — یہ ایک راز ہے۔ مقدس راز — جس پر سے میں
پردہ نہیں اٹھا سکتی۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ تم دعا یا بددعا کے
زیر اثر کب تک زندہ رہو گے۔ اچھا عنبر الوداع۔"
اس کے ساتھ ہی ہڈیوں کا ڈھانچہ زمین پر گرا تمام ہڈیاں
بکھر کر مٹی میں مل گئیں۔ عنبر گڑھے سے نکل آیا اور قلعے
کے اس دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ جو شمشان گھاٹ کی طرف
کھلتا تھا۔ قلعے کی دیوار کے ساتھ خار دار جھاڑیاں اگی ہوئی
تھیں۔ بل کھاتی جنگلی بیل دروازے کے اوپر تک چلی گئی تھی۔
لکڑی کا بنا ہوا یہ دروازہ بہت بلند تھا۔ اس دروازے
میں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔ جس سے ایک بھاری تالا لٹک
رہا تھا۔ کسی زمانے میں قیدیوں کو اس دروازے کے راستے
شمشان گھاٹ میں لا کر زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ اب یہ دروازہ عرصہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عرصہ سے بند پڑا تھا۔ عنبر تالا توڑ کر قلعے میں داخل ہو گیا۔

قلعے میں جگہ جگہ موم کی مشعلیں جل رہی تھیں۔ ہندو فوجی پہرے دار تلواریں اور نیزے تھامے گھوم رہے تھے۔ عنبر دیوار کے ساتھ چلتا چلتا آگے بڑھنے لگا۔ آگے جا کر یہ دیوار بائیں طرف مڑ گئی۔ سامنے ہی ایک فوجی پہرے دار تھا۔ اس نے عنبر کو دیکھا تو حیرت سے اس کی آنکھیں کھل گئیں کہ اتنے سخت پہرے کے باوجود یہ شخص قلعے میں کیسے آ گیا۔ یہ ہندو بڑا بے رحم تھا۔ مسلمانوں سے تو اسے خدا واسطے کا بیر تھا وہ کئی مسلمانوں کو اپنی تلوار سے قتل کر چکا تھا۔ اور آج موت اسے کھینچ کر عنبر کے سامنے لے آئی تھی۔

اس نے تلوار عنبر کے سینے سے لگا دی اور کڑک کر کہا:

"کون ہو تم؟"

عنبر نے بڑے معصومانہ انداز میں کہا:

"جناب میں شمشان گھاٹ کا مردہ ہوں۔ ابھی ابھی زندہ ہوا ہوں اور گھاس چرنے اس قلعے میں آیا ہوں۔ حکم ہو تو آپ کو بھی ہری ہری گھاس پیش کروں۔ شکل اور جسم سے آپ بالکل بھینسے لگتے ہیں۔"

پہرے دار فوجی بڑا حیران ہوا کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے وہ تلوار چبھو کر بولا:

"سچ سچ بتاؤ۔ تم کون ہو اور اس قلعے میں کس طرح داخل ہوئے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"جناب — میں نے بتایا ہے کہ شمشان گھاٹ کا مردہ ہوں۔ آپ کو یقین نہیں آیا۔ میں آپ کو مردوں کی دنیا میں پہنچا دیتا ہوں۔ وہاں جا کر فرشتوں سے پوچھیے گا کہ میں کون ہوں؟"

یہ کہہ کر عنبر نے پھرتی سے پہرے دار فوجی کی گردن دبوچ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تا کہ وہ چیخ کر دوسروں کو خبردار نہ کر سکے۔ فوجی نے تلوار گھما کر عنبر کے پیٹ میں ماری عنبر پر خاک اثر ہوتا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے فوجی شہ رگ پکڑ کر اس کے منہ سے اس کی زبان باہر کھینچ لی۔ خون کا فوارہ ابل پڑا اور فوجی مر گیا۔

عنبر نے اس کے کپڑے اتار کر خود پہنے اور اسے جھاڑیوں میں پھینک کر آگے بڑھ گیا۔ اب اسے یہ معلوم کرنا تھا کہ مسلمان جاسوس شعیب کو قلعے میں کہاں قید کیا گیا ہے۔ وہ پہرے داروں کے لباس میں بڑے مزے سے ٹہلتا ہوا قلعے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے اندر آ گیا۔ یہاں دو دو کی ٹولیوں میں پہرے دار ٹہل
رہے تھے وہ عنبر کو اپنا ہی ساتھی سمجھے۔

پہرے دار آپس میں مسلمان جاسوس کی باتیں کر رہے تھے۔
ان کی گفتگو سے پتہ چلا کر شعیب کو قلعے کے برج میں
قید کیا گیا ہے۔ اس برج تک پہنچنے کے لیے جو سیڑھیاں
بنی ہوئی تھیں۔ ان کے دروازے پر چار ہندو فوجی چوکس
کھڑے تھے۔ ہندو کمانڈر نے انہیں تاکید کر رکھی تھی کہ قیدی
بھاگنے میں کامیاب نہ ہونے پائے کیونکہ کل صبح ہندو راجہ
انند پال نے اپنے ہاتھوں سے اسے پھانسی چڑھانا تھا۔

عنبر کو کوئی ایسی ترکیب نہیں سوجھ رہی تھی جس پر عمل
کر کے وہ پہرے دار فوجیوں کو بے وقوف بنا سکتا۔

اسے اپنی تو کوئی فکر نہ تھی خدشہ صرف اس بات کا
تھا کہ پہرے داروں کے خبردار ہو جانے سے مسلمان جاسوس
شعیب کو نکال لے جانا مشکل ہو جاتا۔ آخر عنبر کو ایک
ترکیب سوجھ گئی۔

وہ پہرے دار فوجیوں کے سامنے چلا گیا اور کڑک کر بولا۔

"دروازہ کھولو۔ میں کمانڈر کے حکم پر قیدی سے آخری بار
پوچھ گچھ کرنے آیا ہوں۔"

پہرے دار اس کے لہجے سے مرعوب ہو گئے ایک نے کہا

"آپ کے پاس اجازت نامہ تو ہو گا؟"

عنبر نے گرج کر کہا:

"بکواس مت کرو۔ میں راجہ انند پال کا خاص محافظ ہوں،
تمہیں کھڑے کھڑے نوکری سے نکلوا دوں گا۔"

یہ دھمکی سن کر پہرے دار گھبرا گئے۔ انہوں نے جلدی
سے دروازہ کھول دیا اور کہا:

"جناب تشریف لے جائیے۔"

پہرے دار یہ سمجھ رہے تھے کہ قلعے کے بیرونی دروازے
کے کڑے پہرے میں اندر آنے والا اپنا ہی آدمی ہو گا۔
عنبر اکڑتا ہوا دروازے میں داخل ہو کر سیڑھیاں چڑھنے
لگا۔ اوپر برج میں ایک دبلا پتلا نوجوان زنجیروں سے جکڑا
پڑا تھا۔ اس کے گول روشن دان چہرے پر چھوٹی چھوٹی بھوری
داڑھی بڑی خوبصورت لگ رہی تھی۔

عنبر نے کہا:

"کیا تم ہی مسلمان جاسوس شعیب ہو؟"

شعیب نے بڑے فخر سے گردن اکڑا کر کہا:

"ہاں میں ہی وہ آنکھ ہوں جس سے محمود غزنوی، غزنی میں
بیٹھا ہونے کے باوجود لاہور کو دیکھ سکتا ہے۔ ایسی سینکڑوں
آنکھیں ہیں تم کس کس کو پھوڑو گے۔ بکو کتے کس لیے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آتے ہو؟"

عنبر کو مفت میں گالی پڑ گئی۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا:

"دوست ۔۔۔ میں مسلمان ہوں اور تمہیں اس قید سے آزاد کرانے آیا ہوں۔"

شعیب نے فرش پر تھوک کر کہا:

"ہونہہ ۔۔۔ میں بے وقوف نہیں ہوں۔ تم تشدد کر کے مجھ سے میرے ساتھیوں کے پتے نہیں اگلوا سکے اب یہ چال چلنے لگے ہو؟"

یہ نئی مصیبت آن پڑی تھی۔ شعیب اسے دشمن سمجھ رہا تھا۔ عنبر نے اسے بڑی مشکل سے یقین دلایا کہ وہ اس کا ہمدرد ہے۔

عنبر نے کہا:

"تم میرے پہرے داروں والے کپڑے پہن لو اور یہاں سے نکل جاؤ۔ تمہارے بدلے میں میں اس کوٹھڑی میں رہوں گا۔"

شعیب نے کہا:

"کیوں تم یہاں کس لیے رہو گے ہم دونوں اکٹھے چلیں گے۔"

عنبر بولا:

"پاگلوں والی باتیں مت کرو۔ میں اکیلا اوپر آیا تھا اگر ہم دونوں نیچے گئے تو پہرے دار سب سمجھ جائیں گے۔ جاؤ چلے جاؤ دیر مت کرو۔"

شعیب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عنبر اس کے لیے اپنی جان دے رہا تھا اس نے کہا:

"میرے بھائی ۔۔۔ تم میرے لیے بہت بڑی قربانی دے رہے ہو۔"

اب عنبر اسے کیسے سمجھاتا کہ وہ تو مر نہیں سکتا۔ اس نے کہا:

"وقت کم ہے جلدی سے نکل جاؤ۔ شمشان گھاٹ کے دروازے کے راستے قلعے سے نکل جانا۔ اور محمود غزنوی کو ساری اطلاعات پہنچا دو۔"

شعیب نے عنبر کا ماتھا چوم کر اسے گلے لگایا اور کپڑے بدل کر برج سے نیچے اترنے لگا۔ پہرے دار اسے دیکھ کر تن کر کھڑے ہو گئے۔ شعیب نے ٹوپی سر پر آگے جھکا رکھی تھی جس کی وجہ سے اس کا چہرہ صحیح طرح نظر نہ آتا تھا۔ ایک فوجی نے کہا:

"کیوں جناب ۔۔۔ اس شودر کے بچے نے کچھ بتایا؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

شعیب نے کڑک کر کہا،
"وہ حرامی کل پھانسی کے تختے پر بتائے گا۔ ان سب مسلمانوں کو پھانسی دے دینی چاہیے۔"
فوجی خوش ہو گئے۔ شعیب بڑی کامیاب اداکاری کر رہا تھا۔ وہ اکڑتا ہوا وہاں سے چل دیا اور شمشان گھاٹ والے راستے سے قلعے سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور اسی رات پشاور کی طرف روانہ ہو گیا جہاں محمود غزنوی موجود تھا!!

○

طوفانی دیوتا

ادھر اگلی صبح جب ہندو کمانڈر برج میں آیا تو شعیب کی جگہ عنبر کو دیکھ کر چکرا گیا۔ اس نے تلوار کھینچ لی اور لہرا کر کہا،
"کون ہو تم؟"
عنبر نے بڑے اطمینان سے کہا،
"میں بھوت ہوں اور جب چاہوں شکل بدل سکتا ہوں۔"
ہندو کمانڈر نے عنبر کے منہ پر زور دار تھپڑ مارا اور گرج کر کہا،
"تم الو کے پٹھے جھوٹ بولتے ہو۔ ضرور تم نے پہریداروں کے ساتھ مل کر قیدی کو بھگا دیا ہے اب میں تمہیں پھانسی پر لٹکا دوں گا۔"
ہندو کمانڈر کو یہ فکر پڑ گئی کہ اگر راجہ آنند پال کو مسلمان جاسوس کے فرار ہونے کی اطلاع مل گئی تو وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ہندو کمانڈر کی بہتری اسی بات میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی کہ قیدی کے بھاگنے کی خبر دبا دے اور عنبر کو ہی مسلمان جاسوس شعیب بنا کر پھانسی پر لٹکا دے۔ عبرت برج کے دروازے پر پہرہ دینے والے چار فوجی شعیب کی شکل پہچانتے تھے۔ ہندو کمانڈر نے انہیں باری باری بلا کر قتل کر دیا اور عنبر کو زنجیروں میں جکڑ کر پھانسی والے چوک کی طرف روانہ ہو گیا۔

پورے لاہور میں یہ خبر پھیل چکی تھی کہ آج صبح ایک مسلمان جاسوس کو پھانسی دی جائے گی۔ ہندو سڑک کے دونوں طرف کھڑے نعرے مار رہے تھے۔ وہ عنبر پر پھلوں کے چھلکے اور گندے انڈے پھینک رہے تھے۔ عنبر خاموش بیٹھا تھا وہ جانتا تھا کہ بہادر قومیں اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتی ہیں۔

یہ جلوس موت کے چوک میں پہنچ گیا۔ یہاں تختے جوڑ کر پھانسی گھر بنایا گیا تھا۔ راجہ انند پال اپنی رانی کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے ساتھ پنڈتوں اور پجاریوں کا ہجوم تھا۔ عنبر کو کالا کرتہ پہنا دیا گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے اور ہندو راجہ نے عنبر کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال کر نیچے سے تختہ کھینچ دیا۔

رسی ایک دم تن گئی اور عنبر اس میں جھولنے لگا۔

سارے ہندو "راجہ انند پال زندہ باد" کے نعرے لگا رہے تھے۔ عنبر نے جان بوجھ کر اس طرح ہاتھ پاؤں مارے جیسے جان نکل رہی ہو پھر اس نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔ راجہ انند پال نے اعلان کیا۔

"مسلمان جاسوس کی لاش تین دن تک اسی چوک میں لٹکی رہے گی تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔"

ہندو نعرے مارتے منتشر ہونے لگے۔ ہندو کمانڈر نے دو فوجیوں کو چوک میں پہرے پر مقرر کر دیا کہ کوئی اور مسلمان جاسوس کی لاش اتار کر نہ لے جائے۔ باقی سارے فوجی چلے گئے۔ رات ہو گئی تو عنبر نے آنکھیں کھولیں۔ چوک ویران پڑا تھا پہرے دو فوجی اونگھ رہے تھے۔ عنبر نے گردن سے رسی کھولنا شروع کر دی۔

اسی وقت ایک فوجی نے اتفاقاً سر اٹھایا تو اس کی نظر عنبر پر پڑ گئی۔ اس کا منہ کھل گیا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا یہ کیا ہو رہا ہے۔ "لاش" جو دن بھر پھندے سے لٹکی رہی تھی۔ اب پھندہ کھول رہی تھی۔ فوجی پہرے دار نے آنکھیں مل کر دیکھا کہ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا لیکن آنکھیں ملنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ فوجی تو کانپنے لگا اس نے دوسرے سے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اے ہبوہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے ہائے میرے بھگوان مردہ زندہ ہو گیا ہے؟"

دوسرے فوجی نے اسے لات ماری اور کہا:

"کیا بکتا ہے۔ مردہ کس طرح زندہ ہو سکتا ہے۔ سالے نے نیند خراب کر دی۔"

عنبر اس دوران پھندہ کھول چکا تھا۔ پہلا فوجی پہریدار تو چیخیں مارتا بھاگ نکلا۔ دوسرا اٹھ بیٹھا اس کی نگاہ جب عنبر پر پڑی تو دنگ رہ گیا۔ مگر یہ فوجی ذرا بہادر تھا۔ وہ سمجھا شاید پھندہ ڈھیلا رہ گیا تھا تبھی یہ زندہ بچ گیا ہے۔ اس نے خنجر نکال لیا اور عنبر پر حملہ کر دیا۔ اس کا خنجر کے سر پر پڑا۔

پہرے دار کا ہاتھ جھنجھنا اٹھا۔ خنجر کی نوک ٹیڑھی ہو گئی عنبر نے کہا:

"چلو اب تم بھاگ جاؤ۔"

اگر وہ بدبخت فوجی عنبر کی بات مان لیتا تو اس کی جان بچ جاتی مگر اس نے خنجر عنبر کے پیٹ میں دے مارا۔

عنبر نے کہا:

"ٹھیک ہے اگر تم مرنا چاہتے ہو تو مر جاؤ۔ چلو شاباش

مر جاؤ۔"

عنبر نے پہرے دار سے خنجر چھین کر منہ میں دبا لیا اور لمبے کمر سے پکڑ کر زمین پر دے مارا اور اس کی گردن پر کسی ہاتھی نے پاؤں رکھ دیا ہو۔ اس کا سانس بند ہو گیا۔ وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگا مگر عنبر کے پاؤں تلے سے نہ نکل سکا اور اس نے دم توڑ دیا۔ عنبر نے اس کی لاش وہاں چھوڑی اور ایک طرف چل دیا۔

○

اب ہم عقرب جادوگر کے پاس چلتے ہیں۔

وہ تاریک قبر میں سر پکڑے بیٹھا تھا۔ اس کا سارا جادو بے کار ہو چکا تھا۔ وہ پریشانی کی حالت میں ٹہلنے لگا پھر اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا:

"اے قبرستانی قلعے کے محافظ ڈھانچے ــــ سن لے کہ میرا استاد بہت بڑا جادوگر ہے اگر تو نے مجھے رہا نہ کیا تو وہ تیری اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ سن ــ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آتشی بلی لیے بغیر قبرستان سے نکل جاؤں گا۔"

عقرب جادوگر کی اس بات کے جواب میں قبر میں ایک ہنسی خیز قہقہہ گونجا ــــ یہ طنزیہ قہقہہ سن کر عقرب جادوگر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا خون کھول اٹھا۔ وہ زمین پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گیا
اور منتر پڑھنے لگا پھر اس نے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور
منہ چھت کی طرف کر کے چلایا:
"اے شداد جادوگر۔ تیرا شاگرد مشکل میں پھنسا ہے اس
کی مدد کے لیے آ۔"
ایک دھماکہ ہوا اور تیز گڑگڑاہٹ کے ساتھ قبر میں
چکا چوند روشنی پھیل گئی۔ اس روشنی میں شداد جادوگر کا
چہرہ ابھرا۔
اس نے کہا:
"میرے خاص شاگرد۔ میں جانتا ہوں تو بہت بڑی
مشکل میں پھنس چکا ہے۔ اس قبرستانی ڈھانچے کا جادو
بہت اثر والا ہے۔ میں اسے نہیں توڑ سکتا۔ مگر فکر کی
کوئی ضرورت نہیں۔ میں ابھی جزیرے کی چڑیل کے
پاس جاتا ہوں وہ اس قبرستانی ڈھانچے سے نبٹ سکتی ہے۔"
شداد جادوگر کا چہرہ غائب ہو گیا۔ عقرب جادوگر کو
اب تسلی تھی کہ اس کا استاد کچھ بہتر ہی کرے گا۔ وہ قبر میں ایک
طرف بیٹھ گیا۔ اور تیزی سے جادو کے منتر پڑھنے لگا۔
ادھر شداد جادوگر سیدھا قبرستانی چڑیل کے پاس پہنچ گیا
یہ بڑی خوفناک چڑیل تھی اس کے چھ چہرے تھے اور ہر

چہرے پر چھ آنکھیں تھیں۔ تمام سروں کے بال کانٹوں کی
طرح سیدھے کھڑے تھے۔ اس کی ہر آنکھ سے سرخ رنگ
کی شعاعیں خارج ہو رہی تھیں۔ اس کے تمام چہروں سے
ہاتھی جیسے لمبے دو نوکیلے دانت نکلے ہوئے تھے اور گلوں
میں انسانی کھوپڑیوں کے ہار پڑے تھے۔
قبرستانی چڑیل اس وقت دانت کٹکٹاتے ہوئے ایک
مردے کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہی تھی۔ اس کے منہ خون
سے لتھڑے ہوئے تھے۔ شداد جادوگر کو دیکھ کر اس نے سارے
منہ کھول کر ایسی ہولناک چیخ ماری کہ قبرستان تھرا اٹھا۔ شداد
جادو فوراً سجدے میں گر گیا اور گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگا۔
"اے عظیم قبرستانی چڑیل ـــــ میں تیرا غلام شداد جادو مدد
چاہتا ہوں۔ میرے شاگرد عقرب جادوگر کو قبرستانی ڈھانچے
نے قبر میں قید کر دیا ہے۔ تو میری مدد کر اور اسے قید
سے نکال۔ تیری طاقت ہی قبرستانی ڈھانچے کا مقابلہ کر
سکتی ہے۔"
قبرستانی چڑیل مردے کو پرے پھینک کر کھڑی ہو گئی۔
پھر وہ چیخ مارتے ہوئے زمین سے کئی فٹ اچھلی اور کہا:
"شداد جادو۔ تیری ماں میری سہیلی تھی۔ میرا فرض ہے کہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تیری مدد کروں میں قبرستانی ڈھانچے کو تباہ کر دوں گی۔"

قبرستانی چڑیل نے اپنا صندوق کھول کر دس ہزار سال پرانے مردے کی زندہ کھوپڑی نکالی۔ اس پر دس جوتے مارے اور سامنے رکھ کر بڑبڑانے لگی۔ منتر پڑھتے ہوئے قبرستانی چڑیل سینے پر ہاتھ مار مار کے ناچ رہی تھی۔ غار میں ایک طوفان سا آیا ہوا تھا پھر چڑیل نے اپنے لبادے سے خنجر نکالا اور اپنا ایک سر کاٹ دیا۔

شداد جادوگر تو کانپ اٹھا اس نے ایسا بھیانک منظر پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ چڑیل کے کٹے ہوئے سر اور گردن سے خون کے فوارے اُبل رہے تھے۔ اس نے اپنے باقی پانچوں منہ سے منتر پڑھتے ہوئے کٹا ہوا سر، دس ہزار سال پرانے مردے کی زندہ کھوپڑی کے اوپر رکھ دیا۔ کھوپڑی خون میں نہا گئی اور اس کا رنگ بدلنے لگا۔

پہلے سرخ پھر کالا اور آخر میں نیلا ہو گیا۔ کھوپڑی کی آنکھوں میں چمک آ گئی اور دیدے گھومنے لگے۔ اس کے منہ سے کالے رنگ کی زبان نکل آئی۔ قبرستانی چڑیل نے لپک کر اس زبان کو چوم لیا پھر اس پر جوتا مار کر بولی:

"اے دس ہزار سال پرانے مردے کی جوتے کھانے والی کھوپڑی۔ میں اس قبرستان کے ڈھانچے کو فنا کر دینا چاہتی ہوں۔"

کالی زبان ہلی اور سنسناتی ہوئی ایسی آواز آئی جیسے کوئی گہرے کنوئیں سے بول رہا ہو۔

اس آواز نے کہا:

"قبرستانی چڑیل — تم پر شیطان اعظم کی رحمتیں نازل ہوں۔ اس قبرستان کے ڈھانچے کو مارنے کے لیے ضروری ہے کسی ایسے انسان کی آنکھیں حاصل کی جائیں جو ایک سو انسانوں کا خون پی چکا ہو۔ ان کو میرے منہ میں ڈالنے کے بعد تمہارے جادو میں ایسی طاقت پیدا ہو جائے گی کہ تم قبرستانی ڈھانچے کا مقابلہ کر سکو گی۔"

چڑیل نے پاؤں زمین پر مارا اور شیطانی قہقہہ لگا کر کہنے لگی:

"ایسا انسان کہاں مل سکتا ہے؟"

دس ہزار سال پرانے مردے کی زندہ کھوپڑی کی زبان پھر ہلنے لگی اور آواز آئی:

"اس تاریک جزیرے کے شمال میں آدم خور وحشیوں کی بستی ہے وہاں شاید ایسا انسان موجود ہو۔"

قبرستانی چڑیل نے اپنا کٹا ہوا سر کھوپڑی سے اٹھا کر اپنی گردن پر رکھ لیا۔ فوراً خون بہنا بند ہو گیا اور سر گردن سے جڑ گیا۔ زندہ کھوپڑی کی آنکھوں سے چمک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

غائب ہو گئی اور زبان اندر چلی گئی۔ چڑیل نے کھوپڑی اٹھا
کر واپس صندوق میں رکھی اور شداد جادو کی طرف مڑ
کر چیخی :

"سن لے تو نے ـــ جا پہلے سو انسانوں کا خون پینے والے
آدمی کی آنکھیں نکال کر لا۔"

یہ کہہ کر چڑیل نے ایسی بھیانک چیخ ماری کہ شداد جادو
لرز اٹھا۔ قبرستانی چڑیل اب دوبارہ مردے کا گوشت کھانے
لگی تھی۔ شداد جادو غار سے باہر نکل آیا اور اس وقت
آدم خوروں کے علاقے کی طرف روانہ ہو گیا۔

پر اسرار جنگل میں غبار ایسی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ شداد
جادو آدم خوروں کی بستی کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے دور
ہی سے دیکھا کہ ایک لمبے بانس پر سفید بکرے کی کھوپڑی
ٹنگی ہوئی ہے۔ اس بستی کے آدم خور بکرے دیوتا کو پوجتے
تھے۔ انہوں نے سفید بکرے کا ایک بہت بڑا بت بنا
رکھا تھا جس کے سامنے وہ ہر مہینے ایک آدمی کی قربانی
پیش کرتے تھے۔

شداد جادو قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ بکرے کی
بانس پر ٹنگی کھوپڑی ہلنے لگی ہے۔ وہ رک گیا۔ اس نے
اپنی زندگی میں ایسی کئی جادوگریاں دیکھی تھیں۔ وہ خود

کھوپڑیوں کو ہلا تو کیا چلا اور اڑا سکتا تھا۔ اس لیے وہ
خوف زدہ نہ تھا۔ شداد جادوگر نے بکرے کی کھوپڑی
پر پھونک ماری۔ کھوپڑی کے منہ سے جبیں جبیں کی آواز
نکلی اور وہ زمین پر گر کر جل گئی۔ شداد جادو بستی میں
آ گیا۔ آدم خور وحشیوں نے جب اسے دیکھا تو مارے
خوشی کے ناچنے لگے۔

"ہو۔ ہو۔ ہو۔" وحشی چیخیں مار رہے تھے پھر وحشیوں کے
سردار نے بکرے کے بت کی طرف جھک کر کہا :

"اے بکرے دیوتا ـــ تیرا شکریہ۔ تو نے اپنے پوجنے والوں
کو ایسا عمدہ شکار بھیجا۔"

سردار کی بیوی نے چٹخارہ لے کر کہا :

"واہ ـــ مزا آ جائے گا۔ میں نے بہت دنوں سے
کسی انسان کی ہڈیاں نہیں چبائی ہیں آج میری یہ خواہش
پوری ہو جائے گی پہلے میں اس کی شہ رگ سے منہ لگا
کر خون کے گھونٹ پیوں گی۔ ہائے گرم اور لذیذ خون۔"

سردار نے اپنا نیزہ سر پر گھما کر چیخ ماری۔ سارے
وحشی خاموش ہو گئے۔

سردار نے کہا :

"بکرے دیوتا کے پجاریو! قربانی کی تیاری کی جائے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نیک کام میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔"

وحشیوں نے فوراً میدان میں لکڑیاں جمع کر کے انہیں آگ لگا دی تاکہ آگ پر شداد جادو کا گوشت بھون کر کھایا جائے۔ پھر سردار خنجر ہاتھ میں لیے ناچتا ہوا شداد جادو کا سر کاٹنے آگے بڑھا۔ شداد جادو نے فوراً جادو پڑھ کر پھونکا۔ اگلے لمحے اس کی شکل ایک بھیانک دیوتا ایسی ہو گئی۔

اس کا قد درختوں سے بھی اونچا ہو گیا۔ سر پر سینگ اُگ آئے۔ ہاتھوں میں دو کٹے ہوئے سر آ گئے جن سے خون کی دھاریں زمین پر گر رہی تھیں۔ اور وہ منہ کھولے چیخیں مار رہے تھے۔ دیوتا کے گلے میں زندہ سانپ لٹکے ہوئے پھنکار رہے تھے۔ وحشیوں نے جب اپنے سامنے بھیانک شکل والے دیوتا کو دیکھا تو لرز اٹھے۔ وہ سب سجدے میں گر گئے۔ شداد جادوگر ہنسا۔ اس کی ہنسی یوں تھی جیسے گرج رہے ہوں۔ اس نے کہا۔

"اے وحشیو! میں طوفانی دیوتا ہوں تم نے میرے ساتھ گستاخی کی ہے میں تمہیں کچا چبا جاؤں گا۔"

وحشی سردار نے سجدے میں پڑے گڑگڑا کر کہا۔

"اے مقدس دیوتا۔ ہم سے بھول ہوئی۔ ہمیں معاف کر دو۔ ہم پر اپنا عذاب نہیں رحمتیں نازل کرو۔"

شداد جادوگر دل میں بڑا ہنسا۔ اس نے اپنی جادوگری سے وحشیوں کو قابو کر لیا تھا۔ اس نے گرج کر کہا۔

"اٹھو بکرے دیوتا کے پجاریو! میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں کیونکہ بکرا دیوتا میرا وزیر خاص ہے میں کچھ دن تمہارے ساتھ رہ کر اپنی برکتیں تم پر نازل کروں گا۔ اٹھ جاؤ اور دیوتا کی آمد کا جشن مناؤ۔"

سارے وحشی ناچنے لگے۔ انہوں نے شداد جادوگر کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور طوفانی دیوتا زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے اسے بستی کی سب سے بڑی جھونپڑی میں لے گئے۔

شداد جادوگر اپنی مکاری سے وحشیوں کا دیوتا بن بیٹھا تھا۔

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قبرستانی ڈھانچے کی تباہی

وحشی دن رات شداد جادوگر کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ شداد جادوگر کو اس بستی میں رہتے ہوئے آج تیسرا دن تھا۔ اس دوران اس نے باتوں باتوں میں پتہ چلا لیا تھا کہ کس وحشی نے سب سے زیادہ انسانوں کا خون پیا ہے۔ وحشی سردار کی بیوی سب سے آگے تھی وہ اب تک ۶۰ انسانوں کی گردنوں سے منہ لگا کر ان کا خون پی چکی تھی۔

شداد جادوگر نے سردار کی بیوی کو بلایا اور کہا،

"سن — ہم طوفانی دیوتا ہیں۔ ہماری حکومت آکاش پر ہے۔ آکاش سے آئے ہمیں بہت دن ہو چکے ہیں اور اب ہم واپس جانا چاہتے ہیں۔ لیکن واپسی سے پہلے ہم اپنی کچھ طاقتیں اس قبیلے کے کسی فرد کو بخش کر اسے یہاں کا حکمران بنانا چاہتے ہیں۔ ہماری نظر میں تم وحشیوں کی ملکہ بننے کے لیے بہت مناسب ہو۔"

وحشی عورت کے پیلے پیلے خون آلود دانت نکل آئے

وہ خوش ہو رہی تھی۔ اس نے جھٹ شداد جادوگر کو سجدہ کر کے کہا،

"اے دیوتا۔ تیری مہربانی کہ تو نے مجھے اس قابل سمجھا۔ میری سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ میں وحشی ملکہ بن جاؤں۔"

شداد نے ہاتھ اٹھا کر کہا،

"ملکہ بننے سے پہلے تمہیں ہماری ایک شرط پوری کرنا پڑے گی۔ اس شرط کو پورا کر کے ہی تم غیبی طاقتیں حاصل کر سکو گی۔"

وحشی عورت نے فوراً کہا،

"اے دیوتا۔ میں تیری غلام۔ تو حکم کر۔ میں ایک ہزار شرطیں پوری کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

شداد جادوگر نے ٹہلتے ہوئے بڑی عیاری کے ساتھ کہا،

"ہمارے وزیر خاص بگلا دیوتا نے رات آکاش سے ہمیں بتایا تھا کہ تم ساٹھ انسانوں کا خون پی چکی ہو لیکن ملکہ بننے کے لیے ضروری ہے کہ تم نے پورے ایک سو انسانوں کا خون پیا ہو۔"

وحشی عورت نے سجدہ کر کے پریشان لہجے میں کہا،

"اے دیوتا۔ مجھے انسانی خون پینے کا بڑا شوق ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مگریا بجروں یہاں کبھی کبھار ہی شکار ہاتھ آتا ہے۔ باقی
چالیس انسان میں کہاں سے لاؤں؟"

شداد جادوگر ٹہلتے ٹہلتے رک گیا۔ اس نے منہ چھت
کی طرف اٹھا کر چیخ ماری اور کہا:

"پھر تو ملکہ نہیں بن سکتی — باقی چالیس انسانوں کا
لہو پینا بہت ہی ضروری ہے۔"

وحشی عورت دیوتا کو غصے میں دیکھ کر گھبرا گئی۔ ہاتھ
جوڑ کر کہنے لگی:

"میرے دیوتا۔ تم ہی بتاؤ میں کیا کروں۔ مجھ پر کرم کرو
اور مجھے وحشیوں کی ملکہ بنا دو۔"

شداد جادوگر نے مکاری سے کہا:

"ہوں۔ ایک ہی راستہ ہے تم اپنی بستی کے چالیس
افراد کا خون پی جاؤ۔ میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں
تم روزانہ چار وحشیوں کا خون پی جایا کرنا۔"

وحشی عورت خوش ہو گئی۔ اس نے سجدے میں گر
کر کہا:

"تیرا شکریہ — میں ساری زندگی تیری پجاری بن کر عبادت
کروں گی بس مجھے ملکہ بنا دو۔"

شداد جادوگر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ وہ

جس مقصد کے لیے یہاں آیا تھا وہ پورا ہو رہا تھا۔
وحشی عورت تو بلا کی خون پینے والی نکلی۔ اس نے پہلے
دن ہی چھ وحشیوں کو مار کر شہ رگ سے ان کا سارا
خون پی لیا اور لاشیں ایک گڑھے میں پھینک دیں۔
دوسرے دن بھی یہی ہوا تو وحشیوں کی بستی میں خوف پھیل
گیا۔ وہ اپنے دیوتا یعنی شداد جادوگر کی خدمت میں حاضر
ہوئے اور عرض کی:

"مقدس دیوتا۔ ہمارے ساتھی پر اسرار طریقے سے غائب
ہوتے جا رہے ہیں۔"

شداد نے کہا:

"مجھے سب معلوم ہے۔ یہ دیوتاؤں کی مرضی ہے خبردار
اس میں دخل مت دو ورنہ اس بستی پر آگ اور پتھروں
کی بارش ہو گی اور کوئی نہ بچے گا۔"

وحشی خوف زدہ ہو کر چلے گئے۔ شداد جادوگر نے وحشی
عورت کو بلا کر خوب شاباش دی اور کہا:

"اسی طرح خون پیتی رہو۔ میں تم پر رحمتوں کی بارش
کر دوں گا۔"

اگلے دن تو وحشی عورت نے حد کر دی۔ پورے آٹھ
وحشیوں کا خون پی گئی۔ چند ہی دن میں اس نے پورے ایک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سو انسانوں کا خون پی لیا اور شداد جادوگر کی خدمت میں
حاضر ہو کر کہا،
"میرے دیوتا — میں نے شرط پوری کر دی ہے۔ اب مجھے
ملکہ بنا دو اور پُر اسرار غیبی طاقتیں عنایت کرو۔"
وحشی عورت کے بھدے بھدے ہونٹ خون آلود تھے۔
چہرہ انتہائی خوف ناک ہو رہا تھا اور اس پر لعنت و
خباثت برس رہی تھی۔
شداد جادوگر بڑا خوش تھا۔ اس کا بڑا اہم کام پورا ہو
گیا۔ اس نے کہا:
"شاباش۔ تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم میری سچی پجارن
ہو اور سچی ملکہ بننے کے قابل ہو۔"
یہ کہہ کر شداد جادوگر نے مٹکے سے پانی لے کر اس پر
پھونک ماری اور کٹورہ وحشی عورت کی طرف بڑھا کر بولا،
"اسے پی جاؤ۔ یہ پانی نہیں آبِ حیات ہے۔"
وحشی عورت ندیدوں کی طرح پانی پی گئی۔ پانی پیتے ہی
وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ شداد جادوگر نے پانی پر جادو
کر رکھا تھا۔ اس نے فلک شگاف قہقہہ لگایا اور کہا،
"میرا مقصد پورا ہو گیا۔ ہا ہا ہا۔ اب قبرستانی ڈھانچے کو
مرنا ہی پڑے گا۔ ہا ہا ہا۔"

شداد جادوگر کا قہقہہ سناٹے میں یوں گونجا جیسے سینکڑوں
بھوتوں نے رونا شروع کر دیا ہو۔ شداد جادوگر خوشی سے
نہال تھا۔ اسے بہت بڑی کامیابی حاصل ہو چکی تھی۔ اس
نے وحشی عورت کو کندھے پر ڈالا اور جادو کے زور سے
ہوا میں اڑتا ہوا قبرستانی چڑیل کے پاس آ گیا اور کہا:
"عظیم قبرستانی چڑیل — تیرا خادم حاضر ہے۔ یہ عورت ایک
سو انسانوں کا خون پی چکی ہے۔"
چڑیل نے قہقہہ لگایا اور اچھلتے ہوئے چنگھاڑی،
"اب تیرا کام ہو جائے گا۔"
اس نے ہوا میں پھونک ماری تو ایک بڑی چمگادڑ نمودار
ہوئی۔ چمگادڑ وحشی عورت پر جھپٹ پڑی۔ اس نے اپنے
پنجے وحشی عورت کی گردن میں گاڑ دیئے اور خون پینے لگی۔
وحشی عورت کو ہوش آ گیا۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی چمگادڑ کو
اتارنے کی کوشش کرنے لگی لیکن چمگادڑ اس کی گردن میں دانت
پیوست کیے دھڑا دھڑ خون پیئے جا رہی تھی۔
وحشی عورت پر غنودگی طاری ہونے لگی اور وہ زمین
پر گر پڑی۔ چمگادڑ اس کے جسم سے خون کا آخری قطرہ تک
چوس گئی۔ اس کا رنگ لٹھے کی طرح سفید ہو گیا تھا۔
اور آنکھیں باہر کو نکل آئی تھیں۔ وحشی عورت دوسرے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انسانوں کا خون پیتی تھی آج اس کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا تھا۔ چڑیل نے چمگادڑ کو پکڑ کر پنجرے میں بند کر دیا اور کہا،

"ابھی میں اس چمگادڑ کو ابال کر اس کی یخنی بنا کر پی جاؤں گی۔"

چڑیل نے چاقو سے وحشی عورت کی آنکھیں نکال لیں۔ آنکھوں سے محروم وحشی عورت کی لاش بڑی بھیانک لگ رہی تھی۔ قبرستانی چڑیل نے صندوق سے دس ہزار سال پرانے مردے کی کھوپڑی نکال کر آنکھیں اس کے منہ میں ڈال دیں اور منتر پڑھا۔ مردے کی کھوپڑی نے چپر چپر کر کے دونوں آنکھیں کھا لیں پھر اپنی کالی زبان ہلا کر کہا،

"صندوق کے نیچے زمین کھودو۔ وہاں ایک مالا پڑی ہو گی اسے اٹھا کر فضا میں پھینک دو اور تماشا دیکھو۔"

قبرستانی چڑیل نے خوشی سے قلقاریں مارتے ہوئے دس جوتیاں کھوپڑی کے سر پر ماریں اور صندوق پرے ہٹا کر اپنے نوکیلے پنجوں سے زمین کھود کر سبز رنگ کے موتیوں والی مالا نکال لی۔ اس مالا کے موتی بندر کی شکل سے مشابہ تھے۔ چڑیل نے مالا فضا میں اچھال دی۔ مالا نیچے گرنے کی بجائے ہوا میں معلق ہو گئی۔

مالا کے موتیوں کا رنگ بدلنے لگا اور سرخ ہو گیا۔ دس ہزار سال پرانی کھوپڑی کی زبان ہلنے لگی تھی۔ سوش سوش کی تیز آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ کسی نامانوس زبان میں بول رہی تھی۔ اسی وقت مالا کے گولے میں قبرستانی ڈھانچے کی شکل نظر آئی۔ وہ چیخ رہا تھا۔ اس کی گردن کو آگ لگی ہوئی تھی اور زبان باہر کو نکلی ہوئی تھی۔ کھوپڑی نے اچھلتے ہوئے کہا،

"یہ آگ تمہیں جلا کر چھوڑے گی۔ قبرستان تمہارے نحوس وجود سے ہمیشہ کے لیے پاک ہو جائے گا۔"

دیکھتے ہی دیکھتے قبرستانی ڈھانچہ جل کر خاک ہو گیا۔ شداد جادوگر اور چڑیل قہقہے لگانے لگے۔

ادھر قبرستانی ڈھانچے کے مرتے ہی عقرب جادوگر والی قبر لٹو کی طرح گھومتی ہوئی اوپر آنے لگی۔ عقرب جادوگر سمجھ گیا کہ استاد شداد جادوگر اپنا کام دکھا گیا ہے۔ قبر گھومتی ہوئی اوپر آ گئی اور عقرب جادوگر اس میں سے نکل کر زمین پر آ گیا۔ قبرستان میں قبروں کے سرہانے بنے بت ٹوٹ کر بکھر چکے تھے۔ عقرب جادوگر قلعے کی طرف بڑھنے لگا۔

یہ مہینے کا آخری دن تھا۔ اگر عقرب جادوگر شام ہونے سے پہلے پہلے واپس اپنے مندر میں پہنچ کر ماریا کا سر منڈ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیتا تو اس کی جان بچ جاتی تھی۔ اس نے سوچا قلعے سے آتشی بلی نکال کر واپس جانا چاہیے۔ عقرب جادوگر چلا جا رہا تھا کہ اچانک اس کے سامنے شداد جادوگر آ کھڑا ہوا۔ عقرب اپنے استاد کے قدموں میں گر پڑا۔

شداد نے اسے اٹھا کر کہا:

"تمہاری خاطر مجھے بہت دور سے آنا پڑا۔ میں ایک خاص منتر ادھورا چھوڑ کر آیا تھا اب واپس جاتا ہوں۔ خدائے سامری تمہارا نگہبان ہو۔"

شداد جادوگر چلا گیا۔ عقرب جادوگر قلعے میں آ گیا۔ قلعے کے صحن میں ایک کالی بلی بیٹھی نہ جانے کیا کچھ نوچ نوچ کر کھا رہی تھی۔ اس کی چمکیلی آنکھیں بڑی ڈراؤنی معلوم ہو رہی تھیں۔ عقرب جادوگر کو دیکھ کر وہ میاؤں میاؤں کرتی بھاگ گئی۔ عقرب جادوگر نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ بلی ایک بچا ہوا انسانی بازو چھوڑ کر بھاگی تھی۔

عقرب جادوگر قلعے کی ڈیوڑھی سے گزر کر دالان میں آ گیا۔ دالان میں گرد جمی ہوئی تھی۔ اس سے نکل کر وہ ایک بڑے کمرے میں آیا۔ یہاں ایک بہت بڑی بلی کا مجسمہ بنا ہوا تھا جس کے قدموں میں ایک دروازہ تھا۔ عقرب جادوگر نے جھانک کر دیکھا سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔

گہری تاریکی تھی۔ عقرب جادوگر سنبھل سنبھل کر سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے جا رہا تھا۔ سیڑھیاں اتر کر وہ ایک تنگ سے سرنگ نما راستے پر چلنے لگا۔ ذرا آگے جا کر چند اور سیڑھیاں آئیں جن کے اختتام پر ایک دروازہ تھا۔ اس دروازے سے گزر کر عقرب جادوگر ایک کمرے میں پہنچا۔ یہاں دیوار میں ایک گڑھا سا بنا تھا۔ جس میں خوفناک چہرے والی عورت کا بت پڑا تھا۔ اس بت کی گود میں آتشی بلی کا مجسمہ پڑا تھا۔ بلی کا رنگ سرخ تھا اور یہ مٹی سے بنی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایسے یاقوت لگے ہوئے تھے جو اندھیرے میں چمک رہے تھے اور یوں لگتا تھا جیسے بلی اپنی آنکھوں سے اسے گھور رہی ہے۔ عقرب جادوگر کی منزل سامنے تھی۔ اسی بلی کو حاصل کرنے تو وہ یہاں پہنچا تھا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر آتشی بلی اٹھا لی۔ ایک لحظہ کمرہ لرز اٹھا۔ اسی وقت کالی بلی نجانے کہاں سے نمودار ہوئی وہ اچھل کر عقرب جادوگر کے سر پر بیٹھ گئی۔ اور بچھو کو جھنجھوڑنے لگی۔ وہ اپنے پنجوں سے بچھو کو مارنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ بچھو اپنا ڈنک ہلا رہا تھا مگر ابھی تک اسے حملہ کرنے کی مہلت نہ ملی تھی۔ بلی نے بچھو کو مار کر عقرب جادوگر کے سر سے گرا دیا۔ اور اس کا منڈا ہوا سر کھرچنے کی کوشش کی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کرنے لگی۔ اگر عقرب جادوگر کوئی معمولی جادوگر ہوتا تو اس
کا سر پھٹ جاتا اور بلی اس کا بھیجا کھا جاتی۔ اپنے پالتو
بچھو کی لاش دیکھ کر عقرب جادوگر کی آنکھوں میں خون اتر
آیا تھا۔ وہ ہاتھ مار کر بلی کو سر سے گرانے کی کوشش کر
رہا تھا۔ اس نے جادو پڑھنا چاہا مگر یہ سوچ کر ڈر گیا کہ بلی
پر جادو کیا تو سر بھی ساتھ ہی جادو کے اثر میں آ جائے گا۔
بڑی مشکل سے عقرب جادوگر نے بلی کو گرا کر پاؤں تلے
کچل دیا۔ بلی بڑے ڈراؤنے انداز میں چیخی اور تڑپتی ہوئی مر گئی۔
عقرب جادوگر آتشی بلی کو بغل میں دبائے باہر کو بھاگا۔
قلعے سے نکل کر اس نے ساحل کی طرف دوڑ لگا دی جہاں
وہ کشتی باندھ کر چھوڑ آیا تھا۔ کشتی اپنی جگہ موجود تھی۔
عقرب جادوگر نے رسہ کھولا اور دھکیل کر کشتی کو پانی میں
ڈال کر اچک کر سوار ہو گیا اور چپو چلانے لگا۔ عقرب بڑا
زبردست جادوگر تھا۔ وہ اپنے جادو کے زور سے ہوا میں
اڑ سکتا تھا لیکن پانی کے اوپر اس کا اڑنے والا جادو بے اثر
ہو جاتا تھا اس لیے وہ مجبوراً کشتی میں جا رہا تھا۔
کشتی تیزی کے ساتھ لہروں پر بہتی جا رہی تھی۔ یکایک
کشتی کے پیچھے ایک بڑا سا بھنور نمودار ہوا۔ عقرب جادوگر
یہ دیکھ کر گھبرا گیا۔ یہ بھنور اس بات کی نشانی تھی کہ کوئی مچھلی

یہاں ہے۔ اسی وقت پہاڑ جتنی ایک وہیل مچھلی سطح آب پر
نمودار ہوئی۔ کشتی بڑی طرح ڈولنے لگی۔ عقرب جادوگر
نے منتر پڑھنا شروع کیا مگر اس کا منتر ادھورا رہ گیا۔
مچھلی نے زور دار ٹکر سے کشتی کو الٹ دیا۔ عقرب پانی
میں غوطے کھانے لگا۔
آتشی بلی اس نے بغل میں دبا رکھی تھی۔ وہیل مچھلی
غوطہ لگا کر ابھری اس نے عقرب جادوگر کو سالم ہی نگل
لیا اور دم ہلاتی پانی کے اندر غائب ہو گئی۔ یہ سارا بھیانک
واقعہ بس ایک منٹ میں ہو گیا۔
عقرب جادوگر مچھلی کے پیٹ میں پہنچ چکا تھا اور
ابھی تک اپنے جادو کی وجہ سے زندہ تھا۔ مچھلی کے
معدے میں بڑی زہریلی گیسیں تھیں جو اس کے دماغ پر
اثر کر رہی تھیں۔ عقرب جادوگر نے اپنے جادو سے سر کے
گرد شیشے کا غلاف سا بنا لیا۔ اب وہ گیس سے محفوظ
تھا مگر مچھلی کے پیٹ سے نکلنا ایک مسئلہ تھا۔
معدے کی سطح پر چلتا ہوا وہ مچھلی کے پسلیوں
والے حصے میں آ گیا۔ یہ حصہ کسی بڑے گول کمرے ایسا
تھا جس پر بڑی بڑی پسلیوں کی چھت پڑی ہوئی تھی۔
یہاں سے وہ سنبھل کر چلتا ہوا کمرے میں آ گیا۔ یہاں بڑی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پھسلن تھی۔ سامنے ہی وہیل مچھلی کی گردن کی بڑی
بڑی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں۔ ان کے ساتھ جبڑا تھا جس
کے اندر دونوں طرف باریک اور بڑے دانتوں کے دو
فٹ پاتھ سے بنے ہوئے تھے۔

عقرب جادوگر نے منتر پڑھ کر پھونکا تو وہیل مچھلی
کی گردن میں آگ لگ گئی اس نے گھبرا کر اپنا بھیانک
منہ کھولا پانی کا ایک تیز ریلا اندر آیا۔ عقرب جادوگر
اس ریلے سے بچتا ہوا کھلے منہ کے راستے سمندر میں
آ گیا۔ وہیل مچھلی درد سے بے چین ہو کر پانی میں بجلی
کی طرح لہراتی چلی جا رہی تھی۔ عقرب جادوگر پانی کی
سطح پر آ گیا۔

وہ کنارے سے بہت دور آ چکا تھا۔ عقرب جادوگر
کو اس خوف نے آ گھیرا کہ اگر وہ شام ہونے سے
پہلے پہلے اپنے مندر میں پہنچ کر ماریا کے بال نہ کاٹ
سکا تو مر جائے گا۔ اس نے آتشی بل کو دم
سے منہ میں دبوچ لیا اور پوری رفتار سے
تیرنے لگا۔

شام ہونے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا۔ جب وہ
کنارے پر پہنچا، تھکن سے اس کا برا حال تھا۔

مگر آرام کرنا موت کا دوسرا نام تھا۔ وہ جادو
کے زور سے ہوا میں بلند ہو کر اڑتا ہوا مندر کی
طرف بڑھنے لگا ادھر ماریا کو پتھر کے ٹھنڈے تابوت میں
ہوش آنا شروع ہو گیا تھا!!

O

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گنجا سپیرا اور سانپ

عقرب جادوگر کو دور سے اپنا مندر نظر آنے لگا۔ اب صرف دس منٹ باقی تھے۔ جادوگر کو اپنے جسم میں کمزوری محسوس ہو رہی تھی جیسے کسی نے اس کے جسم سے خون نچوڑ لیا ہو۔ اس کے اڑنے کی طاقت ختم ہو گئی۔ وہ زمین پر آ گرا۔ اچانک اس کی نظر اپنے ہاتھوں پر پڑی تو یہ دیکھ کر وہ کانپ اٹھا کہ گوشت جھڑنے لگا ہے اور نیچے سے ہڈیاں نمودار ہو رہی ہیں۔ موت منہ پھاڑے اس کی طرف چلی آ رہی تھی۔

عقرب جادوگر چیخیں مارتا گرتا پڑتا دوڑتا رہا پھر ایک زور دار ٹھوکر لگی وہ اچھل کر منہ کے بل گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ وقت پورا ہو چکا تھا۔ عقرب جادوگر کے سارے جسم سے گوشت جھڑ گیا۔ ہڈیوں کا استخوانی ڈھانچہ زمین پر پڑا تھا۔ صرف عقرب جادوگر کی آنکھیں زندہ تھیں اور بڑی بے بسی سے آسمان کی طرف تک رہی تھیں

اسی وقت فضا میں دو بھیانک گدھ نمودار ہوئے۔ بڑے بڑے پر ہلاتے ہوئے، اپنی لال منحوس آنکھوں اور لمبی چونچ کو کھول کر گدھ نیچے اترنے لگے۔ پھر ایک نے چونچ سے عقرب جادوگر کی ایک آنکھ ہڑپ کر لی اور دونوں گدھ دوسرے ڈیلے کے لیے آپس میں جھگڑنے لگے۔ آخر ایک گدھ نے دوسرے ڈیلے پر چونچ ماری اور اسے دبوچ کر ہوا میں اڑ گیا۔

فوراً ہی عقرب جادوگر کا ڈھانچے سے دھواں سا اٹھنے لگا اور ہڈیاں چٹختے ہوئے ٹکڑوں میں تقسیم ہونے لگیں اور وہ ہمیشہ کے لیے مر گیا۔ اس کے مرتے ہی آتشی بلی کے مجسمے میں جان پڑ گئی۔ اس نے میاؤں کی آواز کے ساتھ آنکھیں کھولیں۔ دم ہلاتی اور چھلانگیں لگاتی ہوئی گھنے جنگل کی طرف دوڑ کر غائب ہو گئی۔

عین اسی وقت ماریا پر کیا ہوا طلسم ٹوٹ گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں میں پھر سے طاقت آ گئی۔ ماریا پتھر کے تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کی غیبی طاقتیں جو سامری جادوگر کے جادو کی وجہ سے چھن چکی تھیں واپس آ گئی ہیں۔ ماریا نے آزمانے کے لیے پتھر کے تابوت پر مکا مارا تو تابوت دو ٹکڑے ہو گیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا خوش ہو گئی۔ اب وہ شعاع بن کر دیوار میں سے گزر سکتی تھی۔ ہوا میں اڑ سکتی تھی۔ مکا مار کر ہاتھی کی کھوپڑی توڑ سکتی تھی۔ وہ تابوت سے نکل آئی۔ اب اس کا جسم غیبی حالت میں تھا اور وہ کسی کو نظر نہیں آ سکتی تھی۔ ماریا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ ایک بھیانک شکل والی چڑیل کمرے میں داخل ہوئی۔

یہ وہی چڑیل تھی جسے عقرب جادوگر، مندر کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر آتشی بلی کو لینے گیا تھا۔ اس نے جب تابوت سے ماریا کو غائب دیکھا تو دل ہلا دینے والی چیخ ماری اور سینہ پیٹنے لگی۔ وہ بار بار اپنی زبان لپیٹ کر ناک پر مار رہی تھی۔ ماریا کچھ دیر دیوار کے ساتھ لگی چڑیل کو دیکھتی رہی پھر جب اسے تسلی ہو گئی کہ چڑیل اسے دیکھ نہیں سکتی تو وہ آگے بڑھی۔

اس نے دیوار کے ساتھ لٹکتی تلوار اتار لی۔ چڑیل نے جب تلوار کو غائب ہوتے دیکھا تو ہولناک انداز میں چیختی ہوئی دیوار کی طرف لپکی۔ ماریا نے دونوں ہاتھوں سے دستے کو پکڑ کر تلوار گھمائی۔ تلوار نے چڑیل کی گردن کاٹ دی۔ چڑیل تڑپتی ہوئی مر گئی۔ ماریا کمرے

سے نکل کر مندر کے دروازے کی طرف بڑھی۔

مندر کی دیوار میں سے شعاع بن کر گزرنے کے بعد ماریا کھلے جنگل میں آ گئی۔ اسی وقت مندر میں ایک ہولناک دھماکا ہوا اور پرانی عمارت کے پرخچے اڑ گئے۔

ماریا جنگل میں چلتی ہوئی ندی کے کنارے آ گئی جہاں دو مچھیرے کشتی کو رسے سے باندھ کر آرام کر رہے تھے۔ ماریا کنارے کی گیلی ریت پر کشتی کی طرف بڑھی تو گیلی ریت پر اس کے قدموں کے نشان بننے لگے۔ اچانک ایک مچھیرے کی نظر ان نشانوں پر پڑ گئی۔ اس کی تو آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے دوسرے کو کہنی سے ٹھوکا دے کر کہا:

"ابے۔ یہ پاؤں کے نشان کیسے بن رہے ہیں؟"

ماریا نے یہ سنا تو جان بوجھ کر آہستہ آہستہ ریت پر چلنے لگی۔ دوسرے مچھیرے نے ریت پر خود بخود پاؤں کے نشان بنتے دیکھے تو خوف سے زرد ہو گیا۔ اس نے کانپتی آواز میں کہا:

"ہے بھگوان۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟"

دونوں مچھیرے بری طرح ڈر گئے تھے۔ ماریا کو جو شرارت سوجھی تو اس نے قریب جا کر مچھیرے کے کان میں کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں اس جنگل کی بدروح ہوں۔ کیا میں تمہارا خون پی سکتی ہوں بڑی پیاس لگی ہے مجھے!"

مچھیرے کی تو چیخ نکل گئی۔ وہ اچھل کر پرے جا گرا اور پھر جو اٹھ کر بھاگا تو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ دوسرا مچھیرا بھی گھبرا کر بھاگ نکلا تھا۔ ماریا نے ہنستے ہوئے کشتی کھولی اور ندی میں دھکیل کر اس میں بیٹھ گئی۔ ندی بڑی آہستہ آہستہ بہہ رہی تھی۔ ماریا کشتی کو کھیلتی ہوئی جنگل سے دور ہوتی جا رہی تھی۔

یہ ندی آگے جا کر ہندوستان کے مشہور دریا گنگا میں جا گرتی تھی۔

ایک دن اور ایک رات کے مسلسل سفر کے بعد ماریا دریا گنگا کی موجوں پہ سفر کرتی ہوئی نگر کوٹ کے کنارے پہنچ گئی۔ صبح کا وقت تھا۔ ساحل پر ہندو بھجن گاتے ہوئے نہا رہے تھے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ گنگا کے پانی میں نہانے سے سارے گناہ دھل جاتے ہیں اور آدمی بالکل پوتر ہو جاتا ہے۔

دھوتیاں باندھے نہاتے ہندوؤں نے جب کشتی دیکھی تو اس کی طرف دوڑے ایک نے کہا:

"ارے یہ خالی کشتی کہاں سے بہتی چلی آ رہی ہے؟"

ماریا تو ان کو نظر نہیں آ سکتی تھی وہ کشتی کو خالی سمجھ رہے تھے۔ ماریا کشتی سے اتر کر کنارے پر آ گئی۔ ایک موٹا ہندو ہری اوم ہری اوم۔ جے گنگا ماتا کی — کے نعرے لگاتا ہوا کشتی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شرارتی ماریا نے اس کا کان پکڑ کر مروڑ دیا۔ موٹا درد سے بلبلا اٹھا اس نے مڑ کر اپنے سوکھے سڑے نوکر کے منہ پر تھپڑ مارا اور غصے سے گرجا:

"الو کے پٹھے۔ یہ تم نے کیا کیا۔ میرا کان مروڑنے کی تمہیں جرأت کیسے ہوئی؟"

نوکر نے کانپتے ہوئے کہا:

"حجور — مائی باپ۔ میری کیا مجال کہ آپ کے کان کو ہاتھ بھی لگاؤں۔ حجور کو غلط فہمی ہوئی ہے"

موٹے ہندو نے نوکر کو ایک اور تھپڑ جڑ دیا اور کہا:

"احمق۔ گدھا۔ الو کی دم۔ کیا تیرے باپ کی روح نے میرے کان کو مروڑا تھا۔ جھوٹا کہیں کا؟"

نوکر بے چارہ اپنا منہ لے کر رہ گیا۔ اس نے مزید کچھ نہ کہا کیونکہ خدشہ تھا کہ موٹا ہندو پھر مارنا نہ شروع کر دے۔ ماریا نے آگے بڑھ کر موٹے ہندو کے کان میں کہا:

"موٹے۔ سور کی اولاد۔ تمہارے گوشت کے کباب بڑے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مزے دار بنیں گے۔"

موٹا ایک دم اچھل پڑا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا کہ یہ کس نے کہا ہے جس عورت کی آواز اسے سنائی دی تھی وہ اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے اپنے نوکر کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"تم نے عورت کی آواز سنی تھی؟"

نوکر نے حیرت سے اپنے مالک کی طرف دیکھا۔ وہ حیران تھا کہ آج موٹا مالک کیسی باتیں کر رہا ہے پہلے کان مروڑنے کا کہا تھا اب عورت کی آواز کا کہہ رہا ہے۔ کہیں اس کا دماغ تو نہیں چل گیا۔

نوکر نے کہا:

"نہیں حضور۔ میں نے تو کسی عورت کی آواز نہیں سنی۔ سرکار آپ کے کان بجے ہوں گے۔"

ہندو موٹے نے اسے ڈانٹ دیا اور کہا:

"چپ۔ کان بجنے کا بچہ۔ بکواس کیے جاتا ہے۔"

ماریا کو اس بد اخلاق موٹے پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے زور دار لات موٹے کی کمر پر جمائی۔ موٹا فٹ بال کی طرح لڑھکتا ہوا پانی میں جا گرا اور غوطے کھانے لگا۔ ماریا کو بڑی ہنسی آ رہی تھی۔ کئی ہندوؤں نے مل کر اس موٹے

لاش کو پانی سے نکالا۔ موٹا بری طرح خوف زدہ ہو چکا تھا وہ اپنی پتلی پتلی ٹانگوں پر مینڈک کی طرح پھدکتا ہوا وہاں سے بھاگ گیا۔

ماریا ساحل سے ہٹ کر ہوٹل میں آ گئی۔

خفیہ طاقتیں مل جانے سے اب ماریا کو بھوک پیاس نہیں لگتی تھی۔ لیکن یہ تو آپ جانتے ہیں کہ عنبر، ناگ اور ماریا کبھی کبھار تفریح کے لیے کھا پی اور سو لیتے تھے ہوٹل میں چائے پی جا رہی تھی۔ دوکان کا مالک ایک بڑے حمام سے جس میں ٹونٹی لگی ہوئی تھی کپ بھر بھر کر گاہکوں کو دے رہا تھا۔

اس نے ایک کپ بھر کر میز پر رکھا اور گاہک سے بولا:

"لو بھائی — گرما گرم چائے پیو۔"

اس سے پہلے کہ گاہک کپ اٹھاتا ماریا نے ہاتھ بڑھا کر کپ اٹھا لیا۔ کپ ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گیا۔ گاہک پریشان ہو کر ادھر ادھر تکنے لگا۔ دکاندار نے دوسرا کپ بھر کر میز پر رکھا اور گاہک سے بولا:

"ارے۔ تمہارا چائے کا کپ کہاں گیا؟"

گاہک سر کھجاتا ہوا بولا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یہی تو میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ پتہ نہیں کس طرح غائب ہو گیا ہے؟"

گاہک دوسرا کپ لے کر چلا گیا۔ ماریا بڑے مزے سے پاس کھڑی چائے پیتی رہی۔ چائے پینے کے بعد اس نے کپ واپس میز پر رکھا اور دکاندار سے کہا:

"بہت بہت شکریہ۔ تم چائے بڑی مزے دار بناتے ہو۔"

دکاندار نے سر اٹھائے بغیر کہا:

"شکریے کی کیا بات ہے یہ تو ۔ ۔ ۔"

باقی الفاظ دکاندار کے منہ میں ہی رہ گئے اس نے سر اٹھا لیا تھا۔ اس کے پاس تو کوئی نہ کھڑا تھا پھر آواز عورت کی آواز کہاں سے آئی ــ ماریا ہوٹل میں ایک طرف بیٹھ گئی اور عنبر اور ناگ کے متعلق سوچنے لگی کہ وہ نجانے کہاں اور کس حال میں ہوں گے۔

نگر کوٹ ان دنوں ہندوؤں کا گڑھ تھا۔ اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہاں ایک بڑا مندر تھا جس کا بڑا پجاری رادھا کشن کٹر برہمن تھا۔ جب سے محمود غزنوی نے راجہ انند پال کو شکست دی تھی اور ملتان کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ پنڈت رادھا کشن کی نیند حرام ہو چکی تھی۔ پنڈت رادھا کشن نے ہندوستان

کی ریاستوں اجمیر، قنوج، گوالیار، کالنجر کے راجوں، مہاراجوں کو نگر کوٹ بلایا تھا اور آج مندر میں ان کا اجلاس تھا۔

ہوٹل میں ہندوؤں کی گفتگو سے ماریا کو اس اجلاس کا پتہ چل گیا تھا۔ اس نے سوچا مندر چل کر دیکھنا چاہیے کہ یہ ہندو لوگ کیا منصوبے بنا رہے ہیں۔ وہ ہوٹل سے نکل کر شہر کے بازاروں اور گلی کوچوں سے ہوتی ہوئی مندر کے سامنے آ گئی۔ مندر کی دیوار میں سے وہ شعاع بن کر گزر گئی۔

مندر کے اندر سر منڈے پنڈت رام رام کرتے آ جا رہے تھے اور کئی ہاتھوں والی دیوی کی مورتی کے آگے بھجن گا رہے تھے۔ ایک بڑے کمرے میں سارے راجے اور رادھا کشن پنڈت موجود تھے۔ کمرے کے دروازے پر پہرہ تھا لیکن ماریا کے لیے اندر جانا کوئی مشکل نہ تھا۔ وہ کمرے میں آ گئی۔ اس وقت پنڈت رادھا کشن کہہ رہا تھا:

"کیا تم سب عیش و عشرت میں گم ہو گئے ہو کہ ایک ملیچھ مسلمان حکمران تمہیں شکست دے رہا ہے؟"

ایک مہاراجے نے کہا:

"شکست انند پال نے کھائی ہے اگر مسلمان میرے مقابلے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پر آتے تو میں انہیں مزہ چکھا دیتا۔"

پنڈت رادھا کشن نے گرج کر کہا:

"نہیں تم غلط کہتے ہو۔ اس دیس کے ہر ہندو نے شکست کھائی ہے۔ غزنی کے سلطان (محمود غزنوی) نے ہندو دھرم کو ہار دی ہے۔ یہ میری شکست ہے تمہاری شکست ہے سب ہندوؤں کی شکست ہے۔ کیا بھیرہ اور ملتان کے مندر تمہارے لیے مقدس نہیں ہیں۔ کیا ان مندروں میں بھگوان نہیں رہتے۔ جن کی مورتیاں مسلمانوں نے توڑ پھوڑ دیں۔

پنڈت بڑے جوش بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"مجھے مورتیوں کے چہروں پہ قہر نظر آتا ہے۔ وہ ہم سے ناراض ہیں۔ یہ مندر، قلعہ اور پہاڑ لرزتے دکھائی دیتے ہیں کیا تم یہ برداشت کر لو گے کہ مسلمان یہاں بھی قابض ہو جائیں اور اس مندر میں بھی اذان کی آواز گونجے۔"

"نہیں نہیں" سارے ہندو راجے چلائے۔ ایک نے بڑے جوش سے کہا:

"ہم سب مل کر محمود غزنوی کا مقابلہ کریں گے ساری شکستوں کا بدلہ لے لیں گے۔"

پنڈت رادھا کشن نے خوش ہو کر کہا:

"شاباش۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ سب مل کر پشاور کی طرف کوچ کرو اور محمود غزنوی کو تباہ و برباد کر دو۔"

ماریا خاموش کھڑی یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔ پنڈت رادھا کشن نے ہندو راجوں کو بھڑکا دیا تھا۔ وہ مندر سے قسمیں کھا کر گئے کہ محمود غزنوی سے بدلا ضرور لیں گے۔ راجوں کے جانے کے بعد پنڈت دیوی کی مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گیا اور عبادت کرنے لگا۔ ماریا مندر میں گھوم پھر کر باہر نکل آئی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ پشاور جا کر محمود غزنوی کو ان حالات سے باخبر کر دے گی۔

ماریا بازار میں آ گئی۔ یکایک اسے عنبر کی بو محسوس ہوئی وہ اس طرف لپکی اور یہ دیکھ کر اس کا دل جھوم اٹھا کہ عنبر ایک سرائے کے باہر بیٹھا کھانا کھا رہا ہے۔ ماریا نے پاس جا کر گلاس اٹھا لیا۔ عنبر چونک پڑا اس نے بھی ماریا کی بو سونگھ لی تھی وہ بولا:

"ماریا بہن — تم۔ خدا کا شکر ہے تم مل گئیں میں تو ناگ اور تمہاری تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں۔"

ماریا نے چہک کر کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"عنبر تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ تمہیں دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ملی ہے۔"

دونوں خاصی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ سرائے کا نوکر جب بھی ان کے پاس سے گزرتا، عنبر کو باتیں کرتے دیکھ کر حیران رہ جاتا۔ اسے ماریا تو نظر نہیں آ رہی تھی۔ آخر اس نے قریب آ کر پوچھ ہی لیا:

"جناب آپ کس سے باتیں کر رہے ہیں یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

عنبر نے مذاق سے کہا:

"ماریا۔ ذرا اس سے اپنا تعارف تو کراؤ۔"

ماریا نے نوکر کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگی:

"ہیلو مسٹر ہندو۔ کیا حال ہے؟"

نوکر تو تھر تھر کانپنے لگا اور ہاتھ چھڑا کر چیخیں مارتا بھاگ گیا۔ سرائے میں ایک ہندو غنڈہ لال ہاتھی بھی تھا۔ وہ اپنی میز سے اٹھ کر عنبر کے پاس آ گیا اور اسے گھورتے ہوئے کہا:

"اوے۔ تم مسلمان ہو گیا؟"

عنبر نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"الحمد للہ۔ میں مسلمان ہوں، کیوں تمہیں کیا تکلیف ہے۔

گندے ٹلڈے۔"

لال ہاتھی کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ ایک مسلمان کی یہ مجال کہ اسے گندہ ٹلڈہ کہے۔ اس سے پورا نگر کوٹ ڈرتا تھا۔ لال ہاتھی کے ساتھی غنڈے بھی آ گئے ایک نے خنجر نکالا اور چیخ کر کہا:

"سردار لال ہاتھی اس ملیچھ کو بالوں سے گھسیٹ کر باہر سب کے سامنے ذبح کرو۔"

عنبر نے کہا:

"ماریا ہوشیار۔ ان بدبختوں کی موت آوازیں دے رہی ہے خوامخواہ گلے پڑ رہے ہیں۔"

"یہ تم کس سے باتیں کر رہے ہو۔ کون ہے یہ ماریا؟"

عنبر مسکرایا اور بولا:

"جناب لال ہاتھی۔ ماریا اپنا تعارف خود کرا لی ہے۔"

ایک غنڈے نے عنبر کے منہ پر مکا مارا۔ اسے یوں لگا جیسے کسی پتھر پر مکا مارا ہو۔ اسے درد ہوئی تھی مگر اس نے ظاہر نہ کیا اور عنبر کو کالر سے پکڑ کر سرائے سے باہر لے گیا۔ دو غنڈوں نے عنبر کو بازوؤں سے پکڑ لیا اور لال ہاتھی اپنی تلوار لہراتا ہوا عنبر کی طرف بڑھا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا جو اب تک خاموش تھی اس نے آگے بڑھ کر اپنا طاقت ور مکا لال ہاتھی کے منہ پہ مارا۔ لال ہاتھی کا ایک جبڑہ ٹوٹ کر لٹکنے لگا۔

عنبر نے قہقہہ لگا کر کہا۔

جناب لال ہاتھی۔ ماریا اپنا تعارف اسی طرح کراتی ہے۔ یقیناً آپ کو یہ انداز پسند آیا ہو گا۔

ہندو غنڈہ لال ہاتھی ہکا بکا تھا کہ اسے مکا کس نے مارا۔ وہ تلوار لے کر عنبر پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے عنبر کی گردن پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ سارے غنڈوں اور ہندوؤں نے منہ پرلی طرف کر لیا وہ عنبر کی گردن کٹتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ مگر یہ کیا۔ تلوار ٹوٹ کر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ لال ہاتھی نے بڑے تعجب سے پہلے تلوار کی طرف پھر عنبر کی طرف دیکھا۔

عنبر نے اپنے دونوں بازوؤں کو جھٹکا دیا۔ اسے پکڑنے والے غنڈے پرے جا گرے عنبر نے لال ہاتھی سے ٹوٹی تلوار چھین لی اور اس کے سینے میں گھونپ دی لال ہاتھی ہائے کہہ کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ دوسرے غنڈے عنبر پہ پل پڑے۔ اب ہم یہ بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ غنڈوں کا انجام کیا ہوا۔

تماشہ دیکھنے والے ہندو بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ عنبر ماریا کے ساتھ اس بازار سے نکل آیا۔ عنبر کو لیفے برابر ماریا کی خوشبو آ رہی تھی وہ اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ ماریا نے عنبر کو ہندو راجوں کے منصوبے کے متعلق سب بتا دیا۔

اسی شام وہ دونوں گھوڑوں پر سوار پشاور کی طرف روانہ ہو گئے۔

O

آیئے اب ناگ کی خبر لیں۔

شکاری چھری خوب تیز کر لینا چاہتا تھا کہ سفید عقاب کی انتڑیاں نکالتے وقت کھال خراب نہ ہو۔ سفید عقاب یعنی ناگ کو اب ہوش آنے لگا تھا۔ شکاری نے چھری تیز کر لی اور دوسرے کمرے سے پانی کی بالٹی اور مصالحہ لینے چلا گیا۔ ناگ کو ہوش آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ پاس ہی تیز دھار چھری پڑی ہے تو وہ کانپ گیا۔ اگر چند منٹ اور اسے ہوش نہ آتا تو شکاری نے اس کا کام تمام کر دیا ہوتا۔

ناگ فوراً انسان کے روپ میں آ گیا۔ اس کا بائیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بازو زخمی تھا اور خون بہہ رہا تھا۔ ناگ نے ایک طرف
پڑی چادر پھاڑ کر پٹی بازو پر باندھی اور مکان سے
باہر آ گیا۔

ادھر شکاری پانی اور مصالحہ لے کر آیا تو یہ دیکھ
کر ہکا بکا سا ہو کر رہ گیا کہ سفید عقاب غائب ہے
اس نے دروازے کی طرف دیکھا کنڈی ابھی تک ہل
رہی تھی وہ سمجھا کوئی سفید عقاب چرا لے گیا ہے چھری
اٹھائے بھاگ کر مکان سے باہر نکل آیا۔ دور اسے
ایک زخمی نوجوان جاتا دکھائی دیا۔ شکاری کے تو وہم و
گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ یہی نوجوان
عقاب بنا ہوا تھا۔

وہ بھاگتا ہوا ناگ کے پاس آ گیا اور کہا:

"تم نے کسی کو سفید عقاب لیے جاتے تو نہیں دیکھا"

اسی وقت شکاری کی نظر ناگ کے بازو پر بندھی
پٹی پر پڑی وہ چونک پڑا۔ اس نے اپنی چادر کی پٹی
پہچان لی تھی۔ اس نے چھری ناگ کے سینے سے
لگا دی اور غصے سے کہا:

"حرامی ـــــ تمہی چور ہو۔ بتاؤ میرا سفید عقاب کہاں
ہے۔ جلدی کرو میں بڑا اکھڑ آدمی ہوں ـــــ مار

ڈالوں گا۔"

یہ نئی مصیبت تھی ناگ نے اسے کس طرح سمجھاتا
کہ وہی عقاب تھا اس نے کہا:

"میاں۔ میں چور نہیں ہوں مجھے تمہارا سفید عقاب چرانے
کی کیا ضرورت تھی۔"

شکاری گرجا:

"جھوٹ بولتے ہو۔ چور کی اولاد۔ عقاب تمہارے
پاس ہی ہے۔"

ناگ باپ کی گالی برداشت نہ کر سکا۔ وہ تڑپ کر
کنگ کانگ بن گیا۔ شکاری کے تو ہوش اڑ گئے۔ اس
نے ایسی جادوگری پہلے نہ دیکھی تھی۔ کنگ کانگ نے شکاری
کو مٹھی میں دبوچ کر ایک اونچے درخت کے تنے سے
دے مارا۔ شکاری کی ہڈیاں بھی چکنا چور ہو گئیں اور وہ
گوشت کا لوتھڑا بن کر درخت سے چمٹا رہ گیا۔

ناگ دوبارہ انسان کے روپ میں آ کر کھیتوں میں
سے ہوتا ہوا پکی سڑک پر آیا اور آگے بڑھنے لگا۔
اس کے بازو کے زخم سے اب خون بہنا بند ہو گیا
تھا۔ اور زخم خودبخود مندمل ہو رہا تھا۔ ناگ کے خون
میں یہ تاثیر تھی کہ زخم بہت کم وقت میں ٹھیک ہو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جاتا تھا۔ رات گہری ہو چکی تھی۔ ناگ چلتا ہوا ایک سرائے میں پہنچ گیا۔

رات اس نے سرائے میں بسر کی اور اگلی صبح گھوڑا خرید کر پشاور کی طرف روانہ ہو گیا۔ موجودہ اٹک کے پل سے ہوتا ہوا ناگ پشاور میں داخل ہو گیا۔ پشاور پر ان دنوں محمود غزنوی کا قبضہ تھا۔ اتفاق کی بات کہ ناگ بھی اسی سرائے میں آیا جہاں عنبر اور ماریا ٹھہرے ہوئے تھے۔ سرائے میں آتے ہی ناگ کو ان کی خوشبو محسوس ہوئی اور وہ بے چین ہو گیا۔

ماریا اور عنبر اپنے کمرے میں تھے یکایک ماریا نے کہا۔

"عنبر بھائی۔ مجھے ناگ کی خوشبو آ رہی ہے وہ یہیں کہیں ہے میں دیکھ کر آتی ہوں۔"

عنبر بولا:

"مجھے بھی خوشبو آ رہی ہے۔"

ماریا کمرے سے نکلی۔ سامنے سے ناگ آ رہا تھا۔ اسے ماریا کی بڑی تیز خوشبو آئی۔ اس نے بے اختیار کہا۔

"ماریا بہن۔ یہ تم ہو کیا؟"

ماریا نے ہنس کر کہا:

"ناگ بھائی آداب۔"

ماریا، اسے لیے کمرے میں آ گئی۔ ناگ اور عنبر دونوں بھائی گلے لگ کر ملے اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ وہ تینوں بڑے خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ نے لمبی مدت کے بعد انہیں پھر سے اکٹھا کر دیا تھا۔

اگلی صبح عنبر نے کہا،

"ہمیں محمود غزنوی کے پاس چل کر ہندوؤں کے منصوبوں کی اطلاع دینی چاہیے۔"

ماریا بولی:

"ٹھیک ہے مگر پہلے میں جاتی ہوں اور شہر میں گھوم کر حالات کا پتہ کرتی ہوں۔"

ماریا چلی گئی۔ ناگ اور عنبر اپنے کمرے سے نکل کر نیچے آ گئے۔ اتفاق سے سرائے میں ایک سپیرا سانپوں کے کرتب دکھا رہا تھا۔ سپیرا ایک بڈھا سا گنجا آدمی تھا۔ اس کے ارد گرد سانپوں کی کئی پٹاریاں رکھی ہوئی تھیں۔ سرخ و سفید رنگ کا ایک سانپ پورے قد سے کھڑا پھن پھیلائے جھوم رہا تھا۔ ناگ اور عنبر بھی تماشائیوں میں جا کھڑے ہوئے۔

سپیرے کا منہ پھولا ہوا تھا اور وہ بڑے جوش سے بین بجا رہا تھا۔ اچانک سانپ کا پھن سکڑ گیا۔ وہ کنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور جس طرف ناگ کھڑا تھا پھن جھکا کر سلام کیا۔ سانپ نے اپنے ناگ دیوتا کی بو سونگھ لی تھی۔ سپیرا بڑا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

حیران ہوا کہ آج سانپ کو کیا ہو گیا ہے۔ بہرحال اس نے سانپ کو اٹھا کر پٹارے میں بند کیا اور بولا:

"بھائیو۔ اب میں تمہارے سامنے ایک ایسا سانپ پیش کرتا ہوں جو پورے ہندوستان میں کسی کے پاس نہ ہو گا۔ یہ سانپوں کا سردار ہے اور اس کا ڈسا پانی مانگنا تو دور رہا سانس بھی نہیں لے سکتا۔ آدمی پل بھر کے اندر مر جاتا ہے۔"

یہ کہہ کر سپیرے نے ایک کالی پٹاری کی طرف ہاتھ بڑھایا اسی وقت ناگ بول پڑا:

"میاں سپیرے۔ تمہیں اپنے سانپ پر اتنا ہی بھروسہ ہے۔ تو مجھے اس سے ڈسواؤ۔ میں بھی ایک سپیرا ہوں کسی سانپ کا مجھ پر زہر اثر نہیں کرتا بلکہ سانپ مجھ سے ڈرتے ہیں۔"

سپیرے کو غصہ آ گیا۔ ناگ بھرے مجمع کے سامنے اسے چھوٹا کر رہا تھا۔ اس نے کہا:

"ابے چھوکرے۔ کیوں اپنی جان کا دشمن ہو رہا ہے۔ تو سپیرا ہے۔ ہونہہ۔ تو نے کبھی کیچوا بھی نہ پکڑا ہو گا۔ جا ماں کی گود میں سر رکھ کر سو جا۔ سانپوں سے کھیلنا بچوں کا کام نہیں۔"

لوگوں نے قہقہے لگانا شروع کر دیے۔ اب عنبر بولا:

"اچھا چلو۔ مجھے سانپ سے ڈسواؤ۔ مجھ پر بھی سانپوں کا

زہر اثر نہیں کر سکتا۔"

سپیرے نے حیرانی سے سر گھمایا کہ یہ سر پھرے نوجوان کہاں سے آ گئے ہیں۔ اس نے کہا:

"کیا تمہیں اپنی زندگی سے پیار نہیں ہے؟"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"میاں سپیرے۔ اب الٹی سیدھی باتیں کر کے مت ٹالو۔ صاف کہہ دو کہ سانپ زہریلے نہیں ہیں اور تم لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہو۔"

اب تو سپیرا گرم ہو گیا۔ اس نے کہا:

"تم مرنا ہی چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔ ذرا اس پٹارے سے سانپ نکال کر تو دکھاؤ۔ اگر تم پٹارے میں ہاتھ ڈال کر سانپ کو نکالنے میں کامیاب ہو گئے تو میں تمہیں اپنا استاد مان لوں گا۔"

عنبر نے کہا:

"منظور ہے۔"

سارے لوگ بڑی دلچسپی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ عنبر مجمع سے نکل کر میدان میں آ گیا۔ کالے پٹارے پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ سپیرے نے کپڑے کے اوپر زور سے انگلی ماری تو اندر سے سانپ بڑے خوف ناک انداز میں پھنکارا۔ اس کی شوکر سن کر کئی کمزور دل لوگ سہم گئے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سپیرے نے عنبر سے کہا:

"کیوں جوانی میں موت مانگ رہے ہو۔ اب بھی وقت ہے مجھ سے معافی مانگو اور بھاگ جاؤ۔"

عنبر جواب میں ہنس پڑا۔ اس نے پٹارے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ سارا مجمع خاموش ہو گیا۔ ایسی گہری خاموشی کہ سوئی گرے تو اس کی بھی آواز صاف سنائی دے۔ سپیرے کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔ اسے یقین تھا کہ پٹارے میں ہاتھ ڈالتے ہی سانپ عنبر کو ڈس لے گا۔ اور ایک سیکنڈ کے اندر اندر عنبر کی لاش یہاں پڑی ہو گی۔

عنبر نے پٹارے سے کپڑا کھول دیا۔ اندر سے سانپ کی خوفناک شوکر سنائی دی۔ عنبر نے دیکھا ایک موٹا دھاری دار سانپ اپنی سرخ آنکھوں سے اسے گھور رہا ہے۔ اس کی زبان لپلپا رہی ہے۔ عنبر نے سانپ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ سانپ تڑپ کر اچھلا اور اس نے عنبر کے ہاتھ پر ڈس لیا۔

سپیرے نے چیخ کر کہا:

"افسوس۔ تو ضد سے باز نہ آیا اور موت کے منہ میں چلا گیا۔ افسوس صد افسوس۔"

سپیرا سمجھ رہا تھا کہ ابھی عنبر زمین پر گرے گا اور مر جائے گا لیکن عنبر تو اطمینان سے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ کئی منٹ گزر گئے۔ پھر عنبر نے کہا:

"کہیے جناب۔ اب کیا خیال ہے۔ آپ کے سانپ نے مجھے کاٹا اور میں ابھی تک زندہ ہوں۔"

سپیرے کا تو دماغ گھوم گیا۔ اس کی ساری زندگی سانپوں میں گزری تھی مگر ایسا منظر پہلے اس نے نہ دیکھا تھا۔ دھاری دار سانپ کسی کو کاٹے اور وہ بچ جائے۔ وہ منہ پھاڑے عنبر کو دیکھ رہا تھا۔

اب ناگ نے کہا:

"کہیے جناب۔ اب میں اپنے کمال کا مظاہرہ کروں۔"

ناگ پٹارے کی طرف بڑھا۔ دھاری دار سانپ جو شوکریں مارتا ہوا جھوم رہا تھا۔ اچانک خاموش ہو گیا۔ ناگ نے اسے پکڑ لیا۔ وہ سانپ جو بڑے ماہر سپیرے جان پر کھیل کر پکڑتے تھے۔ بے ضرر کیچوے کی مانند ناگ کے ہاتھ میں جھول رہا تھا۔ سارا مجمع حیران پریشان تھا۔

ناگ نے سانپ کو زمین پر ڈال دیا۔ سانپ نے اس کے گرد چار چکر لگائے اور قدموں میں پھن رکھ دیا۔ سپیرا پریشان سا ہو گیا۔ وہ سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا عنبر اور ناگ کو حیرت زدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

ناگ نے کہا:

"بابا جی ۔۔۔ اب کیا کہتے ہیں؟"

بڈھے سپیرے نے گہری سانس لے کر کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"مان گیا تم بہت بڑے سپیرے ہو لیکن یہ بات حلق
سے نہیں اترتی کہ تم زندہ کیسے بچ گئے۔ یہ سانپ ہاتھی
کو ڈس لے تو وہ بھی مر جاتا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"ہم نے ایسی دوا پی رکھی ہے جس کی وجہ سے زہر
اثر نہیں کرتا۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ سانپ بہت زہریلا
ہے۔"

سپیرے نے سر جھٹک کر ناگ کی طرف دیکھا۔ ناگ
بھی اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی نگاہیں آپس
میں ملیں تو سپیرا کانپ اٹھا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ کسی
بڑے ناگ کے سامنے ہے۔ ناگ کی آنکھوں میں
سانپ ایسی سرخی اور کشش جو تھی —— اس نے
جلدی سے اپنی نظر ہٹا لی۔ سپیرے کا دل دھڑکنے لگا تھا۔

سانپ کے انسان بننے کے بارے میں وہ ساری کہانیاں
جو سپیرے نے سن رکھی تھیں اس کے دماغ میں گونجنے لگیں۔
اسے یقین ہو گیا کہ یہ نوجوان ضرور سانپوں کی دنیا سے تعلق
رکھتا ہے۔ اس نے عنبر کی آنکھوں میں دیکھا۔ سرخی اور کشش
نہ تھی۔ سپیرا چکرا گیا۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ اس نوجوان پر سانپ
کے زہر نے اثر کیوں نہیں کیا۔ بہرحال اس نے اپنے سارے
پٹارے باندھے اور سرائے سے بھاگ نکلا۔

مکار جوگی

گنجا سپیرا سرائے سے بھاگ کر سیدھا اپنی بستی میں گیا۔
بستی میں ایک بوڑھا جوگی سپیرا رہتا تھا۔ وہ بہت ماہر
اور ہوشیار تھا۔ گنجا اس کی جھونپڑی میں پہنچ گیا۔ جوگی اس
وقت سانپوں کی کینچلی سے کوئی دوا تیار کر رہا تھا۔ گنجے کو
دیکھ کر وہ بولا:

"آؤ بھئی۔ آج تو بہت جلدی آ گئے ہو کیا بہت کمائی
کر لی ہے؟"

گنجے نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا:

"جوگی بابا۔ آج تو میں ایک ایسا خزانہ دیکھ کر آیا ہوں
جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔"

جوگی کے حرکت کرتے ہاتھ تھم گئے۔ اس نے اپنی
چمک دار آنکھوں سے گنجے کی طرف دیکھا اور بولا:

"بات کیا ہے۔ کون سا خزانہ ہاتھ لگ گیا؟"

گنجے نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں نے اتفاق سے ایک ایسے سانپ کا پتہ چلا لیا ہے جو بھیس بدل کر انسان بن سکتا ہے۔ بابا تم نے ایک بار کہا تھا کہ اگر ایسا سانپ مل جائے تو تم اسے قابو کر کے زمین میں چھپے ہوئے خزانوں کا پتہ چلا سکتے ہو۔"

جوگی خوش ہو کر بولا:

"ہاں ہاں ۔۔۔ ایسا ہو سکتا ہے میرے پاس ناگن دیوی کی کینچلی سے بنا ایک ایسا سفوف ہے جو کسی بھی سانپ کے سر پر ڈال دیا جائے تو وہ بے بس ہو جاتا ہے۔ بتاؤ بھیس بدلنے والا سانپ کہاں ہے؟"

گنجے نے ساری بات سنا دی۔ جوگی جھونپڑی میں ٹہلنے لگا پھر اس نے بے چینی سے کہا:

"میں سانپ کو قابو کر کے اس کا سر کاٹ لوں گا۔ یہ سر ایک ہفتے بعد سکڑ کر چھوٹا ہو جائے گا۔ پھر میں اسے پانی کے ساتھ نگل جاؤں گا تو میری آنکھوں میں اتنی طاقت آ جائے گی کہ وہ زمین کے نیچے بھی دیکھ سکیں گی۔ اس طرح ہم پرانے بادشاہوں کے خزانے ڈھونڈ نکالیں گے لیکن ۔۔۔ لیکن ایسے سانپ کو پکڑنے کے لیے بڑی ہوشیاری و عیاری سے کام لینا ہو گا اگر اسے پتہ چل گیا تو ہم دونوں کو ہرگز زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

جوگی بڑے عیار ذہن کا مالک تھا اس نے ترکیب سوچ لی اور سپیرے کو سمجھا کر واپس سرائے کی طرف بھیج دیا۔ سپیرا جب سرائے میں پہنچا تو عنبر کہیں باہر گیا ہوا تھا صرف ناگ موجود تھا۔ سپیرے نے بڑی مظلوم شکل بنا کر اس سے کہا:

"استاد جی ۔ آپ مہا سپیرے ہیں میں تو آپ کے قدموں کی خاک بھی نہیں۔ مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ یہاں پاس ہی پرانے مندر کے کھنڈرات میں ایک سانپ رہتا ہے میں کئی مہینوں سے اسے پکڑنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر وہ ہاتھ نہیں آیا۔ مجھے لگتا ہے آپ اس کام میں بڑے تاک ہیں میری مدد کریں۔"

سپیرے نے ایسی چکنی چپڑی باتیں کیں کہ ناگ راضی ہو گیا۔ اس نے سوچا غریب سپیرا ہے سانپوں کا تماشہ دکھا کر اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہے اس کی مدد کرنا چاہیے۔ اسے بھلا کیا معلوم تھا کہ سپیرا ایک نمبر کا مکار ہے اور عیاری کر رہا ہے۔ ناگ نے عنبر کی واپسی کا بھی انتظار نہ کیا اور سپیرے کے ساتھ چل پڑا۔

سپیرا ناگ کو لے کر پرانے مندر کے کھنڈر میں آ گیا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہاں ایک تہہ خانہ تھا جس میں جوگی چھپا ہوا تھا پیرے نے تہہ خانے کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"جناب۔ اسی تہہ خانے کے اندر کسی کھوہ میں وہ سانپ رہتا ہے۔ ذرا ہوشیاری سے پکڑیئے گا۔"

اندر جوگی نے اس کی بات سن لی تھی۔ اس نے اپنے منہ سے سانپ کی پھنکار کی آواز نکالی۔ بڑا مکار انسان تھا۔ ناگ کو ذرا بھی یہ شک نہ ہوا کہ سانپ کی بجائے کسی اور نے پھنکار کی آواز نکالی ہے۔

اس نے کہا:

"میں ابھی اس سانپ کو پکڑ لاتا ہوں۔ یہ تو میرے لیے معمولی بات ہے۔"

ناگ تہہ خانے میں اترنے لگا۔

جونہی وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا۔ جوگی جو سیڑھیوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا نکل آیا۔ اس نے بڑی تیزی سے ناگن دیوی کی تھیلی سے بنا سفوف ناگ کے سر پر ڈال دیا۔ ناگ وہیں سن ہو گیا۔ اسے یوں لگا جیسے زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لیے ہیں۔ اس نے پھرتی سے سانپ کا بھیس بدلا مگر یہ کیا؟ سانپ آزاد نہیں تھا اس کی دم زمین میں پھنسی ہوئی تھی۔ ناگ شیر بن گیا مگر شیر کے

پنجے زمین نے جکڑ رکھے تھے۔

جوگی نے قہقہہ لگا کر کہا:

"اے سانپ۔ تو اس قید سے نہیں نکل سکتا۔ ہا ہا ہا۔ اب میں سارے خزانوں کا پتہ چلا لوں گا اور دنیا کا سب سے مال دار شخص بن جاؤں گا۔"

پیرے نے جب جوگی کے قہقہے کی آواز سنی تو تہہ خانے میں آ گیا۔ ناگ کو قابو میں دیکھ کر وہ بھی خوش ہونے لگا۔ ناگ نے انسان بن کر کہا:

"او مکار پیرے۔ تیرا انجام بہت برا ہو گا۔ تو نے دھوکا کیا ہے اور دھوکا باز کو سزا مل کر رہتی ہے۔"

جوگی نے مکاری سے آنکھوں کو گردش دے کر کہا:

"ہی ہی ہی — سزا کون دے گا۔ تم تو ہماری قید میں آ گئے ہو اب میں تمہارا سر کاٹ کر ایک ہفتے بعد کھا جاؤں گا۔"

ناگ بڑی مشکل میں پھنس چکا تھا۔ اب اسے اپنی حماقت کا احساس ہو رہا تھا کہ اس نے پیرے پر بھروسہ کر کے کتنی بڑی غلطی کی تھی۔ کم بخت پیرا تو اسے موت کے منہ میں لے آیا تھا۔

خدا کی شان۔ وہ ہمیشہ اپنی نیک مخلوق کی مدد فرماتا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تہہ۔ اس کھنڈر کے نیچے ایک پرانے پنڈت کا خزانہ تھا جس پر ایک سبز سانپ پہرہ دیتا تھا۔ اس سبز سانپ نے اپنے ناگ دیوتا کی خوشبو سونگھ لی تھی۔ وہ زمین کے نیچے پھن پھیلا کر پھنکارا۔ اس کا پھن بڑا تھا اور اس پر کالے دھبے تھے۔ چند بال بھی اُگے ہوئے تھے۔ یہ سانپوں کی بڑی زہریلی نسل سے تھا۔

سبز سانپ زمین کی تیسری تہہ سے نکل کر اوپر آنے لگا۔ اس کی رفتار بڑی تیز تھی چند ہی منٹ میں وہ زمین پر آ گیا اور تہہ خانے کی طرف رینگنے لگا۔ اب اسے ناگ دیوتا کی خوشبو بہت تیز آ رہی تھی۔ تہہ خانے کی سیڑھیوں میں آتے ہی سانپ نے دیکھا کہ ناگ دیوتا انسان کے بھیس میں کھڑا ہے اور ایک بوڑھا آدمی چھری سے اس کا سر کاٹنے کی تیاری کر رہا ہے۔

سانپ تو غصے سے کانپنے لگا۔ ایک آدمی کی یہ مجال کہ وہ ناگ دیوتا کی طرف ٹیڑھی نظر سے دیکھے۔ سبز سانپ کا پھن تن گیا۔ اس نے سیڑھیوں سے چھلانگ لگائی اور جوگی پر آ گرا۔ اس ناگہانی آفت سے جوگی گھبرا گیا۔ سانپ اس کی گردن سے لپٹ گیا اور اس کے گلے میں اپنے دانت گاڑ کر سارا زہر اگل دیا۔

جوگی کی بھیانک چیخ سے تہہ خانہ گونج اٹھا۔ وہ تڑپ کر گرا اور مر گیا۔ جوگی کے مرتے ہی ناگ اپنی صحیح حالت میں آ گیا۔ سپیرے نے جب یہ دیکھا تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے وہ سیڑھیوں کی طرف بھاگا۔ سبز سانپ نے اس پر چھلانگ لگائی مگر اس کا وار خالی گیا اور سپیرا تہہ خانے سے نکل کر باہر بھاگ گیا۔

ناگ نے کہا:

"اے سبز سانپ — تیرا شکریہ — تو نے عین وقت پر آ کر مجھے اس موذی انسان سے بچایا۔"

سبز سانپ نے سر جھکا کر ادب سے عرض کی:

"ناگ دیوتا — یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ میں آپ کے کسی کام آ سکا۔"

ناگ تہہ خانے سے نکل آیا۔ وہ اب مکار سپیرے کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ مکار سپیرا بھاگتا ہوا دور نکل چکا تھا۔ ناگ گہری سانس لے کر عقاب بنا اور اڑتا ہوا سپیرے کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے غوطہ لگایا اور سپیرے کی گردن پر اپنے نوکیلے پنجے مارے۔ سپیرے کی گردن ادھڑ گئی اور خون گرنے لگا وہ چلایا:

"عظیم سانپ۔ میری خطا معاف کر دے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ مکار انسانوں کو معاف کرنے کا عادی نہیں تھا۔ وہ لوگ جو مکار اور دغا باز ہوتے ہیں۔ جن کے دلوں پر لالچ کی مہر لگ جاتی ہے جو اچھے بڑے کی تمیز کھو بیٹھتے ہیں ان کا مر جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔ ناگ نے دونوں پنجوں سے پیرے کی آنکھیں پھوڑ دیں اور وہ چیختا ہوا مر گیا۔

ناگ انسان بن کر واپس سرائے میں آ گیا۔ عنبر اور ماریا کمرے میں موجود تھے۔ ناگ کو دیکھ کر عنبر نے کہا:

"بھائی — تم کہاں چلے گئے تھے ہم دونوں پریشان ہو رہے تھے۔"

ناگ نے کہا:

"اس دنیا میں بدبخت انسانوں کی کمی نہیں۔ ایک بدبخت آج میرے ہاتھوں مارا گیا ہے۔"

ناگ نے عنبر اور ماریا کو ساری بات بتا دی پھر وہ تینوں سرائے سے نکل کر محمود غزنوی کے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔ عنبر اور ناگ ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ماریا کبھی ان کے آگے ہو جاتی تو کبھی پیچھے۔ اس بات کا اندازہ وہ ماریا کی خوشبو سے کرتے تھے جو کبھی پیچھے سے اور کبھی آگے سے آنے لگتی تھی۔

وہ محمود غزنوی کے لشکر کے پاس آ گئے۔ یہاں عنبر کو ایک جانی پہچانی شکل نظر آئی۔ یہ شعیب تھا وہی مسلمان جاسوس جسے عنبر نے شمشان گھاٹ والے قلعے سے آزاد کرایا تھا۔ وہ ایک سپاہی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ عنبر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ شعیب چونک کر مڑا۔ عنبر کو دیکھ کر پہلے تو وہ حیران ہوا پھر اس سے لپٹ گیا اور بولا:

"دوست — تم اور یہاں؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"خدا کو زندگی منظور تھی بچ گیا۔ میں مسلمان فاتح محمود غزنوی سے ملنے کا خیال کر کے پشاور آیا ہوں۔ یہ میرا عزیز دوست اور بھائی ناگ ہے۔"

شعیب نے سوچتے ہوئے کہا:

"محمود غزنوی تک تو میں تمہیں لے جا سکتا۔ ہاں سالار عبداللہ الطائی تک پہنچا سکتا ہوں۔"

شعیب ان دونوں کو لے کر عبداللہ الطائی کے پاس آ گیا اور کہا:

"جناب۔ اس سرفروش عنبر نے مجھے قلعے کی قید سے آزادی دلائی تھی اور میری جگہ خود قید ہو گیا!"

عبداللہ الطائی نے تالی بجائی۔ فوراً دو مسلح فوجی اندر آ گئے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عبداللہ الطائیؒ نے کڑک کر کہا:

"گرفتار کر لو ان دونوں کو ــــ یہ ہندوؤں کے جاسوس ہیں اور سلطان محمود غزنوی کو قتل کرنے کے ارادے سے یہاں آئے ہیں۔"

ناگ، عنبر ہونچکے رہ گئے۔ ماریا بھی حیران ہوئی۔

شعیب نے کہا:

"جناب سالار۔ یہ دونوں میرے دوست ــــ"

"چپ۔" عبداللہ الطائیؒ گرجا "شعیب میں تمہیں اتنا بیوقوف نہیں سمجھتا تھا۔ ذرا سوچو۔ اگر تم عنبر کو قلعے کے برج میں چھوڑ آئے تھے تو یہ ہندو فوجیوں کی قید سے کیسے نکلا۔ اگر یہ واقعی مسلمان مجاہد ہوتا تو ہندو اسے قتل کر ڈالتے ــــ یہ ہندوؤں کا جاسوس ہے اور اس نے جان بوجھ کر تمہیں بھگایا تھا تاکہ بعد میں تمہارا دوست بن کر سلطان محمود غزنوی تک پہنچ سکے اور ان پر حملہ کرے۔"

عنبر نے کہا:

"جناب ــ ہم ہندو جاسوس نہیں ہیں۔ ہم پکے اور سچے مسلمان ہیں"

عبداللہ الطائیؒ نے پاؤں زمین پر مارا اور کہا:

"بکواس بند کرو۔ اگر تم جاسوس نہیں ہو تو ہندو فوجیوں

نے تمہیں زندہ کس طرح چھوڑ دیا؟"

اب عنبر اس بات کا کیا جواب دیتا۔ وہ اپنا یہ راز ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ موت اسے نہیں آ سکتی۔ ماریا نے عنبر کے کان میں کہا:

"ان دونوں فوجیوں کا خاتمہ کر دوں؟"

عنبر نے آہستہ سے کہا:

"نہیں ماریا ــ یہ مسلمان ہیں ہمارے بھائی۔ ان کا کہنا بھی بالکل ٹھیک ہے یہ میری خفیہ طاقت کے بارے میں نہیں جانتے۔"

عبداللہ الطائیؒ نے حکم دیا:

"ان دونوں جاسوسوں کو اسی وقت قتل کر دیا جائے۔ جاسوس کی سزا موت ہی ہوتی ہے۔"

ایک فوجی نے لمبی تلوار میان سے کھینچ لی اور ناگ کی طرف بڑھا جونہی وہ پاس آیا ناگ کبوتر بن کر پھڑ سے اڑا اور کمرے میں چکر کاٹنے لگا۔ فوجی کے ہاتھ سے تلوار گر گئی وہ دہشت کھا کر پیچھے کو گرا۔

سالار عبداللہ الطائیؒ بھی بت بنا دیکھتا رہ گیا کہ یہ کیسے ہو گیا پھر اس نے چیخ کر کہا:

"یہ جادوگر ہیں۔ مار ڈالو اسے!"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دوسرا فوجی تلوار لیے عنبر پر ٹوٹ پڑا۔ اس کی تلوار کے
ساتھ وہی ہوا جو ہمیشہ ہوتا ہے۔ وہ ٹوٹی ہوئی تلوار کو حیران
ہو کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پسینہ آ گیا تھا۔

عنبر نے کہا:

"جناب۔ آپ نے دیکھ لیا میں مر نہیں سکتا۔ اب آپ
کو مان لینا چاہیے کہ میں جاسوس نہیں ہوں اگر میرا ارادہ
سلطان محمود غزنوی کو مارنے کا ہوتا تو میں ساری فوج کو قتل
کر کے ان تک پہنچ جاتا۔ اب بہتر یہی ہے کہ ہمیں سلطان
تک لے جائیں"

عبداللہ الطائی حیران تھا۔ اس نے کہا:

"ٹھیک ہے کل صبح میں تمہیں سلطان محمود غزنوی کے سامنے
پیش کروں گا"

ان کے جاتے ہی عبداللہ الطائی نے مسلمان سائنس دان و
منجم ابو ریحان البیرونی کو بلا بھیجا۔ البیرونی کو محمود غزنوی کے
درباری علماء میں ممتاز مقام حاصل تھا۔ وہ ۹۷۳ء کے قریب
خوارزم کے ایک علاقے بیرون میں پیدا ہوا تھا اس لیے
وہ البیرونی کہلاتا تھا۔ وہ علم نجوم کا زبردست ماہر تھا۔

ایک بار سلطان محمود غزنوی نے البیرونی کا امتحان لیا۔
وہ اسے ایک ایسے کمرے میں لے گیا جس میں کئی دروازے

تھے۔ کمرے میں پہنچ کر سلطان غزنوی نے کہا:

"اے البیرونی۔ آج تیرے علم کا امتحان ہے۔ ذرا حساب
لگا کر بتا میں کس دروازے سے واپس جاؤں گا"

ابو ریحان البیرونی نے حساب لگایا اور اپنا جواب ایک
کاغذ پر لکھ کر محمود غزنوی کو دے دیا۔ محمود غزنوی نے اسی
وقت اپنے محافظوں کو حکم دیا کہ کمرے کی دیوار توڑ کر ایک
نیا دروازہ بنایا جائے میں نئے دروازے سے واپس جاؤں
گا۔ ایسا ہی ہوا۔ نیا دروازہ بنا اور باہر آ کر محمود غزنوی نے
البیرونی کی پیش گوئی پڑھی لکھا تھا:

"سلطان معظم! ان دروازوں میں سے کسی سے واپس نہیں
جائیں گے بلکہ دیوار توڑ کر نیا دروازہ بنوائیں گے"

سلطان محمود غزنوی، البیرونی کے فن پر عش عش کر اٹھا
تھا۔ البیرونی نے کئی کتابیں بھی لکھیں جن میں "کتاب الہند"
اور "قانون مسعودی" بہت مشہور ہیں۔ "قانون مسعودی" لکھنے پر
سلطان محمود غزنوی کے بیٹے مسعود نے خوش ہو کر البیرونی
کو چاندی کے اتنے سکے دیئے تھے جنہیں ایک ہاتھی ہی
اٹھا سکتا تھا۔

ابو ریحان البیرونی آ گیا۔

عبداللہ الطائی نے اٹھ کر استقبال کیا اور کہنے لگا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"معزز بزرگ۔ میں نے آپ کو اس لیے تکلیف دی ہے کہ میں دو نوجوانوں کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہیں؟"

عبداللہ الطائی نے البیرونی کو ناگ اور عنبر کے بارے میں بتایا۔ البیرونی نے اپنی سفید داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور کبوتر کے پَر سے بنے ہوئے قلم کو سیاہی میں ڈبو کر زائچہ بنانے لگا۔ زائچہ بن گیا اور اس کے ساتھ ہی البیرونی پریشان ہو گیا۔ عبداللہ الطائی نے یہ دیکھا تو پوچھا:

"معزز بزرگ کیا بات ہے آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں؟"

ابو ریحان البیرونی نے کہا:

"بات ہی ایسی ہے۔ یہ دونوں آدمی روئے زمین کے عجیب ترین آدمی ہیں۔"

"کیا" عبداللہ الطائی نے حیران ہو کر کہا:

"عجیب آدمی۔ میں کچھ سمجھا نہیں۔"

ابو ریحان البیرونی کہنے لگا:

"سالار ان میں سے ایک شخص عنبر ہے جو لافانی ہے۔ وہ کسی زبردست جادو کے زیر اثر ہے اور موت اسے آ نہیں سکتی۔ اسے چاہے بلند قلعے کی فصیل سے گرا دیا جائے

یا ہاتھی کے پاؤں تلے کچلوایا جائے۔ پوری فوج اس پر تلواروں اور تیروں سے ٹوٹ پڑے وہ مرنے والا نہیں وہ زندہ رہے گا کب تک ــــ اس بارے میں ستارے خاموش ہیں۔"

عبداللہ الطائی حیرت سے منہ پھاڑے البیرونی کی باتیں سن رہا تھا جو کہہ رہا تھا:

"دوسرا شخص جس کا نام ناگ ہے۔ ایک سانپ ہے جو ہر روپ دھار سکتا ہے اسے بھی تم نہیں مار سکتے۔ مارو گے تو وہ پھر زندہ ہو جائے گا۔ اسے مکمل طور پر مارنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی لاش کو پورے ایک ماہ تک تیزاب میں بھگو کر رکھا جائے اور ہر ہفتے اس کے ٹکڑے آگ میں جلائے جائیں۔ پھر اسے کھولتے ہوئے تانبے میں ڈال دیا جائے تب وہ ہمیشہ کے لیے مرے گا۔ اے عبداللہ الطائی ان کے ساتھ ایک عورت بھی ہے۔"

"عورت" عبداللہ الطائی نے کہا:

"میں نے تو کوئی عورت نہیں دیکھی۔"

"تم دیکھ بھی نہیں سکتے وہ غیبی حالت میں ہے اس کا نام ماریا ہے وہ بھی پر اسرار طاقتوں کی مالک ہے۔"

عبداللہ الطائی چکرا گیا۔ ابو ریحان البیرونی کے علم کو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جھٹلا بھی نہیں سکتا تھا اس نے کہا:

"معزز بزرگ۔ یہ بتاؤ کیا وہ ہمارے ساتھ مخلص ہیں۔"

البیرونی نے کہا:

"ہاں عنبر اور تاگ سچے مسلمان ہیں۔ وہ ہندو جاسوس نہیں ہیں۔"

ابو ریحان البیرونی واپس چلا گیا۔ اگلے دن عنبر اور تاگ سلطان محمود غزنوی کے سامنے پیش کیے گئے۔

سلطان محمود غزنوی اس وقت جنگی نقشے پر غور کر رہا تھا۔ وہ مضبوط جسم اور متناسب اعضاء کا مالک تھا قد درمیانہ تھا اور آنکھیں روشن ——— اس کی ٹھوڑی گول اور چہرے پر چھوٹی داڑھی تھی۔ اس کے چہرے سے جاہ و جلال ٹپکتا تھا۔ عنبر کو وہ شیر کی طرح، بہادر، پھرتیلا اور دلیر لگا۔

سلطان محمود غزنوی سچا مسلمان تھا۔ سادگی پسند اور باقاعدگی سے نماز پڑھنے والا۔ وہ انصاف پسند حکمران تھا۔ اس نے ایک بار اپنے بھانجے کو جرم ثابت ہونے پر اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا تھا۔

عبداللہ الطائی نے کہا:

"سلطان معظم! یہ دونوں مسلمان ہیں اور لاہور سے آئے ہیں۔"

سلطان محمود غزنوی کو ابو ریحان البیرونی عنبر اور تاگ کے بارے میں بتا چکا تھا اس نے کہا:

"مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ وہ اسلام کے مضبوط رشتے سے بندھے ہوتے ہیں۔ یہ ہمارے معزز مہمان ہیں ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ یہ ہمارے پاس آئے۔"

سلطان محمود غزنوی کی آواز میں شیر کی سی گرج تھی۔ عنبر نے ایسی گرج دار آواز پہلے کبھی نہ سنی تھی اس نے کہا:

"سلطان معظم ——— ہم آپ کو یہ اہم اطلاع دینے آئے ہیں کہ سارے ہندو راجے مل کر آپ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

محمود غزنوی نے مسکرا کر کہا:

"ہمیں اطلاع مل چکی ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے، لیکن خدا ہمارے ساتھ ہے وہ ہماری مدد فرمائے گا۔ جنگ جذبے سے لڑی جاتی ہے۔ جنگ بدر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر مسلمانوں کے ساتھ کفار کے لشکر جرار کو شکست فاش دی تھی۔ ہم بھی انشاءاللہ اسلام کے دشمنوں کے لیے لوہے کے چنے ثابت ہوں گے جنہیں چبانے کی کوشش میں دشمن کو اپنے دانتوں سے محروم ہونا پڑے گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر اور ناگ کافی دیر سلطان محمود غزنوی کے ساتھ
رہے انہوں نے دیکھا کہ محمود غزنوی جنگ کا نقشہ خود بناتا
ہے۔ وہ ایک عظیم جرنیل ہے۔

ادھر ہندو ریاستوں، گوالیار، اجین، کالنجر وغیرہ کی فوجیں
لاہور پہنچ چکی تھیں اور وہاں سے پشاور کی طرف کوچ کی
تیاریاں کر رہی تھیں۔ مندروں میں مذہب کے متعلق کم اور
مسلمان دشمن کی باتیں زیادہ کی جاتی تھیں۔ سارے ہندو
بپھرے ہوتے تھے۔ اور اپنی شکستوں کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔

تاریخ دان لکھتے ہیں کہ اتنی بڑی متحدہ فوج ہندوستان
میں پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ اس متحدہ فوج کا
سالار لاہور کے راجہ انند پال کا بیٹا برہمن پال تھا۔

ستمبر ۱۰۰۸ء میں یہ فوج پشاور کی طرف بڑھنے لگی۔ راستے
میں مختلف علاقوں کے چھوٹے موٹے لشکر شامل ہوتے گئے
اس فوج میں جہلم، راولپنڈی اور اٹک کے جنگجو کھوکھر
قوم کے لوگ بھی شامل ہو گئے۔ کھوکھر درندوں کی طرح
لڑائی کرتے تھے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے آگئیں اور
خیمہ زن ہو گئیں۔

ناگ، ماریا اور عنبر بھی اس کثیر لشکر کو دیکھ رہے تھے
ناگ نے کہا:

"عنبر بھائی۔ میں دشمن کے لشکر میں جا کر دیکھتا ہوں
کہ ان کے منصوبے کیا ہیں۔"

ناگ چھوٹی سی چڑیا بن کر اڑا اور ہندو لشکر میں آ
گیا۔ ایک ویران گوشے میں وہ انسان بن کر لشکر میں
آ گیا۔ ایک ویران گوشے میں وہ انسان بن کر لشکر میں
گھومنے پھرنے لگا۔ راجہ انند پال اور برہمن پال کے خیمہ
کے باہر پہرہ لگا ہوا تھا۔ ناگ ٹہلتا ہوا ادھر گیا تو ایک
کھوکھر سردار نے اسے روک لیا اور گرج کر کہا:

"کون ہو تم۔ ہندو سینا کے سپاہی تو نظر نہیں آتے۔
ضرور تم دشمن کے جاسوس ہو۔"

ناگ نے کہا:

"بھائی میں جاسوس نہیں ہوں۔"

اکھڑ مزاج کھوکھر کا پارہ چڑھ گیا۔ اس نے تلوار نکالی
اور لہرا کر کہا:

"تم نے مجھے جھوٹا کہا ہے میں تمہیں ہرگز زندہ نہیں
چھوڑوں گا۔ ابھی تمہاری لاش یہاں پھڑک رہی ہو گی۔"

کھوکھر تو گلے ہی پڑ گیا تھا۔ ناگ نے بہتیرا کہا کہ
میاں میں جاسوس نہیں لیکن کھوکھر کے بھیجے میں یہ بات
کہاں آتی۔ اس دوران کئی سپاہی ان کے گرد جمع ہو چکے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھے۔ وہ بھی شور مچانے لگے مار ڈالو سالے جاسوس کو۔ گردن اتار دو اس کی۔ بچ کر نہ جانے پائے۔

صورت حال بگڑ گئی تھی۔ ناگ نے کہا،

"الو کے پٹھے — تمہارا تو باپ بھی مجھے نہیں مار سکتا۔ لو میں جا رہا ہوں۔"

کھوکھر گالی سن کر آپے سے باہر ہو گیا۔ اس نے تلوار گھمائی مگر ناگ وہاں کہاں تھا۔ وہ تو کبوتر بن کر اڑ چکا تھا۔ کئی سپاہی چیخ پڑے ارے یہ تو کوئی جادوگر تھا۔ کھوکھر ہکا بکا کھڑا آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ناگ واپس عنبر اور ماریا کے پاس آ گیا اور تینوں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں ایک فوجی کھانا لے کر خیمے میں داخل ہوا اور اس کرسی پر کھانا رکھنے لگا جس پر ماریا بیٹھی ہوئی تھی عنبر نے جلدی سے کہا،

"جناب — یہ کرسی ٹوٹی ہوئی ہے۔ دوسری کرسی پر کھانا رکھ دیجئے۔"

فوجی نے حیرت سے کرسی کی طرف دیکھا اور کہا،

"مجھے تو یہ صحیح نظر آ رہی ہے کہاں سے ٹوٹی ہوئی ہے۔"

فوجی نے غور سے دیکھا تو کرسی کی گدی دبی ہوئی نظر آئی حالانکہ اسے کرسی پر کوئی بیٹھا ہوا نظر نہیں آ رہا تھا۔ کھانے

کی ٹرے اس کے ہاتھ میں لرز گئی۔ اس نے جلدی جلدی دوسری کرسی پر کھانا رکھا اور خیمے سے نکل گیا۔

عنبر، ماریا اور ناگ نے کھانا کھایا۔

اگلے دن عام جنگ شروع ہوئی۔ جنگجو کھوکھر تلواریں چلاتے مسلمان لشکر میں گھس آتے اور قتل عام کرنے لگے۔ شروع میں تو یوں لگا جیسے مسلمان لشکر کو شکست ہو جائے گی۔ سلطان محمود غزنوی اپنے سپاہیوں کی ہمت بڑھاتا ہوا لڑ رہا تھا۔ اس کی تلوار بجلی کی طرح چمک رہی تھی ابھی ادھر ڈوبی تو ادھر ابھری۔

راجہ انند پال نے موقع مناسب جان کر اپنا ہاتھی آگے بڑھایا اس موقع پر سلطان محمود غزنوی کے سپہ سالار التائی نے چھ ہزار گھڑ سواروں کے ساتھ پہلو سے حملہ کر دیا۔ اتنے بڑے لشکر میں یہ مٹھی بھر سپاہی کچھ اہمیت نہیں رکھتے تھے لیکن وہ اسلام کی خاطر لڑ رہے تھے۔ خدا نے ان کی مدد کی۔ انند پال کا ہاتھی ماتھے میں تیر لگنے سے بے قابو ہو گیا۔

ہاتھی اپنے ہی سپاہیوں کو روندتا ہوا ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ ہندو لشکر میں بوکھلاہٹ پھیل گئی۔ مسلمان فوج نے بھرپور حملہ کیا تو ہندوؤں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بھاگنے لگے۔ انند پال بھی فرار ہو گیا۔ اور ہندوؤں کا ٹڈی دل لشکر جو مسلمانوں کو تباہ کرنے آیا تھا برباد ہو گیا کئی ہزار ہندو قیدی بنا لئے گئے۔

سلطان محمود غزنوی نے بھاگتے لشکر کا تعاقب شروع کر دیا پھر نگر کوٹ کے قلعے کا رخ کیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ پتھر کے بتوں کو اپنے گرز سے پاش پاش کر دیا۔

○

اب ہم چڑیلوں کی ملکہ کی خبر لیتے ہیں جو ایک ویران جزیرے میں شیطان کا چلہ کاٹ رہی تھی تاکہ اس سے بدی کی قوتیں لے کر عنبر، ناگ اور ماریا کا مقابلہ کر سکے۔

کمرے میں انسانی کھوپڑیاں اور ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ چڑیلوں کی ڈراؤنی شکل والی ملکہ شیطان کے کالے مجسمے کے آگے سر جھکائے کہہ رہی تھی:

"اے بدی کے شیطان۔ تیرا خادمہ نے چلہ پورا کر لیا ہے آ اور اس کی مدد کر۔"

چڑیلوں کی ملکہ کی آنکھوں سے شرارے نکل رہے تھے۔

سرخ رنگ کی زبان بار بار اندر جا آ رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ترشول اٹھایا اور شیطان کے مجسمے پر تین بار گھمایا۔ چڑیلوں کی ملکہ کے سر پر بیٹھا الو بڑے منحوس انداز میں چلایا۔ اس کی ہو ہو سے فضا اور بھی ہیبت ناک ہو گئی۔

اسی وقت بھورے رنگ کی چمگادڑ اڑتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اس کے منہ میں ایک انسانی کھوپڑی دبی ہوئی تھی۔ انسانی کھوپڑی میں کالے رنگ کی ایک شمع روشن تھی۔ چمگادڑ نے کھوپڑی شیطان کے مجسمے کے نیچے رکھ دی اور چیخیں مارتی ہوئی مجسمے پر چکر کاٹنے کے بعد کمرے سے نکل گئی۔

اس کمرے کی دیواروں کا رنگ کالا تھا۔ اس سیاہی میں زرد رنگ کی مدھم روشنی پھیلنے لگی۔ چڑیلوں کی ملکہ کا دیوار پر پڑنے والا سایہ بڑا خوفناک نظر آ رہا تھا۔ اس کے سر پہ بیٹھا الو بھی سہم کر خاموش ہو گیا۔ کمرے میں گہری بہت گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ ایسی خاموشی جو کسی زبردست طوفان کا پیش خیمہ ہو۔

یکایک شیطان کا مجسمہ زندہ ہونے لگا۔ اس کی آنکھیں حلقوں میں گھومنے لگیں۔ پشت پر اگی دم حرکت کرنے لگی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

- شیطان اور چڑیلوں کی ملکہ کے خطرناک منصوبے
- کفن پوش زندہ مردے کی عیاریاں۔
- چڑیلوں کی ملکہ کا عنبر، ناگ، ماریا سے ہولناک ٹکراؤ۔

اس ٹکراؤ کا نتیجہ کیا نکلا۔ یہ جاننے کے لیے اس پراسرار اور سنسنی خیز سیریز کا خاص نمبر ۴۰
"چڑیلوں کی ملکہ" پڑھیے۔

عملی نفسیات (۱)

سدا خوش رہیے

مصنف: ستار طاہر

خوش رہنا اور پھر سدا خوش رہنا اور اس فن میں طاق ہونا ایک ایسی کلید ہے جو کامرانیوں کے سارے دروازے پلک جھپکتے کھول دیتی ہے۔ آج کے دور میں جب کہ نفسیاتی بیماریاں اور اداسیاں گھر گھر میں عام ہیں عام آدمی خوش رہنے کے لیے تنکوں کے سہارے تلاش کرتا ہے ایسے عالم میں کسی ایسے مجرب نسخے کی ضرورت تھی جو انسان کی ساری کمزوریوں کو کماحقہٗ پورا کر سکے۔

اس کتاب میں اُن تمام سوالوں کا جواب دیا گیا ہے جو مسرّت کے فقدان کے باب میں انسان کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ امید کی جا سکتی ہے کہ مصنف کی یہ کاوش تحسین کی نظر سے دیکھی جائے گی۔ (ماہنامہ "حکایات" شمارہ جون ۱۹۸۸ء)

قیمت عام کاغذ: ۱۰/۰۰ روپے۔ آفسٹ پیپر: ۲۰/۰۰ روپے

عملی نفسیات (۲)

بیوی محبت کیوں کرے

ستار طاہر

قیمت: ۱۵/۰۰ روپے۔ آفسٹ: ۲۰/۰۰ روپے

چڑیلوں کی ملکہ
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

اے حمید

قوس پبلی کیشنز

۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قیمت -/●● روپے

ناشر: مبارک انور، قوس پبلی کیشنز، لاہور
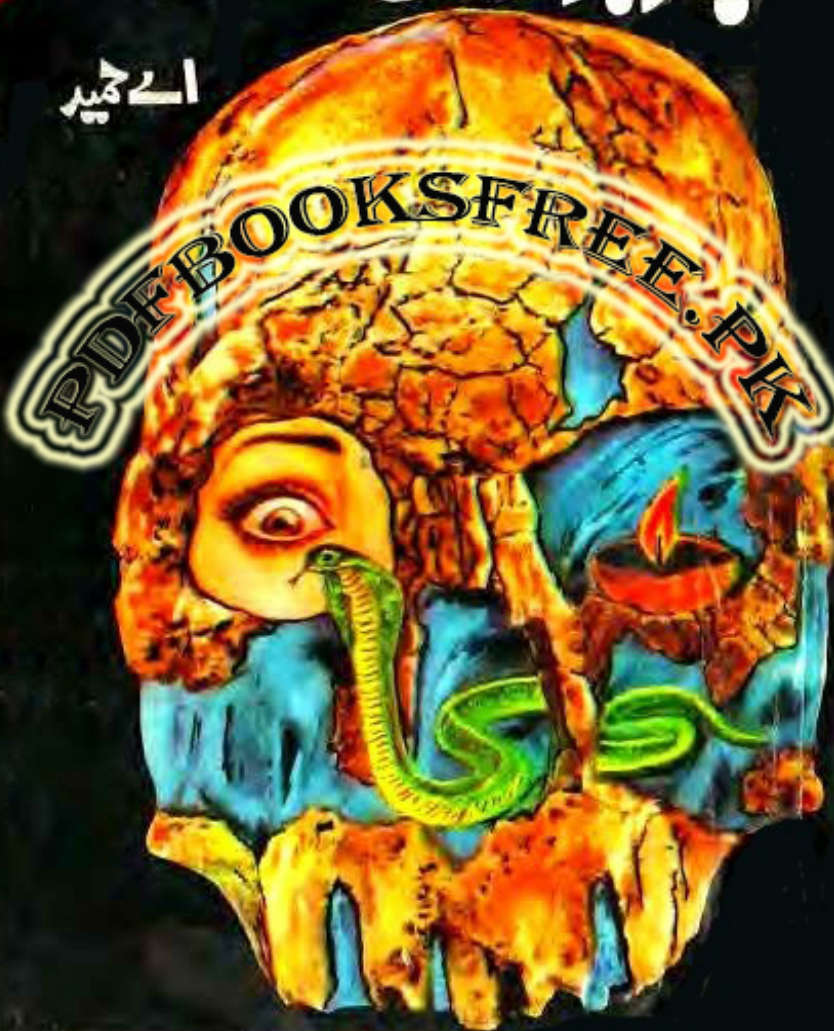
طابع: ایک دائی پرنٹرز، لاہور

پیارے دوستو!

آپ میرے اس سلسلہ کو جس ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں اس کا اظہار روزانہ میرے نام آنے والے ڈھیروں خطوط سے ہو سکتا ہے۔ آپ کی طرف سے ہمیشہ یہ مطالبہ ہوتا رہتا ہے کہ ناول کے صفحات بڑھائے جائیں اور میں اپنی طرف سے پوری پوری کوشش کرتا ہوں کہ آپ کا مطالبہ پورا کر سکوں۔

اس سے پہلے آپ عنبر ناگ ماریا سلسلہ کا سلور جوبلی نمبر ۹۹ سیڑھیوں کا راز پڑھ چکے ہیں اور اس کے بعد میں نے آپ کے لئے "قبر کی دُلہن" لکھی اور اب "چڑیلوں کے ملک" خاص نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ مجھے امید ہے یہ بھی آپ کو پہلے ناولوں سے زیادہ دلچسپ لگے گا۔

لیجئے اب آپ کہانی پڑھنا شروع کریں اور اس کے بعد مجھے پیارا سا خط لکھیں۔

اے حمید

فہرست

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کفن پوش زندہ مُردہ

چڑیلوں کی ملکہ کے سر پر بیٹھے منحوس اُلّو کے منہ سے سہمی ہوئی چیخ نکلی۔ پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ کوزہ پشت شیطان ایک کونے میں سے اچھل کر اپنے مجسمے کے پاس آ کھڑا ہوا۔ مجسمے کی حرکت بند ہو گئی۔ چڑیلوں کی ملکہ نے شیطان کو دیکھا تو خوشی سے دونوں ہاتھ سینے پر مارے۔ کئی فٹ اچھلی اور چلّائی۔

"اے شیطان۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ دنیا میں بدی پھولے بڑھے۔ آج مجھے یہ مشن آگے بڑھانے کے لئے تیری ضرورت ہے۔ میری مدد کر۔ شیطان۔ شیطان زندہ باد"

شیطان بڑے خوفناک انداز میں ہنسا اس نے خرخراتی آواز میں کہا۔

"تو چڑیلوں کی ملکہ ہے بول مجھ سے کیا چاہتی ہے۔ میں تیری ہر خواہش پوری کروں گا۔ میں اپنے خاص پجاریوں کی کوئی خواہش رد نہیں کرتا۔ بول جلدی بول۔"

چڑیلوں کی ملکہ نے جھک کر کہا۔

"تیرا شکریہ۔ میں تین انسانوں کے مقابلے کے لئے تجھ سے بدی کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

طاقتیں مانگتی ہوں "۔

شیطان کی مکروہ شکل اور بھی مکروہ ہو گئی۔ اس نے دُم لہرا کر خرخراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اے چڑیلوں کی ملکہ۔ کیا تیری طاقت تین انسانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

چڑیلوں کی ملکہ نے کہا۔

"شیطانِ اعظم۔ وہ پُراسرار طاقتوں کے مالک ہیں۔ انہوں نے ایک بار مجھے شکست دے دی ہے۔"

کوزہ پشت شیطان بڑے غضب ناک انداز میں چلّایا۔

"میری ساری طاقتیں تیرے لئے ہیں۔ جا انہیں لے جا اور ان انسانوں کو فنا کر دے۔ فنا کر دے۔"

شیطان نے کچھ بڑبڑا کر پھونک ماری۔ اچانک کمرے میں لمبے دانتوں والی بھیانک بھتنیوں کی ایک قطار نمودار ہوئی۔ وہ سب خون پیتی ہوئی چلّا رہی تھیں۔ ناچ رہی تھیں ان سب نے جھک کر کہا۔

"آقا۔ کیا حکم ہے ہمارے لئے۔"

شیطان چڑیلوں کی ملکہ سے مخاطب ہو کر بولا۔

"آج سے میں انہیں تیری تحویل میں دیتا ہوں۔ ان سے جو چاہے کام لے۔ یہ انسانوں کا خون پیتی اور ہڈیاں چبا جاتی ہیں۔"

شیطان نے دوبارہ پھونک ماری۔

کمرے میں اُلٹے پیروں والی چڑیلیں آئیں۔ ان کے بعد بندر کی شکل والا ہنومان خوخیاتا ہوا آیا۔ جو ایک بڑے بچھو کا خون چوستا ہوا قہقہے لگا رہا تھا۔ ایک کے بعد ایک نئی عفریت آتی گئی۔ مگرمچھ جادوگر بھی آگیا۔

پھر شیطان نے کہا۔

"ملکہ چڑیل۔ اب میں اپنا خاص چیلا تیرے حوالے کرتا ہوں۔"

شیطان نے ایک کونے میں پھونک ماری۔ فوراً ہی ایک مکڑا پیدا ہوا جس نے اپنی پتلی پتلی ٹانگوں میں ایک انسانی سر دبوچ رکھا تھا۔ وہ چلتا ہوا دوسری دیوار میں پہنچ کر غائب ہو گیا۔ اس کے غائب ہوتے ہی کمرے میں ایک بھیانک قہقہہ گونجا اور چھت میں سے ایک مردہ چھلانگ لگا کر نیچے آیا۔

کمرے میں مشک کافور کی تیز بُو پھیل گئی تھی۔ مردے کا کفن جگہ جگہ سے داغدار تھا۔ خون کے بڑے بڑے تازہ دھبے۔ ایک آنکھ صحیح اور دوسری میں ایک شعلہ ناچ رہا تھا۔ اس کے بائیں رخسار کا گوشت ادھڑا ہوا تھا اور وہاں ایک کوڑیالا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ سانپ بڑے خوف ناک انداز میں شوکر مار رہا تھا۔ اس کی پھنکاروں سے کمرہ گونج رہا تھا۔ شیطان بڑے غور سے مُردے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کفن پوش مُردے کا جبڑا بڑے ہولناک انداز میں کڑکڑایا۔ اس کے منہ سے سانپ کی پھنکار کے مشابہہ آواز نکلی جو کہہ رہی تھی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میرے آقا شیطان۔ تیرا غلام حاضر ہے حکم کر"

کوزہ پشت شیطان اپنی جگہ سے اُچھل کر چنگھاڑا۔

"اے کفن پوش مُردے۔ آج سے میں تجھے چڑیلوں کی ملکہ کی تحویل میں دیتا ہوں۔ یہ تجھے جو حکم دے اسے پورا کرنا"

مُردے کے دائیں پھٹے ہوئے رخسار سے باہر نکلے سانپ نے پھن پھیلا کر بڑی خوفناک شوکر ماری۔ کفن پوش مُردے نے سانپ کا پھن پکڑ کر چوما اور نصف جھک کر بولا۔

"آقا۔ میں اس حکم کی تعمیل کروں گا۔ اے چڑیلوں کی ملکہ میں تیرا خادم ہوں"

چڑیلوں کی ملکہ خوشی سے نہال ہو گئی۔ اس کے سرخ ڈیلے گھومنے لگے۔ اور زبان باہر کو لٹک آئی۔ اس نے شیطان کو سجدہ کیا اور پھدکتی ہوئی بولی

"آقا میں تیری شکر گزار ہوں۔ یہ عفریت اب میری ساتھی ہیں۔ میں اپنے دشمنوں عنبر، ناگ اور ماریا سے بھیانک انتقام لوں گی"

شیطان نے اپنی دم پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو میں نے تجھے ایک اور تحفہ دینا ہے۔ ایک اور آفت تیرے سپرد کرنی ہے۔ جو ان تمام آفتوں پر بھاری ہے"

چڑیلوں کی ملکہ کے گھومتے ڈیلے ساکت ہو گئے۔ اس نے کہا۔

"میرے آقا۔ وہ کون ہے؟"

شیطان نے بڑا زوردار قہقہہ لگایا۔ یوں لگا جیسے سینکڑوں بدروحیں

سینہ پیٹ پیٹ کر بین کر رہی ہوں۔ شیطان نے کمرے کے سامنے کی دیوار پر زور سے پھونک ماری۔ ایک دھماکے کے ساتھ دیوار پھٹ گئی اور ایک زینہ نظر آنے لگا جو نیچے کو جا رہا تھا۔

چڑیلوں کی ملکہ نے حیرانگی سے شیطان کی طرف دیکھا۔ شیطان نے کہا۔

"اے میرے بدی کے ساتھیو۔ آؤ میرے ساتھ آؤ"

یہ کہہ کر کوزہ پشت شیطان پھدکتا ہوا زینہ اُترنے لگا۔ وہ اس وقت ایک مکروہ مینڈک کی مانند لگ رہا تھا۔ زینہ کافی گہرائی تک چلا گیا تھا۔ زینے کے اختتام پر ایک کوٹھڑی تھی۔ اس کی چھت کالی تھی۔ دیواروں پر کالا رنگ تھا۔ ایک طرف اُلّو کی اوندھی کھوپڑی پر دو موٹی موم بتیاں جل رہی تھیں۔ موم بتیوں کی روشنی سیاہ دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر بڑی مشکل سے اندھیرا دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

کوٹھڑی کے عین وسط میں کالے سنگ مرمر سے بنی ایک میز پڑی تھی۔ جس پر ایک کم عمر لڑکا بندھا ہوا تھا جو بے ہوش تھا۔ ماحول پر عجیب سی پُراسراریت چھائی ہوئی تھی۔ موم بتیوں کی کمزور روشنی میں شیطان کا مکروہ چہرہ اور بھی ڈراؤنا سا ہو گیا تھا۔

کالے سنگِ مرمر کی میز کے اردگرد کُرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ میز پر ایک چاقو پڑا تھا۔ چاقوؤں کے ساتھ ہی سیاہ رومال پڑے تھے۔ شیطان اپنے چیلوں سمیت کرسیوں پر بیٹھ گیا۔ چڑیلوں کی ملکہ اور کفن پوش زندہ مُردہ اس کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے چاقو اپنے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہاتھ میں تھام رکھے تھے۔

شیطان اپنی کرسی سے اُٹھ کر پھدکا اور میز پر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں چاقو چمک رہا تھا۔ شیطان نے ایک بھیانک چیخ ماری اور چاقو لڑکے کے سینے میں گھونپ دیا۔ ایک دلخراش چیخ لڑکے کے حلق سے نکل کر کوٹھڑی کی پُراسرار فضاؤں میں گم ہو گئی۔ لڑکا زور سے تڑپا اور ساکت ہو گیا۔ اس کے سینے سے خون کا ایک چشمہ سا اُبل پڑا تھا۔ شیطان نے ایک جھٹکے سے لڑکے کی گردن توڑ دی۔ اس کے ہونٹ اوپر چڑھ گئے اور دانت باہر نکل آئے۔

شیطان دانت کلکلاتے ہوئے اپنا جبڑہ لڑکے کی گردن پر رکھ کر خون پینے لگا۔ خون کے قطرے اس کی باچھوں سے بہہ رہے تھے۔ ساری چڑیلیں اور عفریتیں بڑی بے چینی سے شیطان کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ شیطان نے خون پینے کے بعد لڑکے کے پیٹ میں چاقو مار کر پیٹ چاک کیا اور پسلیوں میں ہاتھ ڈال کر اس کا دل باہر کھینچ لیا۔ دل کے ساتھ کچھ رگیں بھی باہر آ گئیں جنہیں شیطان نے دانتوں سے کاٹ ڈالا۔

دل کو اپنی مٹھی میں دبوچے شیطان میز سے اُتر آیا۔ اس نے چھت کی طرف منہ اٹھا کر ہولناک چیخ ماری۔ اس کے منہ سے سُرخ شعلہ نکل کر چھت سے ٹکرایا۔ اسکے ساتھ ہی زبردست دھماکہ ہوا۔ کوٹھڑی میں یکلخت بڑی تیز روشنی پھیلی اور اگلے ہی لمحے شیطان کے پاس ایک بھتنی کھڑی تھی بھتنی نے خرخراتی آواز میں کہا۔

"اے شیطان۔ تُو نے مجھے بلایا، میں آ گئی۔ لا میری بھینٹ کہاں ہے؟"

شیطان نے لڑکے کے دل کو چاقو سے چیرا اور اس کا ایک ٹکڑا بھتنی کے منہ میں دے دیا۔ بھتنی اسے بڑے مزے سے کھا گئی۔

شیطان نے کہا۔ "اے آفت بھتنی۔ اب اپنے اصل روپ میں آ جا۔"

اچانک بھتنی کا جسم سُکڑنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ انسانی انگلی جتنی ہو گئی۔ شیطان نے اسے اپنے ہاتھ پر بٹھا لیا اور چڑیلوں کی ملکہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"یہ آفت بھتنی ہے۔ یہ انسان کے بالوں میں بیٹھ کر اس کے دماغ پر قبضہ کر لیتی ہے اور جو حکم دے انسان وہی کرتا ہے۔ اس کے اندر یہ طاقت بھی ہے کہ کوئی جادو اس پر اثر نہیں کرتا۔ اس کی جان زمین کی چوتھی تہہ کے اندر موجود طلسمی پتلے میں ہے جب تک وہ پتلا صحیح ہے اسے کوئی نہیں مار سکتا۔"

چڑیلوں کی ملکہ کے سارے پیلے خون آلود دانت باہر نکل آئے۔ اس کے سر پر بیٹھے اُلّو نے اس طرح چیخ ماری جیسے خوشی کا اظہار کر رہا ہو۔ اب شیطان نے اپنے چاقو سے دل کے ٹکڑے کیے اور سب سے بڑا ٹکڑا کفن پوش زندہ مُردے کو دیا۔ مُردے کی ایک آنکھ کا شعلہ بڑی تیزی سے بھڑکا۔ اس کے پھٹے رخسار سے نکلے سانپ نے ٹکڑے پر زور سے ڈس لیا۔ ٹکڑا ایک دم سیاہ پڑ گیا۔ مُردے نے قہقہہ لگایا اور ٹکڑا منہ میں ڈال کر سانپ کو چومنے کے بعد بولا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اے چڑیل ملکہ۔ بول میں کیا کروں ۔ ؟"

چڑیلوں کی ملکہ شیطان کی طرف گھومی اور بولی ۔

"میرے آقا۔ مجھے بتا کہ میرے دشمن کہاں ہیں ۔ میں اُن کو فنا کردوں گی ۔"

شیطان، مگرمچھ جادوگر کی طرف مڑا جو ایک کرسی پر بیٹھا گوشت جھنجوڑ جھنجوڑ کر کھا رہا تھا۔ شیطان نے کہا۔

"مگرمچھ جادوگر۔ اپنا جادوئی شیشہ نکال اور معلوم کر کہ عنبر، ناگ، ماریا کہاں کہاں ہیں ؟"

مگرمچھ جادوگر نے اپنی دُم زور سے زمین پر ماری اور جیب سے شیشہ نکال کر چنگھاڑا۔

اکڑ بکڑ بمبے بو۔ اسی نوے پورے سو۔ بتا اے جادوئی شیشے میرے دشمن کہاں ہیں ؟"

شیشے پر بجلیاں سی کوندنے لگیں پھر الفاظ نمودار ہوئے۔

"وہ اس وقت ہندوستان کے شہر نگرکوٹ کے قریب موجود ہیں۔"

مگرمچھ جادوگر نے شیشہ اٹھا کر جیب میں رکھ لیا اور شیطان کی طرف مڑ کر اُچھلتے ہوئے چلایا۔

"عنبر نے میری سمندری سلطنت تباہ کردی۔ میرا مقدس مندر برباد ہوگیا اور میری خاص پجارن ماری گئی۔ میں اسے دس بار اپنے ہاتھوں سے ماروں گا۔ تب میرے دل کو سکون ملے گا۔"

شیطان جواب میں زور سے ہنسا اور اپنی دم گھماتے ہوئے کہنے لگا۔

"ایسا ہی ہوگا۔ اب تم سب ہندوستان روانہ ہوجاؤ۔ جاؤ اور اپنا اپنا انتقام لو۔ میری ساری شیطانی طاقتیں تمہارے ساتھ ہیں۔ جب بھی تمہیں میری مدد کی ضرورت پڑے مجھے آواز دے لینا۔"

چڑیلوں کی ملکہ، کفن پوش زندہ مردہ، آفت بھوتنی، مگرمچھ جادوگر اور ساری عفریتیں چیختی چنگھاڑتی میز پر پڑی لاش پر ٹوٹ پڑیں اور اپنے چاقوؤں سے گوشت کاٹ کاٹ کر کھانے لگیں۔ شیطان ایک طرف کھڑا کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر یہ شیطانی ٹولہ ہندوستان کی طرف روانہ ہوگیا۔

○

اب ہم ہندوستان عنبر، ناگ اور ماریا کے پاس چلتے ہیں۔

وہ تینوں نگرکوٹ کی ایک سرائے میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ نگرکوٹ پر اب مسلمانوں کی حکومت تھی۔ ناگ اور عنبر سرائے میں موجود تھے۔ جبکہ ماریا باہر گھومنے کے لیے نکل آئی تھی۔ شام کا وقت تھا۔ بازاروں میں سپاہی گشت کر رہے تھے۔ در و دیوار سے اداسی اور ویرانی ٹپک رہی تھی۔ ماریا سرائے سے کافی دُور نکل آئی۔

ماریا ایک تنگ و تاریک گلی میں آ گئی۔ اس گلی کے دونوں طرف مکان بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے اکثر مکان خالی تھے۔ ان کے ہندو مالک چھوڑ کر بھاگ چکے تھے۔ ماریا گلی سے گزر رہی تھی کہ ایک پرانے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مکان سے رونے کی آواز آئی۔ آواز کسی عورت کی تھی جو بڑے
درد ناک انداز میں رو رہی تھی۔
ماریا رک گئی اس نے ایک نظر مکان پر ڈالی اور شعاع کی طرح دیوار
سے گزر کر اندر آگئی۔ اس نے دیکھا ایک خوب صورت ہندو عورت بھگوان
کی مورتی کے آگے جھکی رو رہی ہے وہ کہہ رہی تھی۔
"اے بھگوان۔ میرا بیٹا مجھ سے ملا دے۔ ورنہ میں روتے روتے
جان دے دوں گی ـــ آہ میرا بیٹا دلیپ"
ماریا کو اس عورت پر بڑا ترس آیا۔ وہ اس کے پاس آگئی اور جھک
کر عورت کے کان میں بولی۔
"رو مت۔ تمہاری فریاد مجھے آسمانوں سے زمین پر لے آئی ہے۔
میں تمہاری مدد کے لئے آئی ہوں"
ہندو عورت نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔ غیبی آواز سن کر اس
کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ہونٹ لرزنے لگے وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے
ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ ماریا نے اسے تسلی دینے کی خاطر کہا۔
"گھبراؤ نہیں۔ میں درگا دیوی کی بہن ہوں۔ تم مجھے دیکھ نہیں سکتیں
بتاؤ تمہارا بیٹا کہاں ہے؟"
"درگا دیوی کی بہن تمہیں تو سب کچھ معلوم ہوگا مجھ سے کیا پوچھتی ہو"
اب ماریا اسے کیسے سمجھاتی کہ وہ بھی اس کی طرح عام عورت ہے
اور جادو کے اثر سے غائب ہے۔ درگا دیوی کی بہن کا تو اس نے

اس لئے کہا تھا کہ ہندو عورت کو تسلی ہو جائے۔ وہ بولی۔
"سوال مت کرو۔ جو میں کہہ رہی ہوں اس کا جواب دو۔"
ہندو عورت نے کہا۔
"اے درگا دیوی کی بہن۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر ویران محل ہے
کہتے ہیں اس میں بدروحیں رہتی ہیں۔ میرا بیٹا دلیپ کھیلتا ہوا اس ویران
محل میں چلا گیا اور نہ جانے کہاں گم ہو گیا۔ اس کے ساتھی لڑکے تو واپس
آگئے مگر اس کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ میں بدنصیب نے اسے بڑا ڈھونڈا مگر
دلیپ نہیں ملا۔"
ہندو عورت یہ کہہ کر سسکیاں بھرتی ہوئی رونے لگی۔ ماریا نے
فیصلہ کیا کہ وہ اس ہندو عورت کی مدد کرے گی۔ اس نے کہا۔
"رونے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ حوصلہ رکھو میں تمہارے بیٹے کو
ڈھونڈ کر لاتی ہوں۔"
ماریا مکان سے نکل آئی شام گہری ہو رہی تھی اور اندھیرا چھانے
لگا تھا۔ وہ ویران محل کی طرف روانہ ہو گئی۔ اب وہ اچھل اچھل کر اڑتی
ہوا میں تیرتی چلی جا رہی تھی۔ ماریا ایک فرلانگ سے زیادہ نہیں اڑ سکتی
تھی۔ اس کے بعد اسے پھر زمین پر اترنا پڑتا تھا۔ کچھ چلتی اور کچھ اڑتی
ہوئی ماریا ویران محل کے سامنے پہنچ گئی۔
یہ ویران محل ایک پرانے قبرستان کے عقب میں واقع تھا۔ ویران
محل کی عمارت بہت شکستہ ہو رہی تھی۔ اس کے بڑے دروازے کے دونوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پٹ نائب تھے اور دیواروں سے جنگلی بیلیں لپٹی ہوئی تھیں۔ ماریا ٹوٹے ہوئے دروازے سے اندر آ گئی۔ ہر طرف گہری خاموشی اور عجیب سی نحوست چھائی ہوئی تھی۔

ماریا ڈیوڑھی سے گزر کر ہال میں آ گئی۔ یہاں دیواروں پر پرانے ہندو بادشاہوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں جن کے رنگ اُڑ چکے تھے۔ گول ستون ہال کی چھت کو سہارا دیئے ہوئے تھے۔ ہال سے آگے ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس سے گزر کر کمروں کی لائن آ جاتی تھی۔ ان کمروں کے دروازے ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔ کنڈوں پر زنگ لگا ہوا تھا۔

کمروں کے سامنے سے گزرتی ہوئی ماریا ایک چھوٹے پرانے دیمک کھائی لکڑی کے دروازے پر پہنچی۔ اس نے دروازے کو دھکا دیا تو چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھل گیا باہر باغ تھا جس میں جگہ جگہ گھاس اُگی ہوئی تھی اس باغ کے درخت بڑے عجیب تھے۔ لمبی لمبی زمین کو چھوتی شاخوں والے ٹیڑھے میڑھے درخت۔

ماریا باغ میں آ گئی۔ ویران محل واقعی ویران پڑا تھا۔ باغ کے ایک طرف درختوں میں گھری پرانی بارہ دری تھی۔ ماریا اس طرف بڑھی اچانک ماریا کو یوں لگا جیسے زمین اس کے پاؤں تلے سے سرک گئی ہے۔ وہ قلابازیاں کھاتی نیچے گرنے لگی۔

ویران محل

ماریا گڑھے میں گر گئی تھی۔

یہ قدرتی گڑھا نہیں تھا اسے کھودا گیا تھا۔ اور اس کے اوپر بانس اور گھاس کا چھپر رکھ دیا گیا تھا۔ تاکہ کوئی ادھر آئے تو گڑھے میں گر جائے ماریا کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ لاعلمی میں اس کا پاؤں گھاس کے چھپر پر پڑ گیا تھا اور وہ گڑھے میں گر گئی تھی۔

ماریا نے اُڑ کر گڑھے سے باہر آنا چاہا مگر ناکام رہی۔ گڑھا نیچے سے کافی کھلا تھا۔ گھاس کا ٹوٹا ہوا چھپر اس کے پاس ہی پڑا تھا۔ ابھی ماریا گڑھے سے نکلنے کی ترکیب سوچ رہی تھی کہ اس نے کچھ لوگوں کی آوازیں سنیں ماریا نے کان ادھر لگا دیئے۔ آوازیں قریب آتی گئیں پھر ایک شخص نے گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہو کر اندر جھانکا

یہ کوئی پنڈت تھا۔ اس کا سر منڈا ہوا تھا اور چٹیا ہوا سے لہرا رہی تھی۔ پنڈت کے ہاتھ میں ایک مشعل تھی جس کی روشنی گڑھے میں آ رہی تھی۔ پنڈت نے سر گھما کر کہا۔

"ارے گڑھے میں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کیا"، ایک دوسری آواز آئی۔ "پھر چھپر کس طرح گر گیا؟"

اس کے ساتھ ہی ایک اور چہرہ نظر آیا یہ کوئی حبشی تھا۔ گھونگریلے بالوں والے اس حبشی کے کانوں میں بڑے بڑے مُندرے پڑے ہوئے تھے۔ کندھے سے ایک رسّہ لٹک رہا تھا۔ اس نے پنڈت سے مشعل لے کر ادھر ادھر روشنی ڈالی مگر ماریا تو انہیں نظر آ نہیں سکتی تھی وہ تو غائب حالت میں تھی حبشی نے حیرت سے سر کھجایا اور کہا۔

"کمال ہے گڑھا تو بالکل خالی ہے۔ چھپر درمیان میں سے ٹوٹا ہوا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

پنڈت نے کہا۔

"چھپر صحیح طرح نہیں رکھا گیا ہوگا۔ اس لئے خود ہی گر گیا اور گرنے سے ٹوٹ گیا۔"

حبشی نے کوئی جواب نہ دیا احمقوں کی طرح سر ہلا کر رہ گیا۔

پنڈت نے کہا۔

"اب نیا چھپر بنا کر اس گڑھے پر رکھنا پڑے گا۔"

حبشی بولا۔

"نہیں نہیں۔ اس کی کیا ضرورت ہے میں ابھی رسّے کی مدد سے گڑھے میں اُتر کر اس چھپر کو باہر نکال لیتا ہوں۔ اسے ہی مرمت کر لیں گے"

ماریا خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہی تھی۔ اس کے دل میں امید پیدا ہوئی کہ اگر رسّہ نیچے پھینکا گیا تو وہ بھی رسّہ پکڑ کر باہر نکل آئے گی۔

ساتھ ہی وہ سوچ رہی تھی کہ یہ پنڈت اور حبشی کون ہیں؟ انہوں نے ویران محل میں یہ گڑھے کیوں کھود رکھے ہیں۔؟ حبشی نے اپنے کندھے سے لٹکتا رسّہ اتارا اور ایک درخت سے باندھ کر گڑھے میں لٹکا دیا۔ اور رسّے کے ساتھ لٹک کر گڑھے میں اُترنے لگا۔

ماریا ایک طرف ہو گئی۔ حبشی نے گڑھے میں آ کر چھپر کو رسّے سے باندھا اور چلّایا۔

"اسے باہر کھینچ لو۔"

پنڈت نے رسّہ کھینچنا شروع کر دیا۔ ماریا کے لئے گڑھے سے نکلنے کا یہ سنہری موقع تھا۔ اس نے پھرتی سے رسّے کو تھام لیا۔ پنڈت کے ہاتھوں کو ایک جھٹکا سا لگا اور وزن بڑھ گیا۔ اس نے جھک کر دیکھا۔ چھپر اسی طرح تھا مگر وزنی ہو گیا تھا۔ پنڈت بے چارے کو کیا خبر تھی کہ وہ ماریا کو بھی باہر کھینچ رہا ہے۔

ماریا رسّے کے ساتھ باہر آ گئی اور ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ پنڈت نے چھپر کھول کر رسّہ پھر گڑھے میں پھینک دیا اور حبشی بھی باہر آ گیا۔

دونوں نے چھپر سے گڑھے کے منہ کو ڈھانپ دیا اور جہاں سے چھپر ٹوٹ گیا تھا وہاں گھاس ڈال دی اور بارہ دری کی طرف چل دیئے۔ ماریا ان کے پیچھے پیچھے تھی۔ بارہ دری میں ایک قبر بنی ہوئی تھی جو ٹوٹ پھوٹ چکی تھی۔ پنڈت نے قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر کوئی منتر پڑھا اور زور زور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چھونک ماری تو زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ قبر اپنی جگہ سے کھسک گئی اور وہاں ایک چوکور سوراخ بن گیا۔ جس میں سیڑھیاں نیچے کو جا رہی تھیں سامنے ہی ایک کافوری چراغ روشن تھا۔ حبشی اور پنڈت سیڑھیاں اترنے لگے۔ ماریا بھی لپک کر ان کے پیچھے آ گئی۔ سیڑھیاں اترنے کے بعد ایک چھوٹی سی سرنگ تھی۔ پنڈت اور حبشی چلتے ہوئے ایک حجرے میں آ گئے۔ یہاں تخت پر ایک کالا بھجنگ موٹا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک انگیٹھی پڑی تھی جس میں سے شعلے اُٹھ رہے تھے۔ پاس ہی ایک چھوٹا سا بکرا بندھا ہوا تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ بکرے کی آنکھیں بالکل انسانوں ایسی ہیں۔

یہ شیو پنڈت تھا۔ ایک ظالم جادوگر۔ اس نے محل کے نیچے اپنا اڈہ بنا رکھا تھا اور اپنی جادوگری سے اس ویران محل کو آسیب زدہ مشہور کر رکھا تھا۔ باغ میں گڑھے اس نے اسی لئے کھدوائے ہوئے تھے کہ اگر کوئی بارہ دری کی طرف آنے کی کوشش کرے تو ان میں گر جائے۔ جونہی کوئی شخص گرتا شیو پنڈت کو جادو سے خبر ہو جاتی تھی۔

یہ بڑا طاقتور اور بے رحم جادوگر تھا۔ انسانوں کو جانور بنا دیتا تھا۔ ہندو لڑکے دلیپ کو بھی اس نے بکرا بنا رکھا تھا۔ حبشی نے شیو پنڈت سے کہا۔

"مالک۔ چھپر خود بخود گڑھے میں جا گرا تھا ہم نے اسے دوبارہ ٹھیک کر دیا ہے۔"

شیو پنڈت بڑے پُراسرار انداز میں مسکرایا اور بولا "شاید تو صحیح کہہ رہا ہے۔ جا دفع ہو جا۔"

دراصل شیو پنڈت نے اپنی جادو کی طاقت سے ماریا کو دیکھ لیا تھا۔ اسے علم ہو گیا تھا کہ ماریا کوئی غیبی عورت ہے جو سوائے اس کے کسی کو نظر نہیں آ رہی لیکن وہ اس طرح بنا بیٹھا رہا جیسے ماریا کو نہ دیکھا ہو۔ ماریا بڑی بے فکری سے اس کے پاس آ گئی۔ شیو پنڈت بدستور منتر پڑھتا رہا۔

ماریا نے بکرے کے پاس بیٹھ کر اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھا۔ اور اسے یقین ہو گیا کہ یہی لڑکا دلیپ ہے جس کی تلاش میں وہ یہاں آئی ہے اور جسے جادوگر نے بکرا بنا رکھا ہے۔ اس نے پنڈت کو مزہ چکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ شیو پنڈت اب اپنے جادو کے صندوق میں سے سامان نکال رہا تھا۔ اس نے چمگادڑ کے ناخن نکال کر باہر رکھے تو ماریا نے انہیں اٹھا لیا۔ شیو پنڈت کو صاف نظر آ رہا تھا کہ ناخن اس کے پاس بیٹھی ماریا نے اٹھائے ہیں مگر وہ اس طرح اِدھر اُدھر دیکھنے لگا جیسے حیران ہو رہا ہو۔

بے چاری ماریا خوش ہو رہی تھی کہ شیو پنڈت اس کی شرارتوں کا نشانہ بن رہا ہے۔ اسے کیا علم تھا کہ پنڈت دل ہی دل میں اسے قابو کرنے کا منتر پڑھ رہا ہے۔ ماریا نے چمگادڑ کے ناخن آگ میں پھینک دیئے زوردار پٹاخے کی آواز آئی۔ اور شعلے مزید لمبے ہو گئے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پھونک ماری تو زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ فرش اپنی جگہ سے کھسک گئی اور وہاں ایک چوکور سوراخ بن گیا۔ جس میں سیڑھیاں نیچے کو جا رہی تھیں سامنے ہی ایک کافوری چراغ روشن تھا۔ حبشی اور پنڈت سیڑھیاں اترنے لگے۔ ماریا بھی لپک کر ان کے پیچھے آ گئی۔ سیڑھیاں اترنے کے بعد ایک چھوٹی سی سرنگ تھی۔ پنڈت اور حبشی چلتے ہوئے ایک حجرے میں آ گئے۔ یہاں تخت پر ایک کالا بھجنگ موٹا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک انگیٹھی پڑی تھی جس میں سے شعلے اُٹھ رہے تھے۔ پاس ہی ایک چھوٹا سا بکرا بندھا ہوا تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ بکرے کی آنکھیں بالکل انسانوں ایسی ہیں۔

یہ شیو پنڈت تھا۔ ایک ظالم جادوگر۔ اس نے محل کے نیچے اپنا اڈہ بنا رکھا تھا اور اپنی جادوگری سے اس ویران محل کو آسیب زدہ مشہور کر رکھا تھا۔ باغ میں گڑھے اس نے اسی لئے کھدوائے ہوئے تھے کہ اگر کوئی بارہ دری کی طرف آنے کی کوشش کرے تو ان میں گر جائے۔ جونہی کوئی شخص گرتا شیو پنڈت کو جادو سے خبر ہو جاتی تھی۔

یہ بڑا طاقتور اور بے رحم جادوگر تھا۔ انسانوں کو جانور بنا دیتا تھا۔ ہندو لڑکے دلیپ کو بھی اس نے بکرا بنا رکھا تھا۔ حبشی نے شیو پنڈت سے کہا۔

"مالک۔ چھپر خود بخود گڑھے میں جا گرا تھا ہم نے اسے دوبارہ ٹھیک کر دیا ہے۔"

شیو پنڈت بڑے پُراسرار انداز میں مسکرایا اور بولا "شاید تو صحیح کہہ رہا ہے۔ جا دفع ہو جا۔"

دراصل شیو پنڈت نے اپنی جادو کی طاقت سے ماریا کو دیکھ لیا تھا۔ اسے علم ہو گیا تھا کہ ماریا کوئی غیبی عورت ہے جو سوائے اس کے کسی کو نظر نہیں آ رہی لیکن وہ اس طرح بنا بیٹھا رہا جیسے ماریا کو نہ دیکھا ہو۔ ماریا بڑی بے فکری سے اس کے پاس آ گئی۔ شیو پنڈت بدستور منتر پڑھتا رہا۔

ماریا نے بکرے کے پاس بیٹھ کر اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھا۔ اور اسے یقین ہو گیا کہ یہی لڑکا دلیپ ہے جس کی تلاش میں وہ یہاں آئی ہے اور جسے جادوگر نے بکرا بنا رکھا ہے۔ اس نے پنڈت کو مزہ چکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ شیو پنڈت اب اپنے جادو کے صندوق میں سے سامان نکال رہا تھا۔ اس نے چمگادڑ کے ناخن نکال کر باہر رکھے تو ماریا نے انہیں اٹھا لیا۔ شیو پنڈت کو صاف نظر آ رہا تھا کہ ناخن اس کے پاس بیٹھی ماریا نے اٹھائے ہیں مگر وہ اس طرح اِدھر اُدھر دیکھنے لگا جیسے حیران ہو رہا ہو۔

بے چاری ماریا خوش ہو رہی تھی کہ شیو پنڈت اس کی شرارتوں کا نشانہ بن رہا ہے۔ اسے کیا علم تھا کہ پنڈت دل ہی دل میں اسے قابو کرنے کا منتر پڑھ رہا ہے۔ ماریا نے چمگادڑ کے ناخن آگ میں پھینک دیئے۔ زوردار پٹاخے کی آواز آئی۔ اور شعلے مزید لمبے ہو گئے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس دوران شیو پنڈت اپنا منتر مکمل کر چکا تھا اس نے ماریا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے میرے ناخن جلا دیئے ہیں۔"

ماریا تو بھونچکی رہ گئی اور گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ وہ یہ جاننے کے لئے کہ کیا شیو پنڈت اسے دیکھ سکتا ہے ایک طرف ہو گئی۔ شیو پنڈت کی آنکھیں بھی ادھر گھوم گئیں اس نے کہا۔

"تم ایک لڑکی ہو جس کے بال سنہری اور آنکھیں نیلی ہیں۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔"

ماریا کے لئے یہ بڑی پریشانی کی بات تھی۔ وہ شیو پنڈت سے پرے ہٹ گئی۔ پنڈت نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"اے غیبی لڑکی۔ تو اب یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتی۔ میرا جادو تجھے بے بس کر ڈالے گا۔"

ماریا کوٹھڑی کے دروازے کی بھاگی۔ ابھی اس نے چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ شیو پنڈت نے منتر پھونک دیا۔ ماریا کو یوں لگا جیسے اس کے جسم میں بے شمار ننھی منی سوئیاں پیوست ہو گئی ہوں۔ اسے شدید کمزوری کا احساس ہوا شیو پنڈت نے جھٹ دوسرا منتر پڑھا۔ اور پھونک ڈالا۔ ماریا کمزوری کے باوجود آگے بڑھی مگر دوسرے ہی لمحے کسی نظر نہ آنے والی دیوار سے ٹکرا کر اسے رکنا پڑا۔ جادو کی یہ ان دیکھی دیوار اسکے چاروں طرف کھڑی ہو چکی تھی۔ شیو پنڈت بھیانک انداز میں دانت نکال کر ہنسا اور کہنے لگا۔

"اے غیبی لڑکی۔ تو جادو کی ان دیواروں سے باہر نہیں نکل سکتی۔ یہ دیواریں میرے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اب تو اپنی باقی زندگی انہی دیواروں میں قید رہ کر گزارے گی۔ ان سے رہائی ممکن نہیں۔"

ماریا نے چاہا کہ شعاع بن کر ان نظر نہ آنے والی دیواروں سے گزر جائے لیکن ایسا نہ ہوا۔ ماریا نے پوری طاقت سے ایک دیوار پر اپنا طاقتور مکا مارا۔ ماریا اپنے مکے سے پتھریلی دیوار کے پرخچے اڑا دیتی ہے مگر جادوئی دیوار پر کچھ اثر نہ ہوا۔ یہ بڑی خطرناک بات تھی۔ ماریا بے بس ہو چکی تھی۔

شیو پنڈت مکاری سے کھی کھی کرتا ہوا کہنے لگا۔

"تیری ہر کوشش ناکام رہے گی۔ میرے جادو کا توڑ تیرے بس کی بات نہیں۔"

یہ کہہ کر شیو پنڈت نے زوردار چیخ ماری اور چلایا۔

"اے جادوئی دیوار۔ حرکت میں آجا۔ اور اس غیبی لڑکی کو دیوی کی کوٹھڑی میں لے جا۔ یہ وہیں قید رہے گی۔"

یکا یک ماریا کو دھکا لگا۔ جادوئی دیواریں حرکت میں آ چکی تھیں۔ جادوئی دیواریں ماریا کو دھکیلتی ہوئی دوسری کوٹھڑی میں لے آئیں۔ یہاں دیوار میں ایک بت بنا ہوا تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ یہ ایک حسین عورت کا بت ہے جس کا ایک بازو کندھے کے پاس سے ٹوٹا ہوا ہے۔ دوسرے بازو میں ایک ترشول تھا جس کے تینوں خنجر چھت کی طرف اٹھے ہوئے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھے۔ عورت کے بُت کے بالکل ساتھ ایک خوفناک بندر کا بُت تھا۔
اس بندر کے سر پر ایک تاج تھا۔ یہ ہندوؤں کا ہنومان دیوتا تھا

جادوئی دیواریں یہاں آ کر رُک گئیں۔ ماریا جادو کی نظر نہ آنے والی
دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ یکایک کوٹھڑی ہولے سے لرزی۔ ماریا
چونک اٹھی۔ اس نے دیکھا کوٹھڑی کے سامنے والی دیوار پر ایک انسانی
خاکہ اُبھر رہا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ خاکہ نمایاں ہو گیا۔ یہ ایک ہندو
شہزادی کا خاکہ تھا۔ جس نے شاہی پوشاک پہن رکھی تھی۔ اس کے چہرے
پر اداسی کے سائے تھے۔ شہزادی کے ہونٹ ہلے اور ہوا کی لہروں پہ
سفر کرتی ہوئی ایک آواز ماریا کے کانوں سے ٹکرائی۔

"اے غیبی لڑکی۔ میرا نام شہزادی گیتا ہے۔ یہ محل جو آج ویران پڑا
ہے کبھی آباد تھا۔ میں یہاں رہا کرتی تھی لیکن میری موت کے بعد یہ
محل اُجڑ گیا اور یہاں اس ظالم پنڈت نے ڈیرہ جما لیا۔ یہ پنڈت اس
محل کے نیچے دفن ہمارا شاہی خزانہ حاصل کرنے کے لئے جاپ کر رہا
ہے۔ جس کے لئے وہ ہر ماہ چاند کی پہلی تاریخ کو ایک کمسن بچے کو کرا
بنا کر اسے ہنومان دیوتا کے چرنوں میں ذبح کر دیتا ہے۔

"اے غیبی لڑکی ماریا۔ میرے محل میں یہ خونی کھیل ہو رہا ہے۔ جس
سے میری روح ہر وقت بے چین رہتی ہے مگر میں اس خبیث پنڈت
کو ختم نہیں کر سکتی۔ یہ میری طاقت سے باہر ہے۔ ہاں تم یہ کام کر

سکتی ہو۔"

ماریا نے حیرانگی سے کہا۔

"اے روح۔ میں تو نظر نہ آنے والی دیواروں میں قید ہوں۔"

شہزادی کی روح مسکرائی۔ اس نے کہا۔

"میں یہ جانتی ہوں۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی بُرا کام نہیں کیا
تھا۔ جھوٹ اور لالچ سے دور رہی تھی۔ اس لئے مرنے کے بعد مجھے نیک
روحوں کی وادی میں بھیجا گیا۔ مجھ میں کچھ طاقتیں ہیں۔ میں ان دیواروں کو
دیکھ رہی ہوں جن میں تم گھری ہوئی ہو اور ان دیواروں کو ختم کر سکتی
ہوں۔"

یہ کہنے کے بعد شہزادی کی روح نے اپنے دونوں بازو سیدھے کئے۔
اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے نیلے رنگ کی تڑپتی شعاعیں نکلیں
اور ماریا کے قریب آ کر غائب ہو گئیں۔ اس کے ساتھ ہی ماریا کی جسمانی
طاقتیں واپس آ گئیں۔ شہزادی کی روح نے کہا۔

"اب وہ ان دیکھی دیواریں غائب ہو چکی ہیں۔ تم آزاد ہو سکتی ہو۔
اس خبیث پنڈت کی جان ایک ناریل میں ہے جو ہنومان دیوتا کے بُت کے
پیٹ میں ہے۔ اسے نکال کر زمین پر دے مارو۔ پنڈت خود بخود مر
جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی شہزادی کی روح کا خاکہ دھندلا پڑنے لگا اور
ہوتے ہوتے غائب ہو گیا۔ ماریا جھٹ ہنومان کے بُت کی طرف

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بنری۔ بت کے پیٹ میں ایک سوراخ تھا۔ ماریانے اس سوراخ میں
ہاتھ ڈالنا ہی چاہا کہ اندر سے سانپ کی خوفناک پھنکار سنائی دی۔
اور ایک خوبصورت سانپ کا پھن باہر نکل آیا۔

اس سانپ کے سرخ جسم پر کالی دھاریاں بنی ہوئی تھیں اور
وہ شوکریں مارتا ہوا خون آلود نگاہوں سے اپنا پھن لہرا رہا تھا۔ وہ
ماریا کو دیکھ نہیں سکتا تھا مگر اس کی بُو سونگھ سکتا تھا۔ یہ جادو کا
سانپ تھا۔ جسے پنڈت نے ناریل کا محافظ مقرر کر رکھا تھا۔ ماریا
گھبرا گئی کہ اگر سانپ کی پھنکاریں سُن کر پنڈت اندر آتا ہے تو لینے کے
دینے پڑ جائیں گے۔

ماریا نے بڑی پھرتی سے سانپ کا پھن دبوچ کر اسے گھما کر
دیوار سے دے مارا اور سوراخ میں ہاتھ ڈال کر ناریل نکال لیا۔ یہ
ایک چھوٹا سا ناریل تھا۔

○

ناگ مرگھٹ میں

ناریل کا ماریا کے ہاتھ میں آنا تھا کہ چیختا چنگھاڑتا شیو پنڈت،
کوٹھڑی میں داخل ہوا۔ اس کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ جسم لرز رہا تھا اور چہرہ
پسینے میں تربتر تھا۔ ماریا نے اسے دیکھتے ہی ناریل زمین پر دے مارا۔
چٹاخ۔ ناریل پھوٹ گیا۔ اس کے اندر سے ڈھیروں گاڑھا سیاہی
مائل خون نکل کر زمین پر پھیل گیا۔ شیو پنڈت کے حلق سے دلخراش چیخ نکلی
اس کا جسم گویا پتھر کا بن گیا۔ چہرے کی ہر رگ اُبھر کر خون آلود ہو گئی۔
پھر اس کا چہرہ تڑخنے لگا۔ اس میں دراڑیں پڑنے لگیں۔ ہر دراڑ سے
خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔

ماریا کے دیکھتے ہی دیکھتے شیو پنڈت کا سارا جسم تڑخ گیا پھر کمرے
میں ایک خرخراتی آواز اُبھری۔

"آہ۔ میں شیو پنڈت، خدائے سامری کا پجاری، ایک غیبی عورت کے
ہاتھوں مارا گیا۔"

اس آواز کے ساتھ ہلکی سی چیخ گونجی اور شیو پنڈت کا جسم بھربھری مٹی
کی طرح زمین پر بکھر گیا۔ وہ ختم ہو گیا تھا۔ ماریا دوسری کوٹھڑی میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آگئی ۔یہاں دروازے کے پاس ہی دو پرانے مُردوں کے ڈھانچے پڑے تھے ۔یہ ڈھانچے اس پنڈت اور حبشی کے تھے ۔جنہوں نے ماریا کو گڑھے سے نکالا تھا۔ یہ دونوں اصل میں کئی ہزار سال پرانے مُردے تھے جنہیں شیو پنڈت نے قبروں سے نکال کر اپنے طلسم سے زندہ کر رکھا تھا۔

شیو پنڈت کے مرنے کے بعد ہی یہ دونوں بھی اپنے انجام کو پہنچ گئے تھے۔ کافوری چراغ کی روشنی میں ان ڈھانچوں کی ہڈیاں فاسفورس کی طرح چمک رہی تھیں۔ ایک طرف بکرا بندھا ہوا تھا۔ ماریا یہ دیکھ کر پریشان ہو گئی کہ شیو پنڈت کے مر جانے کے بعد دلیپ بکرے سے انسان نہیں بنا۔

اسی وقت دیوار میں شہزادی گیتا کا خاکہ نمودار ہوا۔ اس نے کہا۔

"اے غیبی لڑکی ماریا۔ تیرا شکریہ۔ تو نے میرے محل کو خبیث پنڈت سے پاک کر دیا۔ اب میں نیک روحوں کی دنیا میں آرام سے رہ سکتی ہوں۔"

ماریا نے کہا۔

"شہزادی کی روح۔ یہ بکرا اصل میں ایک لڑکا ہے۔ یہ کس طرح اپنی صحیح حالت میں آئے گا۔؟"

روح نے مسکرا کر بڑے پیار سے کہا۔

"اس کے سر میں ایک طلسمی کیل ٹھکی ہوئی ہے۔ اس کے نکلتے ہی یہ دوبارہ انسان بن جائے گا۔ مگر ــــ مگر یہ طلسمی کیل تم نہیں نکال سکتی ہو اگر تم نے اس کیل کو ہاتھ لگایا تو یہ لڑکا ہمیشہ کے لئے بکرا بن جائے گا۔"

ماریا نے گھبرا کر جلدی سے پوچھا۔

"اے نیک دل روح۔ بتا طلسمی کیل کون نکال سکتا ہے؟"

شہزادی کی روح بولی۔

"اس لڑکے کی ماں طلسمی کیل نکال سکتی ہے ــــ ماں کی محبت کیل کا سارا طلسم ختم کر دے گی۔ یاد رکھو ماں کی محبت سے بڑھ کر کوئی عظیم شے نہیں۔ جو بچے اپنی ماں کی خدمت کرتے ہیں۔ ان کا کہا مان کر دعائیں لیتے ہیں وہ ہمیشہ خوش رہتے ہیں۔ اچھا الوداع ــــ میں روحوں کی دنیا میں جا رہی ہوں۔"

شہزادی گیتا کا خاکہ غائب ہو گیا۔ ماریا نے بکرے کو گود میں اٹھایا اور سیڑھیوں کے راستے بارہ دری میں آگئی۔ باہر تیز بارش ہو رہی تھی ہوائیں شور مچا رہی تھیں۔ رات بہت گہری ہو چکی تھی۔ اندھیرے میں باغ کے درخت بڑے خوفناک لگ رہے تھے۔

ماریا اڑتی ہوئی محل سے باہر نکل آئی۔ وہ جلد از جلد لڑکے کو اس کی والدہ کے پاس پہنچا کر عنبر اور ناگ کے پاس جانا چاہتی تھی اسے احساس تھا کہ اتنی دیر ہو جانے پر اس کے دونوں بھائی پریشان ہو رہے ہوں گے۔ جلد ہی ماریا ہندو عورت کے مکان میں آگئی۔

ہندو عورت ابھی تک بھگوان کے مجسمے کے آگے جھکی رو رہی تھی۔

ماریا نے کہا۔

"میں آ گئی ہوں اور تمہارے بیٹے کو ساتھ لائی ہوں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہندو عورت خوشی سے اُچھل پڑی ۔ اس نے کانپتی آواز میں کہا۔
"اے درگا دیوی کی بہن ۔ میرا لال کہاں ہے ۔۔ میرا دلیپ کہاں ہے
تم مجھے جھوٹی تسلی تو نہیں دے رہی ہو ؟"
ماریا نے بکرے کو اپنی گود سے اُتار دیا ۔ بکرا ظاہر ہو گیا اور میں میں
کرتا ہندو عورت کی طرف جانے لگا ۔ عورت کی آنکھوں سے دو موٹے
آنسو نکل کر گر پڑے ۔ اس نے دردبھری آواز میں کہا ۔
"میرا بیٹا کہاں ہے ۔ تم بکرا کہاں سے لے آئی ہو ؟"
ماریا نے کہا ۔
"یہ بکرا نہیں ۔ تم اس کے سر میں دھنسی طلسمی کیل کھینچو اور پھر دیکھو کیا
ہوتا ہے ۔"
عورت کو یقین نہیں آیا مگر جب اس نے بکرے کی آنکھوں میں دیکھا
تو وہ چونک گئی ۔ یہ آنکھیں تو اس کے [illegible] دلیپ کی تھیں ۔
اُس نے کانپتے ہاتھوں سے بکرے کا سر [illegible] اور کیل کھینچ لیا کیل
کا نکلنا تھا کہ بکرا ایکدم لڑکا بن گیا اور ماں کہہ کر [illegible] سے چمٹ گیا ۔
ماریا کا کام ختم ہو چکا تھا اور وہ کچھ کہے بغیر مکان سے باہر نکل
آئی اور سرائے کی طرف روانہ ہو گئی ۔

O

ادھر ناگ اور عنبر بڑے پریشان تھے ۔
ماریا کو سرائے سے گئے کافی دیر ہو چکی تھی اور وہ ابھی تک واپس

نہیں لوٹی تھی ۔ اب تو موسلا دھار بارش بھی شروع ہو چکی تھی ۔ عنبر
نے کہا ۔
"ناگ بھائی ۔ میں جا کر ماریا کا پتہ کرتا ہوں ۔ کہیں وہ مشکل میں نہ
پھنس گئی ہو ۔"
ناگ یہ سن کر کہنے لگا ۔
"عنبر بھائی ۔ تمہارا جانا مناسب نہیں ۔ میں جاتا ہوں ۔ میں پرندہ بن
کر اُڑ کر بھی اسے ڈھونڈ سکتا ہوں ۔"
عنبر یہ سن کر خاموش ہو رہا ۔ ناگ سرائے سے نکل آیا ۔ اسی وقت
بجلی بڑے زور سے کڑکی ۔ روشنی کی ایک تڑپتی لکیر دور تک لہراتی چلی
گئی ۔ ماحول لمحہ بھر کے لئے روشن ہوا پھر تاریک ہو گیا ۔ آسمان سے
بارش کے موٹے قطرے بڑی تیزی سے گر رہے تھے ۔ ہر طرف
ویرانی تھی ۔
ناگ سڑک کے کنارے چلا جا رہا تھا ۔ اگلی سڑک پر وہ بائیں طرف
مڑ گیا ۔ اسی سڑک پر اگر وہ دائیں طرف چلتا تو کچھ آگے جا کر اس نے ماریا
سے مل جانا تھا ۔ جو اُڑتی ہوئی ، چلتی ہوئی ۔ سرائے کی طرف آ رہی تھی ۔
ناگ چلتا ہوا خاصا دُور نکل گیا ۔
بارش آہستہ ہوتے ہوتے تھم چکی تھی مگر آسمان پر ابھی تک کالی
گھٹاؤں کا قبضہ تھا ۔
ناگ سرائے سے کافی دور نکل آیا تھا ۔ رات ٹھنڈی اور ویران

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی۔ اتنے میں بجلی زور سے چمکی تو آس پاس کا علاقہ پل بھر کے لئے روشن
ہو گیا۔ ناگ نے دیکھا کہ کچھ فاصلے پر ایک مرگھٹ کا دروازہ ہے۔ ناگ
مرگھٹ میں آگیا۔

یہ پارسیوں کا مرگھٹ تھا۔ پارسی لوگ اپنے مُردے کو نہ دفن کرتے
ہیں نہ جلاتے ہیں اور نہ ہی پانی میں بہاتے ہیں۔ بلکہ وہ لاش کو اپنے
خصوصی قبرستان میں پھینک جاتے ہیں۔ جہاں گدھ اور چیلیں لاشوں کو
ہڑپ کر جاتی ہیں۔ مرگھٹ کا ماحول بے حد ڈراؤنا، سنسان اور عجیب و
غریب تھا۔

گھنے درختوں میں سے بارش کا پانی ٹپا ٹپ گر رہا تھا۔ بارش اب پہلے
سے بھی تیز ہو چکی تھی۔ ناگ نے سوچا کہ محفوظ جگہ بیٹھ کر اس بارش کے
تھمنے کا انتظار کرنا چاہیئے۔ وہ برگد کے ایک پرانے گھنے درخت کی طرف
بڑھا جو چھتری کی طرح تھا۔ یکایک ناگ کو ٹھوکر سی لگی اور کوئی چیز
لڑھکتی ہوئی پرے چلی گئی۔ اسی وقت ناگ نے سسکی کی آواز سُنی۔
جیسے کسی نے بڑے درد بھرے انداز میں آہ بھری ہو۔ ناگ نے ادھر
اُدھر نظر دوڑائی۔ کوئی نہ تھا۔ اُس نے جُھک کر دیکھا۔ یہ ایک انسانی
کھوپڑی تھی جو اس کی ٹھوکر سے لڑھک کر ایک طرف ہو گئی تھی۔ ناگ
کے دل میں خیال آیا کہ زندگی میں اس انسان کو اپنا سر کتنا عزیز ہو گا۔
اور اب یہ کھوپڑی ٹھوکریں کھاتی پھر رہی ہے۔
ناگ نے کھوپڑی اٹھالی۔ اچانک مرگھٹ کا بھیانک سناٹا کسی گدھ

کی تیز چیخ سے درہم برہم ہو گیا۔ ناگ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا برگد کے
گھنے درخت تلے آگیا۔ اس نے زمین کھود کر کھوپڑی کو دفن کر دیا۔
درخت کے تنے کی کھوہ میں اتنا بڑا سوراخ تھا کہ ایک آدمی بیٹھ سکتا
تھا۔ ناگ کھوہ میں گھس گیا۔

چند لمحے ہی گزرے تھے کہ تاریکی میں ایک سفید سایہ سا نظر آنے لگا
یہ سایہ عین اس جگہ زمین سے اُبھر رہا تھا۔ جہاں ناگ نے کھوپڑی دفن
کی تھی۔ ناگ بڑے غور سے اس سائے کو دیکھنے لگا۔ رفتہ رفتہ سایہ
صاف ہونے لگا۔ ابتدا میں اس کی پیشانی نمایاں ہوئی۔ پھر آنکھیں،
ناک، ہونٹ حتیٰ کہ مکمل چہرہ نظر آنا شروع ہوا۔

ناگ کو چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ چپ چاپ کھوہ میں بیٹھا یہ
یہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ سائے کا سارا جسم روشن ذرات کی طرح تھا۔
جو شعلوں کی طرح چمک اور بجھ رہے تھے۔ سایہ زمین سے اُبھر کر کچھ دیر
فضا میں چکر کھاتا رہا۔ چکراتا ہوا سایہ کبھی بلند ہو کر درخت کی چوٹی کو
چھونے لگتا اور کبھی زمین پر آجاتا۔

اچانک سائے نے اس کھوہ کی طرف دیکھا جہاں ناگ بیٹھا ہوا تھا
پھر سایہ ہوا میں تیرتا ہوا ناگ کی طرف بڑھا۔ سائے کی چمکدار آنکھیں ناگ
پر جم گئی تھیں۔ قریب آکر سائے نے کھنکھناتی آواز میں کہا۔

"اے رحمدل انسان۔ میں تیرا شکر گزار ہوں۔"
سائے کی آواز ہوا کے کسی جھونکے کی طرح آئی اور ناگ کے جسم سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ٹکراتی ہوئی گزر گئی۔ ناگ کا تپ اُٹھا۔ آواز کا جھونکا برف کی طرح سرد تھا۔ ناگ نے کہا۔

"اے پُراسرار سائے۔ کیا تُو کوئی بے چین رُوح ہے۔"

سائے نے کہا۔

"میں ایک رُوح ہوں۔ جسے تم نے سکون دیا ہے۔ تم نے میری کھوپڑی زمین میں دفن کر کے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ سنو میں پارسی مذہب کا مرد تھا۔ مرنے کے بعد میرے عزیز مجھے یہاں پھینک گئے اور گِدھوں اور چیلوں نے نوچ نوچ کر میرا گوشت کھا لیا۔ میرے جسم کی باقی ہڈیاں تو بارشوں کی وجہ سے مختلف گڑھوں میں دفن ہو گئیں لیکن میری کھوپڑی فٹ بال کی طرح مرگھٹ میں لڑھکتی پھرتی ۔ آج تم نے میری کھوپڑی دفن کر کے مجھے اذیت سے نجات دلا دی ہے۔ اچھا اب میں جاتی ہوں۔"

سایہ اوپر اُٹھتا ہوا غائب ہو گیا۔ بارش تھم گئی تھی۔ مرگھٹ میں ایسی خاموشی چھا گئی تھی۔ کہ معلوم پڑتا تھا یہاں ہر شے مر چکی ہے۔ کہیں زندگی کی کوئی آواز نہ تھی۔ ناگ کھوہ سے نکل آیا۔ ٹھنڈی ہوا چلنا شروع ہو گئی۔ ناگ دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ رُک گیا۔

اس نے اپنی سانپوں والی تیز نظر سے ان دو آدمیوں کو دیکھ لیا تھا جو کسی کو اٹھائے مرگھٹ میں داخل ہو رہے تھے ان دونوں آدمیوں نے کالے چوغے پہن رکھے تھے اور چہروں پر کالے نقاب تھے جن

کی صرف آنکھیں باہر جھانک رہی تھیں۔ یہ لبادہ پوش بڑے پُراسرار انداز سے حرکت کر رہے تھے۔ اور ناگ کی طرف ہی آ رہے تھے۔

ناگ گہری سانس لے کر ناگ کے روپ میں آ گیا اور ایک درخت کے تنے سے چمٹ کر لبادہ پوشوں کو دیکھنے لگا۔ لبادہ پوش قریب آ گئے۔ انہوں نے ایک لاش اٹھا رکھی تھی۔ لاش کے دونوں بازو غائب تھے۔ ناگ نے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ بازو کندھوں کے قریب سے کسی تیز دھار آرے سے کاٹے گئے ہیں۔

پُراسرار لبادہ پوشوں نے لاش زمین پر ڈال دی۔ پھر ایک نے اپنے چوغے سے بوتل نکالی اور اس میں سے سرخ رنگ کا محلول نکال کر لاش پر پھینک دیا۔ فضا میں عجیب سی بُو پھیل گئی۔ لبادہ پوش لاش سے پرے ہٹ گئے پھر ایک نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں واپس چلنا چاہیئے۔ اس لاش کو تو ابھی گِدھ اور چیلیں ہڑپ کر جائیں گی۔"

ناگ نے اپنے کان ادھر ہی لگا رکھے تھے۔ اسے دوسرے کی آواز سنائی دی۔

"تم ٹھیک کہتے ہو لیکن اس وقت تک ہمارا رکنا ضروری ہے جب تک گِدھ لاش پر حملہ نہیں کر دیتے۔"

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ کئی گِدھ بڑے بھیانک انداز سے چلائے اور درختوں سے اُڑ کر فضا میں چکر کھانے لگے۔ ان کے بھاری

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پروں کی پھڑپھڑاہٹ بڑی بھیانک اور خوفناک لگ رہی تھی۔ اڑتے ہوئے گدھوں کی سرخ انگارہ آنکھیں دہک رہی تھیں اور ایسا لگتا تھا کہ بے شمار انگارے فضا میں معلق ہیں۔

پھر ایک بڑا گدھ زمین پر اُتر آیا۔ اس کی مُڑی ہوئی خون آلود چونچ دیکھ کر ناگ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ گدھ مکاری سے اپنی آنکھوں کو گردش دیتا ہوا پھدک پھدک کر لاش کے پاس آ رہا تھا۔ اب اس کی چونچ کھل گئی تھی جیسے وہ گوشت نوچ لینے کے لئے بے قرار ہو۔ اسی وقت فضا میں چکر کھاتی ایک چیل نے چیخ کر غوطہ مارا اور لاش کا گوشت ادھیڑتی ہوئی چلی گئی۔

گدھ نے بھی جھپٹ کر چونچ ماری اور ایک بوٹی نوچ لی۔ ناگ یہ دہشتناک منظر دیکھ کر لرز اٹھا۔ پُراسرار لبادہ پوش بڑی دلچسپی سے یہ سب دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کہا۔

"چلو اب واپس چلیں۔ مرگھٹ کے گدھ سرخ دوا کی خوشبو سونگھ کر لاش پر حملہ کر چکے ہیں۔"

سیاہ لبادہ پوش واپس چلے تو ناگ بھی رینگتا ہوا ان کے پیچھے چل پڑا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ پُراسرار آدمی کون ہیں۔ مرگھٹ کے باہر ایک گھوڑا گاڑی کھڑی تھی۔ پُراسرار آدمیوں کے بیٹھتے ہی گھوڑے پتھریلی سڑک پر دوڑنے لگے۔ ناگ فوراً کبوتر کے روپ میں آ کر گاڑی کے اوپر اڑنے لگا۔ ٹھنڈی تیز ہوا چل رہی تھی۔ آسمان پر ستارے نکل

آئے تھے اور کانپ کر نیچے دیکھ رہے تھے۔

سڑکوں پر پانی جمع تھا۔ گھوڑے چھینٹے اڑاتے دوڑے چلے جا رہے تھے۔ کچھ آگے جا کر پہاڑی سلسلہ آ گیا۔ اب سڑک تنگ ہو گئی تھی اور اس کے دونوں طرف بلند پہاڑ تھے۔ پھر بگھی ایک پہاڑی سرنگ میں داخل ہو گئی۔ ناگ بھی غوطہ مار کر نیچے آ گیا۔ سرنگ میں گھپ اندھیرا تھا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز بدستور آ رہی تھی۔

بڑی پُراسرار اور ڈراؤنی سرنگ تھی۔ چھت پندرہ فٹ کے قریب اونچی تھی۔ دونوں طرف دیواروں پر ہندو دیوی دیوتاؤں کی ہیبتناک مورتیاں بنی ہوئی تھیں

آگے جا کر یہ سرنگ بائیں جانب مڑ گئی اور گھوڑے رک گئے۔ ناگ زمین پر آ کر سانپ بن گیا۔ اسی دوران ایک لبادہ پوش نے مشعل روشن کر کے ہاتھ میں تھام لی۔ تاریک سرنگ میں روشنی کے سائے لرزنے لگے۔ ناگ نے دیکھا کہ آگے سرنگ تنگ ہو گئی ہے اور گھوڑا گاڑی آگے نہیں جا سکتی تھی شاید اسی لئے لبادہ پوشوں نے اسے یہاں کھڑا کر دیا تھا۔

تعاقب پھر شروع ہو گیا۔

گہری خاموشی میں مشعل کی لرزتی روشنی سرنگ کے کالے پتھروں پر بنی مورتیوں پر پڑتی تو بڑا عجیب اور رونگٹے کھڑے کر دینے والا منظر ہوتا۔ فضا میں نم آلود بُو تھی اور ناگ کو دور سے پانی بہنے کی ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی۔ ناگ جانتا تھا کہ ہندوستان میں پہاڑوں کے اندر کئی چھوٹی ندیاں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یا نہریں ہوتی ہیں ۔ یہ اصل میں ان چشموں کا پانی ہوتا ہے جو پہاڑیوں یا کھڈوں میں پھوٹے ہوتے ہیں ۔ ان چشموں کا پانی اکٹھا ہو کر ندی کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور میلوں تک بہتا چلا جاتا ہے ۔

پُراسرار لبادہ پوش چلتے ہوئے ایک بڑی پہاڑی کھوہ میں پہنچے ۔ یہاں کسی طرف سے ہلکی ہلکی روشنی آ رہی تھی اور ایسا لگتا تھا جیسے اندھیری رات میں پھیکا پھیکا چاند نکل رہا ہو ۔ اس کھوہ میں کئی کمرے بنے ہوئے تھے ۔ اور تین چار لبادہ پوش گھوم رہے تھے ۔ گھوڑا گاڑی میں آنے والے ایک کمرے میں چلے گئے ۔

ناگ نے سوچا پہلے یہ معلوم کرنا چاہیئے ۔ کہ اس سنسان اور ویران جگہ کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے وہ ایک دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا اندر کا منظر دیکھتے ہی ناگ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ۔ اس کا رواں رواں کانپ اٹھا تھا ۔ اس وقت کمرے میں ایک بھیانک چیخ گونجی ۔

○

گنجا حکیم

ناگ اچھل پڑا ۔

یہ چیخ پنجرے میں بند عجیب مخلوق نے ماری تھی ۔ اُف میرے خدا ۔ وہ مخلوق بے حد خوفناک تھی ۔ اس کا سارا جسم بن مانس کا اور سر انسانی تھا ۔ اس کمرے میں لوہے کے پنجروں کی ایک لمبی لائن تھی ۔ اور ہر پنجرے میں ایک نئی مخلوق تھی ۔ کمرے میں ایک طرف شیشے کا بڑا مرتبان تھا ناگ نے آگے بڑھ کر دیکھا اور کانپ اُٹھا ۔ شیشے کے مرتبان میں نیلے رنگ کا ایک محلول بھرا ہوا تھا ۔ اور اس محلول میں مختلف انسانی اعضاء تیر رہے تھے ۔

ان اعضاء میں کٹے ہوئے دو بازو بھی تھے ۔ ناگ کو فوراً وہ لاش یاد آ گئی ۔ جسے سیاہ لبادہ پوش مرگھٹ میں خونی گدھوں کے حوالے کر آئے تھے ۔

اسی وقت بھوں بھوں کتے کے بھونکنے کی آواز آئی ۔ ناگ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک بندر کتے کی طرح بھونک رہا ہے ۔ ناگ کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ سب کیا ہے ؟"

اچانک دروازہ کھلا اور دونوں لبادہ پوش اندر آ گئے ۔ ناگ پھرتی سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سمٹ کر ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ لبادہ پوش ایک پنجرے کی طرف بڑھ گئے۔
اس پنجرے میں ایک بوڑھا بندر موجود تھا۔ سیاہ پوشوں کو دیکھ کر بندر
اُچھلتا ہُوا خوخیانے لگا۔ ایک لبادہ پوش نے اپنی جیب سے سرنج نما
نلکی نکالی جس کے آگے باریک سوئی لگی تھی اس نے بڑی پھرتی سے بندر
کے جسم میں سوئی گھونپ دی۔

بندر زور سے چیخا اور اگلے ہی لمحے اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ
بے ہوش ہو گیا۔ لبادہ پوش اسے اٹھائے ہوئے کمرے سے نکل آئے۔
ناگ تیزی سے رینگتا ہُوا ان کے پیچھے چل پڑا اور ایک ایسے کمرے میں آگیا
جو ایک آپریشن تھیٹر کی طرح تھا۔ کمرے کے وسط میں پتھر کی میزیں پڑی
تھیں ایک پر چمڑے کے تسموں سے ایک نوجوان بندھا ہوا تھا اور اس
کے منہ میں رومال ٹھنسا ہُوا تھا۔

میز کے پاس ہی ایک بوڑھا حکیم کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر جھریوں کا
جال سا بچھا ہُوا تھا۔ وہ گنجا تھا اور اس کا سر شتر مرغ کے انڈے کی طرح
روشنی میں چمک رہا تھا۔ بوڑھے کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ اور ان میں
بڑی خطرناک چمک لہرا رہی تھی۔ وہ ہاتھ لہرا کر بولا۔

"شاباش۔ اس بندر کو میز پر لٹا کر باندھ دو اور پانی گرم رکھ
دو۔ ابھی کچھ دیر میں آپریشن کر دوں گا۔ یہ ایک تاریخی آپریشن ہو گا۔
جو حکمت کی دنیا میں انقلاب برپا کر دے گا۔ میں انسان کا دماغ نکال
کر بندر کے سر میں اور بندر کا دماغ انسان کے سر میں ڈال دوں گا۔"

ناگ کے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

یہ بوڑھا ایک جنونی حکیم تھا۔ یہ پہاڑیوں کے اندر اپنے خفیہ اڈے
میں بڑے خونی تجربے کرتا تھا۔ وہ مختلف انسانوں اور جانوروں کے
اعضاء ملا کر ایک نئی مخلوق پیدا کر رہا تھا۔ یہ بڑا ہی حرامی اور خونی
قسم کا حکیم تھا۔ اور بڑھاپے میں اپنی آخرت خراب کر رہا تھا۔

لبادہ پوش نے بندر کو میز پر لٹا کر تسمے کستے ہوئے کہا۔

"کیا آپ کو یقین ہے کہ آپریشن کامیاب رہے گا؟"

جنونی حکیم نے ہنس کر کہا۔

"ہاں۔ میں تجربہ کر چکا ہوں۔ بندر کے سر میں کتے کا دماغ رکھا گیا
تو وہ کتے کی طرح بھونکنے لگا تھا۔"

یہ کہتے ہوئے جنونی حکیم نے میز کے نیچے بنے خانے سے اوزار
نکال کر انہیں رومال سے چمکانا شروع کر دیا گویا وہ آپریشن کی تیاری
کر رہا تھا۔ دوسرا لبادہ پوش آتش دان میں لکڑیاں ڈال کر پانی کی
دیگچی رکھ چکا تھا۔

میز پر بندھے نوجوان کی آنکھیں دہشت کے مارے پھٹنے کی حد
تک پھیل چکی تھیں۔ اس نے مچل مچل کر آزاد ہونے کی کوشش کی مگر چمڑے
کے تسمے بڑے مضبوط تھے۔ جنونی حکیم نے گھناؤنے انداز میں ہنستے
ہوئے کہا۔

"الو کے پٹھے۔ تم کچھ بھی کر لو۔ آزاد نہیں ہو سکتے۔ چپ چاپ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پڑے رہو۔"

یہ کہہ کر حکیم، لبادہ پوش کی طرف مڑا اور بولا۔

"چلو اب سے دس منٹ بعد میں آپریشن شروع کردوں گا۔ اس دوران تم میں سے ایک دروازے پر پہرہ دے اور دوسرا گھوڑوں کو گاڑی سے علیحدہ کرکے اصطبل میں باندھ دے۔"

حکیم اور لبادہ پوش کمرے سے نکل گئے۔ ناگ رینگتا ہوا میز کے پاس آگیا اور ہولے سے پھنکار کر انسان بن گیا۔ بندھے ہوئے نوجوان کا منہ دوسری طرف تھا وہ ناگ کو نہ دیکھ سکا ناگ نے آہستہ سے کہا۔

"گھبراؤ مت بھائی۔ میں تمہاری مدد کے لئے آگیا ہوں۔"

نوجوان نے ایک جھٹکے سے سر گھما کر ادھر دیکھا۔ ناگ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں حیرت پیدا ہوئی۔ ناگ نے اس کے منہ میں ٹھنسا ہوا کپڑا نکال لیا اور کہا۔

"تم کون ہو؟"

نوجوان گہری سانس لی اور بولا۔

"میرا نام ناصر ہے اس ظالم حکیم کے ساتھی دھوکے سے مجھے پکڑ لائے اور مجھے قید کر دیا۔ مگر تم کون ہو ان کے ساتھی تو معلوم نہیں ہوتے اور۔۔۔ اور اس کمرے میں کس طرح آگئے؟"

ناگ نے کہا۔

"ان تمام باتوں کو چھوڑو۔ تم نے سن لیا ہے کہ یہ ظالم حکیم تمہارے

ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ڈرو نہیں۔ میں تمہاری مدد کروں گا۔"

ادھر کمرے کے دروازے پر کھڑے لبادہ پوش کو اندر سے کھسر پھسر کی آوازیں سنائی دیں تو وہ دروازہ کھول کر اندر آنے لگا۔ ناگ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر بڑی پھرتی سے سانپ بن کر میز کے نیچے رینگ گیا۔ ناصر نے ایک انسان کو سانپ بنتے دیکھا تو حیران رہ گیا

لبادہ پوش اندر آچکا تھا۔ اس نے کڑک کر کہا۔

"تم کس سے باتیں کر رہے تھے اور۔۔۔ یہ تم نے منہ سے رومال کس طرح نکال لیا ہے۔"

ناصر نے کہا۔

"یہاں کون ہے جس سے میں باتیں کرسکوں۔ خود سے باتیں کرکے دل کو بہلا رہا تھا۔"

نقاب پوش نے ناصر کے منہ میں دوبارہ رومال ٹھونس دیا اور میز کو ٹھوکر مار کر کہنے لگا۔

"کچھ دیر بعد جب تمہاری کھوپڑی میں بندر کا دماغ پہنچے گا تو تم غراتے پھروگے۔۔۔ ہا ہا ہا۔۔۔ کیا مزے دار منظر ہوگا۔

لبادہ پوش کے کمرے سے نکلتے ہی ناگ دوبارہ انسان بن گیا۔ اس نے کہا۔

"ناصر بھائی پریشان مت ہو۔ یہ قبرستانی بجو کی شکل والا حکیم اب زندہ نہ بچ سکے گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناصر کو ڈسنے کے بعد ناگ سانپ بن کر کمرے سے نکل آیا اور بڑی تیزی سے اس طرف رینگتا ہوا بڑھا جدھر گھوڑا گاڑی کھڑی تھی۔ سیاہ لبادہ پوش گھوڑوں کو باندھ کر واپس آ رہا تھا۔ ناگ اسے دیکھ کر دیوار سے چمٹ گیا۔ جوں ہی وہ پاس آیا۔ ناگ نے اپنی جگہ سے جست لگائی۔

اس کا پھن لبادہ پوش کی گردن سے ٹکرایا۔ ناگ نے گردن میں دانت گاڑ کر اپنا زہر اس کے جسم میں انڈیل دیا۔ لبادہ پوش نے چیخ مارنے کے لئے منہ کھولا مگر زہر اپنا اثر کر چکا تھا۔ اس کی گردن کی رگیں تڑ گئی تھیں۔ لبادہ پوش کے حلق سے آواز نہ نکل سکی۔

وہ تیورا کر گر پڑا۔ سانپ کے زہر نے اُسے موت کی وادی میں دھکیل دیا تھا۔ ناگ فوراً انسان کے روپ میں آ گیا۔ اس نے لبادہ پوش کے جسم سے کالا لبادہ اتار کر اپنے کپڑوں پر پہن لیا اور چہرے پر نقاب لگالی۔ مرے ہوئے شخص کو گھسیٹ کر ایک کونے میں پھینک دیا اور خود چل پڑا۔

ادھر جنونی حکیم آپریشن کرنے کے لئے کمرے میں آ گیا تھا۔ دوسرا لبادہ پوش بندر کا سر مونڈ رہا تھا۔ حکیم نے تیز دھار خنجر کو آگ پر گرم کرتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے تم نے گھوڑے باندھنے میں بڑی دیر لگا دی ہے۔؟"
ناگ نے آواز بھاری کر کے کہا۔

"گھوڑوں کے آگے گھاس وغیرہ بھی تو ڈالنا تھی اس لئے کچھ دیر ہو گئی۔"

حکیم نے جواباً کچھ نہ کہا۔ اس دوران لبادہ پوش بندر کا سر مونڈ چکا تھا۔ حکیم نے خنجر سے بندر کے سر میں ایک چوکور نشان لگایا۔ پھر چھوٹی آری سے سر کو کاٹنے لگا۔ بندر کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ اور حکیم بڑے انہماک سے سر کو نشان سے کاٹتا جا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑے شیطانی انداز میں چمک رہی تھیں۔

کھوپڑی چیرنے کے بعد حکیم نے بڑی احتیاط سے بندر کا دماغ نکال کر ایک پلیٹ میں رکھ دیا اور گرم پانی سے ہاتھ دھو کر رومال سے خشک کرتا ہوا ناگ کو مخاطب کر کے بولا۔

"شنکر۔ اب اس انسان کو بے ہوشی کی سوئی لگا دو۔"

ناگ نے جب لبادہ پوش کو بے ہوش کر کے اس کا کالا لبادہ پہن لیا تھا۔ اس کا نام شنکر تھا مگر اب مصیبت یہ ہوئی کہ ناگ نے صرف لبادہ اور نقاب اتارا تھا بے ہوشی کی سوئی تو شنکر کے دوسرے کپڑوں میں ہی رہ گئی تھی۔ حکیم نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"شنکر۔ تم کس سوچ میں پڑ گئے ہو۔ ادھر لاؤ بے ہوشی کی سوئی میں لگا دیتا ہوں۔"

حکیم نے اپنا ہاتھ [illegible] جوں ہی اپنی جیبیں ٹٹولنا شروع

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کر دیں۔ حکیم اور دوسرا لبادہ پوش بڑے غور سے اسے دیکھ رہے تھے۔
جنوبی حکیم نے ناگ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم ۔۔ تم شنکر نہیں ہو سکتے۔"

یہ کہتے ہوئے حکیم نے ناگ کے چہرے سے نقاب نوچ لیا اور اُچھل کر چلایا۔

"دشمن ۔۔ ٹنڈن اسے ختم کر دو۔ اسے ہمارے سارے راز معلوم ہو گئے ہیں۔"

دوسرا لبادہ پوش ٹنڈن خنجر نکال کر لپکا۔ ناگ کے لئے یہ بڑا نازک وقت تھا۔ اُس نے گہری سانس لی اور چڑیا بن کر پھر سے اُڑ گیا۔ ٹنڈن کے ہاتھ سے خنجر گر گیا۔ اس کے تو باپ نے بھی ایسی جادوگری نہ دیکھی تھی۔ ایک انسان چڑیا بن کر اُڑ گیا تھا۔ جنوبی حکیم کا منہ بھی حیرت سے کھُل گیا تھا۔ اس نے چیخ ماری اور کہا۔

"یہ ضرور کوئی جادوگر تھا۔ اسے تلاش کرو اور مار ڈالو۔ میں خفیہ تہہ خانے میں جا رہا ہوں۔"

اس چیخ و پکار کے دوران دوسرے لبادہ پوش بھی آ چکے تھے۔ وہ سب ناگ کو تلاش کرنے لگے۔ ادھر ناگ کمرے سے نکل کر سانپ بن چکا تھا۔ اس نے دیکھا کہ جنوبی حکیم دوڑتا ہوا ایک طرف جا رہا ہے۔ ناگ اس کے پیچھے لپکا۔ حکیم پہاڑوں کے نیچے بنے خفیہ تہہ خانے میں داخل ہو گیا۔

ناگ بھی اس کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ اس نے دیکھا حکیم دیوار میں بنے ایک خانے سے دولت نکال کر کپڑے کے تھیلے میں ڈال رہا ہے۔ دراصل حکیم نے یہاں سے بھاگ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ایسے انسان کا مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔ جو پرندہ بن سکتا ہے۔ اس نے عافیت اسی میں سمجھی کہ بھاگ جائے مگر ناگ اس ظالم انسان کو کیسے جانے دیتا۔ دولت سمیٹ کر حکیم مڑا ہی تھا کہ ناگ اچھل کر اس کے سامنے آ گیا اور پھن پھیلا کر پھنکارا۔ حکیم کی تو آدھی جان نکل گئی تھی۔ اس نے قریب پڑی پتھر کی مورتی اٹھا کر ماری۔ ناگ تڑپ کر ایک طرف ہو گیا اس نے انسانی آواز میں کہا۔

"او بدبخت حکیم۔ تو بچ نہ سکے گا تیرا انجام بڑا عبرتناک ہو گا۔"

سانپ کو انسانوں کی طرح بولتے دیکھ کر حکیم کے پسینے چھوٹ گئے۔ اس کی گنجی کھوپڑی پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے تھے اور زبان منہ سے باہر نکل آئی تھی۔ وہ اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے میلوں سے دوڑ کر آیا ہو۔ اب وہ جان بچانے کی فکر میں تھا۔ ناگ جھومتا ہوا دُم کے بل کھڑا ہو گیا۔ اس کی خوفناک شوکروں سے حکیم کا دل دہل رہا تھا۔

حکیم نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ ناگ نے پھرتی سے اس کے پاؤں پر ڈس لیا۔ حکیم گر پڑا اور اس کا جسم کانپنے لگا۔ زہر بڑی تیزی سے اس کے جسم میں پھیلتا جا رہا تھا۔ حکیم کو وہ سارے مظالم یاد آ گئے جو اس نے لوگوں پر کئے تھے۔ اس کے ناک، کان اور منہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے خون جاری ہوگیا۔ وہ مرگیا اور اس کا جسم اکڑ گیا۔

ناگ کمرے سے نکل آیا۔ لبادہ پوش اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے
ناگ فوراً خونخوار شیر بن کر دھاڑا۔ تمام لبادہ پوش گھبرا کر ایک دوسرے
کی طرف دیکھنے لگے کہ اس علاقے میں شیر کہاں سے آگیا۔ ناگ چھلانگ
لگا کر ان کے سامنے آگیا۔ اور ایک لبادہ پوش کے منہ پہ پنجہ مارا۔
اس کے حلق سے دلخراش چیخ نکل کر پہاڑوں میں گم ہوگئی۔ اس کی
کھوپڑی گردن سے جدا ہو کر پرے جا گری تھی۔

باقی لبادہ پوشوں نے یہ حال دیکھا تو اپنے ہتھیار پھینک بھاگ کھڑے
ہوئے۔ ناگ نے انسان بن کر ناصر کو مینڑ سے کھولا۔ پھر تمام کمروں میں
تیل پھینک کر آگ لگا دی۔ اور خود گھوڑوں پر سوار ہو کر سرنگ سے باہر
آگئے۔ ناگ نے کہا۔

"بھائی ــــ خدا نے مجھے بروقت تمہاری مدد کے لئے بھیجا۔ اب تم
آزاد ہو اور اپنے گھر جا سکتے ہو؟"

ناصر تو پہلے ہی ناگ سے ڈرا ہوا تھا۔ وہ ناگ کو بڑا زبردست جادوگر
خیال کر رہا تھا۔ اس نے گھوڑے کی باگ موڑی اور خدا حافظ کہہ کر
چل دیا۔

ناگ سرائے سے ماریا کو تلاش کرتے نکلا تھا مگر اس چکر میں پھنس
گیا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ واپس سرائے میں عنبر کے پاس چلنا چاہیئے
گھوڑا ننگر کوٹ کی طرف دوڑنے لگا [illegible] ستا ے [illegible] ماہوں کی [illegible]

گونج رہی تھی۔ پھر اچانک گھوڑا اپنی اگلی ٹانگیں ہوا میں بلند کر کے
بڑے خوف ناک انداز میں ہنہنایا۔ ناگ گرتے گرتے
بچا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا کوئی نہ تھا۔ مگر گھوڑا بُری طرح
گھبرایا ہوا تھا۔

ناگ نے اسے بہتیرا چمکارا مگر گھوڑا قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ اسی
وقت ماحول ایک ہیبتناک، خون سرد کر دینے والے قہقہے سے گونج اٹھا۔

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کلاوتی دیوی کے سانپ

کفن پوش زندہ مُردہ، ناگ کے سامنے کھڑا تھا۔

اس کے بھیانک چہرے کے پھٹے ہوئے رخسار سے نکلا ہوا سانپ پھنکار رہا تھا۔ ایک آنکھ کا شعلہ تیزی سے بھڑک اور بجھ رہا تھا اور دوسری آنکھ بڑی تیزی سے گھوم رہی تھی۔ کفن پوش زندہ مردے نے سانپ کا پھن پکڑ کر اس کی لہراتی دوشاخی زبان چوم لی۔ پھر اس کے حلق سے خرخراتی آواز نکلی۔ جو کہہ رہی تھی۔

"اے ناگ ـــ میں جانتا ہوں کہ تم اصل میں ایک سانپ ہو۔ اب تم میری قید میں ہو اور بچ کر نہیں جا سکتے۔"

ناگ کفن پوش زندہ مردے کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اسے یوں لگا جیسے کوئی جہنمی عفریت جہنم سے فرار ہو کر زمین پر آ گئی ہے۔ اسی وقت کفن پوش مردے نے اپنا استخوانی پنجہ اٹھا کر گھمایا۔ ناگ کے چاروں طرف آگ کا حصار بن گیا۔ لہلہاتے سرخ شعلے اس کے چاروں طرف ناچنے لگے۔

ناگ ان شعلوں سے نہیں نکل سکتا تھا۔ آگ اتنی تیز تھی کہ اگر وہ

نکلنے کی کوشش کرتا تو بھی حصار سے باہر آنے تک شعلوں نے اس کی کھال ادھیڑ دینی تھی۔ ناگ نے پرندہ بن کر اُڑنا چاہا مگر یہ کیا ـــ اس نے اپنے ذہن میں کبوتر کی تصویر لا کر گہرا سانس لیا لیکن کبوتر نہیں بن سکا تھا۔ کفن پوش زندہ مردے نے اس کی بھیس بدلنے کی طاقت چھین لی تھی۔ اب تو ناگ کے ہوش اُڑ گئے۔ کفن پوش زندہ مردے کا قہقہہ پھر ویرانے میں گونجا اس نے کہا۔

"اے ناگ۔ تو میرے سامنے بے بس ہے۔"

ناگ نے فوراً آنکھیں بند کر کے سانپوں کے شہنشاہ شیش ناگ کی رانی کلاوتی کو سگنل دیا ـــ ایک دھماکہ ہوا۔ کلاوتی دیوی آ پہنچی تھی ناگ نے سگنل کی خموش آواز میں کہا۔

"مقدس کلاوتی دیوی۔ میری مدد کر۔ میں اس زندہ مردے کے جادو میں پھنس چکا ہوں۔"

کلاوتی دیوی نے قہر آلود نگاہوں سے کفن پوش مردے کی طرف دیکھا اور پھنکار کر ایک عظیم ناگن کے روپ میں آ گئی۔ ناگن کے منہ سے شعلوں کی بارش ہو رہی تھی۔ لیکن یہ شعلے کفن پوش مردے تک پہنچنے سے پہلے ہی غائب ہو جاتے تھے۔ ناگن اپنا وار خالی جاتا دیکھ کر لوٹ پوٹ کر پھر عورت بن گئی۔

کفن پوش زندہ مردے کی خرخراتی آواز اُبھری جو کہہ رہی تھی۔

اے ناگن دیوی۔ تو اپنے سارے ہتھیار آزما لے مگر ناگ کو میری

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قید سے آزاد نہیں کرا سکے گی۔"

کلاوتی دیوی نے بل کھا کر کہا۔

"خبیث مردے۔ میں دیکھتی ہوں تم میں کس قدر دم ہے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

کلاوتی دیوی نے فضا میں پھنکار ماری۔ فوراً ہی اکیس پیالے نمودار ہوئے۔ جو دودھ سے لبالب بھرے ہوئے تھے۔ ان پیالوں میں ایک پیالہ دوسروں سے بڑا تھا۔ جو درمیان میں رکھا ہوا تھا۔ اچانک سرسراہٹ ہوئی اور ایک کوڑیالا سانپ آ کر ایک پیالے کے سامنے بیٹھ گیا۔ دوبارہ سرسراہٹ ہوئی اور ایک سفید سانپ آیا۔ وہ دوسرے پیالے کے سامنے کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔

اسی طرح مختلف قسم کے بیس سانپ آ گئے اور بیس پیالوں کے سامنے بیٹھ گئے۔ ان سب کے پھن تنے ہوئے تھے۔ کلاوتی دیوی بڑے غور سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ کفن پوش مردے نے بھی اپنی اکلوتی آنکھ ان سانپوں پر جما رکھی تھی۔

اچانک زبردست سنسناہٹ ہوئی اس کے ساتھ ہی تیز پھنکاریں مارتا ایک سنہری سانپ آیا اور درمیان میں پڑے بڑے پیالے کے سامنے بیٹھ گیا اور پھن پھیلا کر جھومنے لگا۔ اس سنہرے سانپ کے جسم پر سرخ دھاریاں تھیں۔ یہ آٹھ فٹ لمبا اور ایک فٹ چوڑا تھا۔ اس کے پھن پر ایک تاج سا بنا ہوا تھا۔

ناگ سمجھ گیا کہ کلاوتی دیوی اپنی سب سے بڑی طاقت کفن پوش زندہ مُردے پر آزمانے لگی ہے۔ یہ اکیس سانپ کلاوتی دیوی کے خاص محافظ سانپ تھے۔ سنہرے سانپ نے اپنا پھن جھکا کر دودھ کے پیالے میں ڈالا اور سارا دودھ پی گیا۔ اب سارے سانپوں نے دودھ پی لیا۔

سنہرے سانپ نے اپنا سر جھکا کر کہا۔

"اے کلاوتی دیوی۔ تیرے غلام حاضر ہیں اور تیرے حکم کے منتظر ہیں۔"

کلاوتی دیوی نے کفن پوش زندہ مردے کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"وہ میرا دشمن ہے میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اسے نوچ نوچ کر کھا جاؤ۔"

سنہرے سانپ نے دُم کے بل کھڑے ہو کر پھنکار ماری اور سفید سانپ کی طرف دیکھا۔ سفید سانپ پھنکارتا ہوا مُردے کی طرف لپکا۔

اسی وقت ایک پُراسرار ہیولہ سا کفن پوش زندہ مردے کے پاس آ کھڑا ہوا۔ اس ہیولے کے اکیس ہاتھ تھے اس کی مدھم صورت بڑی خوف ناک تھی۔ اور ہر ہاتھ میں ایک تلوار تھی۔

سفید سانپ، کفن پوش زندہ مُردے کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ہیولے کا ایک ہاتھ بڑھا اس نے تلوار سانپ کی گردن پر ماری سانپ کا پھن کٹ کر پرے جا گرا مگر اس کا تڑپتا ہوا جسم پتلی رسّی کی طرح ہیولے کے اس ہاتھ سے لپٹ گیا۔ ہیولے نے تیز چیخ ماری۔ اس کا وہ ہاتھ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اب کوڑیالا سانپ بجلی کی طرح لہراتا ہوا بڑھا مگر ہیولے کے دوسرے ہاتھ نے اس سانپ کو ختم کر دیا۔ پہلے کی طرح اس بار بھی ہیولے کو اپنے ایک ہاتھ سے محروم ہونا پڑا۔ اسی طرح اکیس کے اکیس سانپ مارے گئے اور ہیولے کے تمام ہاتھ ٹوٹ گئے۔ اس کے بازوؤں سے کالا خون گر رہا تھا اور جہاں ہیولا کھڑا تھا وہاں زمین پر ایک تالاب سا بن گیا تھا۔ کالے خون کا تالاب۔

کفن پوش زندہ مُردے نے ہیولے کو مخاطب کر کے کہا۔

"تیرا شکریہ۔ اب تو جا سکتا ہے۔"

ہیولہ جس طرح نمودار ہوا تھا اسی طرح غائب ہو گیا۔ پتھریلی سڑک پر اکیس سانپوں کی لاشیں اور اکیس کٹے ہوئے ہاتھ پڑے تھے۔ کفن پوش زندہ مُردے کی آنکھ کا شعلہ تیزی سے بھڑکنے لگا تھا۔ اس کی دوسری آنکھ اپنے حلقے میں گھوم رہی تھی۔ اس نے اُچھل کر ایک چنگھاڑ ماری اور کہا۔

"اے کلاوتی دیوی۔ تیرا وار خالی گیا۔ لے اب میرا وار سنبھال"

گھوں گھوں گھوں۔ تیز آواز پیدا ہوئی۔ یہ آواز آسمان کی طرف سے آئی تھی۔ ناگ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ آگ کا ایک گول دائرہ چکر کھاتا چلا آ رہا تھا۔ اگن چکر کلاوتی دیوی کے اوپر آ کر ٹھہر گیا۔ کلاوتی دیوی نے پھُرتی سے منتر پڑھ کر پھونکا۔ مگر اگن چکر غائب نہ ہوا بلکہ نیچے اُترنے لگا۔

کلاوتی دیوی کو اب اپنی جان بچانے کی فکر پڑ گئی۔ کفن پوش زندہ مُردے کی شیطانی طاقتوں نے اسے شکست دے دی تھی۔ کلاوتی دیوی نے زمین پر لوٹ کھائی اور غائب ہو گئی۔ کفن پوش زندہ مُردے نے بڑا بھیانک قہقہہ لگایا۔ اگن چکر کے شعلے مزید لمبے ہو گئے۔ اس نے کہا

"اے ناگ۔ تو نے دیکھ لیا۔ تیری دیوی میرے آگے ٹھہر نہیں سکی۔ میری شیطانی طاقتیں لامحدود ہیں۔ ہا ہا ہا۔"

کفن پوش زندہ مُردے نے آگ کے حصار میں آ کر ناگ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ ناگ تڑپا اور پتھر کا چھوٹا سانپ بن گیا۔ مُردے نے اسے اپنے کفن کے جھولے میں ڈالا اور اڑتا ہوا اگن چکر میں جا بیٹھا۔ اگن چکر گھومتا ہوا ایک طرف جانے لگا۔ سناٹے میں کفن پوش زندہ مُردے کا قہقہہ پہاڑوں سے ٹکرانے کے بعد ہر طرف گونجنے لگا تھا۔

ہوا میں اڑتا ہوا اگن چکر ایک پرانے مرگھٹ میں جا اُترا۔ مرگھٹ کی زمین پر انسانی ہڈیاں اور کھوپڑیاں بکھری پڑی تھیں۔ کفن پوش زندہ مُردہ ایک بارہ دری کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا جسم خود بخود زمین میں دھنسنے لگا۔ زمین کے نیچے تمام شیطانی ٹولہ موجود تھا۔ چڑیلوں کی ملکہ نے کفن پوش مُردے کو دیکھ کر کہا۔

"اے شیطان کے غلام۔ کیا تو ناگ کو قیدی بنا سکا ہے؟"

کفن پوش زندہ مُردے نے اپنی خرخراتی زبان میں کہا۔

"چڑیلوں کی ملکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تیرا غلام ناکام واپس لوٹے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ششناگ کی ملکہ کلاوتی دیوی میرے مقابلے پر آئی تھی مگر میں نے اس کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔"

یہ کہہ کر کفن پوش زندہ مُردے نے اپنے جھولے سے پتھر کے ناگ کو نکال کر چڑیلوں کی ملکہ کے سامنے پھینک دیا۔ چڑیل ملکہ کے دونوں ڈیلے خوشی سے رقص کرنے لگے۔ اس نے اُچھل کر کہا۔

شاباش اے مُردے۔ میرا ایک دشمن میرے قابو میں آچکا ہے میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔"

یہ کہہ کر چڑیلوں کی ملکہ آفت بھتنی کی طرف مڑی اور کہا۔

"اے بھتنی اب تیرا کام ہے۔ تو اس وقت غیبی عورت ماریا کے بالوں میں بیٹھ کر اس کے دماغ پر قبضہ کر لے۔ اسے یہاں لے آ پھر میں ناگ اور ماریا کو عنبر کے مقابلے پر بھیجوں گی۔ وہ دونوں میرے غلام ہوں گے اور میرا ہر حکم بجا لائیں گے۔ وہ یا تو عنبر کے ہاتھوں مر جائیں گے یا عنبر کو مار ڈالیں گے۔

چڑیلوں کی ملکہ کا مکروہ چہرہ بگڑ کر اور بھی ہیبتناک ہو گیا۔ اس کی باچھیں پھیلی ہوئی تھیں اور ان سے غلیظ بدبودار پانی کے قطرے گر رہے تھے۔ وہ شیطان کے مجسمے کو سجدہ کر کے بولی۔

"اے مگرمچھ جادوگر۔ اپنے جادوئی شیشے کو نکال اور مجھے بتا کہ غیبی عورت ماریا کہاں ہے۔"

مگرمچھ جادوگر نے اپنی دم زمین پر ماری اور جادوئی

شیشہ نکال کر کہا۔

"اکڑ بکڑ بمبے بو۔ اسّی نوے پورا سو۔ اے جادوئی شیشے بتا۔ غیبی عورت ماریا کہاں ہے؟"

جادوئی شیشے پر فوراً الفاظ نمودار ہوئے۔

"میں غیبی چیزوں کے متعلق ہرگز کچھ نہیں بتا سکتا۔ آئندہ مجھ سے ایسے سوال مت پوچھنا۔ ورنہ میں ٹوٹ جاؤں گا۔"

چڑیلوں کی ملکہ نے شیشے پر اُبھرنے والے الفاظ پڑھ لئے تھے۔ وہ غصے میں آکر چنگھاڑی۔

"مگرمچھ جادوگر۔ تیرا جادو ناکارہ ہے۔ یہ جادوئی شیشہ معمولی سوال کے جواب بھی نہیں دے سکتا۔"

مگرمچھ جادوگر کچھ نہ بولا۔ چڑیل ملکہ نے آفت بھتنی سے کہا۔

"جا۔ غیبی عورت کو تلاش کر کے لا۔"

آفت بھتنی کا جسم سکڑنا شروع ہو گیا وہ انسانی انگلی کے برابر ہو گئی اور اُڑتی ہوئی زمین سے باہر نکل گئی۔

چڑیلوں کی ملکہ بے چینی کے عالم میں کمرے میں ٹہلنے لگی۔ پھر اس نے پتھر بنے ناگ کو اٹھایا اور ایک صندوقچی میں بند کر کے زمین کھود کر اس میں دفن کر دیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر چڑیلوں کی ملکہ نے اپنے صندوق سے انسانی ہڈیاں نکال کر فرش پر پھینک دیں اور منتر پڑھتی ہوئی ان کے گرد چکر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کھانے لگی منتر مکمل کرنے کے بعد اس نے پھونک ماری تو ساری ہڈیاں آپس میں جُڑ کر ایک مکمل انسانی ڈھانچہ بن گئیں۔ کڑکڑاہٹ کی خون جما دینے والی بھیانک آواز کے ساتھ ڈھانچہ زمین سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا جبڑا کڑکڑایا اور آواز آئی۔

"اے چڑیلوں کی ملکہ شیطان تیرا نگہبان ہو۔ میں تیری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

چڑیل ملکہ بولی۔

"اے ڈھانچے یہاں زمین میں میرا دشمن ناگ دفن ہے۔ خبردار اس کی حفاظت کرنا۔ کوئی یہاں سے اسے نکال نہ پائے نہیں تو میں تیری ہڈی ہڈی الگ کر کے جلا دوں گی۔"

یہ کہہ کر چڑیلوں کی ملکہ نے گھناؤنا قہقہہ لگایا۔ ڈھانچے کا پیلا رنگ مزید پیلا ہو گیا تھا۔

○

کاہن کا سایہ

آئیے اب عنبر کے پاس چلتے ہیں۔

ناگ کے چلے جانے کے بعد عنبر کچھ دیر انتظار کرتا رہا۔ جب ناگ، ماریا کو ہمراہ لے کر نہ لوٹا تو عنبر بے چین ہو کر سرائے سے نکل آیا۔ بارش بڑے زور شور سے ہو رہی تھی۔ عنبر ویران سڑک پر ایک طرف چل دیا۔ سڑک پر پانی کھڑا تھا اور عنبر چھپ چھپ کرتا چلا جا رہا تھا وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ سرائے سے نکلتے ہی ایک سایہ اس کے تعاقب میں لگ گیا ہے۔

پُراسرار سایہ چند انچ اوپر ہوا میں تیرتا ہوا عنبر کا پیچھا کر رہا تھا اس کے ہاتھ میں ایک ترشول تھی۔ عنبر اس سائے سے بے خبر تھا۔ وہ ایک چھوٹی سڑک سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک مکان سے چیخ کی آواز آئی۔ اس کے ساتھ ہی ایسا لگا جیسے چیخ مارنے والے کا منہ دبا دیا گیا ہو۔ یہ کسی عورت کی چیخ تھی۔

عنبر رُک گیا۔ اسی وقت مکان کا دروازہ کھلا۔ عنبر جلدی سے دیوار کی اوٹ میں ہو گیا۔ اور مکان کی طرف دیکھنے لگا۔ مکان سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دو گھوڑے باہر نکلے۔ تاریکی کے باوجود عنبر دیکھ سکتا تھا۔ ایک گھوڑے
پر نوجوان بیٹھا تھا جس نے ایک خوبصورت لڑکی کو اپنے آگے ڈال رکھا
تھا جبکہ دوسرے گھوڑے پر ایک کرخت چہرے والی بڑھیا بیٹھی تھی اس
کا چہرہ سنگدلی اور بے رحمی کی علامت تھا۔ وہ بڑھیا تاریکی میں ایک ڈائن
لگ رہی تھی۔ نوجوان نے ایک ہاتھ سے گھوڑے کی لگام تھام رکھی
تھی۔ اس کا دوسرا ہاتھ لڑکی کے منہ پر جما ہوا تھا۔

یہ پھپھے کٹنی کا بھانجا تھا اور لڑکی مریم تھی۔ مریم کا حال آپ گزشتہ
قسطوں میں پڑھ چکے ہیں۔ پھپھے کٹنی کا بھانجہ مریم کو نگر کوٹ میں کسی ہندو
ساہوکار کے ہاتھوں فروخت کرنے والا تھا۔ مگر بعد میں حالات بگڑ گئے
نگر کوٹ مسلمان فاتح محمود غزنوی نے فتح کر لیا۔ اب پھپھے کٹنی کا بھانجہ
مریم کو کلکتے لے جا رہا تھا تاکہ وہاں اسے بھیڑ بکری کی طرح بیچ ڈالے۔
مریم کے ہاتھ پاؤں رسی سے بندھے ہوئے تھے۔ عنبر معاملہ بھانپ
گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ لڑکی کی مدد کرے گا۔ وہ دیوار کی اوٹ
سے نکل کر گھوڑوں کے سامنے آگیا۔ پُراسرار سایہ ایک طرف کھڑا
دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ پھپھے کٹنی کے بھانجے نے عنبر کو دیکھا
تو میان سے تلوار کھینچ لی اور کڑک کر کہا۔

"جان کی خیریت چاہتے ہو تو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ سور کے بچے۔"
عنبر کو غصہ آگیا۔ باپ کی گالی وہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا تھا
اس نے کہا۔

"میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں کہ سور کی اولاد کون ہے۔"
ڈراؤنی شکل والی بڑھیا چلائی۔

"اسے قتل کردو۔ جلدی کرو۔ کہیں مسلمان سپاہی ادھر نہ آجائیں۔"
پھپھے کٹنی کا بھانجہ چھلانگ مار کر گھوڑے سے اتر آیا۔ اس کا خیال
تھا کہ دبلا عنبر نہتا ہے اور اس کے پاس تلوار ہے وہ تلوار کے ایک ہی
وار سے عنبر کا کام تمام کر دے گا۔ اس بدبخت کو کیا معلوم تھا کہ وہ
موت کے سامنے آگیا ہے۔ پھپھے کٹنی کے بھانجے نے چیخ مار کر تلوار
لہرائی اور عنبر کی گردن پہ دے ماری۔

اس کا ہاتھ جھنجھنا اٹھا۔ کھٹاک کی آواز کے ساتھ تلوار ٹوٹ
گئی تھی۔ پھپھے کٹنی کے بھانجے نے پاگلوں کی طرح منہ پھاڑ کر ٹوٹی
ہوئی تلوار کو دیکھا۔ اس کے بھیجے میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ تلوار کیسے
ٹوٹ گئی۔ عنبر نے اس کی گردن دبوچ لی۔ پھپھے کٹنی کا بھانجہ ڈر
گیا تھا۔ اس نے گڑگڑا کر کہا۔

"مجھے معاف کر دو۔"

عنبر نے کہا "اب تم داروغہ جہنم سے معافی مانگنا۔"
یہ کہہ کر عنبر نے پھپھے کٹنی کے بھانجے کے منہ پر پوری طاقت سے
مُکا مارا اس کا بایاں جبڑہ ٹوٹ کر لٹکنے لگا۔ عنبر کے دوسرے مُکے نے
اس کی کھوپڑی توڑ دی۔ وہ چیخ مار کر گرا اور مر گیا۔ ڈائن کی شکل
والی بڑھیا نے جب یہ دیکھا تو اس کے ہوش اُڑ گئے۔ عنبر نے اسے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چوٹی سے پکڑ کر پیچھے گھسیٹ لیا۔ مکار بڑھیا نے دہائی دینا شروع کر دی۔

"میں بے قصور ہوں۔ مجھے مت مارو۔"

مریم جھٹ بول اٹھی۔

"نہیں نہیں یہ جھوٹی ہے۔ اس نے مجھ پر بہت ظلم کئے ہیں۔ یہ عورت نہیں ڈائن ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"اس کی تو شکل سے ہی مکاری اور عیاری ٹپکتی ہے۔"

عنبر نے بڑھیا کو گردن سے پکڑ کر فضا میں اچھال دیا۔ بڑھیا کے حلق سے دلدوز چیخ نکلی۔ وہ قلابازیاں کھاتی ہوئی نیچے آئی۔ اس کا سر پکی سڑک سے ٹکرایا اور تربوز کی طرح پھٹ گیا۔ مغز باہر نکل کر سڑک پر بکھر گیا۔ مری ہوئی بڑھیا ایک منحوس چڑیل کی طرح نظر آ رہی تھی۔

عنبر نے مریم کے ہاتھ پاؤں کھولتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ نہیں بہن مجھے بتاؤ تم کون ہو اور یہ بدمعاش کون تھے؟"

مریم نے اپنی ساری کہانی سنا دی۔ غیبی عورت کے ذکر پر عنبر چونک پڑا۔ اسے یاد آ گیا کہ ماریا نے اسے بتایا تھا کہ اس نے ایک مسلمان لڑکی کو بھلشوؤں کی قید سے نکالا تھا مگر دہلی جاتے ہوئے ایک رات جنگل میں سے کوئی اسے اٹھا کر لے گیا تھا۔ عنبر نے کہا۔

"مریم بہن — وہ غیبی عورت میری منہ بولی بہن ماریا تھی — میرا نام عنبر ہے۔ اب تم بے فکر ہو جاؤ۔ میں تمہیں تمہارے والدین تک پہنچا دوں گا۔"

مریم نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"عنبر بھائی۔ تم پر تلوار کا وار کیا گیا تھا لیکن تمہیں کچھ نہیں ہوا کیا تم کوئی جن ہو؟"

عنبر ہنس پڑا۔ اس نے کہا۔

"نہیں۔ میں کچھ پُراسرار طاقتیں رکھتا ہوں جس طرح میری بہن ماریا کسی کو نظر نہیں آتی اس طرح مجھ پر کسی ہتھیار کا اثر نہیں ہوتا۔"

عنبر اور مریم گھوڑوں پر سوار ہو کر چل دیئے۔ پُراسرار سائے نے ان کی ساری گفتگو سن لی تھی اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں وہ ہوا میں تیرتا ہوا عنبر کے سر پر آ گیا۔

پُراسرار سائے نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ترشول مریم کے سر پر گھمائی۔ ترشول میں سے چنگاریاں پھوٹ کر مریم پر گریں اور وہ گھوڑے سمیت غائب ہو گئی۔ عنبر ہکا بکا رہ گیا۔ پُراسرار سایہ مسکرایا پھر اس کے لب ہلے اور سناٹے میں آواز گونجی۔

"اے لافانی عنبر۔ گھبرا نہیں۔ مریم محفوظ جگہ پہنچ چکی ہے۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن تجھے میری مدد کرنا ہو گی۔"

عنبر نے سنبھل کر کہا۔

"اے سائے۔ تو کون ہے اور میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

پُراسرار سایہ ہوا میں تیرتا ہوا زمین پر آ گیا۔ اس کے لب ہلے اور آواز گونجنے لگی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں دس ہزار سال پرانا مصری کاہن ہوں۔ اور اب تک اپنے جادو کے زور پر زندہ چلا آ رہا ہوں۔ میرا جسم ختم ہو چکا ہے مگر روح زندہ ہے اے عنبر۔ فرعون کے بیٹے اور شاہی خاندان کے فرزند عنبر۔ میری روح ان دنوں بڑی بے چین ہے۔ میری نسل کا آخری شخص ایک جادوگرنی کے قبضے میں ہے۔

اے عنبر وہ جادوگرنی اسے ہلاک کر کے اور اس کی کھوپڑی سکیڑ کر ایک جادو تیار کرنا چاہتی ہے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئی تو میری نسل ختم ہو جائے گی ۔۔ میری روح اس قدر طاقتور نہیں کہ جادوگرنی کا مقابلہ کر سکے۔

"میں نے اپنے دیوی دیوتاؤں سے مدد مانگی تب مصر کی قدیم زلالہ دیوی نے مجھے تمہارا بتایا اور کہا کہ وہ عنبر جس پر موت حرام کر دی گئی ہے وہی اس خبیث جادوگرنی کو ختم کر سکتا ہے اور میں تمہاری تلاش میں ہندوستان آ گیا۔ اب تمہیں میری مدد کرنا ہو گی۔ میری نسل کے آخری شخص یاسر کو بچانا ہو گا۔"

عنبر نے کہا۔

"تم نے زلالہ دیوی کا حوالہ دیا ہے وہ میرے لئے محترم ہے۔ اے کاہن کی روح میں تیری مدد ضرور کروں گا۔ لیکن فی الحال میں ناگ اور ماریا کی تلاش میں ہوں۔ جو نہ جانے کہاں چلے گئے ہیں۔ اور پھر تمہیں پہلے مریم کو واپس کرنا ہو گا۔"

کاہن کے سائے نے بے چینی سے کہا۔

"مریم کو تم بھول جاؤ۔ میں نے اپنے جادو سے اسے دہلی اس کے گھر پہنچا دیا ہے۔ میری آنکھیں اسے اپنے ماں باپ کے گلے لگ کر روتے ہوئے دیکھ رہی ہیں۔ تمہیں اسی وقت لندن جانا ہو گا جس کے باہر ایک ویران جنگل میں جادوگرنی کا ٹھکانہ ہے۔"

عنبر کہنے لگا۔

"میں تمہاری یہ بات نہیں مان سکتا۔ میں تمہاری مدد کروں گا مگر۔۔"

باقی الفاظ عنبر کے منہ میں ہی تھے کہ بجلی بڑے زور سے کڑکی۔ عنبر نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔

بجلی کی چمک میں اس نے دیکھا کہ ایک سفید ہیولہ بادلوں میں سے نکل کر نیچے آ رہا ہے۔ یہ زلالہ دیوی تھی۔۔ زلالہ دیوی نے نیچے آ کر کہا۔

"اے کاہن۔ مجھے تمہاری خاطر اپنے مصری ہرم کے تابوت سے اٹھ کر آنا پڑا ہے" یہ کہہ کر زلالہ دیوی عنبر کی طرف مڑی اور اپنی گونجدار آواز میں کہنے لگی۔

"عنبر۔ اس وقت تم ناگ اور ماریا کو بھول جاؤ۔ انہیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ لیکن تم نہ مرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود ان کی مدد نہ کر سکو گے ۔۔ جادوگرنی کو مارنے کے بعد تمہیں ایک خفیہ طاقت مل جائے گی۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ذلالہ دیوی کی آنکھوں سے شعاعیں خارج ہوئیں۔ ان ترچھی شعاعوں نے عنبر کے گرد حصار سا بنا لیا۔ عنبر کو زبردست چکر آ گیا۔ بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے محسوس کیا کہ وہ ہوا میں اڑ رہا ہے۔ اس کے بعد عنبر کے ذہن پر تاریکی چھا گئی۔ گہری تاریکی۔

جب عنبر کے ذہن سے یہ تاریکی چھٹی اور اسے ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک کشتی میں پایا۔ دو انگریز اس پر جھکے ہوئے تھے۔ انہوں نے عنبر کو ہوش میں آتے دیکھا تو ایک بولا۔

"مسٹر اب تمہاری طبیعت کیسی ہے۔ یہ اچانک تمہیں کیا ہو گیا تھا"

عنبر نے اپنے لباس پر نظر ڈالی۔ وہ اس وقت انگریزوں کے لباس تنگ پتلون اور جیکٹ میں تھا۔ عنبر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ سب ذلالہ دیوی کا کمال ہے۔ اور وہ ہندوستان سے لندن پہنچ چکا ہے۔ دونوں انگریز عنبر کو تشویش بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے عنبر نے بہانہ بناتے ہوئے کہا۔

"مجھے چکر سا آ گیا تھا مگر اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

اب عنبر یہ کیسے بتاتا کہ چند منٹ پہلے وہ یہاں سے ہزاروں میل دور ہندوستان میں موجود تھا۔ اگر وہ یہ بتا بھی دیتا تو انگریز کب مانتے بلکہ وہ اسے پاگل سمجھتے۔ کشتی ہوا کی لہروں پر بہتی چلی جا رہی تھی دور سے ساحل نظر آ رہا تھا۔

ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ آج سے کئی سو سال پہلے کا لندن آج

سے یکسر مختلف تھا۔ بڑی بڑی عمارات، ٹیلی ویژن اسٹیشن، عظیم الشان پل اور ٹاورز۔ کچھ بھی تو نہ تھا۔ پُرسکون دریا کی لہروں پر سفر کرتی ہوئی کشتی ساحل پہ آ لگی۔ دوسرے مسافروں کے ساتھ عنبر بھی کشتی سے اتر کر ساحل پہ آ گیا۔ ساحل سے کچھ ہٹ کر چھوٹے چھوٹے کئی ہوٹل موجود تھے۔

عنبر نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ سونے کے برطانوی سکے موجود تھے۔ اور یہ سب ذلالہ دیوی کا کرشمہ تھا۔ رات عنبر نے ایک ہوٹل میں بسر کی اور اگلے دن صبح سویرے لندن کے مغربی حصے کو جانے والی ایک وکٹوریہ میں سوار ہو گیا۔ اس زمانے میں چار گھوڑوں اور چار پہیوں والی گاڑی کو وکٹوریہ کہا جاتا تھا۔ لندن میں وکٹوریہ ہی چلتی تھیں۔ پٹرول سے چلنے والی گاڑیوں کا تو کوئی اس وقت سوچ بھی نہ سکتا تھا۔

ہر وکٹوریہ میں چار مسافر بیٹھتے تھے۔ جب وکٹوریہ بھر گئی تو کوچوان اچک کر اگلے حصے پر سوار ہوا اور گھوڑے چل پڑے۔ وکٹوریہ بچی بل کھاتی سڑک پر دھول اڑاتی اپنے سفر پر روانہ ہو گئی۔ وکٹوریہ میں عنبر کے علاوہ ایک بوڑھا انگریز، اس کی نوجوان بیٹی اور کمسن بیٹا سوار تھے۔

وکٹوریہ دوڑتی جا رہی تھی اور عنبر اس خیال میں گم تھا کہ ذلالہ دیوی نے اسے کہا تھا کہ ناگ اور ماریا کو اس کی مدد

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی ضرورت ہے۔ اور وہ نہ مرنے والی طاقت رکھنے کے باوجود ان
کی مدد نہیں کر سکتا ۔۔۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر اس کا
پیارا بھائی اور پیاری بہن کس مصیبت میں پھنس چکے ہیں۔
عنبر انہی خیالوں میں گم تھا کہ اچانک وکٹوریہ کا کوچوان
چلایا۔

"اوہ مائی گاڈ۔ ڈاکو حملہ کر رہے ہیں۔"

○

پُراسرار آواز

وکٹوریہ اس وقت ایک ویران علاقے سے گزر رہی تھی۔
یہ علاقہ خونی ڈاکوؤں کا مسکن تھا۔ وہ مسافروں پر حملہ کر کے
انہیں لوٹ لیتے تھے۔ بچوں اور بوڑھوں کو قتل کر دیتے اور نوجوان لڑکیوں
کو اٹھا لے جاتے تھے۔ یہ بڑے ہی ظالم اور خونخوار قسم کے ڈاکو تھے۔
اور اب یہ وحشی ڈاکو اپنے گھوڑوں پر سوار وکٹوریہ کا پیچھا کر رہے تھے
ویران علاقہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے گونج رہا تھا۔

وکٹوریہ کا کوچوان بار بار چابک لہرا کر گھوڑوں کو مارتا۔ گھوڑے
ہنہناتے ہوئے پوری رفتار سے دوڑ رہے تھے۔ کچی اور گڑھوں سے
بھرپور سڑک پر وکٹوریہ بار بار اُچھلتی تھی۔ بوڑھے انگریز اور اس کی
نوجوان لڑکی کا رنگ فق ہو چکا تھا۔ لڑکی نے اپنے سینے پر انگلیوں
سے صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا۔

"مائی گاڈ۔ اپنے پاک یسوع مسیح کے واسطے ہمیں ان خونی ڈاکوؤں
سے محفوظ رکھ۔ ہماری مدد فرما۔"

عنبر وکٹوریہ کے اگلے حصے میں کوچوان کے پاس آگیا۔ اس نے دیکھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کہ چار ڈاکو تلواریں اور کلہاڑیاں لہراتے، چیخیں مارتے، اپنے گھوڑوں کو بھگاتے وکٹوریہ کے نزدیک آتے جا رہے تھے۔ وکٹوریہ اس بُری طرح اُچھل رہی تھی کہ عنبر کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں الٹ نہ جائے اس نے کوچوان سے کہا۔

"رفتار آہستہ کر دو۔ ورنہ گاڑی اُلٹ جائے گی اور تم میں سے کوئی زندہ نہ بچ سکے گا۔"

کوچوان غصے سے چلّایا۔

"احمق نوجوان۔ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ اگر ڈاکوؤں کے قابو آ گئے تو وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔"

عنبر نے بڑے سکون سے کہا۔

"وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ میں ان سے نپٹ لوں گا۔ وکٹوریہ کو روک دو۔"

کوچوان زور سے چیخا۔

"باسٹرڈ۔ تم اپنے ساتھ مجھے بھی مروانا چاہتے ہو۔ وہ ہتھیار رکھتے ہیں اور ہم نہتے ہیں۔"

اس دوران ڈاکو وکٹوریہ کے نزدیک آ چکے تھے۔ ان کے گھوڑے وکٹوریہ کے برابر دوڑ رہے تھے۔ پھر ایک ڈاکو نے بڑی پھرتی سے خنجر نکال کر کوچوان کی طرف پھینکا۔ ڈاکو نشانے کا پکا تھا۔ اس سے پہلے کہ عنبر کچھ کر سکتا۔ خنجر کوچوان کے سینے میں دھنس چکا تھا۔ کوچوان

کے حلق سے دلخراش چیخ نکلی

گھوڑوں کی باگیں اس کے ہاتھوں سے نکل گئیں اور وہ لڑھک کر وکٹوریہ سے نیچے جا گرا۔ گھوڑے بے قابو ہونے لگے تھے کہ عنبر نے پھرتی سے ان کی باگیں تھام کر وکٹوریہ کو روک دیا۔ ایک ڈاکو دوڑتے گھوڑے پر سے چھلانگ لگا کر وکٹوریہ پر آ گیا۔ اس نے عنبر کے سینے پر تلوار کی نوک ٹکا دی اور وحشیوں کی طرح ہنس کر بولا۔

"خبردار۔ او کالے آدمی۔ چپ چاپ بیٹھے رہو۔"

دوسرے ڈاکوؤں نے وکٹوریہ سے انگریز، اس کی بیٹی اور بیٹے کو گھسیٹ کر باہر کھینچ لیا۔ ایک ڈاکو جو ڈاکوؤں کا سردار معلوم ہوتا تھا اپنے پیلے پیلے دانت نکال کر خونخوار انداز میں ہنسا اور کہنے لگا۔

"آج قسمت بڑی مہربان معلوم ہوتی ہے۔ میں اس خوبصورت لڑکی کو اپنی بیوی بناؤں گا۔"

بوڑھا انگریز یہ سُن کر ڈاکو کے قدموں میں گر گیا اور گڑگڑایا۔

"میری ساری دولت لے لو مگر میری بیٹی پر رحم کرو۔ اسے چھوڑ دو۔"

خونخوار ڈاکو نے وحشیانہ قہقہہ لگا کر بوڑھے کی کمر پر ٹھوکر ماری اور کڑک کر بولا۔

"بُڈھے چپ رہ۔ میرا نام لال ہاتھی ہے۔ رحم کرنا میں نہیں جانتا تمہاری ساری دولت تو میں خود چھین لوں گا۔ اور یہ لڑکی۔ ہاہاہا یہ میری بیوی بنے گی۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دوسرے ڈاکو بھی قہقہے لگانے لگے۔ انگریز کی لڑکی اور اس کا بھائی رونے لگے۔ لال ہاتھی ڈاکو وزنی کلہاڑی لہراتے ہوئے بوڑھے انگریز کی طرف بڑھا۔ ایک ڈاکو نے خوشامدی لہجے میں کہا۔

"سردار۔ اس کا سر کاٹ دو۔ میں اسے فٹ بال سمجھ کر کھیلوں گا۔"

لال ہاتھی نے مکروہ قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

"سفید بالوں والا فٹ بال۔ واہ واہ۔ جب یہ ٹھوکروں سے لڑھکتا پھرے گا تو کیا خوب منظر ہو گا۔"

اب عنبر کے حرکت میں آنے کا وقت آ چکا تھا۔ مزید تاخیر بوڑھے کی جان لے سکتی تھی۔ عنبر نے اپنے پاس بیٹھے انگریز کی طرف دیکھا اور کہا۔

"سفید سور۔ میرے ہاتھ میں کھجلی ہو رہی ہے۔ کیا میں تمہاری گردن کی ہڈی توڑ سکتا ہوں؟"

گورے ڈاکو کا تو منہ سُرخ ہو گیا۔ ایک کالے آدمی کی یہ مجال کہ اس سے مذاق کرے۔ اس نے دانت پیس کر وحشیانہ انداز میں چیخ ماری اور غرّاتی آواز میں بولا۔

"کالے کُتے۔ تمہاری یہ جرأت! ابھی میں تجھے مزہ چکھاتا ہوں۔ تیری تو میں ہڈیاں توڑ کر رکھ دوں گا۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"غصے میں تمہاری شکل قبرستانی بجّو ایسی ہو جاتی ہے لگتا ہے بجّو

سے تمہاری خاص رشتے داری ہے۔"

گورے ڈاکو نے تلوار لہرا کر عنبر کی گردن پر ماری اور اب ہم یہ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ تلوار کا کیا حشر ہوا۔ گورے ڈاکو کی آنکھیں تو قدرے حیرت سے پھٹنے کی حد تک پھیل گئیں۔ عنبر نے اپنی تاریخی طاقت سے ڈاکو کی گردن پر مکا مارا۔ اس کی گردن ٹوٹ گئی اور سر تن سے جدا ہو کر پرے جا گرا۔

عنبر چھلانگ مار کر وکٹوریہ سے نیچے اُتر آیا۔ لال ہاتھی نے جب اپنے ساتھی کی لاش دیکھی تو اس کی آنکھوں میں لہو اُتر آیا۔ اس نے چنگھاڑ کر کہا۔

"اس اُلو کے پٹھے کو قتل کر دو۔ اس نے ہمارے ساتھی کو ہلاک کر دیا ہے۔ میں اس کی بوٹی بوٹی کروں گا تو مجھے سکون ملے گا۔"

دونوں ڈاکو تلواریں سنبھالے عنبر پر پل پڑے۔ اور یہ دیکھ کر تو ان کے رنگ اُڑ گئے کہ عنبر پر کچھ اثر نہیں ہو رہا۔ اُلٹا ان کی تلواریں ٹوٹ چکی ہیں۔ عنبر نے اپنے دیدے پھیلا کر ڈراؤنی آواز میں کہا۔

"میں بھوتوں کا سردار مُردہ بھوت ہوں اور تمہارا خون پینے آکاش سے زندہ ہو کر آیا ہوں۔ آؤ اور میری پیاس بجھا دو۔ آؤ شاباش۔ آؤ تا کہ میں تمہاری شہ رگ سے خون پی سکوں۔"

ڈاکوؤں کی تو ٹانگیں کانپنے لگیں وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ لال ہاتھی کو عنبر نے دبوچ لیا۔ لال ہاتھی نے کلہاڑی عنبر کے سر پر دے ماری۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ٹن ـــــ ایسی آواز آئی جیسے کلہاڑی لوہے پر پڑی ہو۔ عنبر نے ہنس کر کہا۔

"دوبارہ کوشش کرو شاید کامیاب ہو جاؤ مجھے مارنے میں۔"

لال ہاتھی کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے اس سے تو بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔ عنبر اس ظالم انسان کو سخت ترین سزا دینا چاہتا تھا۔ قریب ہی لچکدار شاخوں والے درخت تھے۔

عنبر نے دو مختلف درختوں کی شاخیں موڑ کر ان سے لال ہاتھی کی ایک ایک ٹانگ باندھ دی۔ یہ سزا دینے کا بڑا خوف ناک طریقہ تھا۔ اور افریقہ کے آدم خور قبائل اپنے دشمنوں کے ساتھ یہ سلوک کرتے تھے ٹانگیں باندھنے کے بعد عنبر نے شاخیں چھوڑ دیں۔ عنبر کی طاقتور گرفت سے آزاد ہو کر لچکدار شاخیں سیدھی ہونے لگیں۔ دونوں مخالف سمت میں جا رہی تھیں۔

لال ہاتھی بڑے خوف ناک انداز میں چلّا رہا تھا۔ اس کا جسم درمیان سے دو ٹکڑوں میں بٹنا شروع ہو گیا اور خون کے فوارے چھوٹے ہوئے تھے عنبر نے بوڑھے انگریز کی طرف مڑ کر کہا۔

"اے محترم بزرگ۔ یہ ظالم انسان کل تک اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔ اس کا جسم درمیان سے دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔"

بڈھا انگریز، نوجوان لڑکی اور اس کا بھائی سہمے ہوئے تھے۔ ایسی جادوگری انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی کہ ایک انسان پر تلواروں اور

کلہاڑیوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بوڑھے نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"تم پر کسی ہتھیار کا اثر نہیں ہوتا۔ تم انسان نہیں ہو سکتے۔"

عنبر نے کہا۔

"میں ایک آسمانی رُوح ہوں اور زمین پر سیر کرنے آئی تھی۔ مجھ پر کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا۔ میرا جسم مُردہ ہے بھلا مرے ہوئے کو کون مار سکتا ہے۔"

عنبر نے یہ جھوٹ بولنے ہی میں عافیت جانی تھی۔ ورنہ بوڑھا تو سوال کر کے اس کا ناک میں دم کر دیتا۔ وہ سب وکٹوریہ میں سوار ہو گئے اور وکٹوریہ پھر سے چل پڑی۔ رات ہونے سے پہلے وہ لندن کے مغربی حصے میں موجود تھے۔ لندن کا یہ حصہ نسبتاً غیر آباد تھا۔

اس زمانے میں جا بجا جنگل ہوا کرتے تھے۔ پُراسرار گھنے جنگل۔ بعد میں جب انسانی آبادی بڑھنا شروع ہوئی اور نئی نئی مشینیں ایجاد ہوئیں تو جنگلوں کو صاف کر کے شہر بسا لئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل جنگل بہت کم ہیں۔ مغربی لندن کے قریب واقع جنگل بڑا گھنا تھا۔ درختوں کی شاخیں آپس میں گتھی ہوئی تھیں۔ تنوں سے گرگٹ، چھپکلیاں اور سانپ لپٹے ہوئے تھے۔ یہ بڑا پرانا اور خطرناک جنگل تھا۔ رات کے اندھیرے میں تو جنگل کی پُراسراریت اور بھی بڑھ گئی تھی سیٹیاں بجاتی تیز ہوا تنوں کے درمیان سے گزر رہی تھی ہوا کے باعث درختوں کی ٹہنیاں اور پتے آپس میں ٹکراتے تو ایسی آوازیں پیدا ہوتیں جیسے ہزاروں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بدروحیں سینہ پیٹ پیٹ کر بین کر رہی ہوں۔

عنبر تاریک اور ویران جنگل میں آگے بڑھ رہا تھا یہاں کے درخت بھی بڑے عجیب تھے۔ ان کی شاخیں یوں لٹک رہی تھیں جیسے اداس مردے بازو لٹکائے کھڑے ہوں۔ زمین لمبی گھاس سے ڈھکی ہوئی تھی جن میں خاردار جھاڑیاں بھی اُگی ہوئی تھیں۔

ہو۔ ہو۔ او۔ او۔ کوئی اُلو اپنی منحوس آواز میں چلّایا۔ ساتھ ہی کسی گیدڑ کے رونے کی مکروہ آواز آئی۔ عنبر چلتا ہوا گھنے جنگل سے نکل کر اس جگہ آ گیا جہاں پہاڑیاں اور غار تھے۔ عنبر ایک ٹیلے کے پاس بیٹھ گیا۔ اس ٹیلے کے عین سامنے ایک بڑا غار کسی دیو کی طرح منہ کھولے موجود تھا۔ کچھ دیر ہی گزری تھی کہ اچانک ایک عجیب آواز اس بڑے غار کی گہرائیوں سے اُٹھی۔ ایک بار تو عنبر ایسے بہادر انسان کا بھی دہشت کے مارے رواں رواں لرز اُٹھا۔ آواز یوں تھی جیسے سینکڑوں مست ہاتھی چنگھاڑ رہے ہوں یا بے شمار گینڈے چلّا رہے ہوں۔ یہ آواز خاصی دور سے آ رہی تھی۔

عنبر ٹیلے سے اُتر کر غار کی طرف بڑھا۔ اس نے دیکھا غار کے منہ پر اُگی گھاس اور جھاڑیاں اس طرح کچلی ہوئی ہیں جیسے عظیم قد و قامت رکھنے والا جانور ان پر سے گزرا ہو۔ ایک جگہ بارش کے پانی سے کیچڑ سا بنا ہوا تھا اور اس کیچڑ پر ایک بڑے پاؤں کا نشان چاند کی روشنی میں صاف نظر آ رہا تھا۔ یہ نشان لگ بھگ تین فٹ لمبا

اور ۲ فٹ چوڑا تھا۔

عنبر سوچ میں پڑ گیا کہ اتنا بڑا پاؤں رکھنے والا جانور کون سا ہو سکتا ہے۔ اس نے غار میں اترنے کا فیصلہ کر لیا۔ غار کے اندر عجیب سی بدبو پھیلی ہوئی تھی اور غار نیچے کو اتر رہی تھی۔ عنبر کو یوں لگا جیسے وہ زمین کے سینے میں اتر رہا ہو۔

اس غار سے دائیں بائیں کئی سرنگیں پھوٹی ہوئی تھیں۔ عنبر تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اس جگہ غار کی چھت سے قطرے ٹپکنے کے باعث زمین گیلی تھی اور اس گیلی نرم زمین پر پاؤں کا ویسا ہی بڑا نشان بنا ہوا تھا۔ جیسا عنبر نے غار سے باہر دیکھا تھا۔

غار بہت نیچے اتر کر ایک میدان ایسی بڑی شکل اختیار کر گئی تھی۔ یہاں درخت بھی اُگے ہوئے تھے۔ ٹنڈ منڈ درخت ان درختوں پر گدھ بیٹھے ہوئے تھے۔ تاریکی میں ان کی سُرخ آنکھیں انگاروں کی مانند نظر آ رہی تھیں۔ ان درختوں کے نیچے ـــــ اُف میرے خدا ـــــ وہ رونگٹے کھڑے کر دینے والا منظر تھا۔

ہڈیاں اور کھوپڑیاں۔ انسانوں اور مختلف جانوروں کی ہڈیوں کا ایک بڑا ڈھیر۔ ان ہڈیوں کا فاسفورس اندھیرے میں بھی چمک رہا تھا۔ ایسا لرزہ خیز اور بھیانک منظر تھا جسے بھلایا نہیں جا سکتا تھا۔ ان ہڈیوں سے سڑاند اُٹھ رہی تھی۔ بعض کھوپڑیاں ایسی تھیں جو اپنی ساخت سے بن مانسوں کی لگتی تھیں۔ اور ان سے کچھ فاصلے پر ـــــ ایک آدمی کی گنجی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوئی، اُدھڑی ہوئی لاش پڑی تھی۔ لاش کے اعضاء الگ الگ تھے۔ پیٹ چیرا ہوا تھا اور آنتیں بکھری پڑی تھیں۔

درختوں پر اکثر مُردار خور گدھ اپنے لمبے لمبے گندے پروں میں گردنیں چھپائے اونگھ رہے تھے۔ درختوں پر ان منحوس پرندوں کے خون آلود پنجوں کے نشان جا بجا نظر آ رہے تھے۔ خون جم کر اپنی اصلی رنگت کھو بیٹھا تھا۔ اور خاکستری نظر آتا تھا۔

یہاں چاروں طرف مُردہ گوشت کی بُو پھیلی ہوئی تھی۔ گہری تاریکی اور ہیبت ناک سناٹا۔ یہ دونوں مل کر ایسا ماحول پیش کر رہے تھے کہ بیان سے باہر۔ دفعتاً عنبر کا دل بڑی شدت سے دھڑک اٹھا۔ وہ عجیب اور بھیانک آواز ایک بار پھر اُبھری تھی۔

○

مقدس ٹڈے کی پجارن

وہ بھیانک آواز ہر طرف سے آتی سنائی دے رہی تھی۔ پُراسرار اور دہشت ناک آواز۔ جو رگوں میں دوڑتا خون سرد کر دینے والی تھی۔ عنبر کی جگہ کوئی عام انسان ہوتا تو آواز کی دہشت سے ہی اس کے دل کی حرکت بند ہو جاتی۔ آواز لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی۔

دھم۔ دھم۔ زمین کانپنے لگی تھی۔ غار کی عجیب اور پُراسرار بلا ادھر ہی آ رہی تھی۔ اس کے قدموں کی آواز یوں تھی جیسے زمین کو ہزاروں ہتھوڑوں سے کوٹا جا رہا ہو۔ درختوں پر اونگھتے گدھ اپنی منحوس آوازوں میں چلاّ رہے تھے۔ عنبر ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ یکایک سامنے سے وہ بلا نمودار ہو گئی۔

یہ ایک بہت بڑا گوریلا تھا۔ جو جھک کر چل رہا تھا۔ اس کے جھکے ہوئے کندھے غار کی چھت کو چھو رہے تھے اور دونوں کندھوں سے بھاری ستونوں ایسے بازو جھول رہے تھے۔ اس گوریلے کا جسم گویا بیس ہاتھیوں کو جوڑ کر بنایا گیا تھا اس کی زرد اور سرخ آنکھیں بلبوں جتنی بڑی تھیں اور چمک رہی تھیں۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر کو وہ عظیم الجثہ جانور یاد آ گئے جو کروڑ ہا برس قبل اس زمین پر رہتے تھے۔ اور پھر تباہ ہو گئے تھے۔ یہ ہیبتناک گوریلا یقیناً انہی جانوروں میں سے ایک تھا اور نہ جانے کس طرح آج تک زندہ تھا۔ اس کے سانس لینے کی آوازیں تھی جیسے بہت بڑا اژدہا سسکاریں مار رہا ہو۔

جھومتا ہوا گوریلا درختوں کے پاس آ کر رک گیا۔ اچانک اس نے منہ کھول کر چیخ ماری۔ غار لرز اٹھا۔ گوریلے نے جھپٹ کر ایک گدھ کو پکڑا اور سالم ہی نگل گیا۔ باقی گدھ چیختے ہوئے اڑنے لگے گوریلا ادھ کھائی لاش کو ہڑپ کرنے لگا پھر وہ کھاتے کھاتے رک گیا۔ اس کی گول آنکھیں ساکت ہو گئیں۔

وہ نتھنے سکیڑ کر کچھ سونگھنے لگا۔ عنبر درخت کے پیچھے چھپا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ گوریلے نے اس کی بو پالی ہے۔ گوریلے نے اپنی سرخ و زرد آنکھیں گھمائیں اور اس درخت کی طرف بڑھا۔ جس کی آڑ میں عنبر چھپا تھا۔ عنبر گوریلے کے سامنے آ گیا۔

گوریلے نے اپنے سینے پر دوہتڑ مار کر چیخ ماری جیسے شکار ملنے پر خوشی کا اظہار کر رہا ہو۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر عنبر کو مٹھی میں دبوچ لیا اور اپنا بھاڑ سا منہ کھولا۔ جوں ہی گوریلا اپنی مٹھی کھلے منہ کے پاس لے کر گیا۔ عنبر نے ایک بھرپور مکا گوریلے کی ابھری ہوئی آنکھ پر مارا۔

عنبر کے سر سے ہاتھ کا دباؤ ہٹ گیا۔ عنبر نے دیکھا رتھ واپس آسمان کی طرف جا رہا ہے۔ عنبر کی جھولی میں ایک چمکدار موتی پڑا تھا۔ عنبر نے احتیاط سے اسے جیب میں رکھ لیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس بار چڑیلوں کی ملکہ کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ یکایک تیز خوشبو کے جھونکے نے عنبر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

عنبر نے دیکھا۔ اس کے سامنے مصری کاہن کا پراسرار سایہ آ کھڑا ہوا ہے۔ سائے نے کہا۔

"اے لافانی عنبر۔ میں تیرا شکر گزار ہوں۔ اے مصر کے شاہی خاندان کے فرد۔ تو نے میری نسل کو مٹنے سے بچا لیا۔"

یہ کہہ کر مصری کاہن کے پراسرار سائے نے سوئے ہوئے یاسر پر تین چکر کھائے اور عنبر کو الوداع کہہ کر ہوا میں غائب ہو گیا۔ جنگل کی زندگی بیدار ہو چکی تھی۔ سورج چڑھ آیا تھا۔ شہزادہ اینڈریو، شہزادی مارگریٹ اور یاسر ابھی تک سوئے ہوئے تھے۔ اچانک جنگل ہاتھی کی زبردست چنگھاڑ سے گونج اٹھا اور سب بیدار ہو گئے۔

آواز قریب سے آئی تھی۔

گھاس کے اس میدان سے کچھ فاصلے پر ایک ٹیلہ تھا۔ اچانک ٹیلے پر ایک جنگلی سور خرخر کرتا نمودار ہوا۔ فوراً ہی اس کے پیچھے کوئی چیز لپک کر آئی تھی۔ گول، بھوری اور چمکدار موٹی چیز۔ جو ہاتھی کی سونڈ ہی ہو سکتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ہاتھی ان کی نظروں کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سامنے تھا۔

اُف۔ وہ ہاتھی کیا تھا۔ گوشت کا ایک عظیم الشان پہاڑ تھا۔ قدوقامت میں وہ دنیا کے بڑے سے بڑے ہاتھی سے دوگنا تھا۔ عنبر نے اپنی طویل زندگی میں اس سے بڑا ہاتھی نہ دیکھا تھا۔ غالباً وہ اس بالدار ہاتھی کی اولاد تھا جسے "میموتھ" کہتے ہیں اور جو دنیا کے ابتدائی دور میں اس کرۂ ارض پر پایا جاتا تھا۔

ہاتھی نے سُور کو اپنی سونڈ میں دبوچ لیا۔ اب وہ اسے گھما رہا تھا پھر ہاتھی نے سُور کو ٹیلے پر پٹخ دیا۔ سُور کی آخری چیخ بڑی بھیانک تھی اس کی ہڈیوں کا بھی سرمہ بن گیا تھا۔ مگر ہاتھی کا غصہ اب بھی، ٹھنڈا نہیں ہوا تھا وہ اپنے بھاری پاؤں سے سُور کی لاش کچل رہا تھا۔

یاسر، مارگریٹ اور اینڈریو بت بنے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ عنبر کے کہنے پر وہ سب جلدی جلدی ایک موٹے تنے والے درخت پر چڑھ گئے۔ ہاتھی سونڈ آسمان کی طرف اٹھا کر فاتحانہ انداز میں دھاڑا۔ اور جھومنے لگا۔ اس کے بڑے بڑے کان ہل رہے تھے اور لمبے دانت سورج کی کرنوں سے خنجروں کی طرح چمک رہے تھے۔

اب اسے کیا کہیے کہ اچانک ہوا کا رخ بدل گیا اور وہ عنبر وغیرہ کی طرف سے ہاتھی کی طرف چلنے لگی۔ ہاتھی یکدم چوکنا ہو گیا۔ اس کے کان کنپٹیوں سے چپک گئے اور وہ اپنی غیر معمولی طور پر لمبی سونڈ اٹھا

اٹھا کر فوں فوں کرتا ہوا سونگھنے لگا۔ اسے انسانوں کی بُو آنے لگی تھی پھر ہاتھی ٹیلے سے اتر کر اس طرف آنے لگا۔

وہ ہر قدم پر کبھی زمین سونگھتا اور کبھی سونڈ ہوا میں لہرا کر دائیں بائیں سونگھنے لگتا۔ ہاتھی اب اس درخت کے قریب آ چکا تھا جس پر عنبر اپنے ساتھیوں سمیت موجود تھا۔ ہاتھی اتنا نزدیک پا کر مارگریٹ کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اور یہی چیخ ہاتھی کو ان کا پتہ بتا گئی۔ وہ خون منجمد کر دینے والی آواز میں چنگھاڑا۔ اس کی سرخ آنکھیں حلقوں میں گھومنے لگیں اور وہ اپنی سونڈ کو کوڑے کی طرح اپنے پہلوؤں پر مارنے لگا۔

اس نے عنبر، مارگریٹ، اینڈریو اور یاسر کو دیکھ لیا تھا۔ چند منٹ تک تو ہاتھی درخت کے گرد چکر کاٹتا رہا۔ پھر یکایک وہ پیچھے ہٹا اور ریل کے کالے انجن کی طرح دوڑتا ہوا درخت کی طرف آنے لگا۔ عنبر نے چیخ کر کہا۔

"درخت کی شاخوں سے لپٹ جاؤ۔ ہاتھی حملہ کرنے آ رہا ہے۔"

دوڑتے ہوئے ہاتھی نے درخت کو ٹکر ماری۔ درخت لرز اٹھا۔ جنگل کا یہ درخت صدیوں سے کھڑا تھا۔ نجانے کتنے طوفان اسے جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے کی حسرت لئے ختم ہو گئے تھے پھر وہ ایک ہاتھی سے کیونکر شکست مانتا۔ ہاتھی نے اب درخت کے تنے کے گرد سونڈ لپیٹ کر اسے اکھاڑنا چاہا۔ وہ غیظ و غضب کی حالت میں چنگھاڑ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہا تھا۔ مگر درخت کو ہلانے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔ تھک ہار کر ہاتھی نے
آسمان کی طرف سونڈ اٹھا کر چنگھاڑ ماری اور دوڑتا ہوا ٹیلے سے اتر
کر ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

یامر نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ بچ گئے ورنہ یہ ہاتھی تو موت ہی نظر آ رہا
تھا۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"اس درخت نے ہماری بڑی مدد کی۔ اگر کوئی معمولی درخت
ہوتا تو ہاتھی کی پہلی ٹکر ہی اس کے پرخچے اڑا دیتی لیکن اب ہمیں
چاہیئے کہ فوراً درخت سے اتر کر بھاگ لیں۔ ہاتھی بڑا کمینہ جانور
ہے کوئی پتہ نہیں وہ کوئی دوسرا درخت اکھاڑ کر لے آئے اور اسے
اس درخت پہ مار مار کر گرا ڈالے۔"

وہ جلدی جلدی درخت سے اترے اور گھاس کے میدان میں آگے
بڑھنے لگے لیکن اسی وقت ہاتھی کی ہولناک چنگھاڑ سے جیسے زمین
نے ان کے قدم باندھ دیئے۔ عنبر نے گردن گھما کر دیکھا۔ روشن آسمان کے
پس منظر میں ہاتھی اپنی سونڈ لہراتا ہوا ٹیلے پر کھڑا تھا۔ بڑا مکار
ہاتھی تھا۔ درخت کو ٹکریں مار کر گرانے میں کامیابی نہ ہونے کے
بعد یہ چالاک ہاتھی ٹیلے کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ اور عنبر وغیرہ کا
درخت سے اترنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اور اب اسے موقع مل

گیا تھا۔

اتنا وقت نہ تھا کہ وہ کسی درخت پر چڑھ سکتے۔ ہاتھی ایک بار
پھر چنگھاڑا۔ اور دوڑتا ہوا ان کی طرف آنے لگا۔ اب عنبر کے لئے اس
کے سوا کوئی راستہ نہ تھا کہ وہ اس ہاتھی کا مقابلہ کرے۔ عنبر چلایا۔

"جلدی کرو تم کسی درخت پر چڑھ جاؤ۔ میں اس ہاتھی سے
نپٹتا ہوں۔"

اینڈریو نے کانپتی آواز میں کہا۔

"مسٹر عنبر۔ پاگل ہو گئے ہو کیا۔ یہ ہاتھی تمہاری ہڈی پسلی ایک
کر دے گا۔ بھاگ کر جان بچاؤ۔"

عنبر غصے سے بولا۔

"بکواس مت کرو۔ جلدی سے چھپ جاؤ۔"

ہاتھی خاصا قریب آ چکا تھا۔ اینڈریو، مارگریٹ اور یامر ایک
درخت پر چڑھنے لگے۔ ہاتھی جونہی عنبر کے نزدیک پہنچا۔ عنبر پھرتی سے
اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ ہاتھی اپنی تیزی سے آگے نکل گیا۔ دراصل عنبر
ہاتھی کو غصہ دلا کر اس کی ساری توجہ اپنی طرف مبذول کرانا چاہتا تھا
تاکہ اس کے ساتھی درخت پر چڑھنے میں کامیاب ہو جائیں۔

بھاری بھرکم ہاتھی آسانی اور پھرتی سے نہیں گھوم سکتا تھا۔ وہ خاصا
آگے جا کر رکا پھر مڑ کر چنگھاڑتا ہوا عنبر کی طرف لپکا۔ عنبر نے خنجر نکال لیا
تھا۔ ہاتھی کے پاس آتے ہی عنبر نے خنجر اس کے پہلو میں گھسیڑ دیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہاتھی کے منہ سے ایک زبردست چنگھاڑ صورِ اسرافیل کی طرح نکلی۔ غصے اور انتقام کی چنگھاڑ۔ سارا جنگل اس کی خوفناک چنگھاڑ سے تھرتھرا رہا تھا۔ اس نے عنبر کو سونڈ میں لپیٹ کر ہوا میں اچھال دیا۔ عنبر کو ہاتھی نے اس طاقت سے اچھالا تھا کہ وہ درختوں سے بھی اوپر اٹھ گیا تھا اور اب قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے آ رہا تھا۔

باسر، مارگریٹ اور اینڈریو نے جو درخت پر چڑھ چکے تھے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ انہیں عنبر کی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ قلابازیاں کھاتا عنبر دھپ سے زمین پر آ گرا۔ کوئی اور ہوتا تو گوشت کا لوتھڑا بن کر زمین سے چمٹ جاتا۔ مگر عنبر پر تو موت حرام کر دی گئی تھی۔ اسے خراش تک نہ آ سکی۔ گرتے ہی عنبر خنجر سنبھالے ہاتھی کی طرف دوڑا۔

ایک بار تو ہاتھی بھی چکرا گیا کہ یہ کس قسم کا انسان ہے جو اس کے خطرناک وار سے بچ گیا۔ مگر جلد ہی اس کی موٹی عقل پر حیوانیت غالب آ گئی۔ عنبر نے خنجر اس کی سونڈ میں دے مارا اور پے در پے وار کرنے لگا۔ ہاتھی درد سے بے حال ہو کر چنگھاڑیں مار رہا تھا۔ اس نے عنبر کو گرا دیا اور اپنے پاؤں سے کچلنے لگا لیکن عنبر کا جسم تو لوہے اور پتھر سے زیادہ مضبوط تھا۔

عنبر زمین پر لیٹا نیچے سے مسلسل وار کر رہا تھا۔ ہاتھی کا پیٹ چر چکا تھا اور خون کے فوارے بہہ رہے تھے۔ عنبر سر سے پاؤں تک خون میں نہا چکا تھا۔ عنبر نے اُٹھ کر ہاتھی کی کھوپڑی پر بھرپور وار کیا۔

ہاتھی اپنی پچھلی ٹانگوں پر تقریباً گر گیا۔ عنبر نے ایک اور حملہ کیا۔ یہ وار کاری تھا۔ ہاتھی درد و تکلیف سے لرزہ خیز آواز میں چیخا۔ یہ ہاتھی کی آخری چیخ تھی۔

وہ اپنی سونڈ بار بار زمین پر مار رہا تھا۔ پھر یکدم اس کا بھاری جسم سونڈ کی نوک سے دُم کی نوک تک کانپا اور ہاتھی ٹھنڈا ہو گیا۔ وہ مر چکا تھا۔

باسر، مارگریٹ اور اینڈریو آنکھیں بند کئے درخت کی ٹہنیوں سے چمٹے کانپ رہے تھے۔ عنبر نے انہیں آواز دی تو انہوں نے آنکھیں کھولیں۔ ہاتھی کو مردہ اور عنبر کو زندہ دیکھ کر ان کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک پھیل گئیں۔ وہ ڈرتے ڈرتے درخت سے اترے باسر نے کہا۔

"عنبر بھائی — تم زندہ ہو حالانکہ ہاتھی نے تو تمہیں ہوا میں اچھال دیا تھا۔"

عنبر نے جواب دیا۔

"دیکھ لو۔ خدا کے فضل سے میں زندہ بچ گیا اور ہاتھی مارا گیا۔"

اینڈریو نے بڑے غور سے عنبر کو دیکھا پھر انگلیاں مروڑتا ہوا کہنے لگا۔

"مسٹر عنبر — تم بڑے پُراسرار قسم کے انسان ہو۔ ضرور تم ہم سے کچھ چھپا رہے ہو۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر ہنس دیا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ یہ مختصر سا قافلہ دوبارہ چل پڑا۔ اور کسی حادثے سے دوچار ہوئے بغیر وہ شہر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ مارگریٹ اور ایڈریو ایک ریاست کی شہزادی اور شہزادہ تھے۔ جبکہ یامر بھی لندن میں ہی رہتا تھا۔ چند دن قیام کرنے کے بعد عنبر وہاں سے نکل پڑا۔

عنبر کی خواہش تھی کہ جلد از جلد ہندوستان پہنچ جائے اس موقع پر عنبر کو ہوائی جہاز اور ٹرینیں یاد آئیں۔ لیکن موجودہ زمانے میں تو کوئی ان کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ عنبر کو خیال آیا کہ تاریخ میں واپسی کا یہ سفر طے کرنے کے بعد وہ مصر میں ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سو جائے گا۔ اس کی زندگی کی حیرت انگیز اور عجیب و غریب کتاب بند ہو جائے گی پھر کبھی نہ کھلنے کے لئے۔

عنبر لندن کے بازاروں میں گھومنے لگا۔ پھر وہ لندن کی مشہور سیرگاہ کے قریب واقع چائے خانے میں آ گیا اور چائے کی ہلکی ہلکی چسکیاں لیتے ہوئے ناگ اور ماریا کے بارے میں سوچنے لگا۔ بندرگاہ جاتے والی بگھی دو گھنٹے بعد روانہ ہونی تھی۔ عنبر چائے پی رہا تھا کہ اچانک باہر سے چیخنے چلانے کی آوازیں آنے لگیں۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ عنبر بھی چائے خانے سے باہر آ گیا۔

عنبر نے دیکھا کہ سڑک پر ایک بگھی دھول اڑاتی بھاگی جا

رہی ہے۔ ایک بوڑھی عورت دیوانہ وار اس بگھی کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ لیکن چند گز دور جانے کے بعد وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ لوگوں کی گفتگو سے عنبر کو پتہ چلا کہ لندن شہر کے سب سے بڑے غنڈے مارٹن کے آدمی اس بڑھیا کے نوجوان لڑکے کو اٹھا کر لے گئے ہیں۔

بگھی اب موڑ کاٹ کر نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ بوڑھی عورت پچھاڑیں کھا کر روتی ہوئی لوگوں کو مدد کے لئے پکار رہی تھی۔ مگر کون تھا جو مارٹن غنڈے کے ساتھیوں کے پیچھے جاتا۔ عنبر نے فیصلہ کیا کہ وہ بڑھیا کے لڑکے کو بچا کر لائے گا۔ اس نے بڑھیا سے کہا۔

"گھبرائیے مت — میں آپ کی مدد کروں گا — آپ کے بیٹے کو بچاؤں گا۔"

پاس کھڑے ایک شخص نے یہ سن کر کہا۔

"پاگل ہے سالا۔ مارٹن غنڈے کے آدمی تو اسے مچھر کی طرح چٹکی میں مسل دیں گے۔"

دوسرے نے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ کالا آدمی تو خواہ مخواہ اپنی جان کا دشمن ہو رہا ہے۔"

عنبر نے دیوی زلالہ کی طرف سے ملنے والا موتی نکال کر منہ میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ڈال لیا۔ وہ اپنی خفیہ طاقتیں ظاہر تو نہیں کرنا چاہتا تھا۔
مگر مجبوری تھی۔ بگھی بہت دُور جا چکی تھی اور عنبر دَوڑ کر اس تک
نہیں پہنچ سکتا تھا۔ موتی منہ میں ڈالتے ہی عنبر کو اپنا جسم ہلکا
پھلکا محسوس ہُوا جیسے وہ بے وزن ہو گیا ہو۔
اُس کے پاؤں زمین سے اُٹھ آئے۔ وہ ہوا میں بلند ہو گیا۔
عنبر اُڑنے لگا تھا۔

O

عنبر اُڑنے لگا

دہشت اور حیرت بھری کئی چیخیں اُبھری تھیں۔
لندن کے لوگوں نے اتنا حیرت انگیز منظر پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ ان
سامنے ایک انسان پرندے کی طرح ہوا میں اُڑ رہا تھا۔ تمام لوگ
پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ کئی تو غش کھا کر گر پڑے
زمین سے تیس فٹ اونچا بڑی تیزی سے اُس طرف اُڑنے لگا۔
بگھی گئی تھی۔ عنبر کے بال تیز ہوا سے اُڑ رہے تھے۔ اور کپڑے
ابھرنے سے پھول گئے تھے۔
کچھ ہی دیر بعد عنبر کو دُور سے بگھی نظر آ گئی۔ عنبر اُڑتا ہوا بگھی کے
پر آ گیا۔ بگھی کے اگلے حصے پر کوچوان بیٹھا ہُوا تھا۔ یہ خوفناک شکل
الا غنڈہ تھا۔ عنبر نے اُڑتے ہوئے کہا۔
"اے مسٹر۔ بگھی روک دو۔"
کوچوان نے حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھا کہ آواز کدھر سے آئی ہے
اس نے سر اُٹھا کر اُوپر دیکھا اور اس کا رنگ فق ہو گیا۔ گھوڑوں
اگیں اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئیں اور وہ بے ہوش ہو کر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لڑھک گیا۔ گھوڑے رُک گئے تھے۔ اسی وقت بگھی کا پچھلا دروازہ کھُ
اور اُونچا لمبا خونخوار شکل والا غنڈہ اپنے دو ساتھیوں کے سا
باہر نکلا یہ مارشن غنڈے کا خاص چمچ ٹام تھا۔ اس نے چلاّ کر کہا۔

"کتے کی اولاد مارشل تم نے بگھی کیوں روک دی ہے؟"

مارشل کوچوان کا نام تھا وہ ہوش میں ہوتا تو جواب دیتا اِبھ
تک ٹام غنڈے نے سر اٹھا کر اُوپر نہیں دیکھا ورنہ اسے اُڑتا ہوا عن
نظر آجاتا۔ ٹام نے جب مارشل کو بے ہوش پایا تو حیرانگی سے
کھجاتا ہوا کہنے لگا۔

"اس اُلو کے پٹھے کو آج کیا ہو گیا ہے۔ سالے نے بھنگ
نہیں پی رکھی؟"

اسی وقت عنبر نے کسی پرندے کی طرح غوطہ لگایا اور ٹام کے
پر رکھی ٹوپی دبوچ کر اُڑ گیا۔ ٹام غنڈہ بوکھلا گیا۔ اس نے سر اٹھ
تو عنبر نظر آگیا۔ ٹام غنڈے کے تو دیدے پھٹنے لگے۔ اس کے سا
غنڈوں کی تو سٹی گم ہو گئی تھی عنبر نے کہا۔

"تجھ ہے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

عنبر اب ہولے ہولے زمین پر اُتر آیا۔ اس نے موتی منہ
نکال لیا تھا۔ ٹام غنڈے نے تلوار کھینچتے ہوئے کہا۔

"یہ کوئی جادوگر ہے۔ اسے مار ڈالو۔"

دونوں غنڈے بھی تلواریں لئے عنبر پر ٹوٹ پڑے۔ عنبر نے ہا

ابیان سے ان دونوں کا تیا پانچہ کر دیا۔ ٹام غنڈے نے اپنی تلوار عنبر
۱ سر پر دے ماری نتیجہ وہی ہوا جو ہوتا آیا ہے۔ غنڈے کا رنگ اُڑ
یا۔ عنبر ٹام کی طرف اپنا خنجر پھینک کر بولا۔

"اس خنجر سے خود کو مار ڈالو۔ میں تمہیں اپنے ہاتھ سے
ہیں ماروں گا۔ تم خود کو ہلاک کرو گے۔"

ٹام غنڈے کا جسم پسینے میں نہا چکا تھا۔ ہاتھ پاؤں پھول گئے
اس نے گڑگڑا کر کہا۔

"اے جادوگر۔ میری جان بخشی کر دے۔"

عنبر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں مرنا پڑے گا۔ چلو اٹھاؤ خنجر اور اپنے گلے میں گھونپ لو۔
ہیں تمہارے جسم سے ایک ایک بوٹی اتار کر تمہیں قسطوں میں
ا، گا۔"

ام غنڈہ کانپ اٹھا۔ اس نے خنجر اٹھایا اور حلق پر رکھ کر زور
لی کوشش کی مگر دوسروں کے خون سے ہولی کھیلنے والے،
ا، کی کھالیں اتروا دینے والے ٹام غنڈے کو فوراً تکلیف کا
ا، ہو گیا۔ عنبر نے پھرتی سے آگے بڑھ کر اس کے خنجر والے
، مکا مارا۔ خنجر ٹام کی گردن میں دھنس گیا۔ وہ زمین پر گر
ا، ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے دی۔

سیا کا نوجوان لڑکا بگھی میں بے ہوش پڑا تھا۔ عنبر اسے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوش میں لایا اور تسلی دی بگھی واپس دوڑنے لگی۔ سیرگاہ کے ا
لوگوں کا ہجوم جمع تھا۔ انہوں نے جب بڑھیا کے نوجوان لڑکے
اور عنبر کو آتے دیکھا تو نعرے لگانے لگے۔ بڑھیا تو عنبر کے قدمو
میں بچھی جا رہی تھی۔ لوگوں نے عنبر سے عجیب و غریب سوال کر
شروع کر دیئے۔ تم کون ہو۔۔۔؟ کس طرح اُڑ سکتے ہو۔۔۔
جادو گر ہو؟ عنبر نے بھی اُلٹے سیدھے جواب دے دیئے۔ بڑ
نے اصرار کیا کہ عنبر ان کے گھر ایک پیالی چائے ضرور پیئے۔ عنبر
یہ بات مان لی۔

ادھر مارٹن غنڈے کو جب یہ اطلاع ملی کہ ایک غیر ملکی
نے اس کے آدمیوں کو مار ڈالا ہے اور لڑکے کے اغوا کا منص
بنا دیا ہے تو اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اس نے
مار کر کہا۔

"میں اس مصری کی ممی بنا کر چوک میں نصب کر دوں گا
میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکے گا۔"

اطلاع لانے والے جاسوس نے کہا۔

"جناب، وہ بڑا پُراسرار شخص ہے۔ ہوا میں پرندوں کی
اُڑ سکتا ہے۔"

مارٹن غنڈہ اپنی طاقت کے نشے میں چُور تھا۔ وہ
کہنے لگا۔

"میں اس کی ساری پُراسراریت نکال کے رکھ دوں گا۔ اس کا
بہت بُرا حشر کروں گا۔"

مارٹن غنڈہ اسی وقت گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے غنڈوں سمیت
نکل پڑا۔ عنبر بڑھیا کے گھر میں چارلی سے باتیں کر رہا تھا کہ مارٹن
غنڈہ آ پہنچا۔ اس کے غنڈے گھر میں گھس آئے اور فرنیچر توڑنے
پھوڑنے لگے۔ جاسوس نے کہا۔

"جناب، وہ شخص ہے جس نے آپ کے آدمیوں کو مار ڈالا ہے۔"

مارٹن غنڈے نے مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

"پھانسی کا پھندہ تیار کرو۔ میں ان سب کو باری باری پھانسی
دے دوں گا۔"

حکم کی دیر تھی کہ باہر چوک میں پھندہ تیار کر دیا گیا۔ جلاد
بھی آ گیا۔ عنبر خاموشی اور سکون سے سب کچھ دیکھ اور سُن
رہا تھا۔ مارٹن کے غنڈے، بڑھیا، چارلی اور عنبر کو باہر لے آئے
مارٹن نے کہا۔

"سب سے پہلے اس بڑھیا کو پھانسی دی جائے۔"

عنبر نے آگے بڑھ کر بڑی دلیری سے کہا۔

"ان کو چھوڑ دو اور مجھے سُولی پر لٹکا دو۔"

مارٹن قہقہہ لگا کر بولا۔

"چھوڑ دوں گا تو میں کسی کو بھی نہیں۔ ہاں اگر تم پہلے سُولی پر لٹکنا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چاہتے ہو تو تمہاری یہ خواہش ضرور پوری ہو گی۔"
سارے غنڈے قہقہے لگا کر ہنسنے لگے۔ جلاد نے عنبر کے گلے میں رسی
ڈال دی۔ اور عنبر کے کان میں کہا۔
"بھائی۔ تم نیک آدمی ہو۔ میرا دل تو نہیں چاہتا کہ پھندہ کس دوں
لیکن ان ظالموں کے سامنے ایک نہیں چلتی۔"
عنبر نے کہا۔
"تم بھلے آدمی لگتے ہو لیکن کیا لندن کے لوگ مل کر ان غنڈوں کو
ختم نہیں کر سکتے۔ ویسے مجھے اس پھانسی کی کوئی پروا نہیں
اپنی زندگی میں سینکڑوں بار لوگوں نے مجھے پھانسی دے کر مار ڈالنا
چاہا ہے۔ مگر سب ناکام رہے ہیں۔"
جلاد نے کہا۔
"عنبر"۔ آہستہ بات کرو ورنہ یہ غنڈے مجھے بھی تمہارے ساتھ
ہی لٹکا دیں گے۔ اچھا بھائی معاف کرنا۔ اب میں رسی کسنے لگا
ہوں۔"
عنبر ہنس کر بولا۔
"تم بے فکر رہو۔ ابھی سب لوگ ایسا تماشہ دیکھیں گے جو ان
کے باپ دادا نے بھی نہ دیکھا ہو گا۔ یہ مجھے نہیں مار سکیں گے۔"
جلاد نے بڑے افسوس سے سر ہلایا۔ وہ سمجھا کہ عنبر خوف سے
پاگل ہو گیا ہے۔ غنڈہ مارٹن چلایا۔

"اوہ حرامی جلاد۔ کیا باتیں کر رہا ہے اس سے۔ جلدی پھندہ
کس۔ ورنہ ابھی یہاں تیرا لاشہ تڑپ رہا ہو گا۔"
جلاد ڈر گیا۔ اس نے ہاتھ باندھ کر کہا۔
"جناب ۔ میں نے پھندہ اس کی گردن کی گرد ڈال دیا
ہے۔"
عنبر کو یہ دیکھ کر افسوس ہو رہا تھا کہ لندن کے شہری ہزاروں
کی تعداد میں ہونے کے باوجود ان چند غنڈوں سے خوفزدہ ہیں
حالانکہ اگر وہ ایک ہو کر ان غنڈوں پر ٹوٹ پڑتے تو ان کا نام و
نشان تک مٹ جاتا۔ مارٹن کے حکم پر ایک غنڈے نے تختہ
کھینچ دیا۔ بڑھیا کے منہ سے غم کے مارے چیخ نکل گئی۔
عنبر رسی سے لٹکنے لگا تھا۔ سارے غنڈے ہنس رہے تھے۔
مارٹن قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا۔
"مجھ سے ٹکر لینے والے کا یہی انجام ہوتا ہے۔"
عنبر نے یہ سنا تو بڑے آرام سے رسی کو جھٹکا دے کر توڑ
دیا۔ غنڈے سمجھے رسی لاش کے بوجھ سے ٹوٹ گئی ہے۔ مگر اسی
وقت حیرت سے ان کی چیخیں نکل گئیں۔ جب انہوں نے دیکھا کر
عنبر اٹھ کر گردن سے پھندہ کھول رہی ہے ۔ عنبر نے فوراً غنڈوں
کو کاٹنے لگانا شروع کر دیا۔ مارٹن کی کھوپڑی عنبر کے ایک ہی
[illegible] پچک گئی تھی۔ لوگوں نے جب یہ دیکھا تو [illegible]

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

غنڈوں پر پل پڑے۔ غنڈوں کا تو کچومر ہی نکل گیا۔
اس ہنگامے میں عنبر نے بہتر یہی سمجھا کہ بھاگ لے۔ ورنہ لوگوں نے واہ واہ کر کے اس کا ناک میں دم کر دینا تھا۔ اُس نے ایک غنڈے کا گھوڑا پکڑا اور ہجوم سے نکل لیا۔ عنبر کا رُخ بندرگاہ کی طرف تھا۔ مسلسل سفر کرتا ہُوا عنبر بندرگاہ پہنچ گیا۔ ساحل کے ساتھ کئی بحری جہاز لنگر انداز تھے۔

عنبر نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ہندوستان کے لئے ایک بحری جہاز آج شام ہی روانہ ہو رہا ہے۔ مگر یہاں مشکل یہ آن پڑی کہ بحری جہاز کی تمام سیٹیں پُر ہو چکی تھیں۔ عنبر نے کپتان سے بات کی۔ کپتان رحمدل نکلا۔ اُس نے عنبر کو جہاز پر سوار ہونے کی اجازت دے دی۔

شام کے وقت سورج جب اپنا منہ چھپانے کی تیاری کر رہا تھا بڑی ٹھنڈی اور تیز ہوا چل رہی تھی۔ کپتان نے لنگر اٹھا دینے کا حکم دیا۔ جہاز کے ہوٹر بھیانک انداز میں چلّائے۔ سارے ملاح حرکت میں آ گئے۔ اور جہاز ساحلِ سمندر سے ہٹتا ہوا کھلے سمندر میں آ کر ہندوستان کی طرف روانہ ہو گیا۔

عنبر کو جو کیبن ملا تھا وہ نچلے عرشے پر تھا۔ ہر کیبن میں دو مسافر ٹھہرتے تھے۔ عنبر کا ساتھی ایک جاپانی تھا۔ جاپانی کی آنکھیں ٹیڑھی تھیں۔ چہرے پر زخم کا ایک لمبا نشان تھا۔ جس

سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس کا ماضی اچھے کام کرتے نہیں گزرا۔ اس جاپانی کا نام توشنکو تھا۔

سفر بڑے مزے سے کٹ رہا تھا۔ ایک رات عنبر اپنے بستر پر سو بلکہ آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا تھا کہ دروازہ پر بڑی آہستگی سے چار بار دستک ہوئی۔ دستک دینے کا انداز بڑا خفیہ قسم کا تھا۔ اس کے ساتھ ہی توشنکو کی چارپائی چرچرانے کی آواز کانوں میں پڑی۔ عنبر نے ایک آنکھ ذرا سی کھول کر دیکھا۔ توشنکو بستر سے اُٹھ کر عنبر کے بستر کی طرف آ رہا تھا۔ عنبر نے فوراً ہلکے ہلکے خراٹے لینے شروع کر دیئے۔

توشنکو نے پاس آ کر کہا۔

"مسٹر عنبر — مسٹر عنبر — کیا آپ جاگ رہے ہیں۔؟"

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ بدستور خراٹے لیتا رہا۔ توشنکو کو یقین ہو گیا کہ عنبر بے خبر سویا ہوا ہے۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ عنبر اب اپنی ایک آنکھ ذرا سی کھولے دیکھ رہا تھا۔ آنے والا بھی جاپانی تھا۔ اُس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔

"توشنکو — تم نے اچھی طرح جانچ لیا کہ یہ مسافر سو رہا ہے۔"

توشنکو نے جواب دیا۔

"فکر مت کرو چانگ۔ یہ تو سارے گھوڑے بیچ کر سویا ہوا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے۔ پھر اس چھوکرے عنبر کا کیا بڑا مسئلہ ہے کہو تو ابھی ٹینٹوا دبا کر اگلے جہان پہنچائے دیتا ہوں۔"

"نہیں" چانگ بولا "ہمیں بلاوجہ اس کے خون سے ہاتھ نہیں رنگنے چاہئیں۔ بلکہ اپنے اصل شکار پر توجہ دینی چاہیئے۔ میرا خیال ہے آج رات ہی اس کپتان کو قتل کر دیتے ہیں۔"

توشنکو نے خوش ہو کر کہا۔

"ٹھیک کہتے ہو۔ آج کی رات اس کام کے لئے بہتر ہے اس بدبخت کپتان کی ایمانداری نے ہمارا سمگلنگ کا دھندہ چوپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کی موجودگی میں کوئی ناجائز مال لے کر جہاز پر سوار نہیں ہو سکتا۔"

یہ دونوں جاپانی بڑے خطرناک قسم کے سمگلروں کے گروہ کے رکن تھے۔

کسی انسان کی جان لے لینا ان کے نزدیک معمولی کام تھا۔ اور اب وہ کپتان کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے چانگ نے اپنے چغے سے ایک خنجر نکال کر توشنکو کی طرف بڑھا دیا اور کہنے لگا۔

"تم اس خنجر سے کپتان کو ہلاک کر دینا۔ خنجر کی نوک کوڑیالے سانپ کے زہر میں بجھی ہوئی ہے۔"

توشنکو نے خنجر لے لیا اور خوشی سے اپنے گندے دانت

نکال کر ہنستا ہوا کہنے لگا۔

"تم بے فکر رہو۔ ذرا اندھیرا اور گہرا ہو جانے دو۔ پھر اس خنجر کی پیاس بجھ جائے گی۔"

چانگ نے کہا۔

"میں اب چلتا ہوں۔ تم ہوشیاری سے کام کرنا۔"

جاپانی سمگلر چانگ چلا گیا۔ عنبر نے ان کی ساری گفتگو سن لی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایماندار کپتان کی تصویر آ گئی جسے یہ مارنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ عنبر نے فیصلہ کیا کہ وہ ان کا منصوبہ کامیاب نہیں ہونے دے گا۔

آدھی رات ہوئی تو توشنکو بستر سے نکل پڑا۔ اس نے خنجر دائیں ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ توشنکو کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ عنبر بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔ سارے مسافر بے خبر پڑے سو رہے تھے۔ توشنکو نہایت عیار قسم کا سمگلر تھا۔ وہ پنجوں کے بل چل رہا تھا۔ کپتان کے کیبن کے پاس پہنچ کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ عنبر جلدی سے دیوار سے چپک گیا تھا ورنہ توشنکو نے اسے دیکھ لیا تھا۔

توشنکو معاملہ صاف دیکھ کر دروازے کا لاک کھولنے لگا۔ عنبر اپنی جگہ سے نکل آیا اور اس کی طرف بڑھا۔ توشنکو جھکا ہوا اپنے کام میں مصروف تھا۔ کہ عنبر اس کے سر پہ پہنچ گیا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور بولا۔

"مسٹر توشنکو۔ اگر میں آپ کی گردن میں مسٹر چانگ کا دیا ہوا کوڑیالے سانپ کے زہر میں بجھا خنجر گھونپ دوں تو آپ بُرا تو نہیں منائیں گے۔"

توشنکو اچھل کر مڑا۔ اسی وقت عنبر نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن پکڑ لی۔ توشنکو نے عنبر کے پیٹ میں پوری طاقت سے خنجر مارا۔ اسے یوں لگا جیسے اس نے کسی پتھریلی چٹان پر وار کیا ہو۔ عنبر نے بڑے آرام سے خنجر توشنکو سے چھین کر اس کی گردن میں گھونپ دیا۔

توشنکو چیخ بھی نہ سکا۔ زہریلے سانپ کے زہر نے اسے فوراً ہی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ عنبر نے اس کی لاش وہیں چھوڑی اور اپنے کیبن میں آگیا۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ دو آنکھوں نے اس کی ہر حرکت کو نوٹ کیا ہے۔

وہ دو آنکھیں چانگ کی تھیں۔

چانگ سیدھا اوپر والے عرشے پر اپنے کیبن میں گیا۔ یہاں ایک اور جاپانی سمگلر موجود تھا۔ اس نے چانگ کو گھبرائے ہوئے دیکھا تو جلدی سے پوچھا۔

"کیا بات ہے چانگ ـــ توشنکو نے اپنا کام ختم کر دیا۔ کپتان مارا گیا ہے نا۔"

چانگ نے لرزتی آواز میں کہا۔

"نہیں میرے دوست چوچو ـــ توشنکو خود مارا گیا ہے۔ اوہ خدائے آتش۔ میری نظروں نے جو منظر دیکھا ہے ـــ یقین نہیں آتا ـــ"

چوچو تو اچھل پڑا۔ اس نے کہا۔

"توشنکو مارا گیا وہ تو بڑا ماہر قاتل تھا۔"

چانگ نے سارا واقعہ سنا دیا۔ اور یہ بھی بتایا کہ توشنکو کے ساتھی مسافر مصری باشندے عنبر پر خنجر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ چوچو نے جب یہ بات سنی تو چانگ کو گھورنے لگا اور بولا۔

"پاگل ہوگئے ہو کیا۔ عنبر کے پیٹ میں خنجر اور وہ بھی توشنکو نے مارا۔ عنبر کو کچھ نہ ہوا۔ میں یہ بات نہیں مان سکتا۔ ضرور تمہیں وہم ہوا ہے ـــ مگر اب اس عنبر کے بچے کو میں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ کپتان کو مارنے سے پہلے اس کا کام ضرور تمام کروں گا۔"

چانگ نے قسم کھا کر کہا۔

"چوچو ـــ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میری آنکھوں کے سامنے عنبر کو خنجر لگا تھا۔ مگر اسے کوئی زخم نہ آیا۔"

اب تو چوچو سوچ میں پڑ گیا۔ چانگ معمولی بات پر قسم نہیں کھا سکتا تھا۔ پھر اسے خیال آیا کہ عنبر مصری باشندہ ہے اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مصر کی سرزمین پُراسراریت کی وجہ سے بڑی مشہور ہے اس نے کہا۔

"پھر چانگ۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟"

چانگ نے سوچتے ہوئے کہا۔

"عنبر کو چالاکی سے قابو کرنا ہوگا۔ سنو میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی ہے۔ ہر شام کو عنبر عرشے پر سیر کرنے آتا ہے۔ میں نے کئی بار اسے دیکھا ہے۔ اس موقع پر ہم عنبر کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیں گے۔ اس طرح ہماری جان چھوٹ جائے گی اور ہم کپتان سے نپٹ لیں گے۔"

چوچو اُچھل پڑا اور کہنے لگا۔

"واہ واہ۔ کیا زبردست ترکیب ہے۔ بس اس پر عمل کیا جائے گا۔ لیکن اب ہمیں چاہیئے کہ توشنکو کی لاش اٹھا کر سمندر میں ڈال دیں۔"

دونوں جاپانی سمگلروں نے ایسا ہی کیا۔ اور توشنکو کی لاش سمندر میں مچھلیوں کی خوراک بننے کے لئے پہنچ گئی۔ اگلا دن بڑے اطمینان سے گزرا۔ توشنکو کی لاش غائب پا کر عنبر سمجھ گیا کہ یہ اس کے ساتھیوں کا کارنامہ ہے۔ اسی نے کپتان کو خبردار رہنے کا کہہ دیا تھا۔ شام ہوئی تو عنبر حسبِ معمول عرشے پر آگیا۔

کھلے سمندر میں سورج کے ڈوبنے کا منظر بے حد دلکش ہوتا ہے۔ سورج کی سنہری کرنیں سمندر کے پانی پر مچلتی ہیں تو ہر لہر سونے کی مانند نظر آتی ہے۔ آسمان کی طرف دیکھو تو گویا سونا پگھل رہا ہے۔ عنبر ریلنگ سے لگ کر کھڑا یہ منظر بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اسے شروع ہی سے قدرتی مناظر پسند رہے تھے۔

عرشے پر خاموشی طاری تھی بس لہروں کے جہاز سے ٹکرانے کی مدھم اور مدھر آواز سنائی دیتی تھی۔ سردی کا موسم تھا کوئی اور مسافر عرشے پر موجود نہ تھا۔ چوچو اور چانگ پہلے سے یہاں چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے موقع غنیمت جانا اور دبے قدموں عنبر کی طرف بڑھے عنبر اس وقت ناگ اور ماریا کے خیالوں میں گم تھا۔ چوچو اور چانگ نے بجلی کی سی تیزی سے عنبر کی ٹانگیں پکڑیں اور اس سے پہلے کہ عنبر سنبھل سکتا۔ انہوں نے اسے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ عنبر ایک چھپاکے سے پانی میں گرا اور ڈوبتا چلا گیا۔ عنبر میں یہ خاصیت تھی کہ وہ پانی کے نیچے بھی سانس لے سکتا تھا۔ وہ جب پانی کی سطح پر ابھرا تو جہاز خاصا دور نکل چکا تھا۔

اب عنبر اگر پوری تیزی سے بھی تیرتا تو جہاز تک نہیں پہنچ سکتا تھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا پھنس گئی

عنبر کو کھلے سمندر میں چھوڑ کر ہم ہندوستان چلتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ ماریا چڑیلوں کی ملکہ کے جال میں کس طرح پھنسی یہ تو آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ آفت بھتنی، ماریا کی تلاش میں نکل چکی ہے۔

ماریا کچھ اُڑتی اور چلتی ہوئی سرائے کی طرف آ رہی ہے۔ بارش تھم چکی تھی۔ یکایک ماریا کو ایک ہیولہ سا نظر آیا۔ جو بھاگ کر درختوں میں غائب ہو گیا۔ ماریا رُک گئی۔ آسمان پر جن کالے بادلوں نے قبضہ کر رکھا وہ چھٹ چکے تھے اور چاند ستاروں سمیت سامنے آ گیا تھا۔

اسی وقت ماریا کو اپنے پیچھے کسی کے گہرے گہرے سانس لینے کی آواز آئی۔ ماریا الٹ کر پلٹی۔ اس کے پیچھے کوئی نہ تھا۔ ستاروں بھری رات میں ویران سڑک نظر آ رہی تھی لیکن وہ سانس کی آواز۔ ماریا کو خیال آیا شاید اس کا وہم تھا۔ وہ آگے بڑھی۔ مگر پیچھے کہ مدہم سی آواز نے اس کے قدم باندھ دیئے۔ آواز کسی عورت

کی تھی۔ ماریا نے مڑ کر ہر طرف دیکھا کوئی نہ تھا۔ ماریا ڈرنے والی لڑکی نہیں تھی۔

اس نے اپنی طویل زندگی کے سفر میں بڑے ڈراؤنے اور خوفناک واقعات کا سامنا کیا تھا۔ بھیانک جنگل، صحرا اور جزیرے دیکھے تھے مگر وہ کچھ پریشان سی ہو گئی تھی۔ دفعتاً اسے سامنے سڑک کے ساتھ اُگے شاہ بلوط کے درختوں میں ایک ہیولہ ہلتا دکھائی دیا۔ ماریا اس طرف لپکی۔ لیکن پُراسرار ہیولہ غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ماریا کو ایک بار پھر وہی گہرا سانس لینے کی آواز سنائی دی۔ اس بار تو ماریا نے سانس کی گرمائش کو اپنی گردن پر محسوس بھی کیا۔

اس نے مڑ کر دیکھا۔ اس کے پیچھے کوئی نہ تھا۔ سنسنی کی ایک لہر ماریا کے جسم میں دوڑ گئی۔ یکایک ماریا کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی ہلکی پھلکی شے اس کے سر پہ آ گری ہو۔ ماریا نے کوئی خیال نہ کیا اور سوچا شاید کسی درخت کا پتا ہوا میں تیرتا اس کے سر پہ آ گرا ہے۔ لیکن یہ کیا — اس کے بالوں میں وہ شے رینگنے لگی تھی۔ اس کے پنجوں کی چبھن ماریا کو محسوس ہو رہی تھی۔

ماریا نے سر کو زور سے جھٹکا اور بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اس کے باوجود چبھن بدستور ہو رہی تھی۔ ماریا گھبرا گئی۔ نوکیلے پنجوں کی چبھن شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی تھی۔ پھر ہلکے سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قہقہے کی آواز سنی۔ ماریا چلا اُٹھی۔
"کون ہو تم —— ؟"
قہقہے کے ساتھ منمناتی آواز آئی۔
"میں — آفت بھتنی — تم اس وقت میری قید میں آ چکی ہو
میں تمہارے دماغ پر قبضہ کر لوں گی۔"
ماریا کا پورا جسم سُن ہو گیا۔
اس کے دماغ کی سلیٹ پر آفت بھتنی کا عکس اُبھر آیا۔
وہ ماریا کے سنہری بالوں میں لیٹی ہوئی تھی۔ انسانی انگلی کے
سائز جتنی آفت بھتنی مسکرا رہی تھی مکروہ اور بھیانک مسکراہٹ
ماریا نے چاہا کہ اسے نوچ کر پرے پھینک ڈالے لیکن وہ ایسا نہ
کر سکی۔ وہ بے بس ہو چکی تھی۔ اس کے ذہن پر دھند چھانے
لگی اور اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت غائب ہو گئی۔
آفت بھتنی نے کہا۔
"تم میری غلام ہو۔ تمہیں میرا ہر حکم ماننا ہو گا۔"
ماریا کے ہونٹ مشینی انداز میں ہلے اس نے کہا۔
"تمہارے حکم کو پورا کرنا میرا فرض ہے۔ میں تمہاری غلام
ہوں۔"
آفت بھتنی دانت نکال کر خونخوار انداز میں ہنسی۔ اس
نے کہا۔

"چلو۔ مرگھٹ کی طرف قدم اُٹھاؤ۔"
ماریا میکانکی انداز میں چلنے لگی۔ وہ ہر چیز بھول چکی تھی۔
اس کے ذہن کا وہ گوشہ جس میں یادیں ہوتی ہیں ایک دھند
کے بادل میں گم ہو گیا تھا۔ اب وہ عنبر اور ناگ کو بھی نہیں
پہچان سکتی تھی۔ اسے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ وہ کون ہے
اور اسے تاریخ میں واپسی کا سفر طے کرنا ہے۔
ماریا کے قدم خود بخود مرگھٹ کی طرف اُٹھتے جا رہے تھے پھر
وہ مرگھٹ میں آ گئی۔ ایک پُراسرار سی خاموشی نے مرگھٹ کو
اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے پورے کے پورے
مرگھٹ نے ایک دم سے اپنا سانس روک لیا ہو۔ اس سے پہلے
مرگھٹ میں خونی گدھوں کی منحوس آوازیں گونجتی رہتی تھیں لیکن
اب تو جیسے انہیں بھی سانپ سونگھ گیا ہو۔ وہ اپنی گردنیں پروں
میں چھپائے درختوں کی شاخوں پر سہمے بیٹھے تھے۔
ٹنڈ منڈ درخت بھی سکڑے سکڑے نظر آ رہے تھے۔ انسانی پنجر
اور ہڈیاں مرگھٹ میں بکھری پڑی تھیں۔ کبھی کوئی ہڈی ماریا کے
قدموں تلے آ کر تڑخ کر ٹوٹ جاتی تو مرگھٹ کا سناٹا لمحہ بھر کے لئے
ٹوٹ جاتا۔ ماریا چلتی ہوئی ایک جگہ رُک گئی۔ رُکتے ہی ماریا کا
جسم زمین میں دھنسنے لگا۔
ماریا زمین میں گم ہوتی جا رہی تھی۔ یہاں زمین کے نیچے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تم اس لاش کو باہر نکال لینا اور اس کا کفن پھاڑ کر،
سینہ چیر کر دل نکال لینا پھر کھوپڑی توڑ کر مغز نکال لینا۔ یہ عمل
بیس دن تک کرنا ہوگا۔ ندی میں تمہیں روزانہ لاش مل جایا کرے
گی۔ جب تم تیس لاشوں کو ندی سے نکال کر تیس دل اور مغز اکٹھے کر
لو گی۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ آگے تم نے کیا کرنا ہے۔"

چڑیلوں کی ملکہ نے شیطان کو سجدہ کر کے کہا۔

"آقا۔ میں تمہارے حکم کی حرف بحرف تعمیل کروں گی۔ لیکن ایک
بات پوچھتی ہوں کہ کیا یہ لڑکی ماریا جو پہلے غیبی تھی۔ اب پرانے
جادو کے اثر سے نکل کر ظاہر ہی رہے گی۔"

شیطان نے خرخر کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ یہ لڑکی اب بھی غیبی ہے۔ جس جادو کے اثر سے یہ
غائب ہے اسے توڑنا آسان نہیں ہے یہ صرف اس وقت تک ظاہر رہے
گی جب تک زمین کے نیچے رہے گی۔ زمین کے اوپر جاتے ہی یہ پھر سے
غیبی عورت ہو گی۔"

شیطان کہہ رہا تھا۔

"اگر اس عورت پر سے طلسم ختم ہو چکا ہوتا تو یہ یکدم بوڑھی ہو کر مر جاتی۔ یہ ایک عام
عورت ہے۔ مگر جادو سے اس کی عمر ایک جگہ رک چکی ہے۔ بہرحال اب یہ تمہارے قبضے
میں ہے اور اسے مرنا ہی ہے۔"

ماریا ایک کمرے میں کھڑی تھی۔ وہ سب کچھ بھول چکی تھی۔ آفت بھنی اس
کے بالوں سے لپٹی ہوئی تھی۔

ویران جزیرے کا ہیکل

عنبر پانی میں غوطے کھا رہا تھا۔

اس کو ایک پل کے لئے بھی خیال تک نہ آیا کہ زلالہ دیوی
کی طرف سے ملنے والا موتی منہ میں ڈال کر ہوا میں اُڑتا ہوا جہاز
پر جا سکتا ہے جہاز نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ عنبر سمندر کی
پرسکون لہروں کے بستر پر لیٹا بہت دور نکل آیا۔ رات ہو چکی
تھی اور آسمان پر چاند ستارے چمکنے لگے تھے۔ عنبر رات بھر آنکھیں
بند کئے بہتا رہا۔

رات گزر گئی۔ صبح سویرے عنبر کے کانوں میں مرغابی کے چیخنے
کی آواز پڑی۔ عنبر نے آنکھیں کھول کر دیکھا کئی مرغابیاں تھیں
اس کا مطلب تھا کہ زمین نزدیک ہی ہے۔ کچھ ہی دیر بعد عنبر
کو دور ایک سیاہ لکیر نظر آنے لگی۔ یہ ایک ویران جزیرہ تھا۔
لہروں نے عنبر کو ساحل پر لا کر پٹخ دیا۔

عنبر کچھ دیر کنارے کی گیلی ریت پر سکون سے لیٹا رہا۔ پھر اٹھ کھڑا
ہوا۔ جزیرے کا ساحل دور دور تک ویران تھا۔ جزیرے پر درختوں کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بھتنات تھی اور ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔ حیرت کی بات تو یہ تھی کہ جزیرے پہ چرند پرند بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔ بڑا عجیب اور پُراسرار قسم کا جزیرہ تھا۔

عنبر جزیرے میں گھومنے لگا۔ اس نے دیکھا کئی مقامات سے جھاڑیاں اور درخت جلے ہوئے ہیں۔ عنبر کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کس طرح جل گئے ہیں۔ جزیرے کے شمالی حصے میں ایک پہاڑی سلسلہ تھا اور اس پہاڑی سلسلہ کے دامن میں عنبر کو جو چیز نظر آئی اسے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

ایک پرانا اور ٹوٹا پھوٹا ہیکل عنبر کے سامنے تھا۔ یہ ہیکل قدیم مصری طرز پر بنا ہوا تھا۔ عنبر ہیکل میں آ گیا۔ ٹھنڈے ٹھنڈے سے اندھیرے میں عجیب سی بُو رچی ہوئی تھی۔ اس قسم کی بُو پرانی کرم خوردہ لائبریریوں سے آیا کرتی ہے۔ عنبر دالان سے گزر کر کالی محرابوں والے ایک تنگ راستے میں آ گیا۔ دیواروں پر مصری دیوی دیوتاؤں کی تصاویر کے علاوہ کئی جگہ مصری فرعونوں کے نشان سانپ کی تصاویر کھدی ہوئی تھیں۔

ان تصاویر سے عنبر سمجھ گیا کہ یہ قدیم مصر کی زبردست دیوی ایزیس کا ہیکل ہے۔ اور اسے سیٹی اول نامی فرعون نے تعمیر کرایا تھا۔ پرانی مصری زبان میں جا بجا یہ لکھا ہوا تھا۔ "نوت — اخوت۔ خُون — فرعون سیٹی اوّل —" مگر اس ویران جزیرے پر یہ

ہیکل کیوں اور کیسے تعمیر کرایا گیا ہے۔ یہ سوال عنبر کے ذہن میں گونج رہا تھا۔

مختلف کمروں سے ہوتا ہُوا عنبر ایک حجرے کے پاس پہنچا۔ ...ے کا دروازہ بند تھا۔ عنبر نے اسے کھولا تو اندر سے تیز بو کا ایک بھبکا عنبر کی ناک سے ٹکرایا۔ اس حجرے میں ایک ڈھانچہ ...ا ہوا تھا۔ ڈھانچے کے پاس ایک زنگ آلود تلوار پڑی تھی۔ ...ا کا دائیاں ہاتھ کہنی کے قریب سے کٹا ہُوا تھا۔ کھوپڑی اس ...ا ٹوٹی ہوئی تھی جیسے اس پہ گرز مارا گیا ہو۔ اور ایک زنگ آلود آہنی تیر ڈھانچے کی پسلیوں میں کھبا ہُوا تھا۔

ڈھانچے سے پتہ چلتا تھا کہ یہ شخص جب زندہ رہا ہو گا تو ...ا بارعب اور دیو قامت ہو گا۔ یوں لگتا تھا جیسے کئی آدمیوں نے ...ا وقت حملہ کر کے اسے مار ڈالا ہو — اس ڈھانچے سے کچھ ...ے پر ایک اور ڈھانچہ تھا جو دیوار سے لگا ہوا تھا۔ عنبر نے دیکھا ...ا ڈھانچے کے دونوں پاؤں میں بیڑیاں پڑی تھیں۔

اس ڈھانچے کے ہاتھ میں ہاتھی دانت سے بنا ایک نوکیلا اوزار ...ا۔ ایک طرف درخت کی چھال کے چند ٹکڑے رکھے گئے تھے۔ عنبر ...ا تھا کہ قدیم زمانے میں درخت کی چھال کو چند خاص دواؤں کی ...ا سے اس قابل بنا لیا جاتا تھا کہ وہ عرصہ دراز تک خراب نہ ...ا یہ چھال لکھنے کے کام آتے تھے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس ڈھانچے کا بایاں ہاتھ زمین پر ٹکا ہوا تھا اور اس ہاتھ
کے نزدیک پتھر کا ایک پیالہ پڑا تھا۔ باہر سے آنے والی ہلکی ہلکی روشنی
میں یہ ڈھانچے بڑے خوفناک لگ رہے تھے۔ عنبر نے درخت کی شاخ
کے ٹکڑے اٹھا لئے۔ ان پر پرانی مصری زبان میں عبارت لکھی ہوئی
تھی۔ یہ چھال اگرچہ خستہ ہو چکی تھی۔ مگر اس کے الفاظ پڑھے جا
رہے تھے۔ پہلے ٹکڑے پر لکھا تھا۔

"اے انسان۔ میں نہیں جانتا کہ تو کب اور کس وقت۔ میری
موت کے کتنے عرصہ بعد یہاں پہنچے گا۔ نجانے اس وقت وادیٔ مصر
پر کون سا فرعون حاکم ہوگا۔ میں اس بارے میں کس طرح جان
سکتا ہوں۔ ابھی کچھ دیر بعد تو میں نے زہر کا پیالہ پی کر ہمیشہ
کی نیند سو جانا ہے۔ شاید تیرے قدم اسی ظالم فرعون سیٹی
اول کے عہد حکومت میں یہاں آ پہنچیں یا پھر تو اس وقت
یہاں پہنچے جب میری ہڈیاں بھی گل سڑ جائیں۔ شاید یہ ہو کہ تو
کبھی نہ آئے اور یہ ہیکل وقت کے ہاتھوں تباہ ہو جائے۔

اے اس ہیکل میں آنے والے انسان۔ تیرے دل میں
خیال آ رہا ہوگا کہ میں کون ہوں۔ میرا نام سپاٹا ہے۔ میں
اپنے وقت کا سب سے بہترین معمار تھا۔ شاہی خاندان کے
سے ہی محل تعمیر کراتا تھا۔ فرعون سیٹی اول کے دربار میں مجھے اعلیٰ
مقام حاصل تھا۔

ایک دن سیٹی اول نے مجھے محل میں طلب کیا۔ اس نے اپنے
کمرے سے تمام کنیزوں حتیٰ کہ اپنی چہیتی ملکہ کو بھی نکال دیا اور
مجھے اپنے قریب بیٹھنے کا شرف بخشا پھر کہا۔

"اے سپاٹا۔ میرے دور کے ماہر تعمیرات۔ ہم تم سے ایک
راز کی بات کہنا چاہتے ہیں۔"

میں نے سر جھکا کر کہا۔

"غلام آپ کے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچائے گا۔ ارشاد
کیجئے۔"

تب فرعون نے مجھ سے کہا۔ میں ایک ویران جزیرے پر ایک شاندار
ہیکل تعمیر کرانا چاہتا ہوں۔ دیوی ایزیس کا ہیکل۔ تم جلد از
جلد نقشہ تیار کر کے ہمارے حضور پیش کرو اور یاد رکھو! کسی
کو اس معاملہ کی ہوا بھی نہ لگے ورنہ تمہارا پورا خاندان بھوکے
کتوں کے آگے ڈال دیا جائے گا۔

فرعون سیٹی اول نے ٹہلتے ہوئے کہا۔

"اے سپاٹا۔ اگر تو ہماری خواہش کے مطابق ہیکل تعمیر کرنے
میں کامیاب رہا تو ہم تجھے سونے میں تول دیں گے۔ اور اپنی بہن
سے تیرے بیٹے کی شادی کر دیں گے۔ اور تو شاہی خاندان میں
شامل ہو جائے گا۔"

میں نے فرعون کو سجدہ کیا اور عرض کی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اے ارضی خدا۔ اگر حکم ہو تو میں اس راز میں اپنے بیٹے کو شریک کر لوں۔ وہ بھی ماہر تعمیرات ہے۔ ہم دونوں مل کر ایک اچھا نقشہ تیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

فرعون نے اجازت دے دی۔ میں خوش خوش گھر لوٹ آیا۔ آہ۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ بدبختی نے میرے دروازے پر دستک دی ہے۔ اور میں جو ہیکل بناؤں گا وہ میرا مقبرہ بن جائے گا۔"

یہاں چھال کے پہلے ٹکڑے پر لکھی عبارت ختم ہو گئی تھی۔ عنبر نے چھال کا دوسرا ٹکڑا اٹھایا لکھا تھا۔

"اے انسان ۔ میں نے اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر دن رات ایک کر کے نقشہ تیار کیا اور فرعون سیٹی اوّل کو پیش کیا۔ اس نے نقشہ پسند کیا اور پھر ایک دن میں، فرعون سیٹی اوّل اور ہزاروں مزدوروں کے ساتھ جہاز کے ذریعے اس ویران جزیرے پر پہنچا اور پہاڑوں سے پتھر کاٹ کر اس ہیکل کی تعمیر شروع کر دی۔

اس ہیکل کی تعمیر میں کئی سال لگ گئے۔ مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ فرعون سیٹی اول کس لئے اس ویران جزیرے پر یہ ہیکل بنوا رہا ہے۔ اور میں پوچھ بھی کس طرح سکتا تھا۔ وہ ارضی خدا تھا۔ ہیکل تعمیر ہو گیا۔ فرعون بہت خوش تھا اس کے ساتھ دو جہاز سپاہیوں کے بھرے آئے تھے۔

میں سمجھ رہا تھا کہ اب مجھ پر فرعون کی نوازشات کی انتہا ہو جائے گی۔ آہ میری بدبختی ۔ ایسا نہیں ہوا۔ فرعون کے تمام سپاہیوں نے تمام مزدوروں کا قتلِ عام شروع کر دیا۔ جزیرہ لہو میں نہا گیا۔ فرعون سیٹی اول کے قہقہے گونجنے لگے۔ میں گھبرا گیا تھا۔ فرعون نے کہا۔

"خوفزدہ مت ہو۔ اے سپاتا۔ تیرے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا جائے گا۔ یہ مزدور تو اس لیئے مارے جا رہے ہیں کہ ہیکل کا راز ان کے سینوں میں ہی دفن ہو جائے۔"

یہ سُن کر میری جان میں جان آئی لیکن مجھے کیا علم تھا کہ شیطان صفت فرعون جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ اپنے سپاہیوں سمیت مجھے اور میرے بیٹے کو اس کمرے میں لے آیا اور کہا۔

"اے سپاتا۔ میں چاہوں تو میرے حکم سے ابھی تیرا سر قلم کر دیا جائے مگر تو ہمارا وفادار رہا ہے لیکن اس کے باوجود تجھے مرنا ہی ہو گا۔ تیری زندگی میں نہیں چاہتا۔ بتا تو کیسی موت پسند کرے گا۔"

میرے تو ہوش اُڑ گئے۔ میرا نوجوان بیٹا یہ برداشت نہ کر سکا۔ اس کا گرم خون جوش میں آگیا۔ اس نے تلوار سے فرعون پر حملہ کرنا چاہا۔ مگر اس کے سپاہیوں نے میرے بیٹے کو قتل کر دیا۔ فرعون نے اپنے ہاتھ سے گُرز مار کر اس کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کھوپڑی توڑ دی۔ میری تو دنیا ہی اندھیر ہو گئی۔

فرعون کے سپاہیوں نے میرے پاؤں میں بیڑیاں پہنا دیں۔ اور باہر چلے گئے۔ خبیث صورت فرعون نے ٹہلتے ہوئے کہا۔

"اے سپاتا۔ تُو نے بتایا نہیں کہ تجھے کیسی موت دی جائے۔"

مَیں نے رحم کی درخواست کی ۔۔ رو دیا گڑگڑایا۔۔ فرعون کو اپنی خدمات گنوائیں لیکن اس پر کچھ اثر نہ ہُوا۔ تب مَیں نے پوچھا کہ یہ ہیکل کس لئے تعمیر کرایا ہے۔ فرعون نے یہ سُن کر قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

"تیری آخری خواہش سمجھ کر بتا دیتا ہُوں۔۔ سُن اے سپاتا۔ مَیں تجھے اس راز سے آگاہ کرنے والا ہُوں۔ جس کے لئے یہ ہیکل تعمیر کرایا ہے۔"

یہاں چھال کے دوسرے ٹکڑے پر لکھی عبارت ختم ہو گئی تھی۔

○

جزیرے کا خوفناک سانپ

عنبر نے جلدی سے چھال کا تیسرا ٹکڑا پڑھنا شروع کر دیا۔

"اس تحریر کو پڑھنے والے انسان۔۔ فرعون سیٹی اوّل نے مجھے جو بتایا وہ بڑا بھیانک تھا۔ طاقت اور خدائی کے نشے میں فرعون نے ایک خوفناک اور انوکھے تجربے کا آغاز کر دیا تھا۔ فرعون نے مجھ سے کہا۔"

"اے سپاتا تجھے معلوم ہے کہ ہر فرعون کا مرنے کے بعد جسم حنوط کر کے محفوظ کر لیتے ہیں تاکہ جب دوبارہ روح اپنے جسم کو ڈھونڈتی ہوئی آئے تو اسے جسم سلامت ملے۔ اگر مردہ جسم صدیوں تک صحیح رہ سکتا ہے تو کیوں نہ کسی زندہ انسان کو سُلا کر اس کی ممی بنائی جائے ۔۔ جسم اور روح کی ممی۔"

فرعون کی یہ بات سُن کر میں کانپ اُٹھا۔ وہ زندہ انسان کو مصالحے لگا کر تابوت میں بند کر دینا چاہتا تھا۔ فرعون کہہ رہا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"دشمن سپاتا۔ مجھے جب یہ خیال آیا تو مَیں نے اپنے
سارے جادوگروں کو طلب کیا۔ اور انہیں بتایا۔ تب ایک
جادوگر نے جس کا نام ماعوس ہے میرا ساتھ دینے کی حامی
بھرلی۔ میرے حکم سے میری چہیتی ملکہ کو بے ہوشی کی نیند سلایا
گیا۔ پھر ماعوس نے اس پر اپنا جادو کیا اور اس کو ایک تابوت
میں بند کر دیا۔

اے سپاتا۔ اب مَیں وہ تابوت اس ہیکل کے خفیہ تہ خانے
میں رکھ دوں گا۔ جو تُو نے تعمیر کیا ہے۔ ماعوس جادوگر
کے جادو سے میری ملکہ ہزاروں سال تک سوتی رہے گی
وہ اسی وقت بیدار ہو گی جب سونے کے ان سات
چراغوں کو اس کے قدموں میں روشن کیا جائے گا جو ماعوس
نے تابوت میں رکھ دیئے ہیں۔ ان چراغوں کے روشن ہونے
سے ملکہ پر کیا جادو ٹوٹ جائے گا۔ وہ پھر سے زندہ ہو
جائے گی۔"

سوچ — ذرا سوچ — اے سپاتا۔ مَیں مرنے کے بعد ہزاروں
سال بعد جب دوبارہ زندہ ہوں گا میری روح پھر سے جسم
میں آ جائے گی۔ مَیں یہاں آؤں گا اور اپنی چہیتی ملکہ کو زندہ
کر لوں گا۔"

یہ کہہ کر فرعون قہقہہ مار کر ہنسا — مَیں نے اس سے پوچھا۔

"اے ارضی خدا۔ کیا تجھے یقین ہے کہ جو تُو نے سوچا ہے۔
ایسا ہی ہو گا۔ تُو نے اپنے ایک خیال کی خاطر سینکڑوں انسانوں
کی جان لی ہے۔"

فرعون سیٹی اوّل نے غصے سے کہا۔

"مَیں ان انسانوں کا مالک تھا۔ ان کا خدا تھا۔ وہ میری
عبادت کرتے تھے۔ مَیں جو چاہتا ان کے ساتھ سلوک کرتا۔
دیکھ سپاتا۔ مَیں تیرا لحاظ کر رہا ہوں۔ اب جلد بتا تُو
کیسی موت مرنا چاہتا ہے۔"

یہاں چھال پر کچھ الفاظ مٹے ہوئے تھے۔ عنبر نے غور
سے دیکھا اور پڑھا۔

"اے انسان۔ کون ہے جو اپنی موت چاہے گا۔ لیکن مَیں مجبور
تھا۔ تب مَیں نے فرعون سے کہا۔

مَیں زہر کا پیالہ پی کر مروں گا۔ لیکن میری خواہش ہے کہ
زہر کا پیالہ میرے پاس رکھ دیا جائے۔ اور مجھے درخت کی
چھال کے ٹکڑے اور قلم دے دیا جائے۔ مَیں علم و فن کا شوقین
ہوں اور چاہتا ہوں۔ لکھتے لکھتے جب تھک جاؤں تو زہر
کا پیالہ پی کر جان دے دوں۔"

فرعون نے میری خواہش مان لی — مَیں اس جزیرے پر
اس ہیکل میں اکیلا رہ گیا۔ تب مَیں نے فرعون سے انتقام

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لینے کا سوچا ـــ اے انسان ـــ اسی لئے میں نے چھال کے
ٹکڑے پر ساری کہانی لکھ دی۔ تو نے اسے پڑھ لیا ہے۔ اب
تو خفیہ تہہ خانے میں جا اور چراغ روشن کر کے ملکہ کو زندہ
کرلے۔ میرا انتقام یہی ہے کہ فرعون سیتی اوّل ـــ وہ بدبخت
جب دوبارہ زندہ ہو کر آئے تو اسے تابوت خالی ملے۔ اپنی
چہیتی ملکہ کو نہ پا کر وہ روئے چلائے۔

سُن اے انسان ـــ اس حجرے سے دو حجرے چھوڑ کر
تیسرے حجرے میں اس خفیہ تہہ خانے میں جانے کا راستہ ہے۔
اگر تو قیامت تک لگا رہے تو اسے نہیں ڈھونڈ سکتا۔ لیکن
میں تجھے بتاتا ہوں۔ اس حجرے کے مغربی کونے میں ایک
طاق ہے جس میں ایک بُت پڑا ہے۔

اے انسان ـ رات کو جب چاند نکل آئے تو اس کی
روشنی کی ایک کرن اس حجرے میں اُتر آئے گی۔ دیوار پر
جس جگہ روشنی کی کرن پڑے۔ تو وہاں طاق میں پڑے بُت
کو رکھ دینا ـــ تہہ خانے کا راستہ نمودار ہو جائے گا۔

آہ ـــ لکھتے لکھتے اب میں نڈھال ہو گیا۔ زہر کا پیالہ
میرے پاس پڑا ہے اور کچھ فاصلے پر میرے نوجوان بیٹے کی
لاش ہے۔ اے انسان تجھے قسم ہے مقدس دیوتاؤں کی
تو اس تحریر کو پڑھنے کے بعد ملکہ کو زندہ ضرور کرنا ـــ اگر

تو نے ایسا نہ کیا تو میری رُوح تجھ پر لعنت بھیجے گی۔

"اے انسان ـــ تیری محنت ضائع نہیں ہو گی۔ تجھے تہہ خانے
سے بے شمار قیمتی ہیرے اور سونا ملے گا۔ اچھا اب میں
زہر کا پیالہ اٹھا رہا ہوں ـــ الوداع اے انسان ـــ"

یہاں آ کر چھال کے "تیسرے ٹکڑے کی عبارت ختم ہو گئی۔
عنبر نے گہری سانس لی اور حجرے سے نکل آیا۔ یہاں تاریک
حجروں کی قطار چلی گئی تھی۔ عنبر نے تیسرے حجرے میں آکر
دیکھا۔ مغربی کونے کے طاق میں بُت پڑا تھا۔

رات ہوئی اور چاند اپنی زرد روشنی لئے آسمان پر اُبھرنے
لگا۔ عنبر نے دیکھا کہ حجرے کی چھت کے ایک درز سے روشنی
کی ایک کرن آئی اور فرش پر پڑنے لگی۔ عنبر نے طاق سے
بُت اٹھا کر وہاں رکھ دیا۔ ہلکی سی گڑگڑاہٹ سے فرش
میں سیڑھیاں نمودار ہو گئیں۔

عنبر سیڑھیاں اُتر کر تہہ خانے میں آ گیا۔ سرد، تاریک
اور وسیع تہہ خانہ عنبر اپنی "تاریکی طاقت سے دیکھ سکتا تھا۔
سیڑھیوں کے پاس ہی ایک قد آدم مجسمہ پڑا تھا۔ جس کے
ہاتھ میں مشعل موجود تھی۔ یکایک یہ مشعل خود بخود جل اُٹھی
اور تہہ خانے میں ہلکی روشنی پھیلنے لگی۔

عنبر نے دیکھا تہہ خانے کے وسط میں ایک بکس پڑا ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لکڑی کا بکس ۔۔۔ اسی بکس کے گرد دیوی دیوتاؤں کے مجسمے،
کنول کے سوکھے ہوئے پھول اور ۔۔۔ اور ۔۔۔ سات چراغ پڑے
ہیں ۔ سنہرے چراغ ۔۔۔ عنبر نے دیکھا کہ تہہ خانے میں موجود ہر
شے کا رنگ سنہری ہے ۔ وہ جانتا تھا کہ ہر فرعون
اپنے دورِ حکومت میں سرکاری رنگ مقرر کرتا تھا۔ فوج
کی وردی سرکاری ہوتی تھی ۔ شاہی خاندان کا بالائی لباس
بھی اسی رنگ کا ہوتا تھا اور مقرر کردہ سرکاری رنگ سے ہی
فرعون کے احکامات لکھے جاتے تھے ۔

عنبر نے تابوت کے ڈھکن کا تالہ ہاتھ کی فولادی ضرب سے
توڑ دیا ۔ اور تابوت کا ڈھکن اٹھا دیا ۔

مختلف مصالوں کی بُو عنبر کے ناک میں گھستی چلی گئی ۔ تابوت میں
ایک نہایت خوبصورت ملکہ آنکھیں بند کئے پڑی تھی ۔ اس کے
سرہانے کی طرف ایک عبارت کھدی تھی ۔ عنبر نے پڑھا ۔

" سونے والی ملکہ پطرانہ ۔ جسے جگایا جائے گا ۔"

ملکہ پطرانہ کے چہرے پر سنہری نقاب پڑا تھا ۔ اور پورا
جسم گیروے رنگ کی پٹیوں میں لپٹا ہوا تھا ۔ بکس کے دائیں بائیں
جواہرات اور سونے کی ڈلیاں بھری ہوئی تھیں ۔ عنبر نے ملکہ کی
زندہ ممی کو دونوں بازوؤں پر اٹھا کر بکس سے نکال لیا اور
پٹیاں کھولنے لگا ۔

شاہی قبا میں ملبوس ملکہ یوں نظر آ رہی تھی جیسے سو رہی
ہو ۔ عنبر نے ساتوں چراغ اس کے قدموں کی طرف رکھ دیئے ۔
پھر مجسمے کے ہاتھ میں پکڑی مشعل لے کر باری باری ساتوں
چراغ روشن کر دیئے ۔ ان چراغوں میں نجانے کون سا مصالحہ
لگا ہوا تھا کہ وہ صدیوں بعد بھی خراب نہ ہوا تھا ۔

چراغوں کی روشنی پھیل کر ملکہ کے جسم پر پڑنے لگی ۔ عنبر
ایک طرف کھڑا بڑے غور سے ملکہ کو دیکھ رہا تھا ۔ یکایک ملکہ
کے سینے میں آتار چڑھاؤ شروع ہو گیا ۔ ملکہ پطرانہ نے ہزاروں
سال بعد زندگی کی سانس لی تھی پھر ایک کمزور سی آواز نے
تہہ خانے کا سناٹا دور کر دیا ۔

سنہری نقاب کے پیچھے ملکہ کی پلکیں اوپر اٹھ گئیں ۔ وہ جاگ
اٹھی تھی ۔ جادوگر ماعوس کا جادو ٹوٹ گیا تھا ۔ ملکہ اٹھ
بیٹھی ۔ اب عنبر آگے بڑھا اور اس نے کہا ۔

" اے ملکہ پطرانہ ۔۔ دوبارہ زندہ ہونا مبارک ہو ۔"

ملکہ کی نظریں عنبر کے چہرے پر جم گئیں ۔ پھر اس نے مترنم
آواز میں کہا ۔

" آہ ۔ میری صدیوں کی نیند ٹوٹ گئی ۔۔ ماعوس کا طلسم ختم
ہو گیا ۔۔ اے نوجوان تم کون ہو ۔۔ سیٹی اول کہاں
ہے ۔۔؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"اے ملکہ۔ میرا نام عنبر ہے۔ میں تاریخ کا مسافر۔ صدیوں کا پالا ہوا ہوں اور فرعون کا بیٹا ہوں۔"

یہ کہہ کر عنبر نے ملکہ کو ساری کہانی سنا دی۔ ملکہ نے آہ بھر کر کہا۔

"سیٹی اول نے برا کیا تھا۔ سینکڑوں انسانوں کو مروا دیا۔"

ابھی الفاظ ملکہ کے منہ میں ہی تھے کہ اس کا گوشت ڈھلکنے لگا۔ ملکہ کے منہ سے زوردار چیخ نکلی۔

اس کے جسم سے بڑی تیزی کے ساتھ گوشت جھڑتا جا رہا تھا۔ عنبر بھی ہکا بکا کھڑا تھا۔ بات دراصل یہ تھی کہ فرعون سیٹی اول نے معمار سپاتا کو یہ نہیں بتایا تھا کہ ماعوس جادوگر نے ایسا جادو کیا تھا کہ اگر فرعون سیٹی اول کے علاوہ کسی نے ملکہ پطرانہ کو زندہ کیا تو ملکہ زندہ نہ بچ سکے گی۔

ایسا ہی ہوا۔ عنبر کے دیکھتے ہی دیکھتے ملکہ پطرانہ کے سارے جسم کا گوشت جھڑ گیا وہ ختم ہو گئی۔ عنبر کچھ دیر کھڑا یہ بھیانک منظر دیکھتا رہا۔ پھر تہہ خانے سے نکل آیا اور حجروں کی قطار کے سامنے سے گزرتا ہوا دالان سے ہو کر ہیکل سے باہر

آ گیا۔

اچانک گڑگڑاہٹ ہوئی اور ہیکل زمین میں دھنسنے لگا۔ عظیم الشان ہیکل ہوتے ہوتے پورا زمین میں گم ہو گیا۔ عنبر نے اپنی طویل زندگی میں ایسی بے شمار جادوگریاں دیکھی تھیں۔ وہ ساحل کی طرف آنے لگا۔ تاریکی میں جزیرہ اور بھی خوفناک ہو گیا تھا۔ درخت یوں لگتے تھے جیسے بھوت کھڑے ہیں۔ پہاڑ سینہ تانے کھڑے تھے۔ عنبر چلا آ رہا تھا کہ اندھیرے میں دو چنگاریاں سی نظر آئیں۔ اس کے ساتھ ہی پھنکار کی آواز آئی۔ آواز یوں تھی جیسے کئی کیتلیاں چولہے پر چڑھی بیک وقت سنسنا رہی تھیں۔

یہ اس جزیرے کی خوفناک بلا تھی۔ وہ مہیب سانپ عنبر کے سامنے پھن پھیلائے ہوئے جھوم رہا تھا۔ اس کا پھن۔ ف۔ ایک چھتری سے بھی بڑا تھا۔ اس کے پھن کے نیچے جو گردن تھی۔ وہ انسانی کمر اتنی موٹی تھی۔ اور اس کا لمبا جسم ایک پہاڑی غار میں نجانے کہاں تک چلا گیا تھا۔

عنبر کو جلی ہوئی جھاڑیاں اور پودے یاد آ گئے۔ وہ یقیناً اسی سانپ کی آتشیں پھنکاروں سے جلے تھے۔ خوفناک سانپ اپنی ٹھنڈی ہیبتناک آنکھوں سے عنبر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ماتھے پر دو پیلی اور سبز دھاریاں تھیں۔ جزیرے کا عفریت منہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کھول کر پھنکارا۔ عنبر کو اس کے بڑے بڑے مڑے ہوئے دانتوں
کی جھلک نظر آئی۔ سانپ بڑی تیزی سے عنبر کی طرف بڑھا۔

یہ سانپ نجانے کب سے اس جزیرے پر مقیم تھا اور
جانور کھا کھا کر اس کی عقل موٹی ہو گئی تھی۔ وہ عنبر کے کپڑوں
سے اُٹھنے والی ناگ کی مخصوص بُو کو نہ سونگھ سکا تھا۔ سانپ
نے پھنکارتے ہوئے عنبر پر حملہ کر دیا۔ اس نے اپنا بھیانک
منہ کھول کر عنبر کی گردن میں دانت پیوست کرنے چاہے۔

لیکن وہ عنبر تھا۔ وقت کا بیٹا۔ سانپ کے دانت ٹوٹ گئے
اس نے پھنکار کر عنبر کو اپنے موٹے جسم میں دبا لیا۔ کوئی اور
ہوتا تو اس کا قیمہ بن جاتا — عنبر نے بڑے اطمینان سے سانپ
کے بل کھول کر اس کا موٹا منہ دونوں ہاتھوں میں دبوچ لیا
اور اسے ایک درخت کے تنے پر رگڑنے لگا۔

سانپ کی پھنکاریں بڑی غضب ناک تھیں۔ اس نے اپنی
پوری طاقت استعمال کی کہ آزاد ہو جائے۔ مگر وہ عنبر ہی نہیں
جس کی گرفت سے کوئی نکل جائے۔ سانپ کی پھنکاریں مدھم
ہوتی گئیں۔ حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

عنبر سانپ کے غار کی طرف بڑھا کہ کوئی اور سانپ تو
نہیں ہے۔ غار میں ناک سڑا دینے والی بدبو تھی۔
جانوروں کی ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ غار میں جا بجا چٹانی

کنگورے تھے اور ان کنگوروں پر سانپ کی کینچلیاں لٹک رہی
تھیں۔ غار میں اور کوئی سانپ نہ تھا۔ عنبر باہر جزیرے کے
ساحل پر آ گیا۔

یکایک عنبر کو یاد آیا کہ اس کے پاس زلالہ دیوی کی
طرف سے ملنے والا موتی ہے جس کی مدد سے وہ اُڑ سکتا
ہے۔

عنبر نے سوچا کہ وہ سمندر پر اُڑتے ہوئے ہندوستان کی
طرف روانہ ہو جائے۔ مگر یہاں مصیبت یہ آن پڑی کہ عنبر
کو ہندوستان کا راستہ معلوم نہ تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ اڑتے
ہوئے کسی اور طرف نکل جاتا۔

ابھی عنبر یہ سوچ رہا تھا کہ اچانک اسے چاند کی مدھم روشنی
میں ایک بادبانی جہاز جزیرے کی طرف آتا دکھائی دیا۔ یہ ایک
چھوٹا جہاز تھا۔ عنبر سوچنے لگا کہ یہ جہاز کس کا ہو سکتا ہے
اور اس ویران جزیرے پر کیا کرنے آ رہا ہے۔ عنبر کو خیال
آیا کہ کہیں یہ بحری ڈاکوؤں کا جہاز تو نہیں ہے۔

اس زمانے میں بحری ڈاکوؤں کا یہ دستور ہوا کرتا تھا
کہ جب ان کے پاس لوٹ مار سے ایک بڑا خزانہ اکٹھا ہو
جاتا تو وہ اسے صندوق میں بند کر کے کسی جزیرے میں
دفن کر دیتے تھے اور جب ضرورت پڑتی تو وہاں سے نکال لیتے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھے۔ ڈاکوؤں کا سردار چمڑے پر نقشہ بنا کر اپنے پاس رکھ لیتا تھا تاکہ تلاش کرنے میں آسانی رہے ـــ عنبر نے سوچا شاید یہ خزانہ دفن کرنے آ رہے ہیں یا پہلے سے کوئی دفن شدہ خزانہ نکالنے آ رہے ہیں۔

بہرحال جو بات بھی تھی اس کے لیے فائدہ مند تھی۔ عنبر اس جہاز کے ذریعے ہندوستان پہنچ سکتا تھا۔ جہاز نزدیک آتا گیا۔ یہ بحری ڈاکوؤں کا ہی جہاز تھا۔ مستول پر ڈاکوؤں کے مخصوص نشان کھوپڑی اور ہڈیوں والا پرچم لہرا رہا تھا۔

o

عنبر ایک ٹیلے کے پیچھے چھپ کر پاس آتے جہاز کو دیکھنے لگا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ڈاکو کیا کرنے آ رہے ہیں ورنہ اسے ان ڈاکوؤں سے کیا خطرہ ہو سکتا تھا اگر سارے ڈاکو بھی اس پر ٹوٹ پڑتے تو اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکتے تھے الٹا عنبر انہیں بڑی آسانی سے موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا۔

اب عنبر کو جہاز کے عرشے پر کھڑے وحشی ڈاکو نظر آ رہے تھے۔ ان کے خونخوار چہرے، سروں پر بندھے سرخ رومال اور کانوں میں بالے ـــ کنارے کے قریب آ کر جہاز کے بادبان لپیٹ دیئے گئے اور لنگر ڈال دیا گیا۔ وحشی ڈاکو تلواریں لہراتے، قہقہے مارتے چھلانگیں لگا کر ساحل پر آ گئے۔

عنبر نے دیکھا کہ جہاز سے اترنے والوں میں ایک قیدی بھی ہے۔ اس نے کپتانوں والی وردی پہن رکھی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ اور ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ اب دو ڈاکو ایک بڑا صندوق جہاز سے اتار رہے تھے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے قہقہہ مارا اور کہا:

"بہت خوب ـــ یہ جزیرہ تو بالکل ویران لگتا ہے۔ آئندہ میں اپنے خزانے یہیں دفن کیا کروں گا۔"

سردار کے سر پر کالا رومال بندھا ہوا تھا اور کانوں میں سفید اصل موتی چمک رہے تھے۔ ہاتھ میں ننگی تلوار تھامے تھا۔ یہ بڑا خونی سردار تھا۔ باقی ڈاکو قہقہے مار رہے تھے آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ سردار نے قیدی کے ہاتھ کھول دیئے اور درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس زمین کھودنے کا کہا۔

قیدی نے بیلچہ سنبھالا اور زمین کھودنی شروع کر دی۔ عنبر ٹیلے کے پیچھے چھپا یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے قیدی نے گڑھا کھود دیا۔ سردار نے خزانے کا صندوق گڑھے میں اتار کر مٹی ڈال دی پھر اپنے سینے پر بندھے تھیلے میں سے چمڑے کا ایک نقشہ نکال کر اس پر تلوار کی نوک سے چند آڑھی ترچھی لکیریں ڈال دیں۔ پھر نقشہ واپس تھیلے میں رکھتا ہوا قیدی کی طرف دیکھ کر غرایا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"چلو اب تم بھی ہمیشہ کے لیے یہیں دفن ہو جاؤ۔"

یہ کہہ کر سردار نے تلوار فضا میں بلند کی۔ اسی وقت قیدی نے زور دار مکا سردار کے پیٹ میں مارا اور دیوانہ وار جزیرے کے درختوں کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ سردار اپنا پیٹ پکڑے زمین پر گر گیا تھا وہ چیخا:

"ساتھیو۔ پکڑ لو اس حرامی کو۔ بچ کر نہ جانے پائے۔"

لیکن قیدی تو بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح دوڑتا ہوا درختوں میں غائب ہو چکا تھا۔ ڈاکو اس کے پیچھے بھاگے۔ سردار بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہ شاخوں کو ہٹاتے بھاگے جا رہے تھے۔

پھر ایک ڈاکو نے درخت کی ایک لٹکتی شاخ کو ہٹانا چاہا تو وہ اس کے بازو سے لپٹ گئی۔

یہ اس جزیرے کا زہریلا سانپ تھا۔ ایسے بے شمار سانپ درختوں سے شاخوں کی مانند لٹکتے رہتے تھے۔ ڈاکو کے منہ سے ڈر کے مارے چیخ نکل گئی اس نے سانپ کو پرے پھینک دینا چاہا! مگر سانپ نے اس کے ماتھے پر ڈس لیا۔ سانپ اس قدر زہریلا تھا کہ ڈاکو فوراً زمین پر گر کر ختم ہو گیا۔ ڈاکو کو ڈستے ہی سانپ درخت کی شاخوں میں گم ہو گیا۔

باقی ڈاکو گھبرا گئے ایک نے کہا:

"سردار — جزیرے کا جنگل تو سانپوں سے بھرا پڑا ہے!"

سردار نے زمین پر پاؤں مار کر غصّے سے کہا:

"میں اس حرامی کپتان کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں اس کا لہو پی جاؤں گا۔"

ایک ڈاکو نے ڈرتے ڈرتے کہا:

"سردار — وہ بچ نہیں سکتا۔ کوئی نہ کوئی سانپ اسے ڈس لے گا۔"

سردار نے چیخ مار کر کہا:

"بکواس مت کرو۔ جب تک میں اس کی لاش نہ دیکھ لوں، میرے انتقام کی آگ ٹھنڈی نہ ہو گی۔ ممکن ہے وہ بچ جائے اسے پتہ ہے کہ خزانہ کہاں دفن ہے وہ وہاں سے نکال سکتا ہے۔ صبح کی روشنی میں ہم اسے تلاش کریں گے۔"

ڈاکو واپس ساحل کی طرف آ گئے۔

انہوں نے پتھروں کا چولہا بنا کر آگ جلائی اور مچھلیاں پکڑ کر بھوننے لگے۔ وہ اپنے دشمن کو بھول کر ہنس ہنس کر ایک دوسرے سے مذاق کر رہے تھے اور ریت پر قلابازیاں کھا رہے تھے۔

آسمان پر ستاروں کے ننھے ننھے دیپ روشن تھے۔ عنبر ٹیلے کے پیچھے سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ بحری ڈاکوؤں کے شور و غل اور قہقہوں کی آوازیں اس تک پہنچ رہی تھیں۔ عنبر نے سوچا اسے بھاگنے والے قیدی کی تلاش میں جنگل جانا چاہیے۔ ڈاکو اپنے آپ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں گم تھے پھران کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ اس ویران جزیرے پر کوئی انسان ہو سکتا ہے۔ عنبر دوڑ لگا کر جنگل میں آگیا۔

جنگل خاموش تھا۔ عنبر پر راستے میں کئی سانپوں نے حملہ کیا اب ہم یہ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ اس حملے کا نتیجہ کیا نکلا۔ عنبر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ سناٹے میں اسے آہٹ سی سنائی دی۔ وہ رُک گیا۔ اس نے گردن موڑ کر ادھر دیکھا جدھر سے آہٹ سنائی دی تھی۔ آہٹ پھر آئی جیسے کوئی خشک پتوں پر چل رہا ہو۔

مدھم روشنی میں عنبر کو ایک سایہ نظر آیا۔ یہ وہی قیدی تھا۔ عنبر اس کی طرف لپکا مگر وہ فوراً گھنے درختوں میں غائب ہوگیا عنبر اسے تلاش کرنے لگا۔ وہ جھاڑیوں میں گھوم رہا تھا کہ ایک خنجر کھٹاک سے آکر اس کی کمر میں پیوست ہو گیا۔ عنبر نے گھوم کر دیکھا۔ قیدی اس کے سامنے تھا۔

اس نے بڑے اطمینان سے اپنی کمر سے خنجر نکال کر جیب میں اڑس لیا۔ اندھیرے کے باعث قیدی سمجھا شاید وار خالی گیا ہے۔ وہ بیلچہ سونت کر عنبر کی طرف آنے لگا۔

عنبر نے کہا:

"میں تمہارا دوست ہوں۔ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

قیدی نے بیلچہ لہراتے ہوئے کہا:

"مجھے دھوکہ دے کر مارنا چاہتے ہو۔ تم بھی انہی ڈاکوؤں کے ساتھی ہو گئے ہو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔"

عنبر دل میں ہنس پڑا۔ اس نے کہا:

"احمق انسان — تو میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ میں بحری ڈاکوؤں کا ساتھی نہیں ہوں۔"

قیدی قریب آچکا تھا۔ اس نے بیلچے سے حملہ کر دیا۔ عنبر نے پہلا وار اپنے ہاتھ پر روکا اور کہا:

"تم دس بار جنم لے تب بھی مجھے نہ مار سکو گے۔"

قیدی نے بیلچہ عنبر کی گردن پر دے مارا۔ بیلچے کا پھل ٹوٹ گیا۔ اب تو قیدی کو نانی یاد آگئی۔ وہ وحشت زدہ ہوگیا۔

عنبر نے کہا:

"میں چاہوں تو تمہیں ابھی مار ڈالوں مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔"

قیدی ہاتھ جوڑ کر عنبر کے قدموں میں گر پڑا۔ اس نے کہا:

"تم ضرور کوئی دیوتا ہو اور آسمانوں سے میری مدد کے لیے آئے ہو۔ مجھے معاف کر دو مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔"

وہ بے وقوف عنبر کو دیوتا سمجھ رہا تھا۔

عنبر کو کیا فرق پڑتا تھا اس نے کہا:

"ہاں میں سمندر کا دیوتا ہوں اور تمہاری مدد کو آیا ہوں۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اب بتاؤ تم کون ہو؟"

قیدی نے کہا:

"اے سمندر دیوتا۔ مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ دیوتا تو دلوں کا حال بھی جانتے ہیں۔"

عنبر جھنجلا گیا۔

اس نے کہا:

"بک بک مت کرو۔ جو پوچھا ہے بتاؤ ورنہ میں تمہیں کچھوا بنا کر سمندر میں پھینک دوں گا۔"

قیدی کی تو جان ہی نکل گئی۔ جھٹ ہاتھ جوڑے اور جھکتا ہوا بولا:

"نہیں دیوتا ــــ مجھے کچھوا نہ بنانا ــــ میں تمہارا غلام ہوں۔ میرا نام منگورہ ہے۔ میں ایک افریقی تجارتی جہاز کا کپتان تھا۔ اور سامان لے کر ہندوستان جا رہا تھا۔ ان بحری ڈاکوؤں نے میرے جہاز پر حملہ کر کے سب ملاحوں کو قتل کر دیا۔ مال لوٹ کر اپنے جہاز میں لاد لیا۔ مجھے اپنا قیدی بنایا اور جہاز کو آگ لگا دی۔ یہاں جزیرے پر ڈاکو سردار مجھے قتل کر دینا چاہتا تھا۔ مگر میں بھاگ نکلا۔"

عنبر نے کہا:

"ان بحری ڈاکوؤں کو موت یہاں کھینچ لائی ہے۔ فکر مت کرو

میں ان سب کو موت کی نیند سلا دوں گا۔ تم اپنے تباہ شدہ جہاز کے عوض ڈاکوؤں کا جہاز لے لینا۔"

منگورہ کپتان نے یہ سن کر کہا:

"وہ ڈاکو بڑے خونی ہیں ان کے پاس خطرناک تیز دھار والے خنجر اور تلواریں ہیں۔ ادھر۔ مگر تم تو دیوتا ہو۔ سمندر کے دیوتا۔ تم ان ڈاکوؤں کو کچھوے بنا کر سمندر میں غرق کر دینا۔"

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کچھوؤں کا حملہ

عنبر، منگورہ کو ساتھ لے کر ساحل کی طرف آگیا۔

یہاں کنارے کے ساتھ ساتھ چند چٹانیں تھیں جو چٹخی ہوئی تھیں اور ان میں شگاف اور دراڑیں پیدا ہو گئی تھیں۔ عنبر نے رات گزارنے کے لیے چٹان کا شگاف منتخب کیا۔ یہ شگاف چھ سات فٹ کے لگ بھگ گہرا تھا۔ یہ چٹان اس مقام سے خاصی دور تھی جہاں ڈاکو بسیرا کیے ہوئے تھے۔ پہلے عنبر غار نما شگاف میں اترا تاکہ یہ دیکھ لے کہ کہیں اس میں کسی اژدہے یا دوسرے جانور کا ٹھکانہ تو نہیں ہے۔ شگاف بالکل خالی پڑا تھا عنبر نے منگورہ کو بھی اندر بلا لیا۔

شگاف میں گھپ اندھیرا تھا۔ گاڑھا کہر اس اندھیرے کو اور بھی گہرا کر رہا تھا۔ دور افق میں اٹکے پیلے چاند کی روشنی کہر کی چادر کو چیر کر زمین تک پہنچ رہی تھی۔ ڈاکوؤں نے آگ کا الاؤ روشن کر رکھا تھا اور بھڑکتے شعلوں میں ان کے سائے سے نظر آ رہے تھے وہ اب سونے کی تیاری کر رہے تھے۔

منگورہ گھبرایا ہوا نظر آ رہا تھا۔

عنبر نے کہا:

ڈرو مت۔ میری موجودگی میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ سو جاؤ۔ صبح ان ڈاکوؤں سے دو دو ہاتھ کریں گے۔"

منگورہ نے جھجکتے ہوئے کہا:

"اے سمندر دیوتا۔ تم ابھی انہیں کچھوے بنا کر سمندر میں کیوں نہیں پھینک دیتے۔"

عنبر نے کہا:

"جو میں بہتر سمجھتا ہوں وہی کروں گا۔"

کپتان منگورہ چپ چاپ شگاف کے کھردرے فرش پر لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ کہتے ہیں کہ نیند تو سُولی پر بھی آ جاتی ہے۔ منگورہ کچھ دیر بعد خراٹے لے رہا تھا۔ اس عجیب خاموش ماحول میں اس کے لمبے لمبے خراٹے بڑے بھیانک معلوم ہو رہے تھے۔

عنبر شگاف کے منہ کے پاس دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا ڈاکوؤں کی طرف دیکھ رہا تھا جو ٹھنڈی ریت پر سوئے پڑے تھے۔ ٹھنڈی اور نم آلود مست کر دینے ہوا چل رہی تھی عنبر کو سونے کی ضرورت تو نہیں ہوتی لیکن آدھی رات کے وقت وہ آنکھیں بند کر کے اونگھنے لگا۔ یکایک ایک عجیب آواز نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اسے ہوشیار کر دیا۔ آواز ایسی تھی جیسے کوئی چھپاکے کے ساتھ
پانی سے نکلا ہو۔

آواز سمندر کی طرف سے آئی تھی۔

عنبر آنکھیں پھاڑ کر اُدھر دیکھنے لگا۔ چاند کی ناکافی مدھم پیلی
روشنی میں اسے ایک چٹان سی حرکت کرتی نظر آئی۔ یہ چٹان
سمندر سے ابھری تھی۔ عنبر نے بڑے غور سے اپنی تاریکی طاقت
کو استعمال میں لا کر دیکھا۔ وہ چٹان ایک بہت بڑا کچھوا تھا۔
اتنا بڑا کچھوا کہ اس کا تصوّر بھی ناممکن تھا۔

کچھوا اپنی ستون ایسی موٹی موٹی ٹانگوں پر دھپ دھپ
کرتا ساحل پر آگیا۔ اس کی خول میں سے نکلی گردن بڑی تیزی
سے حرکت کر رہی تھی۔ اچانک ایک اور چھپاکا ہوا فوراً ہی
دوسرا کچھوا پانی میں سے ابھر آیا۔ یہ پہلے کچھوے سے بھی بڑا
تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کچھوؤں کی تعداد پانچ ہوگئی۔

ساحل پر کھڑے کچھوے عنبر کو یوں نظر آ رہے تھے جیسے
خیمے نصب ہوں۔ عنبر جانتا تھا کہ سمندر کی تہہ میں بہت بڑے
بڑے کچھوے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی انسان پانی میں غوطہ لگائے
تو یہ کچھوے فوراً خول سے اپنی گردن نکال کر انسان کو منہ
میں دبوچ لیتے ہیں اور مار کر ہڑپ کر جاتے ہیں مگر اتنے
بڑے کچھوے عنبر نے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔

کچھوے ریت پر گھسٹتے ہوئے ڈاکوؤں کی طرف بڑھنے لگے۔
ان کے منہ بار بار اس طرح کھل رہے تھے جیسے وہ انسانوں
کو دبوچ لینے کے لیے بے قرار ہوں۔ ان کے ریت پر گھسٹنے
کی سرر سرر کی آواز عنبر کو سنائی دے رہی تھی۔ ڈاکو مزے
سے سو رہے تھے جو ڈاکو پہرے پر مقرر تھا وہ بھی سو چکا تھا۔

دفعتہً ایک فلک شگاف چیخ نے سناٹے کو درہم برہم کر کے رکھ
دیا۔ پھر دوسری اور تیسری چیخ سنائی دی۔ تین ڈاکو کچھوؤں کے منہ
میں تڑپ رہے تھے۔ باقی ڈاکو ہڑبڑا کر اٹھے اور اس سے پہلے
کہ سنبھل پاتے ایک اور کچھوا اپنا شکار دبوچ چکا تھا۔ اذیت
بھری چیخیں گونج رہی تھیں۔ کپتان منگورہ جاگ چکا تھا۔ اس کی
ٹانگیں کانپنے لگیں۔ آنکھیں مارے خوف کے حلقوں سے اُبلنے
لگیں اور دانت مسلسل ایک لَے میں بجنے لگے وہ بولا:

"اے سمندر دیوتا۔ یہ چیخیں کون مار رہا ہے؟"

عنبر نے کہا:

"خاموش۔ سمندر کی بلاؤں نے ڈاکوؤں پر حملہ کر دیا ہے اور
انہیں کھا رہی ہیں!"

منگورہ منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ وہ افریقی زبان میں اپنے
دیوتاؤں کا قصیدہ پڑھ رہا تھا۔ عنبر نے نظریں باہر جما رکھی
تھیں۔ اسے ظالم ڈاکوؤں پر بالکل رحم نہیں آ رہا تھا وہ دوسرے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انسانوں کے خون کو پانی سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے
اور آج خونی آبی کچھوے ان کے ٹکڑے اڑا رہے تھے۔ گھبرائے
ہوئے ڈاکو ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے جنگل میں وہ اس لیے
پناہ نہیں لے سکتے تھے کہ جنگلی سانپوں کی بہتات تھی۔
وہ اپنی تلواروں سے کچھوؤں پر وار کر رہے تھے مگر کچھوؤں
کا مضبوط خول کہاں ٹوٹنے والا تھا۔ بھاری بھرکم کچھوے ناقابلِ
یقین تیزی سے حرکت کر رہے تھے۔ خونی ڈاکو سردار اپنی
جان بچانے کے لیے چٹانوں کی طرف بھاگا ایک کچھوا اس
کے پیچھے آنے لگا۔

ڈاکو سردار سیدھا ادھر ہی آ رہا تھا جہاں عنبر اور منگورہ
چھپے ہوئے تھے۔ عنبر شگاف سے باہر نکل آیا۔ ڈاکو سردار
نے چٹان کے شگاف سے ایک انسان کو برآمد ہوتے دیکھا
تو گھبرا کر رُک گیا کہ اس ویران جزیرے پر یہ انسان کہاں
سے آ ٹپکا۔ اسی وقت منگورہ نے شگاف سے سر باہر نکالا
اور ڈاکو دیکھتے ہی وہ چیخا:

"دیوتا۔ حرامی ڈاکو سردار تمہارے سامنے کھڑا ہے۔"

سردار غصے سے دانت کٹکٹانے لگا۔

عنبر نے کہا:

"اے منگورہ۔ اس خونخوار سردار کی لاش کچھوؤں کی غذا بنے گی

تم خاموشی سے بیٹھے رہو۔"

سردار نے اپنے دشمن منگورہ کو دیکھا تو اس کی وحشیانہ
فطرت عود کر آئی۔ غصے کے مارے اس کا منہ لال ہو گیا اور
منہ سے جھاگ سی نکلنے لگی اس نے تلوار لہرا کر کہا:

"حرامی کتو۔ میں تم دونوں کی قبر چٹان کے اس شگاف میں
بنا دوں گا۔"

عنبر نے کہا:

"او بدبخت ڈاکو۔ اگر تو جان کی خیریت چاہتا ہے تو تلوار
پھینک کر ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ۔ ورنہ میں تجھے مار کر تیرے
کھوپڑی والے جہاز پر قبضہ کر لوں گا۔"

ڈاکو سردار کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ آج تک کسی کی
جرأت نہ ہوئی تھی کہ اس سے اونچی آواز میں گفتگو کرے یہ
اس کی بڑی بے عزتی تھی۔ غصے میں ڈاکو سردار اپنے پیچھے
لگے موت کے ہرکارے کچھوے کو بھی بھول گیا تھا۔ اس نے
آؤ دیکھا نہ تاؤ تلوار سونت کر عنبر پر ٹوٹ پڑا۔ اس کی تلوار
لہراتی ہوئی عنبر کی گردن پر پڑی۔

ڈاکو سردار کا خیال تھا کہ عنبر کی گردن کٹ کر پرے جا گرے
گی مگر یہاں تو اسے نیا ڈرامہ دیکھنے کو ملا۔ ٹن کی زور دار آواز
کے ساتھ تلوار دو ٹکڑے میں تقسیم ہو گئی تھی۔ عنبر اپنی خفیہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

طاقتوں سمیت سردار کے سامنے آ گیا تھا۔

اس نے کہا:

"اب تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ شاباش منے۔ شرافت سے مر جاؤ کہ تم اب بچ نہیں سکتے۔"

ڈاکو سردار ابھی حیرت کے سمندر میں گم تھا کہ عنبر نے آگے بڑھ کر اسے گردن سے پکڑ کر اٹھا لیا۔ ہٹا کٹا ڈاکو عنبر کے ہاتھ میں مردہ چوہے کی طرف لٹک رہا تھا۔ عنبر نے اسے گھما کر چٹان سے دے مارا۔ ایک چیخ کے ساتھ ڈاکو کی ہڈیوں کا بھی سرمہ بن گیا۔ اس کی کھوپڑی خربوزے کی طرح پھٹ گیا۔ اور بھیجہ ناک، منہ کانوں کے راستے باہر نکل آیا۔

دھپ دھپ کی آواز تیز ہو چکی تھی جیسے رات کی نوبت بج رہی ہو۔ کچھوا چٹان کے پاس آ پہنچا تھا۔ اس کے بھاری جسم کے بوجھ سے پتھر لڑھکنے اور پھسلنے لگے تھے۔ عنبر اب اسے صاف دیکھ سکتا تھا۔ اس کی پیٹھ کا بیضوی سخت خول آٹھ سے نو فٹ تک چوڑا تھا۔ خول سے نکلا لہراتا منہ — عفریت صفت کچھوا چٹان پر ترچھا گھسٹتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اس نے عنبر اور منگورہ کی بو سونگھ لی تھی۔

منگورہ نے لرزتے ہوئے کہا:

"اے سمندر دیوتا — یہ کچھوے تمہارے غلام نہیں ہیں کیا؟

یہ تو مجھے ہڑپ کرنے چلے آ رہے ہیں۔"

عنبر نے جھنجلا کر کہا:

"تم آرام سے نہیں رہ سکتے۔ یہ تمہیں کچھ نہ کہے گا؟"

کچھوا شگاف کے پاس آ چکا تھا وہ تیزی سے عنبر کی طرف لپکا۔ عنبر نے خنجر نکال لیا اور کچھوے کی لہراتی گردن پر چاقو کا بھرپور وار کیا۔ کچھوا بڑے ہولناک انداز میں ڈکرایا۔ اس نے انتہائی تکلیف کے عالم میں منہ لہراتے ہوئے عنبر کو دبوچنے کی کوشش کی۔ عنبر اچھل کر ایک طرف ہو گیا اور دوسرا وار کیا۔ کچھوے کی موٹی گردن سے خون بہنے لگا تھا۔ وہ ایک جھٹکے کے ساتھ پیچھے ہٹا۔ اس نے جلدی سے اپنی گردن خول میں سکیڑ لی۔ عنبر نے اس کی ستون ایسی ٹانگ میں خنجر گھونپ دیا۔ کچھوے نے جھٹ ٹانگیں بھی خول میں سمیٹ لیں۔ اب وہ ایک بہت بڑا پتھر نظر آ رہا تھا۔ کچھوے کے جسم سے مچھلیوں کی سڑی ہوئی بو کے بھبکے اٹھ رہے تھے۔ عنبر نے ایک چٹانی پتھر اٹھا کر کچھوے کے جسم پر مارا۔ پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ کچھوے پر صرف اتنا اثر ہوا کہ اس نے جلدی سے خول سے گردن نکال کر عنبر کو منہ میں دبوچ لیا اور چبانے کی کوشش کرنے لگا لیکن عنبر تو اس کے لیے لوہے کا چنا ثابت ہو رہا تھا۔ اس نے اپنا خنجر دستے تک کچھوے کی آنکھ میں گھسیڑ دیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فوراً ہی کچھوے نے عنبر کو چھوڑ دیا اور واپس بھاگ کھڑا ہوا۔ وہ ٹیڑھا ترچھا ڈول ڈول کر چلتا تیزی سے چٹان سے نیچے کھسک رہا تھا۔ عنبر نے چٹان سے ابھرے ایک بڑے پتھر پر دونوں ہاتھ جما کر زور لگایا۔ پتھر کی کیا مجال کہ وہ چٹان میں قائم رہ سکتا۔ عنبر نے وہ پتھر سر سے بلند کر کے پوری طاقت سے کچھوے کے خول پر دے مارا۔ مضبوط خول ایک دھماکے سے ٹوٹ گیا اور کچھوا وہیں ڈھیر ہو گیا۔

عنبر واپس شگاف میں آ گیا۔

کپتان منگورہ سہما ہوا دیوار سے لگا بیٹھا تھا۔ عنبر کے کپڑے خون میں لت پت ہو رہے تھے۔ منگورہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا مگر پھر جلدی سے بند کر لیا۔ شاید وہ ڈر گیا تھا کہ دیوتا غصے نہ ہو جائے۔ عنبر نے ساحل کی طرف دیکھا۔ باقی چار کچھوے شکار کرنے کے بعد واپس جا رہے تھے۔ عنبر کے دیکھتے ہی یہ عظیم الجثہ خوف ناک کچھوے پانی میں اتر گئے۔ انہوں نے کسی بھی ڈاکو کو زندہ نہ چھوڑا تھا۔

رات گزر گئی۔ مشرق کی طرف سے سورج طلوع ہونے لگا اور پر اسرار جزیرہ روشنی میں نہا گیا۔ عنبر اور منگورہ چٹانی شگاف سے نکل کر کنارے کی طرف آنے لگے۔ ڈاکوؤں کی ادھ کھائی لاشیں بکھری پڑی تھیں اور سمندر سے چھوٹے چھوٹے

بے شمار کیکڑے ان سے چمٹے ہوئے بچا کھچا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔ یہ کیکڑے ایک ایک فٹ بڑے تھے۔ اگرچہ یہ کیکڑے خوف ناک اور خطرناک نہ تھے مگر ان کے پاس سے گزرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔

یہ عنبر کو تو کوئی نقصان نہ پہنچا سکتے تھے لیکن اگر یہ منگورہ کو لپٹ جاتے تو اسے کھا پی کر ہڈیوں کا پنجر ہی چھوڑتے۔ ان کیکڑوں سے بچتے بچاتے وہ جہاز کے پاس آ گئے۔ یہاں ایک انسانی بازو پڑا تھا جس کے قریب ہی ایک ٹانگ پڑی تھی جو پنڈلی کے پاس سے یوں کٹی ہوئی تھی جیسے کسی لکڑہارے نے اپنے کلہاڑے کے ایک ہی وار سے اسے جسم سے الگ کر دیا ہو۔ یہ کچھوؤں کے تیز دھار دانتوں کا کارنامہ تھا۔

ان سے کچھ ہٹ کر ایک خون آلود پنجر پڑا تھا جس کی ہڈیوں میں کہیں کہیں گوشت لگا ہوا تھا۔ یہ پنجر سر سے محروم تھا۔ غالباً کوئی ڈاکو جان بچانے کی خاطر جہاز کی طرف بھاگا مگر کچھوے کے ہتھے چڑھ گیا۔ اور وہ اس کی کھوپڑی ہڑپ کر گیا۔ کیکڑوں کی قطار اب اس پنجر کی طرف بھی مارچ کر رہی تھی کپتان منگورہ نے کہا:

"اے سمندر دیوتا۔ ان ڈاکوؤں کا تو بڑا عبرت ناک حشر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوا ہے۔"

عنبر نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا:

"ہاں — ہر بُرے آدمی کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔ بُرائی کرنے والے کبھی سزا سے نہیں بچ سکتے۔ ایک نہ ایک دن انہیں اپنے ہی بوئے کانٹوں کی کھیتی کاٹنا ہی پڑتی ہے۔"

عنبر نے اپنے خون آلود کپڑے اتار کر دھوئے اور خود بھی نہایا۔ نیلے آسمان سے تیز دھوپ برس رہی تھی۔ عنبر نے زمین کھود کر وہ خزانہ بھی نکال لیا جسے ڈاکو سردار نے دفن کر دیا تھا۔ خزانے کا صندوق سنبھالے۔ کپتان منگورہ اور عنبر جہاز پر سوار ہوئے اور لنگر اٹھا دیا۔ جہاز کے بادبانوں میں ہوا بھر گئی۔ اور وہ آہستہ آہستہ ساحل سے ہٹنے لگا۔ جہاز اس پراسرار ویران اور ہیبت ناک جزیرے سے دور ہوتا جا رہا تھا جس میں قدم قدم پر موت چھپی ہوئی تھی۔

کپتان منگورہ نے جہاز کا نظام سنبھال لیا تھا اور اس کا رُخ ہندوستان کی طرف کر دیا تھا۔ عنبر جہاز کی سیر کرنے لگا۔ سیر کرتا ہوا وہ نچلے عرشے پر آ گیا۔ یہاں کیبن بنے ہوئے تھے۔ ان کیبنوں میں وہ سارا سامان بھرا ہوا تھا جو ڈاکوؤں نے کپتان منگورہ کے جہاز سے لوٹا تھا۔ عنبر ایک کیبن میں داخل ہونے لگا تو کسی نے پھرتی سے اسے پکڑ کر گھسیٹ لیا۔

یہ ایک ڈاکو تھا جو کچھوؤں سے بچ کر جہاز پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اس کیبن میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے تلوار عنبر کے سینے سے لگا دی اور کڑک کر بولا:

"خبردار۔ حرکت مت کرنا۔ ورنہ تلوار میں پرو دوں گا میں بڑا خونی قسم کا انسان ہوں۔"

عنبر نے جھوٹ موٹ ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا:

"سرکار۔ مائی باپ۔ مجھے مت مارنا۔ میں تو بے قصور ہوں۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں وہ یتیم ہو جائیں گے۔"

ڈاکو نے اپنی پلی ہوئی مونچھوں پر ہاتھ پھیرا اور لال لال آنکھوں کو گردش دے کر بولا:

"میں نے دیکھ لیا ہے تم دو آدمی ہو۔ ایک تو وہ حرامی منگورہ ہے جو بھاگ نکلا تھا مگر اُلّو کے پٹھے تم کون ہو؟"

گالی پر عنبر کو غصہ تو آیا مگر ضبط کر کے بولا:

"سرکار۔ کچھ عرصہ پہلے ہمارا مسافر جہاز تباہ ہو گیا تھا مگر میں خوش قسمتی سے بچ کر اس جزیرہ پر آ گیا تھا۔"

ڈاکو نے بڑی بے رحمی سے کہا:

"اس وقت تو تم بچ گئے تھے مگر اب تمہیں مرنا پڑے گا۔ ہاہا — اب میں سارے مال اور خزانے کو اپنے قبضے میں کر لوں گا اور اس کپتان منگورہ کے بچے کو بھی قتل

کر دوں گا۔"

عنبر نے دل میں کہا بیٹا ابھی تجھے پتہ چل جائے گا کہ کون مرتا ہے مگر اوپر سے گڑگڑا کر بولا:

"سرکار ـــ مجھ پر رحم کریں۔ میرے بچوں کو یتیم نہ کریں میں آپ کی غلامی کروں گا۔"

"چپ۔" ڈاکو نے آنکھیں نکالیں: "میں رحم کرنا نہیں جانتا۔"

اب عنبر دانت نکال کر ہنسا کر کہا:

"ڈاکو صاحب ـــ آپ پکے الو کے پٹھے ہیں بلکہ اس کے بھی باپ ہیں۔ آپ مجھے نہیں مار سکتے۔ ہاں اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی یہ خدمت کر سکتا ہوں کہ آپ کو آپ کے مردہ ساتھیوں کے پاس پہنچا دوں۔ فرمایئے آپ کی گردن دباؤں یا خنجر سے شہ رگ کاٹوں۔"

ڈاکو لال پیلا ہو گیا۔ اس کے رحم و کرم پر پڑا ۲۱ برس کا دبلا پتلا چھوکرا اس کو آنکھیں دکھا رہا تھا۔ اس نے گرج کر کہا:

"تمہاری ایسی کی تیسی ابھی تمہیں مزا چکھاتا ہوں۔"

ڈاکو نے تلوار کے دستے کو زور لگایا تا کہ عنبر کے سینے میں گھونپ دے۔ مگر تلوار کی نوک مڑ گئی۔ ڈاکو کی آنکھوں میں حیرت پیدا ہو گئی۔ اس نے پہلے مڑی ہوئی نوک کو دیکھا پھر عنبر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کو دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔ عنبر نے کہا:

"کیوں بے ٹڈے۔ مجھے مزا کیوں نہیں چکھا رہے؟"

ڈاکو نے طیش میں آکر تلوار عنبر کے پیٹ میں ماری لیکن اس کا ہاتھ جھنجھنا اٹھا اسے یوں لگا جیسے کسی پتھریلی چٹان پر وار کیا ہو۔ اب تو ڈاکو کے پسینے چھوٹ گئے۔

عنبر نے کہا:

"تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تم کیسی موت مرنا پسند کرو گے؟"

ڈاکو کے منہ میں زبان گویا پتھر کی ہو چکی تھی۔ عنبر نے بڑے اطمینان سے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین کر اس کے سینے میں گھونپ دی۔ تیز دھار تلوار گوشت چیرتی، پسلیوں کے درمیان سے گزر کر ڈاکو کے دل تک پہنچ گئی۔ ڈاکو کا جسم تھرتھرایا اور وہ کوئی آواز نکالے بغیر گر پڑا۔

وہ مر چکا تھا۔ مرنے کے بعد بھی اس کی کھلی آنکھوں میں حیرت تھی۔ عنبر نے اس کی لاش اٹھائی۔ اور عرشے پر آ گیا۔ کپتان نے عنبر کو لاش اٹھائے دیکھا تو جلدی سے بولا:

"اے سمندر دیوتا۔ یہ کون ہے؟"

عنبر نے لاش سمندر کے پانی میں پھینکتے ہوئے جواب دیا:

"بدبخت ڈاکو۔ جو کچھوؤں سے بچ کر جہاز پر آ چھپا مگر ملک الموت نے اسے نہ چھوڑا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لاش پھینکنے کے بعد عنبر نے مستول پر چڑھ کر کھوپڑی اور ہڈیوں والا بحری ڈاکوؤں کا مخصوص جھنڈا اتار دیا۔ ایسا اس نے اس لیے کیا تھا کہ کہیں کوئی دوسرا جہاز اسے قزاقوں کا جہاز سمجھ کر حملہ نہ کر دے۔ پرسکون سمندر کے سینے کو چیرتا جہاز ہندوستان کی طرف چلا جا رہا تھا۔

○

انسپکٹر اشتیاق اور انکل جاسوس احمد یار خان کے کارنامے

امتیاز علی

○ زمین سے اس کا فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا پھر وہ ایک دھماکے کے ساتھ سڑک پر آگرا اور اس کی کھوپڑی ٹکڑوں میں تبدیل ہو گئی۔
○ شہر کے دو دولت مند افراد خودکشی کرنے پر مجبور ہو گئے ــــ کیوں؟
○ پرنس جوجو کون تھے؟
○ ہوٹل افشاں میں کیا چکر چلایا جا رہا تھا؟
○ میرے چوزوں کی مرغی ماں کو تم نے اغوا کیا ہے۔ میرے چوزے اس کی یاد میں آنسو بہا رہے ہیں۔ چوزوں کی ماں واپس کرو۔ احمد یار خان کا مطالبہ کامران اور عثمان کی نوک جھونک ــــ انسپکٹر اشتیاق کی بوکھلاہٹیں۔

ایک ایسی کہانی جسے آپ کبھی **فراموش** نہ کر سکیں گے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مَوت کے تعاقب کی واپسی ـــ آپ کے جانے پہچانے سلسلے

عنبر، ناگ، ماریا

کے ۵ ہزار سالہ سفر کی پُراسرار اور سنسنی خیز داستان

۱۔ لاش سے ملاقات ۴/-
۲۔ جہاز ڈوب گیا
۳۔ سمندر کی چڑیل
۴۔ پُراسرار غار کی مورتی
۵۔ ناگ لندن میں
۶۔ تابوت میں سانپ
۷۔ مَوت کا دریا
۸۔ سانپ کا انتقام
۹۔ سانپ کی آواز
۱۰۔ ناگ کا قتل
۱۱۔ شاہ بلوط کا خزانہ
۱۲۔ پتھر کا ہاتھ
۱۳۔ طوفانی سمندر کا بھوت
۱۴۔ ڈائنا سورس کا جزیرہ
۱۵۔ سیاہ پوش سایہ
۱۶۔ انسانی بلی
۱۷۔ سانپوں کا جنگل
۱۸۔ ماریا اور بن مانس
۱۹۔ قبر نما انسان
۲۰۔ لکشمی دیوی کا انتقام
۲۱۔ جادوئی ترشول
۲۲۔ ناگ، عنبر مقابلہ
۲۳۔ لاش کی چیخ
۲۴۔ آسیب کی رات

آج ہی اپنے قریبی بُک سٹال / ہاکر یا براہِ راست ہم سے طلب فرمائیے!

نیا مکتبہ اقرأ، ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

ناگ بھون

گزشتہ صفحات میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ مہاشیش ناگ کی رانی کلاوتی دیوی ناگن کو کفن پوش زندہ مردے نے شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کلاوتی اڑتی ہوئی جل منڈل پہنچی۔ یہ کالے پانی کا ایک وسیع تالاب تھا جس میں بھیانک سانپ تیرتے پھر رہے تھے ان کی پھنکاروں سے ماحول گونج رہا تھا۔

کلاوتی دیوی نے چھلانگ لگا دی۔ کلاوتی دیوی ایک بڑی ناگن تھی۔ اگر کوئی معمولی سانپ ہوتا تو تالاب کے پانی نے اسے فنا کر دیا تھا۔ سانپوں کی پراسرار دنیا "ناگ بھون" کو جانے والا راستہ اسی جل منڈل کے نیچے تھا۔ کلاوتی ناگن بل کھاتی تیرتی "ناگ بھون" کو جانے والی سرنگ میں آ گئی۔

کچھ ہی دیر بعد کلاوتی دیوی ناگ راجہ کے دربار میں تھی۔ ناگ راجہ سرخ و سبز سانپ تھا جس کے سر پہ تاج سجا ہوا تھا۔ کلاوتی دیوی نے ناگ راجہ کے سامنے پھن جھکا کر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انسانی آواز میں کہا :

"اے ناگ راجہ — میں تجھے خبر دینے آئی ہوں کہ پرانا مصری ناگ مصیبت میں آ چکا ہے۔ اس نے مجھے مدد کے لیے پکارا تھا مگر شیطانی طاقت کے ہاتھوں مجھے شکست کھانا پڑی اور زندہ مردہ مصری ناگ کو پتھر کا سانپ بنا کر لے گیا"

ناگ راجہ اس زور سے پھنکارا کہ راجہ محل گونج اٹھا۔ ناگ راجہ کی پھنکار سنتے ہی گپھاؤں میں چھپے تمام سانپ نکل آئے اور پھن پھیلا کر ٹھوکریں مارنے لگے۔

ناگ راجہ نے کہا :

"اے کلاوتی دیوی۔ وہ کیسی شیطانی طاقت تھی جس کے سامنے تو بے بس ہو گئی"

ناگن کلاوتی کی دو شاخی زبان تڑپ کر بجلی کی طرح لہرائی۔ اس نے پھنکار ماری اور کہنے لگی :

"ناگ راجہ۔ اس بار بدی کی تمام قوتیں اکٹھی ہو کر ناگ کے مقابلے پر آئی ہیں اور اسے فنا کر دینا چاہتی ہیں"

ناگ راجہ کا پھن اور بھی تن گیا۔ وہ جھوم کر دم کے بل کھڑا ہوا اور کہا :

"شیطانی طاقتوں کی یہ مجال — میں اس بار اندر ...

دیوتا کے حضور فریاد کروں گا اور یقیناً وہ میری مدد کریں گے"

اس کے ساتھ ہی ناگ راجہ انسانی شکل میں آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک عصا پکڑا ہوا تھا۔ ناگ راجہ نے عصا زمین پر پھینک دیا۔ عصا کچھ دیر زمین پر ساکت پڑا رہا پھر یکایک اس میں خفیف سی حرکت ہوئی وہ ہلنا اور مڑنا شروع ہو گیا۔ اس میں زندگی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ ناگ راجہ بڑے غور سے اپنے عصا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

عصا اب سیدھا کھڑا ناچ رہا تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس پر سیاہ کینچلی پیدا ہو گئی۔ اب عصا کی جگہ ایک کالا سانپ پھنکار رہا تھا۔ ناگ نے اپنی انگلی اٹھائی تو اس میں سے سبز رنگ کی ایک تیز شعاع نکل کر سانپ پر پڑی۔ فوراً ہی سانپ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور ہر ٹکڑا ایک نیا سانپ بن گیا پھر یہ سانپ بھی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئے اور ہر ٹکڑے نے ایک نئے سانپ کی شکل اختیار کر لی۔ ہوتے ہوتے پورا دربار کلبلاتے سانپوں سے بھر گیا۔

ہر طرف سانپ رینگ رہے تھے۔ پھنکارتے ہوئے اپنی زہریلی سانسیں چھوڑ رہے تھے۔ دربار میں اب ایسی بو پھیل چلی تھی جیسے ہزاروں مرے ہوئے مینڈکوں کے جسم سے سڑاند اٹھ رہی ہو۔ ناگ اپنے تخت سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور کہا:

"اے مہا مقدس ناگ دیوتا ـــ اے لاکھوں برس سے زمین میں رہنے والے سانپ ـ میری پکار سن ـــ سن کہ آج تیرے پجاری تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔"

ناگ راجہ کی آواز کچھ دیر محل میں گونجتی رہی پھر پورے راجہ محل پر ایک مقدس سکوت طاری ہوگیا۔ تمام سانپ خاموش کھڑے تھے۔ خاموشی گہری ہوتی گئی۔ گہری گہری اور گہری ـ دل میں اتر جانے والی خاموشی۔ جیسے موت نے ہر شے کو اپنی آغوش میں لے لیا ہو۔ جیسے ہر ذی روح فنا کی گھاٹ اتر گیا ہو۔

پھر اس خاموشی میں زمین کی تہوں سے ایک عجیب ہیبتناک آواز اٹھی۔ کپکپی طاری کر دینے والی آواز ـــ اس کے ساتھ ہی راجہ محل لرز اٹھا۔ زمین پھٹی اور اس میں سے ایک عظیم الشان سانپ نمودار ہونے لگا۔ یہ مہا مقدس ناگ دیوتا تھا۔ اس کے نو منہ تھے اور ہر منہ کا پھن ٹیلے اتنا بڑا تھا۔ اس کی کمر دو ہاتھیوں سے بھی موٹی تھی۔ یہ عظیم الشان دیوتا بمشکل پورے راج دربار میں سما سکا۔

ناگ راجہ، کلاوتی دیوی اور دوسرے تمام سانپ اپنے سر زمین پر جھکا چکے تھے۔ مقدس دیوتا کی پھنکاریں تھیں جیسے کئی تالابوں کا پانی کھولتا ہوا سنسنا رہا ہو۔ اس کی چمک دار،

مقناطیسی کشش والی سرخ آنکھیں گھوم رہی تھیں اور گھٹا ٹوپ اندھیرے میں تڑپتی بجلی کی مانند ہر منہ کی زبان لپلپا رہی تھی۔

مہا مقدس ناگ دیوتا لاکھوں برس سے زمین کی تہہ کے اندر اپنی گپھا میں رہ رہا تھا۔ اور آج ناگ راجہ کی پکار نے اسے اپنی گپھا سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ناگ دیوتا نے گہری سانس کے ساتھ پھنکار لی اور کہا:

"زمین پر سانپوں کے راجہ ـ بول تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟"

ناگ راجہ نے اپنا سر اٹھایا اور کہنے لگا:

"تیرا یہ کمزور پجاری تیری مدد کا طلب گار ہے ہمارے ایک اب مصری ناگ کو شیطانی طاقتوں نے قابو کر لیا ہے۔ ل مصری ناگ نے ہمیشہ نیک کام کیے ہیں اور سانپوں کا نام لیا ہے ـــ اے دیوتا ـــ ہم تجھ سے شیطانی عفریتوں تباہی چاہتے ہیں۔"

مہا مقدس ناگ دیوتا کے تمام پھن یک لخت سکڑنے پھیلنے لگے۔ غضب ناک پھنکاروں کے ساتھ اس کے سے شعلے نکلنے لگے۔ اس نے بل کھا کر کہا:

"شیطانی طاقت کی یہ ہمت ـــ اے ناگوں کی طاقت کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اندازہ نہیں ہے۔"

مہا دیوتا نے یہ کہہ کر ایک جھٹکے سے اپنے تمام پھن سیکڑ کر پیچھے کیے اور اگلے ہی لمحے اس نے اپنے ہر منہ سے ایک ایک سنہرا سانپ اُگل دیا۔ ان سنہرے سانپوں کے جسم پر کانٹے اُگے ہوئے تھے۔

ناگ دیوتا نے کہا،

"اے میرے غلام سنہرے سانپو ___ تمہارا دیوتا تمہیں حکم دیتا ہے کہ پرانے مصری ناگ کو تلاش کر کے لاؤ۔ جاؤ زمین میں غرق ہو جاؤ۔ مصری ناگ کی بُو تمہیں اس تک پہنچا دے گی۔ میں دیکھ رہا ہوں مصری ناگ پتھر بنا ایک صندوقچی میں بند ہے جاؤ اسے صندوقچی سمیت میرے پاس لے آؤ۔"

سنہرے سانپوں نے سر جھکا کر کہا:

"ناگ دیوتا ۔ ہم ابھی جاتے ہیں ہم مصری ناگ کو ساتھ لے کر ہی لوٹیں گے"

نو کے نو سنہرے سانپ زمین میں چلے گئے۔

○

آیئے اب عنبر کے پاس چلیں۔

جہاز سفر کرتا ہوا ہندوستان کے شہر کلکتہ کے ساحل ت

آ لگا۔ کپتان منگورہ اور عنبر ساحل کے پاس واقع سرائے میں آ گئے۔ عنبر فوراً نگر کوٹ کے لیے روانہ ہو جانا چاہتا تھا۔ اس نے سرائے سے پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ نگر کوٹ جانے والا قافلہ دو دن بعد روانہ ہو گا۔ دو دن عنبر انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے کپتان منگورہ کو الوداع کہا اور گھوڑا خرید کر نگر کوٹ کی طرف چل دیا۔

عنبر چاہتا تو زلالہ دیوی کا دیا موتی منہ میں ڈال کر اڑتا ہوا نگر کوٹ پہنچ سکتا تھا لیکن وہ بلاوجہ لوگوں پر اپنی خفیہ طاقتیں ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ شام ہونے سے پہلے پہلے عنبر کلکتہ شہر سے نکل آیا۔ اب اس کا گھوڑا اس کچی سڑک پر دوڑ رہا تھا جو نگر کوٹ کو جاتی تھی۔

رات ہو گئی۔ عنبر اس وقت ایک ویرانے سے گزر رہا تھا۔ آسمان پر بادلوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ بڑی کالی اور ڈراؤنی رات تھی یکایک بجلی کڑکی، بادل گرجے اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ پہلی ہی بوچھاڑ نے عنبر کو بھگو کر رکھ دیا۔ آس پاس کوئی ایسا درخت بھی نہ تھا جس کے نیچے پناہ لی جا سکے۔ آسمان سے چھاجوں پانی برس رہا تھا لگتا تھا آسمان نے اپنی ہر کھڑکی کھول رکھی ہے سردی یکدم بڑھ گئی تھی۔ عنبر کو اپنی تو پروا نہ تھی وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تو سردی گرمی سے بے نیاز تھا مگر اسے گھوڑے کی فکر
پڑ گئی کیوں کہ گھوڑا بارش میں بھیگنے سے کانپنے لگا تھا۔
عنبر نے کسی محفوظ مقام کی تلاش شروع کر دی۔ اسی کوشش
میں وہ کافی آگے نکل آیا۔ دفعتہً بجلی کڑکی اور روشنی کی
ایک لہر دور تک تڑپتی چلی گئی۔ ماحول پل بھر کے لیے
روشن ہو گیا۔

اس روشنی میں عنبر کو دور کسی عمارت کے دھندلے نقوش
نظر آئے۔ عنبر نے ادھر گھوڑا دوڑا دیا۔ یہ ایک پرانے مندر
کے کھنڈرات تھے۔ صدیوں پرانے اس مندر کے مینار ٹوٹ
پھوٹ گئے تھے۔ بیرونی دیواروں میں جا بجا دراڑیں پیدا ہو
چلی تھیں اور دیواروں کا نچلا حصہ خود رو جھاڑیوں اور
پودوں میں گم تھا۔

عنبر مندر میں آ گیا۔ گھوڑے کو اس نے دالان میں باندھ
دیا۔ دالان سے کچھ ہٹ کر ایک دروازہ تھا جس کے کواڑ
غائب تھے۔ اس دروازے سے گزر کر عنبر ایک کمرے میں آ
گیا۔ یہاں ایک بڑی مورتی نصب تھی۔ یہ ہندوؤں کے دیوتا
شیوجی کی مورتی تھی۔ جس کے دونوں بازو غائب اور ناک
آگے سے ٹوٹی ہوئی تھی۔

مورتی کے قریب ہی ایک چبوترہ بنا ہوا تھا۔ عنبر چبوترے

کے نیچے آ گیا۔ یہاں گھپ اندھیرا تھا۔ عنبر نے فیصلہ کیا کہ
رات اسی ویران مندر میں گزارنی چاہیے۔ وہ زمین پر لیٹ گیا
کر سو گیا۔ آدھی رات کے وقت گھوڑے کے زور سے ہنہنانے
کی آواز سن کر عنبر کی آنکھ کھل گئی — مندر کے باہر بارش
رک چکی تھی۔

گھوڑا ایک بار پھر ہنہنایا۔

اس کے ساتھ ہی عنبر کے کانوں میں ٹاپوں کی آواز پڑی
جیسے کئی گھڑ سوار اس طرف آ رہے ہوں۔ عنبر اٹھ کر بیٹھ گیا
ٹاپوں کی آوازیں مندر کے باہر آ کر رک گئیں۔ عنبر چبوترے
کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اتنی رات گئے
اس ویرانے میں موجود اس ٹوٹے مندر میں کون کیا کرنے آیا ہے۔

اتنے میں آہستہ آہستہ روشنی اندر آنے لگی کوئی ہاتھ میں
مشعل تھامے ادھر آ رہا تھا۔ عنبر سکڑ کر گٹھڑی سی بن گیا اب
وہ آنے والے کو باآسانی نظر نہیں آ سکتا تھا۔ مشعل کی روشنی
اب دالان میں آ چکی تھی۔ عنبر نے دیکھا کہ وہ تین آدمی ہیں
ان میں سے ایک نے کمر پر بوری اٹھا رکھی تھی دوسرے کی
بغل میں ایک پٹاری تھی۔

وہ دالان میں بندھے گھوڑے کے پاس کھڑے ہو کر باتیں
کرنے لگے ایک نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"پجاری جی ـــ یہ گھوڑا کس کا ہے۔ یقیناً یہاں کوئی آیا ہے؟"

پجاری نے کمر سے بندھی تلوار پکڑ کر ہاتھ میں پکڑ لی اور الجھے ہوئے انداز میں کہنے لگا:

"ابے جگدیش ـــ یہاں کون آ سکتا ہے؟"

وہ آدمی جسے جگدیش کہہ کر بلایا گیا تھا ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا:

"پجاری جی۔ کوئی مسافر ہو گا۔ سالا اندر پڑا سو رہا ہو گا ابھی اس کا کام تمام کر دیتے ہیں۔"

پجاری نے دوسرے آدمی کی طرف دیکھا جو بوری اٹھائے کھڑا تھا پھر کہا:

"کوئی بھی ہو ہم سے بچ نہیں سکتا۔ ابے دلپو۔ تو اس حرامی کو کمر پر لادے کیوں کھڑا ہے اتار کر بوری کا منہ کھول دے کہیں دم گھٹنے سے مر ہی نہ جائے۔"

دلپو تو جیسے اس حکم کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے بوری فرش پر پٹخ دی اور جلدی سے بوری کا بند منہ کھول دیا۔ اندر سے ایک خوبرو نوجوان نکلا وہ بے ہوش تھا۔ اس کے کپڑے راج کماروں ایسے تھے۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ مکار پجاری اور اس کے ساتھی کسی راج کمار کو اغوا کر کے لائے ہیں

اور ان کے مقاصد نیک نہیں ہو سکتے۔ شیطانی کام ہی چوری چھپے کیا جاتا ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ شیطان کو رات بہت پسند ہے۔ منحوس پرندے بھی رات کے اندھیرے میں ہی پرواز کرتے ہیں۔

پجاری ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک میں مشعل پکڑ کر کمرے میں آ گیا۔ اس نے مشعل والا ہاتھ اوپر اُٹھا رکھا تھا۔ لرزتی روشنی نے کمرے میں چھائے اندھیرے کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ پجاری کے ساتھی بھی تلواریں سونت کر کمرے میں آ چکے تھے۔ عنبر چبوترے کے ساتھ تھا اور نظر نہیں آ رہا تھا۔

جگدیش نے کہا:

"پجاری جی۔ یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے"؟

پجاری کہنے لگا:

"یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ ضرور کوئی ہے ہمیں اسے تلاش کرنا ہو گا۔ یہ ہمارا پرانا ٹھکانہ ہے۔"

پجاری کے دونوں ساتھی کمرے سے نکل گئے۔ وہ دوسرے کمرے دیکھنے جا رہے تھے۔ کچھ ہی دیر میں انہوں نے پورا مندر چھان مارا اور واپس آ کر کہا:

"پجاری ہم نے ایک ایک کونا دیکھ لیا ہے۔ انسان تو کیا بلی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا بچہ بھی نہیں ہے"

پجاری نے چیخ کر کہا:

"حرامیو ـــ پھر وہ گھوڑا کیا تمہارے باپ کا ہے۔ اسے یہاں کس نے باندھا؟"

جگدیش اور دیپو کیا جواب دیتے۔ پجاری نے زمین پر پاؤں مارتے ہوئے غصے سے کہا:

"یہ بڑی خطرے والی بات ہے بہرحال جگدیش تم پٹاری کھول کر سانپ کو نکالو تاکہ وہ راجکمار کو ڈس لے ہاہا ـــ راج کمار ہمارے راستے کا سب سے بڑا پتھر ہے آج میں اسے ہٹا دوں گا۔"

یہ بڑا مکار پجاری تھا۔ یہ ریاست گوپال کے راجہ کے وزیر خاص کا ساتھی تھا۔ وزیر خاص راجہ کو تخت سے ہٹا کر خود راجہ بننے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ مگر اس کے راستے میں راج کمار سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ کیوں کہ وہ رعایا میں بڑا مقبول تھا۔ وزیر خاص نے پجاری کو یہ لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا رکھا تھا کہ اگر وہ راجہ بن گیا تو اسے بڑا پجاری بنا دے گا۔

پجاری نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آج دھوکے سے راج کمار کو اس وقت قابو کر لیا تھا جب وہ شکار کھیلنے

جنگل میں آیا تھا۔ راج کمار کے ساتھی شکاری اور محافظ پہلے ہی وزیر خاص سے ملے ہوئے تھے۔ کا پروگرام یہ تھا کہ وہ راج کمار کو سانپ سے ڈسوا دے گا۔ اُدھر محافظ واپس جا کر محل میں شور مچا دیں گے کہ راج کمار جنگل میں شکار کھیلتا ہوا ہم سے بچھڑ گیا ہے بعد میں جب راج کمار کی تلاش شروع ہو گی اور محافظ ادھر آئیں گے تو شہزادے کی لاش ملے گی وہ یہی سمجھیں گے کہ بارش سے بچنے کے لیے راجکمار پرانے مندر میں آیا اور ایک سانپ کے ڈس لینے سے مر گیا۔

منصوبہ بڑی چالاکی اور مکاری سے بنایا گیا تھا۔ جگدیش نے بغل میں دبائی پٹاری زمین پر رکھ دی اور اس پر بندھا کپڑا ڈھیلا کر کے پٹاری کو ٹھوکر ماری ـــ پٹاری سے سانپ کی پھنکار سنائی دی۔ اس نے اپنا پھن کپڑے پر مارا تو کپڑا ہٹ گیا۔ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ سانپ پٹاری سے باہر نکل آیا۔

سبز رنگ کا یہ سانپ بڑی ہی زہریلی قسم کا تھا۔ اس کا پھن تنا ہوا تھا اور وہ شوکریں مارتا ہوا جھوم رہا تھا۔ پھر سانپ پٹاری سے نکلا اور بے ہوش پڑے راج کمار کی طرف بڑھا ـــ اسی وقت عنبر نے خاموش آواز میں سانپ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کو سگنل دیا:

"اے سبز سانپ — میں ناگ دیوتا کا بھائی ہوں۔ خبردار اس نوجوان کو مت ڈسنا۔"

سانپ وہیں رک گیا۔

پجاری نے پریشان ہو کر کہا:

"یہ سانپ رک کیوں گیا۔ راج کمار کو ڈستا کیوں نہیں"؟

O

جنگل کا بھوت

عنبر چبوترے کے نیچے سے نکل آیا۔ اس نے کہا:

"او بدبخت پجاری — یہ سانپ میرے حکم سے رکا ہے۔ یہ راج کمار کو نہیں تمہیں ڈسے گا۔"

پجاری یوں اچھلا جیسے غلطی سے اس کا پاؤں سانپ کی دم پر پڑ گیا ہو پھر عنبر پر نظر پڑتے ہی وہ چلایا:

"جگدیش — دلیپ۔ قتل کر دو اس دشمن کو — یہ الو کا پٹھہ یہاں چھپا بیٹھا تھا۔"

دونوں تلواریں لہراتے ہوئے عنبر کی طرف لپکے عنبر نے فوراً سگنل کی خاموش آواز میں کہا:

"اے سبز سانپ۔ انہیں ڈس لے۔"

سبز سانپ اپنی جگہ سے اچھلا اس نے بڑی پھرتی کے ساتھ جگدیش کے ماتھے پر ڈس لیا۔ جگدیش کے منہ سے ہولناک چیخ نکلی۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ نہایت زہریلا سانپ تھا فوراً ہی جگدیش کے ناک اور منہ سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خون جاری ہو گیا اور وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ دلیو عنبر کے پاس آ چکا تھا۔ اس نے تلوار لہرا کر عنبر کے سر پر ماری۔

عنبر بڑے مزے سے کھڑا رہا۔ گھومتی لہراتی تلوار عنبر کے سر پر پڑی۔ دلیو نے پوری طاقت سے وار کیا تھا۔ اگر تلوار کسی گینڈے کے سر پر پڑی ہوتی تو وہ بھی کٹ کر پرے جا گرتا۔ لیکن یہاں تو عنبر تھا جس کی گردن کاٹنے کی کوشش میں لاتعداد تلواریں ٹوٹ چکی تھیں اور اب ان میں ایک کا اضافہ ہو گیا تھا۔

پجاری نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ سبز سانپ اس دوران دلیو کی گردن سے لپٹ چکا تھا اور اس کے چہرے کے سامنے اپنا پھن گھما رہا تھا۔ دو شاخی سرخ تڑپتی زبان اور گول گول انگارہ آنکھیں ۔۔۔ دلیو کی تو جان نکل جا رہی تھی۔ دہشت سے اس کا منہ کھل چکا تھا۔ سبز سانپ نے بڑی تیزی کے ساتھ دلیو کے کھلے منہ میں دانت گاڑ کر اپنا سارا زہر اس کے جسم میں انڈیل دیا۔

دلیو چیخ بھی نہ مار سکا۔ سانپ کے زہر نے اس کا گلا بند کر دیا تھا وہ کھڑے کھڑے دھڑام سے گرا اور مر گیا۔ پجاری کو اب اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ وہ باہر کو بھاگا۔ عنبر اس کے

پیچھے دوڑا وہ اس مکار انسان کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا جس نے اس تھالی میں چھید کرنے کی کوشش کی تھی جس میں کھاتا تھا۔

عنبر جب باہر آیا۔ پجاری ایک گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا۔ پجاری نے چیختے ہوئے گھوڑے کی پسلیوں میں پاؤں مارے اور گھوڑا سرپٹ بھاگ کھڑا ہوا عنبر نے فوراً دیوی زالا کا دیا موتی نکال کر منہ میں رکھ لیا۔ اگلے ہی لمحے اسے اپنا جسم پھول کی طرح ہلکا پھلکا محسوس ہوا اس کے پاؤں نے زمین کو چھوڑ دیا اور وہ ہوا میں اڑنے لگا۔

پجاری گھوڑا بھگائے لے جا رہا تھا۔ اس کے منڈے ہوئے سر کی چٹیا ہوا میں لہرا رہی تھی۔ عنبر بڑی تیزی کے ساتھ پرواز کرتا ہوا پجاری کے سر پر پہنچ گیا اور غوطہ لگا کر اس کی ٹنڈ پر زور دار چپت لگائی۔ پجاری تو گھوڑے سے گرتے گرتے بچا پھر یہ دیکھ کر وہ ہذیانی انداز میں چیخنے لگا کہ عنبر ہوا میں اڑ رہا ہے۔

گھوڑا بھی گھبرا گیا تھا اور تیزی سے بھاگنے لگا تھا عنبر نے پجاری کی کمر پر ٹانگ ماری۔ پجاری خوفناک چیخ کے ساتھ گھوڑے سے گر پڑا مگر اس کا ایک پاؤں رکاب میں پھنسا رہ گیا تھا۔ گھوڑا دیوانگی کے عالم میں دوڑ رہا تھا اور پجاری

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس کے ساتھ گھسٹ رہا تھا۔ عنبر کے دیکھتے ہی دیکھتے پجاری کا جسم ٹکڑوں میں تبدیل ہو گیا۔ اسے اپنے کیے کی سزا مل چکی تھی۔ عنبر ہوا میں اڑتا ہوا واپس پرانے مندر میں آ گیا۔

راج کمار ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔

سبز سانپ اس کے پاس ہی پھن پھیلائے جھوم رہا تھا۔ عنبر کو دیکھتے ہی سانپ کا پھن سکڑ گیا اور نیچے ہوتا ہوتا زمین سے جا لگا۔ اس نے سگنل کی خاموش آواز میں کہا:

"اے ناگ دیوتا کے بھائی۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟"

عنبر نے کہا:

"تم جا سکتے ہو۔ لیکن یاد رکھو آئندہ اگر تم نے بلاوجہ لوگوں کو ڈسنا چاہا تو ناگ دیوتا عبرتناک سزا دے گا۔"

سبز سانپ نے جواب دیا:

"میں ایسی غلطی پھر کبھی نہ کروں گا۔"

یہ کہہ کر سبز سانپ رینگتا [illegible] سے نکل کر دالان کے پتھروں میں گم ہو گیا۔ عنبر نے راج [illegible] کو جھنجوڑا تو وہ ہوش میں آ گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد کچھ [illegible] تک وہ خالی خالی نظروں سے عنبر کی طرف دیکھتا رہا پھر اس کا ایک ہاتھ بے اختیار کمر میں لگی تلوار کے دستے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا:

"تم کون ہو اور میں یہاں کیسے آ گیا۔؟"

عنبر نے بڑے اطمینان سے راج کمار کو ساری کہانی سنا دی۔ راج کمار کو جب علم ہوا کہ عنبر نے اس کی جان بچائی ہے تو وہ اس کا شکر گزار ہوا۔ عنبر نے دالان میں بندھا اپنا گھوڑا کھولا اور مندر سے باہر آ گیا۔ مندر کے باہر دو گھوڑے موجود تھے۔ یہ پجاری کے ساتھیوں ولیو اور جگدیش کے تھے جنہیں سبز سانپ نے ڈس لیا تھا۔

راج کمار ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس نے عنبر کو اپنے ساتھ ریاست گوپال چلنے کو کہا مگر عنبر نے انکار کر دیا اور کہا:

"میں تمہارے ساتھ ضرور چلتا لیکن مجھے ایک ضروری کام سے جلد از جلد نگر کوٹ پہنچنا ہے۔"

راج کمار کو الوداع کہہ کر عنبر روانہ ہو گیا۔ رات نصف سے زیادہ بیت چکی تھی۔ آسمان پر چھائے گہرے بادل چھٹ چکے تھے اور چاند کی روشنی ویرانے میں اتر آئی تھی۔ ویرانے سے گزر کر عنبر ایک جنگل میں پہنچا۔ یہ جنگل بے حد گھنا اور گنجان تھا۔ جنگلی بیلیں درختوں کے اوپر چڑھی ہوئی تھیں۔ نہ کوئی راستہ اور نہ کوئی پگڈنڈی تھی۔ تجارتی قافلے اس جنگل کے سرے سے چکر کھا کر نگر کوٹ پہنچتے تھے کیوں کہ مشہور تھا کہ یہ آسیبی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جنگل ہے۔

عنبر کو کیا پروا ہو سکتی تھی۔

وہ گھوڑے پر سوار چلا جا رہا تھا کہ یکایک اسے رُک جانا پڑا۔ دور درختوں کے جھنڈ تلے روشنی ہو رہی تھی۔ عنبر بڑا حیران ہوا کہ اس بھیانک جنگل میں کون ہو سکتا ہے۔ وہ اس طرف بڑھا۔ اس نے دیکھا ایک پرانے درخت کے نیچے ایک دُبلا پتلا آدمی آنکھیں بند کیے آلتی پالتی مارے ہے۔ اس کے بڑھے ہوئے لمبے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ جسم پر دھول کی موٹی تہہ جمی ہوئی تھی دور سے ایسا نظر آتا تھا وہ پتھر کا کوئی مجسمہ ہے۔

اس آدمی کے آگے مٹی کا دیا پڑا ہوا تھا۔ جس کا شعلہ سیدھی انگلی کی طرح اوپر اٹھا ہوا تھا جیسے کہہ رہا ہو خدا ایک ہے۔ شعلہ بالکل ساکت تھا ذرا برابر نہیں تھرتھرا رہا تھا حالانکہ خاصی تیز ہوا چل رہی تھی۔ اس آدمی کا چہرہ چاند کی طرح روشن تھا۔

عنبر گھوڑے سے اتر پڑا وہ سمجھ گیا کہ یہ خدا کا کوئی نیک آدمی ہے۔ وہ آدمی کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ یکایک اس آدمی نے بند پلکیں کھول کر عنبر کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں ——— عنبر کو یوں لگا جیسے دو روشن سورج اسے دیکھ رہے ہیں۔ وہ

عنبر کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ اس کی مسکراہٹ بڑی نرم اور شگفتہ تھی۔ اس کے لب ہلے اور آواز آئی:

"تاریخ کے بیٹے عنبر— اس جنگل میں تمہارا آنا مبارک ہو۔"

عنبر اس درویش کے منہ سے اپنا نام سن کر بھونچکا رہ گیا پھر اسے خیال آیا کہ خدا کے نیک بندوں کو سب علم ہوتا ہے۔ اس نے بزرگ کے ہاتھ چوم لیے درویش ہولے سے مسکرائے انہوں نے کہا:

"ہاتھ تو مجھے تمہارے چومنے چاہئیں کہ تم نے اپنی آنکھوں سے ایسی ایسی مقدس ہستیوں کو دیکھا ہے ہم جن کے پاؤں کی خاک بھی نہیں ہیں— اے عنبر— میں گوتم بدھ کا پیروکار ہوں۔ اور اس سنسان جنگل میں عبادت کرتا ہوں۔ تم نے تو گوتم بدھ کی زیارت کی ہو گی۔"

عنبر نے کہا:

"محترم درویش۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں گوتم بدھ کی زیارت نہ کر سکا۔ مگر میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کے چہرے پر خدا کا نور برستا ہو گا۔ وہ زمین پر باعثِ رحمت تھے۔ ان کی ذات ایک نورانی چراغ تھی۔"

درویش نے کہا:

"ہاں انہوں نے جہالت کے اندھیرے میں انسانیت کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چراغ روشن کیے اور انسانوں کو سیدھا راستہ دکھایا۔ انہوں نے
دنیا کو محبت، رحم، عجز و انکساری اور کمزوروں، بیکسوں کی
مدد کا پیغام دیا۔"

ننھے دوستو! مہاتما بدھ ۵۶۳ قبل مسیح میں کپل وستو کے راجہ
شدھو دن کے گھر پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام مہامایا تھا۔
راجہ شدھو دن نے ان کا نام "سدھارتھ" رکھا جس کے معنی
ہیں سب کام ٹھیک کر دینے والا نگران کا خاندانی نام
گوتم تھا۔

مہاتما بدھ کے نام رکھنے کی تقریب میں راجا شدھو دن
نے ملک کے نامور عالموں اور داناؤں کو بلایا تھا۔ ان میں
سے ایک عالم نے جس کا نام کونڈینہ تھا کہا تھا کہ یہ بچہ
کہیں گھر بسا کر نہ رہے گا۔ بڑا ہو کر یہ بچہ پہلے ایک بوڑھے
انسان کو دیکھے گا پھر ایک بیمار، ایک لاش اور ایک سادھو
کو دیکھ کر دنیا سے بے زار ہو جائے گا اور نگر نگر پھر کر دنیا
کی جہالت اور بدی کو دور کرے گا۔

مہاتما بدھ میں بچپن ہی سے ہمدردی اور رحم کوٹ
کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ جوان ہونے پر راجا شدھو دن نے
ان کے لیے تین محل بنوائے۔ ان محلوں کے نام شبھا، سراما
اور رمتا تھے۔ ایک موسم گرما، دوسرا سرما اور تیسرا موسم بہار

کے لیے تھا۔ گوتم ان محلوں میں رہتا تھا لیکن ایک دن
اس کے دل میں خواہش ابھری کہ محل سے باہر کی دنیا
بھی دیکھنی چاہیے۔

راجا شدھو دن کو اس بات کا علم ہوا تو اُس نے فوراً
ڈھنڈورچی بھیج کر اعلان کرا دیا کہ شہر کو سجایا جائے۔ دراصل
راجہ کو عالم کونڈینہ کی بات یاد تھی کہ گوتم پہلے ایک
بوڑھے آدمی کو پھر ایک مریض، لاش اور سادھو کو دیکھ کر
دنیا سے بیزار ہو جائے گا۔ راجہ نے حکم دیا کہ جب راجکمار
گوتم کی سواری نکلے تو کوئی بوڑھا، بیمار، لنگڑا لولا سڑک
پر نہ نکلے۔

گوتم سیر کو نکلا۔ شہر سجا ہوا تھا اس نے خوش ہو کر
دل میں سوچا کہ یہ دنیا تو بڑی خوب صورت ہے مگر ایک
جگہ سے گوتم کی سواری گزر رہی تھی۔ یہاں ایک بھٹ میں
ایک بوڑھا آدمی رہتا تھا۔ بیماریوں اور بڑھاپے نے
اسے بہت کمزور کر رکھا تھا۔ جسم کی کھال جگہ جگہ سے چرائی
ہوئی تھی کمر دوہری ہو کر کمان کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ بال
برف کی طرح سفید تھے۔ اس نے جب شور و غل سنا تو اپنے
بھٹ سے نکل آیا۔

گوتم نے جب اس بوڑھے کو دیکھا تو سوچا میرے اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میرے بیوی بچوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو گا۔ یہاں انسان بوڑھا ہو جائے تو اس کا کوئی دھیان نہیں کرتا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد گوتم نے عالم کونڈینز کی پیش گوئی کے مطابق مریض، لاش اور سادھو کو دیکھا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ دنیا چھوڑ کر سنیاسی بن جائے گا۔

پھر ایک رات گوتم بیوی اور بچے کو سوتا چھوڑ کر محل سے نکل پڑا۔ سر کے لمبے لمبے بال تلوار سے کاٹ ڈالے۔ جوتے اتار دیئے۔ شاہی لباس اتار پھینکا اور جوگیوں کا لباس پہن کر ہاتھ میں بھیک کا پیالہ لے کر روانہ ہو گیا۔ اس وقت گوتم کی عمر ۲۹ برس تھی۔ گوتم نے کئی جگہ سے علم حاصل کیا مگر جلد ہی اسے احساس ہوا کہ ہندو مذہب کی جو تعلیم دی جا رہی ہے۔ یہ حقیقی مذہب نہیں ہے۔ وہ حقیقی مذہب جس سے دل صاف ہوں۔ گوتم نے تہیہ کر لیا کہ وہ اس مذہب کو تلاش کرے گا۔

گوتم سات برس تک ایک جنگل میں سنیاسی بن کر ریاضت کرتے رہے۔ ان سات برسوں میں گوتم گرمی سردی برسات، ہر موسم میں آلتی پالتی مار کر زمین پر بیٹھے رہے۔ اور پسوؤں، مچھروں اور زہریلی مکھیوں کے کاٹنے کے باوجود جنبش تک نہ کی۔ گوتم کا خوب صورت جسم سوکھ کر کانٹا بن

گیا مگر گوتم کو احساس ہو گیا کہ سنیاس لے کر کوئی انسان دکھوں اور تکلیفوں سے نجات نہیں حاصل کر سکتا۔

اب گوتم ایک درخت تلے بیٹھ گئے اور قسم کھائی کہ جب تک مجھے گیان حاصل نہ ہو گا اپنی جگہ سے حرکت نہ کروں گا۔ پھر آپ کو ایک رات گیان مل گیا اور آپ بدھ (عقل مند) بن گئے اور بدھ مت کا پرچار شروع کیا۔ یہ نیا مذہب جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا۔

مہاتما بدھ کی تبلیغ سے ہندو برہمنوں کا طلسم ٹوٹا جنہوں نے لوگوں کو گمراہ کر رکھا تھا۔ مہاتما بدھ نے لوگوں کو دوسروں سے محبت کرنے، ان کی مدد کرنے کا سبق دیا۔ ان کی ذات نیکی اور شرافت کا سرچشمہ تھی۔ انہوں نے کہا انسان جو کرتا ہے اس کا نتیجہ پاتا ہے اس لیے نیک کام کرنے چاہئیں تاکہ نتیجے اچھے نکلیں یہی سکھی رہنے کا راستہ ہے۔

مہاتما بدھ نے اسی برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کی آخری نصیحت یہ تھی کہ: "یہ جسم اور دنیا کی تمام چیزیں فنا ہونی ہیں صرف سچائی کو فنا نہیں آ سکتی۔"

آج بھی کروڑوں انسان مہاتما بدھ کے پیرو ہیں۔

عنبر مہاتما بدھ کے پیرو درویش کے پاس بیٹھا تھا۔

درویش نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اے عنبر — اس جنگل میں ایک خونی بھوت کا بسیرا
ہے۔ وہ مخلوقِ خدا کو تنگ کرتا ہے۔ جو بھولا بھٹکا اِدھر آ
نکلتا ہے۔ بھوت اسے زندہ نہیں چھوڑتا۔ عنبر تمہیں نہ
مرنے کی طاقت اس لیے ملی ہے کہ دوسروں کی مدد کرو۔
تمہیں اس خونی بھوت کو مار ڈالنا چاہیے تاکہ لوگ اس کے
شر سے محفوظ ہو جائیں۔"

عنبر نے کہا:

"اے معزز درویش — مجھے بتاؤ اس خونی بھوت کا ٹھکانہ
کدھر ہے میں اس بدبخت کو ہرگز زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

درویش نے کہا:

"کچھ دُور جا کر ایک پرانی خانقاہ ہے وہیں اسی خونی
بھوت کا بسیرا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"اے محترم درویش — تم اپنے علم سے مجھے بتا سکتے
ہو۔ کہ میرا بھائی ناگ اور بہن ماریا کس حال میں ہیں؟"

درویش نے آنکھیں بند کیں کچھ دیر بعد کھولیں اور کہا:

"اے عنبر ناگ زمین کے اندر دفن ایک صندوقچی میں
پتھر بنا پڑا ہے اور ماریا اپنا دماغ کھو چکی ہے۔ وہ ایک
آفت بھتنی کی قید میں ہے جس کی جان زمین کی چوتھی

تہہ کے اندر موجود طلسمی پتلے میں ہے۔ بس اس سے زیادہ
میں نہیں بتا سکتا۔"

عنبر درویش سے اجازت لے کر خانقاہ کی طرف چل
دیا۔ جنگل آگے جا کر اور بھی گھنا ہو گیا تھا۔ یکایک ماحول
شیر کی زبردست دھاڑ سے گونج اٹھا اور اس کے ساتھ
ہی سامنے والی جھاڑیوں سے ایک لمبا تڑنگا دھاری دار
شیر نکلا — اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں
گھوڑا شیر کو دیکھ کر بڑی طرح بدک گیا تھا اور خوف زدہ
انداز میں ہنہنا رہا تھا۔

شیر کی دم بڑی تیزی سے حرکت کر رہی تھی اس کے
کھلے جبڑے سے دانت نظر آ رہے تھے۔ وہ حملہ کرنے
کے لیے تیار تھا۔ عنبر نے زلالہ دیوی کی طرف سے ملنے والی
دوسری طاقت آزمانے کا فیصلہ کیا اور عین اس وقت جب
شیر دھاڑ مار کر حملہ کرنے کے لیے اچھلا۔ عنبر نے بڑی
تیزی سے تین بار زلالہ دیوی کا نام لے کر پھونک ماری
اور کہا:

"اے شیر۔ غائب ہو جا۔"

ایک دھماکہ ہوا اور شیر غائب تھا۔ عنبر نے گھوڑا
بڑھا دیا — اب اسے درختوں میں گھری خانقاہ کے مدھم

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نقوش چاندنی میں نظر آ رہے تھے۔ خانقاہ کو دیکھ کر انسان
پر دہشت طاری ہوتی تھی۔ ابھی عنبر خانقاہ سے کچھ دور
ہی تھا کہ اسے ایسی آواز آئی جیسے کوئی اس کے پیچھے
آ رہا ہو۔

عنبر نے مڑ کر دیکھا کوئی نہ تھا۔ خانقاہ کے قریب
پہنچ کر عنبر گھوڑے سے اُتر گیا اور ٹوٹے دروازے کی طرف
چلا۔ اچانک کسی نے پیچھے سے عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ
دیا۔ عنبر نے کنکھیوں سے کندھے کی طرف دیکھا وہاں ایک
کالا ہاتھ موجود تھا جس پر موٹے موٹے بال اُگے ہوئے تھے۔
ہاتھ کا وزن بڑھتا جا رہا تھا۔

عنبر نے ہاتھ کو کندھے سے جھٹک دیا اور مڑ کر دیکھا
ہاتھ غائب ہو چکا تھا۔ عنبر کو کسی کے ڈراؤنے انداز میں
ہنسنے کی آواز آئی اور ایک تلوار جس کو آگ لگی ہوئی تھی
عنبر کے سامنے آ گری۔

عنبر ذرا نہ گھبرایا اس نے کہا:

"او۔ خونی بھوت اگر ہمت ہے تو میرے سامنے آ۔"

ایک خوفناک قہقہہ گونجا:۔ عنبر کے سامنے ایک بھیانک
شکل والا بھوت کھڑا تھا۔ اس کے جسم پر لمبے لمبے کالے
بال تھے۔ سر پر دو سینگ اُگے ہوئے تھے۔ اس کی تین آنکھیں

تھیں اور ان سے گویا خون ٹپک رہا تھا اس کے منہ سے
نکلے لمبے پیلے پیلے دانت ٹھوڑی تک آئے ہوئے تھے۔
اس کے دونوں ہاتھوں کے ناخن خنجروں جیسے نوکیلے اور
بڑے بڑے تھے۔ فٹ بھر لمبی زبان باہر لٹک رہی تھی۔ بھوت
نے قہقہہ لگا کر غراتی آواز میں کہا:

"آج بڑا مبارک دن ہے۔ آج تو شکار خود چل کر میرا لقمہ
بننے آ گیا ہے۔"

عنبر نے یہ سنا تو کہنے لگا:

"او نابہنجار بھوت ـــ تیرے دن پورے ہو چکے۔ آج میں
تجھے جہنم واصل کر دوں گا۔"

خونی کالے بھوت نے سینے پر زور سے دو ہتڑ مارا۔
اچانک اس کا قد بڑھنے لگا اور بڑھتے بڑھتے درختوں سے
بھی اونچا ہو گیا پھر یک لخت کالا بھوت سکڑ کر اپنے اصلی
قد میں آ گیا۔ اس نے گرجتے ہوئے عنبر پر حملہ کر دیا۔ اس نے
اپنے لمبے خنجروں ایسے ناخن عنبر کے جسم پر مارے۔

بھوت کا خیال تھا کہ عنبر کے جسم سے خون کے فوارے
اُبل آئیں گے مگر یہاں وہ ہوا جو بھوت کا باپ بھی نہیں
سوچ سکتا تھا۔ بھوت کے دو ناخن ٹوٹ گئے تھے۔ بھوت
نے درد سے چلاتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چنگھاڑتے، گرجتے اور غراتے ہوئے عنبر پر ٹوٹ پڑا۔

کالے بھوت نے عنبر کو اٹھا کر ایک موٹے تنے والے درخت پر دے مارا۔ درخت لرز کر رہ گیا۔ بھوت نے عنبر کو اپنے پاؤں میں روندنا شروع کر دیا پھر اسے دونوں ہاتھوں سے دبوچ کر اس کی گردن پر اپنے لمبے لمبے دانت مارے مگر اسے حسرت ہی رہی کہ اپنے دانت عنبر کے جسم میں پیوست کر سکے۔ الٹا عنبر نے اس کو گلے سے دبوچ لیا اور گلا دبانے لگا۔ بھوت تو چلا اٹھا:

"ہائے میں مرا۔ چھوڑو میری گردن۔ ہائے ہائے۔"

عنبر نے کہا:

"بیٹا جی۔ اب میں چھوڑنے والا نہیں۔ اب تجھے پتہ چلا کہ میں تو بھوتوں کا بھی باپ ہوں۔"

بھوت کے حلق سے اب عجیب و غریب قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ اس نے کہا:

"مجھے چھوڑ دو۔ ہائے ہائے۔ میں تمہیں نہیں کھاؤں گا۔ میں تمہیں اپنا استاد مانتا ہوں۔ ہائے ہائے۔"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"ضرورت کے وقت تو لوگ گدھے کو بھی باپ بنا لیتے ہیں مگر میں ان باتوں میں آنے والا نہیں۔ ظالم بھوت تم نے اس جنگل

میں خون خرابہ پھیلا رکھا ہے۔ تم پر رحم کرنا ظلم کرنے کے برابر ہے۔"

یہ کہہ کر عنبر نے اپنی گرفت سخت کر دی۔ بھوت کی چیخیں بھیانک ہو گئیں یکایک عنبر نے اس کے منہ سے لٹکتی زبان پکڑ کر کھینچ ڈالی۔ بھوت ایسی دردناک آواز میں چلایا کہ پورا جنگل لرز اٹھا۔ اب عنبر نے اس کی آنکھوں میں انگلیاں مار کر انہیں پھوڑ دیا۔ اندھا بھوت چیختا چلاتا درختوں سے ٹکریں مارتا ختم ہو گیا۔ عنبر کا گھوڑا بھوت سے ڈر کر جنگل میں نجانے کہاں بھاگ چکا تھا۔ عنبر نے موتی نکال کر منہ میں رکھا اور ہوا میں اڑتا ہوا نگر کوٹ کی طرف جانے لگا۔ رات کے ستارے مدھم پڑ رہے تھے اور عنبر آج کے کسی جیٹ طیارے کی طرح پرواز کرتا چلا جا رہا تھا۔

O

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر کو پتھر کا بنا دو

نگر کوٹ کا مرگھٹ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔

گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ درختوں پر بیٹھے منحوس گدھ اپنی گردنیں پروں میں چھپائے بیٹھے تھے۔ اچانک کسی الو کی ہو ہو خاموشی کو چیرتی چلی گئی۔ زمین پھٹی اور اس میں سے چڑیلوں کی ملکہ نکل آئی۔ اس نے اپنے دیدے گھما کر مرگھٹ میں دیکھا اور چلتی ہوئی مرگھٹ کے پچھلی طرف کی ندی کے کنارے آ گئی۔

چاند کی روشنی میں پانی یوں چمک رہا تھا گویا سونا بہہ رہا ہو۔ اچانک دور سے کوئی سفید سی شے پانی کی لہروں پر ڈولتی ہوئی آتی دکھائی دی۔ چڑیلوں کی ملکہ ہوشیار ہو گئی۔ وہ سفید شے ایک کفن پوش لاش تھی جونہی لاش بہتی ہوئی نزدیک آئی چڑیل ملکہ کا ہاتھ لمبا ہونے لگا اس نے اپنے ہاتھ سے لاش کو دبوچا اور پانی سے نکال لیا۔

لاش ایک بچے کی تھی۔ مردے کا سفید چہرہ چاند کی زرد

روشنی میں بڑا بھیانک لگ رہا تھا۔ چڑیل ملکہ نے فضا میں ہاتھ لہرایا تو اس کے ہاتھ میں خنجر آ گیا۔ چڑیلوں کی ملکہ نے "شیطان زندہ باد" کا نعرہ لگا کر خنجر مردے کے جسم میں گھونپ دیا اور دل نکال لیا۔

اب اس نے بڑی صفائی سے مردے کی کھوپڑی توڑ کر مغز نکال لیا اور لاش وہیں چھوڑ کر واپس آنے لگی۔ درختوں پر بیٹھے منحوس گدھوں نے خون کی بو سونگھ لی تھی وہ چیخیں مارتے، اپنے لمبے پر پھڑپھڑا کر ہوا میں اڑنے لگے اور لاش پر چکر کھانے لگے۔ چڑیلوں کی ملکہ چلتی ہوئی اپنی جگہ پہنچ کر زمین میں دھنس کر اپنے ٹھکانے پر آ گئی۔ یہاں باقی سب عفریتیں موجود تھیں۔

چڑیلوں کی ملکہ شیطان کے کالے مجسمے کے سامنے رک گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر خرخراتی آواز میں کہا:

"اے بدی کے شیطان — آ اپنی پجارن کی مدد کے لیے آ۔"

چڑیل ملکہ نے یہ الفاظ کئی مرتبہ دہرائے۔ یکایک شیطان کا مجسمہ زندہ ہونے لگا۔ اس کی آنکھیں گھومیں اور دم حرکت میں آ گئی اس کے ساتھ ہی ایک دھماکہ ہوا اور ایک کونے سے اچھل کر شیطان سامنے آ گیا۔ مجسمہ دوبارہ ساکت ہو گیا تھا۔ شیطان نے اچھلتے ہوئے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"جلدی بتا۔ میری پجارن تجھے کیا چاہیے۔"
چڑیل ملکہ نے سجدہ کر کے کہا:
"اے شیطان — میں نے تیرے حکم کے مطابق ندی سے تیس لاشیں نکال کر ان کے دل اور مغز جمع کر لیے ہیں۔ اب مجھے بتا کہ میں کیا کروں۔"
شیطان دم ہلاتے ہوئے کہنے لگا:
"شاباش — اب تو اپنے دشمنوں کو فنا کر کے رکھ دے گی۔ سن — تجھے علم ہے کہ عنبر مر نہیں سکتا لیکن اسے بے بس کیا جا سکتا ہے۔ اے چڑیل ملکہ — تو ان تیس دلوں اور مغزوں کو ایک بچے کی نیلی آنکھوں کے ساتھ کھا جا۔ اس کے بعد تیرے اندر یہ طاقت پیدا ہو جائے گی کہ تو عنبر کو ہمیشہ کے لیے پتھر کا بت بنا سکے۔
شیطان اپنی خرخراتی آواز میں کہہ رہا تھا:
"سن چڑیل ملکہ — تیرے جادو کی طاقت تبھی عنبر پر اثر کرے گی جب وہ اس مرگھٹ کے نیچے آباد ڈھانچوں کی دنیا میں آ جائے گا پھر جونہی وہ یہاں پہنچے تم اپنا بایاں ہاتھ اس کی طرف اٹھا دینا۔ تمہارے ہاتھ کی ہر انگلی سے سرخ رنگ کی پانچ شعاعیں نکل کر عنبر پر پڑیں گی اور وہ ہمیشہ کے لیے پتھر کا بن جائے گا۔

چڑیلوں کی ملکہ یہ سن کر اپنی غرغراہٹ کی سی آواز میں کہنے لگی:
"مگر اے شیطان — میں نیلی آنکھوں والا بچہ کہاں سے حاصل کر کے اس کی آنکھیں کھرچ کر نکالوں؟"
شیطان نے مگرمچھ جادوگر کی طرف دیکھ کر کہا:
"تو اپنا طلسمی شیشہ نکال کر چڑیل ملکہ کو بتا — میں اب جا رہا ہوں۔"
شیطان نے بندر کی طرح قلابازی کھائی اور غائب ہو گیا مگرمچھ جادوگر نے طلسمی آئینہ نکالا اور بولا:
"اکڑ بکڑ بمبے بو — اسی نوے پورے سو۔ اے طلسمی شیشے بتا۔ نیلی آنکھوں والا بچہ کہاں پر ملے گا۔"
طلسمی شیشے پر فوراً الفاظ ابھرنے لگے:
"اے جادوگر — نگرکوٹ شہر کے باہر خانہ بدوشوں کی بستی ہے وہاں خانہ بدوش سردار کے لڑکے کی آنکھیں نیلی ہیں۔ اس خانہ بدوش کا خیمہ سرخ رنگ کا ہے۔ یہی اس تک پہنچنے کی نشانی ہے۔"
چڑیل ملکہ نے بھی یہ عبارت پڑھ لی تھی۔ اس نے چنگھاڑ ماری اور زمین سے دو فٹ اچھل کر چیخی:
"اے آفت بجلتی — تو غیبی عورت ماریا کو ساتھ لے جا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا اس بچے کی آنکھیں نکال کر لائے گی۔ جا آفت بھتنی تجھے قسم ہے شیطانی طاقتوں کی ـــ میں نے اپنے سب سے بڑے دشمن عنبر کو قابو کرنے کا راز پا لیا ہے۔ اب وہ میرے وار سے نہیں بچ سکے گا۔ میں اسے پتھر کا بنا دوں گی۔"

آفت بھتنی ماریا کے بالوں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بھیانک دانت نکال کر کھی کھی کر کے ہنسی اس کی ہنسی کی آواز بڑی مکروہ تھی اس نے کہا:

"اے چڑیل ملکہ ـــ جو حکم۔ میں ابھی ماریا کے ساتھ جاتی ہوں اور خانہ بدوش لڑکے کی آنکھیں نکال لاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر آفت بھتنی سات بار چڑیل ملکہ کے سامنے جھکی۔ پھر اس نے اپنے پنجے ماریا کے سر میں کھبوتے ہوئے کہا:

"اے ماریا۔ اٹھ اور میرے حکم کے مطابق چل۔"

ماریا کا دماغ آفت بھتنی کے قبضے میں تھا وہ کسی مشین کی طرح یوں اٹھ کھڑی ہوئی جیسے اس کا سوئچ آن کر دیا گیا ہو۔ زمین سے نکل کر وہ مرگھٹ میں آگئی۔ باہر آتے ہی ماریا نے چھلانگیں مار کر اڑنا شروع کر دیا۔ وہ کسی گیند کی طرح اچھل کر آدھا دائرہ بناتی ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد پھر زمین پر آ جاتی اور پھر دوبارہ چھلانگ لگا دیتی۔

اب ماریا غیبی عورت تھی۔

ایک ایک فرلانگ کی چھلانگیں لگاتی ماریا نگر کوٹ کے باہر خانہ بدوشوں کی بستی میں آ گئی۔ یہاں دور تک خیموں کی ایک قطار چلی گئی تھی۔ رات کا اندھیرا ان خیموں میں اترا ہوا تھا جسے چاند کی روشنی اور چربی کی مشعلیں دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ان خیموں کے درمیان میں ایک بڑا سرخ خیمہ نصب تھا۔

رات بڑی سرد اور ویران تھی۔ یخ بستہ ہوا چل رہی تھی۔ گیارہ بجے کا وقت تھا۔ خیموں کے سامنے سے گزرتے ہوئے ماریا نے دیکھا کہ ایک خیمے میں بستی کے بڑے بوڑھے بیٹھے ہیں اور گرما گرم قہوہ پیتے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ ماریا تو نہیں نظر آ نہیں سکتی تھی۔ وہ سرخ خیمے کے باہر آ گئی۔

خیمے میں موٹے کپڑے کا دروازہ لٹک رہا تھا جس کے ساتھ مڑ کو نکلے ہوئے بانس پر شیشے کے خول میں بند مشعل لٹک رہی تھی۔ ماریا کپڑے کا پردہ اٹھا کر خیمے میں آ گئی۔ ماریا نے دیکھا خیمے میں زمین پر مختلف جانوروں کی کھالیں بچھی ہوئی ہیں۔ خیمے میں خانہ بدوش لڑکا اپنی ماں کے ساتھ موجود تھا۔

دونوں جاگ رہے تھے اور ریچھ کی کھالوں کو جوڑ کر بنائے لحاف میں دبکے ہوئے تھے۔ خیمے کے اندر ایک برتن میں آگ [illegible] جل رہا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لڑکے کی ماں کہہ رہی تھی:
'بیٹا ـــ اب تم سو جاؤ۔ آج تمہارے بابا دیر سے آئیں گے۔
بستی کے بڑوں کا اجلاس ہے نا'
لڑکے نے مچل کر کہا:
'نہیں اماں ـ مجھے نیند نہیں آ رہی ؟'
ماریا نے قریب جا کر دیکھا۔ لڑکے کی آنکھیں نیلی تھیں۔
سمندر کے پانی کی طرح نیلی ـ معصوم چہرے والے لڑکے کی
عمر دس سال سے زیادہ نہیں لگتی تھی۔ ماریا تو کسی معصوم کو نقصان
نہیں پہنچا سکتی تھی مگر اس وقت وہ جادو کے اثر میں تھی۔ اس
کی آنکھوں میں بڑی خوف ناک سرخی ابھر آئی اور ہونٹ یوں
پھڑکنے لگے جیسے وہ خون کی پیاسی ہو۔

آنت بھتنی کے پنجوں کی چبھن اس کے سر میں شدید ہونے
لگی۔ ماریا نے دونوں بازو ہوا میں بلند کر کے ایک دہشت ناک
چیخ ماری۔ اس کے حلق سے یوں آوازیں نکلنے لگیں جیسے کوئی
درندہ اپنے شکار کو سامنے دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ خانہ
بدوش سردار کی بیوی اور بچہ بڑی طرح خوف زدہ ہو چکے تھے
ماریا نے جھپٹ کر لڑکے کو گردن سے پکڑ لیا۔ کھٹاک کی
آواز کے ساتھ ایک دل دوز چیخ ابھری۔ ماریا نے لڑکے کی
گردن کی ہڈی توڑ کر اس کو دھڑ سے علیحدہ کر دیا تھا

ماریا کے اٹھا لینے سے لڑکا، عورت کی نظروں سے غائب ہو
گیا تھا۔ مگر اگلے ہی لمحے لڑکے کا بے سر کا دھڑ عورت
کے سامنے آ گرا۔

عورت چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی۔ ماریا کٹے ہوئے سر
کو بالوں سے پکڑے خیمے سے نکل آئی۔ عورت کی چیخ سن
کر خانہ بدوش ادھر بھاگے آ رہے تھے۔ لڑکے کے کٹے سر
سے خون کے دھارے گر رہے تھے۔ خانہ بدوشوں نے جب
ہوا میں سے خون گرتے دیکھا تو بے حد گھبرا گئے۔

ماریا چھلانگیں مار کر اڑتی بستی سے نکل آئی اور کچھ دیر
بعد وہ نگر کوٹ کے مرگھٹ میں تھی۔ چڑیلوں کی ملکہ نے
جب لڑکے کا کٹا سر دیکھا تو خوشی سے نہال ہو گئی۔ اس
نے اپنے لمبے ناخنوں سے لڑکے کی نیلی آنکھیں کھرچ کر نکالنا
شروع کر دیں۔ آنکھیں نکال کر چڑیل ملکہ نے اپنی خبیث
آواز میں قہقہہ لگایا۔

خون آلود آنکھیں اس کی ہتھیلی پر پڑی ہوئی تھیں۔
چڑیل ملکہ نے ایک کونے میں پڑا کالا تھیلا اٹھا کر اس
میں سے تیس دل اور تیس مغز نکال لیے۔ یہ ان لاشوں کے
تھے جنہیں چڑیلوں کی ملکہ تیس دن تک ندی سے نکال کر چیرتی
پھاڑتی رہی تھی۔ چڑیل ملکہ کی باچھوں سے غلیظ پانی کے قطرے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ٹپک رہے تھے وہ اس وقت بڑی مکروہ نظر آ رہی تھی۔
اس نے ایک ایک کر کے تمام دل اور مغز ہڑپ کر لیے
پھر نیلی آنکھیں بھی کچر کچر کر کے کھا گئی۔

چڑیلوں کی ملکہ کی دونوں آنکھیں زور زور سے پھڑکنے لگیں
یہ اس کی بہت بڑی فتح تھی۔ اس نے ایسی طاقت حاصل کر
لی تھی جو عنبر کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ چڑیل ملکہ، مگرمچھ جادوگر کی
طرف مڑی اور کہا:

"ذرا اپنا طلسمی شیشہ نکال کر معلوم کر کہ میرا دشمن عنبر کہاں ہے؟"

مگرمچھ جادوگر نے اپنی دم زمین پر مارتے ہوئے کہا:

"وہ میرا بھی سب سے بڑا دشمن ہے۔ جب وہ پتھر کا
بنے گا میرے دل کو سکون آ جائے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے طلسمی شیشہ نکال کر سامنے رکھا اور چیخا:

"بتا اے طلسمی شیشے ___ عنبر کہاں ہے؟"

شیشے پر الفاظ نمودار ہوئے:

"عنبر۔ نگر کوٹ سے دور ایک جنگل میں بھوت سے لڑ
رہا ہے۔ فکر مت کرو وہ مرگھٹ کی طرف ہی آئے گا۔"

مگرمچھ جادوگر نے شیشہ اٹھا کر جیب میں رکھا اور کئی
فٹ اچھل کر چنگھاڑا:

"دشمن آ رہا ہے۔"

ساری عفریتیں شور مچانے لگیں۔ کفن پوش زندہ مردے کے
جبڑے کا سانپ شوکریں مارنے لگا۔ اور اس کی آنکھ کا شعلہ تیزی
سے بھڑکنے لگا۔ چڑیلوں کی ملکہ بڑی خوش ہوئی اس کا شکار آ رہا
تھا اس نے دانت پیستے ہوئے کہا:

"عنبر نے مجھے ایک شکست دی تھی۔ آج میں اس سے عبرتناک
انتقام لوں گی۔ وہ مجھ سے بچ نہ سکے گا۔"

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیا بُجھ گیا

جیٹ طیارے کی طرح عنبر اڑتا آ رہا تھا۔

اس کے بال ہوا میں لہرا رہے تھے اور کپڑے ہوا بھر جانے سے پھول گئے تھے۔ عنبر نے نیچے دیکھا جنگل پیچھے رہ گیا تھا۔ اب وہ ایک پل کھائی ندی پر سے گزر رہا تھا۔ ندی بھی کچھ دیر بعد نظروں سے اوجھل ہو گئی اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور چٹانوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد عنبر نگر کوٹ کی فضا میں تھا۔

عنبر نے اپنی رفتار کم کر دی اور ہولے ہولے زمین پر اترنا شروع کر دیا۔ وہ ایک ویران اور خاموش سڑک پر آ کر اتر گیا۔ نگر کوٹ کے لوگ اپنے اپنے مکانوں کے دروازے بند کیے سو رہے تھے۔ ٹھنڈی یخ اندھیری رات میں عنبر مرگھٹ کی طرف چل دیا۔ مرگھٹ زیادہ دور نہ تھا۔ پرانی ٹوٹی پھوٹی چار دیواری سے گزر کر عنبر مرگھٹ میں آ گیا۔

مرگھٹ میں آتے ہی عنبر کو ماریا کی ہلکی ہلکی خوشبو آنے لگی۔

وہ بے چین ہو گیا۔ مرگھٹ پر زرد چاند نے اپنی پھیکی پھیکی پر اسرار روشنی کی چادر پھیلا رکھی تھی۔ دل پر ایک دہشت طاری ہوتی تھی۔ عنبر اس طرف بڑھا جدھر سے اسے ماریا کی خوشبو آ رہی تھی مگر یکایک ماریا کی خوشبو آنا بند ہو گئی۔

عنبر پریشان ہو گیا۔

اس کے دل میں خیال آیا کہ کہیں ماریا کو کچھ ہو تو نہیں گیا ــــ عنبر مرگھٹ میں خشک پتوں پر چلنے لگا۔ وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہا تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں چڑیلوں کی ملکہ بے خبری میں وار نہ کر دے۔ مرگھٹ میں تیز ہوا چل رہی تھی اور شائیں شائیں کرتی درختوں میں سے یوں گزر رہی تھی جیسے رو رہی ہو۔ ٹنڈ منڈ اور کٹے پھٹے درختوں پر بدصورت گدھ بیٹھے تھے جو وقفے وقفے سے یوں چیخ مارتے جیسے کہہ رہے ہوں یہاں کچھ ہونے والا ہے بہت کچھ ہونے والا ہے۔

عنبر اپنی طویل زندگی میں بڑے بڑے خاموش اور ہولناک ویرانوں اور قبرستانوں سے گزرا تھا مگر اس مرگھٹ میں تو دل پر ہیبت طاری کرنے والی عجب پراسرار سی خاموشی حکمران تھی عنبر نے بلند آواز میں کہا:

"ماریا بہن ــــ ناگ بھائی ــــ تم کہاں ہو؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سناٹے میں اس کی آواز کی بازگشت، دیر تک گونجتی رہی مگر کوئی جواب نہ آیا۔ ایک بار تو عنبر کا دل بھی دھڑک اٹھا۔ عنبر کو یقین ہوگیا تھا کہ ماریا اور ناگ اس مرگھٹ میں موجود ہیں اور کسی مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں ورنہ وہ ضرور سامنے آتے۔ عنبر مرگھٹ میں ادھر اُدھر بھٹک رہا تھا۔ اچانک اس کے قدم جیسے زمین نے بازرد لیے۔ اس نے ابھی ابھی ایک زوردار آواز سنی تھی آواز ایسے تھی جیسے کسی نے زور سے لمبا سانس کھینچا ہو۔

عنبر نے ادھر دیکھا۔ ایک درخت کے نیچے سایہ سا حرکت کر رہا تھا۔ وہ پہلے تو چھوٹا تھا پھر بڑا ہوگیا۔ اب وہ صاف نظر آرہا تھا۔ سایے نے ایک چڑیل کی شکل اختیار کرلی تھی جس کی لال لہو ایسی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ چڑیل کچھ دیر اپنی جگہ کھڑی ڈولتی رہی پھر لڑکھڑاتی ہوئی ایک طرف جانے لگی۔

عنبر اس کے پیچھے چل پڑا۔ چلتے چلتے چڑیل نے اچانک ہاتھ مار کر درخت پر بیٹھے ایک گدھ کو دبوچ لیا اور اس کی گردن پر دانتوں سے کاٹ لیا۔ گدھ بلبلاتا ہوا چیخنے لگا۔ چڑیل اب اس کی گردن میں دانت گاڑے دھڑا دھڑ گدھ کا خون پیتی جارہی تھی۔ اچھی طرح پی لینے کے بعد چڑیل نے تڑپتے گدھ کو پرے پھینک دیا اور آگے چل دی۔

چڑیل درختوں کے ایک جھنڈ میں جاکر رک گئی۔

یہاں زمین میں ایک چوکور کافی بڑا سوراخ تھا۔ یہ سوراخ ایسا تھا جیسے کبھی یہاں قبر تھی جو بعد میں بارشوں کے پانی سے بیٹھ گئی۔ چڑیل اس سوراخ میں داخل ہوکر عنبر کی آنکھوں سے اوجھل ہوگئی۔ عنبر بھی سوراخ میں آگیا۔ یہاں گھپ اندھیرا تھا۔ عنبر نے پوری آنکھیں کھول کر دیکھا تو چڑیل کچھ دور جاتی نظر آئی۔

یہ قبر نما سوراخ نیچے کو جا رہا تھا۔ اور ایک سرنگ کی شکل میں تھا جس کی دیواروں سے مٹی گر رہی تھی۔ یکایک آگے جاتی چڑیل غائب ہوگئی۔ عنبر نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا مگر کچھ نہ تھا۔ عنبر نے فیصلہ کیا کہ واپس مرگھٹ میں اوپر جانا چاہیے۔ اس سے پہلے کہ عنبر اپنے اس فیصلے پر عمل کرتا ہوا کی لہروں پر سفر کرتی ماریا کی ہلکی خوشبو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی۔

عنبر بے قرار ہوکر آگے بڑھنے لگا۔ اسے کیا علم تھا کہ وہ چڑیلوں کی ملکہ کے جال میں پھنسنے جا رہا ہے۔ اس سرنگ نے عنبر کو ڈھانچوں کی دنیا میں پہنچا دینا تھا جہاں چڑیل ملکہ موجود تھی۔ آگے جاکر سرنگ کھلی ہوگئی تھی۔ یہاں دیواروں کے ساتھ ہڈیوں کے ڈھانچے لٹک رہے تھے۔ عنبر نے غور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے انہیں دیکھا بڑے عجیب ڈھانچے تھے جیسے بڑی تکلیف
میں مبتلا ہوں۔ ہر ڈھانچے نے اپنی کھوپڑی خود اپنے ہاتھ
کی ہڈیوں میں تھام رکھی تھی۔

عنبر ان ڈھانچوں کے پاس سے گزرتا ہوا ایک میدان
میں آ گیا۔ یہاں عجیب منظر تھا۔ بے شمار ڈھانچے ادھر اُدھر
چل پھر رہے تھے۔ کئی ڈھانچوں کی ہڈیوں سے گوشت کے
خون آلود لوتھڑے چمٹے ہوئے تھے۔ ان کے چلنے اور ہڈیوں
کے آپس میں ٹکرانے سے کڑکڑاہٹ کی بڑی ہیبت ناک،
خون ٹھنڈا کر دینے والی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں۔ کئی ڈھانچے
چیخیں مارتے اپنی ہڈیوں کو پیٹتے ہوئے عنبر سے لپٹ گئے۔
عنبر نے فوراً زلالہ دیوی کا تین بار نام لے کر پھونک مار
کر کہا:

"اے ڈھانچو! غائب ہو جاؤ۔"

ایک دھماکے کے ساتھ ڈھانچے غائب تھے۔ اسی وقت
مکروہ ہنسی کی آواز عنبر کے کانوں میں پڑی۔ عنبر نے مڑ کر
دیکھا چڑیلوں کی ملکہ اپنی منحوس اور بھیانک شکل لیے اس
کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے اپنی غرغراہٹ سی آواز
میں کہا:

"میرے دشمن عنبر۔ اب وقت آ گیا ہے کہ میں تجھ

سے بدلہ لوں۔"

عنبر نے زلالہ دیوی کا نام لے کر پھونک ماری اور کہا:
"اے بدبخت چڑیل ملکہ۔ غائب ہو جاؤ۔"

لیکن یہ کیا ___ چڑیلوں کی ملکہ اپنی جگہ موجود تھی۔ عنبر
پریشان ہو گیا کہ کیا زلالہ دیوی کی طرف سے ملنے والی طاقتیں
ختم ہو گئی ہیں۔

چڑیل ملکہ نے قہقہہ لگا کر اپنا بایاں ہاتھ سیدھا کیا
اور اچھل کر چنگھاڑی:

"میں تمہیں ہمیشہ کے لیے پتھر کا مجسمہ بنا دوں گی۔ اب
تمہیں مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔"

چڑیل ملکہ کی پانچوں انگلیوں سے سرخ رنگ کی تڑپتی شعاعیں
نکل کر عنبر کی طرف لپکیں۔ عنبر جلدی سے چھلانگ لگا کر
ایک طرف ہو گیا۔ سرخ شعاعیں اس کے پاس کھڑے ڈھانچوں
پر پڑیں اور آن واحد میں وہ سب پتھر کے بن چکے تھے۔

چڑیلوں کی ملکہ نے دوبارہ شعاعیں عنبر کی طرف پھینکیں
اس بار عنبر بال بال بچا۔ وہ گھبرا گیا۔ یہ شعاعیں اسے پتھر
کا بت بنا سکتی تھیں۔ عنبر نے زلالہ دیوی کا دیا موتی نکال
کر منہ میں رکھا اور اڑنے لگا مگر پتھر بنا دینے والی شعاعیں
اس کے تعاقب میں تھیں۔ اس کے دائیں بائیں تڑپ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہی تھیں ۔۔

عنبر ہوا میں غوطے کھا کر ان سے بچ رہا تھا مگر جلد ہی عنبر کو احساس ہو گیا کہ وہ زیادہ دیر ان طلسمی شعاعوں سے نہ بچ سکے گا ۔ چڑیلوں کی ملکہ کے خون خوار قہقہے ڈھولوں کی نادی میں گونج رہے تھے ۔ عنبر نے سوچا کاش وہ پتھر کا بت بننے سے پہلے اپنے بھائی ناگ اور بہن ماریا کو آخری بار دیکھ سکتا ۔

اسی وقت تڑپتی ہوئی پانچ شعاعیں عنبر کی طرف لپکیں ۔

○

ادھر کفن پوش مُردہ ، آفت بھتنی اور دوسری شیطان طاقتیں کمرے میں جمع تھیں کہ یکایک زمین شق ہوئی اور نو پھنکارتے ہوئے سنہری سانپ نمودار ہوئے ۔ یہ وہی سانپ تھے جنہیں مہا مقدس ناگ دیوتا نے روانہ کیا تھا ۔ کفن پوش مردے نے چیخ ماری تو اس کے منہ سے شعلے نکل کر سانپوں پر پڑے مگر سنہرے سانپوں پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ انہوں نے پھن پھیلا کر اپنے منہ کھول دیئے ۔

سنہرے سانپوں کے کھلے منہ سے چھوٹے چھوٹے بے شمار سنہرے سانپ نکلنے لگے ۔ وہ سب کفن پوش زندہ مردے

سے چمٹ گئے ۔ کفن پوش زندہ مردے کے پھٹے ہوئے رخسار سے نکلا ہوا سانپ پھنکارتا ہوا ان چھوٹے سانپوں پر حملہ آور ہو رہا تھا مگر سنہرے سانپ اس سے بھی لپٹ گئے تھے ۔

کفن پوش زندہ مردے کی ہولناک چیخوں سے کمرہ گونج رہا تھا ۔ چھوٹے سنہرے سانپ اس کو بار بار ڈس رہے تھے جب کہ نو سنہرے سانپوں نے کمرے میں موجود چڑیلوں اور عفریتوں کو ڈسنا شروع کر دیا ۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا ۔ چڑیلیں بھاگنے شروع ہو گئیں ۔ ان کے تمام جادو مہا مقدس ناگ دیوتا کی طاقت کے آگے بے کار ہو گئے تھے ۔

کفن پوش زندہ مردہ اب گردن تک سنہرے سانپوں کے دلدل میں پھنس چکا تھا ۔ اس کا جادو کا سانپ مردہ چوہے کی دم کی طرح رخسار سے لٹک رہا تھا ۔ اچانک نو میں سے ایک سنہرے سانپ نے اپنی جگہ سے اڑان ماری اور مردے کے سر پر بیٹھ کر زور سے ڈسا ۔

چیخ سے کمرہ لرز اُٹھا تھا ۔ سانپ نے دوبارہ کفن پوش مردے کی اس آنکھ میں پھن مارا جہاں دیا پڑا تھا اور شعلہ جل رہا تھا ۔ سانپ کی پھنکار سے دیا بجھ گیا ۔ کفن پوش مردے نے آخری چیخ ماری اور گر کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ۔ ماریا کمرے کے ایک کونے میں کھڑی تھی ۔ اس کے جسم

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے ناگ کی بُو آ رہی تھی۔ اس لیے سنہرے سانپوں نے اسے نہیں ڈسا تھا۔ کفن پوش زندہ مردے کے مرتے ہی ناگ جو پتھر بنا صندوقچی میں پڑا تھا ایک دم زندہ ہو گیا۔ اس نے زور دار پھنکار مار کر صندوقچی کا ڈھکن جلا دیا اور زمین سے اوپر آ گیا۔

اس وقت سنہرے سانپ ہڈیوں کے اس ڈھانچے کو اپنی پھنکاروں سے جلا رہے تھے جسے چڑیلوں کی ملکہ نے زندہ کر کے اس جگہ کھڑا کر دیا تھا جہاں پتھر بنے ناگ کو صندوقچی میں بند کر کے دفن کیا تھا ۔۔۔ باہر آتے ہی ناگ گہری سانس لے کر انسان بن گیا اسے سب یاد آ گیا تھا کہ کس طرح ویرانے میں کفن پوش زندہ مردے نے کلادتی دیوی کو شکست دے کر اسے اپنے جادو سے بے بس کر دیا تھا۔

آفت بھتنی نے ناگ کو دیکھتے ہی ماریا کے سر میں پیچ کھوئے۔ ماریا ناگ کی طرف بڑھی اس کے ہاتھ میں آفت بھتنی کے جادو سے تلوار آ گئی تھی۔ ناگ نے ماریا کو دیکھ لیا تھا۔ وہ اس وقت ظاہر حالت میں تھی۔ یہ ناگ کی پانچ سالہ زندگی میں پہلا موقع تھا کہ وہ ماریا کو زندہ ظاہر حالت میں دیکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے اس نے جب بھی ماریا دیکھا کسی جادو کے اثر سے پتھر بنا دیکھا تھا۔

ناگ خوشی سے چلایا:

"ماریا بہن ۔۔۔ تمہیں غیبی حالت سے نجات مل گئی۔ تم مجھے نظر آ رہی ہو۔"

ناگ ماریا کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ماریا نے تلوار گھما کر وار کر دیا۔ ناگ بال برابر بچا۔ اس نے کہا:

"ماریا ہوش میں آؤ۔ میں ناگ ہوں۔ تمہارا بھائی ناگ۔"

لیکن ماریا، ناگ کو کس طرح پہچان سکتی تھی وہ تو آفت بھتنی کے جادو کے اثر میں تھی اور خون خوار آنکھوں سے ناگ کو دیکھتی غراتی ہوئی اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

ناگ برابر کہہ رہا تھا:

"ماریا بہن ۔۔۔ مجھے پہچانو۔ تم کسی جادو کے اثر میں ہو ہوش میں آؤ۔"

گرجتی، غراتی ماریا نے تلوار پھر لہرائی۔ ناگ جلدی سے غوطہ کھا کر ایک طرف ہٹ گیا۔ نو سنہرے سانپوں نے جب یہ دیکھا کہ ماریا ان کے ناگ کو مار ڈالنا چاہتی ہے تو وہ پھنکارتے ہوئے اس کی طرف لپکے۔ ناگ نے چیخ مار کر کہا:

"اے مقدس سانپو۔ خبردار! اسے مت ڈسنا۔ یہ میری بہن ہے اور جادو کے اثر میں ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سنہرے سانپ وہیں رُک گئے۔ ماریا کی آنکھوں میں
خون کی سرخی آ چکی تھی۔ وہ غصّے میں بھڑک بھڑک کر ناگ
پر حملے کر رہی تھی۔ پھر یکایک کمرہ لرزنے لگا۔ زمین سے
مہا مقدس ناگ دیوتا برآمد ہو رہا تھا۔ اس کے نوکے نو پھن
تنے ہوئے تھے اور درمیان والے منہ میں ایک پتلا دبا ہوا
تھا جو تڑپ تڑپ کر آزاد ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

O

تڑپتی سرخ شعاعیں عنبر کے نزدیک آگئیں۔
عنبر نے دل میں زالہ دیوی کو یاد کیا۔ اسی وقت اچانک
ایک سفید سایہ نمودار ہوا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر پانچوں
شعاعوں کو یوں پکڑ لیا جیسے وہ آہنی سلاخیں ہوں۔ عنبر نے
دیکھا وہ بلطیس دیوی تھی۔ ہمارا یہ ناول پڑھنے والے بلطیس
دیوی سے واقف ہوں گے شروع کے سفر [illegible] اس نے کئی
بار عنبر کی مدد کی تھی اور آج پھر اس کو چڑیلوں کی ملکہ
سے بچانے آگئی تھی۔
بلطیس دیوی نے بڑے آرام سے ان سرخ شعاعوں کو
چڑیل ملکہ کی طرف موڑ دیا۔ اس سے پہلے کہ چڑیل ملکہ اپنی
جگہ سے حرکت بھی کر سکے۔ شعاعیں اس کے جسم سے ٹکرا چکی

تھیں۔ چڑیلوں کی ملکہ کے حلق سے ایک فلک شگاف چیخ نکلی۔
اس کا سیاہ جسم مزید سیاہ پڑ گیا۔
عنبر نے دیکھا کہ زمین سے ایک مرغولہ سا اٹھا اور اس
نے چڑیلوں کی ملکہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ پہلے اس کے
پاؤں، پھر ٹانگیں دھڑ اور کھوپڑی۔ سب پتھر کا بن گیا چڑیل
ملکہ اپنے بچھائے جال میں خود پھنس چکی تھی۔ وہ پتھر کا مجسمہ
بن چکی تھی سیاہ اور بھیانک مجسمہ۔
بلطیس دیوی نے مسکرا کر عنبر سے کہا:
"اب یہ ہمیشہ کے لیے پتھر کی بن چکی ہے۔ دیوتاؤں کا
شکر ہے میں وقت پر پہنچ گئی۔"
عنبر ہولے ہولے زمین پر اترتا ہوا بولا:
"دیوی بلطیس تیرا شکریہ — مگر زالہ کی روح میری مدد
کے لیے کیوں نہیں آئی؟"
دیوی بلطیس نے کہا:
"زالہ کی روح — اس وقت اس دنیا میں نہیں ہے وہ
یہاں سے کروڑوں میل دور ایک ستارے میں گئی ہوئی ہے
جہاں سے اگر وہ کوشش بھی کرے تو کئی دن سے پہلے واپس
نہیں آ سکتی۔"
عنبر نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"مگر زلالہ دیوی کو اتنی دور ستارے میں جانے کی کیا ضرورت آ پڑی؟"

دیوی بلطیس نے کہا:

"عنبر تم روحوں کے بارے میں سب کچھ نہیں جان سکتے۔ تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم خاموش رہو۔"

عنبر زمین پر اتر آیا تھا۔ اس نے موتی منہ سے نکال کر جیب میں رکھ لیا اور کہا:

"دیوی زلالہ نے مجھے یہ طاقت بھی دی تھی کہ میں جس چیز کو چاہوں غائب کر دوں مگر اس طاقت کا چڑیل ملکہ پر کوئی اثر نہ ہوا تھا؟"

بلطیس دیوی کہنے لگی:

"اس کی وجہ یہ ہے کہ چڑیلوں کی ملکہ شیطانی طاقتوں کی مالک تھی بہرحال اب وہ فنا ہو چکی ہے۔ اچھا عنبر میں چلتی ہوں۔ تمہارے لیے مجھے دوسرے آسمان سے نیچے آنا پڑا ہے اچھا الوداع۔"

عنبر نے چلا کر کہا:

"دیوی بلطیس مجھے یہ تو بتاتی جاؤ کہ میرا بھائی ناگ اور ماریا کہاں ہیں؟"

غائب ہوتے سفید سائے سے مدھم آواز آئی:

"وہ تم سے آملیں گے۔ الوداع عنبر الوداع۔"

بلطیس دیوی جا چکی تھی۔ عنبر ڈھانچوں کی دنیا میں آگے بڑھنے لگا۔

O

مقدس مہا ناگ دیوتا کے منہ میں دبے پتلے کو دیکھتے ہی آفت بھتنی بلبلا اٹھی۔ یہ وہی طلسمی پتلا تھا۔ جس میں آفت بھتنی کی جان تھی۔ مقدس ناگ دیوتا کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ اس نے پتلے کو فضا میں اچھال دیا۔ پتلا بلند ہو کر نیچے گرنے لگا تو دیوتا کے ہر منہ سے شعلے نکل کر اس پر پڑے۔

طلسمی پتلا خشک لکڑی کی مانند جل اٹھا۔

آفت بھتنی ماریا کے سر سے تڑپ کر گری۔ اس کا جسم اصلی قد میں آگیا۔ اسے بھی آگ لگ چکی تھی، چیختی دھاڑتی آفت بھتنی ختم ہو گئی۔ اس کے مرتے ہی ماریا کا جسم پھر سے غائب ہو گیا۔ اب ناگ کو صرف اس کی خوشبو آ رہی تھی۔ ماریا کی یادداشت لوٹ آئی تھی۔

اس نے ناگ کو دیکھتے ہی کہا:

"ناگ بھائی — تم کیسے ہو۔ عنبر بھائی کہاں ہیں؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"عنبر بھی مل جائے گا۔ پہلے تم مقدس دیوتا کا شکریہ ادا کرو جنہوں نے تمہیں اس بھتنی سے نجات دلائی ورنہ کچھ دیر پہلے تو تم تلوار لیے میرا سر قلم کرنے کے لیے چلے کر رہی تھیں۔"

تلوار ابھی تک ماریا کے ہاتھ میں تھی۔ ماریا نے اسے پھینک دیا۔ تلوار ماریا کے ہاتھ سے نکلتے ہی ظاہر ہو گئی اور ٹن سے زمین پر آ گری۔

ماریا کی پریشان آواز آئی:

"نہیں نہیں۔ میں ایسا نہیں کر سکتی۔ کیا میں کوئی درندہ بن گئی تھی؟"

ناگ نے کہا:

"ماریا بہن۔ وہ تم نہیں تھیں۔ اس بھتنی کا جادو تھا جو اب ختم ہو چکا ہے۔"

ماریا نے مہا مقدس ناگ دیوتا کا شکریہ ادا کیا۔

ناگ دیوتا نے کہا:

"اے مصری ناگ۔ تم ایک پھر ہمیشہ کے لیے موت کے منہ میں جاتے جاتے بچ گئے ہو۔ اس کی صرف ایک وجہ ہے کہ تم اسلام قبول کر چکے ہو اور ہمیشہ مظلوموں کی مدد کرتے

ہو۔ مجھے امید ہے تم ہمیشہ سانپوں کا نام بلند رکھو گے۔"

یہ کہہ کر ناگ دیوتا نے اپنے منہ کھول دیئے۔ نو کے نو سنہرے سانپ اڑتے ہوئے اس کے منہ میں اتر گئے۔ باقی تمام چھوٹے چھوٹے سنہرے سانپ غائب ہو گئے۔ ناگ دیوتا نے پھنکار [illegible] اور دوسرے لمحے سے غائب تھا۔ ناگ اور ماریا [illegible] ہو گئے۔ ابھی وہ کچھ آگے ہی گئے تھے کہ انہیں عنبر آتا ہوا دکھائی دیا۔

ناگ [illegible] عنبر [illegible] لگ گیا۔ عنبر کو ماریا کی خوشبو آ رہی تھی۔ اس [illegible] کہا:

"ماریا بہن۔ تم ٹھیک ہو نا؟"

ماریا نے کہا:

"ہاں۔ میں تمہارے پاس ہی کھڑی ہوں۔ خدا کا شکر ہے ہم شیطانی طاقتوں کے چنگل سے نکل آئے۔"

عنبر نے کہا:

"یہ سب ہماری پرانی دشمن چڑیلوں کی مکر کا کیا دھرا تھا مگر اب وہ ہمیشہ کے لیے پتھر کا بت بن چکی ہے۔ دنیا اس کے شر سے محفوظ ہو چکی ہے۔ دیوی بلقیس نے عین وقت پر آ کر میری مدد کی تھی۔"

ناگ نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"بُرے کام کا کبھی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا۔ اس لیے ہمیشہ نیک کام کرنے چاہئیں اور خدا تعالیٰ اپنے اچھے بندوں کی کسی نہ کسی طرح مدد ضرور فرماتے ہیں۔"

تینوں بہن بھائی صدیوں کے پرانے دوست اور تاریخ کے مسافر عنبر، ناگ اور ماریا سوراخ کے راستے مرگھٹ میں آ گئے۔ آسمان پر صبح کی ہلکی ہلکی گلابی روشنی پھیل رہی تھی۔ وہ چلتے ہوئے اسی سرائے میں آ گئے جہاں سے چلے تھے۔ دن نکل آیا تھا۔ باہر دھوپ چمک رہی تھی۔ انہوں نے کھانا منگوا کر کھایا۔ اسی دن تینوں ایک قافلے میں شامل ہو کر دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ اگلے دن دوپہر کے وقت قافلے نے ایک چشمے کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ یہ علاقہ چھوٹے چھوٹے اونچے نیچے ٹیلوں سے بھرا ہوا تھا۔ جن پر سبز گھاس اُگی ہوئی تھی بعض ٹیلے ایسے بھی تھے جن پر درخت اُگے ہوئے تھے۔ قافلے کے لوگ چشمے میں نہا رہے تھے۔

ناگ اور عنبر نے بھی نہانے کا پروگرام بنایا اور چشمے کے کنارے آ گئے۔ پہلے ناگ نے چشمے میں ڈبکی لگائی اور مچھلی کی طرح پانی میں تیرنے لگا۔ کچھ دیر تیرتے رہنے کے بعد ناگ نے غوطہ لگایا اور پانی کی موٹی چادر نے اسے اپنے اندر چھپا لیا۔ ناگ غوطہ لگا کر ابھرا تو یہ دیکھ کر دنگ

رہ گیا کہ نہ تو چشمہ ہے اور نہ ہی قافلے کا کچھ پتہ ہے اس وقت ناگ ایک چھوٹی سی ندی میں موجود تھا۔

ناگ ندی سے باہر آ گیا اور ہکا بکا ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ندی کے کنارے کنارے درختوں کے جھنڈ چلے گئے تھے۔ یہاں کی فضا بھی ٹھنڈی تھی۔ جس وقت ناگ نے غوطہ لگایا تھا دوپہر ہو رہی تھی مگر اب صبح کا اجالا پھیل رہا تھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ وقت نے ایک بار پھر اسے اپنے ساتھیوں سے جدا کر دیا ہے اور وہ تاریخ میں چھلانگ لگا کر کئی سو سال پیچھے نکل کر کسی یورپی ملک میں پہنچ گیا ہے۔

ناگ کو دور سے ایک شخص گرم اوورکوٹ پہنے آتا دکھائی دیا۔ اس کے سر پر ہیٹ موجود تھا وہ پاس آیا تو ناگ نے بڑے اطمینان سے انگریزی میں کہا:

"گڈ مارننگ ۔۔۔ ذرا مجھے یہ بتا دیجئے یہ کون سا ملک ہے؟"

اس شخص نے ہیٹ اتار کر فرانسیسی زبان میں کہا:

"موسیو۔ میں انگلش نہیں جانتا۔ فرانسیسی میں بات کریں۔"

ناگ تو دنیا کی ہر زبان سمجھ سکتا تھا۔ اس نے فوراً سمجھ لیا کہ وہ فرانس میں آ گیا ہے اس نے پوچھا:

"موسیو۔ یہ کون سا شہر ہے؟"

"پیرس"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فرانسیسی بڑے غور سے ناگ کو دیکھ رہا تھا کیوں کہ اس نے ہندوستانی لباس پہن رکھا تھا۔ لمبا کرتہ اور پاجامہ ۔ ناگ نے یہ سوچ کر آہ بھری کہ نجانے اب کب عنبر اور ماریا سے ملاقات ہو۔ فرانسیسی شخص نے اس کی آہ سنی تو کہا:

"موسیو۔ خیریت تو ہے۔ تم بیمار ہو گیا؟ مجھے بتاؤ شاید میں تمہاری مدد کر سکوں ویسے تم ہو کون اور کہاں سے آئے ہو۔؟"

ناگ نے کہا:

"شکریہ موسیو۔ تم نہیں سمجھ سکتے کہ میں کہاں سے کیسے آ گیا ہوں۔"

فرانسیسی نے کہا:

"موسیو۔ کچھ پتہ تو چلے؟"

بڑا ہی باتونی فرانسیسی تھا۔ جان ہی نہیں چھوڑ رہا تھا۔

ناگ نے کہا:

"تو سنو۔ میں ہندوستان سے آیا ہوں اور صرف ایک رات میں نجانے کتنے سو سال کا سفر کیا ہے۔"

فرانسیسی نے ماتھے پر انگلی مار کر بڑے افسوس زدہ انداز میں سر ہلایا اور بڑبڑایا:

"تم کوئی پاگل لگتے ہو۔ گاڈ تم پر رحمت کرے۔"

یہ کہہ کر فرانسیسی چلتا بنا۔ ناگ شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ سڑک پر چلا جا رہا تھا کہ پیچھے سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ ناگ نے مڑ کر دیکھا۔ ایک بگھی ناگ کے نزدیک آ کر رک گئی۔ اس کا پردہ ہٹا اور ایک بوڑھے کاؤنٹ نے باہر جھانک کر ناگ سے کہا:

"اے موسیو۔ کدھر جانا ہے تمہیں۔ شہر جانا ہے تو آؤ میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔"

ناگ بگھی میں آ گیا۔ بگھی اندر سے بڑی شاندار تھی۔ سمور کا قالین بچھا ہوا تھا۔ کاؤنٹ کے بال برف کی طرح سفید تھے۔ بھویں تک سفید ہو چکی تھیں مگر اس کا چہرہ جوانوں کی طرح تھا۔ رخساروں سے خون چھلک رہا تھا۔ اس نے سیاہ گرم سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس نے اپنی چمک دار کالی آنکھیں ناگ کے چہرے پر جماتے ہوئے کہا:

"موسیو۔ تم مجھے مصر کے باشندے لگتے ہو۔ یہاں کیا ملازمت کی تلاش میں آئے ہو؟"

ناگ نے جھٹ کہا:

"جی ہاں۔ آپ کا خیال درست ہے میں کل ہی مصر سے یہاں آیا ہوں۔ کیا آپ مجھے کوئی نوکری دلا سکتے ہیں۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کاونٹ کی آنکھوں کی چمک اور بڑھ گئی۔ اس نے اپنے لبوں پر زبان پھیری اور کہا:

"موسیو۔ مجھے ایک ملازم کی ضرورت ہے اگر تم پسند کرو تو میرے ساتھ کام کرو۔"

ناگ نے ہاں کہہ دی۔ اسے یہ بوڑھا کاونٹ کچھ پراسرار سا لگا تھا۔ اس نے سوچا دیکھنا چاہیے کہ چکر کیا ہے۔ بگھی دوڑتی ہوئی شہر میں داخل ہو گئی۔ کاونٹ ایک شاندار قلعے میں رہتا تھا۔ قلعے کا پھاٹک بلند اور سیاہ لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ دربان نے بگھی دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا۔ بگھی [illegible] گئی۔

ناگ نے [illegible] کہ یہاں ہر رنگ سیاہ ہے۔ دیواریں سیاہ رنگ کی تھیں۔ پردے سیاہ، میزیں سیاہ۔ کاونٹ نے شاید یہ بات بھانپ لی وہ ہنستا ہوا بولا:

"موسیو۔ بات دراصل یہ ہے کہ میرے والد کو سیاہ رنگ بہت پسند ہے۔"

باتیں کرتے وہ ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ کاونٹ نے گھنٹی بجائی تو ایک بوڑھی ملازمہ اندر داخل ہوئی۔ کاونٹ نے اسے ناگ کے لیے چائے لانے کا کہا۔ بوڑھی ملازمہ نے بڑے عجیب انداز میں ناگ کی طرف دیکھا پھر واپس جاتے ہوئے اس نے مڑ کر ناگ کو دیکھا۔ کاونٹ کا منہ اس وقت دوسری طرف تھا۔ بڑھیا نے بے آواز انداز میں ہونٹ ہلا کر کہا:

"بھاگ جاؤ۔"

ناگ نے بڑھیا کے ہونٹوں کی حرکت سے مطلب سمجھ لیا وہ بھونچکا رہ گیا کہ بڑھیا اس کو بھاگ جانے کا کیوں کہہ رہی ہے۔

○

ادھر عنبر چشمے کے کنارے بیٹھا تھا۔ ناگ کو ڈبکی لگائے جب کافی دیر ہو گئی تو عنبر پریشان ہو گیا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہیں اس چشمے میں مگرمچھ تو نہیں ہے۔ لیکن اگر ایسا ہوتا تو دوسرے لوگ بھی تو نہا رہے تھے۔ عنبر نے فوراً چشمے میں ڈبکی لگا دی۔

ڈبکی لگاتے ہی عنبر کو یوں لگا جیسے کوئی شے اس کا پاؤں پکڑ کر نیچے کو گھسیٹ رہی ہے عنبر نے اس شے کو دیکھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس وقت عنبر پر بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم بڑی تیزی سے کہیں اڑا جا رہا ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا اپنے خیمے میں ناگ اور عنبر کی منتظر تھی کہ وہ ابھی
نہا کر آتے ہوں گے لیکن خاصی دیر ہو گئی تو ماریا خیمے سے
نکل کھڑی ہوئی وہ چشمے پر آئی مگر یہاں تو ناگ اور عنبر
کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ماریا کو تشویش نے آ گھیرا کہ
وہ کہاں چلے گئے۔ ماریا انہیں ادھر ادھر تلاش کرنے لگی۔

تھک ہار کر وہ واپس اپنے خیمے میں آ گئی مگر یہاں عجیب
نقشہ تھا۔ خیمے میں دو چور گھسے ہوئے تھے۔ یہ چور شروع ہی
سے عنبر اور ناگ پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ ان کا کام ہی یہی
تھا کہ قافلوں میں شامل لوگوں کا سامان موقع پا کر سمیٹ
لے جاتے تھے۔ انہوں نے جب عنبر اور ناگ کو خیمے سے
غائب پایا تو اندر گھس آئے۔ اس وقت دونوں سامان
الٹ پلٹ رہے تھے۔ ماریا پردہ اٹھا کر اندر آئی تو ایک
چور پردے کو خود بخود اٹھتا اور گرتا دیکھ کر حیران رہ گیا۔

اس نے اپنے ساتھی سے کہا:

"ابے جگو۔ یہ کیا ہو گیا۔ پردہ خود بخود اُٹھا اور گر گیا۔"

جگو نے غصے سے کہا:

"الو کا پٹھا ۔۔۔ بک بک کیے جا رہا ہے۔ ابے حرامی۔ پردہ
ہوا سے ہل گیا ہو گا تو جلدی سے سامان کی تلاشی لے کر کوئی
قیمتی شے دیکھ۔ مجھے تو لگتا ہے یہ دونوں سالے ایک دم

کنگلے ہیں۔ کچھ بھی نہیں ہے۔"

پہلے نے کہا:

"ارے نہیں استاد۔ تجارتی قافلے میں شامل ہیں۔ کچھ تو قیمتی
مال ہو گا۔"

جگو استاد گرم ہو گیا۔ جھڑکتے ہوئے بولا:

"ایک دوں گا اُلٹے ہاتھ کی ۔۔۔ تلاشی زیادہ لے اور بکواس
کم کر ۔۔۔ میرے خیال میں یہاں سے کچھ ملنے والا نہیں۔"

چھوٹے چور نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے سامان کھنگالنا
شروع کیا۔ اس تلاشی میں اسے اشرفیوں کی وہ تھیلی مل گئی جو
ناگ نے اپنے بستر میں چھپا رکھی تھی۔ چھوٹے چور نے اچھلتے
ہوئے کہا:

"جگو استاد۔ ہو گیا کام۔ بڑی بھاری تھیلی ہے لگتا ہے
خوب مال ہے اس میں۔"

جگو استاد نے جھپٹ کر تھیلی اس سے لی اور کھولنے لگا۔
اشرفیاں دیکھتے ہی اس کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ اس نے
تھیلی نیفے میں اڑستے ہوئے چھوٹے چور کے کندھے پر ہاتھ مارا
اور ایک آنکھ میچ کر کہا:

"نکل چل۔ کہیں وہ دونوں مردود آ نہ جائیں۔"

چھوٹے چور نے سینہ پھلا کر کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ارے آ جائیں استاد ___ فکر کا ہے کی ہے۔ دونوں کو چھرے میں پرو دوں گا۔ میرا چھرا تو ویسے بھی بڑے دنوں سے پیاسا ہے۔"

جگو استاد نے ایک طرف تھوک کر کہا:

"چپ بکواسی کتا ___ ہر وقت خون خرابے کی سوچتا رہتا ہے۔ چل کھسک چل ادھر سے۔"

مگر ماریا انہیں کب جانے دیتی۔ اس نے قریب آ کر جگو استاد کے سر پر زور دار تھپڑ مارا۔ جگو استاد بلبلا اُٹھا۔ وہ سمجھا شاید چھوٹے چور نے شرارت کی ہے۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک کرارہ تھپڑ اس کے منہ پر جڑ دیا اور غصّے سے کہا:

"حرامی کی اولاد ___ تیری یہ مجال استاد پر ہاتھ اُٹھاتا ہے۔"

چھوٹے چور نے گال سہلاتے ہوئے کہا:

"کیا ہوا استاد؟"

"چپ استاد کا بچہ ___" جگو غصّے سے بولا:

"ابھی تو نے مجھے تھپڑ نہیں مارا تھا کیا؟"

چھوٹے چور کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے فوراً کہا:

"استاد کیا بات کرتے ہو۔ میری کیا مجال۔ میں نے تمہیں

ہرگز تھپڑ نہیں مارا۔"

جگو استاد نے اسے گردن سے دبوچ لیا اور لال لال آنکھیں دکھاتا ہوا کہنے لگا:

"تو پھر کیا تیرے باپ کے مُردے نے قبر سے اُٹھ کر مارا تھا۔ جھوٹا۔ بدمعاش۔"

ماریا قریب کھڑی یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس نے جگو استاد کے کان میں بڑے آرام سے کہا:

"میں اس جگہ کی بدروح ہوں اور تم دونوں کا خون پینے آئی ہوں۔"

جگو استاد اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ اس کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ وہ خوف زدہ انداز میں ادھر اُدھر دیکھنے لگا پھر کپکپاتی آواز میں بولا:

"ابے وہ آواز کس کی تھی۔ ہائے بھگوان ___ یہ میں کہاں آ پھنسا؟"

چھوٹے چور نے حیرانی سے کہا:

"استاد یہ آج تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ کون سی آواز کیسی آواز؟"

اب ماریا نے ذرا اونچی آواز میں کہا:

"میں تم دونوں کی گردنوں سے منہ لگا کر سارا خون پی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جاؤں گی۔ تمہارا گرم گرم خون بڑا لذیذ ہو گا۔ اب تمہیں
مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔"

اب تو چھوٹے اور بڑے دونوں کے ہاتھوں کے طوطے
اُڑ گئے۔ ان کے حلقوں سے عجیب و غریب آوازیں نکلنے
لگیں۔ ماریا نے ہاتھ بڑھا کر دونوں کی گردنیں دبوچ لیں۔

○

ماریا امریکہ میں

دونوں چوروں کے منہ سے زور دار چیخیں نکلیں۔
ماریا نے ان کے سر آپس میں ٹکرا دیئے تھے۔ ان کی کھوپڑیاں
تربوز کی طرح پھٹ گئیں۔ اور وہ وہیں گر کے مر گئے۔ یہ بڑے
خونی قسم کے چور تھے اور کئی بے گناہ مسافروں کے خون سے
ہاتھ رنگ چکے تھے ان کا مر جانا ہی بہتر تھا۔ چیخوں کی آواز خیمے
سے باہر تک گئی تھی۔ اور کئی دوسرے مسافر خیموں میں گھس
آئے۔

چوروں کی لاشیں دیکھ کر وہ ہکا بکا رہ گئے اور اِدھر
اُدھر دیکھنے لگے کہ انہیں کس نے مارا ہے۔ ماریا نے بڑے
چور کے نیفے میں اڑسی اشرفیوں کی تھیلی نکال لی۔ ایک مسافر
نے جب تھیلی کو غائب ہوتے دیکھا تو اسے غش آ گیا وہ
"ہائے بھوت" کہہ کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔
ماریا اشرفیوں کی تھیلی لیے خیمے سے نکل آئی۔ وہ عنبر
ناگ کے متعلق بڑا پریشان تھی کہ نجانے وہ کہاں چلے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گئے ہیں۔ ماریا کے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس کے دونوں بھائی تاریخ میں پیچھے کی طرف چھلانگ لگا چکے ہیں۔ ماریا چشمے کے پاس سے گزرتی ہوئی ٹیلوں کے دوسری طرف آگئی اور عنبر، ناگ کو تلاش کرنے لگی مگر وہ ہوتے تو ملتے۔ تھک ہار کر ماریا ایک درخت تلے بیٹھ گئی۔

ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔

ماریا پر غنودگی چھانے لگی۔ ابھی غنودگی کے عالم میں ماریا نے محسوس کیا کہ جیسے زلزلے کا زبردست جھٹکا آیا ہو۔ ماریا نے جلدی سے آنکھیں کھولیں اور یہ دیکھ کر اس کی عقل چکرا گئی کہ فضا اور جگہ بدل گئی ہے۔ اب وہ ایک جنگل میں موجود تھی۔ جہاں چاروں طرف موٹے موٹے تنوں والے درخت سینے تانے کھڑے تھے۔ ماریا ششدر سی ہو کر کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی پھر اسے خیال آیا کہ وقت نے پیچھے چھلانگ لگائی ہے اور وہ تاریخ میں کہیں اور آنکلی ہے۔

ماریا نے گہری سانس لی۔ اسے کچھ پتہ نہ تھا کہ وہ کس ملک میں اور کس زمانے میں آنکلی ہے

ابھی ماریا یہ سوچ ہی رہی تھی کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے دیکھا سامنے سے تین گھڑسوار چلے آرہے ہیں۔ ان کی کمروں سے تلواریں لٹک

رہی تھیں۔ انہوں نے تنگ پتلونیں اور جیکٹیں پہن رکھی تھیں۔ یہ بڑی بڑی مونچھیں اور شکلیں خوفناک تھی۔

وہ گھوڑے دوڑاتے ماریا کے پاس ہی ایک گھنے درخت تلے رک گئے اور گھوڑوں سے اتر آئے۔ گھوڑوں کو درختوں سے باندھ کر انہوں نے زین کے ساتھ بندھے تھیلوں میں سے بھنا ہوا خشک گوشت نکالا اور اسے چباتے ہوئے آپس میں باتیں کرنے لگے۔

ایک نے کہا:

'وہ ابھی تک آئے نہیں ہیں انہیں یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا کہیں کسی مشکل میں نہ پھنس گئے ہوں۔'

دوسرے نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دے کر گوشت کے ٹکڑے پر منہ مار کر جبڑے چلاتے ہوئے کہا:

'کس کی ہمت ہے ہمارے سامنے سر اٹھا سکے۔ بس وہ آتے ہی ہوں گے۔'

وہ انگریزی میں باتیں کر رہے تھے ماریا سمجھ گئی کہ وہ کسی یورپی ملک میں آنکلی ہے۔ ماریا کو علم نہیں تھا کہ وہ امریکہ میں آنکلی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب امریکہ نیا نیا دریافت ہوا تھا اور اسے "نئی دنیا" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس وقت ہر طرف 'طاقت کا قانون' تھا اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کاؤ بوائے گھوڑوں پر سوار دندناتے پھرتے تھے۔ جس سے
جو چیز چاہتے چھین لیتے اور اگر کوئی چوں چراں کرتا تو اسے
مار ڈالتے تھے۔

اتنے میں جنگل ایک بار پھر گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز
سے گونج اٹھا۔ درختوں کے پیچھے سے پانچ کاؤ بوائے گھوڑے
دوڑاتے چیخیں مارتے نمودار ہوئے۔ سب سے اگلے دو
گھڑ سوار اپنے آگے دو گٹھڑیاں سی ڈالے ہوئے تھے۔ وہ
پہلے سے موجود کاؤ بوائے کے پاس آکر رک گئے اور ایک
دوسرے سے ہاتھ ملائے پھر ایک لمبے چوڑے کاؤ بوائے
سے کہا:

"لیڈر — بڑی مشکل سے لڑکی اور اس کی ماں کو اٹھا کر
لائے ہیں۔ ہمارے دو ساتھی اس مہم میں مارے گئے۔ وہ
کم بخت تلواریں لیے مکان کے باہر پہرہ دے رہے تھے۔"

لیڈر کاؤ بوائے نے زمین پر تھوک کا پٹاخہ مارتے ہوئے
غرا کر کہا:

"ویری گڈ — مجھے تم سے یہی اُمید تھی کہ تم کامیاب
لوٹو گے — ہمارے دو ساتھیوں کا نقصان ہوا ہے کوئی
بات نہیں۔ ہم اس کا بھیانک انتقام لیں گے۔ کل رات
کو پورے گاؤں کو آگ لگا دیں گے۔ اچھا اب تم گٹھڑیاں

کھول کر انہیں نکالو کہیں ایسا نہ حرامی دم گھٹنے سے مر
جائیں اور ہمارے کیے کرائے پر پانی پھر جائے۔"

کاؤ بوائے نے گھوڑوں سے گٹھڑیاں اتار کر زمین
پر ڈال دیں اور انہیں کھول دیا۔ ایک گٹھڑی کے اندر
سے ایک نہایت خوب صورت لڑکی برآمد ہوئی۔ اس کا
رنگ اڑا ہوا تھا اور بے چاری بری طرح سہمی ہوئی تھی۔
خوف سے اس کی پیاری آنکھیں پھٹنے کی حد تک پھیل چکی
تھیں۔ لڑکی نے گول گاؤن پہن رکھا تھا۔ دوسری گٹھڑی
سے ایک ادھیڑ عمر عورت نکلی۔ اس کا بھی دہشت کے
مارے رنگ زرد ہو رہا تھا۔ یہ اس لڑکی کی ماں تھی۔

لیڈر کاؤ بوائے نے قہقہہ مار کر دانت نکالتے ہوئے کہا:

"دیکھ لیا بڑھیا۔ ہم ٹیڑھی انگلیوں سے بھی گھی نکالنا جانتے
ہیں۔ ہونہہ۔ چلی تھیں ہمارے ساتھ مقابلہ کرنے۔"

لڑکی کی ماں ایک دم لیڈر کے قدموں پر گر پڑی اور
روتے ہوئے بولی:

"خدا کے لیے مجھ پر رحم کھاؤ۔ میری معصوم لڑکی کی
زندگی برباد مت کرو۔ ہمیں چھوڑ دو۔"

لیڈر کاؤ بوائے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر ہنسا پھر ماں
کے سر پر ٹھوکر مارتے ہوئے بولا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کیا بکتی ہے۔ ہم احمق ہیں کیا؟ ہم تمہیں کس طرح چھوڑ دیں تمہاری لڑکی کی خاطر تو میرے دو ساتھی مارے گئے ہیں۔ آج سے یہ میری بیوی ہے۔ صبح میں اسے ساتھ والے گاؤں کے چرچ لے جا کر اس سے شادی کر لوں گا۔"

لڑکی نے یہ سنا تو اپنی ماں سے چمٹ گئی۔

ماں نے روتے ہوئے کہا:

"حوصلہ کر بیٹی کادمبری — خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ وہ ضرور یسوع مسیح کے صدقے ہماری مدد کرے گا۔"

لیڈر نے غراتے ہوئے کہا:

"یہاں کوئی تمہاری مدد کو نہیں آ سکتا تھا اب تمہیں وہی کرنا ہو گا جو میں کہوں گا۔"

یہ کہہ کر لیڈر اپنے ساتھی کاؤ بوائے کی طرف مڑا اور کہا:

"ان دونوں کے ہاتھ پاؤں باندھ دو۔ آج رات ہم یہیں بسر کریں گے۔"

کادمبری اور اس کی ماں کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑ دیئے گئے۔ چند کاؤ بوائے لکڑیاں اکٹھی کرنے لگے اور چند خرگوش شکار کر کے لے آئے۔ تیز دھار خنجروں سے انہوں نے خرگوشوں کی کھالیں اتاریں اور آگ پر بھوننے لگے۔ وہ قہقہے لگاتے ہوئے آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔

دونوں ماں بیٹی درخت تلے بیٹھیں اپنی قسمت پر آنسو بہا رہی تھیں۔ ماریا کو ان پر بڑا ترس آیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ان کی مدد کرے گی۔ ماریا چاہتی تو تمام کاؤ بوائے غنڈوں کو ہلاک کر دیتی مگر اس میں خطرہ یہ تھا کہ ماریا بیک وقت ان سب سے نہیں نبٹ سکتی تھی اگر ان میں سے کوئی کادمبری اور اس کی ماں کو نقصان پہنچا دیتا تو ماریا کی ساری کوشش ضائع ہو جاتی تھی ماریا نے بہتر یہی سمجھا کہ رات ہونے کا انتظار کرے اور جب تمام کاؤ بوائے سو جائیں تو ماں بیٹی کو آزاد کر دے۔

کاؤ بوائے غنڈے بڑے مزے سے بھنے ہوئے خرگوش کھا رہے تھے۔ فضا میں گوشت کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی ماریا کا جی بھی للچانے لگا۔ وہ آگ کے الاؤ کے قریب آ گئی پھر جونہی ایک کاؤ بوائے نے خرگوش بھون کر رکھا۔ ماریا نے اسے اٹھا لیا اور ایک طرف ہو گئی۔ کاؤ بوائے چھاگل سے منہ لگا کر غٹا غٹ پانی پی رہا تھا۔ پانی پی کر اس نے بھنا خرگوش اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر خرگوش تو غائب تھا وہ چیخ مار کر چنگھاڑا:

"کس الو کے پٹھے نے میرا بھنا خرگوش لیا ہے؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سارے کاؤ بوائے حیران رہ گئے۔

لیڈر نے کہا:

"کسی نے بھی نہیں لیا۔ تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ تم کھا گئے ہو گے۔"

کاؤ بوائے غنڈہ تو چکرا گیا۔ کسی نے اس کا بھنا خرگوش نہیں لیا تھا تو پھر وہ کہاں گیا۔ لیڈر کے آگے کچھ بول بھی نہیں سکتا تھا۔ صبر کر کے بیٹھ گیا۔ رات ہونے لگی تو سارے کاؤ بوائے گھاس پر لیٹ گئے۔ آگ کا الاؤ ابھی تک بھڑک رہا تھا۔ لیڈر نے ایک کاؤ بوائے کو پہرے پر مقرر کیا تھا۔ وہ کچھ دیر بعد لکڑی اٹھا کر الاؤ میں پھینک دیتا اور مدھم پڑتی آگ پھر سے بھڑک پڑتی پہرے دار کے سوا تمام کاؤ بوائے غنڈے پاؤں پسارے سو رہے تھے۔

کادمبری اور اس کی ماں درخت تلے بندھی پڑی تھیں۔ رات ذرا گہری ہوئی تو پہرے دار غنڈے پر بھی نیند حملے کرنے لگی۔ اس نے کچھ دیر جاگنے کی کوشش کی پھر ایک طرف لڑھک کر سو گیا۔ ماریا کے لیے میدان صاف تھا۔ وہ ماں بیٹی کے پاس آگئی۔ اب یہ مشکل آن پڑی کہ جونہی ماریا نے کادمبری اور اس کی ماں سے بات کرنی تھی انہوں نے ڈر جانا تھا اور اگر ڈر کے مارے ان میں سے کسی کے

منہ سے چیخ نکل جاتی تو معاملہ بگڑ جاتا۔ مگر اس خطرے کو مول لینے کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ ماریا نے سوچا جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اس نے بڑی میٹھی آواز میں کادمبری کے کان میں کہا:

"گھبرانا نہیں — سنو میں اس جنگل کی روح ہوں اور آسمانوں سے تمہاری مدد کو آئی ہوں۔"

امریکی لڑکی کادمبری کو تو پسینہ آ گیا وہ تھر تھر کانپنے لگی کہ یہ کس کی آواز تھی۔ اس کی ماں یہ حالت دیکھ کر چونک اٹھی اس نے کہا:

"کیا بات ہے کادمبری — تم اچانک کانپنے کیوں لگی ہو"

کادمبری کے منہ سے ڈری ڈری آواز نکلی:

"اماں۔ یہاں کوئی زنانہ بھوت ہے ابھی ابھی اس نے مجھ سے بات کی تھی۔"

وہی ہوا جس کا ماریا کو خدشہ تھا۔ اب اس نے ذرا اونچی آواز میں کہا تا کہ دونوں ماں بیٹی سن لیں:

"ڈرو مت۔ میں بھوت نہیں ہوں۔ اس جنگل کی روح ہوں اور تمہاری مدد کرنے آئی ہوں۔"

کادمبری کی ماں یہ آواز سن کر لمحے بھر کے لیے تو جیسے پتھر کی مورتی بن گئی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا نے پھر کہا:

"خداوند مسیح کے بیٹے گھبراؤ نہیں۔ میں کوئی بھوت نہیں ہوں۔ ایک نیک روح ہوں۔"

ماں بیٹی کا خوف نرم اور میٹھی آواز سن کر کسی حد تک دور ہو گیا مگر ان کے ہونٹ ابھی تک تھرتھرا رہے تھے۔

کادمبری نے کہا:

"اے نیک روح ہمیں ان ظالم غنڈوں کے چنگل سے نجات دلاؤ۔ یہ ہمیں گھر سے اٹھا لائے ہیں۔"

ماریا بولی:

"میری بچی! میں سب جانتی ہوں اور تمہیں آزاد کرانے آئی ہوں۔"

ماریا نے ماں بیٹی دونوں کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے اور کہا:

"خاموشی سے کوئی آواز پیدا کیے بغیر اٹھ کر گھوڑوں کی طرف آ جاؤ۔ میں دو گھوڑے کھولتی ہوں تم ان پر سوار ہو جانا۔"

دونوں ماں بیٹی نے ایسا ہی کیا۔ وہ بڑی ہوشیاری سے چلتی ہوئی کاؤ لوائے غنڈوں کے درمیان سے ہو کر گھوڑوں

کی طرف آ گئیں۔ لیکن ان کی بدقسمتی کہ اچانک کادمبری کا پاؤں ایک پتھر سے پھسل گیا اور وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑی۔ گرنے کی زوردار آواز سے ایک غنڈے کی آنکھ کھل گئی وہ چیخا:

"ہوشیار۔ جاگو۔ شکار بھاگ رہا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ تلوار سونت کر ماں بیٹی کی طرف لپکا۔ باقی غنڈے بھی شور سنتے ہی ہڑبڑا کر اٹھے اور انہوں نے آناً فاناً کادمبری اور اس کی ماں کو قابو کر لیا اور گھسیٹتے ہوئے اس درخت کے نیچے لے آئے جہاں رسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ لیڈر کاؤ لوائے غنڈہ غصے سے آگ بگولا ہو رہا تھا اس نے چیختے ہوئے کہا:

"انہوں نے رسیاں کس طرح کھول لیں۔ ضرور کسی نے ان کی مدد کی ہے۔"

ایک غنڈے نے ڈرتے ڈرتے کہا:

"لیڈر — یہاں کون آ سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے رسیاں کس کر نہیں باندھی گئی تھیں اور ڈھیلی رہ گئیں۔ ان مکار عورتوں نے موقع پا کر انہیں کھول لیا اور بھاگ کھڑی ہوئیں۔"

لیڈر کاؤ لوائے کو اس بات پر یقین آ گیا۔ اس نے کادمبری کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اگر میں نے تم سے شادی نہ کرنا ہوتی تو ابھی تمہیں قتل کر دیتا۔ تمہیں مجھے دھوکہ دینے کی ہمت کس طرح ہوئی"

ماں بیٹی نے کچھ نہ کہا وہ تو آسمانی روح کی مدد کا انتظار کر رہی تھیں۔ ماریا یہ سب دیکھ رہی تھی مگر کچھ سوچ کر اس نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا تھا۔ ادھر لیڈر غنڈہ پہرے دار پر برس رہا تھا:

"حرام خور ـــ میں نے تمہیں پہرے پر مقرر کیا تھا اور تم سو گئے۔ اگر یہ عورتیں بھاگ جانے میں کامیاب ہو جاتیں تو یہ نقصان کس نے پورا کرنا تھا؟"

پہرے دار غنڈہ لرز رہا تھا اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا:

"لیڈر۔ غلطی ہو گئی۔ معاف کر دو۔ آئندہ مجھ سے ایسی غلطی ہرگز نہ ہو گی"

لیڈر کاؤ لوائے نے کہا:

"ٹھیک ہے اس مرتبہ چھوڑے دیتا ہوں پھر کبھی ایسی حرکت کی تو کھال اتروا کر اس میں بھس بھروا دوں گا"

رات ابھی آدھی سے زیادہ باقی تھی۔ کچھ دیر تو ہنگامہ برپا رہا پھر کاؤ لوائے غنڈے دوبارہ سونے کی تیاری کرنے لگے۔ اس مرتبہ لیڈر نے دو غنڈوں کو پہرے پر مقرر کیا

تھا۔ ایک گھنٹہ تک پہرے داروں کے سوا باقی غنڈے پھر نیند کی آغوش میں گم ہو چکے تھے۔ ماریا نے اب فیصلہ کیا کہ غنڈوں سے دوسرے طریقے سے نبٹا جائے۔

وہ ماں بیٹی کے پاس آ گئی اور بولی:

"تمہاری بے احتیاطی نے سارا معاملہ بگاڑ دیا بہرحال فکر مت کرو اب میں کسی غنڈے کو زندہ نہ چھوڑوں گی"

کادمبری نے سر جھکا کر کہا:

"اے نیک روح۔ میں شرمندہ ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی"

پہرے دار غنڈے کے کان کچھ زیادہ ہی تیز تھے۔ اس نے کھسر پھسر کی آوازیں سن لیں اور اپنی جگہ بیٹھا ہوا للکارا:

"یہ تم کیا مکاریاں سوچ رہی ہو۔ چپ چاپ پڑی رہو اور اب بھاگنے کا مت سوچنا"

ماریا نے دل میں کہا:

"لے بچو۔ پہلے تو میں تیرا کام تمام کروں گی۔ بڑی بک بک کر رہا ہے"

ماریا اٹھ کر سوتے ہوئے کاؤ لوائے غنڈوں میں آ گئی۔ اس نے بڑی احتیاط سے کوئی آواز پیدا کیے بغیر لیڈر غنڈے کی نیام سے تلوار کھینچ لی۔ تلوار ماریا کے ہاتھ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یں آتے ہی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ تلوار سنبھالے
ماریا دبے قدموں پہرے دار غنڈوں کی طرف آنے لگی۔
پہرے دار بڑے مزے سے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔
ان کے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ
موت بڑی تیزی سے انہیں دبوچنے کے لیے بڑھتی چلی
آرہی ہے۔

پاس آکر ماریا نے تلوار ہوا میں بلند کی اور ایک
پہرے دار غنڈے کی گردن پر بھرپور وار کیا۔ غنڈے
کی گردن کٹ کر پرے جا گری وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔
دوسرے پہرے دار نے یہ دیکھا تو حیرت سے بت بن
گیا اور اس سے پہلے کہ اس کے حواس ٹھکانے آتے
ماریا اس کی گردن بھی تن سے جدا کر چکی تھی۔

پہرے دار غنڈوں کو جہنم واصل کرنے کے بعد ماریا سو
پڑے غنڈوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس نے دو اور غنڈوں
کو کوئی آواز نکالے بغیر موت کی وادی میں دھکیل د
اب ماریا پانچویں غنڈے کو مارنے جا رہی تھی۔ کہ یکایک
ایک پتھر اس کی ٹھوکر لگنے سے لڑھکتے ہوئے ڈاکو کو
جا لگا۔ وہ بدبخت ذرا اٹھ بیٹھا۔
نے اس پاس دیکھا کوئی نہ تھا۔ وہ جماہی لے کر

سونے ہی لگا تھا کہ اس کی نظر قتل ہوئے ساتھیوں پر پڑ گئی۔
وہ یوں اچھلا جیسے سانپ پر پاؤں آگیا ہو۔ اس کے حلق
سے ایک زبردست چیخ بلند ہوئی:

"جاگو۔ دشمن نے حملہ کر دیا۔ ہمارے چار ساتھی قتل کر
دیئے۔ جاگو جاگو!"

کاڈلوانے غنڈے اٹھ بیٹھے۔ شور مچ گیا۔ لیڈر غنڈے
نے اپنی تلوار نکالنا چاہی مگر تلوار ہوتی تو اسے ملتی تلوار تو
اس وقت ماریا کے ہاتھ میں تھی۔ لیڈر غنڈے نے چلا کر کہا،
"دشمن میری تلوار بھی لے گیا ہے۔ ساتھیو وہ یہیں کہیں
ہو گا بچنے نہ پائے۔"

غنڈے تلواریں سنبھالے ادھر اُدھر درختوں میں پھیل گئے
لیڈر غنڈے نے پیٹی میں لگا خنجر نکال لیا تھا وہ کادمبری
اور اس کی ماں کے پاس آگیا اور دانت کٹکٹاتے ہوئے
غصے سے بولا:

"وہ یقیناً تمہارے ساتھی ہیں۔ انہوں نے میرے چار بہترین
آدمی مار ڈالے میں انہیں کچا چبا جاؤں گا۔"

کادمبری کی ماں نے کہا:

"ہمارا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ ہم تو سوئی پڑی تھیں کہ
چیخ و پکار سے جاگ اٹھیں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیڈر غنڈہ چیخا:

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ میں تم دونوں کو اب زندہ نہیں چھوڑوں گا تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔"

لیڈر کاؤ بوائے غنڈے نے خنجر فضا میں بلند کیا۔ اسی وقت ماریا نے لپک کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ غنڈہ جھنجھلا کر پلٹا اور پھر اس کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔ اس کا بازو سخت گرفت میں تھا مگر جس نے بازو پکڑ رکھا وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ بڑی طرح بوکھلا گیا!!

○

آگے کیا ہوا؟ یہ جاننے کے لیے قسط نمبر ۴۱

مُردہ ہونٹ اور ماریا پڑھیے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مقصود ایاز — قیمت ۶/-

- ٹارزن اور آدم خور شیلاکو
- ٹارزن اور سیاہ سایہ
- ٹارزن اور بلیک ڈیول
- ٹارزن جادو نگری میں
- ٹارزن اور جھوٹ شہزادی
- ٹارزن اور موت کا سفر
- ٹارزن اور موت کے ھرکارے
- ٹارزن اور روحوں کا شہر
- جہنم کی مخلوق اور ٹارزن
- جادو کا مجسمہ اور ٹارزن
- قبر کا جن اور ٹارزن
- ٹارزن پنجرے میں
- ٹارزن اور کھڑی بلا
- ٹارزن اور بن مانس قوم
- ٹارزن اور اپریشن اقرابوس (خاص نمبر) ۸/-
- ٹارزن اور خونی بھیڑیا (خاص نمبر) ۸/-
- ٹارزن اور شیطان کے چیلے ۹/-
- مہاناگ دیوتا اور ٹارزن
- آدم خور دیوتا اور ٹارزن
- ٹارزن اور آتشی مخلوق
- ٹارزن اور بد روحوں کی ملکہ
- ٹارزن اور خوابوں کا جزیرہ
- ٹارزن اور لاھوتا کی لاش
- ٹارزن اور سمندری بلا
- ٹارزن اور صدیوں کا آدمی

نیا مکتبہ اقراء ۱۲-بی شاہ عالم مارکیٹ لاھور ۸